اس ناول پر سنہ ۱۹۵۸ع کا نوبل پرائز دیا گیا

# ڈاکٹر ژواگو

تصنیف:۔ بورس پیسترنک

ترجمہ:۔ یوسف صدّیقی

ٹرانس لکس پبلیکیشنز کراچی

ناشر :- سجاد حماد

طابع :- سپر آرٹ الگریورز پریس

کتابت :- رضا وسیم

طباعت :- پہلی بار

قیمت :- نو روپے

# ترتیب

# پہلی بات

گذشتہ دس برس کا زمانہ اس لحاظ سے بڑا اہم ہے کہ اس عرصہ میں اردو علم و ادب کی نشر و اشاعت جس تیزی سے ہوئی، وہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ یوں تو اس دوران میں ہر قسم کی بے شمار کتابیں شائع ہوئیں لیکن حقیقت میں دیکھا جائے تو ان میں اچھی اور معیاری کتابوں کی تعداد بہت کم تھی۔ جس کا براہ راست نتیجہ یہ ہوا کہ ادب میں ایک طرح کا بحران پیدا ہو گیا۔ اچھا ادب کم ہو گیا اور پست معیار کی کتابوں کے ڈھیر لگ گئے۔ ظاہر ہے اس ادبی کساد بازاری کے ماحول میں کسی نئے ادبی ادارے کا وجود میں آنا، ہمت طلب اقدام سمجھا جائیگا مگر یہ ادبی کساد بازاری ایسی بھی تو نہیں ہے کہ اسے دور نہ کیا جائے۔ اگر اچھا اور معیاری ادب چھاپا جائے تو یقیناً پڑھنے والے بھی اسے پڑھیں گے۔ اور یہی مقصد لیکر "ٹرانس لکس پبلیکیشنز" کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ ہماری پہلی پیش کش "ڈاکٹر زواگو" آپ کے سامنے ہے۔ اس ناول پر روس کے شہرہ آفاق مصنف بورس پیسترناک کو ۱۹۵۸ع کا "نوبل پرائز" دیا گیا ہے اور اب اسے اردو کے صف اول کے صحافی یوسف صدیقی نے اردو کا جامہ پہنایا ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ اس عظیم کتاب کو ہم پہلی بار اردو میں پیش کر رہے ہیں۔

ناشر

# اہم کردار

| خاندانی نام | کنیت | مختصر نام |
|---|---|---|
| زواگو | یوری اندریےوچ | یورا. یوروچکا |
| ودیاپن | نکولائی نکولائی وچ | کولیا |
| ددروف | — | نیکا |
| گورڈن | — | میشا |
| گرومیکو | الیگذندر الیگذندروچ | — |
| گرومیکو | اینا ایوا نوونا | — |
| گرومیکو (شادی سے پہلے) | انتونینا الگذندروونا | تونیا |
| گیشار | امیلیا کارلوونا | — |

| | | |
|---|---|---|
| گیشار | لاریسا فیودورووا | لارا |
| گیشار | روډیو فیودرووچ | رودیا |
| کوما رووسکی | وکتور اپولی تووچ | — |
| انتی پوف | پاول پاولو وچ | پاشنکا- پاشا |
| جلیلن | جمال‌الدین | — |
| جلیان | فاطمه | — |
| جلیلن | یوسف‌جمال دینو وچ | یوسپکا |
| تیور زلیا | مارفه گاوری‌لورلا | — |
| تیورزن | کوپریان ساریلےوچ | کوپر ک |
| زوا گو | ایو گراف | ایو گراف |

# جان پہچان

اکتوبر ۱۹۵۸ء میں اسٹاکہوم (سویڈن) کی برفانی فضا میں نوبل پرائیز کا فیصلہ کرنے والی کمیٹی کا اجلاس ہو رہا تھا اور ہر سال کی طرح دنیا منتظر تھی کہ دیکھئے سائنس اور ادب کی دنیا میں یہ امتیاز اس دفعہ کس کو حاصل ہوتا ہے؟ قرعۂ فال کس کے نام پڑتا ہے۔؟ — اور آخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں کمیٹی نے اعلان کیا کہ ستر سالہ روسی ادیب بورس پیسترنک کو ان کے ناول "ڈاکٹر ژواگو" پر نوبل پرائیز دیا گیا ہے۔ یہ خبر دنیا کے گوشے گوشے میں آگ کی طرح پھیل گئی لیکن خود بورس کے اپنے ملک میں اس کے خلاف نفرت کی آگ بھڑک اٹھی اور انعام دینے والے سوچنے لگے کہ کہیں ان کے فیصلے کی پاداش میں مصنف کو نقصان نہ پہنچ جائے۔

"ڈاکٹر ژواگو" کی لاکھوں کاپیاں چند ہی گھنٹے میں کتابوں کی دکانوں سے فروخت ہو گئیں! ودس کے متعلق بڑے بڑے ادبی نقادوں کی رائے طلب کی جانے لگی۔ کچھ نے اس ناول کو پڑھا تھا اور کچھ نے محض اس کا نام ہی سنا تھا۔ لیکن سب اس بات پر متفق تھے کہ بورس پیسترنک نے ایک ادیب کی حیثیت سے جس طرح بلا خوف و خطر اظہار رائے کیا ہے وہ قابل ستائش ہے۔

حق بات کہنا — ایسی حق بات جسے آپ کا ضمیر صحیح سمجھتا ہو آسان تو نہیں اور اس آزمائش میں بہت کم لوگ پورے اترتے ہیں۔ لیکن اس میدان کے غازی دار و رسن کے مدارج سے گزرتے چلے گئے۔ اُف تک نہ کی اور جو کہنا تھا کہہ کر رہے۔ بورس پیسترنک نے اپنے ملک کے متعلق، وہاں کی ستائی

کے متعلق جو کچھ دیکھا اور محسوس کیا صفحۂ قرطاس پر منتقل کر دیا۔ بورس پاسترناک جسے اپنے آبائی وطن کی محبت ایک بار وہاں سے چلے جانے کے بعد بھی کھینچ لائی تھی اس سے والہانہ عقیدت رکھتا ہے، وہ اس کے ذرّے ذرّے کا شیدائی ہے۔ اس کے گڑگڑاتے ہوئے کارخانوں کا متوالا۔ وہاں کے بل کھاتے ہوئے تیز رو دریاؤں کا دیوانہ، وہاں کے لہلہاتے ہوئے کھیتوں کا شیدا ہے۔ اور اسی جذبے نے اسے ایک ادیب کی حیثیت سے اپنے دل کی کہہ ڈالنے پر مجبور کیا۔ اور پھر اس نے یہ سب کچھ کہہ دیا۔ یہ سمجھ کر کہہ دیا کہ ؏

زباں کو بند کریں یا مجھے اسیر کریں
مرے خیال کو بیڑی پہنا نہیں سکتے

بورس نے انعام ملنے کی اطلاع موصول ہونے پر انتہائی مسرت کا اظہار کیا مگر اس کے اپنے ملک میں صدائے احتجاج بلند کرائی گئی۔ اسے غدار کہا گیا طرح طرح کے ناموں سے یاد کیا جانے لگا۔ اس پر الزام تھوپے گئے۔ اسے ملک سے نکالے جانے کی دھمکیاں دی گئیں تو اس نے اپنی جان کے خوف سے نہیں، ملک کی محبت کی خاطر، اس لئے کہ وہ اپنے آبائی وطن میں زندہ رہے اور وہیں زندگی کی آخری گھڑیاں گذار دے، اپنی مملکت کے سربراہ سے نہایت دردناک اپیل کی۔ اس اپیل کے الفاظ ہی بذاتِ خود اس سماج کی عکاسی کرتے ہیں جس میں بورس خود کو محصور پاتا ہے۔ اس نے کہا۔

"میں اپنی پیدائش۔ اپنی زندگی اور اپنے نام اور کام سب کو روس کا صدقہ سمجھتا ہوں۔ میں یہ سوچ نہیں سکتا کہ روس کے باہر، روس سے الگ رہ کر میری کوئی حیثیت ہو سکتی ہے۔ مجھ سے چاہے جو غلطی سرزد ہوئی ہو لیکن مجھے یہ گمان بھی نہ تھا کہ میں اپنے آپ کو ایک سیاسی مہم کا مرکز بنتے دیکھوں گا۔ مادرِ وطن سے باہر رہنا، اس کی سرحدوں سے دور ہو جانا، میرے لئے موت سے کم نہیں ہے۔ میری التجا ہے کہ مجھے ملک سے باہر چلے جانے پر مجبور نہ کیا جائے اور یہ سخت کارروائی، یہ سزا مجھ پر نہ آزمائی جائے۔ میں اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہہ سکتا ہوں کہ میں نے سوویت ادب کی تھوڑی بہت خدمت ضرور کی ہے اور آئندہ بھی میں اس کے لئے مفید ثابت ہو سکتا ہوں۔"

اس التجا۔ اس درخواست کا اثر چاہے ہو یا نہ ہو لیکن یہ حقیقت ہے کہ بورس کو روس سے دور رہنے کے تصور ہی سے نفرت ہے۔ اسی لئے اس نے انعام قبول کرنے سے انکار کر دیا

اور انعام دینے والی کمیٹی کو لکھا۔

"میں جس سوسائٹی کا فرد ہوں اسمیں اس اعزاز کو جو معنی دیئے گئے ہیں ان کی بنا پر میں یہ انعام قبول کرنے سے معذور رہوں !"

حالانکہ اس انکار سے چند ہی روز قبل اس نے انعام ملنے کی خبر پر دلی مسرت کا اظہار کیا تھا بورِس کے انکار اور روس میں بورِس کے وجود سے نفرت کے اظہار کے باعث دنیا کے دوسرے ممالک کے ادیبوں نے احتجاج کیا۔ ٹی ایس ایلیٹ۔ ای ایم فارسٹر۔ برٹرینڈ رسل اور جے بی پریسٹلے جیسے مقتدر ادیبوں اور شاعروں نے روسی مصنفین کی یونین کو تار بھیجے جس میں کہا گیا تھا کہ بورِس کو جو کچھ دن پہلے تک روس کا پسندیدہ شاعر اور ادیب تھا اور جسے اب دنیا بھر میں شہرت حاصل ہو چکی ہے اس طرح سیاسی مخالفت اور عداوت کا نشانہ نہ بنایا جائے

بورِس کے گرداب نفرت وعداوت کی جو دیوار کھڑی کی گئی ہے اور اس کی ذات کو جس طریقے سے دنیا کے دو بڑے بلاکوں کی اعصابی جنگ کا مرکز بنایا گیا ہے۔ اس کے بعد اس دیوار کی دراڑوں سے جھانکنے، اور خود بورِس کو قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔

بورِس کی عمر اس وقت ۶۸ سال ہے۔ اس نے ماربرگ میں تعلیم حاصل کی۔ وہ انگریزی فرانسیسی اور جرمن زبانوں میں ماہر ہے۔ بورِس کے والد ۱۹۲۱ء میں روس چھوڑ کر جرمنی چلے گئے تھے مگر وہاں ہٹلر کے برسر اقتدار آنے کے بعد یہودیوں کے خلاف جو مظالم شروع کئے گئے ان سے گھبرا کر وہ انگلستان میں جا بسے۔ اور وہیں فوت ہو گئے۔ بورِس کی ایک بہن اب تک انگلستان میں رہتی ہیں۔ بورِس کو روس سے دلی محبت تھی اور یہاں سے چلے جانے کے باوجود انھوں نے اپنے وطن کی سرزمین کو پھر چومنے کی خاطر دوبارہ روس کو اپنا وطن بنایا۔ اور وہ یہاں واپس آنے کے بعد شاعری میں ڈوب گئے۔

انھوں نے نظمیں لکھ کر نام پیدا کیا۔ دوسری جنگ عظیم اپنی پوری ہولناکیوں کے ساتھ آئی اور بورِس نے ایک حساس انسان کی طرح جنگ سے نفرت کی۔ وہ اب نہ صرف روس بلکہ بیرونی ممالک میں بھی خاصی شہرت حاصل کر چکے تھے۔ انھوں نے نثر کے میدان میں قدم جمانے کی کوشش کی۔ گو یہ خطرہ تھا کہ اگر وہ نثر نگاری میں اس اعلیٰ معیار کو نہ پہنچ سکیں جو ان کی نظموں کا

خاصہ تھا تو ان کی شہرت پر حرف آئے گا لیکن خود اعتمادی اور محنت ـــــ ان کے اصول تھے۔ انھوں نے محنت کی، زیادہ وقت صرف کیا اور نتائج کے منتظر رہے۔

بورس اس وقت ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ چکے تھے۔ ایک نئے میدان میں قدم رکھنا۔ ایک نئی صنفِ ادب کو اختیار کرنے کے لئے یہ کوئی موزوں وقت نہیں تھا۔ وہ اپنی زندگی کے ساٹھ سال میں جن تجربات سے گذرے۔ جن حوادث سے دوچار ہوئے۔ اور انھوں نے زمانے کی جو کروٹیں دیکھیں ان کو پیش کرنے اور بیان کرنے کی ہوک ان کے دل میں بار بار اٹھتی۔ وہ حالات کو حقیقت کا روپ دینا چاہتے تھے۔ واقعات کو اپنے انداز میں کسی سیاستدان کے انداز میں نہیں بلکہ ایک فنکار کی حیثیت سے پیش کرنے کے متمنی تھے۔ وہ زندگی میں ایک ڈھرّے پر چلتے رہنے کے قائل نہیں بلکہ آرٹ کو مختلف شکلوں میں دیکھنا چاہتے تھے اور اسے قوس و قزح کے متعدد رنگوں میں پیش کرنے کی خواہش ان کے دل میں اُمنڈتی رہتی تھی۔ وہ اپنے ناول میں حق اور باطل کی قوتوں کو نبرد آزما دکھانا چاہتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ان قوتوں کو جیتے جاگتے روپ میں پیش کریں۔

"میں نے اس ناول میں جو تاثرات قلمبند کئے ہیں وہ حقیقی ہیں۔ اور میں نے انھیں اپنے دل کی گہرائیوں سے پیش کیا ہے۔ میں نے بحیثیت ایک فن کار جو کچھ دیکھا لکھ دیا۔ میں جس دور میں رہتا ہوں اسی کے متعلق میں نے لکھا ہے۔"

بورس نے اپنے ناول میں آپ بیتی نہیں لکھی۔ بلکہ یہ اس دور کے متعلق ہے جسے بورس نے جانچا اور پرکھا۔ یہ اس کے دوستوں کی دنیا۔ پروفیسروں، مصنفوں۔ ادیبوں۔ فنکاروں اور ایکٹروں کی دنیا ہے۔

بورس کے کہنے کے مطابق یہ کتاب لکھنے کی ضرورت وہ عرصے سے محسوس کر رہا تھا اور اسے لکھ کر اس نے اپنے ذہنی خلفشار پر قابو پا لیا۔ غالباً اس خلفشار کی وجہ یہ تھی کہ ایک شاعر ایسے میدان میں قدم رکھ رہا تھا جو پہلے اس کے لئے کھلا نہ تھا۔ اور یہ امکان تک نہ تھا کہ کسی وقت اس کا ناول دنیا بھر میں مشہور ہوگا اور شائع ہو سکے گا۔ بورس یورپ کے

کلاسیکی ادب کا ترجمہ کر کے اپنی روزی کما رہا تھا لیکن اس نے محسوس کیا کہ اس دور اور اس زندگی کے متعلق لکھنا چاہیئے جس سے وہ گذرا ہے اور نثر میں لکھنا چاہیئے۔

بورس نے ڈاکٹر ژواگو اسٹالین کی موت (۱۹۵۳ء) سے قبل لکھنا شروع کر دیا تھا اور ۱۹۵۵ء میں اس نے اسے مکمل کر لیا۔ بورس نے ماسکو کے کئی ناشروں اور مدیرانِ جرائد کو ناول کا مسودہ بھیجا۔ اس وقت اسے یقین تھا کہ یہ کتاب چھپ جائے گی اس لئے ایک کاپی اس نے اٹلی کے پبلشر فاسترنیلی کو بھی روانہ کی جس نے بعد میں کتاب کا اطالوی ترجمہ شائع کیا۔

پہلے ایک نوجوان ایڈیٹر ناول کو شائع کرنے پر راضی ہو گیا تھا۔ مگر اس نے اس میں اختصار کئے جانے کی تجویز پیش کی اور بورس نے اسے مان بھی لیا۔ روس میں شروع میں ٹالسٹائے کی تصنیفات بھی اختصار کے ساتھ شائع ہو چکی تھیں۔ بورس نے کتاب کے اختصار کو قبول کر لیا لیکن اس کے باوجود کتاب شائع نہیں ہوئی۔ جب بورس اس تاخیر کی وجہ پوچھتے تو انھیں ایک کے بعد دوسرے منتظم کا حوالہ دے کر ٹال دیا جاتا۔ کسی نے بھی خود کو اتنا بااثر نہیں پایا کہ وہ کتاب کی اشاعت کی ذمہ داری قبول کرتا۔

اس کے بعد بورس نے اٹلی کے پبلشر سے کہا کہ وہ اطالوی ایڈیشن کی اشاعت روک دے اور اس نے چھ مہینے تک اسے ملتوی رکھنے کا وعدہ کر لیا۔ وقت گذرتا گیا۔ روس میں اس کتاب کی اشاعت کے متعلق کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ بورس اس وقت اسپتال میں تھے۔ ان کو دوستانہ مشورہ دیا گیا کہ وہ کتاب کا مسودہ اطالوی پبلشر سے واپس منگالیں۔ بورس کو یقین نہیں تھا کہ مسودہ واپس مل سکے گا لیکن انھوں نے تار روانہ کر دیا اور ادھر اٹلی میں سوویت سفارتخانے کے حکام نے مسودے کو واپس حاصل کرنے کی خود بھی کوشش کی۔

ڈاکٹر ژواگو کے متعلق اس وقت جو ہنگامہ برپا ہے بورس کو وہ قطعی پسند نہیں بورس نے کہا ہے۔

"آج ہر شخص اس کتاب کے متعلق باتیں کرتا ہے اور اس پر کچھ نہ کچھ لکھ رہا ہے لیکن حقیقتاً اس کو پڑھا کس نے ہے؟ لوگ اس کتاب سے جو

۸سو صفحات پر مشتمل ہے محض تین اقتباس پیش کرتے ہیں"۔

بورس نے کہا ہے۔

"انقلاب کا دور گذر چکا ہے۔ ہنگامے اور گڑبڑ کا دور اب باقی نہیں رہا اب تو ایک نئی قوت پیدا ہو رہی ہے۔ بغیر دکھائی دیئے اور خاموشی سے جیسے زمین پر گھاس اُگتی ہے۔ یہ قوت اس طرح بڑھ رہی ہے جیسے کوئی پھل ہو اور یہ قوت نوجوانوں میں پیدا ہو رہی ہے۔ اس دور کی اہمیت یہ ہے کہ ایک نئی آزادی پیدا ہو رہی ہے"

یہ الفاظ بورس کے ناول کے حروف آخر ہیں۔ امید افزا اور دل خوش کن الفاظ۔ جنھیں ڈاکٹر زواگو کے دو دوستوں کے ذریعے ادا کرایا گیا ہے۔

بورس کے الفاظ اس روس کی عکاسی کرتے ہیں جس سے لوگ سیاست کی بناء پر یا اس کے بڑے بڑے کارخانوں کی وجہ سے نہیں بلکہ کلاسیکی روسی ادب، اس کی زبردست انسانی قوت اور مصائب کو برداشت کرنے کے بے پناہ جذبے کی بناء پر محبت کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بورس مخالفت سہتے ہیں۔ دشنام برداشت کرتے ہیں مگر روس کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ انھوں نے تو ع

چاہا ہے اسی رنگ میں لیلائے وطن کو
تڑپا ہے اسی طور سے دل اس کی لگن میں

ڈاکٹر زواگو کا مصنف ایک حقیقت پسند مصنف ہے اور اس نے اسی حقیقت پسندی کے جذبے کے تحت ایسا ناول پیش کیا ہے اور یہ ناول لکھ کر اس نے روس اور اس کے عوام پر احسان عظیم کیا ہے۔

ممکن ہے روس میں ایسا کرنا غلط تھا اور ابھی اس کا وقت نہیں آیا تھا لیکن بورس روس کی عظمت کا اصل مرکز ہے۔ انھوں نے اپنے احساسات اور جذبات کو حقیقت کا رنگ دیا ہے۔ اس بات کو سوچے بغیر کہ اس کی پاداش کیا ہوگی یا مستقبل اس کے بارے میں کیا سوچے گا۔ اور اب اس کا فیصلہ مستقبل ہی کر سکے گا۔!

# پہلا حصّہ

# پانچ بجے کی ایکسپریس

## (۱)

"دائمی سکون" — یہ نوحہ پڑھتے ہوئے وہ آگے بڑھتے جارہے تھے۔ وہ گاتے جارہے تھے، مگر جب وہ نوحہ خوانی بند کردیتے تب بھی یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ان کے قدم ان کے گھوڑے اور ہواؤں کے جھکڑ "نوحہ خوانی کر رہے ہیں۔

راہ گیر میت کو راستہ دینے کے لئے ادھر ادھر ہٹ جاتے، کفن پر پڑے ہوئے ہاروں کو گنتے، اور سینوں پر صلیب کا نشان بنانے لگتے تھے۔ ان میں سے بعض محض استفسار کی غرض سے جلوس میں شامل ہوجاتے اور پوچھتے "کس کی میت ہے؟" — "نداگو" ان کو جواب ملتا — "اچھا! ٹھیک!! یہ بات ہے!" — "یہ اس کی نہیں، اس کی بیوی کی میت ہے" — "ہاں ہاں، ایک ہی بات ہے، خدا مغفرت کرے میت پر حاضری دینے والوں کی تعداد تو بہت ہے!"

آخری لمحے ایک ایک کرکے گذرتے گئے، کبھی واپس نہ آنے والے لمحے۔ "زمین خدا کی ہے۔ یہ ساری خدائی اس کی ہے۔ زمین اور ہر وہ چیز جو اس پر ہے سب اس کی ہے"۔ پادری نے صلیب کا نشان بناتے ہوئے میریا نکولائی دینا کی میت کو مٹی دی۔ انھوں نے "پاک طینتوں کی روح" کا نوحہ پڑھا پھر ایک ہیبت ناک سی چرچراہٹ ہوئی۔ چوبی تابوت کو بند کرکے میخیں ٹھونک دی گئیں۔ اور اسے زمین میں اتار دیا گیا۔ تب ہی چار آدمی پھاوڑوں سے تیزی کے ساتھ مٹی ڈالنے لگے اور چوبی تابوت کے ڈھکنے پر مٹی کے بڑے بڑے ڈھیلے برسنے لگے۔ آخر قبر پر مٹی کا ایک چھوٹا سا ڈھیر بن گیا۔ ایک دس سال کا لڑکا

اس ڈھیر پر چڑھا۔ تدفین کے موقع پر تحیر اور بے حسی کا جو عالم بتدریج لوگوں پر طاری ہو جاتا ہے اس کے باعث ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے یہ لڑکا اپنی ماں کی قبر پر کھڑا ہو کر کچھ کہنا چاہتا ہے۔

اس نے اپنا سر اٹھایا اور بلندی کے مقام سے کھوئے کھوئے سے انداز میں چاروں طرف خزاں زدہ ماحول کو دیکھا جسے درختوں کو ننگ دھڑنگ بنا رکھا تھا۔ زمین کو سبزے سے محروم کر دیا تھا۔ اس نے خانقاہ کے گنبدوں پر نظر دوڑائی۔ اس کی چپٹی ناک والے چہرے میں شکن پڑ گئے۔ اور اس نے اپنی گردن کو اوپر کی جانب کھینچا۔ اگر بھیڑیئے کا بچہ ایسا کرتا تو یہ سمجھا جاتا کہ وہ اب غرانے والا ہے۔ لڑکے نے اپنے چہرے کو اپنے ہاتھوں سے ڈھانپ لیا اور سسکیاں لینے لگا۔ تیز ہوا کے ساتھ اس کے ننھے ہاتھوں اور چہرے پر بارش کا سرد پانی تھپیڑے مار رہا تھا۔ ایک شخص جو تنگ آستینوں والا سیاہ لبادہ پہنے ہوئے تھا قبر کے پاس گیا۔ یہ مرحومہ کا بھائی اور اس لڑکے کا ماموں نکولائی نکولائی وچ ویدیاپن تھا، جو پہلے پادری تھا مگر بعد میں اسی کے کہنے پر اس کو اس اعزاز سے محروم کر دیا گیا تھا۔ وہ آہستہ سے لڑکے کے پاس پہنچا اور اسے اپنے ساتھ لئے قبرستان سے باہر چلا گیا۔

(۲)

دونوں نے رات وہیں عبادت گاہ میں گذاری جہاں ماموں نکولائی کو پرانے تعلقات کی بنا پر ایک کمرہ مل گیا تھا۔ اگلے دن مقدس مریم کی سفارشی دعا کی عید تھی اور اسی دن انھیں والگا کے کنارے ایک جنوبی شہر کی جانب روانہ ہونا تھا جہاں ماموں نکولائی ایک مقامی ترقی پسند اخبار کے پبلشر کے ہاں کام کرتا تھا۔ ٹکٹ خریدے جا چکے تھے اور کوٹھری میں ان کا سامان تیار رکھا تھا اسٹیشن اتنا قریب تھا کہ وہ دور شنٹنگ کرنے والے انجنوں کی آواز صاف سن رہے تھے۔

اس شام سردی کافی تیز ہو گئی۔ کمرہ کی دونوں کھڑکیاں بہت نیچی تھیں جن میں سے ایک ویران سبزیوں کا خانہ باغ۔ سڑک اور اس پر جمی ہوئی برف کے ٹکڑے اور اس گرجا گھر کا ایک حصہ دکھائی دے رہا تھا جہاں کچھ دیر پہلے دن میں میریا نیکولائیونا کو دفن کیا گیا تھا۔ سبزیوں کے خانہ باغ میں ان چند جھاڑیوں اور سبزی کے پودوں کے سوا اور کچھ نہ تھا جو دیوار کے ساتھ پھیلے ہوئے تھے۔ مارے سردی کے ان کا رنگ نیلا پڑ گیا تھا۔ اور ان کے ریشوں پر جھریاں جھلک آئی تھیں۔ ہوا کے ہر جھونکے کے ساتھ بے برگ و بار پودے رقص کرنے لگتے اور پھر خاموش اور ساکت ہو جاتے۔

رات میں یکایک کھڑکی کے کھٹکھٹانے کی آواز سے لڑکے یورا کی آنکھ کھل گئی۔ سارا کمرہ ٹمٹماتی ہوئی روشنی سے عجیب و غریب طور پر چمک اٹھا۔ لڑکا۔ جس کے جسم پر صرف ایک قمیص تھی کھڑکی کی طرف لپکا اور اس نے اپنا چہرہ کھڑکی کے نیچے شیشے سے لگا دیا۔

باہر سڑک۔ قبرستان یا سبزیوں کا خانہ باغ کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ہر طرف برف اور دھند کا دور دورہ تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس برفانی طوفان نے جب اپنی قوت و ہیبت کا پورا احساس تنہا یورا کو دیکھ لیا ہے۔ اور اب وہ لڑکے کو مرعوب کرنے کے لیے جی کھول کر گرج اور کڑک رہا ہے۔ آسمان اور زمین جدھر دیکھیے برف کے طوفان نے ایک سفید چادر تان رکھی تھی۔ آج طوفان پورے زور پر تھا اور دنیا کی ہر طاقت اس کے سامنے ہیچ تھی۔

یورا جب کھڑکی سے ہٹا تو معاً اس کے دل میں خیال آیا کہ وہ فوراً کپڑے پہن کر باہر بھاگے اور وہاں جا کر کوئی نہ کوئی کام کرے۔ اسے یہ خیال پریشان کر رہا تھا کہ اس طوفان میں زمین اندر کی جانب دھنس جائے گی۔ اور اس کی ماں جو ابھی چند گھنٹے قبل دفن کی گئی ہے۔ زمین میں اور گہری اتر جائے گی۔ یہ سوچتے ہی لڑکے کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اتنے میں اس کا ماموں بھی جاگ اٹھا اور اس نے یورا کے ساتھ یسوع مسیح کی باتیں کر کے اسے بہلانے کی کوشش کی اور انگڑائی لیتا ہوا کچھ سوچتے ہوئے کھڑکی کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔ اس وقت پو پھٹ رہی تھی۔ اور ان دونوں نے کپڑے پہننا شروع کر دیئے۔

(۳)

جب تک یورا کی ماں زندہ تھی اسے یہ کبھی معلوم نہ ہو سکا کہ اس کا باپ ایک عرصہ سے بیوی بچوں کو چھوڑ کر سائبیریا اور دوسرے ملکوں میں گناہ آلود زندگی بسر کرنے پر خاندان کی دولت پانی کی طرح بہا رہا ہے اسے تو ہمیشہ یہی بتایا گیا تھا کہ اس کا باپ پیٹرزبرگ یا کسی بڑے میلا در عموماً ارکیت میں کاروبار کر رہا ہے۔

اس کی ماں دائم المریض تھی جب یہ معلوم ہوا کہ وہ تپ دق کے مرض میں مبتلا ہے تو وہ بغرضِ علاج جنوبی فرانس اور شمالی اٹلی جانے لگی۔ دو مرتبہ یورا بھی اپنی والدہ کے ساتھ گیا لیکن اکثر اُسے اجنبی اور ہر مرتبہ مختلف لوگوں کے ساتھ رہنا پڑتا۔ مگر اب وہ اس قسم کی تبدیلیوں کا عادی ہو چکا

تھا اور اس غیر صحت مند پس منظر اور پراسرار حالات کی روشنی میں اس نے سمجھ لیا تھا کہ اب اس کا باپ نہیں آئے گا۔

اسے اپنے بچپن کا وہ زمانہ بخوبی یاد تھا جب بہت سی چیزوں کو اس کے اپنے خاندانی ناموں سے پکارا جاتا تھا۔ اس کے خاندان کے نام ایک زواگو فیکٹری تھی۔ ایک زواگو بنک تھا۔ ایک زواگو بلڈنگ تھی۔ نکٹائی کے ایک پن کا نام زواگو تھا اور تو اور ایک خاص قسم کے کیک کا نام بھی زواگو تھا۔

ایک زمانہ وہ تھا کہ اگر کوئی شخص گھوڑا گاڑی والے کے سامنے "زواگو" کا نام لے لیتا تو اس کا مطلب یہ سمجھا جاتا تھا کہ "مجھے تم بکو لے چلو" اور پھر یہ گاڑی والا واقعی الف لیلہ جیسی روایتی سلطنت میں لے جاتا اور آپ دیکھتے کہ آپ کو ایک عظیم الشان اور پر سکون باغیچہ میں پہنچا دیا گیا ہے جہاں سدا بہار درختوں کی شاخوں پر آکر کوؤں نے ٹہنیوں پر جمی ہوئی برف نیچے گرانا شروع کر دی۔ اور ان کی کائیں کائیں سے ایسا معلوم ہونے لگا جیسے کڑیاں چٹخ رہی ہوں جالیہ تعمیر شدہ مکان کی جھاڑیوں سے نکل کر اعلیٰ نسل کے کتوں نے سڑک پر ادھر ادھر بھاگنا شروع کر دیا۔ اور اس سے ذرا آگے جھٹ پٹے میں بتیاں چمکنے لگیں۔

پھر اچانک سب کچھ غائب ہو گیا۔ اب وہ لوگ غریب ہو گئے تھے۔

(۴)

۱۹۰۳ء کی موسم گرما کی ایک صبح کا ذکر ہے کہ یورا اپنے ماموں نکولائی کے ساتھ اپنے کھیتوں سے دو گھوڑوں والی بگھی میں سوار گزر رہا تھا۔ یہ لوگ ایک معلم اور مقبول عام درسی کتابوں کے مصنف ایوان ایوانووچ ودسکو بونوو کوف سے ملنے جا رہے تھے۔ یہ استاد ریشم کے مشہور کارخانہ دار اور فنون لطیفہ کے دلدادہ تاجر کولوگریووت کی جاگیر دو پلاتنکا میں رہتا تھا۔

یہ عید لطولہ کازان کا دن تھا فصلوں کی کٹائی پورے زوروں پر تھی۔ یہ میلہ کی وجہ سے تھا یا دوپہر کے وقفہ کے باعث۔ تاہم یہ حقیقت تھی کہ اس جگہ ایک بھی متنفس دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ دھوپ میں ادھ کٹے کھیت اس طرح چمک رہے تھے جس طرح سزا یافتہ قیدیوں کے ادھ منڈے سر۔ کھیتوں پر ہر طرف پرندے اڑ رہے تھے۔ تمازت کے اس سکوت میں گیہوں کے بیٹے تنے ہوئے سیدھے کھڑے

تھے۔ دور اناج کی گٹھریوں کے صاف ستھرے اور اونچے ڈھیر ایسے دکھائی دے رہے تھے کہ اگر ذرا دیر تک غور کے ساتھ ٹکٹکی باندھ کر دیکھا جائے تو وہ حرکت کرتے اور افق پر اس طرح چلتے ہوئے معلوم ہوتے جیسے کوئی جائزہ لینے والا اہم باتیں نوٹ کرتا ہوا جا رہا ہے۔

پبلشر کے متفرق کام کرنے والا ملازم پاول ایک طرف کندھے جھکائے اور آلتی پالتی مارے کچھ ایسے بیٹھا ہوا تھا جیسے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا ہو کہ گاڑی چلانا اس کا باقاعدہ پیشہ نہیں ہے۔ نکولائی نکولائیویچ نے اس سے پوچھا "یہ کھیت کس کے ہیں؟ زمینداروں کے ہیں یا کہ کاشتکاروں کے؟ پاول نے جو کہ طویل خاموشی کے بعد اب سگریٹ نوشی میں مصروف تھا ایک طرف سر سے اشارہ کر کے کہا "یہ تو ہمارے آقا کے ہیں! اور پھر دوسری طرف منہ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا "اور وہ کاشتکاروں کے ہیں..... چلو چلو! ٹخ ٹخ" گھوڑوں کو ہانکتے ہوئے وہ ان کی گردنوں اور کولہوں پر اس طرح نظریں گاڑے ہوئے تھا جیسے کوئی انجینئر اسٹیم انجن کے میٹر کی طرف بغور دیکھ رہا ہو۔

یہ گھوڑے دنیا کے عام گھوڑوں جیسے تھے۔ ان میں سے ایک تو بہت محنت اور تندہی سے گاڑی کھینچ رہا تھا مگر دوسرا اپنی گردن اٹھائے ہوئے تفریح کے انداز میں دوڑ رہا تھا۔ نکولائی نکولائیچ کے پاس مسئلہ اراضی پر واسکو بوئنی کوف کی کتاب کے پروف تھے۔ پبلشر نے مصنف سے کہا تھا کہ وہ اس کتاب کے مسودہ میں روز بروز بڑھتے ہوئے سخت سنسر کی روشنی میں ذرا ترمیم و تنسیخ کر دے اس نے پاول سے کہا "یہاں لوگ بے قابو ہوئے جا رہے ہیں۔ ایک قریبی گاؤں میں ایک تاجر کو قتل کر دیا گیا۔ کھیتی باڑی اور مکان کو آگ لگا دی گئی۔ آخر تم اس کا کیا مطلب سمجھے؟ کیا تمہارے گاؤں میں بھی اس کا کوئی چرچا ہے؟"

لیکن پاول اس معاملہ میں سنسر کرنے والوں سے بھی سخت اور مایوس کن رویہ رکھتا تھا۔ جنھوں نے واسکو بوئنی کوف سے زرعی اصلاحات پر اپنے شدید نظریات میں ذرا نرمی پیدا کرنے کی فرمائش کی تھی۔ چنانچہ پاول نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا "چرچہ کی ایک ہی رہی کاشت کاروں سے اچھا سلوک کر کے ان کا دماغ خراب کر دیا گیا ہے۔ ہم لوگوں کو ایسا نہیں کرنا چاہئے ان کاشتکاروں کو ذرا آزادی دے کر دیکھ لو۔ خدا جانتا ہے چند ہی روز میں ایک دوسرے کا

گلا کاٹنے کی فکر کرنے لگیں گے...... ارے چل گھوڑے۔ ٹخ ٹخ ٹخ۔"

یہ دوسرا موقع تھا کہ یورا اپنے ماموں کے ساتھ دو پلائنکا جارہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ راستے سے اچھی طرح واقف ہے اور اسے معلوم ہے کہ اب سڑک کہاں جاکر سیدھی جانب مڑے گی اور کہاں سے چھ میل طویل کولوگریودف کی جاگیر کی پہلی جھلک دکھائی دے گی جس سے ذرا دور ایک طرف دریا ہے اور اس سے آگے ریلوے لائن۔ لیکن اس کا یہ خیال ہر مرتبہ غلط ثابت ہوا۔ ایک کے بعد دوسرا کھیت آتا اور دور جنگل میں نظروں سے اوجھل ہو جاتا۔ ان وسیع میدانوں کو دیکھ کر معاً اس کے دل میں آزادی اور بلندی کا جذبہ پیدا ہونے لگا۔ انھیں دیکھ کر وہ سوچتے ہوئے مستقبل کے خواب دیکھنے لگا۔

بعد میں نکولائی ینوچ جن کتابوں کی وجہ سے مشہور ہوا تھا ان میں سے ابھی ایک بھی لکھی نہیں گئی تھی۔ گو اس کے نظریات اور خیالات ایک واضح شکل و صورت اختیار کر چکے تھے لیکن ابھی وہ ان کا اظہار نہیں کر سکتا تھا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ وہ عنقریب اپنے زمانہ کے بڑے بڑے مصنفوں۔ یونیورسٹی کے پروفیسروں اور انقلاب کے فلسفیوں کی صف میں جگہ لینے والا ہے۔ وہ ایک ایسا آدمی تھا جسے دوسروں کے نظریات سے اتفاق تو تھا مگر ان کے لگے بندھے فقروں اور الفاظ کے انتخاب کے سوا وہ دوسروں سے بالکل مختلف تھا۔ ان میں سے ہر شخص کا کسی نہ کسی خاص اصول یا عقیدہ سے تعلق تھا۔ یہ لوگ فضول کے الفاظ اور باتوں سے خوش ہوتے مگر فادر نکولائی ٹالسٹائی ازم اور انقلابی تصور سے گذر چکا تھا اور اب بھی اس سلسلہ میں پیش قدمی کر رہا تھا۔ وہ دراصل کسی انوکھی بات۔ کسی عجوبہ۔ کسی ایسی حیرت ناک چیز اور عجیب و غریب نظریہ کی تلاش میں تھا جس کی تحریک سے واقعی انقلاب برپا ہو جائے۔ وہ کسی ایسے برق کی طرح چمک جانے والے نظریہ کا منتظر تھا جس کی زبان کوئی بچہ یا جاہل بھی سمجھ لے۔ غرضیکہ وہ کسی نئی چیز کی تلاش میں تھا۔

یورا اپنے ماموں کے پاس رہ کر بہت خوش ہوتا۔ ماموں کو دیکھ کر اسے اپنی ماں یاد آجاتی۔ اس کی ماں کی طرح اس کے ماموں کا دماغ بھی بہت تیز تھا۔ وہ آزادی پسند تھا اور اسرار قدرت سمجھنے کے لئے بے چین رہتا۔ وہ بھی انسانی زندگی میں مساوات کا علمبردار تھا اور اپنے خیالات کا برجستہ اور بہترین الفاظ میں اظہار کرنے پر ماہر تھا۔ یورا خوش تھا کہ اس کا ماموں اسے اپنے ساتھ

دوپہر لانے نکالنے جا رہا ہے۔ یہ ایک خوبصورت جگہ تھی اور اسے دیکھ کر بھی اسے ماں یاد آ گئی جو قدرتی مناظر کی بہت شوقین تھی۔ اور اسے اکثر دیہات میں لے جایا کرتی تھی۔ اسے نیکا دوروف سے دوبارہ ملنے کا بھی اشتیاق تھا۔ حالانکہ نیکا دو سال بڑا ہونے کے باعث اس سے برابر کا سلوک نہیں کرتا تھا نیکا اسکول میں پڑھتا تھا اور وہ اسکو یونتی کوف کے ہاں رہتا تھا۔ اس نے جب یورا سے مصافحہ کیا تو اس کے بازو کو نیچے کی طرف اتنا زور سے جھٹکا دیا کہ یورا کا سر بھی زور سے جھک گیا اور اسکے بال ماتھے پر آ پڑے جس سے اس کا آدھا چہرا چھپ گیا۔

(۵)

نکولائی نکولائیوچ ترمیم شدہ مسودہ پڑھ رہا تھا۔ "غربت وافلاس کے مسئلہ کا اہم ترین نکتہ" اور پھر اس نے سوچا "میرے خیال میں یہاں پر 'لب لباب' کا لفظ زیادہ موزوں رہے گا۔ یہ سوچتے ہی اس نے چھپائی کے فرمے میں مناسب ترمیم کر دی۔ یہ لوگ ایک نیم تاریک برآمدے میں کام کر رہے تھے جسے شیشوں کی دیوار سے بند کیا گیا تھا۔ دالان میں باغیچہ میں استعمال ہونے والے پانی کے ٹین اور دیگر آلات باغبانی بکھرے پڑے تھے۔ ایک ٹوٹی ہوئی کرسی کے پچھلے حصہ پر ایک برساتی رکھی تھی۔ ایک کونے میں برساتی جوتے رکھے ہوئے تھے جن پر گارے کی ایک سوکھی ہوئی تہہ جمی تھی۔ جوتوں کے اوپر کا حصہ مڑ کر زمین پر ڈھلک گیا تھا۔

نکولائی نکولائیوچ نے یہ جملہ لکھوایا " دوسری جانب پیدائش واموات کے اعداد و شمار بتاتے ہیں:" ایوان ایوانووچ بول اٹھا۔ "اس میں سال زیر تبصرہ کے الفاظ بڑھا دو"۔ اور اسکے بعد اس نے اس تبدیلی کو نوٹ کر لیا۔ مسودہ کے کاغذ سامنے پھیلے ہوئے تھے اور ان پر پتھر کے ٹکڑے پیپر ویٹ کا کام دے رہے تھے۔

کام ختم ہوتے ہی نکولائی نکولائیوچ فوراً روانہ ہونا چاہتا تھا۔ اس نے کہا۔ "طوفان آنے والا ہے ہمیں فوراً چل پڑنا چاہیئے"۔

"یہ اندیشہ بے بنیاد ہے میں تمہیں نہیں جانے دوں گا۔ ہم دونوں اکٹھے چلے چلیں گے"۔

"لیکن مجھے رات سے پہلے پہلے شہر پہنچ جانا چاہیئے"۔

"بحث کرنا بے کار ہے۔ میں کچھ نہیں سنوں گا"۔

اتنے میں باغ کی جانب سے سماوار میں جلنے والے لکڑی کے کوئلے کے دھوئیں کا ایک ہلکا سا جھونکا آیا جس سے تمباکو کے پودے اور سورج مکھی کی خوشبو دب کر رہ گئی۔ ایک خادمہ ٹرے میں بالائی کے نیچے رس بھری اور حلوا بھر اکیک باہر لے گئی۔ اس کے بعد انھیں بتایا گیا کہ پاول دریا میں نہانے کے لئے گیا ہے اور گھوڑے بھی اپنے ساتھ لے گیا ہے۔ لہذا نکولائی نکولائیوچ کو مجبوراً رکنا پڑا۔

ایوان ایوانووچ نے کہا "چلو ہم ذرا دریا کی سیر کر آئیں" اتنے میں یہ لوگ چلنے بھی تیار کر لیتے۔

کولوگریووف سے اپنی دوستی کی بنا پر اسے منیجر کے مکان میں رہنے کے لئے دو کمرے ملے ہوئے تھے۔ یہ مکان جس سے ایک باغیچہ بھی ملحق تھا پارک کے ایک سنسان سے کونے پر تھا۔ جہاں سے پرانی سڑک ہو کر گذرتی تھی۔ لیکن اب سڑک خود رو گھاس سے ڈھکی ہوئی تھی۔ اور اس سے اب صرف کوڑا کرکٹ پھینکنے کا کام لیا جاتا تھا۔ کولوگریووف ایک ترقی پسند رجحانات رکھنے والا کروڑ پتی تھا۔ وہ انقلابیوں کا ہمدرد تھا اور اپنی بیوی کے ساتھ سمندر پار گیا ہوا تھا۔ اس وسیع و عریض جاگیر پر آجکل صرف اس کی دو بیٹیاں نادیا اور لیپا اپنی معلمہ اور چند ملازمین کے ساتھ قیام پذیر تھیں۔

منیجر کے مکان اور باغ کو پارک اور اسکے کھلے سبز میدانوں اور مصنوعی جھیلوں سے جو مکان کے گرد پھیلے ہوئے تھے سیاہ جھاڑیوں کی ایک باڑھ جدا کرتی تھی۔ جونہی ایوان اور نکولائی باڑھ کے ایک سرے پر پہنچے تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد ننھی ننھی چڑیوں کے جھنڈ کے جھنڈ وہاں سے اڑنے لگے۔ یہ کالی بیل چڑیوں سے پٹی پڑی تھی۔ اور ان کی مسلسل چہکار سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نل میں ایک رفتار سے پانی بہہ رہا ہو۔ سائنس اور ادب میں نئی صلاحیتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ دونوں حماموں، مالی کی کٹیا۔ اور پتھر کی ایک تباہ شدہ عمارت کے قریب سے گذرے۔

نکولائی نے کہا "ہاں ہاں۔ یہ لوگ اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ لیکن آجکل ہر طرف ہر قسم کے گروپ اور سوسائیٹیاں بنانے کا رواج پھیل گیا ہے۔ اجتماعیت گھٹیا قسم کے لوگوں کا شیوہ ہے خواہ یہ سولوویف کی قسم کھائیں یا کانٹ یا مارکس کی۔ صداقت کی تلاش صرف افراد کرتے ہیں اور وہ ان لوگوں سے دور ہی رہتے ہیں جن کا نصب العین صداقت کا حصول نہیں ہوتا۔ آخر دنیا میں کتنی چیزیں ہیں جو ہماری وفاداری کی مستحق ہیں؟ ایسی چیزیں بہت کم ہیں۔ میرا خیال ہے ہمیں "ابدیت" کا

تابع رہنا چاہیئے جو کہ زندگی کا دوسرا اور اس سے زیادہ طاقتور نام ہے۔ انسان کو ابدیت کا وفادار رہنا چاہیئے۔ یسوع مسیح کا وفادار رہنا چاہیئے۔ لیکن بھولے آدمی۔ تم ناک بھوں چڑھاتے ہو حسب معمول، تمہاری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا۔"

"ہموں۔" ایوان ایوانووچ نے کہا۔ یہ شخص بہت دبلا پتلا تھا۔ اس کے بال خوبصورت تھے وہ بام مچھلی کی طرح بے چین رہتا۔ اس کی چھوٹی داڑھی کچھ اس قسم کی تھی کہ وہ لنکن کے زمانہ کا امریکن دکھائی دیتا۔ وہ داڑھی کو ہر وقت مٹھی میں لیئے اس کے کناروں کو نوچتا رہتا۔ "میں تو کچھ بھی نہیں کہتا۔ تم جانتے ہو میں ان مسائل کو مختلف نظر سے دیکھتا ہوں۔ جب بات چل ہی نکلی ہے تو ذرا یہ تو بتادو کہ جب انھوں نے تمہارے پیشۂ رہبانیت کو ختم کرنے کے لئے تمہاری عبا اتاری تھی، اس وقت تم نے کیا محسوس کیا تھا؟ میں شرطیہ کہتا ہوں کہ تم سہم گئے ہوگے: انھوں نے تم کو کوئی بددعا تو نہیں دی؟

"تم موضوع بدلنے کی کوشش کر رہے ہو۔ تاہم کیوں نہیں ...... کیا کہا۔ مجھے بددعا دی؟ نہیں نہیں۔ اب وہ ایسا کبھی نہیں کرتے۔ یہ بہت ہی ناخوشگوار سی بات تھی اور پھر اس کے عواقب بھی بھگتنے پڑتے ہیں۔ مثال کے طور پر اس قسم کے آدمی کو ایک عرصہ تک سول سروس میں جانے کی ممانعت کردی جاتی ہے اور مجھے ماسکو یا پیٹرس برگ جانے سے منع کردیا گیا تھا۔ لیکن یہ سب چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں۔ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں ہمیں یسوع مسیح کا وفادار رہنا چاہیئے۔ میں اس کا مطلب سمجھاتا ہوں۔ تمہاری سمجھ میں جو بات نہیں آتی وہ یہ ہے کہ ملحد ہونا ممکن ہے۔ اس حقیقت سے بے بہرہ رہنا ممکن ہے کہ آیا خدا کا وجود ہے یا نہیں۔ یا کیوں۔ اور اس کے باوجود اس اعتقاد پر قائم رہنا کہ انسان قدرت کی تخلیق کے طور پر نہیں بلکہ تاریخی اعتبار سے زندہ رہتا ہے۔ اور اس وقت ہم جس تاریخ سے واقف ہیں وہ حضرت یسوع مسیح سے شروع ہوتی ہے۔ اور یہ کہ یسوع مسیح کے اقوال زریں ہی اس کی بنیادیں ہیں۔ ہاں۔ یہ تاریخ کیا ہے؟ یہ صدیوں تک موت کے ہنگامہ کی حقیقت کو دریافت کرنے کی کوشش کا نام ہے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ موت پر فتح حاصل کی جائے یہی وجہ ہے کہ لوگوں نے ریاضی کی لامحدودیت کو دریافت کیا۔ الیکٹرو میگنٹک لہروں کا پتہ چلایا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ آرکسٹرا کی موسیقی کو ضابطہ تحریر میں لاتے ہیں۔ لیکن ایک خاص ایمان واعتقاد اور

انجیل مقدس کے بغیر آپ اس سمت میں بھی آگے نہیں بڑھ سکتے۔ ترقی نہیں کر سکتے۔ آپ روحانی قوت کے بغیر اس قسم کی دریافتیں نہیں کر سکتے اور اس طاقت کے بنیادی عناصر مذہبی اور روحانی عقائد اور اصول ہیں۔ ان کی حقیقت کیا ہے؟ سب سے پہلے ہمسایوں کی محبت۔ جو اس روحانی طاقت کی اعلیٰ ترین صورت ہے۔ قلب انسانی کو اس عظیم طاقت سے پُر کرنے کے بعد یہ جذبہ اور آگے بہہ نکلتا ہے۔ اس کے بعد جدید انسان کے وہ نظریات جنم لیتے ہیں جن کے بغیر جدید انسان کا تصور ہی ناممکن ہے۔ یہ آزاد شخصیت اور زندگی بحیثیت قربانی کے تصورات ہیں۔ لیکن خبردار۔ ابھی تک یہ سب کچھ بالکل ہی نئی باتیں ہیں۔ جہاں تک ان باتوں کا تعلق ہے پرانے زمانہ میں ان کی کوئی تاریخ نہیں تھی۔ ان کے ہاں خون خرابہ تھا۔ درندگی تھی۔ ظلم تھا اور ناسور تھے۔ اس زمانہ کے لوگوں کو کچھ خبر نہ تھی کہ غلامی کا رواج کتنا ذلیل ہے۔ وہ تلبے کی یادگاروں۔ بتوں اور سنگ مرمر کے ستونوں کو ابدی فخر و مباہات کا مظہر سمجھتے تھے۔ یہ صرف یسوع مسیح کے ظہور کا ہی نتیجہ تھا کہ انسان اور زمان و مکان نے آزادی کی فضا میں سانس لیا۔ یسوع مسیح کی ولادت باسعادت کے بعد ہی انسان نے مستقبل کی جانب پیش قدمی شروع کر دی۔ انسان کتوں کی طرح گڑھوں میں ایڑیاں رگڑتے ہوئے نہیں مرا کرتے بلکہ گھروں میں مرتے اور تاریخ میں جگہ پاتے ہیں۔ ادھر اس کے ساتھ ہی موت پر فتح پانے کی مہم بھی شدت کے ساتھ جاری رہے گی۔ انسان اس کام میں ہاتھ بٹاتے ہوئے جان دیتا ہے۔ اوہ۔ نہ جانے میں کیا کچھ کہتا رہا ہوں۔ لیکن ممکن ہے کہ میں نے بھینس کے سامنے ہی بین بجائی ہو۔"

"یہ مابعد الطبیعات کی باتیں ہیں میرے عزیز دوست! ڈاکٹر نے مجھے ان کی ممانعت کر رکھی ہے۔ میرا پیٹ ان باتوں کو سننے کے بعد خراب ہو جاتا ہے۔"

"اوہ یہ بات ہے تمہاری حالت تو قابل رحم ہے۔ خیر چھوڑو اس جھگڑے کو۔ خوش قسمت شیطان یہ بھی خوب نظریہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم زندہ ہو مگر حقیقت سے بے خبر۔" سورج کی روشنی میں دریا کا پانی اس طرح چمک رہا تھا کہ اس پر آنکھ جمانا مشکل تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ صاف شفاف فولادی چادر سامنے دھوپ میں پڑی چمک رہی ہے۔ اچانک لہروں میں زبردست ارتعاش پیدا ہوا اور ٹھیلوں۔ گھوڑوں۔ کسانوں اور ان کی عورتوں سے لدی ہوئی ایک کشتی دوسرے کنارے کی طرف روانہ ہوئی۔

"ذرا سوچو تو ابھی صرف پانچ ہی بجے ہیں۔" ایوان ایوانووچ نے کہا "منزوان سے جو ایکسپریس ٹرین آتی ہے وہ یہاں سے پانچ بجکر پانچ منٹ پر گذرتی ہے۔"

دور میدان میں دائیں سے بائیں کو عبور کرتی ہوئی ایک زرد اور نیلے رنگ کی ٹرین آرہی تھی۔ دور سے بہت چھوٹی دکھائی دیتی تھی۔ اچانک انھوں نے دیکھا کہ وہ رک گئی۔ انجن سے سفید دھواں نکل رہا تھا۔ اور پھر اس نے ایک لمبی سیٹی دی۔

"یہ حیرت کی بات ہے۔" واسکو لوپنی گوف نے کہا۔ "کچھ گڑبڑ معلوم ہوتی ہے۔ ٹرین کو یہاں دلدل کے درمیان نہیں رکنا چاہیئے۔ ضرور کچھ ہو گیا ہو گا۔ چلو ہم چل کر جائزہ لیں۔"

(۶)

نیکا نہ تو باغیچہ میں تھا اور نہ مکان میں۔ یورا نے اندازہ لگایا کہ وہ چھپا ہوا تھا کیونکہ وہ اسے اکتا دیتے تھے اور مزید یہ کہ یورا اس سے کہیں چھوٹا تھا۔ جب اس کا ماموں اور ایوان ایوانووچ برآمدہ میں کام کرنے گئے تو یورا کو وہاں میدان میں بے مقصد چکر لگانے کے لئے تنہا چھوڑ دیا گیا تھا۔

یہ جگہ کتنی پرکشش تھی! خوبصورت پروں والا پرندہ چہچہا رہا تھا۔ تین مرتبہ آواز نکالنے کے بعد وہ ہر دفعہ اتنی دیر کے لئے رک جاتا تھا کہ اس کے چہچہوں کی آواز فضا میں گم ہو جائے۔ پھولوں کی کیاریوں کے اوپر ایک تیز اور سکوت آمیز خوشبو بسی ہوئی تھی۔ اس سے خوبصورت اور دیکھے ہوئے پھولوں کی یاد تازہ ہو رہی تھی۔ یورا ادھر ادھر گھومتا رہا۔ اسے کچھ ایسا وہم ہونے لگا جیسے اسکی ماں کی آواز مرغزاروں میں پھیلی ہوئی ہو۔ اس نے یہ آواز پرندوں کی موسیقی آمیز چہچہوں اور شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ میں سنی۔ کبھی کبھی ایک دم وہ یہ خیال کرکے چونک اٹھتا کہ اس کی ماں اسے آواز دے رہی تھی اور اسے کسی جگہ اپنے پاس بلا رہی تھی۔

وہ ٹہلتا ہوا تنگ گھاٹی تک گیا اور اس کے سرے پر چڑھ کر نیچے جھاڑیوں میں اتر گیا۔ وہاں گری ہوئی پتیاں چاروں طرف بکھری ہوئی تھیں اور اندھیرا سا تھا۔ پھول بہت کم تھے اور دندانے دار ڈنٹھل بالکل ایسے دکھائی دے رہے تھے جیسے اس کی باتصویر انجیل میں بنی ہوئی عصاؤں کی تصویریں جن پر مصری میناکاری کا کام ہو رہا تھا۔

یورا اور زیادہ تنہائی محسوس کرنے لگا۔ وہ رونا چاہتا تھا۔ وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور

پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

"خدا کے فرشتے میرے مقدس سرپرست" اس نے دعا مانگی "مجھے سچائی کے راستہ پر مضبوطی سے قائم رکھ اور ماں سے کہہ دے کہ میں بالکل ٹھیک ہوں، وہ فکر نہ کرے۔ اور معبود! اگر موت کے بعد کوئی زندگی ہوتی ہے تو ماں کو اپنے بہشتی محلوں میں بلالے جہاں ولیوں اور انصاف کرنے والوں کے چہرے ستاروں کی مانند چمکتے ہیں۔ ماں اتنی اچھی تھی، وہ گنہگار نہیں ہو سکتی تھی۔ خدایا! اس پر رحم کر اور اسے ہر تکلیف سے بچالے ماں!" دلدوز کرب واندوہ کے ساتھ اس نے اپنی ماں کو اس طرح آواز دی جیسے وہ بھی کوئی مقدس ہستی ہو۔ پھر اچانک وہ بے حد نقاہت کے عالم میں بے ہوش ہو کر گر گیا۔

وہ زیادہ دیر بے ہوش نہیں رہا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس نے سنا کہ اس کا ماموں اسے اوپر سے آواز دے رہا تھا۔ اس نے جواب دیا اور اوپر چڑھنے لگا۔ اچانک اسے یاد آیا کہ اس نے اپنے گمشدہ باپ کے لئے دعا نہیں مانگی تھی۔ جیسا کہ میریا نکولائیونا نے اسے سکھایا تھا۔

لیکن اس مختصر بے ہوشی نے اس کے اندر ایک ہلکے پن اور صحت کا احساس پیدا کر دیا تھا جسے وہ ختم کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے سوچا کہ اگر کسی اور وقت اس نے اپنے باپ کے لئے دعا مانگی تو کوئی خطرناک واقعہ پیش نہیں آئے گا جیسے کہ وہ اپنے آپ سے کہہ رہا ہو "اسے انتظار کرنے دو!" پورا کو وہ بالکل یاد نہیں تھا۔

(۷)

ٹرین کے سیکنڈ کلاس کے ڈبہ میں میتا گورڈن بیٹھا ہوا اپنے باپ کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ اس کا باپ اورنبرگ کا ایک وکیل تھا۔ میتا گیارہ سال کی عمر کا ایک لڑکا تھا اپنے چہرے سے وہ سوچ بچار کا عادی معلوم ہوتا تھا اور اس کی آنکھیں بڑی اور سیاہ تھیں۔ وہ ورزش گاہ کے دوسرے سال میں تھا۔ اس کے باپ گریگوری اوسیپووچ گورڈن کا تبادلہ ماسکو میں ایک نئے عہدے پر ہوا تھا۔ اس کی ماں اور بہنیں مکان ٹھیک ٹھاک کرنے کے لئے کچھ عرصہ پہلے ہی وہاں جا چکی تھیں۔

باپ اور بیٹے کو سفر کرتے ہوئے تین دن ہو گئے تھے۔ روس کی سرزمین، اس کے کھیت، چراگاہیں دیہات اور قصبے سورج کی روشنی میں ان کی نظروں کے سامنے سے گذر رہے تھے ہر چیز گرد کے بادلوں میں لپٹی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ شاہراہوں پر گاڑیوں کی قطاریں چلتی ہوئی نظر آتی تھیں جو کبھی کبھی سڑک

سے ہٹ کر ریلوے لائن کو عبور کرتی تھیں۔ انتہائی تیز رفتار ٹرین سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے گاڑیاں رکی ہوئی کھڑی ہوں اور ان کے گھوڑے آرام کر رہے ہوں۔

بڑے اسٹیشنوں پر مسافر اپنے ڈبے سے اتر کر بھاگتے ہوئے کھانے کے لیے چلے جاتے۔ اسٹیشن کے باغیچے کے پیچھے غروب ہوتے ہوئے سورج کی روشنی ان کے قدموں پر اور ٹرین کے پہیوں پر پڑ رہی تھی۔

دنیا میں ہر نقل و حرکت اپنی جگہ سوچی سمجھی اور کسی مقصد کے تحت معلوم ہوتی تھی لیکن اگر انہیں ایک ساتھ دیکھا جاتا تو وہ زندگی کے اسی عام دھارے کی ترنگ سے معمور نظر آتے تھے جس نے ان سب کو متحد کر دیا تھا۔ لوگ کام کرتے تھے اور جد و جہد کرتے تھے۔ اور ہر طبقہ اپنی ضرورتوں کے مطابق مشین کی طرح حرکت کرتا نظر آتا تھا۔ لیکن اگر ان کے اندر ضرورتوں اور تفکرات سے آزادی حاصل کرنے کا اعلیٰ جذبہ موجود نہ ہوتا تو یہ مشینیں صحیح طریقہ پر کام نہیں کر سکتی تھیں۔ یہ آزادی اسی احساس کا نتیجہ تھی کہ تمام انسانی زندگیاں ایک رشتہ میں منسلک ہیں اس بات کا یقین کہ وہ ایک دوسرے میں مدغم ہو جاتی ہیں ایک مسرت انگیز احساس کہ تمام واقعات صرف روئے زمین پر ہی پیش نہیں آتے جہاں مردے گاڑے جاتے ہیں بلکہ کسی دوسری دنیا میں بھی پیش آتے ہیں جسے کچھ لوگ خدائی بادشاہت کچھ لوگ تاریخ، اور بعض دوسرے لوگ کسی اور ہی نام سے پکارتے ہیں۔

میتیا اس عام نظریہ سے بالکل الگ تھا۔ ضرورت اور فکر کا احساس اس کی فطرت ثانیہ تھی اور تحفظ کے احساس سے نہ تو اس کو تسکین ہی ہوتی تھی اور نہ اسکی ہمت بڑھتی۔ وہ اپنے اندر اس موروثی وصف سے واقف تھا اور عدم خود اعتمادی کے ساتھ اپنے اندر اس کی علامتوں پر غور کیا کرتا تھا۔ اس سے اسے تکلیف ہوتی تھی۔ اسکی موجودگی اسے پست اور حقیر بنا دیتی تھی۔

جہاں تک اسکی یادداشت کام کرتی تھی وہ ہمیشہ اس بات پر یقین کرتا رہا تھا کہ دوسرے لوگوں جیسے بازو اور ٹانگیں رکھتے ہوئے اور وہی زبان اور طرز زندگی رکھتے ہوئے جیسا کہ تمام دوسرے لوگوں کا تھا۔ ایک شخص دوسروں سے مختلف کیونکر ہو سکتا ہے جسے بہت کم لوگ پسند کرتے ہوں اور کوئی بھی محبت نہ کرتا ہو۔ وہ یہ صورت حال نہیں سمجھ سکا تھا جس میں ایک شخص جو دوسرے لوگوں سے بدتر ہو اپنی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش بھی نہ کر سکتا ہو۔ یہودی ہونے کا کیا مطلب تھا اس کا مقصد کیا تھا؟ اس غیر موثر چیلنج کی جس سے سوائے رنج و افسوس کے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا

تھا کیا معقول وجہ ہو سکتی تھی، یا گیا العام بل سکتا تھا۔

جب تیپلا نے یہ مسئلہ اپنے باپ کے سامنے رکھا تو اس سے کہا گیا کہ اس کی ہمنیدیں لغو تھیں اور ایسی دلیلیں غلط تھیں لیکن اس کے سامنے کوئی ایسا حل پیش نہیں کیا گیا جو اس کے لئے دلچسپی کا باعث ہوتا یا اسے خاموشی کے ساتھ نوشتۂ قسمت کے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیتا۔

نہ صرف اپنے والدین کو چھوڑ کر وہ رفتہ رفتہ تمام بڑی عمر کے لوگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگا جو اس خرابی کا باعث تھے اور اسے دور نہیں کر سکتے تھے۔ اسے یقین تھا کہ جب وہ بڑا ہو جائے گا تو وہ یہ سب کچھ ٹھیک کر دے گا۔

اب مثال کے طور پر کوئی بھی یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا کہ جب وہ بھاگ کر باہر پلیٹ فارم پر گیا تھا تو اس کے باپ کو اس پاگل آدمی کے پیچھے دوڑنا نہیں چاہیئے تھا۔ اور اس وقت ٹرین کو روکنا نہیں چاہیئے تھا جب گریگوری اوسیپووچ کو ایک طرف دھکیل کر دروازہ کھولتے ہوئے اس نے اپنے آپ کو سر کے بل ایکسپریس ٹرین کے باہر گرا دیا تھا جیسے کوئی کودنے والا اونچے تختے پر سے پیراکی کے حوض میں چھلانگ لگاتا ہے

چونکہ اس کے باپ نے خطرے کی زنجیر کھینچی تھی، اس لئے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ٹرین محض ان کی وجہ سے اتنی دیر تک رکی رہی ہو۔

کوئی شخص تاخیر کی وجہ نہیں جانتا تھا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ ٹرین کے اچانک رک جانے کی وجہ سے ہوائی بریک خراب ہو گئے تھے۔ دوسرے لوگوں کا کہنا تھا کہ ٹرین ایک دشوار گذار چڑھائی پر تھی۔ اور انجن اسے کھینچ نہیں سکتا تھا۔ تیسرا نظریہ یہ تھا کیونکہ خودکشی کرنے والا ایک ممتاز شخص تھا۔ اس لئے اس کے وکیل نے جو ٹرین میں اس کے ساتھ ہی سفر کر رہا تھا اس بات پر زور دیا کہ قریب ترین اسٹیشن کولوگریوو کا سے افسروں کو بلایا جائے تاکہ وہ بیان تیار کر سکیں۔ اسسٹنٹ انجینئر کے تار کے کھمبے پر چڑھنے کی یہی وجہ تھی۔ معائنہ کرنے والی گاڑی ضرور آ رہی ہو گی۔

اجابت خانوں سے ہلکی ہلکی بدبو آ رہی تھی جو عطر اور بھنی ہوئی مرغی کی خوشبو سے بھی کم نہیں ہو رہی تھی جو ایک گندے موی کاغذ میں لپٹی ہوئی تھی۔ اس طرح جیسے کچھ بھی نہ ہوا ہو پیٹرزبرگ کی خواتین نے جن کے بال سفید ہو چکے تھے اور جن کی آوازیں کافی تیز تھیں اور جو رنگ و روغن کے استعمال کی وجہ سے خانہ

بردش عورتیں معلوم ہو رہی تھیں اپنے چہروں پر پوڈر لگایا اور اپنی انگلیاں رومالوں سے صاف کیں جب وہ اپنی شالیں ٹھیک کرتی ہوئی ظاہری نمود کے احساس کے ساتھ آہستہ آہستہ تنگ راستے میں سے دبی دبی گورڈین کے ڈبہ کے سامنے سے گزریں تو ان کے بھنچے ہوئے ہونٹ یتسا کو یہ کہتے ہوئے سنائی دیئے۔ "کیا ہم خاص نہیں ہیں؟" ہم ایک خاص چیز ہیں! ہم مہذب ہیں۔ اور یہ ہمارے لئے بہت زیادہ ہے۔"

خودکشی کرنے والے شخص کی لاش، پشتے کے قریب گھاس پر رکھی ہوئی تھی۔ اسکی پیشانی سے جو خون کی دھار بہہ رہی تھی وہ اب خشک ہو گئی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کے چہرے پر کلنے کا نشان بن گیا ہو۔ وہ اس کا خون نہیں معلوم ہوتا تھا جو اس کے جسم سے نکلا تھا۔ بلکہ کوئی غیر متعلقہ چیز معلوم ہوتی تھی جیسے پلاسٹر کا ٹکڑا یا کیچڑ کی چھینٹیں صنوبر کی بھیگی ہوئی پتی۔

حالات جاننے کے شوقین لوگوں اور ہمدردی رکھنے والوں نے لاش کو گھیر رکھا تھا اور ان کی باتیں برابر چلے جا رہی تھیں جبکہ اس کا دوست اور سفر کا ساتھی، ایک تنومند اور خود سر قسم کا وکیل، ایک اصل نسل کا جانور جس نے پسینے میں بھیگی ہوئی قمیص پہن رکھی تھی اس کے قریب بیزار سا کھڑا تھا۔ اور اس کے چہرے سے کسی قسم کے جذبات کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔ گرمی برداشت نہ کرتے ہوئے وہ اپنے ہیٹ سے ہوا کر رہا تھا۔ تمام سوالوں کے جواب میں وہ اپنے کندھے ہلا دیتا تھا۔ اور بغیر مڑے ہوئے بگڑ کر کہتا تھا "وہ ایک شرابی تھا۔ کیا تم سمجھ نہیں سکتے؟ اس نے دورے کی حالت میں ایسا کیا تھا!"

ایک دو مرتبہ ایک دبلی پتلی عورت جو اونی لباس اور بیل والا رومال اوڑھے ہوئی تھی لاش کے پاس اپنی۔ وہ یتورزینہ کی بیوہ تھی جس کے دو بیٹے انجینئر تھے۔ یہ عورت اپنی دو بہوؤں کے ساتھ تھرڈ کلاس میں سفر کر رہی تھی۔ جیسے راہبہ عورتیں بڑی راہبہ کے پیچھے چلتی ہیں بالکل اسی طرح یہ دونوں عورتیں اپنے شال پیشانی تک جھکائے ہوئے خاموشی کے ساتھ اپنی ساس کے پیچھے پیچھے چل رہی تھیں۔ اور لوگوں نے ان کے لئے راستہ چھوڑ دیا۔

یتورزینہ کا شوہر ریلوے کے ایک حادثہ میں زندہ جل گیا تھا۔ وہ لاش سے دور کھڑی تھی مگر لوگوں کے ہجوم میں سے اسے صاف دیکھ سکتی تھی۔ یتورزینہ ٹھنڈی سانسیں بھر رہی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ دونوں حادثوں کا موازنہ کر رہی ہے۔ معلوم ہوتا تھا وہ کہہ رہی ہے۔ "جس کی قسمت میں

جو لکھا ہوتا ہے اسی طرح موت آتی ہے ــــ اور دیکھو اس کا کیا حشر ہوا ــــ عیاشانہ زندگی اور ذہنی بیماری کی موت۔"

تمام مسافر گاڑی سے باہر آ گئے اور لاش پر ایک نظر ڈال کر اپنے اپنے ڈبوں میں واپس چلے گئے اور وہ بھی صرف اس خوف سے کہ کہیں ان کا سامان چوری نہ ہو جائے۔

جب یہ لوگ چھلانگ لگا کر پٹری پر آئے اور پھول توڑنے یا اپنی ٹانگوں کو آرام دینے کے لئے ذرا چہل قدمی کی تو انھوں نے محسوس کیا کہ اس جگہ کا وجود صرف اس حادثہ کے دم سے ہے۔ اور یہ کہ اس کے بغیر نہ تو ٹیلوں والا دلدلی مرغزار ہوتا۔ نہ وسیع دریا۔ اور نہ ہی اس کے سامنے بلندی پر وہ نفیس مکان اور چرچ موجود ہوتا۔

اور تو اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ سورج بھی صرف ایک مقامی خصوصیت بن کر رہ گیا ہے اسکی شام کی شعاعیں بھی کچھ بے حوصلہ اور جھجکی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں بالکل اس گائے کی طرح جو اپنے گلہ کو چھوڑ کر ہجوم کو دیکھنے وہاں آ گئی تھی۔

اس حادثہ نے بیتا کو جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ اور مارے غم اور خوف کے وہ خوب رو دیا۔ اس طویل سفر کے دوران خودکشی کرنے والا آدمی کئی مرتبہ ان کے ڈبہ میں آیا تھا اور اس نے گھنٹوں بیتا کے والد سے باتیں کی تھیں۔ اس نے کہا تھا کہ وہ اخلاقی نفاست! امن اور وضعداری کی قدروں سے بہت اطمینان محسوس کرتا ہے اور وہ ان قدروں کو اس میں موجود پاتا ہے۔ اس نے اس کے والد سے قانونی باریکیوں۔ ہنڈیوں، بندوبست کی دستاویزات، دیوالہ اور فراڈ کے متعلق بیشمار سوالات کئے تھے۔ اس نے گورڈن کے جوابات سن کر کہا تھا۔

"اچھا تو یہ بات ہے؟ کیا قانون اتنا نرم ہو سکتا ہے۔ میرے وکیل کا نقطہ نظر تو بہت مایوس کن ہے!"

ہر مرتبہ جب بھی یہ گھبرایا ہوا آدمی ذرا مطمئن ہوتا اس کا ساتھی ایک فرسٹ کلاس کے ڈبہ سے آتا اور اسے شمپین پلانے کے لئے گاڑی کے ریستوران میں لے جاتا۔ یہ خوش پوش۔ مغرور اور ہٹا کٹا آدمی وکیل تھا۔ جو اب لاش کے پاس کھڑا تھا۔ مگر اس کے چہرے پر حیرت و استعجاب یا افسردگی کا کوئی نشان نہیں تھا۔ ہر شخص اسے دیکھ کر مجبوراً اس نتیجہ پر پہونچتا کہ اس کے موکل کی اضطراری کیفیت

کسی نہ کسی طرح اس کے لئے سود مند تھی۔

یینا کے والد نے اسے بتایا کہ وہ مشہور گرد ڑبیتی زدا گو تھا۔ جو ایک خوش مزاج، اوباش اور فضول خرچ آدمی تھا اور دراصل اپنے افعال بد کا وہ خود زیادہ ذمہ دار نہیں تھا جب وہ ان کے ڈبہ میں آتا تو میتا کی موجودگی کے احساس سے بے خبر وہ اپنے بیٹے کی باتیں کرتا جو میتا کا ہی ہم عمر تھا۔ اپنی سابق بیوی کا ذکر کرتا اور پھر اپنے دوسرے خاندان کی بات چھیڑ دیتا جسے اس نے پہلے خاندان ہی کی طرح چھوڑ دیا تھا۔ اس کے بعد اسے کوئی اور بات یاد آجاتی۔ مارے خوف کے اس کا رنگ زرد پڑ جاتا اور اس کی کہانی کا سارا تار و پود بکھر کر رہ جاتا۔

یینا سے اس نے بہت محبت اور شفقت ظاہر کی تھی۔ جو غالباً کسی اور کے لئے اس کے جذبات کا مظہر تھی۔ اس نے اس پر تحائف کی بارش برسا دی۔ بڑے اسٹیشنوں پر وہ اچھل کر باہر آجاتا اور تحائف خرید لاتا۔ یہاں فرسٹ کلاس مسافر خانوں کے بک اسٹالوں پر کھلونے اور مقامی تحائف بھی فروخت ہوتے تھے۔

اس نے مسلسل شراب پی تھی اور شکایت کی تھی کہ وہ پچھلے تین ماہ سے نہیں سویا۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ جونہی وہ ہوش میں آتا۔ خواہ یہ چند لمحوں کے لئے ہی ہو اسے اتنی اذیت ہوتی کہ کوئی معمولی انسان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

آخر میں وہ دوڑا ہوا ان کے ڈبہ میں آیا۔ گورڈن کا ہاتھ تھاما اور اسے کچھ بتانے کی کوشش کی۔ مگر اس نے محسوس کیا کہ وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ پھر وہ پلیٹ فارم کی طرف لپکا اور گاڑی سے گر گیا۔

اب یینا بیٹھا ہوا اس چھوٹے سے چوبی ڈبے کو دیکھ رہا تھا جس میں یورال کی معدنیات کے نمونے تھے۔ یہ ڈبہ اس کا آخری تحفہ تھا۔ اچانک ہر طرف ایک ہل چل سی مچ گئی۔ برابر کی لائن پر ایک ہینڈ کار آکر رکی جس میں سے ایک ڈاکٹر۔ دو پولیس والے اور ایک مجسٹریٹ اترے۔ خاص دفتری انداز میں چند سوالات پوچھے اور کچھ بیانات قلمبند کئے گئے۔ پولیس والوں اور محافظ دستوں نے بجری میں بری طرح پھسلتے اور لڑھکتے ہوئے لاش کو کھینچ کر لائن کے برابر رکھا۔ ایک دیہاتی عورت نے رونا شروع کر دیا اور مسافروں سے کہا گیا کہ وہ واپس اپنی سیٹوں پر چلے جائیں۔ گارڈ نے سیٹی بجائی اور گاڑی چل

سے روانہ ہوگئی۔

## (۸)

"یہ مہا مقدس تمیل" نیکلا نے تلخی کے ساتھ سوچا۔ وہ فرار کا راستہ تلاش کرنے کے لئے کمرے میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ دروازے کے باہر سے مہمانوں کی آوازیں آرہی تھیں اور راستہ بند تھا۔ کمرے میں دو پلنگ تھے۔ ایک اس کا اپنا اور دوسرا داسکوبوئنی کوف کا۔ مشکل سے ایک لمحہ سوچنے کے بعد وہ چپکے سے پہلے پلنگ کے نیچے گھس گیا۔

وہ انھیں پکارتے ہوئے سن سکتا تھا، وہ لوگ اسے دوسرے کمروں میں تلاش کررہے تھے اور انھیں اسکے غائب ہوجانے پر تعجب ہورہا تھا۔ آخرکار وہ لوگ خواب گاہ میں داخل ہوئے۔

"بہرحال اب کیا ہوسکتا ہے" نکولائی نکولائیوچ نے کہا "بھاگ جاؤ یورا ہوسکتا ہے کہ تمہارا دوست بعد میں آجائے اور پھر تم اس کے ساتھ کھیل سکتے ہو۔" وہ لوگ وہاں بیٹھ کر پیٹرزبرگ اور ماسکو میں طلباء کے فسادات کے بارے میں بات چیت کرتے رہے۔ اور نیکا کو تقریباً بیس منٹ تک اس طرح مضحکہ خیز طریقہ پر قید رہنا پڑا۔ آخرکار وہ لوگ باہر برآمدے میں چلے گئے۔ نیکا نے خاموشی سے کھڑکی کھولی اور باہر کود کر پارک میں چلا گیا۔

پچھلی رات وہ بالکل نہیں سو سکا تھا۔ اس کا دماغ بوجھل ہورہا تھا۔ یہ اس کا چودھواں سال تھا اور وہ بدستور بچہ بنے رہنے کے خیال سے تنگ آگیا تھا۔ وہ رات بھر جاگتا رہا اور صبح سویرے باہر چلا گیا۔ طلوع ہوتے ہوئے سورج کی روشنی میں شبنم سے بھیگے ہوئے درختوں کے طویل سائے پارک کے میدان پر پڑ رہے تھے۔ یہ سائے سیاہ نہیں تھے بلکہ گہرے بھورے رنگ کے تھے۔ صبح کی مست کردینے والی خوشبو زمین پر پڑتے ہوئے ان پُرنم سایوں سے آتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ اور اس میں سے روشنی کی لکیریں کسی لڑکی کی انگلیوں کی طرح دکھائی دے رہی تھی۔

اچانک پارے کی ایک لہر جو گھاس پر پڑی ہوئی شبنم کی مانند چمک رہی تھی اس سے چند قدم کے فاصلہ پر سے گذر گئی، وہ آگے ہی بڑھتی گئی اور زمین نے اس کو جذب نہیں کیا۔ پھر اچانک غیر متوقع تیزی کے ساتھ وہ ایک طرف مڑ کر غائب ہوگئی۔ یہ ایک سانپ تھا۔ نیکا کو جھرجھری آگئی۔

وہ ایک عجیب قسم کا لڑکا تھا جب جوش میں آتا تو زور زور سے خود اپنے آپ سے باتیں کرنے

لگتا اور اپنی ماں کی نقلیں اتارنے لگتا۔ جسے اونچے موضوعات پر متضاد قسم کی باتیں کرنے سے دلچسپی تھی۔

"زندگی بھی کتنی حسین ہے"۔ اس نے سوچا۔ "لیکن اس میں ہمیشہ تکلیف کیوں ہوتی ہے؟" خدا کا وجود ضرور ہے۔ لیکن اگر اس کا کوئی وجود ہے تو وہ میں ہوں"۔ اس نے اوپر درخت کی طرف دیکھا جو اوپر سے نیچے تک کانپ رہا تھا۔ اور اس کی بھیگی ہوئی پتیاں پنی کے ٹکڑوں کی طرح دکھائی دے رہی تھیں: "میں اسے حکم دوں گا کہ کانپنا بند کر دے۔ دیوانوں کی طرح اس نے اپنی پوری قوت ارادی سے کام لیتے ہوئے اپنے وجود کو اس خیال پر مرکوز کر دیا اور کہا "ہلو مت" اور درخت نے فوراً اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کانپنا بند کر دیا۔ نیکا نے خوش ہو کر ایک قہقہہ لگایا اور بھاگتا ہوا نہانے کے لئے دریا کی طرف چل دیا۔

اس کا باپ دانتے دوروف ایک دہشت پسند تھا جسے پھانسی کی سزا دی گئی تھی۔ لیکن بعد میں اس کی سزا معاف کر دی گئی تھی اور اب وہ جبری مشقت کی سزا کاٹ رہا تھا۔ اس کی ماں جارجیا کے ارستوف خاندان کی ایک شاہزادی تھی۔ وہ ایک حسین اور بگڑی ہوئی عورت تھی جواب تک جوان تھی اور لغادتوں، باغیوں، تشدد پسندانہ نظریات، مشہور اداکاروں، تکلیف دہ ناکامیوں یا کسی نہ کسی چیز کے بارے میں غلط قسم کے خیالات اس کے ذہن میں سمائے رہتے تھے۔

اسے نیکا سے بے پناہ محبت تھی اور اس نے اس کے نام کو بگاڑ کر ہزاروں احمقانہ قسم کے نام رکھ چھوڑے تھے۔ اگرچہ اس کا نام انوکینتی تھا۔ لیکن وہ اسے پیار سے انوچپ یا نوشیکا کہا کرتی اور اپنے خاندان کے لوگوں سے ملوانے کے لئے طفلس لے جایا کرتی۔ وہاں اسے سب سے زیادہ حیرت انگیز جو چیز نظر آتی وہ ایک درخت تھا جو ان کے مکان کے صحن میں لگا ہوا تھا یہ ایک بہت بڑا بے ڈھنگے قسم کا درخت تھا جو گرم خطوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے جنھوں نے صحن کو سورج کی تپش سے بچانے کے لئے سایہ کر رکھا تھا نیکا اس خیال کو تسلیم نہیں کر سکا کہ وہ ایک درخت ہی تھا جانور نہیں تھا۔

لڑکے کے لئے یہ بات خطرناک تھی کہ وہ اپنے باپ کا نام استعمال کرے۔ ایوان ایوانووچ کی خواہش تھی کہ وہ اپنی ماں کا نام استعمال کرے اور اس کا ارادہ تھا کہ وہ اس کی ماں کی منظوری حاصل کرنے کے بعد نام میں تبدیلی کرنے کی اجازت حاصل کرنے کے لئے زار کو درخواست دیگا

جس وقت وہ پلنگ کے نیچے گھسا ہوا تھا اور اسے ساری دنیا پر غصہ آرہا تھا اس وقت دوسری باتوں کے علاوہ اسے اس کا بھی خیال آیا تھا۔ "واسکو پوپئی کوف آخر اپنے کو کیا سمجھتا تھا جو وہ اس طرح اسکے اپنے معاملات میں دخل دے رہا تھا؟ وہ اسے اچھا سبق دیگا۔"

اور وہ نادیا! کیا صرف اس لئے کہ اس کی عمر پندرہ سال تھی اسے یہ حق حاصل ہو گیا تھا کہ وہ اس سے اس طرح ناک بھوں چڑھا کر بات کرے جیسے کہ وہ کوئی بچہ ہو؟ وہ اسے دکھادے گا! بس اس سے نفرت کرتا ہوں!" اس نے کئی مرتبہ آپ ہی آپ کہا "میں اسے مار ڈالوں گا۔ میں اسے کشتی میں سیر کرانے لے جاؤں گا اور وہاں ڈبو دوں گا۔"

اس کی ماں بھی خوب تھی۔ جب وہ چلی گئی تھی تو اس نے واسکو پوپئی کوف اور خود اس سے جھوٹ بولا تھا۔ وہ کاکیشیا کے نزدیک تک نہیں گئی تھی بلکہ قریب ترین جنکشن پر راستہ تبدیل کر کے شمال کی طرف پیٹرز برگ چلی گئی تھی اور وہاں طالب علموں کے ساتھ پولیس پر گولیاں چلا کر تفریح میں وقت گذار رہی تھی۔ ادھر وہ خود اس ذلیل جگہ پر پڑا ہوا سڑ رہا تھا۔ لیکن وہ ان سب سے زیادہ چالاک ثابت ہو گا وہ نادیا کو مار ڈالے گا، اسکول چھوڑ دے گا۔ بھاگ کر اپنے باپ کے پاس سائبریا چلا جائے گا اور بغاوت شروع کر دے گا۔

تالاب کے کناروں پر کنول کھلے ہوئے تھے۔ جن کے درمیان سے کشتی بیلوں سے ٹکراتی ہوئی گزرتی۔ تالاب کا پانی ایسا دکھائی دے رہا تھا جیسے تربوز کو کاٹنے پر اس کے اندر سے پانی جھلکتا ہے۔

نیکا اور نادیا کنول چن رہے تھے۔ دونوں نے ایک ہی سخت مگر لچکدار بیل پر ہاتھ ڈالا جن کے نتیجے میں دونوں ایک دوسرے کی جانب جھک گئے اور ان کے سر آپس میں ٹکرا گئے اس کے ساتھ ہی کشتی اس طرح کنارے کی طرف کھنچ کر چلی جیسے کسی نے اسے رسہ ڈال کر کھینچ لیا ہو۔ وہاں بیل ذرا چھوٹی مگر زیادہ الجھی ہوئی تھی۔ سفید پھول پانی میں غوطے لگاتے اور پھر ابھرتے ان کا درمیانی چمکدار حصہ ایسا دکھائی دے رہا تھا جیسے انڈے کی خون آلود زردی۔

نادیا اور نیکا برابر پھول چنتے رہے۔ کشتی ادھر ادھر ڈولتی رہی۔ وہ دونوں کشتی میں تقریباً ایک دوسرے کے برابر لیٹے ہوئے تھے۔

نیکا نے کہا۔ "میں اسکول سے عاجز آچکا ہوں۔ اب وقت آگیا ہے کہ میں دنیا میں باہر نکلوں روزی کماؤں اور آزادانہ زندگی بسر کروں۔"

"لیکن میں تم سے ریاضی کے کچھ سوالات پوچھنا چاہتی تھی۔ میرا الجبرا اتنا کمزور ہے کہ مجھے تقریباً دوبارہ امتحان دینا پڑا۔"

نیکا نے سوچا کہ ان الفاظ میں بھی ایک تیر پوشیدہ ہے۔ قدرتی بات ہے وہ اسے مرعوب کر رہی ہے اسے یاد دلا رہی ہے کہ وہ ابھی بچہ ہے۔ یہ الجبرا کے سوال کیسے۔ اس نے تو ابھی الجبرا شروع بھی نہیں کیا تھا۔

اس نے اپنے احساسات پر پردہ ڈالنے کے لئے بنتے ہوئے لاپرواہی سے پوچھا اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی محسوس کیا کہ یہ سب حماقت ہے۔ "تم جب بڑی ہو جاؤ گی تو کس سے شادی کرو گی؟"

"ابھی اس کا کیا ذکر۔ غالباً کسی سے بھی نہیں۔ میں نے اس پر غور ہی نہیں کیا۔"

"مجھے امید ہے تم یہ خیال نہ کرو گی کہ مجھے کوئی دلچسپی ہے۔"

"تو پھر تم پوچھ کیوں رہے ہو؟"

"تم بڑی احمق ہو۔"

اب دونوں آپس میں جھگڑنے لگے۔ نیکا کو صبح سویرے اس لڑکی سے جو نفرت ہوئی تھی وہ یاد آگئی۔ اس نے اسے دھمکی دی کہ اگر اس نے بھلا برا کہنا بند نہ کیا تو وہ اسے پانی میں ڈبو دے گا۔

"ذرا کوشش تو کر دیکھو۔" نادیا نے کہا۔ اس پر اس نے اسے کمر سے پکڑ لیا۔ دونوں ایک دوسرے سے لڑتے ہوئے توازن کھو کر پانی میں گر پڑے۔

دونوں کو تیرنا آتا تھا مگر کنول کی بیلوں میں ان کے ہاتھ پاؤں اٹک کر رہ گئے۔ بہر حال وہ گھرے پانی سے نکل آئے اور چکنے کنارے میں پھسلتے ہوئے پانی سے نکلے۔ ان کے جوتوں اور جیبوں سے پانی بہہ رہا تھا نیکا ذرا زیادہ تھکا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

دونوں بری طرح بھیگے ہوئے ایک دوسرے کے پاس بیٹھ گئے۔ چند مہینے پہلے اگر اس طرح کا حادثہ پیش آیا ہوتا تو اس وقت وہ چیختے چلاتے۔ ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے اور ہنستے ہوئے دکھائی دیتے۔ لیکن اب وہ دونوں خاموش تھے۔ اور پورے قصے کی احمقانہ نوعیت پر پردہ ڈالنے کے لئے اپنا سانس ٹھیک کر رہے تھے۔

نادیا دل ہی دل میں جل رہی تھی۔ اور نیکا کا سارا جسم درد کر رہا تھا جیسے کسی نے ڈنڈے سے مار کر اس کی پسلیوں کو توڑ دیا ہو۔

آخر کار نادیا نے اس سکوت کو توڑتے ہوئے آہستگی سے ایک بیاہی عورت کی طرح کہا۔ "تم واقعی پاگل ہو۔" اور نیکا نے بھی اتنی ہی متانت سے جواب دیا۔ "مجھے بہت افسوس ہے۔ میں شرمندہ ہوں۔"

وہ دونوں گھر کی طرف چلے تو ان کے کپڑوں سے پانی ایسے ٹپک رہا تھا جیسے پانی کے چھکڑے سے ٹپکتا ہے۔ اب وہ اس گرد آلود چڑھائی پر پہنچے جہاں صبح نیکا نے سانپ دیکھا تھا۔

اسے اس ساحرانہ کیف و مسرت کی حالت اچھی طرح یاد تھی جس سے وہ رات سرشار ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ صبح اٹھتے ہی قدرت اسکی مرضی کی تابع ہو گئی ہے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب میں کس بات کی خواہش کروں۔ میری سب سے پیاری تمنا کیا ہو سکتی ہے ۔۔۔ اس نے سوچا ۔۔۔ یہی کہ تالاب میں ایک بار پھر نادیا کے ساتھ گر پڑے۔ اور وہ یہ جاننے کے لیے بہت کچھ دے سکتا تھا کہ کیا یہ پھر ہو سکتا ہے!

## دوسرا باب

# انوکھی لڑکی

(۱)

جاپان کے ساتھ ابھی جنگ ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ یہ سانحہ دوسرے غیر متوقع حادثات سے دب کر رہ گیا۔ روس میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک انقلاب کی لہریں رواں دواں تھیں اور ہر انقلابی لہر پہلے سے زیادہ عظیم و شدید تھی۔

اسی زمانہ کی بات ہے کہ بلجیم کے ایک انجینئر کی فرانس نژاد بیوہ امیلیا کارلوونا گیشار جس نے روسی شہریت اختیار کر لی تھی یورال سے اپنے دو بچوں کو ساتھ لے کر ماسکو پہنچی۔ ان میں ایک بیٹا تھا۔ روڈیا۔ اور دوسری بیٹی تھی لاریسا۔ اس نے اپنے بیٹے کو ملٹری اکیڈیمی میں داخل کرا دیا اور بیٹی کو لڑکیوں کے جسمانی ورزش کے اسکول میں جہاں اتفاق سے نادیا کولوگریوودا اس کی ہم جماعت تھی۔

مادام گیشار کے شوہر نے اس کے لئے کافی دولت اور حصص چھوڑے تھے جن کی قیمت کچھ عرصہ تک تو بڑھتی ہی رہی مگر اب گرنا شروع ہو گئی تھی۔ اس نے سوچا کہ اس کے مالی وسائل پر اس طرح جو بار پڑ رہا ہے اسے روکنا ضروری ہے۔ لہٰذا اس نے کوئی کام شروع کرنے کا فیصلہ کر لیا اور ٹرمفل آرک کے قریب لباس تیار کرنے کا ایک چھوٹا سا کارخانہ خرید لیا۔ یہ کارخانہ اس نے لیوتسکا کے ورثاء سے خریدا جس کے ساتھ ہی اسے اس فرم کی نیک نامی، خریدار، درزنیں اور کام سیکھنے والی شاگرد لڑکیاں بھی مل گئیں۔

یہ کام مادام گیشار نے کوماروسکی کے مشورہ پر کیا۔ کوماروسکی ایک وکیل تھا اور کسی زمانہ میں اس کے شوہر کا دوست تھا۔ اب وہ اسی شخص سے مشوروں اور مدد کے لئے رجوع کرتی تھی۔ وہ ایک ٹھنڈے دل و دماغ کا کاروباری آدمی تھا اور اسے روس کی کاروباری دنیا سے اتنی واقفیت تھی جتنی کسی کو اپنی ہتھیلی سے ہو سکتی ہے۔ اسی سے خط و کتابت کرکے مادام گیشار نے یہ فیصلہ کیا تھا اور جب وہ بچوں کو لے کر ماسکو پہنچی تو اس نے ریلوے اسٹیشن پر ان کا استقبال کیا اور انھیں شہر کے دوسرے سرے پر اوروزنی پیریولوک کے علاقہ میں مونٹی نیگرو ہوٹل پہنچایا جہاں اس نے پہلے سے ان کے لئے کمرہ روک رکھا تھا۔ اسی نے رودیا کو ملٹری اکیڈمی اور لارا کو اپنی پسند کے اسکول بھیجنے کا مشورہ دیا تھا۔ کوماروسکی لڑکے سے یونہی سرسری مذاق کرتا اور لڑکی کو اتنا گھور کر دیکھتا کہ وہ شرما جاتی۔ اس خاندان نے تقریباً ایک ماہ تک مونٹی نیگرو ہوٹل میں قیام کیا اور اس کے بعد وہ اپنے ورکشاپ سے ملحق تین کمروں کے ایک مکان میں منتقل ہو گئے۔ یہ ماسکو کا بہت ہی بدنام علاقہ تھا۔ گلی کوچے تاریک و غلیظ۔ سستے شراب خانوں کی بھرمار جو ہر وقت مشتبہ چال چلن کے ٹیکسی ڈرائیوروں سے بھرے رہتے تھے۔ پورے کے پورے بازار اور گلی کوچے جرائم کے مراکز اور پیشہ ور عورتوں کے اڈوں سے پٹے پڑے تھے۔

(۲)

بچوں نے کمروں میں جو کوڑا کرکٹ، کھٹمل اور ٹوٹا پھوٹا فرنیچر دیکھا تو انھیں اس پر قطعاً کوئی حیرت نہیں ہوئی۔ والد کی وفات کے بعد سے ہی ان کی ماں مسلسل طور پر مفلسی کے خوف میں زندگی گذار رہی تھی۔ رودیا اور لارا کو یہ سننے کی عادت ہو گئی تھی کہ وہ تباہی کے کنارے پر کھڑے ہیں۔ وہ اچھی طرح محسوس کرتے تھے کہ وہ گلی کے دوسرے بچوں سے مختلف ہیں۔ لیکن کسی یتیم خانہ میں تربیت یافتہ بچوں کی طرح ان کے دلوں میں بھی امیر آدمیوں کا خوف بری طرح بیٹھ چکا تھا۔

ان کی والدہ اس خوف کی زندہ مثال تھی۔ مادام گیشار گوری چٹی موٹی تازی اور سنہرے بالوں والی ایک ۳۵ سالہ خاتون تھی جسے کبھی دل کی گھبراہٹ کے دورے پڑتے اور کبھی حماقت کے۔ وہ بھیانک حد تک بزدل اور مردوں سے بری طرح خوف زدہ رہتی۔ لہذا اسی خوف اور گھبراہٹ کا نتیجہ تھا کہ وہ کبھی کسی ایک سے محبت کرتی اور کبھی دوسرے سے۔

مونٹی نیگرو ہوٹل میں یہ خاندان کمرہ نمبر ۲۳ میں رہتا تھا۔ جب سے ہوٹل قائم ہوا تھا

کمرہ نمبر ۳۴۲ میں ایک سازندہ تاشکیوتح قیام پذیر تھا۔ سر سے گنجا۔ اکثر پسینے میں شرابور۔ بظاہر رحم دل۔ اور سر پر مصنوعی بالوں کی ٹوپی پہنے ہوئے۔ بات چیت کے دوران دوسروں کو قائل کرنے کے لئے اکثر اپنے دونوں ہاتھوں سے سینے پر ایسے نیت باندھتا جیسے عبادت گذار لوگ کرتے ہیں فیشن ایبل پارٹیوں اور موسیقی کے مقابلوں میں ساز بجاتے ہوئے وہ وجد میں آکر اپنا سر پیچھے کی طرف ڈھلکا کر آنکھیں گھمانے لگتا۔ وہ اپنے کمرہ میں بہت کم رہتا۔ سارا سارا دن بالشوئی تھیٹر یا کنسرویٹری میں گذار دیتا ہمسایوں کی حیثیت سے وہ ایک دوسرے کی کبھی کبھار مدد کرتے رہتے اور اس طرح وہ ایک دوسرے سے مانوس ہو گئے۔

(۳)

جب کبھی کومارووسکی وہاں آتا اور بچے گھر پر موجود ہوتے تو مادام گیشار پریشان سی ہو جاتی لہٰذا تاشکیوتح اپنے کمرہ کی چابی اسے دے جاتا کہ مادام اس کے کمرہ میں اپنے دوست سے مل سکے۔ جلد ہی وہ اس کی مروت پر اتنا بھروسہ کرنے لگی کہ اس نے بسا اوقات اس کے دروازے پر جا کر دستک دی اور اشک آلود نگاہوں کے ساتھ اس سے کہا کہ وہ اسے اس کے محسن سے بچائے۔

ورکشاپ تودرسکایا اسٹریٹ کے کونہ کے قریب ایک منزلہ مکان میں تھا۔ قریب ہی برلیسٹ ریلوے کے انجن ڈپو۔ مال گودام۔ اور ملازمین کے مکانات تھے۔ انہی کوارٹروں میں سے ایک میں اولیا دامینا نام کی ایک لڑکی رہتی تھی جو بہت ذہین تھی۔ یہ لڑکی مادام گیشار کے ہاں کام کرتی اور اس کا چچا مال گودام میں۔ اولیا بہت تیزی کے ساتھ کام سیکھ رہی تھی۔ پرانے مالک بھی اس سے بہت خوش تھے اور نئے بھی۔ لارا گیشار کو یہ لڑکی بہت پسند کرتی تھی۔

لیوتسکایا کے زمانے سے اب تک فیکٹری میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ سلائی کی مشینیں تھکی ماندی درزنوں کے پاؤں یا سبک ہاتھوں کے اشاروں پر برابر شور مچاتی ہوئی مضطرب انداز سے چل رہی تھیں۔ کہیں کہیں کوئی عورت بھی عجیب انداز سے بازو گھما کر سوئی دھاگہ سے بخیہ کر رہی ہوتی۔ فرش پر کترنیں پھیلی ہوتیں مشینوں کے شور و غل کے ساتھ ہی کھڑکی میں لٹکے ہوئے ایک پنجرہ میں بند زرد رنگ کا پرندہ مسلسل اپنے راگ الاپتا۔ (جس کا صحیح نام اس کا سابق مالک اپنے ساتھ ہی قبر میں لے گیا) جس سے یہاں کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی اور پھر کسی کو بات کرنے کے لئے تقریباً چیخنا پڑتا۔

کمرہ استقبالیہ میں خریدار ایک میز کے گرد عجیب دلکش انداز میں جمع ہو جاتے جس پر فیشن

متعلق رسالوں کا ڈھیر لگا رہتا تھا۔ یہ لوگ کھڑے ہو کر۔ بیٹھ کر یا میز پر جھک کر اس انداز سے نئے ماڈلوں، اور نئے فیشنوں کا تذکرہ کرتے جو وہ تازہ ترین فلموں میں دیکھ کر آتے تھے۔ دوسری میز پہ مادام گیشار کی معاون اور اعلیٰ ترین کٹائی کرنے والی دُبلی پتلی خاتون فائنا سیلانیتونا فتی سودا مینیجر کی کرسی پہ بیٹھی۔ جس کے ڈھلکے ہوئے رخساروں پہ مسّے نکلے ہوئے تھے۔ یہ ہڈی کے بنے ہوئے ایک ہولڈر میں سیگریٹ پیتی۔ ہولڈر کو اپنے زرد دانتوں میں دبا کر سیگریٹ کا کش کھینچتی اور اپنی زردی مائل آنکھوں کو بھینگا بنا کر منہ اور ناک سے زرد دھواں باہر پھینکتی۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ اپنی نوٹ بک میں بے شمار خریداروں کے ناپ۔ آرڈر۔ اور فرمائشیں نوٹ کرتی رہتی۔

مادام گیشار کو ورکشاپ چلانے کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔ وہ محسوس کرتی کہ وہ صحیح قسم کی مالکہ نہیں ہے تاہم عملاً ایمان دار تھا۔ اور فینی سووا قابل اعتماد مینیجر تھی۔ لیکن زمانہ بہت خراب جا رہا تھا۔ اور مستقبل کے متعلق سوچنے سے اسے بہت ڈر لگتا۔ بعض اوقات تو وہ مایوسی کے عالم میں خود کو مفلوج محسوس کرنے لگتی۔

کوماروسکی اکثر ان لوگوں سے ملنے جاتا۔ اور جب ان کے مکان جانے کے لئے ورکشاپ سے گذرتا تو فیشن ایبل عورتوں کو جو نئے سے نئے کپڑے پہنے ہوتیں بری طرح گھورتا اور عورتیں اپنے آپ کو اس کے مشکوک مذاق سے بچانے کے لئے ہڑبڑا کر پردوں کے پیچھے چھپ جاتیں۔ درزنیں اس پر بہت ناراض ہوتیں اور حقارت کے ساتھ بڑبڑاتے ہوئے کہنے لگتیں "یہ لاٹ صاحب آگئے ہیں" "امیلیا کا دردِ سر" "بوڑھا بجوانہ" "عورتوں کا قاتل"۔

اس کا کتا جیک اس سے بھی زیادہ نفرت و حقارت کا مرکز بنا ہوا تھا۔ بعض اوقات وہ اسے بھی اپنے ساتھ لے آتا اور کتا آگے بڑھ کر کبھی کبھی تو اس زور سے جھٹکا دے کر اسے کھینچتا کہ کوماروسکی لڑکھڑاتا۔ دھکے کھاتا ہوا اپنے بازو پھیلائے اس طرح اس کے پیچھے چلتا جیسے کوئی نابینا اپنے رہبر کے ساتھ۔

موسم بہار کا ایک دن تھا کہ جیک نے اپنے تیز دانت لارا کی ٹانگ میں پیوست کر ڈالے اور اس کی جرابیں کاٹ ڈالیں۔

آدولیانے لارا کے کان میں آہستہ سے بھرائی ہوئی آواز میں کہا: "میں اس شیطان کو مار ڈالوں گی"

"ہاں - واقعی یہ بہت ہی خوفناک کتا ہے - لیکن بیوقوف - تم یہ کام کرو گی کیسے ؟"

"ہش ! اتنی بلند آواز سے بات نہ کرو - میں تمھیں بتاتی ہوں - وہ بیضوی شکل کے چھوٹے چھوٹے پتھر تو تم نے دیکھے ہیں نا ! وہ جو تمھاری امی کی دراز میں رکھے ہیں ۔"

"ہاں ہاں ! لیکن وہ تو شیشے اور سنگ مرمر کے بنے ہوئے ہیں ۔"

"تو ٹھیک ہے نا ! ذرا ادھر مجھکو میں تمھیں کان میں بتاتی ہوں - ان ننھے منّے پتھروں کو لیکر ان پر گوشت کی تہہ جما دو - یہ غلیظ درندہ انھیں کھا جائے گا - اور یہ منحوس پتھر خود ہی دم گھٹنے سے اپنی جان دے دیگا - یہ ترکیب ٹھیک رہے گی ۔"

لارا ہنسنے لگی اور اس نے اُولیا کی طرف رشک بھری نگاہوں سے دیکھا - وہ سوچ رہی تھی یہ ایک مزدور لڑکی ہے جو غربت میں دن گذار رہی ہے - اس قسم کے بچے وقت سے پہلے نشوونما پا جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ کتنی اچھی اور معصوم ہے - جیکٹ - بیضوی پتھر - نہ جانے اسے یہ ترکیب کیسے سوجھی - لارا سوچ رہی تھی "لیکن یہ کیا ؟ میری قسمت میں یہی رہ گیا ہے کہ ہر چیز کو دیکھوں اور اسے دل میں نقش کروں ۔"

(۴)

"امی اس کی ---- کیا لفظ ہے ---- وہ امی کا ---- یہ الفاظ بیہودہ ہیں - میں اپنی زبان سے نہیں کہوں گی - تو پھر وہ میری طرف ایسے کیوں دیکھتا ہے ؟ آخر میں اس کی بیٹی لگتی ہوں ۔"

لارا کی عمر سولہ سال سے کچھ ہی اوپر ہوگی - لیکن اس کی اٹھان اچھی تھی - لوگوں کا خیال تھا کہ اس کی عمر ۱۸ یا اس سے بھی زیادہ ہے - اس کا دل صاف تھا - جو اس سے ملتا خوش ہوتا - شکل صورت سے بھی وہ بہت اچھی تھی ۔

اس نے اور روڈیا نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ جدوجہد کے بغیر انھیں زندگی میں کوئی کامیابی نصیب نہیں ہوگی - آرام طلب اور رکھ رکھاؤ سے رہنے والے لوگوں کے برعکس وہ قبل از وقت تجسس اور ان چیزوں کے بارے میں منطق بگھارنے کی عیاشی کے متحمل نہیں ہو سکتے جنھیں ابھی تک قابل عمل قرار نہیں دیا گیا تھا - جس کے پاس بہت کچھ ہوتا ہے وہی خسیس ہوتا ہے - لارا نہایت ہی پاکیزہ

اور پاکدامن لڑکی تھی۔

بھائی اور بہن کو چیزوں کی قدر و قیمت معلوم تھی اور وہ یہ جانتے تھے کہ اس وقت تک کتنی کامیابی ہوئی ہے۔ آگے بڑھنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ لوگ ان کے بارے میں اچھے خیالات قائم کرتے۔ لارا اسکول میں دل لگا کر کام کرتی تھی اس لئے نہیں کہ اسے تعلیم سے بجائے خود محبت تھی بلکہ محض اس لئے کہ صرف انہی طالب علموں کو وظیفے دیئے جاتے تھے جو سب سے زیادہ لائق اور اہل ہوں۔ اسی طرح وہ برتن دھونے، ورکشاپ کے کام میں مدد دینے اور اپنی ماں کے بتلائے ہوئے کام انجام دینے میں کافی ہوشیار تھی اس کی چال میں ایک دلربائی تھی اور اس کی تمام وضع قطع، آواز، جسم، اشارے، اس کی بھوری آنکھیں اور اس کے چمکدار اور ملایم بال یہ سب چیزیں مل کر حسن و دلربائی کا ایک مجسمہ معلوم ہوتی تھیں۔

وسط جولائی میں اتوار کا دن تھا۔ چھٹی کے روز بستر پر دیر تک آرام کیا جا سکتا ہے۔ لارا پشت کے بل لیٹی ہوئی تھی اور اس نے اپنے ہاتھوں سے سر کو سہارا دے رکھا تھا۔

ورکشاپ میں خاموشی تھی۔ سڑک کی جانب کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ لارا نے کسی قدر فاصلہ پر ڈرومشکی کی پُر شور آواز سُنی جو دھیمی ہوتی گئی کیونکہ گاڑی پتھریلے راستے سے ہٹ کر ٹرالی کی پٹری پر چلنے لگی تھی "میں کچھ دیر اور سوؤں گی" اس نے سوچا۔ قصبہ کا شور اس کے لئے لوری کا کام دے رہا تھا اور اسے نیند آنے لگی۔

لارا نے اپنے بائیں کندھے اور اپنے داہنے پیر کے پنجہ سے اپنے قد و قامت اور بستر میں اپنی پوزیشن کا اندازہ لگایا۔ اس کے علاوہ اور ہر چیز خود اس سے مطابقت رکھتی تھی، اس کی روح اس کے جسم سے ہم آہنگ تھی اور بے چینی کے ساتھ مستقبل کو کامیاب بنانے کے لئے جدوجہد کر رہی تھی

"مجھے ضرور سو جانا چاہیئے" لارا نے سوچا اور اپنے ذہن میں گاڑیوں کے احاطہ کا تصور قائم کر لیا سائبانوں کے صاف شفاف فرش پر کھڑی ہوئی بڑی بڑی گاڑیاں، شیشہ کے ٹکڑوں سے بنی ہوئی لالٹینیں، ریچھ کی کھالوں سے بنے ہوئے گدے اور آرام و آسائش کی زندگی کا نقشہ اس کی نظروں میں پھر گیا۔ سڑک پر کچھ ہی آگے چل کر زنسکی بارکوں کے صحن میں مشق کرتے ہوئے گھوڑے اور ان پر سوار فوجی جوان جو گھوڑوں کو پہلے آہستہ آہستہ چلانے کے بعد برق رفتاری کے ساتھ چھوڑ دیتے تھے اور باہر چھوٹے چھوٹے بچوں اور آیاؤں کی قطار اور دودھ پلانے والی انائیں جو بنگلے کے باہر کھڑی

ہوئی حیرت سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھیں۔

اور پھر کچھ اور آگے بڑھ کر لارا نے پیٹروو کا اسٹریٹ کا تصور کیا۔ ہائے اللہ، لارا، کیا تصور ہے!

میں تمہیں صرف اپنا مکان دکھانا چاہتی تھی۔ اب ہم اس کے قریب ہی پہنچ گئے ہیں۔"

یہ اولنگا کے عقیقہ کا دن تھا جو کہ آروو سکی کے کسی دوست کی چھوٹی بچی تھی۔ وہ لوگ گاڑیوں کے احاطہ میں رہتے تھے۔ بڑے بوڑھے رقص کر کے اور شمپین پی کر یہ تقریب منا رہے تھے۔ اس نے ماں کو بھی دعوت دی تھی لیکن وہ جا نہیں سکی تھیں کیونکہ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ ماں نے کہا۔ "لارا کو لے جاؤ۔ تم ہمیشہ مجھ سے کہتے رہتے ہو کہ میں لارا کا خیال رکھوں۔ اچھا اب تم ہی اس کی خبر گیری کرو۔" اور راسم نے واقعی اس کی خبر گیری کی۔ یہ بھی کیا مذاق تھا!

اس کی شروعات رقص ہی سے ہوئی تھی، یہ بھی کیسی دیوانگی تھی کہ بس بغیر کچھ سوچے ہوئے برابر چکر لگاتے رہے موسیقی کی تانوں کے ساتھ ہی ساری کائنات افسانوی زندگی کی طرح گزرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ لیکن موسیقی کے تھمتے ہی ایک قسم کا دھکا سا لگتا ہوا محسوس ہوتا تھا جیسے کسی نے ٹھنڈے پانی کی بالٹی آپ پر الٹ دی ہو۔ یا کسی نے آپ کو ننگا دیکھ لیا ہو۔ دراصل کسی شخص کو اپنے آپ سے اس قدر بے تکلف ہونے کی اجازت دینے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس طرح آپ یہ ظاہر کر سکیں کہ آپ بڑے ہو گئے ہیں۔

وہ کبھی یہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ وہ اتنی اچھی طرح رقص کرتا ہوگا۔ اس کے ہاتھ کتنے پھرتیلے تھے اور اس نے کتنے اعتماد کے ساتھ اس کی کمر میں اپنے ہاتھ حمائل کئے تھے لیکن اب وہ کبھی ہرگز کسی شخص کو اس بات کی اجازت نہیں دیگی کہ وہ اس طرح بوسہ لے سکے۔ اس نے کبھی خواب میں بھی یہ نہیں سوچا تھا کہ کسی شخص کے ہونٹ اتنے گستاخ بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ اتنی دیر تک اس کے ہونٹوں سے ایک طویل بوسے کی صورت میں پیوست رہیں۔

اسے یہ تمام لغویت ختم کر دینی چاہیئے۔ ہمیشہ کے لئے۔ اسے شرم و حجاب سے کام لیتے ہوئے بناوٹ سے مسکرا کر اپنی آنکھیں نہیں جھکا لینی چاہئیں ورنہ اس کا نتیجہ خطرناک ہوگا۔ اس کے ذہن میں ایک نظر نہ آنے والی اور خطرناک حد بندی کا بھی دھندلا سا تصور رہتا تھا جس سے ایک قدم آگے بڑھ جانے پر بے پناہ گہرائیوں میں گم جانے کا خطرہ ہو سکتا تھا۔ اسے رقص کا خیال چھوڑ

دینا چاہیئے۔ وہی تمام برائیوں کی جڑ تھی۔ اسے جرأت سے کام لے کر انکار کر دینا چاہیئے اور یہ ظاہر کرنا چاہیئے کہ اس نے رقص کرنا نہیں سیکھا یا یہ کہ اس کے پیر میں چوٹ آگئی ہے۔

(۵)

اس سال موسم خزاں میں ماسکو کی ریلوے لائن پر کام کرنے والے مزدوروں میں بےچینی پھیلی ہوئی تھی۔ ماسکو۔کازان لائن پر کام کرنے والے عملے نے ہڑتال کر دی اور خیال تھا کہ ماسکو برلیسٹ لائن کا عملہ بھی ہڑتال میں شریک ہو جائے گا۔ ہڑتال کا فیصلہ کر لیا گیا تھا لیکن ہڑتال کمیٹی نے ابھی تک کوئی تاریخ مقرر نہیں کی تھی۔ ریلوے میں ہر شخص یہ بات جانتا تھا کہ ہڑتال ہونے والی ہے اور اسے شروع کرنے کے لئے محض کسی بہانے کی ضرورت ہے۔

اکتوبر کے شروع مہینہ کی ایک سرد صبح تھی، آسمان ابر آلود تھا اور یہ مزدوروں کی اجرتیں ملنے کا دن تھا۔ کافی عرصہ تک محاسب کے دفتر سے کوئی اطلاع نہیں ملی۔ اس کے بعد ایک لڑکا تنخواہوں کا حساب اور ان جرمانوں کی فہرست اور تفصیل لے کر دفتر میں آیا جو ان کی تنخواہوں میں سے کاٹے گئے تھے۔ خزانچی نے تنخواہیں بانٹنی شروع کر دیں۔ ایک طویل قطار میں کنڈکٹر سوئچ مین، مستری اور ان کے نائب، ڈپو میں صفائی کرنے والی عورتیں اور دوسرے ملازمین ورکشاپوں، گوداموں، انجن شیڈ اور لائن کی طرف سے میدان میں ہو کر دفتر اور اسٹیشن کی طرف آنے لگے۔

شہر میں ہوا کی بو سے ہی ظاہر تھا کہ موسم سرما شروع ہو رہا ہے جو پاؤں تلے روندے ہوئے درختوں کے پتوں، پگھلی ہوئی برف۔ انجن کے جلے ہوئے کوئلے کی کالک اور تنور سے ابھی ابھی نکلی ہوئی گیہوں کی روٹی کی لپٹ کا عجیب و غریب امتزاج معلوم ہوتی تھی۔ یہ ریلوے اسٹیشن کے طعام خانہ کے تہ خانہ میں پکائی جا رہی تھی۔ گاڑیوں کی آمد و رفت جاری تھی۔ شنٹنگ ہو رہی تھی۔ ڈبوں کو ایک دوسرے سے جوڑا جا رہا تھا۔ الگ کیا جا رہا تھا۔ یہ سب کام جھنڈیوں کے اشاروں سے ہو رہا تھا۔ جنہیں کبھی کھولا جاتا اور کبھی لپیٹ دیا جاتا۔ انجن بھک بھک کر رہے تھے۔ گارڈ اپنے ہارن بجا رہے تھے۔ اور شنٹر سیٹیاں بجانے میں لگے تھے، دھوئیں کے بادل مرغولے بناتے ہوئے برابر آسمان کی جانب بلند ہو رہے تھے، سوں سوں کرتے ہوئے انجن

موسم سرما کے خنک بادلوں کو چیر کر کھاتی ہوئی گرم بھاپ کے بادلوں سے سینک رہے تھے

نوفلیجن اور پاول فیرا یڈ ستوو تیرح انتی پوف ریلوے لائن کے کنارے ٹہل رہے تھے، اول الذکر ڈویژنل منیجر تھا اور دوسرا لائن کا اوورسیئر۔ انتی پوف ریلوے لائن کی مرمت میں استعمال ہونے والے فاضل پرزوں کی ساخت کے بارے میں متعلقہ کارخانہ کی شکایت کر رہا تھا۔ فولاد ضرورت کے مطابق سخت نہیں تھا لہٰذا پٹڑی پورا بار برداشت کرنے کی آزمائش میں ناکام رہی۔ اور انتی پوف کا خیال تھا کہ شدید سردی کے موسم میں پٹڑی ٹوٹ جائے گی۔ منتظمین محض اس کی شکایات کو دبا رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے ان ٹھیکوں میں کوئی خوب دولت سمیٹ رہا ہے۔

نوفلیجن سمور کا ایک قیمتی کوٹ پہنے ہوئے تھا جس پر ریلوے یونیفارم کے نشانات کڑھے ہوئے تھے۔ کوٹ کے بٹن کھلے ہونے کے باعث اس کا نیا سرج کا سوٹ بھی دکھائی دے رہا تھا لائن کے کنارے احتیاط کے ساتھ چلتے ہوئے وہ عجیب مسرت کے ساتھ اپنے کوٹ کے گریبان کی لوٹ، پتلون کی سلوٹوں اور نفیس جوتوں پر بھی نظر ڈالتا جا رہا تھا۔ انتی پوف جو کچھ کہہ رہا تھا اسے وہ ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے اڑا رہا تھا۔ نوفلیجن اس وقت کچھ دوسرے ہی خیالوں میں غرق تھا وہ بار بار گھڑی نکالتا اور اسے غور سے دیکھتا اسے کہیں جانے کی جلدی تھی۔

" بہت ٹھیک، بہت ٹھیک، میرے پیارے دوست"۔ اس نے بے صبری کے ساتھ کہا لیکن اس کا خطرہ صرف بڑی لائن پر ہی ہو سکتا ہے جہاں ٹریفک زیادہ ہوتا ہے لیکن ذرا سب چیزوں پر نظر تو ڈالو، مین لائن کے ساتھ کی پٹڑیاں تھوڑی دور پر ختم ہو جانے والی پٹڑیاں اور لائنوں کے قریب خود رو پودے اور ٹریفک۔ زیادہ سے زیادہ ایک پرانا شنٹنگ کرنے والا انجن جو گاڑی سے کٹے ہوئے ڈبوں کو لئے جا رہا ہو۔ اس سے زیادہ تم اور کیا چاہتے ہو؟ ضرور تمہارا دماغ چل گیا ہے! تم فولاد کی بات کرتے ہو۔ یہاں تو لکڑی کی پٹڑیاں بھی کام دے جائیں گی"۔

نوفلیجن نے اپنی گھڑی دیکھی، اس کا ڈھکن بند کیا اور پھر فاصلہ پر گھور کر دیکھنے لگا جہاں ایک

سڑک ریلوے لائن کی طرف آتی تھی۔ سڑک کے ایک موڑ پر سے ایک گاڑی دکھائی دی۔ یہ فلیچن کی اپنی گاڑی تھی۔ اسکی بیوی اس کے پاس آئی تھی۔ پٹڑی کے قریب آکر کوچوان نے گھوڑوں کی لگامیں کھینچ لیں وہ ان سے چلا چلا کر عورتوں کی طرح باتیں کرتا جارہا تھا بالکل اسی طرح جیسے کوئی آیا شریر بچوں کو ڈانٹ رہی ہو گھوڑے ٹرینوں کو دیکھ کر بھڑک گئے تھے۔ گاڑی کے ایک کونے میں ایک خوبصورت عورت بیٹھی ہوئی تھی اس نے گدّوں کا سہارا لے رکھا تھا۔

"اچھا میرے پیارے دوست، پھر کسی وقت سہی" ڈویژنل منیجر نے اپنا ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا جیسے وہ یہ کہنا چاہتا ہو کہ "مجھے کچھ ایسی چیزوں کے بارے میں سوچنا ہے جو ریل کی پٹڑیوں سے زیادہ اہم ہیں" دونوں میاں بیوی گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔

(۶)

تین چار گھنٹے بعد تقریباً مغرب کے وقت ریل کی پٹڑی سے کچھ فاصلہ پر ایک کھیت میں جہاں اس وقت تک کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا دو سائے زمین پر سے اٹھتے ہوئے دکھائی دیئے اور پیچھے گھوم کر دیکھنے کے بعد تیزی سے ایک طرف چلے گئے۔

"ہمیں اور زیادہ تیز چلنا چاہیئے" تیورزن نے کہا۔ "مجھے اس کا ڈر نہیں ہے کہ جاسوس ہمارا پیچھا کر رہے ہوں گے لیکن جیسے ہی وہ کاہل آدمی اپنا کام ختم کر لیں گے وہ باہر آکر ہمارا پیچھا کریں گے۔ میں ان کی شکل تک دیکھنے کا روادار نہیں ہوں۔ اگر تمام معاملہ اسی طرح طول پکڑتا گیا تو پھر ایسی کمیٹی سے کیا فائدہ؟ پہلے خود ہی آگ لگاؤ اور پھر اس سے بچنے کی فکر کرو۔ تم بھی خوب آدمی ہو جو ایسے لوگوں کی طرفداری کر رہے ہو"

"میری داریا کو ٹائیفس ہو گیا ہے۔ مجھے اس کو ہسپتال لے جانا چاہیئے جب تک میں اسے ہسپتال لے جا کر نہ دکھا دوں اور کسی چیز کے بارے میں سوچنا مشکل ہے"

"وہ کہتے ہیں کہ آج تنخواہیں مل رہی ہیں میں دفتر تک جاؤں گا۔ اگر آج تنخواہ نہ ملی تو میں تم سب پر لعنت بھیجوں گا۔ خدا کی قسم میں ایسا ہی کروں گا۔ میں یہ سب کچھ خود ختم کر دوں گا اور ایک منٹ بھی انتظار نہیں کروں گا"

"اور کیا میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ تم یہ کام کس طرح کرو گے؟"

"کوئی مشکل نہیں۔ میں برآمدے میں جاؤں گا اور سیٹی بجادوں گا۔ بس"

انھوں نے ایک دوسرے کو خدا حافظ کہا اور مختلف سمتوں میں روانہ ہوگئے۔

تیمورزن ریل کی پٹڑیوں کو پار کر کے شہر کی طرف چل دیا۔ راستہ میں اسے وہ لوگ آتے ہوئے ملے جو دفتر سے اپنی تنخواہیں لے کر آ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر اس نے اندازہ لگایا کہ اسٹیشن کے تقریباً سارے عملے کو تنخواہیں ادا کر دی گئی ہیں۔

اب اندھیرا ہو چلا تھا اور دفتر میں روشنی ہو رہی تھی۔ بے فکر مزدور دفتر کے باہر صحن میں جمع تھے۔ دفتر کے باہر سڑک پر نوفلیچن کی گاڑی کھڑی تھی جس میں اس کی بیوی بالکل اسی انداز سے بیٹھی ہوئی تھی جیسے اس نے صبح سے حرکت ہی نہ کی ہو۔ وہ اپنے شوہر کا انتظار کر رہی تھی جو اپنی تنخواہ لے رہا تھا۔

اچانک برف پڑنی شروع ہو گئی۔ کوچوان گاڑی کی چمڑے کی چھت چڑھانے کے لئے اپنے بکس پر سے اترا۔ جس وقت وہ چھت چڑھانے کی کوشش کر رہا تھا نوفلیچیا گاڑی کے اندر بیٹھی ہوئی برف کے گرتے ہوئے گالوں کو تعریفی نظروں سے دیکھ رہی تھی جو دفتر کے لیمپوں کی روشنی میں چمک رہے تھے۔ وہ بغیر پلک جھپکائے خوابیدہ نظروں سے مزدوروں کے سروں کے اوپر ایک خاص نقطہ پر تک رہی تھی اور اس کے اس انداز سے ایسا ظاہر ہوتا تھا جیسے اس کی نظریں ضرورت پڑنے پر گرتی ہوئی برف اور کہرے کی طرح ان کے جسموں کے بھی پار ہو جائیں گی۔

تیمورزن نے اس کا یہ انداز دیکھ لیا۔ وہ اسے دیکھ کر چونک پڑا۔ وہ سلام کئے بغیر اس کے پاس سے ہو کر گزر گیا اور اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنی تنخواہ بعد میں آ کر لے گا تاکہ دفتر میں اس کے شوہر کا سامنا نہ ہو جائے۔ وہ احاطہ کے تاریک گوشے کی طرف چلا گیا جدھر ورکشاپ تھا اور ڈپو کی طرف جانے والی پٹڑیوں کا جال بچھا ہوا تھا۔

"تیمورزن! کپرک!" تاریکی میں سے کئی آوازیں سنائی دیں۔ ورکشاپ کے باہر کچھ لوگوں کا مجمع تھا۔ اندر کوئی شخص زور زور سے چلا رہا تھا اور ایک لڑکا رو رہا تھا۔ "کوپریان سیولیونچ اندر جا کر اس لڑکے کی مدد کرو" مجمع میں سے ایک عورت نے کہا۔

معمول کے مطابق بڈھا فورمین پیوترے [illegible] اپنے نوعمر شاگرد یوسپکا کو پیٹ رہا تھا۔

خودولئیف ہمیشہ سے ایسا ظالم اور شراب پی کر شوروغل مچانے والا نہیں تھا۔ ایک وہ زمانہ بھی تھا جب ایک نوجوان اور مستعد مزدور کی حیثیت سے وہ ماسکو کے صنعتی علاقہ میں تاجروں اور پادریوں کی لڑکیوں کی توجہ کا مرکز تھا اور وہ اسے قدرومنزلت کی نظر سے دیکھا کرتی تھیں۔ لیکن اس لڑکی مارفا نے جس سے اسے محبت تھی اور جس نے اسی سال کانوینٹ اسکول میں تعلیم ختم کی تھی اسے ٹھکرا دیا اور اس کے ساتھی سوبلی نکیش سے شادی کرلی تھی جو ایک مکینک اور تیمورزن کا باپ تھا۔

سوبلی کے ہیبتناک انجام کے پانچ سال بعد (وہ ۱۹۰۸ء میں ریل کے سنسنی خیز حادثہ میں جل کر مرگیا تھا) خودولئیف نے پھر اپنی محبت کا اظہار کیا لیکن مارفا گلوریلیوفا نے پھر اسے مسترد کردیا۔ محبت میں ناکام ہوکر خودولئیف نے شراب نوشی اور لڑنا جھگڑنا شروع کردیا۔ وہ دنیا سے انتقام لینا چاہتا تھا جو اس کے خیال میں اس کی بدقسمتی کی ذمہ دار تھی۔

یوسپکا جال الدین کا لڑکا تھا جو اس علاقہ کے مکانوں کا چوکیدار تھا جہاں تیمورزن رہتا تھا۔ تیمورزن نے لڑکے کو اپنی نگرانی میں لے لیا تھا اور اس سے خودولئیف کے غصہ کی آگ اور زیادہ بھڑک اٹھی تھی

"او ایشیائی، کیا ریتی اسی طرح پکڑی جاتی ہے؟" خودولئیف یوسپکا کو بالوں سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے اور اس کی گدّی پر گھونسے مارتے ہوئے زور سے چیخا: "او چپٹے دیدوں والے تاتاری کیا ڈھلے ہوئے لوہے کو صاف کرنے کا یہی طریقہ ہے؟"

"اُف! اب میں ایسا نہیں کروں گا، او چھوٹے چچا! اب میں ایسا نہیں کروں گا۔ مجھے مارنا بند کردو۔"

"اس سے ہزار مرتبہ کہا گیا ہے کہ اس طرح کام کرے لیکن نہیں وہ اپنا طریقہ استعمال کرتا ہے! اس بدمعاش نے تو دُہرا ہی توڑ دیا ہوتا۔"

"میں نے دُہرے کو چھوا تک نہیں، سچ کہتا ہوں کہ نہیں چھوا۔"

"تم لڑکے پر ظلم کیوں کرتے ہو؟" تیمورزن نے مجمع کے درمیان سے گزر کر آگے بڑھتے ہوئے پوچھا

"تم سے کوئی مطلب نہیں ہے۔" خودولئیف نے بگڑتے ہوئے کہا۔

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں کہ تم لڑکے پر ظلم کیوں کرتے ہو؟"

"اور میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ جھگڑا بڑھنے سے پہلے ہی تم یہاں سے کھسک جاؤ۔ سوشلسٹ خدائی

فوجدار! ایسے ذلیل کیڑے کو جان سے مار دینا ہی اچھا ہو گا۔ اس نے تو میرا دُھرا ہی توڑ دیا تھا۔ اسے تو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ ابھی تک زندہ ہے۔ شیطان، میں نے تو صرف ذرا اس کے کان مسلے تھے اور بال کھینچے تھے۔"

"تو تمھارے خیال میں ایسا کرنے پر اس کی گردن مار دینی چاہیئے۔ تمھیں واقعی اپنے وجود پر شرم آنی چاہیئے۔ تم ایک پُرانے نوزین ہو، تمھارے بال سفید ہو چکے ہیں لیکن تمھیں ابھی تک عقل نہیں آئی ہے۔"

"بھاگ جاؤ، میں تم سے کہتا ہوں کہ صحیح سلامت یہاں سے کھسک جاؤ۔ میں تمھارا بھیجا پلپلا کر دوں گا، او کُتّے کے پلے، تو مجھے نصیحتیں کر رہا ہے۔ او ذلیل انسان تو ریل کی پٹڑیوں پر اپنے باپ کی نظروں کے سامنے پلا بڑھا ہے، میں تیری ماں کو جانتا ہوں جو ایک پھوہڑ، ذلیل اور آوارہ عورت تھی۔"

اس کے بعد جو کچھ بھی ہوا وہ ایک ہی منٹ کے اندر ختم ہو گیا۔ قریب ہی، بنچ پر اولاراور لوہے کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے اور ان دونوں کے جو کچھ بھی ہاتھ پڑا انھوں نے اٹھا لیا۔ اگر مجمع کے آدمیوں نے فوراً بڑھ کر انھیں علیحدہ نہ کر دیا ہوتا یقیناً ایک دوسرے کو مار ڈالتے۔ خودو لیئف اور تیورزن سر جھکائے کھڑے ہوئے تھے ان کی پیشانیاں ایک دوسرے کو چھو رہی تھیں۔ ان کے چہرے زرد تھے اور آنکھوں سے خون ٹپک رہا تھا غصہ کی زیادتی کی وجہ سے ان کے منہ سے ایک لفظ تک نہیں نکل رہا تھا۔ لوگوں نے پیچھے سے ان کے بازو مضبوطی سے پکڑ رکھے تھے۔ دو ایک مرتبہ انھوں نے آزاد ہونے کی کوشش کی اور ایسا کرنے کے لئے انھوں نے اپنے بدن کو جھٹکے دیئے اور اپنے ان ساتھیوں کو گھسیٹنے کی کوشش کی جو انھیں لپٹے ہوئے تھے ان کی جیکٹ اور قمیصوں کے بُک اور بٹن ٹوٹ گئے اور ان کے لباس شانوں پر سے اُتر گئے۔ ان کے چاروں طرف برابر شور مچا ہوا تھا۔

"چھینی! چھینی اس سے چھین لو، وہ اس کا سر پھاڑ دے گا۔ پوتیرے، بوڑھے آدمی اب غصہ تھوک دو ورنہ ہم تمھارا بازو توڑ دیں گے! آخر ہم ان کے ساتھ اس اُچھل کود میں شریک کیوں ہیں۔ دونوں کو کھینچ کر ایک دوسرے سے الگ کر دو اور تالے میں بند کر کے یہ قصہ ختم کرو۔"

تیورزن نے بلا کی طاقت و جدوجہد کے ساتھ ایکدم ان دونوں آدمیوں کو جھٹکا دے کر الگ کر دیا۔ جو اس سے چمٹے ہوئے تھے اور دروازے کی طرف دوڑا۔ وہ بھی اس کے پیچھے دوڑے

مگر یہ دیکھ کر کہ اس نے اپنا ارادہ بدل دیا انھوں نے اسے چھوڑ دیا۔ دروازہ زور سے بند کرکے وہ باہر نکلا اور پیچھے مڑکر دیکھے بغیر وہ وہاں سے بھاگ نکلا۔ موسم خزاں کی نم آلود رات تھی۔ اور وہ بڑبڑا رہا تھا۔ "تم ان کی مدد کرنے کی کوشش کرتے ہو اور وہ تم پر چاقو لے کر دوڑتے ہیں۔" راستہ چلتے ہوئے وہ اس سے بھی بے نیاز تھا کہ وہ کدھر جا رہا ہے۔

ذلت و رسوائی، دھوکہ اور فریب کی یہ دنیا جس میں ایک ضرورت سے زیادہ مالدار عورت کی یہ ہمت کہ وہ مزدوروں کے ایک پورے ہجوم کو گھور کر دیکھے اور ان پر رعب ڈالے اور جہاں ایک ایسے نظام میں شراب سے بے حال ہو جانے والا مزدور اپنے ساتھیوں کو ایذا پہنچا کر مسرت محسوس کرے۔ اب یہ دنیا اس کی نظر میں پہلے سے بھی زیادہ قابل نفرت تھی۔ وہ تیزی کے ساتھ بے قدم اٹھا رہا تھا جیسے کہ اس تیزی کے سبب دنیا کے نظام میں وہی توازن اور ہم آہنگی پیدا ہو جائے گی جو اس کے خیال میں اس وقت مفقود تھی۔ اسے معلوم تھا کہ ان کی گذشتہ چند روز کی تمام جدوجہد۔ لائن کی تمام مصیبتیں، جلسوں میں تقریریں۔ ہڑتال کا فیصلہ ــــ جس پر ابھی عمل نہیں ہوا لیکن جو ابھی منسوخ بھی نہیں کیا گیا تھا ــــ ان کے طویل سفر کی مختلف منزلیں ہیں۔

لیکن اس وقت تو وہ اتنا جوش میں تھا کہ ذرا بھی سستائے بغیر راستے بھر دوڑنا چاہتا تھا۔ اسے کچھ خبر نہیں تھی کہ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا کہاں جا رہا ہے لیکن اس کے پیروں کو معلوم تھا کہ وہ اسے کہاں لے جا رہے ہیں۔

تیورزن کو کافی تاخیر کے ساتھ معلوم ہوا کہ اینی توف کے ساتھ خفیہ پناہ گاہ سے اس کی روانگی کے بعد ہی ہڑتال کمیٹی نے اسی رات ہڑتال شروع کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ انھوں نے اسی وقت یہ بھی فیصلہ کیا کہ ان میں سے کون کہاں جائے گا۔ اور کن لوگوں کو باہر آنے کے لئے کہا جائے گا۔ عین اس وقت جبکہ انجنوں کی مرمت کے ورکشاپ کی سیٹی بجی تیورزن نے محسوس کیا کہ یہ آواز اس کے دل سے نکل رہی ہے جو پہلے ذرا بھاری تھی مگر بعد میں بالکل صاف ہو گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی ڈپو اور مال گودام سے مزدور نکل کر باہر جمع ہو گئے۔ بعد میں بوائیلر روم کے مزدور بھی ان سے آملے۔ انھوں نے تیورزن کے اشارہ پر کام چھوڑ دیا تھا۔

(۷)

تیورزن کئی سال تک یہی سمجھتا رہا کہ اس رات صرف اس نے لائن پر کام اور ٹریفک کو رکوا دیا

تھا۔ مگر ایک عرصہ بعد جبکہ ہڑتال میں شرکت کے الزام میں۔ ہڑتال کرانے کے الزام میں نہیں۔ اس پر مقدمہ چلا اس وقت اسے صحیح بات معلوم ہوئی۔

لوگ دوڑے ہوئے باہر آتے اور پوچھتے "یہ سب لوگ کہاں جا رہے ہیں؟" "اس اشارہ کا مطلب کیا ہے؟" "تم بہرے تو نہیں ہو؟ اندھیرے سے آئے ہیں" "آگ لگ گئی۔ سنو۔ یہ خطرہ کی گھنٹی بجا رہے ہیں۔ وہ ہم سے آگ بجھانے کو کہہ رہے ہیں" "لیکن آگ کہاں ہے؟" "آگ ضرور لگی ہے کہیں ورنہ پھر انھیں خطرہ کی گھنٹی بجانے کی کیا ضرورت تھی" ایک کے بعد دوسرا۔ اسی طرح دروازے کھلتے اور بند ہوتے رہے۔ لوگ باہر آ گئے اور آوازیں آئیں "آگ" "اس احمق کی سنو ذرا۔ اب یہ ہڑتال ہے سمجھے یا نہیں۔ یہ ذلیل کام کرنے کے لئے اب یہ دوسرے لوگوں کو لے آئیں۔ چلو چلا! ہم چلیں" لوگ جوق در جوق اس ہجوم میں شامل ہوتے رہے ریلوے کے مزدوروں نے ہڑتال کر دی تھی۔

تیمرزن دو دن کے بعد گھر لوٹا اس کی ڈاڑھی بڑھی ہوئی تھی اور آنکھیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں۔ سردی سے وہ اکڑا جا رہا تھا سال کے اس وقت غیر متوقع طور پر سردی شروع ہو گئی تھی اور تیمرزن نے سردی کا لباس نہیں پہن رکھا تھا چونکہ جمال الدین اسے دروازے پر ملا۔

"شکریہ مسٹر تیوزن" اس نے ٹوٹی پھوٹی روسی زبان میں کہا۔ "آپ نے بوستیکا کو بچا لیا میں ہمیشہ آپ کے لئے دعا کروں گا۔"

جمال الدین تم پاگل ہو۔ مختصر بات کرو۔ اور جو کچھ کہنا ہے جلد کہو۔ تم دیکھ نہیں رہے ہو کتنی سردی پڑ رہی ہے۔"

"تمھیں سردی کیوں لگ رہی ہے؟ تم جلد گرم ہو جاؤ گے۔ میں نے اور تمھاری ماں نے کل اچھی قسم کی سوکھی ہوئی کافی لکڑی خرید رکھی ہے۔"

"شکریہ جمال الدین اگر کوئی اور بات رہ گئی ہو تو اسے بھی جلدی بتا دو میں سردی سے ٹھٹھر رہا ہوں۔"

"میں تم سے کہنا چاہتا تھا کہ رات گھر پر نہ گذارو۔ پولیس یہاں یہ پوچھتی ہوئی آئی تھی کہ گھر پر کون آیا تھا۔ میں نے کہا کوئی نہیں۔ پھر مجھے اطمینان ہوا۔ میں نے کہا ریلوے کے لوگ آئے تھے لیکن کوئی اجنبی نہیں آیا۔"

"تیوزن کی شادی نہیں ہوئی تھی وہ اپنی ماں اور چھوٹے بھائی کے ساتھ رہتا تھا جس کی شادی

ہو چکی تھی۔ عمارت ہولی ٹرینٹی کے قریبی چرچ کی تھی۔ اس میں کچھ پادری خوانچہ والوں کی دو انجمنیں ایک قصائیوں کی انجمن اور دوسری سبزی فروشوں کی انجمن تھی۔ لیکن ان میں زیادہ تر ماسکو برسیٹ ریلوے کے ملازم تھے۔ یہ مکان پتھر کا تھا۔ صحن کے چاروں طرف لکڑی کے تختے بچھا کر راستہ بنایا گیا تھا اور اس میں سے ٹوٹی پھوٹی سیڑھیاں اوپر کو جاتی تھیں۔

تیورزن کا بھائی جبری طور پر فوج میں بھرتی کر کے لڑائی پر بھیجدیا گیا تھا۔ وہ وفانکا ڈیمں زخمی ہو گیا تھا اور اب کراسنو یارسک کے ہسپتال میں زیر علاج تھا۔ اس کی بیوی اور دو لڑکیاں اسے دیکھنے اور گھر لانے وہاں گئی ہوئی تھیں۔ تیورزن کے خاندان کے لوگ شروع ہی سے ریلوے میں ملازم تھے اس لئے وہ پورے روس میں سرکاری پاس پر سفر کرتے تھے۔ فلیٹ پرسکون تھا اور اس وقت وہاں صرف تیورزن اور اس کی ماں تھی۔

وہ دوسری منزل پر تھا سامنے کے دروازے کے قریب پانی کا ایک بڑا برتن رکھا ہوا تھا جسے بھشتی روز باقاعدگی کے ساتھ بھر جاتا۔ تیورزن جب اوپر آیا تو اس نے دیکھا کہ برتن کے اوپر کا ڈھکنا ایک طرف کو ہٹا ہوا ہے اور پانی کی جمی ہوئی سطح پر ٹین کا ایک ڈونگا رکھا ہوا ہے۔ پروف ضرور اس وقت گھر پر ہو گا اس نے دل ہی دل میں سوچا۔ پروف آفانازیوچ سوکولوف چرچ میں مقدس گیت گانے کا کام کرتا تھا اور تیورزن کی ماں کا رشتہ دار تھا۔

تیورزن نے برف پر سے ڈونگا اٹھایا اور دروازہ کھولا۔ اسے فوراً باورچی خانے کی گرم گرم ہوا اور کھانے کی خوشبوئیں محسوس ہوئیں۔

"ماں تم نے خوب آگ جلا رکھی ہے اندر کتنا گرم اور اچھا ہے۔"

ماں نے گردن اٹھا کر بیٹے کو دیکھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"ابھی کوئی کامیابی نہیں ہوئی" اس نے آہستگی سے کہا۔ "ماسکو سے وارسا تک ریلوے لائن پر ہڑتال شروع ہو گئی ہے۔"

"میں جانتی ہوں اسی لئے میں رو رہی ہوں۔ وہ اب تیرے پیچھے ہوں گے۔ تجھے پکڑنا چاہیں گے"

"وہ جو مجھارا ہوتے ہے نا۔ اس نے میرا سر تقریباً توڑ ہی ڈالا تھا۔"

اس نے اپنی ماں کو بہلانے کی کوشش کی لیکن ماں نے سنجیدگی سے کہا: "کپڑے نیکال اس پر بہنا

گناہ ہے۔ تمھیں اس بدنصیب سے ہمدردی ہونی چاہیئے۔"

"انتی پوف کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ پولس رات کو اس کے گھر آئی۔ اس کے فلیٹ کی تلاشی لی تمام چیزیں الٹ پلٹ کر رکھ دیں اور آج صبح اسے گرفتار کر لے گئی۔ اس کی بیوی ڈاریا میعادی بخار میں مبتلا اسپتال میں پڑی ہوئی ہے اور ان کا بچہ پاشا جو اسکول میں ہے اپنی گونگی خالہ کے ساتھ گھر میں اکیلا رہ گیا ہے۔ ان سے فلیٹ خالی کرایا جا رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہم بچے کو اپنے پاس رکھ لیں۔ پروف کی کیا رائے ہے؟"

"تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ آیا ہوا ہے؟"

"میں نے ابھی دیکھا ہے کہ پانی کا برتن کھلا پڑا ہے اور اس کے اوپر ڈونگا پڑا ہوا ہے۔ میں سمجھ گیا کہ یہ پروف ہی کی حرکت ہو سکتی ہے۔"

"کیپرنیکا تم کتنے تیز ہو۔ ہاں وہ پروف افانازیوچ کچھ لکڑیاں مانگنے آیا تھا۔ میں دینے والے دیں اسے میں تو بالکل ہی بھول گئی۔ کیپرنیکا تمھیں معلوم ہے پروف کیا خبر لایا تھا؟ — زار نے ایک منشور پر دستخط کر دیئے ہیں جس سے ہماری کایا پلٹ ہو جائے گی۔ ہر آدمی کے ساتھ اچھا سلوک ہوگا کسانوں کو زمینیں دی جائیں گی، ہم میں اور بڑے لوگوں میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ پروف کہتا تھا کہ اس پر دستخط ہو چکے ہیں بس اس کا اعلان ہونا باقی ہے۔ سینو نے گرجا میں شکرانے یا نہ جانے کس کی دعا مانگنے کو کہا ہے۔ اس نے مجھے بتایا تھا لیکن میں بالکل بھول گئی۔

(۸)

پاشا انتی پوف جس کے باپ کو ہڑتال کے ایک منتظم کی حیثیت سے گرفتار کر لیا گیا تھا۔ تیوریزن خاندان کے ساتھ رہنے کے لئے چلا گیا۔ وہ ایک صاف ستھرا لڑکا تھا جس کے نقش و نگار سادہ تھے، اس کے بال سرخ تھے اور وہ عین درمیان سے مانگ نکالتا۔ بالوں کو ہمیشہ کنگھے سے ٹھیک کرتا اور اپنے لباس کی تکمیل یا پیٹی پر اسکول کا بیج ٹھیک کرتا رہتا۔ اسمیں مزاح سے لطف اندوز ہونے اور چیزوں کو دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت موجود تھی جب وہ ہوشیاری کے ساتھ ان تمام چیزوں کی نقل کرتا جو اس نے دیکھی یا سنی تھیں تو ہنستے ہنستے لوگوں کے پیٹ میں بل پڑ جاتے تھے۔

۱۷ اکتوبر کے منشور کے فوراً بعد ہی مختلف انقلابی جماعتوں نے ایک بڑے مظاہرہ کا اعلان کیا اس کا راستہ نائیور گیٹ سے شہر کے دوسری طرف کالوگا گیٹ تک تھا۔ لیکن یہ معاملہ ویسا ہی تھا جیسے بہت سے باورچی مل کر شوربہ خراب کر دیتے ہیں۔ مظاہرہ کا منصوبہ بنانے والے آپس ہی میں لڑ پڑے

اور یکے بعد دیگرے مظاہرے سے علیحدہ ہو گئے۔ پھر یہ معلوم ہونے پر کہ مقررہ صبح کو مجمع بہر حال ہو گیا تھا انھوں نے جلدی سے اپنے نمائندے مظاہرے کی قیادت کرنے کے لئے بھیج دیئے۔

اگرچہ تویر زن نے اسے باز رکھنے کی بہت کوشش کی لیکن اس کے باوجود اس کی ماں مظاہرین میں جا کر شامل ہو گئی اور خوش مذاق و ملنسار پاشا بھی اس کے ساتھ چلا گیا۔

نومبر کا یہ ایک خشک دن تھا آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے اور برف کے گالے ایک ایک کر کے آہستہ آہستہ فضا میں چکر کھاتے ہوئے نیچے پختہ فرش پر گر کر جم جاتے تھے۔ سڑک پر لوگ جوق در جوق چلے آ رہے تھے۔ ہر طرف ایک زبردست ہجوم تھا۔ وردی بھرے گرم کوٹ اور بھیڑ کی کھال کی ٹوپیاں، مرد اور عورتیں، طالب علم، بوڑھے بچے پوستین پہنے ہوئے ریلوے کے ملازمین ٹرالی ڈپو اور ٹیلیفون ایکس چینج میں کام کرنے والے مزدور جو گھٹنوں تک کے جوتے اور چمڑے کی جیکٹیں پہنے ہوئے تھے۔ لڑکیاں اور اسکول کے لڑکے غرضیکہ ہر طبقہ اور درجہ کے لوگ وہاں موجود تھے۔ وہ لوگ کچھ دیر تک "مارسیلز" "ورشاویانکا" اور دوسرے انقلابی گیت گاتے رہے۔ پھر ایک آدمی جو اپنی ٹوپی ہاتھ میں لئے ہوئے جلوس کے آگے آگے گاتا ہوا اچھل رہا تھا گھوم پڑا۔ اس نے اپنی ٹوپی سر پر رکھی اور سننے لگا کہ اس کے پاس دوسرے لیڈر کیا کہہ رہے تھے گانا بدنظمی کے ساتھ ختم ہو گیا۔ اب برف جمے پتھریلے فرش پر لاتعداد جوتوں کی کھٹ کھٹ سنی جا سکتی تھی۔

لیڈروں کو اپنے ہمدردوں کی جانب سے یہ پیغام ملا تھا کہ آگے سڑک پر قازق سپاہی جلوس پر حملہ کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ یہ اطلاع ٹیلیفون پر نزدیک کے ایک دواخانہ میں دی گئی تھی۔ "تو اس سے کیا ہوتا ہے؟" منتظمین نے کہا۔ "ہمیں چاہیئے کہ ہم پرسکون رہیں اور اپنے آپ کو قابو میں رکھیں، یہی خاص بات ہے، ہمیں سامنے آنے والی سب سے پہلی سرکاری عمارت پر قبضہ کر لینا چاہیئے اور لوگوں کو تنبیہ کر کے منتشر ہو جانا چاہیئے۔" اب یہ بحث شروع ہو گئی کہ کونسی عمارت میں جانا چاہیئے۔ کچھ لوگوں نے تجارتی ملازمین کی سوسائٹی کا نام لیا، دوسروں نے ٹیکنیکل اسکول کا اور بعض لوگوں نے غیر ملکی خط و کتابت کے اسکول کی تجویز پیش کی۔ وہ لوگ بحث کرتے ہوئے ایک اسکول کی عمارت کے نکڑ پر پہنچ گئے جو دوسری متذکرہ عمارتوں کی طرح بالکل محفوظ تھی۔

جب وہ دروازہ کے قریب پہنچے تو لیڈر ایک طرف گھوم کر پورچ کی سیڑھیوں پر چڑھ گئے

جو نیم دائرہ کی شکل میں بنی ہوئی تھی اور جلوس کے آگے آگے چلنے والوں کو اشارے سے رُک جانے کے لئے کہا۔ دروازے کھل گئے اور جلوس اندر ہال میں داخل ہو کر اوپر سیڑھیوں پر چڑھ گیا۔

"بڑے ہال میں، بڑے ہال میں" پیچھے سے کچھ لوگوں نے چلا کر کہا مجمع برابر آگے بڑھتا رہا اور برآمدوں اور کلاسوں میں پھیل گیا۔ آخر کار جب لیڈر انھیں اکٹھا کر کے بڑے ہال لے جانے میں کامیاب ہو گئے تو انھوں نے کئی مرتبہ انھیں چھاپہ کے بارے میں خبردار کرنے کی کوشش کی لیکن کسی نے ان کی ایک نہیں سنی، جلوس کے رکنے اور ایک عمارت کے اندر داخل ہونے کا مطلب یہ لیا گیا کہ یہ جلسہ میں شرکت کی دعوت ہے اور درحقیقت جلسہ فوراً ہی شروع ہو گیا۔

اتنی دور چلنے اور گلنے کے بعد لوگوں کو اس بات کی خوشی تھی کہ وہ کچھ دیر خاموش بیٹھ سکیں گے اور پھر جگہ دوسروں کو کام کرنے اور چیخنے چلانے کا موقع دے سکیں گے۔ مجمع نے باقی لوگوں کا خیر مقدم کیا اور مقررین کے معمولی اختلافات کو نظر انداز کر دیا جو تمام اہم معاملات میں ایک دوسرے سے متفق تھے آخر میں جلسے کے بدترین مقرر کی تقریر پر سب سے زیادہ تالیاں پیٹی گئیں۔ لوگوں نے اس کی تقریر سننے کی کوئی کوشش نہیں کی اور محض اس کے ہر جملہ پر نعرے لگاتے رہے۔ کسی شخص نے دخل در معقولات کی پرواہ نہیں کی اور ہر شخص نے بے چینی کے ساتھ اس کی تقریر کے ایک ایک لفظ سے اتفاق کیا۔ "شرم شرم" کے نعرے لگائے گئے، ایک احتجاجی تار کا مسودہ تیار کیا گیا اور اچانک مجمع جو مقرر کی بھنبھناتی ہوئی آواز سنتے سنتے اکتا گیا تھا اُٹھ کھڑا ہوا۔ سارا مجمع مقرر کو فراموش کرتے ہوئے قطار در قطار ہال سے باہر نکلا اور سیڑھیوں پر سے اُتر کر سڑک پر چلا گیا۔ جلوس پھر روانہ ہو گیا۔

جس وقت جلسہ ہو رہا تھا باہر برف گرنی شروع ہو گئی تھی، سڑک سفید ہو رہی تھی اور برف باری برابر شدت اختیار کرتی جا رہی تھی۔ جب گھوڑ سوار فوجیوں نے حملہ کیا تو جلوس کے عقب میں چلنے والوں کو پہلے اس کا کوئی علم نہیں ہو سکا۔ ان کے کانوں میں ایک ابھرتی ہوئی آواز آئی جیسے کوئی بہت بڑا مجمع "ہرا" کا نعرہ لگا رہا ہو اور "مدد!" اور "قتل!" کی منفرد آوازیں شور و پکار میں گم ہو کر رہ گئیں تقریباً اسی وقت گھوڑوں کے سر اور ایالیں اور تلواریں چمکاتے ہوئے سوار مجمع کے پھٹ جانے سے پیدا ہونے والے راستے میں نمودار ہوئے جیسے وہ ان آوازوں کے دوش پر چلے آ رہے ہوں اور پھر تیزی کے ساتھ خاموش بڑھتے ہوئے چلے گئے۔ نصف پلٹن گھوڑوں کو ہنکاتی ہوئی گزری، آگے

جا کر مڑی، اور نئے سرے سے منظم ہو کر جلوس کے عقبی حصہ پر حملہ کر دیا۔ قتل و غارتگری شروع ہو گئی

چند منٹ بعد سڑک تقریباً سنسان پڑی تھی۔ لوگ آس پاس کی سڑکوں پر منتشر ہو رہے تھے۔ برفباری اب ہلکی پڑ گئی تھی۔ مکانوں کے پیچھے غروب ہوتے ہوئے سورج کی کرنیں اس طرح پڑنے لگیں جیسے وہ سڑک پر پڑی ہوئی ہر سرخ چیز کی طرف انگلی سے اشارہ کر رہا ہو۔ گھوڑسوار فوجیوں کی ٹوپیاں جو اوپر سے سرخ تھیں، ایک سرخ جھنڈا جو سڑک پر پڑا ہوا تھا اور برف پر خون کے سرخ چھینٹے۔

ایک آدمی جس کی کھوپڑی پھٹ گئی تھی کراہتا ہوا فٹ پاتھ کے سہارے گھسٹ رہا تھا۔ گھوڑسوار فوجی جو لوگوں کو منتشر کرتے ہوئے سڑک کے دوسرے سرے تک چلے گئے تھے اب آہستہ آہستہ واپس آ رہے تھے۔ گھوڑوں کی ٹاپوں کے بالکل قریب مارفا تیورزینا جس کی شال اس کے سر کے پیچھے جا پڑی تھی ادھر سے ادھر بھاگ رہی تھی اور ساتھ ہی ساتھ "پاشا! " چلاتی جا رہی تھی۔

پاشا برابر اس کے ساتھ تھا اور جلسہ کے آخری مقرر کی نقلیں اتار کے اسے محظوظ کرتا رہا تھا لیکن گھوڑسوار دستوں کے حملہ کے بعد جو ہنگامہ ہوا اس میں غائب ہو گیا۔ ایک سوار نے مارفا کی پیٹھ پر بھی چابک مارا۔ اگرچہ اسے شدید ضرب نہیں لگی کیونکہ وہ موٹے کپڑے کا گرم کوٹ پہنے ہوئے تھی لیکن اس نے واپس جاتے ہوئے گھوڑسوار کو اپنا گھونسا دکھایا اس بات پر اپنی بیزاری ظاہر کرنے کے لیے کہ اس نے مجھ جیسی بوڑھی عورت پر بھی ہاتھ اٹھانے کی جرأت کی اور وہ بھی برسرعام وہ بے چینی اور اضطراب کے ساتھ ادھر ادھر دیکھ رہی تھی آخر کار خوش قسمتی سے اس نے سڑک کے اس پار لڑکے کو دیکھ لیا۔ وہ ایک پنساری کی دکان اور پتھر کے بنے ہوئے ایک مکان کے درمیان کھڑا ہوا تھا جہاں ایک سوار اتفاقیہ آنے جانے والوں کو روکے ہوئے تھا۔ وہ لوگوں کے خوف و ہراس سے لطف اندوز ہوتے ہوئے خوشی میں اپنے گھوڑے کو نچا رہا تھا۔ کبھی اسے مجمع کی طرف لاتا کبھی آہستہ آہستہ پیچھے ہٹاتا اچانک اس نے اپنے ساتھیوں کو واپس جاتے دیکھا اور آن کی آن میں وہ ان سے جا ملا۔

مجمع منتشر ہو چکا تھا۔ پاشا بہت دہشت زدہ تھا اور خوف کی وجہ سے اس کی زبان گنگ تھی وہ مارفا کو دیکھ کر اس کی طرف بھاگا۔ بوڑھی عورت گھر واپس جاتے ہوئے راستہ بھر بڑبڑاتی رہی ... مردود — قاتل — لوگ خوش ہیں کہ زار نے انھیں آزادی دیدی — لیکن یہ غنڈے اسے

برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں ہر چیز کو برباد کرنے پر تُلے ہوئے ہیں ہر بات کی دھجیاں بکھیرنی چاہتے ہیں۔

اسے نہ صرف سواروں پر بلکہ ساری دنیا پر حتیٰ کہ اپنے بیٹے پر بھی غصہ آ رہا تھا۔ جب وہ غصہ میں ہوتی تو اسے ایسا نظر آتا کہ جتنے ہنگامے ہو رہے ہیں وہ سب کمینوں بے ایمانوں اور بزدلوں کی غلطی کا نتیجہ ہیں۔ یہ احمق آخر چاہتے کیا ہیں انھیں شاید خود بھی معلوم نہیں جب شرارت کرنے پر آتے ہیں تو آپے میں بھی نہیں رہتے۔ بالکل اُس بگو اسی کی طرح ـــــ پاشا ـ میرے پیارے بچے مجھے پھر بتاؤ وہ کیسے تقریر کر رہا تھا۔ ہاں ذرا پھر سے اس کی نقل اتارو۔ ارے میں تو ملے ہنسی کے بے دم ہو جاؤں گی تم اس کی خوب نقل اتارتے ہو۔"

گھر پہنچ کر وہ اپنے بیٹے پر برس پڑی ـــ کیا میری اب یہ عمر ہے کہ ایک احمق گھوڑ سوار میری پیٹھ پر چابک مارے؟ "لیکن اماں تم مجھ سے کیوں بگڑ رہی ہو۔؟ کیا میں قازقوں کا کپتان ہوں یا پولیس افسر؟

(۹)

نکولائی نکولائیوچ نے اپنے دریچہ سے مظاہرین کو دیکھا جو بھاگ گئے تھے۔ وہ یہ دیکھ رہا تھا کہ کہیں یورا تو ان میں نہیں ہے لیکن بھاگتے ہوئے مظاہرین میں اسے اپنا کوئی دوست نظر نہیں آیا۔ البتہ اتنا یاد پڑتا ہے کہ دردوف کے خاندان کے ایک لڑکے پر اس کی نظر پڑی تھی لیکن اس کا نام اسے یاد نہیں آ رہا تھا۔ وہی ہنگامہ باز جس کے کندھوں میں سے ابھی حال ہی میں گولی نکالی گئی تھی اور اب پھر وہ ایسی جگہوں پر منڈلاتا پھرتا جہاں اس کا کوئی کام نہیں تھا۔

نکولائی نکولائیوچ اسی موسم خزاں میں پیٹرز برگ سے آیا تھا۔ ماسکو میں اس کے پاس کوئی مکان نہیں تھا اور ہوٹل میں رہنا بھی اسے پسند نہ تھا۔ اس لئے وہ اپنے ایک دور کے رشتہ دار سوین ٹیٹکی کے ہاں قیام پذیر تھا۔ انھوں نے اسے دوسری منزل پر کنارے کا ایک کمرہ دے رکھا تھا

سوین ٹیٹکی کی بیوی سے کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا تھا۔ اور یہ دو منزلہ مکان جو اس کے [illegible] نے ایک زمانہ پہلے ڈول گورکی شہزادوں سے کرائے پر لیا تھا ان کے لئے بہت بڑا تھا۔ یہ مکان مختلف طرز کی بے تکی عمارتوں کے بیچ میں واقع تھا۔ یہ تمام جائداد ان شہزادوں کی

ان عمارتوں کے تین صحن تھے اور ایک باغ تھا۔ ان کے گرد تین طرف گلیاں تھیں اور ان تمام عمارتوں کے علاقہ کو فلور ٹاؤن کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

چار کھڑکیوں کے باوجود مطالعہ کے کمرہ میں اندھیرا اندھیرا سا رہتا تھا۔ کمرہ کتابوں کاغذوں قالینوں اور تصویروں سے بھرا ہوا تھا اس کے آگے نصف دائرہ کی شکل کا ایک چھجہ نکلا ہوا تھا بالکونی کا دروازہ سردی کی وجہ سے بند کر دیا گیا تھا۔ بالکونی کے دروازہ اور دو کھڑکیوں سے دور کا منظر دیکھا جا سکتا تھا۔ ریلوے لائن دور تک پھیلی ہوئی تھی اس کے ساتھ ساتھ مکانوں کی بے ترتیب قطاریں تھیں اور تار لگے ہوئے تھے۔ باغ سے ارغوانی سائے کمرے پر پڑتے تھے۔ درخت برف سے ڈھکے ہوئے تھے ان کی شاخیں ایسی ہو رہی تھیں جیسے سفید، موم بتیاں ۔ درخت ان کے بار سے جھکے جا رہے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنا بوجھ کمرہ کی چھت پر اتار دینا چاہتے ہیں۔

نکولائی نکولائیوتچ کھڑا دور نظریں گاڑے ہوئے تھے۔ وہ پیٹرزبرگ میں گذاری ہوئی پچھلی سردیوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ گیوں گورکی۔ وزیر اعظم ریٹے سے ملاقات جدید نیشن ایبل مصنفین۔ اس پاگل خانہ سے فرار ہو کر وہ سکون کی تلاش میں یہاں آیا تھا تا کہ اپنی وہ کتاب لکھ سکے جو اس کے ذہن میں تھی ۔ لیکن وہ زیادہ ہنگامہ خیز ماحول میں پھنس گیا تھا۔ ہر روز لیکچر ۔ عورتوں کے لئے یونیورسٹی کے کورس مذہبی فلسفیانہ انجمنیں اور ادارے ریڈ کراس اور ہڑتال کے فنڈ۔ ان ہنگاموں میں اپنے لئے اس کے پاس فرصت کا ایک لمحہ بھی نہیں تھا ۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ سوئٹزرلینڈ چلا جائے ۔ دور جنگلوں میں ۔ جھیلوں کے کنارے جہاں پہاڑ ہوں اور آسمان ہو ۔ سکون کی خاطر۔

نکولائی نکولائیوتچ کھڑکی سے مڑا۔ اس کا دل چاہا کہ باہر نکلے۔ یا تو کسی سے ملے یا ایسے ہی ٹہل آئے۔ لیکن اسے یاد آیا کہ ٹالسٹائی کا معتقد ویودوشینوف کسی کام سے اس کے پاس آنے والا ہے۔ وہ کمرے میں ٹہلتا رہا اسے اپنے بھانجے کا خیال آگیا۔

---

ل ایک پادری جس کے بارے میں خیال تھا کہ ایک انقلابی لیڈر ہو لیکن بعد میں یہ خیال پھیلا اور پولیس کا ایجنٹ قرار دیا گیا

جب نکولائی نکولائیوِچ والگا پر اپنی آرام گاہ سے واپس لوٹا تھا تو اس نے یورا کو ماسکو میں چھوڑ دیا تھا جہاں اس کے کئی رشتہ دار تھے — ویدینیاپن — اوستروملینسکی۔ سیلیاوِن۔ میکائیس۔ سوِنتسکی اور گرومیکو کے خاندان۔ یہ سب رشتہ داروں کے گھرانے تھے۔

یورا کو پہلے آستروملینسکی کے ہاں ٹھہرایا گیا تھا جو ضرورت سے زیادہ باتیں کرتا تھا اور پوری برادری میں فیدکا کے نام سے مشہور تھا۔ فیدکا گناہ آلود زندگی بسر کر رہا تھا اور خود بنے بنائے نظام کو درہم برہم کرنے والا اور ترقی پسند خیالات کا علمبردار سمجھتا تھا۔ وہ اپنے رشتہ دار کے اعتماد کو حق بجانب ثابت نہیں کر سکا۔ اسے یورا کی تعلیم و تربیت کے لئے جو رقم دی گئی تھی وہ اسے بھی کھا گیا جس کی وجہ سے یورا کو گرومیکو کے ہاں منتقل کر دیا گیا۔ یہ بڑا علم دوست خاندان تھا اور ابھی تک وہیں قیام پذیر تھا۔ گرومیکو کے گھر کا ماحول یورا کے لئے بڑا موزوں ہے۔" نکولائی نکولائیوِچ نے سوچا۔ ان کی بیٹی تونیا یورا کی ہم عمر ہی ہے۔ اور میشا گورڈن بھی ان کے ہاں رہتا ہے جو یورا کا دوست اور ہم جماعت ہے۔

نکولائی نکولائیوِچ نے سوچا کہ یہ تینوں بھی عجیب مسخرے ہیں۔ تینوں "دی مینِنگ آف لو" اور "دی کریوٹزر سوناٹا" میں کھوئے رہتے تھے۔ اور ان پر پاکیزگی عصمت اور عفت کی تلقین کا جنون سوار ہے یہ بات اگرچہ ٹھیک ہے لیکن اس سلسلے میں ان کے ہاں کوئی توازن نہیں رہا۔ کتنا بچپنا ہے ان میں کتنے بھولے ہیں۔ یہ لوگ کہ جنسی رجحانات کو جو انھیں پریشان کرتے ہیں "محض بیہودہ" اور عامیانہ سمجھتے ہیں۔ جنسی الفاظ ادا کرتے ہوئے شرم سے ان کے چہرے سرخ ہو جاتے ہیں۔

نکولائی نکولائیوِچ نے سوچا — اگر میں ماسکو میں ہوتا تو میں اس معاملہ میں ان کے خیالات کو اتنا آگے نہ بڑھنے دیتا۔ پاکیزگی ضروری ہے لیکن حدود کے اندر — اوہ! انیل فیوکٹیسٹووِچ۔ اندر آ جاؤ — اس نے آگے بڑھ کر اپنے مہمان کا خیر مقدم کیا۔

(۱۰)

ٹالسٹائی کے فیشن کی قمیص — چمڑے کی چوڑی بیلٹ — فیلٹ کے جوتے اور ڈھیلی ڈھالی پتلون پہنے جو گھٹنوں پر باہر نکلی ہوئی تھی ایک موٹا آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ دیکھنے میں آدمی اچھا تھا مگر کھویا کھویا سا۔ اس نے بغیر کمانی کی عینک لگا رکھی تھی جس کا فیتہ اس کی ناک کے قریب لہرا

رہا تھا۔ بڑے کمرہ میں اس نے اوور کوٹ اتار دیا۔ البتہ ابھی گلوبند نہیں اتارا تھا جو فرش پر لڑھکتا ہوا اس کے ساتھ آ رہا تھا۔ اس کی گول ٹوپی بھی ابھی اس کے ہاتھ میں تھی۔ ان رکاوٹوں کے باعث وہ نکولائی نکولائیوتچ سے نہ مصافحہ کر سکا اور نہ مزاج پرسی۔

اس نے "اُم۔ م۔ م" کی سی آواز نکالی اور عالم بیچارگی میں اس کے علاوہ اور کچھ نہ کہہ سکا۔ نکولائی نکولائیوتچ نے کہا۔ "یہ چیزیں جہاں جی میں آئے رکھ دیجئے۔" یہ سنتے ہی ویدویوتشوف میں پھر قوت گویائی آ گئی اور وہ سنبھل گیا۔

وہ ٹالسٹائی کے ایسے پیرؤکاروں میں سے تھا جن کے دل و دماغ میں اس غیر معمولی ذہانت کے انسان کے تصورات ہمیشہ کے لئے جاگزیں ہو گئے تھے لیکن دراصل ان تصورات میں کوئی جان نہیں رہی تھی جواب بالکل کھوکھلے دکھائی دینے لگے تھے۔ وہ نکولائی نکولائیوتچ کو ایک جلسہ میں تقریر کی دعوت دینے آیا تھا جو کسی اسکول میں ان لوگوں کی امداد میں ہو رہا تھا جنھیں سیاسی بنا پر جلاوطن کر دیا گیا تھا۔

"میں پہلے ہی اسکول میں تقریر کر چکا ہوں۔"

"اپنے جلاوطنوں کی امداد میں؟"

"ہاں لیکن اب آپ کو دوبارہ اس سلسلہ میں تقریر کرنی پڑے گی۔"

نکولائی نکولائیوتچ نے تھوڑی دیر تک ہاں۔ نا۔ کی اور آخر کار مان گیا۔

بات ختم ہونے کے بعد نکولائی نکولائیوتچ نے اپنے مہمان کو زیادہ روکنے کی کوشش نہیں کی۔ اور مہمان بھی فوراً ہی چلا جاتا مگر اس نے سوچا کہ اس طرح چلے جانا کچھ مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ وہ روانگی سے قبل کوئی دلچسپ اور اچھی سی بات کرنا چاہتا تھا۔ اب جو بات چیت ہوئی وہ کشیدہ اور کچھ پریشان کن سی تھی۔

"اچھا تو تم زوال پذیر ہوتے جا رہے ہو۔ علم باطنی اور تصوّف کا شوق چرایا ہے۔"

"کیا مطلب ہے تمھارا؟"

"دیکھو تم اچھی طرح جانتے ہو۔ اس سے وقت ضائع ہوتا ہے۔ وہ دیہی کونسل یاد ہے نا؟"

"ہاں ہاں۔ کیوں نہیں۔ ہم دونوں نے مل کر کنویسنگ کیا تھا۔"

"دیہی اسکولوں اور ٹیچروں کے کالج کے لئے بھی ہم نے زبردست جدوجہد کی تھی۔ یاد ہے؟"

"ہاں۔ ہاں! یاد ہے۔ یہ لڑائی بہت شاندار تھی۔"

"اور پھر تم صحت عامہ اور معاشرتی بہبود میں دلچسپی لینے لگے۔ ٹھیک ہے نا؟"

"کچھ عرصے تک۔ ہاں۔ ٹھیک ہے؟"

"اور اب عوامی خیالات کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے۔ اب سورج جیسا بننے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم جیسا ایک سمجھدار آدمی جسے عوامی مسائل کا علم ہے ——— اچھا خیر چلو۔ کہیں میں تمھارا وقت تو ضائع نہیں کر رہا۔ تمھاری مقدس ہستی کو ناراض تو نہیں کر رہا؟"

"ان سب باتوں کا آخر کیا مطلب؟ آخر ہم بحث کس مسئلہ پر کر رہے ہیں؟ تمھیں میرے نظریات و خیالات کا کوئی علم نہیں۔"

"روس کو اسکولوں اور ہسپتالوں کی ضرورت ہے۔ تم جو باتیں کر رہے ہو ان کی نہیں۔"

"اس سے کون انکار کرتا ہے؟"

"کسانوں کے چیتھڑے لٹکے ہوئے ہیں۔ اور وہ بھوکے مر رہے ہیں۔"

غرضیکہ یہ گفتگو خواہ مخواہ طول پکڑتی گئی۔ اس کے باوجود کہ نکولائی نکولائیوچ کو معلوم تھا کہ یہ بحث بالکل بیکار ہے اس نے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ اشارت نگار مصنفین اسے کیوں پسند ہیں۔ پھر ٹالسٹائی کے اصولوں کا ذکر کرتے ہوئے اس نے کہا:

"ایک حد تک تو میں تمھارے ساتھ ہوں۔ لیکن ٹالسٹائی کہتا ہے کہ آدمی جس قدر خود کو وقفِ حسن کرتا ہے اتنا ہی وہ اچھائی سے دور ہٹ جاتا ہے...."

اور تمھارا خیال ہے کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ حسن دنیا کو بچا لے گا۔ یہی بات ہے نا؟ دوستو یفسکی۔ روزانوف[1]۔ پُراسرار ڈرامے۔ اور نہ جانے کیا کیا۔"

"ٹھہرو۔ میں بتاتا ہوں کہ میں کیا سوچتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ انسان کے اندر جو درندہ سویا ہوا ہے اسے اگر دھمکیوں سے مرعوب کیا جا سکتا ہے ——— کسی بھی قسم کی دھمکی۔ جیل کی یا موت کے بعد سزا و جزا کی ——— تو انسانیت کا سب سے بڑا نشان سرکس میں اپنے ہنٹر سے شیر کو سدھانے والے رنگ ماسٹر

---

[1] اس زمانہ کا ایک مصنف جو منفرد اور بیکتا نے روز گار طرزِ تحریر کا مالک تھا

کا ہوتا۔ اس پیغمبر کا نہیں جس نے خود کو قربان کر دیا۔ لیکن تم نہیں سمجھتے۔ یہی تو اصل بات ہے۔ جس چیز نے صدیوں تک انسان کو درندوں کی سطح سے بلند رکھا ہے وہ ڈنڈا نہیں بلکہ ایک اندرونی اور باطنی موسیقی ہے۔ یہ غیر مسلح صداقت کی ناقابل تسخیر طاقت ہے۔ جس کا مقابلہ کرنا ممکن نہیں۔ اس کے اسوۂ حسنہ کی زبردست کشش ہے۔ عام طور پر یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ انجیل مقدس میں جو چیزیں سب سے اہم ہیں وہ اخلاقی ضابطے اور احکامات ہیں لیکن میرے لئے سب سے اہم چیز یہ ہیں کہ یسوع مسیح جن اخلاقی حکایات یا تمثیلوں کا ذکر کرتے ہیں وہ زندگی سے لی گئی ہیں۔ وہ ہمیں سچ کا سبق۔ روزمرہ کی زندگی کے حقائق سمجھاتے ہوئے دیتی ہیں۔ اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ فانی مخلوق کا جذبۂ خیر سگالی کے ساتھ مل جل کر رہنا اسے غیر فانی بنا دیتا ہے اور اسی معنویت کے اعتبار سے یہ ساری زندگی ایک زبردست اشارۂ قدرت ہے۔"

"میری سمجھ میں ایک لفظ بھی نہیں آیا۔ تمھیں اس پر کتاب لکھنی چاہیے۔"

دیودوشوف کی روانگی کے بعد نکولائی نکولائیوچ بہت برہم ہوا۔ اسے اپنے آپ پر غصہ آ رہا تھا کہ اس نے اپنے بعض دلی خیالات اس بیوقوف کے سامنے اگل دیئے۔ اور اس پر ان کا ذرا بھی اثر نہیں ہوا۔ جیسا کہ اکثر اوقات ہوتا ہے اس کے بعد اس کی ناراضگی نے اپنا ہدف ملامت تبدیل کر دیا اسے ایک اور واقعہ یاد آ گیا۔

اس نے کبھی ڈائری نہیں رکھی۔ تاہم سال میں ایک دو مرتبہ جب اسے خاص طور پر کوئی بات سوجھتی تو وہ اسے ایک موٹی کاپی میں نوٹ کر لیتا۔ چنانچہ اس نے نوٹ بک نکالی اور اس میں جلی الفاظ کو لکھنے لگا۔ اس نے جو کچھ تحریر کیا وہ یہ ہے۔

"اس بیوقوف شینگر عورت نے سارا دن خراب کر دیا۔ وہ صبح آئی اور دوپہر کے کھانے تک رہی۔ پورے دو گھنٹے تک اس نے مجھے اوٹ پٹانگ نظم و نثر۔ موسیقی اور ستاروں کی الٹی سیدھی منطق اور چار عناصر کی آوازیں وغیرہ سنا کر بور کر دیا۔ میں مظلوم بنا ہوا اس کی خرافات سنتا رہا اور پھر میں نے اس سے درخواست کی کہ وہ یہ بکواس بند کر دے۔

اور اچانک میں سب کچھ سمجھ گیا۔ میں سمجھ گیا کہ اسی قسم کی نظمیں اتنی مہلک، اور ناقابل برداشت حد تک غلط کیوں ہوتی ہیں یہاں تک کہ "ناد دسٹ" میں بھی ایسا ہی ہے۔ پوری نظم مصنوعی معلوم ہوتی

ہے جس میں کوئی شخص دلچسپی نہیں لیتا موجودہ دور کے انسان کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جب وہ کائنات کے رازوں میں اُلجھ کر رہ جاتا ہے تو پھر وہ طبیعات کی طرف متوجہ ہوتا ہے مگر ھیسیبود کی شاعری میں دلچسپی نہیں لیتا۔

"اور اس کی وجہ صرف یہ نہیں ہے کہ اس صنف میں تاریخ کی غلطیاں ہوتی ہیں یا تاریخی واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جاتا ہے یا ان کی روحانیت ان عقدوں کو الجھا کر رکھ دیتی ہے جنھیں سائنس نے حل کیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس قسم کا فن روح لمحے اور موجودہ دور کے فن سے مطابقت نہیں رکھتا۔ تخلیق کے یہ نظریات قدیمی دور میں قدرتی تھے جبکہ دنیا کی آبادی اس قدر کم تھی کہ انسان اس وقت تک فطرت کے رازوں کو نہیں پا سکا تھا۔ دیوقامت مخلوق اس وقت بھی دنیا میں موجود تھی اور اژدہوں اور بڑے بڑے خوفناک سانپوں کی یاد لوگوں کے ذہن میں اس وقت تک تازہ تھی۔ قدرت نے اس قدر صاف طریقے پر پھیلے منہ پر طمانچہ مارا اور بھاری اتنی سخت پکڑی کہ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ شاید اس وقت تک دیوتاؤں کا وجود باقی تھا۔ یہ تاریخ انسانی کے شروع کے صفحات تھے اور محض ابتدا تھی۔

قدیم دنیا اپنی آبادی کو بڑھا لینے کی وجہ سے روم کے ساتھ ہی ختم ہو گئی۔

روم مانگے ہوئے دیوتاؤں اور مفتوح لوگوں کی منڈی تھا، زمین و آسمان جس کی دو منزلیں تھیں جہاں سونے سے طے ہوا کرتے تھے، غلاظت کا ایک ڈھیر جیسا کہ انتڑیوں میں جمع ہو جایا کرتا ہے، وہاں مختلف قوموں کے لوگ تھے، بغیر دھرے کے بھاری پہیے تھے، آنکھوں پر چربی چھائی ہوئی تھی لوگ ہم جنسی کے عادی تھے، جاہل شہنشاہ ہوا کرتے تھے اور مچھلیوں کو پڑھے لکھے غلاموں کا گوشت کھلا کر پالا جاتا تھا۔ اس وقت دنیا کی آبادی اتنی زیادہ تھی جتنی اس کے بعد آج تک کبھی نہیں ہوئی، یہ سب لوگ نظم کی وسیع تفریح گاہوں میں بھرے پڑے سڑ رہے تھے۔

اور پھر سونے اور سنگِ مرمر کی اس دنیا میں یسوع مسیح آئے جو مجسم روشنی اور چمک تھے اور ایک انسان کامل تھے ۔۔ اور جلیلی کے رہنے والے تھے۔ ان کے آتے ہی دیوتاؤں اور قوموں کا وجود ختم ہو گیا اور انسان وجود میں آیا ۔ انسان جو بڑھئی کا کام کرتا تھا۔ انسان جو ہل چلاتا تھا، انسان جو بھیڑیں چرایا کرتا تھا۔ انسان جو قطعی مغرور نہیں تھا، انسان جس کے گن ماؤں کی لوریوں میں گائے گئے اور ساری دنیا میں جس کی تصویریں آویزاں کی گئیں۔

(۱۱)

پیٹرزدوکا جہاں سڑک کے دونوں طرف ایک ہی طرز کے مکانات تھے جن کے دروازوں پر سنگ تراشی کے خوبصورت نمونے نظر آتے تھے، جہاں کتابوں کی دوکان تھی۔ لائبریری تھی، نقشہ نویس تھے، تمباکو کی خوبصورت دکان تھی، بہترین ریستوران تھا جس کے عقبی دروازہ پر گیس کی دو بتیاں بڑی بڑی دیوار گیروں میں آویزاں تھیں، ماسکو میں پیٹرزبرگ کا ایک حصہ معلوم ہوتا تھا۔

سردی کے موسم میں سڑک بالکل اجاڑ نظر آتی تھی اس کے باشندے منضبط کردار کے خوددار خوش حال اور آزاد پیشہ لوگ تھے یہاں وکٹر ایوڈی تو وتوح نے تیسری منزل پر شاندار مکان کرایہ پر حاصل کر لیا جہاں ایک چوڑے زینہ پر چڑھ کر پہنچا جاتا تھا۔ اس میں بلوط کے بھاری جنگلے لگے ہوئے تھے مکان کی مالکہ ایسا رشتہ دینا جسے اس کی پُرسکون پناہ گاہ کا نگران کہنا زیادہ بہتر ہوگا۔ اس کی نجی زندگی میں دخل دیئے بغیر اس کی پوری دیکھ بھال کیا کرتی تھی وہ اس جگہ کا انتظام نہایت خاموشی کے ساتھ کرتی یہاں تک کہ وہ نہ تو خود دکھائی دیتی اور نہ اس کی آواز سننے میں آتی تھی۔ وہ اس کے بدلے میں ایک باعزت انسان کی طرح اس کے جذبات کا پورا خیال رکھتا تھا جس کی اس جیسے شریف آدمی سے توقع کی جا سکتی تھی، وہ کبھی ایسے مہمانوں کی آمد برداشت نہیں کرتا تھا جن کی موجودگی سے مکان کی مالکہ کی پُرسکون زندگی میں خلل کا اندیشہ ہو۔ ان کے مکان میں خانقاہ جیسا سکوت پایا جاتا تھا۔ پردے کھچے ہوتے تھے اور ہر چیز ویسی ہی صاف شفاف دکھائی دیتی تھی جیسی کہ آپریشن کے کمرہ میں ہوا کرتی ہے۔

عام طور پر ہر اتوار کی صبح کو وکٹر ایوڈی تو وتوح اپنے بلڈاگ کے ساتھ پیٹرزدوکا پر ٹہلنے جایا کرتا تھا اور سڑک پر کسی موسیقار، اداکار اور جواری کانسٹنٹن الاریونووتچ بھی انھیں مل جاتا تھا۔ وہ کنزنسکی موسٹ کے کنارے ٹہلا کرتے اور ایک دوسرے کو بیہودہ کہانیاں سنایا کرتے تھے ایسا کرتے ہوئے وہ حقارت کے ساتھ ناک سے مختلف قسم کی آوازیں نکالتے اور بے شرمی کے ساتھ زور زور سے قہقہے لگایا کرتے جو ایک کتے کے بھونکنے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے تھے۔

(۱۲)

موسم بہار شروع ہو چکا تھا۔ پانی کے قطرے دھات سے بنی ہوئی نالیوں اور کارنسوں پر ٹپ ٹپ کی آواز کے ساتھ گر رہے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بہار کا موسم ہو۔ برف پگھل رہی تھی۔

لارا نے سارا راستہ گھبراہٹ کے عالم میں طے کیا اور یہ اسنے گھر پہنچ کر ہی محسوس کیا کہ اس کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا تھا۔

ہر شخص سو یا ہوا تھا۔ اسپر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو گئی اور اس بے خودی کے عالم میں وہ اپنی ماں کی ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھ گئی۔ وہ اس وقت بھی اپنا ہیل بکا ہوا ارغوانی لباس پہنے ہوئے تھی جو تقریباً سفید معلوم ہوتا تھا۔ اس نے ایک لمبی نقاب بھی ڈال رکھی تھی جو اس نے ورکشاپ سے شام کو پہننے کے لئے عاریتاً لی تھی۔ وہ آئینہ کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی جس میں اس کا عکس پڑ رہا تھا لیکن اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ پھر اس نے اپنے بازو ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ کر اپنا سر ان پر ٹکا دیا۔

اگر ماں کو اس کا علم ہو گیا تو وہ اسے مار ڈالے گی۔ وہ اسے مار ڈالے گی اور پھر اپنی جان دیدیگی یہ کس طرح ہو گیا؟ اب کیونکر ہو سکتا تھا؟ اب کچھ سوچنا لاحاصل تھا۔ اسے پہلے ہی سوچنا چاہیئے تھا۔

اب وہ کیا تھی؟ — ایک آوارہ عورت۔ وہ ایک ایسی عورت تھی جیسی فرانسیسی ناول میں ہوتی ہے اور کل وہ اسکول جائے گی اور ان دوسری لڑکیوں کے ساتھ بیٹھے گی جو اس کے مقابلہ میں چھوٹی بچیوں کی طرح تھیں۔ او خدا، او خدا! یہ کس طرح ہو گیا؟

کسی روز برسہا برس بعد، جب ممکن ہو سکے گا لارا اور لیا دینا کو بتا دیگی اور آدینا اسے لپٹا کر رونے لگے گی۔

کھڑکی کے باہر پانی کے قطرے ٹپ ٹپ کی آواز کے ساتھ گر رہے تھے اور برف پگھل رہی تھی سڑک پر کوئی شخص کسی ڈیوڑی کا دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا۔ لارا نے اپنا سر نہیں اٹھایا۔ اس کے شانے ہل رہے تھے وہ رو رہی تھی۔

## (۱۳)

"آہ، ایما ارنستوونا، یہ غیر اہم ہے، میں اس سے تنگ آ گیا ہوں۔" وہ درازیں کھولتا اور بند کرتا رہا چیزیں الٹ پلٹ کرتا رہا۔ کف اور کالر چاروں طرف قالین اور صوفے پر پھینکتا رہا حالانکہ اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ کیا چیز تلاش کر رہا تھا۔

اسے اس کی بہت سخت ضرورت تھی اور اس اتوار کو اس سے ملاقات کرنے کی کوئی صورت نہیں تھی وہ ایک ایسے جانور کی طرح جسے پنجرے میں بند کر دیا گیا ہو بوکھلایا ہوا کمرے میں ادھر سے ادھر چکر لگاتا رہا۔ اس کے غیر مرئی حسن اور خوبصورتی کی تو کوئی نظیر نہیں تھی ہوٹل کے کمرے کی دیوار

پراس کا سایہ اس کی معصومیت کے خاکہ کی مانند تھا۔ اس کی چولی اس کے سینہ پر اتنی مضبوطی کے ساتھ تنی ہوئی تھی جیسے کاڑھنے کے فریم پر کپڑا تانا جاتا ہے۔

وہ اپنی انگلیاں کھڑکی کے شیشے پر بجا رہی تھی اور اس کی آواز نیچے تارکول کی سڑک پر چلتے ہوئے گھوڑوں کے سموں کی آواز سے ہم آہنگ ہو رہی تھی۔ "لارا" اس نے اپنی آنکھیں بند کرتے ہوئے سرگوشی کی اور اس نے تخیل میں دیکھا کہ لارا کا سر اس کے ہاتھوں پر جھکا ہوا تھا، اس کی آنکھیں بند تھیں، وہ سو رہی تھی؛ وہ اس بات سے قطعی بے خبر تھی کہ وہ خود سوئے بغیر متواتر گھنٹوں تک اسے تکتا رہا تھا اس کے سیاہ بال بکھرے ہوئے تھے اور ان کی خوبصورتی اس کی آنکھوں میں ایسی ہی چبھن پیدا کر رہی تھی جس طرح دھواں بکھر جانے سے ہوا کرتی ہے اور اس کے دل پر قیامت ڈھا رہی تھی۔

اس کی اتوار کی چہل قدمی کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہو رہا تھا۔ وہ جیک کے ساتھ چند قدم ہمکتا ہوا گیا پھر رک گیا اور سوچنے لگا۔ کرنشکی موسٹ کے بارے میں ستا نیدی کے چٹکلوں کے بارے میں ان لوگوں کے بارے میں ستا نیدی کے بارے میں، ہر لوگوں کے بارے میں جن سے سڑک پر اس کی ملاقات ہوئی تھی نہیں یہ اس کی برداشت سے باہر تھا۔ وہ نا بس پلٹا کتے نے چونک کر ناپسندیدگی کے ساتھ اس کی طرف دیکھا اور بے دلی کے ساتھ دم ہلاتا ہوا اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔

"اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟" کوماروسکی نے سوچا: "مجھے کیا ہو گیا ہے؟ کیا یہ اس کے ضمیر کی آواز تھی، رحم کا احساس تھا یا ندامت تھی؟ یا وہ اس کی وجہ سے پریشان تھا؟ نہیں، وہ جانتا تھا کہ وہ گھر پر بخیریت تھی، پھر آخر وہ اس کا خیال اپنے دل سے کیوں نہیں نکال سکتا تھا!

وہ ٹہلتا ہوا اپنے گھر تک واپس گیا۔ سیڑھیوں پر چڑھا اور پہلی منزل عبور کی۔ کھڑکی کے شیشے پر بنے ہوئے رنگین نقش و نگار سے نکلنے والی روشنی کے رنگین دھبے اس کے قدموں پر پڑ رہے تھے۔ دوسری منزل پر چڑھتے ہوئے وہ بیچ میں رک گیا۔

اسے اس تھکا دینے والے پریشان کن موڈ کو ختم کر دینا چاہیے آخر وہ کوئی اسکول کا طالب علم تو نہیں تھا۔ اسے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ کہیں یہ لڑکی — جو محض ایک بچی تھی اور اس کے مرحوم دوست کی بیٹی تھی — ایک کھلونا بنے رہنے کی بجائے اس کے ہوش و حواس پر چھا نہ جائے۔ اسے اپنے ہوش و حواس مجتمع کر لینے چاہئیں۔ اسے اپنی ذات اور اپنی عادات کے

مطابق بن جانا چاہیے۔ ورنہ ہر چیز خاک میں مل جائے گی۔

کومارووسکی نے بلوط کا جنگلہ اتنی سختی کے ساتھ پکڑ لیا کہ اس کا ہاتھ دکھنے لگا۔ اس نے ایک لمحہ کیلئے آنکھیں بند کر لیں اس کے بعد مصمّم ارادے کے ساتھ واپس مڑ کر نیچے اتر گیا۔ نیچے اس کا کتا اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر اپنے مالک کی طرف محبت بھری نظروں سے دیکھا۔

کتے کو لڑکی سے نفرت تھی۔ اس نے اسکی جرابیں پھاڑ دی تھیں، اس پر بھونکا تھا اور دانت دکھائے تھے، وہ اس سے جلتا تھا جیسے اسے یہ اندیشہ ہو کہ وہ اس کے مالک میں انسانیت کے جراثیم بھر دیگی۔

"اوہ، اچھا! تم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ہر چیز ویسی ہی رہیگی جیسی کہ پہلے تھی ـــ سانپ کی یہ گھٹیا حرکتیں ہیں۔ گندا مذاق ہے۔ اچھا تو پھر یہ لے' اور یہ، اور یہ" اس نے بل ڈاگ کو اپنی چھڑی سے مارنا اور ٹھوکریں لگانا شروع کر دیں۔ جیک چیخا چلایا اور کانپتا ہوا سیڑھیوں پر چڑھ گیا۔ ایما ارنسٹوونا سے شکایت کرنے کے لئے اس نے دروازہ پر پنجے مارنا شروع کر دیے۔

دن اور ہفتے گذرتے رہے

(۱۴)

یہ کیسی ناقابل سفر کشش تھی! اگر کومارووسکی کے لارا کی زندگی میں داخل ہونے سے اسے تنفّر پیدا ہو گیا تھا تو وہ بغاوت کر کے اس سے پیچھا چھڑا سکتی تھی لیکن یہ اتنا آسان نہیں تھا۔

لڑکی کو اس بات پر فخر تھا کہ ایک خوبصورت آدمی جس کے بال سفید ہو چلے تھے، ایک آدمی جو اس کے باپ کی عمر کا تھا، ایک آدمی جس کی تقریر پر جلسوں میں تالیاں بجتی تھیں اور اخباروں میں جس کے متعلق لکھا جاتا تھا اپنا وقت اور دولت اس پر صرف کرے اسے اپنے ساتھ کنسرٹ اور ڈراموں میں لے جائے اور اس سے کہے کہ وہ اس کی پوجا کرتا ہے اور بقول لوگوں کے" اس کے ذہن کو تربیت دے رہا ہے"۔

جو کچھ بھی ہو، وہ ابھی تک ایک لڑکی ہی تھی جو اسکول کی بھوری یونیفارم پہنتی تھی اور اسکول میں بے ضرر قسم کی تفریحوں اور شرارتوں میں حصّہ لیا کرتی تھی۔ بند بگی میں کوچوان کی بیٹھ کے پیچھے یا اوپیرا بکس میں تماشبینوں کی نظروں کے سامنے کومارووسکی کے اظہار محبت نے جو وہ انتہائی جرأت کے ساتھ

کیا کرتا تھا اس کا دل موہ لیا تھا اور اس کے اندر خوابیدہ شیطان کو جھنجھوڑ کر بیدار کر دیا تھا کہ وہ بھی اس کا جواب دے۔

لیکن یہ شرارت آمیز بات لڑکیوں جیسی فریفتگی زیادہ عرصہ قائم نہیں رہ سکی۔ اس پر بیزاری اور خوف کا جذبہ مستقل طور پہ غالب آتا جا رہا تھا۔ اور وہ ہر وقت سوتے رہنا چاہتی تھی کیوں کہ (اس نے اپنے آپ کو بتایا) وہ رات کو نیند پوری نہیں کر سکتی تھی کیونکہ وہ بہت زیادہ روتی تھی کیونکہ اسے مستقل دردسر کی شکایت رہتی تھی، کیونکہ وہ اسکول میں سخت محنت کرتی تھی اور جسمانی طور پر تھک چکی تھی۔

(۱۵)

وہ اس کی زندگی کے لئے ایک لعنت تھا، وہ اس سے نفرت کرتی تھی۔ روزانہ وہ بار بار یہی سوچا کرتی تھی۔

وہ عمر بھر کے لئے اسکی لونڈی بن گئی ہے اس نے اسے کس طرح اپنا مطیع بنا لیا!؟ وہ اسے کس طرح زبردستی مجبور کر دیتا ہے، وہ اس کی اطاعت کیوں قبول کر لیتی ہے۔ وہ اس کی خواہشات کیوں پوری کرتی ہے اور انتہائی بے شرمی کے ساتھ اس کی تفریح کا سامان کیوں مہیا کرتی ہے؟ کیا اس کی عمر کی وجہ سے؟ کیا اس لئے کہ اس کی ماں مالی اعتبار سے اس کی محتاج ہے؟ کیا اس لئے کہ وہ اسے انتہائی چالاکی سے خوفزدہ کر دیتا ہے، لارا؟ نہیں نہیں نہیں! یہ سب بکواس ہے۔ یہ خود لارا ہے جس نے اس پر قابو پا رکھا ہے۔ کیا وہ یہ نہیں دیکھتی کہ اسے اس کی کس قدر ضرورت ہے؟ اس کے خوفزدہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے اس کا ضمیر مطمئن ہے یہ تو وہ ہے جس کو شرم آنی چاہیئے اور اس خیال سے ڈرنا چاہیئے کہ کہیں وہ اسے چھوڑ نہ دے لیکن وہ ایسا کبھی نہیں کرے گی وہ اتنی بے رحم نہیں ہے کہ وہ ایسا کر سکے۔ جیسا کہ کوماروسکی اپنے ماتحتوں اور کمزور انسانوں سے برتاؤ کرتا ہے۔

ان دونوں میں یہی تو فرق ہے اور یہی چیز تو ہے جس نے ساری زندگی کو اتنا خوفناک بنا دیا ہے۔ کیا زندگی کے طوفان ہمیں کچل سکتے ہیں؟ نہیں۔ ٹیڑھی ترچھی نظروں اور سرگوشیانہ تہمتوں کی قسم نہیں، یہ سب کچھ غداری اور ابہام ہے۔ ہر تار مکڑی کے جالے کی طرح نازک ہوتا ہے

لیکن اگر تم جال سے باہر نکلنے کی ذرا سی بھی کوشش کرو تو تم اور زیادہ جکڑ جاؤ گے۔
اور کمزور اور کمینے لوگ طاقتوروں پر تسلط پا لیتے ہیں۔

(۱۶)

اگر وہ شادی شدہ ہوتی تو کیا ہوتا، اس نے اپنے آپ سے پوچھا۔ اس سے کیا فرق پڑ جائے گا۔ وہ غلط دلیلیں دینے کی عادی ہو گئی تھی۔ لیکن بعض وقت ایک مایوس کن دماغی کرب اس پر غالب آ جاتا تھا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اسے اس کے قدموں میں گرنے اور اس کی خوشامد کرنے پر شرم محسوس نہ ہوتی ہو۔ ہم اس طرح زندگی نہیں گزار سکتے۔ سوچو تو کہ میں نے تمہارے ساتھ کیا کیا ہے! تمہارا حشر خراب ہوتا۔ ہمیں تمہاری ماں کو بتا دینا چاہیئے۔ میں تم سے شادی کروں گا۔" وہ بولنے لگا اور اس طرح اصرار کرنے لگا جیسے وہ بحث کر رہی ہو اور انکار کر رہی ہو لیکن یہ محض الفاظ ہی تھے اور لارا نے یہ المناک اور کھوکھلے احتجاج سُنے تک نہیں۔

اور وہ اسے برابر باہر لے جاتا رہا، اس کے چہرے پر نقاب پڑی ہوتی تھی۔ وہ اسے اس وحشتناک ریستوران کے پرائیویٹ کمروں میں رات کا کھانا کھلانے کے لئے لے جاتا تھا جہاں خجل ہونے پر خدمتگار، ول اور دوسرے لوگوں کی نگاہیں پڑتے ہی وہ اپنے آپ کو ننگا محسوس کرنے لگی تھی۔ اور وہ ہمیشہ یہی سوچا کرتی تھی، کیا ہم ہمیشہ انہی لوگوں کو ذلیل کرتے ہیں جن سے ہمیں محبت ہوتی ہے؟"

ایک مرتبہ اس نے ایک خواب دیکھا۔ اس نے دیکھا کہ وہ دفن کر دی گئی ہے اور اس کے جسم کا کوئی حصہ بائیں شانے اور داہنے پیر کے سوا باقی نہیں رہا ہے اس کی بائیں چھاتی پر گھاس کا ایک گچھا پھوٹ رہا ہے اور زمین کے اوپر لوگ "سیاہ آنکھیں اور شفاف چھاتی" اور "ماشا کو دریا پر نہیں جانا چاہیئے" گا رہے ہیں۔

(۱۷)

لارا مذہبی نہیں تھی وہ عبادت پر اعتقاد نہیں رکھتی تھی۔ لیکن کبھی کبھی وہ خود کو زندگی برداشت کرنے کے قابل بنانے کے لئے ایک روحانی موسیقی کی ضرورت محسوس کرتی تھی، وہ خود کبھی اپنے لئے ایسی موسیقی تیار نہیں کر سکتی تھی، وہ موسیقی خدا کی طرف سے زندگی کا پیغام تھا اور اسی پر دھیان دینے کے لئے وہ گرجا جایا کرتی تھی۔

ایک مرتبہ دسمبر کے شروع میں وہ اس قدر دل برداشتہ ہو کر عبادت کرنے گئی کہ اسے یہ محسوس ہونے لگا کہ جیسے کسی لمحہ بھی اس کے قدموں کے نیچے زمین پھٹ جائے گی اور گرجا کی بلند چھت اس کے اندر سما جائے گی۔ اس کا ایسا ہی انجام ہونا چاہیے، اس طرح ہر چیز کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اسے صرف اتنا افسوس تھا کہ وہ اپنے ساتھ اس چرب زبان لڑکی اولیا کو کیوں لے گئی تھی۔

"وہ دیکھو پردو ایفا سیوتح" اولیا نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"شش۔ مجھے اکیلا چھوڑ دو۔ کون پردو ایفا سیوتح؟"

"پردو ایفا سیوتح سو کو یوف وہ جو نذہبی گیت گا رہا ہے۔ وہ ہمارا قریبی رشتہ دار ہے۔"

"ارے۔ وہ مناجات پڑھنے والا۔ تیوڈزن کا رشتہ دار۔" "شش۔ باتیں بند کرو۔ مہربانی کر کے مجھے پریشان مت کرو۔"

وہ عبادت شروع ہوتے ہی اندر پہنچ گئی تھیں۔ اس وقت لوگ زبور کا یہ گیت گا رہے تھے: "او معبود میری روح پر برکتیں نازل کر۔ اور ہر اس چیز پر جو میرے اندر ہے یسوع مسیح کے مقدس نام پر اپنی رحمتیں نازل فرما۔"

گرجا آدھا خالی پڑا تھا اور زبور کی ہر لَے سے صدائے بازگشت پیدا ہو رہی تھی صرف سامنے کی طرف عبادت کرنے والے لوگ قریب قریب مجمع کی شکل میں کھڑے ہوئے تھے گرجا کی عمارت نئی تھی کھڑکی کے سادہ شیشوں سے باہر برف سے ڈھکی ہوئی سڑک میں کوئی رنگینی پیدا نہیں ہوتی تھی اور ان لوگوں میں جو اس پر سے پیدل یا گاڑیوں سے بیٹھ کر گذرتے تھے۔ اس کھڑکی کے قریب گرجا کا ایک محافظ کھڑا تھا جو عبادت پر کوئی توجہ نہیں دے رہا تھا اور ایک بہری اور نیم پاگل بھکارن کو چلا چلا کر ڈانٹ رہا تھا۔

اتنے عرصہ میں لارا مٹھی میں پیسے دبائے ہوئے عبادت کرنے والوں کے درمیان سے گذر کر دروازہ تک گئی اور اپنے اور اولیا کے لئے دو موم بتیاں خرید کر واپس آئی۔ پردو ایفا سیوتح نو آیتیں جلد جلد ختم کر چکا تھا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس کے بتائے بغیر بھی لوگ ان سے واقف تھے۔

غریبوں کی روح پر برکتیں نازل ہوں — ان پر برکتیں نازل ہوں جو رنجیدہ ہیں — ان پر برکتیں کا نزول ہو جو حق کی خاطر بھوک اور پیاس کی تکلیف اٹھاتے ہیں۔

لارا خاموش کھڑی ہوئی سنتی رہی۔ یہ اسی کے متعلق تھا۔ وہ کہہ رہا تھا: "مظلوم لوگ خوش

ہیں۔ وہ اپنے متعلق کچھ بتا سکتے ہیں سب کچھ ان کے سامنے ہے۔ یہی خدا کی مرضی تھی۔ یہی یسوع مسیح کا فیصلہ تھا۔"

(۱۴)

یہ پریسنیا کی بغاوت کا زمانہ تھا۔ گیتار خاندان کا فلیٹ باغیوں کے علاقہ میں تھا۔ ان کے گھر سے چند گز کے فاصلہ پر تیور اسٹریٹ پر قلعہ بندی کے طور پر ایک دیوار بنائی جا رہی تھی۔ لوگ اپنے اپنے گھروں سے پانی لا لا کر ڈال رہے تھے تاکہ دیوار زیادہ سے زیادہ پختہ اور مضبوط ہو جائے۔ قریب کا ایک احاطہ مزدوروں کی ملیشیا۔ کی اجتماع گاہ کے طور پر استعمال ہو رہا تھا۔ اس میں مرہم پٹی سے لے کر کھانا پکانے تک کا کام ہوتا تھا۔ اس مرکز میں جو لڑکے گئے تھے لارا ان میں سے دو کو جانتی تھی۔ ان میں سے ایک نیکا دودف تھا۔ اسکی اسکول کی ایک سہیلی کا دوست وہ کافی خود پسند بے باک اور کم سخن تھا۔

دوسرا لڑکا پاشا انتی پوف تھا جو درزش گاہ کا طالب علم تھا اور اولیا دمینا کی دادی تیور زینا کے ساتھ رہتا تھا۔ تیور زینا کے یہاں لارا جب پہلی بار اس سے ملی تھی تو اس نے محسوس کیا تھا کہ پاشا اس سے متاثر ہوا ہے اس میں بچپنے کی حد تک سادگی تھی۔ وہ لارا کو دیکھکر اپنی مسرت پر قابو نہیں پا سکا اور بڑی بے تکلفی کے ساتھ اس سے باتیں کرتا رہا یہ پرواہ کئے بغیر کہ دوسرے کیا کہیں گے۔

وہ لارا کے حسن وجمال کے بارے میں اپنے تاثرات بالکل اس بے تکلفی کے ساتھ ظاہر کرتا رہا جیسے موسم گرما کے دلکش مناظر، بادل اور جھیلیں اس کا موضوع سخن ہیں۔ لارا کو جب احساس ہوا کہ پاشا اس سے اس حد تک متاثر ہے تو اس نے غیر شعوری طور پر اپنے اثر کو استعمال کرنا شروع کیا۔ لیکن پاشا کے بارے میں سنجیدہ رویہ اختیار کرنے میں لارا کو کئی سال لگ گئے۔ اور اپنے تعلقات کے بعد کے مرحلہ میں وہ اس کے بارے میں کسی قطعی فیصلہ پر پہنچی، اس وقت تک پاشا پوری شدت سے یہ محسوس کرنے لگا تھا کہ وہ لارا کی محبت میں مبتلا ہے اور یہ محبت تا زندگی رہے گی۔

دونوں لڑکے بڑا خوفناک کھیل کھیل رہے تھے ۔۔۔ یعنی جنگ ۔۔۔ اور جنگ بھی ایسی کہ اسکی سزا جلا وطنی اور پھانسی سے کسی طرح کم نہیں ہو سکتی تھی ۔۔۔ تاہم جس طرح ان کی اونی ٹوپیاں ان کی پشت سے بندھی ہوئی تھیں اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ابھی بچے ہیں ان کے ماں باپ زندہ ہیں اور ان کی نگرانی کرتے ہیں۔ لارا ان کے بارے میں اس طرح سوچ رہی تھی جیسے کوئی بڑا بچوں کے بارے میں

سوچتا ہے۔

ان کی خطرناک تفریح میں معصومیت کی جھلک تھی۔ جو سب پر ظاہر تھی۔ کہر آلود ہیبت ناک شام پر احاطہ کے گہرے اندھیارے پر۔ سڑک کے اس پار کے گھر سے جہاں وہ چھپے ہوئے تھے اور ان کے علاوہ دیوالوہ کی گولیوں کی مسلسل بوچھاڑ پڑ جب کی آوازیں اس گھر سے برابر آرہی تھیں۔ وہ گولیاں چلا رہے ہیں۔ لارا نے سوچا۔ وہ نہ صرف نیکا اور پاشا کے بارے میں سوچ رہی تھی بلکہ پورے شہر کے بارے میں جو برسر پیکار تھا۔ کتنے اچھے ہیں یہ لڑکے۔ وہ اچھے ہیں اسی لئے تو لڑ رہے ہیں۔

(۱۹)

انھیں پتہ چلا کہ عارضی قلعہ بندیوں پر کسی وقت بھی گولہ باری ہو سکتی ہے اور یہ کہ ان کا مکان خطرے میں ہوگا۔ اب یہ سوچنے کا وقت گزر چکا تھا کہ وہ ماسکو کے کسی دوسرے حصہ میں دوستوں کے ساتھ جا کر رہیں۔ علاقہ کا محاصرہ کر لیا گیا تھا۔ اسی محاصرے کے اندر انھیں بڑی میں کہیں پناہ ڈھونڈنی تھی ان کے ذہن میں ہوٹل مونٹی نیگرو کا خیال آیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ صرف انھیں کو سب سے پہلے اس کا خیال نہیں آیا تھا۔ ہوٹل بھرا ہوا تھا وہاں بہت سے دوسرے لوگ بھی تھے جنھیں یہی اندیشہ پیدا ہوا تھا۔ پُرانے تعلقات کا خیال کرتے ہوئے ہوٹل کے مالک نے انھیں کپڑوں کے اسٹور میں ٹھیرانے کا وعدہ کر لیا۔

وہ سوٹ کیس اس لئے نہیں لے جانا چاہتے تھے کہ دوسرے لوگ متوجہ نہ ہوں۔ اس لئے انھوں نے صرف وہ سامان جو بہت ضروری تھا تین بنڈلوں میں باندھ لیا۔ تب انھوں نے روز روز چکر لگانا بند کر دیا۔

ورکشاپ کے ملازمین کے ساتھ چونکہ خاندان کے افراد کا سا سلوک کیا جاتا تھا اس لئے وہ ہڑتال کے باوجود کام کرتے رہے لیکن ایک سرد اور بے جان سہ پہر کو دروازہ پر گھنٹی بجی۔ کوئی شخص شکایات لے کر بحث کرنے کے لئے آیا تھا۔ اس نے مالک کو بلانے کے لئے کہا۔ اس کی بجائے حلقی پر تیل چھڑکنے کے لئے فیتیو وہاں گئی چند لمحہ بعد اس نے سلائی کا کام کرنے والی عورتوں کو ہال میں بلا کر آنے والے سے تعارف کرایا۔ اس نے سب سے ہاتھ ملائے اور واپس چلا گیا بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فیتیو وا سے اس کے معاملات طے پا گئے ہیں۔

سلائی کا کام کرنے والی عورتیں اپنے کمرے میں واپس آگئیں اور اپنی نشستیں، وہ کام میں

سے گرم لبادے پہننے لگیں۔

"کیا ہوا ہے؟" مادام گیتشارنے تیزی سے اندر آکر پوچھا۔

"وہ لوگ ہمیں باہر بلا رہے ہیں، مادام! ہم نے ہڑتال کر دی ہے۔"

"لیکن ـــــ کیا میں نے کبھی تمھارے ساتھ کوئی زیادتی کی ہے؟" مادام گیتشار رونے لگی۔

"پریشان مت ہو، امیلیا کاروونا۔ ہمیں تم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ ہم تمھاری بہت شکرگزار ہیں۔ یہ صرف تمھارا اور ہمارا معاملہ نہیں ہے۔ ہر ایک بلکہ ساری دنیا ایسا ہی کر رہی ہے۔ تم ہر شخص کی مخالفت تو نہیں کر سکتیں۔ یا کر سکتی ہو؟"

وہ سب کی سب چلی گئیں۔ یہاں تک کہ اولیا دمنیا اور فیتیو دا بھی جس نے رخصت ہوتے وقت مادام گیتشار سے کہا کہ اس نے محض مالکہ اور ادارے کی بہتری کی خاطر ہڑتال کرنا منظور کر لیا ہے لیکن امیلیا کاروونا کی تسلی نہیں ہوئی۔

"ناشکری کی انتہا ہو گئی ـ میرا خیال ہے میں نے ان لوگوں کو غلط سمجھا تھا۔ اس ذلیل عورت کے ساتھ میں نے کتنی مہربانیاں کی ہیں، اچھا یہ مان لیا کہ وہ ابھی بچی ہی ہے لیکن وہ بوڑھی ڈھڈو!"

"وہ تمھیں اکیلی کو اس سے مستثنیٰ قرار نہیں دے سکتے۔ ماں کیا تم یہ نہیں سمجھتیں؟" لارا نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "کسی شخص کو تم سے کوئی بغض یا عداوت نہیں ہے۔ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اس وقت جو کچھ بھی ہو رہا ہے۔ وہ انسانیت کے نام پر کمزوروں کو بچانے کے لئے اور عورتوں اور بچوں کی بہتری کے لئے ہو رہا ہے۔ ہاں ایسا ہی ہے اپنا سر اس طرح مت ہلاؤ۔ تم دیکھ لوگی کہ ایک روز تمھیں اور مجھے بھی اس سے فائدہ پہنچے گا۔"

لیکن اس کی ماں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آسکی۔ "ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے۔" اس نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا۔ "جب میرا ذہن سیدھی بات نہیں سوچ سکتا تو پھر تم کوئی نہ کوئی ایسی بات کہہ دیتی ہو جسے سنکر میں دنگ رہ جاتی ہوں۔ لوگ میرے ساتھ دھوکا کرتے ہیں اور تم کہتی ہو کہ یہ سب کچھ میرے بھلے کے لئے ہے نہیں واقعی، ضرور میرا دماغ چل گیا ہے۔"

روڈیا اسکول گیا تھا۔ لارا اور اس کی ماں بے مقصد طور پر اکیلے گھر میں ادھر ادھر چکر لگاتی رہیں۔ تاریک سڑک اور مکان کے کمرے ایک دوسرے کو حیرت سے تک رہے تھے۔

"چلو ماں، ہم دونوں اندھیرا ہونے سے پہلے ہوٹل چلی چلیں" لارا نے اس کی خوشامد کرتے ہوئے کہا۔ "آؤ نا، ماں۔ دیر مت کرو۔ ہمیں ابھی چل دینا چاہیئے"

"فِلات، فِلات!" انھوں نے دربان کو آواز دی "ہمیں مونٹی نیگرو لے چلو۔ اچھے لڑکے کی طرح۔"

"بہت اچھا مادام"

"بنڈل اٹھا لو۔ اور فلات، جب تک حالات بہتر نہ ہو جائیں مکان کا خیال رکھنا اور ہاں پرند کا دانہ اور پانی بدلنا مت بھول جانا ہر چیز کو مقفل رکھنا۔ میرے خیال میں بس اتنا ہی کافی ہے اور مہربانی کر کے ہم لوگوں سے ملتے رہنا"

"بہت بہتر مادام"

"شکریہ۔ فلات۔ خدا تمھاری حفاظت کرے۔ اچھا آؤ تھوڑی دیر بیٹھ جائیں۔ اور پھر ہمیں چل دینا چاہیئے۔"

جب وہ لوگ باہر نکلے تو انھیں تازہ ہوا اسقدر غیر مانوس معلوم ہوئی جیسے ہفتوں کی علالت کے بعد معلوم ہوتی ہے۔ باہر برف سے ڈھکے ہوئے صاف شفاف میدان سے ملی جلی آوازوں کا شور سنائی دے رہا تھا۔ دور فاصلہ پر رائفلیں اور بندوقیں چلنے کی آواز آ رہی تھی جیسے ہر چیز جھیجھڑے جھیجھڑے ہوئی جا رہی ہو۔

اگرچہ فلات نے انھیں یقین دلانے کی بے حد کوشش کی لیکن لارا اور امیلیا کا رونا یہی اصرار کرتی رہیں کہ خالی رائفلیں چلائی جا رہی تھیں۔

"بیوقوفی کی بات مت کرو، فلات، ذرا خود تو سوچو۔ جب تم کسی کو گولی چلاتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے تو اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ خالی رائفلیں چھوڑی جا رہی ہیں؟ تمھارے خیال میں یہ کون گولیاں چلا رہا ہے۔ روح القدس یا کوئی اور؟ یہ حقیقت ہے کہ خالی رائفلیں چلائی جا رہی ہیں"

ایک چوراہے پر گھوڑ سوار فوج کے ایک گشتی دستے نے انھیں روک لیا اور ان کی تلاشی لی ایسا کرتے ہوئے انھوں نے ان کے جسموں کو سر سے پیر تک ٹٹول کر دیکھا۔ ان کی خاص ٹوپیاں جب کی ڈوریاں ٹھوڑیوں پر بندھی ہوئی تھیں ان کے سروں پر ٹیڑھی رکھی ہوئی تھیں جس سے وہ سب

---

ع۱ ایک روسی رسم جو توہم پرستی پر مبنی ہے۔ باہر جانے یا سفر کرنے سے پہلے لوگ چند لمحوں کے لئے نیک شگون کے طور پر بیٹھ جاتے ہیں۔

ایک ایک انچ کر کے معلوم ہو رہے تھے۔

"شاندار" لارا نے چلتے ہوئے سوچا۔ وہ اس وقت تک کومارووسکی کی شکل نہیں دیکھے گی جب تک یہ علاقہ شہر کے دوسرے حصوں سے کٹا ہوا ہے۔ اپنی ماں کی وجہ سے وہ اس سے قطع تعلق نہیں کر سکتی تھی نہ یہ نہیں کہہ سکتی تھی: "ماں مہربانی کر کے اس سے ملنا بند کر دو" اگر اس نے ایسا کیا تو ساری بات کھل جائیگی اور اگر ایسا ہوا تو پھر کیا ہوگا؟ لے اس سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟ او خدا! کچھ بھی ہو خواہ کیسی بھی ہو، بس یہ صورت حال ختم ہو جائے: معبود! وہ پریشانی سے بے ہوش ہو کر گر پڑے گی۔ وہ کیا بات تھی جو اسے ابھی یاد آئی تھی؟ اس خوفناک تصویر کا کیا نام تھا؟ اس میں ایک تنے ہوئے آدمی کو دکھایا گیا تھا۔ وہ اس پہلے پرائیویٹ کمرے میں لگی ہوئی تھی — وہی جہاں اس معاملہ کی ابتدا ہوئی تھی "عورت یا گلدان" ہاں یہی نام تھا۔ وہی ہی تھا۔ وہ ایک مشہور تصویر تھی جب اس نے پہلی مرتبہ یہ تصویر دیکھی تھی تو اس وقت تک وہ عورت نہیں بنی تھی اس وقت تک اس کا اور آرٹ کے اس بیش قیمت شاہکار کا کوئی مقابلہ نہیں ہو سکتا تھا۔ ایسا تو بعد میں ہوا تھا۔ میز پر ضیافت کا سامان چنا ہوا تھا۔

"تمھارے خیال میں تم اس طرح کہاں بھاگی جا رہی ہو؟ میں تمھارا ساتھ نہیں دے سکتی" مادام گیشار نے ہانپتے ہوئے کہا۔ لارا تیز تیز چلنے لگی۔ کوئی نامعلوم طاقت اسے آگے دھکیل رہی تھی جیسے وہ ہوا پر چل رہی ہو۔

"کس قدر شاندار" اس نے رائفلیں چلنے کی آواز سنتے ہوئے سوچا "خوش نصیب ہیں مظلوم لوگ خوش نصیب ہیں ٹھوکا کھلتے ہوئے لوگ، رائفل کی گولیو اور تیزی سے چلو، تم اور میں ہم خیال ہیں"

(۲۰)

گرومیکو بھائیوں کا مکان سوتسیوورزاک اور ایک اور چھوٹی سڑک کے کونے پر واقع تھا الگزینڈر الگزینڈروچ اور نکولائی الگزینڈروچ گرومیکو علم کیمیا کے پروفیسر تھے۔ ایک پیٹروا کیڈمی میں اور دوسرا یونیورسٹی میں۔ نکولائی غیر شادی شدہ تھا۔ الگزینڈر کی بیوی جس کا نام اینا ایوانوونا تھا جو شادی سے پہلے کروگر تھی۔ اس کا باپ لوہے کی کانوں کا مالک تھا۔ یورال میں یوریاتن کے قریب اس کی بہت بڑی جاگیر تھی۔ جس میں کئی بے منفعت کانیں تھیں جو بیکار پڑی ہوئی تھیں۔

ان دونوں بھائیوں کا مکان دو منزلہ تھا۔ اوپر کی منزل پر خواب گاہیں، اسکول کا کمرہ، الگزینڈر الگزینڈروچ

کے مطالعہ کا کمرہ اور کتب خانہ اپنا ایوانووناکی پرائیویٹ نشست گاہ اور تونیا اور یوراکے کمرے تھے نچلی منزل استقبالیہ دعوتوں کے لئے استعمال کی جاتی تھی۔ اس کے لمبی ٹرنگ کے پردے، چمکتا ہوا پیانو، ماہی گاہ زیتونی رنگ کے صوفے اور گملوں میں رکھے ہوئے پودوں نے اسے کافی دلکش بنا دیا تھا۔

یہ دونوں بھائی مہذب، مہمان نواز، گوٹے کے دلدادہ اور موسیقی کے عاشق تھے۔ وہ اکثر دعوتیں کرتے رہتے تھے اور اکثر شامیں موسیقی اور آب رنگ کی محفلوں میں گذرتی تھیں۔

موسیقی کی ایسی ہی ایک محفل جنوری سنہ ۱۹۰۶ء میں ہونے والی تھی۔ سب سے پہلے ایک نوجوان موسیقار کو جتانیوو کا شاگرد تھا، وائلن بجانا تھا اور اس کے بعد چیکووسکی کا پروگرام تھا۔

تیاریاں ایک روز قبل شروع ہو چکی تھیں۔ فرنیچر وہاں سے ہٹا کر رقص گاہ میں لے جایا گیا تھا ایک کونے میں پیانو کی مرمت کرنے والا ایک ہی دھن بار بار بجائے جا رہا تھا۔ باورچی خانہ میں مرغیاں کاٹی جا رہی تھیں، سبزیاں صاف کی جا رہی تھیں اور چٹنی بنانے کے لئے رائی زیتون کے تیل میں ملائی جا رہی تھی۔

اینا کی خاص اور رازدار سہیلی شورا شلیسنگر صبح سویرے ہی وہاں پہنچ گئی تھی اور وبال جان بن کر رہ گئی تھی۔

وہ ایک طویل قد، دبلی پتلی عورت، سیدھے سادھے نقش و نگار کی تھی۔ اس کا چہرہ کسی قدر مردوں جیسا تھا جسے دیکھ کر شہنشاہ کا چہرہ یاد آجاتا تھا خاص طور پر جب کہ وہ اپنا خاکی استرخانی ہیٹ ایک طرف کو جھکا کر پہنتی تھی، وہ یہ ہیٹ گھر کے اندر بھی پہنے رہتی تھی اور صرف اسمیں ٹکی ہوئی نقاب کو کبھی قدرا اٹھا لیا کرتی تھی۔

رنج یا پریشانی کے موقعوں پر دونوں سہیلیاں ایک دوسرے کا بوجھ ہلکا کر لیا کرتی تھیں۔ ایسا کرنے کے لئے وہ ایک دوسرے سے ناخوشگوار قسم کی باتیں کیا کرتی تھیں اور ایک دوسرے کو زیادہ سے زیادہ جلایا کرتی تھیں یہاں تک کہ صورت حال دونوں کی قوت برداشت سے باہر ہو جایا کرتی تھی اور بہت جلد اس کا اختتام آنسوؤں اور معذرت پر ہوا کرتا تھا۔ یہ وقتی لڑائیاں، دونوں پر اچھا اثر ڈالتی تھیں جس طرح خون کے دباؤ کو کم کرنے کے لئے جونکوں سے کام لیا جاتا ہے۔

شورا شلیسنگر کئی مرتبہ شادی کر چکی تھی لیکن وہ اپنے شوہروں کو طلاق دیتے ہی بھول جایا

کرتی بھی اور کئی شادیوں کے باوجود اس کے اندر ایک طرح کی غیر شادی شدہ عورتوں کی سی سرد مہری پائی جاتی تھی
وہ تھیوسوفی کے عقیدہ پر قائم تھی جس کے مطابق ہر شخص بلا واسطہ روحانی وجدان سے خدا کی معرفت
حاصل کر سکتا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ آرتھوڈوکس فرقہ کے طریقۂ عبادت اور اصولوں کی بھی ماہر تھی اور یہاں
تک کہ جب وہ وجدانی کیفیت میں مبتلا ہوتی تھی اس وقت بھی وہ عبادت کرانے والے پادری کو درمیان
میں ٹوکنے سے باز نہیں رہتی تھی۔ "او معبود سن۔" "اب ہے اور ہمیشہ رہیگا۔" "با عظمت فرشتہ" وہ یہ الفاظ
برابر بڑبڑاتی رہتی تھی۔

شورا شلیسنگر علم الحساب جانتی تھی ماسکو کنزرویٹری کے مشہور ترین استادوں کے تعلقات سے واقف
تھی اور یہ جانتی تھی کہ کون کس کے ساتھ رہ رہا ہے اور خدا جانے وہ کیا کچھ جانتی تھی۔
یہی وجہ تھی کہ زندگی کے تمام اہم موضوعوں پر اسے ثالث یا منتظم کی حیثیت سے بلایا جاتا تھا۔
مقررہ وقت پر مہمان آنے شروع ہو گئے۔ آنے والوں میں لوگ ایڈیلیڈا افلیپوونا، گنٹس ففکووز، مسٹر
اور مسز سبرین، اور زبیشکیر اور کرنل کا دکشیو سے تھے۔ برف گر رہی تھی اور جب وقت صدر دروازہ کھولا جاتا تھا
اس وقت ہوا کا سرد جھونکا اندر آتا تھا۔ آنے والے مرد باہر سردی میں سے لمبے برفانی جوتے پہنے ہوئے اندر
آتے اور ان میں سے ہر ایک، بغیر کسی استثنیٰ کے اپنے آپ کو دیہاتی ــــ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن
اس کے برخلاف ان کی بیویاں، جن کے چہرے برف باری کی وجہ سے دمک اٹھے تھے، کوٹوں کے بٹن
کھلے ہوئے تھے، شالیں نیچے پڑی ہوئی تھیں اور بالوں پر افشاں چھڑکی ہوئی تھی انتہائی نخریلی اور چالاک نظر
آ رہی تھیں۔ نئے پیانو بجانے والے کے اندر داخل ہوتے ہی لوگوں نے سرگوشی کی "کوئی کا بھتیجہ!"
رقص گاہ کے بازو والے کھلے دروازے سے کھانے کی میز نظر آ رہی تھی، برف آلود سڑک کی طرح سفید
اور طویل، سرخ شراب کی برف میں دبی بوتلوں پر پڑتی ہوئی روشنی جاذب نظر تھی۔ میز پر چنے ہوئے کھانے
اور ربڑ کے برتن اشتہا انگیز معلوم ہو رہے تھے۔

حاضرین بہت جلد روحانی تفریح حاصل کرنے کے لئے بیٹھ گئے تاکہ جسمانی غذا کا لطف حاصل
کرنے میں دیر نہ لگے۔ وہ لوگ قطاروں میں بیٹھ گئے۔ "کوئی کا بھتیجہ" انھوں نے موسیقار کے پیانو کے سامنے بیٹھتے
ہی پھر ایک مرتبہ سرگوشی کی اور کنسرٹ شروع ہو گیا۔
موسیقی خشک اور اکتا دینے والی تھی اور اس میں کافی وقت لگ گیا۔

وقفہ کے دوران میں تنقید نگار، مسٹر گیت اور الگزینڈر گرڈمیکو میں اس پر بحث شروع ہو گئی کہ ایکو دن اس کی برائی اور گرڈمیکو تعریف کر رہا تھا۔ ان کے چاروں طرف لوگ سگریٹ وغیرہ پی رہے تھے باتیں کر رہے تھے، اپنی کرسیاں کھسکا رہے تھے یہاں تک کہ قریب کے کمرے میں چمکتے ہوئے دسترخوان نے پھر ایک مرتبہ ان کی توجہ اس طرف پھیری۔ ہر شخص نے یہی تجویز پیش کی کہ کنسرٹ بغیر کسی تاخیر کے دوبارہ شروع کر دیا جائے۔

پیانو بجانے والے نے چاروں طرف حاضرین پر نظر ڈالی اور اپنے ساتھیوں کو شروع کرنے کا اشارہ کیا۔ وائلن بجانے والے اور تشکیوچ نے ساز چھیڑ دیئے۔ موسیقی شروع ہو گئی۔

پورا۔ تویا اور نتیا گورٹون، جو اپنا آدھا وقت، گرڈمیکو کے یہاں گذارتا تھا، تیسری قطار میں بیٹھے ہوئے تھے۔

"ایگورووناتمھیں اشارے کر رہی ہے۔" یورا نے الگزینڈر الگزینڈروچ سے کہا جو اس کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔

ایگوروونا! گرڈمیکو کی سفید بالوں والی بوڑھی خادمہ، دروازہ پر کھڑی ہوئی تھی اور مایوسی سے یورا کو تک رہی تھی اور الگزینڈر الگزینڈروچ کی طرف دیکھ کر زور زور سے سر ہلا رہی تھی۔ اس طرح وہ یورا کو یہ سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔ کہ وہ فوراً اپنے آقا سے بات کرنا چاہتی ہے۔

الگزینڈر الگزینڈروچ نے مڑ کر غصہ سے اس کی طرف دیکھا اور اپنے کندھے جھٹکے لیکن وہ اسی طرح کھڑی رہی جلد ہی وہ دونوں اپنی اپنی جگہ سے اشاروں میں باتیں کرنے لگے جیسے دو گونگے اور بہرے بات کرتے ہیں لوگ دیکھ رہے تھے اینا ایوانوونا نے تند نظروں سے اپنے شوہر کی طرف دیکھا۔ وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ کچھ دیکھ کرنا ضروری تھا۔ شرماتے ہوئے وہ پنجوں کے بل چلتا ہوا کمرے کے دوسری طرف گیا۔

"تم ایسی حرکت کیسے کر سکتی ہو، ایگوروونا! اچھا اب بتاؤ کہ کیا گڑبڑ ہے؟ اچھا، اب جلدی سے بتاؤ کہ کیا معاملہ ہے؟

ایگوروونا نے اس کے کان میں آہستہ سے کچھ کہا۔

"کیا مونٹینگیرو؟

"ہوٹل!"

"اچھا، تو اس کا کیا معاملہ ہے؟"

"انھوں نے کہلوایا ہے کہ وہ فوراً واپس چلا آئے۔ اس کا کوئی عزیز مر رہا ہے۔"

"اچھا، تو اب لوگ مر رہے ہیں! میں سمجھا — ایسا نہیں ہو سکتا، ایگوروونا۔ جب یہ کنسرٹ ختم ہو جائیگا تو میں انھیں بتا دوں گا اس وقت تک میں ایسا نہیں کر سکتا۔"

"انھوں نے ہوٹل کے ایک خدمتگار کو گاڑی دے کر بھیجا ہے۔ وہ انتظار کر رہے ہیں کوئی شخص مر رہا ہے میں تم سے کہتی ہوں کیا تم نہیں سمجھ سکتے؟ وہ ایک عورت ہے۔"

"اور میں تم سے کہتا ہوں کہ یہ ناممکن ہے۔ چند منٹ کی تاخیر سے کیا فرق پڑتا ہے۔" وہ پنجوں کے بل چلتا ہوا اپنی جگہ پر واپس چلا گیا۔ اس کی پیشانی پر شکنیں تھیں اور وہ اپنی ناک مل رہا تھا۔

کنسرٹ ختم ہونے پر تالیوں کی آواز بند ہونے سے پہلے ہی وہ موسیقاروں کے پاس گیا اور تشکیوتسف سے کہا کہ اسے گھر بلایا گیا ہے۔ کوئی حادثہ ہو گیا ہے اور اب انھیں موسیقی ختم کرنی ہوگی۔ پھر وہ حاضرین کی طرف مڑا اور لوگوں کو خاموش کرنے کے لئے ہاتھ اوپر اٹھائے۔

"خواتین و حضرات۔ مجھے افسوس ہے کہ تین سازندوں میں سے ایک کو جانا پڑ رہا ہے۔ تشکیوتسف کو بھی کوئی بری خبر ملی ہے۔ ہماری تمام ہمدردی اس کے ساتھ ہے اس لیے ہمیں اب جانا پڑ رہا ہے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ وہ ایسے موقعہ پر اکیلا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ اسے مدد کی ضرورت پڑے میں اس کے ساتھ جاؤں گا۔ یوروچکا اچھے لڑکے کی طرح جا کر سیمیں سے کہو کہ گاڑی نکال لائے۔ خواتین و حضرات میں خدا حافظ نہیں کہوں گا۔ میں آپ سب سے رکنے کی درخواست کرتا ہوں — میں زیادہ دیر نہیں لگاؤں گا۔"

برفانی رات میں گاڑی میں بیٹھ کر گھومنے کی خاطر لڑکوں نے بھی اس کے ساتھ چلنے کی اجازت مانگی۔

(۲)

اگرچہ دسمبر کے بعد زندگی معمول پر آ گئی تھی لیکن گولیاں چلنے کی آوازیں اب بھی سنائی دیتی تھیں اور وہ مکانات جو آگ لگنے کے معمولی حادثات سے جل گئے تھے وہ بھی انھیں مکانات کی طرح نظر

آتے تھے جو بغاوت کے دوران میں تباہ ہو گئے تھے اور اب تک سلگ رہے تھے۔

لڑکے اس سے پہلے کبھی گاڑی میں بیٹھ کر اتنے طویل سفر پر نہیں گئے تھے۔ دراصل نوٹینیگر وہاں سے نزدیک ہی امو بینیکی بوبیوڈ پر نو دنسکی کے کنارے پر واقع تھا لیکن سخت برفباری اور کہرے کی وجہ سے راستہ بہت زیادہ طویل ہو گیا تھا۔ الاؤ کا بل کھاتا ہوا دھواں قدموں کی آواز اور برفانی گاڑیوں کی آوازوں سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ خدا جانے کتنی دیر سفر کرتے رہے ہوں اور کسی خوفناک اور دور دراز مقام پر پہنچ گئے ہوں۔

ہوٹل کے صدر دروازے کے باہر ایک خوبصورت قسم کی برفانی گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ گھوڑے کی پشت پر کپڑا پڑا ہوا تھا اور اس کے سموں پر پٹیاں لپٹی ہوئی تھیں۔ ڈرائیور سمٹا سمٹایا مسافروں کی سیٹ پر بیٹھا ہوا اپنے جسم کو گرم رکھنے کی کوشش کر رہا تھا اور اس کا سر اس کے ہاتھوں میں چھپا ہوا تھا جن پر اس نے دستانے پہن رکھے تھے۔

ہوٹل کی لابی میں گرمی تھی، کاؤنٹر کے پیچھے دربان بیٹھا ہوا اونگھ رہا تھا، روشن دان سے اندر آنے والی ہوا چلتی ہوئی انگیٹھی کی آواز، اور سماوار میں کھولتے ہوئے پانی کی سنسناہٹ اس کے لئے لوری کا کام کر رہی تھی، کبھی کبھی وہ خود اپنے خراٹے کی آواز سے چونک کر جاگ پڑتا تھا۔

بھرے چہرے والی ایک موٹی سی عورت بائیں طرف آئینہ کے قریب کھڑی تھی، اس کی سموری جیکٹ موسم کے لحاظ سے بہت ہلکی تھی۔ وہ کسی شخص کا انتظار کر رہی تھی۔ اس کی پشت آئینہ کی طرف تھی اور وہ اپنا سر دونوں طرف کندھوں پر موڑ کر آئینہ میں یہ دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ وہ پیچھے سے بھی جاذب نظر دکھائی دے رہی ہے یا نہیں۔

گاڑی کا کوچوان جو برفباری کی وجہ سے بالکل یخ بستہ ہو گیا تھا اندر آیا۔ اپنے پھولے کوٹ کی وجہ سے وہ بالکل ڈبل روٹی کی مانند دکھائی دے رہا تھا اور اس کے منہ سے نکلتی ہوئی بھاپ نے اس مشابہت کو اور نمایاں کر دیا تھا: "آپ کو کتنی دیر اور لگے گی محترمہ؟" اس نے آئینہ کے قریب کھڑی ہوئی عورت سے پوچھا "میں آخر تم جیسی عورتوں کے چکر میں کیوں پھنس جاتا ہوں۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے گھوڑے سردی میں اکڑ کر مر جائیں۔"

ہوٹل کے عملہ کو روزانہ جن الجھنوں سے دو چار ہونا پڑتا تھا۔ ان میں کمرہ نمبر ۳۲ کے حادثے سے

اور اضافہ ہو گیا۔ ہر لمحہ گھنٹیاں بجتی تھیں اور دیوار پر لگے ہوئے شیشے کے بکس پر کوئی نہ کوئی نمبر نظر آنے لگتا تھا جس سے معلوم ہو جاتا تھا کہ کس کمرے میں کون مہمان بدحواسی کے عالم میں ملازموں کو فضول پریشان کر رہا ہے۔

اس وقت ڈاکٹر اس بے وقوف بڑھیا گینار روا کو قے کرلانے والی دوا دے رہا تھا اور اس کی انتڑیوں کو دھو کر صاف کر رہا تھا۔ اس کی ملازمہ گلا آشا فرش صاف کرتے کرتے اور گندی بالٹیاں باہر لے جا کر صاف بالٹیاں اندر لاتے لاتے تھک گئی تھی، لیکن اس وقت سروس روم میں جو طوفان آیا ہوا تھا وہ اس گڑبڑ سے بہت پہلے شروع ہو چکا تھا۔ اس سے بھی پہلے جب کہ نراتشیکا کو ایک گاڑی میں ڈاکٹر اور اس وائلن بجانے والے کو بلانے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ کوما ردیکی کے وہاں پہنچنے سے بھی پہلے۔ اور بہت سے لوگ دروازے کے باہر کھٹاپٹ کرتے ہوئے غلام گردش میں سے گذر چکے تھے۔

یہ گڑبڑ اس روز سہ پہر میں شروع ہوئی تھی جب کوئی شخص بے ہنگم طریقہ پر اس تنگ راہداری میں مڑا تھا جو نعمت خانہ سے زینہ تک جاتی تھی اور اتفاق سے ہوٹل کے خدمتگار سیوسی سے ٹکرا گیا تھا جو اسی وقت برتنوں سے بھری ہوئی ایک کشتی اپنے داہنے ہاتھ میں سنبھالے سر جھکائے ہوئے تیزی سے باہر نکل رہا تھا۔ کشتی معہ برتنوں کے کھڑکھڑاتی ہوئی فرش پر گر گئی، شوربہ بہہ گیا اور شوربہ کی دو پلیٹیں اور گوشت کی ایک پلیٹ ٹوٹ گئی۔

سیوسی اس بات پر مصر تھا کہ برتن دھونے والی خادمہ اس سے ٹکرائی تھی۔ لہٰذا وہی جواب دہ تھی اور اسی کو نقصان برداشت کرنا چاہئے۔ اب کوئی گیارہ کا عمل تھا اور عملے کے آدھے لوگ جلد ہی ڈیوٹی ختم کر کے جانے والے تھے لیکن جھگڑا برابر جاری تھا۔

"وہ بدحواس ہو گیا ہے۔ اپنے ہاتھ پیر قابو میں نہیں رکھ سکتا۔ وہ تو بس یہی کرتا ہے کہ بوتل لئے بیٹھا رہے جیسے وہ اپنی بیوی کے ساتھ بیٹھا ہو، اور پھر غصہ سے کھولتے ہوئے وہ پوچھنے لگتا ہے کہ اسے دھکا کس نے دیا۔ اس کا شوربہ کس نے گرایا، اس کے چینی کے برتن کس نے توڑے۔ اچھا تو اب تمہارا کیا خیال ہے شیطان، استراخاں کے ذلیل کیڑے، بے شرم انسان؟"

"میں تمہیں پہلے ہی بتا چکی ہوں، ماتریونا استیپانوونا، ذرا زبان سنبھال کر بات کرو۔"

"اور میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اب اس چیخ و پکار کی وجہ کیا ہے تم بھی سمجھتی ہو وہ کوئی ایسا شخص تھا

جس کے لئے چینی کے برتن توڑے جا سکتے ہیں لیکن یہ تو وہی پھوہڑ عورت ہے، وہی فاحشہ، جو اتنی اداسی دکھاتی رہتی ہے اور اپنے آپ کو معصوم ظاہر کرنے کی کوشش کرتی ہے جو اپنے کرتوتوں کو چھپانے کے لئے زہر پی رہی ہے۔ دراصل مونٹینیگرو میں رہتے ہوئے وہ تو اب عام لوگوں کو پہچانتی تک نہیں۔"

میشا اور یورا مادام گیشار کے کمرے کے باہر غلام گردش میں ادھر سے ادھر ٹہل رہے تھے۔ الگزینڈر الگزینڈر روِچ کا جو خیال تھا معاملہ اس سے بالکل مختلف نکلا۔ اس کا خیال تھا کہ یہ موسیقار کی زندگی میں ایک صاف اور پروقار قسم کا حادثہ ہوگا لیکن یہ حادثہ تو نہایت ذلیل اور بدنام کر دینے والا تھا جس سے بچوں کا علیحدہ رہنا ہی ضروری تھا۔

لڑکے غلام گردش میں انتظار کر رہے تھے۔ "بچو! اب اپنی خالہ کے پاس چلے جاؤ۔" خدمتگار ان کے پاس آیا اور اس نے دوسری مرتبہ انھیں رسانیت سے سمجھاتے ہوئے کہا: "تم اندر چلے جاؤ۔ پریشان مت ہو۔ خاتون اب بالکل ٹھیک ہیں۔ تمھیں خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کی حالت اب بہت بہتر ہے۔ تم یہاں کھڑے نہیں رہ سکتے۔ یہاں آج تیسرے پہر ایک حادثہ ہو گیا تھا۔ چینی کے قیمتی برتن ٹوٹ گئے تھے۔ تم جانتے ہو کہ ہمیں کھانا کھلاتے وقت ادھر سے ادھر بھاگنا پڑتا ہے اور یہ جگہ ذرا تنگ واقع ہوئی ہے۔ اب تم اندر چلے جاؤ۔" لڑکوں نے ایسا ہی کیا۔

اندر کمرے میں مٹی کے تیل کا ایک جلتا ہوا لیمپ جو عام طور پر میز کے اوپر لگا رہتا تھا، بریکٹ پر سے اتار کر لکڑی کے جال کے پیچھے رکھ دیا گیا تھا جہاں کھٹملوں کی بو آ رہی تھی۔ یہ کونا خوابگاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا اور ایک گرد آلود پردے کی مدد سے اسے باقی کمرے سے الگ کر دیا گیا تھا تاکہ اجنبیوں کی نگاہ اس پر نہ پڑے۔ لیکن پردہ جالی کے اوپر ڈال دیا گیا تھا اور گھبراہٹ میں کسی کو اسے ٹھیک کرنے کا خیال نہیں رہا۔ لیمپ ایک بنچ پر رکھا ہوا تھا اور اس سے کمرے کے اس علیحدہ گوشہ میں روشنی ہو رہی تھی۔

مادام گیشار نے زہر پی کر نہیں، جیسا کہ برتن دھونے والی عورت کا خیال تھا، بلکہ آیوڈین پی کر خودکشی کرنے کی کوشش کی تھی۔ کمرے میں سبز اخروٹوں کی سی ترش اور خشک بو پھیلی ہوئی تھی۔

جالی کے پیچھے خادمہ فرش صاف کر رہی تھی اور بستر پر ایک عورت نیم برہنہ لیٹی ہوئی تھی۔ وہ پانی آنسوؤں اور پسینہ میں تربتر تھی۔ اس کے گیلے بال جم گئے تھے اور وہ ایک بالٹی پر جھکی ہوئی زور زور سے رو رہی تھی۔

لڑکے ایکدم واپس پلٹ گئے۔ کیونکہ ان کے خیال میں اس عورت کی طرف دیکھنا انتہائی بدتمیزی کی بات تھی۔ لیکن تیو را جو کچھ دیکھ چکا تھا اس سے یہ حقیقت اس پر عیاں ہو گئی تھی کہ بعض تکلیف دہ حالات میں اور بادُ اور مکان کے لحاف میں، عورت وہ نہیں رہتی جیسا کہ لوگ سنگ تراشی کے مجسموں میں دکھایا جاتا ہے بلکہ ایک ایسے پہلوان کی مانند نظر آتی ہے جس کے پٹھے پھولے ہوئے ہوں اور جو لنگوٹ باندھے ہوئے کشتی لڑنے کے لئے بالکل تیار ہو۔

آخر کار جالی کے پیچھے کسی کو پردے گرا دینے کا خیال آ گیا۔

"فیدائی کا زمیرو ورچ، "فیدائی تمھارا ہاتھ کہاں ہے؟ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دو" وہ عورت کہہ رہی تھی۔ آنسوؤں کی شدت اور متلی کی وجہ سے اس کی آواز حلق میں پھنس رہی تھی۔ "اوہ مجھے بھی کتنی اذیت برداشت کرنی پڑی ہے۔ میں کیسے کیسے شبہات میں گرفتار تھی — فیدائی کا زمیرو ورچ — میرا خیال تھا۔ لیکن خوش قسمتی سے یہ سب کچھ حماقت ثابت ہوئی — محض بے بنیاد شبہات — ذرا سوچو تو مجھے کتنا اطمینان ہو گیا ہے اور پھر ان سب باتوں کا انجام — میں یہاں لیٹی ہوئی ہوں — میں یہاں زندہ موجود ہوں۔"

"سکون سے لیٹی رہو" امیلیا کارلوونا "میں تم سے درخواست کرتا ہوں — یہ سب کچھ کس قدر عجیب ہے۔ میں تو یہی کہوں گا کہ بے حد عجیب۔"

"اب ہم گھر چلیں گے۔" الگزینڈر رانگز بیندروورچ نے بچوں سے کہا۔ وہ دونوں سخت گو مگو کے عالم میں دروازہ میں کھڑے ہوئے تھے ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کریں اس لئے وہ وہاں کھڑے ہوئے سامنے بڑے کمرے کی تاریکیوں میں گھور رہے تھے جہاں سے لیمپ ہٹا دیا گیا تھا دیوار پر تصویریں لٹک رہی تھیں۔ کتابوں کی ایک الماری میں موسیقی کی کتابیں بھری ہوئی تھیں۔ ایک میز پر اخبار اور البمیں لگی ہوئی تھیں۔ اور کھانے کی میز کی دوسری طرف ایک لڑکی آرام کرسی پر ایک کڑھی ہوئی چادر اوڑھے ہوئے سو رہی تھی۔ اس نے کرسی کا سرہانا پکڑ رکھا تھا اور اس کا ایک رخسار اس پر ٹکا ہوا تھا۔ وہ یقیناً بہت زیادہ تھک گئی ہوگی جبھی تو اتنے شور و غل اور ہنگامے کے باوجود اسے نیند آ گئی۔

"اچھا اب چلے جاؤ" الیگزینڈر انگزیندروورچ نے پھر بات دہرائی۔ ان کے تنے کی کوئی تنگ

نہ تھی اور اب زیادہ دیر ٹھہرنا بدتہذیبی تھا۔ جیسے ہی نیدائی کا زمیر فتح باہر گئے گا۔ میں انسے الوداع کہوں گا۔"

اسکرین کے پیچھے سے تشکے وتح کی بجائے ایک بھاری بھرکم لحیم شحیم آدمی نکلا جس کے چہرے سے خود اعتمادی ٹپک رہی تھی۔ وہ اپنے سر کے برابر بلندی پر لمپ اٹھائے ہوئے تھا جسے اس نے میز کے قریب پہنچ کر اس کے بریکٹ میں جما دیا۔ روشنی سے لڑکی جاگ اٹھی۔ وہ اس شخص کو دیکھ کر مسکرائی، آنکھیں جھپکائیں اور انگڑائی لی۔

اجنبی کو دیکھ کر میتشا چونک پڑا اور اس کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگا۔ اس لئے تیورا کو آستین سے پکڑ کر اپنی جانب متوجہ کیا اور اس کے کان میں کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن تیورا نے اس کی بات نہیں سُنی: "لوگوں کے سامنے اس طرح سرگوشی کرنا ٹھیک نہیں۔ آخر وہ کیا سوچیں گے؟"

اسی اثنا میں لڑکی اور اس شخص کے درمیان اشاروں ہی اشاروں میں باتیں ہوگئیں ان کے ہونٹوں سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا صرف ان کی آنکھیں ہی ملیں لیکن ایک نے دوسرے کو جو پیغام دیا اس میں جادو کا سا دہشتناک اثر تھا جس نے لڑکی کو اس طرح متاثر کیا گویا وہ کٹ پتلی نچانے والا ہو اور لڑکی محض کٹ پتلی۔ جو اس کے ہر اشارے کی پابند ہو۔

تھکی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی آنکھیں چھوٹی پڑ گئیں اور اس کے ہونٹ عجیب طور سے کھلے لیکن اس کی تضحیک آمیز نظر کے جواب میں لڑکی نے سازشی انداز میں آنکھ ماری۔ دونوں کو خوشی ہوئی کہ معاملہ بخیر وخوبی طے ہوگیا —— ان کا راز محفوظ رہا اور مادام گیشا رنے خودکشی کی جو کوشش کی تھی وہ ناکام ہو چکی تھی۔

تیورا نے آنکھوں ہی آنکھوں سے ان دونوں کو اپنے ذہن میں اتارنے کی کوشش کی دھندلی روشنی میں ہونے کی وجہ سے وہ نظر نہیں آرہا تھا مگر وہ لیمپ سے نکلنے والی روشنی کے دائرے کو گھیرے جا رہا تھا محکوم لڑکی اور اس کے آقا کے درمیان جو گذر رہی تھی وہ ناقابلِ بیان حد تک پُراسرار بھی تھی اور شرمناک حد تک عیاں بھی اس کا دل ایسے متضاد جذبات سے پھٹا جا رہا تھا جو اس نے پہلے کبھی محسوس نہیں کئے۔

یہاں اس چیز کا سامنا تھا جس کو اس نے تو نیا اور میتشا نے بارہا عامیانہ قرار دیا تھا اس

قوت کا سامنا تھا جو انھیں خوفزدہ کرنے کے باوجود اپنی جانب کھینچتی تھی مگر وہ محض الفاظ کے ذریعے اس پر دور ہی سے قابو پا لیا کرتے تھے لیکن اب وہ یہاں تھی۔ یہ قوت نور کی آنکھوں کے سامنے موجود تھی حقیقی روپ میں، متلاطم اور پریشان کن، بے رحمی کے ساتھ تباہ کرنے والی لیکن شاکی اور نرمی کی طالب — اور آخر اب ان کے طفلانہ فلسفے کو کیا ہوا تھا اور اب نور کیا کر سکتا تھا؟

"کیا تم اس آدمی کو جانتے ہو؟ وہ کون تھا؟" مشیل نے یہ اس وقت کہا جب وہ باہر گلی میں آ گئے۔ نور نے جو اپنے خیالات میں کھویا ہوا تھا کوئی جواب نہیں دیا۔

"یہ وہی ہے جس نے تمہارے والد کو شراب نوشی کی ترغیب دی اور آخر ان کو موت کے قریب پہنچا دیا۔ تمہیں یاد ہے — ٹرین میں میں نے تمہیں یہ بات بتائی تھی۔"

نور اس لڑکی اور اس کے مستقبل کے بارے میں سوچ رہا تھا نہ کہ اپنے والد اور ماضی کے متعلق اول تو وہ یہ نہ سمجھ سکا کہ میشا کیا کہہ رہا تھا۔ اتنی سردی تھی کہ اس کی طبیعت بات کرنے کو بھی نہ چاہتی تھی۔

"سیمیون، تم تو سردی میں جم گئے ہو گے۔" الگزینڈر روزنج نے گاڑی بان سے کہا۔ اور وہ گھر کی جانب روانہ ہو گئے۔

# کرسمس پارٹی

## (۱)

سردیوں کے موسم کی بات ہے کہ الیگزینڈر الیگزینڈرووچ نے اپنی بیوی اینا اِیوانوونا کو زمانہ قدیم کی بنی ہوئی کپڑوں کی ایک الماری دی جو اسے کہیں سے مل گئی تھی۔ یہ آبنوس کی بنی ہوئی تھی اور اتنی بڑی تھی کہ پوری کی پوری کسی ایک بھی دروازے سے مکان میں نہیں جا سکتی تھی۔ چنانچہ علیحدہ علیحدہ حصوں میں مکان کے اندر پہنچایا گیا۔ اور پھر یہ سوال پیدا ہوا کہ اسے کہاں رکھا جائے۔ ڈرائنگ روم میں رکھنا ویسے بھی غلط تھا۔ سائز کے باعث خواب گاہ میں رکھنا بھی ناممکن تھا۔ آخر کار بڑی خواب گاہ کے باہر اس الماری کے لئے خاص طور پر جگہ نکالی گئی۔

مارکل نامی ایک مزدور اسے جوڑنے کے لئے آیا۔ اور اپنے ساتھ اپنی چھ سالہ بیٹی مارینکا کو بھی لیتا آیا۔ اسے بہلانے کے لئے مٹھائی کا ایک سخت ٹکڑا دیدیا گیا جسے وہ ناک سے شُر شُر کرتے چوستی رہی۔ اسنے ساری انگلیاں مٹھاس سے بھر لیں۔ اور اپنے باپ کو غور سے کام کرتے دیکھتی رہی۔

پہلے تو کام ٹھیک سے ہوتا رہا اور اینا اِیوانوونا کے دیکھتے ہی دیکھتے پوری الماری پھر سے کھڑی ہو گئی۔ لیکن جب صرف اوپر کے حصے پر لکڑی جڑنے کا کام باقی رہ گیا تو اس کے دل میں مارکل کی مدد کرنے کا خیال آ گیا۔ وہ الماری کے ایک تختے پر چڑھی ہی تھی کہ پاؤں پھسل گیا اور وہ دھڑام سے کنارے کے تختوں پر آ رہی جو کہ صرف چول کے سہارے ٹکے ہوئے تھے۔ مارکل نے ان تختوں کو اٹھانے کے لئے جو رسّی باندھ رکھی تھی وہ بھی نکل گئی۔ چنانچہ اینا اِیوانوونا کے ساتھ جو پیٹھ کے بل زمین پر گری تھی تمام

تختے بھی اس پر آگرے اور اس کے جسم پر کافی خراشیں آئیں۔

مارگل فوراً اس کی طرف لپکا: "اوہ! مادام۔ محترمہ!" اس نے کہا۔ "عزیز خاتون آپ نے یہ کیوں کیا؟ کہیں آپ کی کوئی ہڈی تو نہیں ٹوٹی۔ ذرا ہڈیوں کو ٹٹول کر دیکھئے۔ یہ ہڈیاں ہی تو ہیں اصل چیز جسم کے۔ نرم حصّوں کی کوئی بات نہیں۔ یہ نرم حصّے تو خدا کے فضل سے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ٹھیک ہو ہی جاتے ہیں اور کہاوت تو یہ ہے کہ یہ حصّے بنے ہی تفریح کے لئے ہیں — ارے اُلّو چیخنا بند کرو" اس نے روتی ہوئی ارینکا کو ڈانٹ پلائی۔ "ناک صاف کرو اور جاؤ اپنی ماں کے پاس — اُف میری مادام کیا آپ کو مجھ پر بھروسہ نہیں کہ میں آپ کی مدد کے بغیر بھی کپڑوں کی اس الماری کو ٹھیک ٹھاک کر سکتا تھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ آپ کے نزدیک میں محض ایک مزدور ہوں۔ اس کے علاوہ اور کچھ آپ سوچ بھی نہیں سکتیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں کبھی باقاعدہ بڑھئی کا کام کرتا تھا۔ کیبنٹ میکر۔ ہاں ہاں مادام۔ لکڑی کے ڈبے وغیرہ بنانا میرا پیشہ تھا۔ آپ مانیں گی نہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ نہ جانے ان ہاتھوں نے کتنی الماریاں اور ہر قسم کے ڈبے بنائے ہیں اور ان ہاتھوں سے کتنا بُرادہ۔ اخروٹ کی لکڑی۔ اور کیا کیا گزری ہے۔ معاف کیجئے یہی نہیں۔ نہ جانے کتنی شہزادیاں میرے پاس آیا کرتی تھیں اور پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے یہ سب غائب۔ یہ شراب کی وجہ سے ہوا۔"

مارگل نے ایک آرام کرسی کھینچی۔ اور اس کی مدد سے اینا ایوانوونا کراہتی اور خراشوں کو ملتی ہوئی اس پر نیم دراز ہو گئی۔ قلی نے پھر الماری کو جوڑنا شروع کیا۔ اوپر کا تختہ لگاتے ہوئے اس نے کہا۔ "اب دروازہ رہ گیا ہے اور اس کے بعد اسے نمائش میں رکھا جا سکتا ہے۔"

اینا ایوانوونا کو یہ کپڑوں کی الماری ذرا پسند نہ آئی۔ اس کی شکل دیکھ کر اسے شاہی مقبرہ یاد آگیا اور اس کے دل میں ایک عجیب قسم کا وہم اور ڈر سا بیٹھ گیا۔ اس نے اس کا نام آسکولڈ کا مقبرہ رکھ دیا جس سے اس کی مراد پرنس اولیگ کا گھوڑا تھا۔ آسکولڈ روسی مملکت کے بانیوں میں سے تھا۔ اور کیف میں دفن ہوا۔ اولیگ بھی کیف کا ہی ایک شہزادہ تھا جسے ایک سانپ نے ہلاک کر دیا تھا۔ یہ سانپ اس کے دلپسند گھوڑے کے سر میں سے نکلا تھا۔ اینا نے پڑھ تو بہت کچھ رکھا تھا لیکن ادھوری ادھوری اور متعلق باتوں کو الجھا دینا اس کا خاصہ بن گیا تھا۔ اس حادثے کے بعد اینا پھیپھڑوں کی کمزوری کے عارضے میں مبتلا ہو گئی۔

## (۲)

نومبر ۱۹۱۱ء کا پورا مہینہ ایناایوالوونا نے نمونیہ کے عارضہ میں گزارا۔

یورا۔ میشا گورڈن۔ اور تونیا آنے والے موسم بہار میں ڈگری لینے والے تھے۔ یورا ڈاکٹری کی۔ مشا کی بی تونیا قانون کی۔ اور میشا جو شعبہ فلسفہ کا طالب علم تھا۔ لسانیات کا گریجویٹ بننے والا تھا۔ یورا کے ذہن میں ابھی کوئی شے واضح نہیں تھی۔ لیکن اس کے نظریات۔ اس کی عادت اور اس کے رجحانات سب واضح طور پر اس کے اپنے تھے۔ وہ دوسروں کو متاثر کرنے کی بڑی صلاحیت رکھتا تھا اور اس کی حقیقت افروز بصیرت بہت نمایاں تھی۔

آرٹ اور تاریخ سے گو اسے گہرا لگاؤ تھا۔ تاہم پیشہ کے انتخاب میں وہ کبھی نہیں جھجکا۔ اس کا خیال تھا کہ جس طرح پیدائشی زندہ دلی یا افسردگی کوئی پیشہ نہیں ہے۔ اسی طرح آرٹ بجائے خود بھی اب کوئی پیشہ نہیں رہا ہے۔ اسے طبیعات اور نیچرل سائنس سے دلچسپی تھی اور اس کا ایمان تھا کہ آدمی کو اپنی عملی زندگی میں معاشرہ کے لئے کوئی مفید کام ضرور کرنا چاہیئے۔

اپنے چار سالہ کورس کے پہلے سال میں اس نے ایک پوری فصل چیر پھاڑ کے ایک کمرے میں کام کرتے گذاری جو یونیورسٹی کے زمین دوز حصہ میں تھا۔ یہاں چکردار زینہ اتر کر پہنچنا پڑتا تھا۔ اور اس جگہ ہمیشہ ایسے طلباء کا جمگھٹ رہتا جن کے بال ہر وقت بکھرے ہوئے رہتے تھے۔ ان میں سے بعض ہڈیوں میں گھرے بیٹھے اپنی بکھری ہوئی کتابوں کو غور سے دیکھتے یا اپنے اپنے کونے میں کاٹ پیٹ میں لگے رہتے۔ کچھ بیٹھے دوسروں کو بیوقوف بناتے۔ ہنسی مذاق کرتے اور چیر پھاڑ کے تجربات میں کام آنے والے چوہوں کا تعاقب کرتے جو سنگین فرش پر سرسراتے ہوئے دوڑتے پھرتے تھے۔ مردہ خانہ کی نیم تاریکی میں خودکشی کرنے والے نامعلوم نوجوانوں یا ڈوب کر ہلاک ہونے والی گمنام عورتوں کی برہنہ لاشیں جنھیں کیمیائی طریقے سے اتنا محفوظ رکھا گیا تھا کہ وہ خراب نہیں ہو سکتی تھیں۔ پڑی ہوئی فاسفورس کی طرح چمک رہی تھیں۔ پھٹکری کے مرکبات کے انجکشنوں سے ان میں پھر تازگی پیدا ہو جاتی اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا کہ ان لاشوں کے جمالی تناسب میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ لاشوں کو کاٹا جاتا۔ مختلف اعضاء کو الگ کر کے جوڑا جاتا پھر بھی انتہائی غور سے دیکھا جائے جب بھی جسم انسانی کے کسی حصہ کی خوبصورتی میں کوئی فرق دکھائی نہیں دیتا تھا۔ بعض اوقات تو ایسا ہوتا کہ یورا کی جست کی میز پر پانی چشمے کی طرح بہہ رہا ہوتا۔

اور وہ کسی عورت کے کٹے ہوئے بازو یا ہاتھ کو بغور دیکھنے میں منہمک رہتا۔ اس زیر زمین کمرے میں ہر وقت کاربولک ایسڈ اور جراثیم کش گیس کی بو پھیلی رہتی اور ہر شے سے عجیب پراسراریت جھلکتی خواہ یہ سامنے پڑے ہوئے مُردوں کی قسمت ہو یا خود زندگی اور موت کی پہیلی۔ اور اس زیر زمین کمرے میں موت چھائی رہتی جیسے یہ موت کا گھر ہو یا اس کا صدر مقام۔

اس اسرار کی آواز جو دوسری ہر چیز کو خاموش کر دیتی تھی۔ یورا کے دل و دماغ پر چھائی رہتی اور اس کے علم الابدان کے کام میں رکاوٹ بن جاتی۔ وہ اس پریشان خیالی کا عادی ہو چکا تھا اور اس کے باوجود اس کی پیش قدمی جاری رہی۔

یورا ایک شریف الطبع انسان اور بہترین مصنف تھا اسکول کے زمانہ ہی سے وہ زندگی کے موضوع پر ایک کتاب لکھنے کا خواب دیکھا کرتا جس پر وہ مدفون دھماکہ خیز مادہ کی طرح ایسی تمام نمایاں اور موثر چیزیں جو اس نے زندگی میں دیکھی یا سوچی تھیں ضابطۂ تحریر میں لانا چاہتا تھا لیکن اس وقت وہ بہت کم عمر تھا اور کتاب تصنیف نہیں کر سکتا تھا لہٰذا اس کی جگہ اس نے شاعری شروع کر دی۔ اس کی حالت ایک ایسے مصور کی سی تھی کہ اس کے ذہن میں ایک بڑی تصویر کا جو نقشہ ہو۔ وہ ہر وقت اس کے دماغی خاکے بناتا رہے۔ ان خام تخلیقات کی جانب اس کا رجحان اسکے موثر اسلوب بیان اور انفرادیت کے باعث تھا۔ اس کی رائے تھی کہ موثر اسلوب اور اچھوتا پن آرٹ کو حقیقت میں تبدیل کر دیتا ہے جس کے بغیر آرٹ محض بے کار اور غیر ضروری رہتا ہے۔

یورا کو بخوبی اس امر کا علم تھا کہ اس کے کردار کو ڈھالنے میں اس کے ماموں کا کیا حصّہ تھا۔ نکولائی نکولائیووچ آجکل لاسین میں قیام پذیر تھا۔ وہاں اس کی کتابیں روسی زبان میں شائع ہوئیں اور ان کے ترجمے بھی۔ ان کتابوں میں اس نے اپنے اس پرانے نظریہ کو نئے روپ میں پیش کیا کہ تاریخ بجائے خود ایک دوسری دنیا ہے جو کہ موت کے چیلنج کے جواب میں آدمی، وقت اور یادداشت کی مدد سے بناتا ہے۔ ان تخیلات کا محرک عیسائیت کا ایک نیا مفہوم تھا۔ جس کے نتیجہ میں آرٹ کا ایک بالکل ہی نیا تصور پیدا ہو گیا۔

یورا گورڈن پر ان نظریات کا یورا سے بھی زیادہ اثر تھا۔ ان نظریات ہی کے باعث اس نے یونیورسٹی کے شعبہ فلسفہ میں داخلہ لیا تھا اس کے ساتھ ہی اس نے دینیات پر لیکچر بھی سنے اور بعد میں تو

اس نے شعبہ دینیات میں منتقل ہو جانے پر بھی غور شروع کر دیا تھا۔ یورا برابر ترقی کرتا رہا اور اپنے ماموں کی منطق اور اس کے خیالات سے آزاد ہوتا گیا لیکن نیشا ان نظریات میں جکڑ کر رہ گیا۔ یورا نے محسوس کیا کہ اس کے دوست کا یہ جوش و خروش دراصل اس کی نظرت کے مطابق ہے۔ وہ بہت ہوشیار اور محتاط تھا۔ لہٰذا اس نے اپنے دوست کو اس کے حدود معقولیت سے متجاوز نظریات سے نکلنے کی کبھی بات چیت نہیں کی۔ لیکن اکثر اس کے دل میں یہ خواہش چٹکیاں لیتی کہ میشا آسمان سے زمین پر اتر آئے اور حقیقت پسندی سے کام لے۔

(۳)

نومبر کے آخر میں ایک رات یورا یونیورسٹی سے بہت دیر گئے گھر آیا۔ وہ بہت تھکا ہوا تھا۔ اس نے دن بھر کچھ نہیں کھایا تھا۔ اسے بتایا گیا کہ اس دن گھر میں سخت گھبراہٹ پھیلی رہی۔ اینا ایوانوونا پر بیماری کا دورہ پڑا۔ کئی ڈاکٹروں نے اس کا معائنہ کیا۔ اس کی حالت اتنی خراب تھی کہ ایک مرتبہ تو ڈاکٹروں نے اسکے شوہر الیگزینڈر الیگزینڈرووچ سے کہا کہ وہ آخری رسوم کے لئے پادری کو بلا لائے۔ لیکن بعد میں انھوں نے یہ ارادہ بدل دیا۔ اب مریضہ کی حالت بہتر ہے۔ وہ پوری طرح ہوش میں ہے۔ اور اس نے کہا ہے کہ یورا کو واپس آتے ہی اس کے پاس بھیج دیا جائے۔ یورا فوراً ہی اس کی طرف چل پڑا۔

کمرہ میں تھوڑی دیر پہلے کی افراتفری کے آثار اب تک نمایاں تھے۔ نرس خاموشی کے ساتھ چلتے ہوئے رات کے وقت کام آنے والی ادویات وغیرہ ایک میز پر قرینہ سے لگا رہی تھی۔ جن کو پورے مریضہ کے جسم کو دبایا گیا تھا۔ وہ ایک طرف بھیگے ہوئے پڑے تھے۔ سلفچی میں پانی منہ سے لگے ہوئے خون کی آمیزش سے گلابی ہو گیا تھا۔ اور اس میں روئی اور کپڑے کے پھولے ہوئے پھاہے وغیرہ تیر رہے تھے۔ اینا ایوانووچ پسینے میں شرابور لیٹی تھی۔ اس کے ہونٹ بالکل خشک تھے۔ اور اس کا چہرہ سخت وحشت زدہ دکھائی دے رہا تھا۔ یورا سوچ رہا تھا۔ "کہیں مرض کی تشخیص غلط تو نہیں ہو گئی؟ یہ سب تو نمونیہ کی علامتیں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے حالت خراب ہے۔" تسلیم بجا لانے کے بعد اس نے مریضہ سے حوصلہ افزا اور بے معنی قسم کی وہ تمام باتیں کہیں جو ایسے موقعوں پر کہی جاتی تھیں۔ نرس کو باہر بھیج دیا اور پھر اینا ایوانووچ کا بازو تھام کر اس کی نبض دیکھی۔ اس کے بعد اس نے اپنی جیب سے صدر بین (ڈاکٹروں کی مخصوص ربڑ کی نلکی) نکالنے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ مریضہ نے سر کی جنبش سے منع کرتے ہوئے اشارہ کیا کہ اس کی ضرورت

نہیں ہے۔ اب پیرا نے محسوس کیا کہ اس نے اسے کسی اور مقصد سے طلب کیا ہے۔ مرلفیہ نے پوری کوشش کے ساتھ بولنا شروع کیا۔

" وہ مجھے بستر مرگ کی رسم اصطباغ کی ادائیگی کے لئے کہہ رہے ہیں...... موت میرے سر پر منڈلا رہی ہے...... کسی وقت بھی میری آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند ہو جائیں گی...... تم جب دانت نکلوانے جاتے ہو تو ذرا ڈرتے ہو...... تمہیں تکلیف ہو گی...... تم خود کو اس کے لئے تیار کرتے ہو...... لیکن یہ صرف ایک دانت ہی نہیں۔ یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ تمہارا پورا جسم۔ تمہاری پوری زندگی...... جو کھینچ کر باہر نکالی جاتی ہے...... اور یہ کیا ہے؟...... کسی کو کچھ معلوم نہیں ــــ میں تو بالکل عاجز آ چکی ہوں۔ مصیبت زدہ ہوں۔"

وہ خاموش ہو گئی۔ اس کے رخساروں پر آنسوؤں کی لڑی بہہ رہی تھی۔ پیرا کچھ نہیں بولا۔ تھوڑے وقفے کے بعد اینیلا نے پھر بولنا شروع کیا۔

" تم ہوشیار ہو۔ اعلیٰ صلاحیتیں رکھتے ہو۔ تم عام لوگوں سے مختلف ہو۔ تم کچھ علم ضرور رکھتے ہو۔ ذرا مجھے دلاسا دو۔"

پیرا نے کہا۔" لیکن میں اس سلسلہ میں کیا کر سکتا ہوں۔ میں کیا کہوں" وہ کرسی پر بیٹھے بے چین سا ہو رہا تھا۔ کرسی سے اٹھا۔ کمرہ میں چند قدم تک چلا اور پھر آ کر بیٹھ گیا۔" پہلی بات تو یہ ہے کہ تم کل تک ٹھیک ہو جاؤ گی۔ اس کی علامتیں واضح نظر آ رہی ہیں۔ بر اس پلاپی جان تک کی شرط لگانے کو تیار ہوں۔ تم مرض کے خطرناک ترین مرحلے سے گذر چکی ہو۔ اور پھر موت ــــ یہ تو شعور کی بقا اور یوم حشر پر ایمان کا دوسرا نام ہے۔ اور تم مجھ سے بحیثیت ایک سائنسداں رائے لینا چاہتی ہو۔ یہ پھر کبھی سہی؟ ــــ نہیں! کیا کہا ابھی؟ خیر تمہاری مرضی۔ لیکن ایسے، اچانک ہی یہ رائے دینا بہت مشکل ہے۔" اس کے بعد اس نے وہیں اسی جگہ اسی وقت وعظ کرتے ہوئے فصاحت و بلاغت کے موتی بکھیرنا شروع کر دیئے۔ وہ خود حیران تھا کہ میں یہ کیسے طرح کر سکا۔ اس نے کہا۔

" قیامت۔ یوم حشر، کمزور انسانوں کی ہمت بندھانے کیلئے ہے اس کی جس طرح تبلیغ کی جاتی ہے میں اس کا قائل نہیں ہوں۔ میں نے زندوں اور مُردوں کے متعلق یسوع مسیح کے الفاظ کو ہمیشہ ایک مختلف پیرائے میں سمجھا ہے۔ ہزارہا سال میں جینے اور مرنے والے ان اربوں کھربوں انسانوں کے لئے آپ ایک مقام

پر جگہ کیسے نکال سکتے ہیں۔ یہ ساری کائنات اتنی وسیع تو نہیں جس میں یہ تمام سما جائے۔ او میرے خدا۔ اگر ایسا ہوا تو قیامت کا مطلب ہی خبط ہو جائیگا۔ خدا کے نیک اور بزرگ بندے تو وہاں جانوروں کی سی زندگی گذارنے والے بدبختوں کے پاؤں تلے روندے جائیں گے۔"

"لیکن زندگی۔ خواہ اس کی کوئی بھی صورت ہو۔ خواہ یہ کتنی مختلف شکلیں اختیار کیوں نہ کرے۔ ہمیشہ کائنات کو لبریز رکھتی ہے اور بار بار جنم لیتی رہتی ہے۔ تمہیں تشویش اس بات پر ہے کہ اس موت کے بعد تم پھر اٹھو گی یا نہیں۔ لیکن تم جب پیدا ہوئی تھیں اس وقت بھی تم نے موت کے بعد دوسرا جنم لیا تھا۔ ہاں البتہ تم نے اسے محسوس نہیں کیا۔

"کیا تمہیں تکلیف ہوگی؟ کیا جسم کے رگ و ریشے اپنے انتشار کو محسوس کریں گے۔ بالفاظ دیگر تمہارے شعور کا کیا حشر ہوگا؟ لیکن یہ شعور ہے کیا بلا؟ آؤ اس کا جائزہ لیں۔ آپ شعوری طور پر یا ارادتاً اگر سونے کی کوشش کریں گے۔ تو بے خوابی کا شکار ہوں گے۔ اس طرح اگر آپ کو ہر وقت اپنے ہاضمہ کا احساس ہوگا تو آپ کا ہاضمہ یقیناً خراب ہو جائے گا۔ یہ شعور ہمارے جسم و جان اور روح کے لئے زہر ہلاہل کا درجہ رکھتا ہے۔ شعور ایک روشنی ہے جو باہر اور سامنے کا راستہ دکھاتا ہے تاکہ ہم ٹھوکر نہ کھائیں۔ یہ انجن کی ہیڈ لائٹ کی طرح ہے ۔ لے ذرا اندر کی طرف اپنی طرف موڑ کر تو دیکھئے۔ فوراً حادثہ پیش آجائے گا۔

"پس تمہارے شعور کا کیا ہوگا؟ تمہارے شعور کا۔۔ کسی اور کے شعور کا نہیں۔۔ اچھا! تم ہو کیا؟ یہی تو اصل بات ہے۔ آؤ ہم اس کا جواب تلاش کریں۔ یہ جو تمہارا وجود ہے۔ اس کے متعلق تمہیں کیا معلوم ہے؟ اپنے اندر تمہیں کس چیز کا احساس اور شعور ہے؟ گردوں کا؟ جگر کا؟ خون کی رگوں کا۔؟ نہیں۔ کتنے ہی پرانے زمانے تک کی یادداشت سے کام لو۔ نتیجہ یہی ہوگا کہ تمہیں اپنے بارے میں کسی دوسری بیرونی اور واضح علامت کی بنا پر اپنی شناخت کا معیار قائم کرنا ہوگا۔ یہ تمہارے ہاتھ ہو سکتے ہیں۔ تمہارا اپنا خاندان ہو سکتا ہے۔ یا کسی دوسرے کا۔ اور اب ذرا غور سے سنو۔ تم دوسروں میں۔ یہ ہے تمہاری روح۔ یہ ہے تمہاری حقیقت۔ یہ ہے جن تمہاری ساری حیات کے دوران تمہارے شعور کی زندگی کا اصلی رہا۔ اس نے تمہاری زندگی کے دوران مزے کئے۔ یہ تھی دوسروں میں تمہاری روح۔ تمہاری لافانیت اور تمہاری زندگی۔ اور اب کیا ہوگا؟ تم ہمیشہ دوسروں میں رہے ہو۔ اور رہو گے۔ اور اگر بعد میں اسے تمہاری یادداشت کہا جائے تو تمہارے لئے کیا فرق پڑے گا؟ آخر یہ تم ہی تو ہو گے۔ تم وہ جو

کر مستقبل میں قدم رکھتے ہو اور اسی کا ایک جز دلازم کہلاؤ گے۔"

"اور اب ایک آخری نقطہ رہ گیا۔ ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ موت نام کی کوئی چیز نہیں ہے موت کا ہم سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ لیکن ہاں تم نے کچھ صلاحیتوں کا ذکر کیا تھا۔ کہ زق ہیں آکر یہ تمہے ہاں اس کا ہم لوگوں سے کچھ تعلق ضرور ہے۔ اور اس صلاحیت کا اعلیٰ اور وسیع ترین زبان میں مطلب زندگی کی صلاحیت ہے۔ زندہ رہنے کی صلاحیت ہے۔

"سینٹ جان نے کہا ہے کہ موت کا کوئی وجود نہیں۔ اس کا استدلال بہت سیدھا اور صاف ہے۔ موت اس لئے نہیں آئے گی کہ ماضی بہت اچھا ہے۔ اسکو تقریباً اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ موت نہیں آئے گی کیونکہ وہ پہلے ہی آچکی ہے۔ ختم ہو چکی ہے یہ پرانی بات ہے اور ہم اس سے تنگ آچکے ہیں ہمیں کسی نئی چیز کی ضرورت ہے اور وہ نئی چیز ابدی اور لافانی زندگی ہے۔"

وہ تقریر کرتے ہوئے کمرے میں ادھر ادھر ٹہلتا جا رہا تھا۔ اب اس نے اینا الیوانووَنا کے بستر کے قریب جا کر اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا اور کہا "سو جاؤ" اور چند ہی لمحات کے بعد وہ واقعی سونے لگی۔

یورا خاموشی کے ساتھ کمرے سے باہر آیا اور الیگزینڈر وونا کو بتایا کہ وہ نرس کو بلا لے۔ اس نے سوچا "لیکن مجھے یہ کیا دورہ پڑا۔ میں ایک باقاعدہ عطائی بنتا جا رہا ہوں۔ جو کچھ منہ میں آتا ہے معلوم ہوتا ہے جادو کے زور سے بولنے لگتا ہوں۔"

اگلے دن اینا الیوانوونا کی حالت بہتر ہو گئی۔

(۴)

اینا ایوانوونا کی حالت برابر بہتر ہوتی گئی۔ وسط دسمبر میں اس نے چلنے پھرنے کی کوشش کی۔ مگر وہ اب تک بہت کمزور تھی۔ ڈاکٹروں نے اسے ابھی کچھ عرصہ تک لیٹے رہنے اور مکمل آرام کا مشورہ دیا۔

وہ اکثر یورا اور اپنی بیٹی تونیا کو بلا لیتی۔ اور ہر بار مسلسل گھنٹوں تک ان سے اپنے بچپن کی باتیں کرتی جو اس نے کوہ یورال میں دریائے رینوا کے کنارے اپنے دادا کی وراثتی جاگیر پر گذارا تھا۔ یورا یا تونیا میں سے کسی نے بھی وہ جگہ نہیں دیکھی تھی تاہم اینا کی باتیں سن سن کر یورا بآسانی اس دہشت ناک گھنے اور تاریک جنگل کا تصور کر سکتا تھا۔ جو شب کی طرح سیاہ تھا۔ ادھر سے آج تک کسی کا گذر نہیں ہوا تھا۔ اور جس میں خمیدہ خنجر کی طرح ایک تیز رو ندی ایک طرف چٹانوں اور دوسری طرف کرد گرگی جائداد کی

جانب میدانوں میں سے ہو کر بہتی تھی۔

یورا اور تونیا نے اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ باقاعدہ شام کا لباس زیب تن کرنے کا فیصلہ کیا۔ یورا نے ڈنر جیکٹ، تونیا نے ہلکے زرد رنگ کی ساٹن کا پارٹی ڈریس جس کے ساتھ گلے میں کوئی متناسب چیز ہو پہننے کا ارادہ کیا۔

۲۷ دسمبر کو وہ یہ ملبوسات سوین ٹیٹسکی کی کرسمس پارٹی میں پہننے والے تھے۔ جب ٹیلر ماسٹر اور درزن نے یہ کپڑے تیار کر کے انھیں دیئے تو یورا اور تونیا نے آزمائش کے طور پر انھیں پہن کر دیکھا اور بہت خوش ہوئے۔ ابھی انھوں نے یہ کپڑے اپنے جسم سے اتارے بھی نہیں تھے کہ اگرووناوہاں آئی اور کہا کہ وہ این ایوانوونا کے پاس جائیں۔

دونوں نئے کپڑوں میں ہی اس تک چلے گئے۔ انھیں دیکھ کر اپنا کہنیوں کے سہارے ذرا بلند ہوتی اور انھیں غور سے دیکھ کر کہا "ذرا پلٹ کر کھڑے ہونا! بہت خوب" اس نے کہا "بہت خوبصورت۔ مجھے خیال بھی نہ تھا کہ کپڑے سل کر آ گئے ہیں۔ تونیا۔ ذرا مجھے ایک نظر اور دیکھنے دو۔ نہیں۔ یہ بالکل ٹھیک ہے میرا خیال تھا کہ شاید اس جگہ سلائی پر شکن پڑے ہوئے ہیں۔ معلوم ہے میں نے تمہیں کیوں بلایا ہے؟ لیکن یورا پہلے میں تم سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔

"این ایوانوونا! مجھے معلوم ہے۔ میں جانتا ہوں۔ تم نے خط دیکھ لیا ہے۔ میں نے خود یہ تمہیں بھجوایا تھا۔ مجھے معلوم ہے کہ تمہیں نکولائی نکولائیوچ سے اتفاق ہے۔ تمہارا دونوں کا خیال ہے کہ مجھے اس وراثت سے انکار نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن ذرا ٹھہرو۔ تمہارے لئے باتیں کرنا مضر ہے۔ صرف مجھے وضاحت کرنے دو حالانکہ تمہیں اکثر باتوں کا پہلے سے علم ہے۔

"ہاں! تو پہلی بات یہ ہے کہ وکیل تو یہی چاہتے ہیں کہ میرے والد نے جو ترکہ چھوڑا ہے اس کی تقسیم کے لئے مقدمہ بازی ضرور ہو۔ کیونکہ میرے والد اپنی جاگیر کی صورت میں کافی دولت چھوڑ گئے ہیں جس سے وکلا بخوبی فیس وصول کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ میرے والد نے اور کوئی ورثہ نہیں چھوڑا۔ قرضوں اور گھپلوں کے سوا اور کچھ نہیں۔ خواہ مخواہ کا کیچڑ اچھالا جائے گا۔ اگر واقعی کوئی ایسی چیز ہوتی جسے دولت میں منتقل کیا جا سکتا تو تمہارا کیا خیال ہے۔ میں اسے بطور تحفہ عدالت کو پیش کر دیتا؟ اور خود اس سے فائدہ نہ اٹھاتا؟ یہی تو بات ہے۔ یہ مقدمہ بازی کی تجویز محض دھوکہ ہے۔ فریب ہے۔

لہٰذا خواہ مخواہ کا گند اچھلنے سے بہتر یہی ہے کہ میں اس املاک کے حق سے دستبردار ہو جاؤں جس کا کہیں وجود ہی نہیں ہے۔ اور یہ بقیہ جائداد ان لوگوں کے لئے چھوڑ دوں جو آج بلاوجہ دعویدار بنے پھرتے ہیں تمہیں معلوم ہے میرے والد کی اس مفروضہ جائداد کی ایک دعویدار کوئی مادام ایلس بھی ہے جو خود کو میرے باپ کی بیوی بتاتی ہے اور اپنے بچوں کے ساتھ پیرس میں رہتی ہے۔ میں ایک عرصے سے جانتا ہوں۔ لیکن اب کچھ اور دعوے بھی اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ تمہاری تو خبر نہیں لیکن مجھے ہر حال ان کے بارے میں ابھی معلوم ہوا ہے۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی جب کہ میری والدہ زندہ تھیں میرے والد ایک سنکی شہزادی۔ استولیونودوا اینزیکی پر فریفتہ ہوگئے۔ اس خاتون کے بطن سے میرے والد کا ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس کا نام ایوگراف ہے۔ اور اس کی عمر دس سال ہے۔"

"شہزادی ایک گوشہ نشین عورت ہے۔ وہ آمسک کے باہر اپنے مکان میں رہتی ہے اور کبھی باہر نہیں جاتی۔ خدا جانے اس کا ذریعہ معاش کیا ہے۔ میں نے اس مکان کا ایک فوٹو دیکھا۔ مکان بہت خوبصورت ہے۔ اس میں پانچ فرانسیسی طرز کی کھڑکیاں ہیں۔ اس کی کارنسوں پر آرائشی نقش و نگار بنے ہوئے ہیں اور پچھلے دنوں میں یہ محسوس کرتا رہا ہوں کہ وہ مکان سائبریا اور ماسکو کے ہزاروں میل کے درمیانی فاصلے کے پار ان پانچوں کھڑکیوں سے مجھے گھور رہا ہے۔ اور یہ کہ جلد یا بدیر اس کا جناتی سایہ مجھ پر ضرور اثر انداز ہوگا۔ لہٰذا میں ان تمام چیزوں کا کیا کروں گا۔ خیالی دولت جھوٹے دعویدار، بغض و عناد، رشک و حسد؟ اور دکیل؟"

"پھر بھی تمہیں اس سے دستبردار نہیں ہونا چاہیئے تھا۔" اینا ایوانوونا نے کہا "کیا تم جانتے ہو کہ میں نے تمہیں کیوں بلایا ہے؟" اس نے پھر ایک مرتبہ پوچھا اور فوراً ہی کہنے لگی۔ "اس کا نام مجھے یاد آگیا۔ تم جنگلات کے اس محافظ کو جانتے ہو جس کے متعلق میں کل تمہیں بتا رہی تھی؟ اس کا نام باکوس تھا۔ کیا یہ غیر معمولی نام نہیں ہے؟ ایک دھوکے باز انسان جس کا قلب شیطان کی طرح سیاہ ہے۔ جس کی ڈاڑھی بھنوؤں تک بڑھی ہوئی ہے اور جو اپنے آپ کو باکوس کہتا ہے۔ اس کی شکل بالکل بگڑی ہوئی تھی۔ ایک ریچھ نے اسے بھنبھوڑ ڈالا تھا۔ لیکن اس نے لڑ کر اسے بھگا دیا تھا۔ اور وہاں سب ہی لوگ ایسے ہی ہیں کیسے کیسے نام ہیں ان کے۔ نمایاں اور گونج دار! ایگپس، لوپس، فاؤسٹس۔ تھوڑی تھوڑی

دیر بعد ایسے ہی کسی شخص کی آمد کا اعلان کیا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ آگسٹن ہو یا پھر فردوکس ہو۔ کوئی شخص جن کا نام اتنا ہی گونجدار ہو جیسے ہتھیاری بندوق سے نکلی ہوئی گولی کی آواز — اور پھر ہم سب فوراً زینے سے اتر کر نرسری سے ہوتے ہوئے باورچی خانہ میں چلے جاتے۔ اور وہاں۔ تم نہیں سوچ سکتے کہ وہ کس قسم کا تھا۔ تمہیں ایک کوئلہ فروش دکھائی دیتا جس کے ساتھ ریچھ کا ایک بچہ ہوتا۔ یا پھر وہ لوہے کے ذخیرے تلاش کرنے والا ہوتا جو صوبے کے دور دراز علاقے سے لوہے کا نمونہ لے کر آیا ہو۔ اور تمہارے دادا ضرور اسے دفتر سے رقم وصول کرنے کے لئے پرچہ لکھ کر دیدیتے۔ کچھ لوگوں کو روپیہ دیدیا جاتا۔ کچھ کو گیہوں اور کچھ دوسروں کو کاتوس۔ جنگل کا سلسلہ کھڑکیوں تک چلا آیا تھا۔ اور برف — برف! جس کی تہہ مکان کی چھتوں سے بھی اونچی پہونچ گئی تھی۔ اچانک اینا ایوانوونا کو کھانسی کا دورہ پڑا۔

"بس بس اتنا ہی کافی ہے۔ زیادہ بات نہ کرو۔ یہ تمہارے لئے نقصان دہ ہے۔" تونیا اور یورا نے اس سے کہا

"واہیات۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ اب مجھے یاد آیا۔ ایگراف دونا نے مجھ سے کہا تھا کہ تم دونوں یہ سوچ کر پریشان ہو رہے ہو کہ تمہیں پرسوں پارٹی میں جانا ہے یا نہیں۔ آئندہ میں کوئی ایسی حماقت کی بات نہ سنوں۔ تمہیں اپنے وجود پر شرم آنی چاہیئے! اور یورا تم اپنے آپ کو ڈاکٹر کہتے ہو! اچھا تو پھر یہ طے ہے کہ تم جاؤ گے۔ بس یہی فیصلہ ہے۔ اچھا پھر تمہیں باکوس کے متعلق بتاؤں۔ جب وہ جوان تھا تو اس وقت وہ لوہار کا کام کیا کرتا تھا۔ وہ ایک لڑائی میں گھر گیا تھا اور اس کی آنتیں باہر نکل آئی تھیں۔ لہٰذا اس نے اپنے لئے لوہے کی آنتیں بنائیں۔ دیکھو یورا حماقت کی باتیں مت کرو۔ یہ تو میں بھی جانتی ہوں کہ وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ تمہیں اس کے لغوی معنوں پر نہیں جانا چاہیئے! لیکن لوگ یہی کہتے تھے۔"

اسے پھر کھانسی کا دورہ پڑا جو پہلے دورے سے زیادہ دیر تک جاری رہا۔ اس کی وجہ سے وہ اپنی بات جاری نہیں رکھ سکی۔ وہ بڑی دیر تک کھانستی رہی اور سانس تک نہیں لے سکی۔

یورا اور تونیا اس کے قریب پہونچ گئے۔ وہ اس کے پلنگ کے قریب کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے تھے۔ ان دونوں کے ہاتھ ایک دوسرے کو چھو رہے تھے۔ ابھی تک کھانستے ہوئے اینا ایوانوونا نے دونوں کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لئے اور انھیں اسی طرح ملا رہنے دیا جب وہ بات کرنے کے قابل ہوئی تو اس

نے کہا۔ اگر میں مر جاؤں تو تم دونوں ساتھ ساتھ رہنا۔ تم دونوں ایک دوسرے کے لئے پیدا ہوئے ہو شادی کر لینا۔ لو بس اب تمہاری منگنی ہو گئی۔ اتنا کہہ کر اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

(۵)

سن ۱۹۰۶ء کا موسم بہار تھا ــــ چند ماہ بعد اسے جمناسٹک کے کورس کا آخری سال شروع کرنا تھا ــــ اور لارا اور کومارووسکی کے تعلقات کو چھ مہینے گذرے تھے لیکن اتنی ہی مدت میں وہ تنگ آچکی تھی۔ اس نے نہایت چالاکی سے لارا کی پریشانی سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ کومارووسکی جب مناسب سمجھتا احتیاط سے اس کی غلطی کی یاد اسے دلا دیا کرتا۔ اس طرح کی باتیں لارا کو ایک ذہنی انتشار میں مبتلا کر دیتی تھیں۔ اور وہ خود کو نفسانی ہوس کے ایک بھیانک خواب میں ڈوبا ہوا پاتی تھی۔ یہ خواب اس کے ذہن پر چھایا چلا جاتا تھا اور جب وہ اس سے چونکتی تھی تو عجیب سا خوف محسوس کرتی تھی۔ شب میں اس پر جو پاگل پن طاری ہوتا۔ جس طرح وہ خود کو اس کے حوالے کر دیتی تھی وہ اسی طرح ناقابل یقین تھا جیسے کہ جادو۔ اس حالت میں کوئی منطق کام نہیں کرتی تھی۔ ہر چیز منتشر معلوم ہوتی تھی۔ تیز کسک نفرتی قہقہوں میں بدل جاتی تھی اور چھیڑنے والے کے ہاتھوں کو وہ شکر گذاری کے عالم میں اپنے نازک ہونٹوں سے چوما کرتی تھی۔ ایسا دکھائی دیتا تھا کہ یہ صورت حال ہمیشہ یونہی رہے گی۔ لیکن اس موسم بہار کے دوران ایک دن وہ تاریخ کی کلاس میں بیٹھی موسم گرما کے تصور میں گم تھی۔ اس نے محسوس کیا کہ گرما میں، سکول یا گھر پر پڑھائی کی مصروفیت بھی اسے کومارووسکی سے نہ بچا سکے گی تو اس نے اچانک ایک نیا فیصلہ کیا جس نے اس کی ساری زندگی کا رخ ہی موڑ کر رکھ دیا۔ اس دن موسم ذرا گرم تھا۔ اور طوفان آنے والا تھا۔ کھڑکیوں میں سے شہر کا شور و غل شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ اور میدان میں کھیلنے والے بچوں کی چیخوں جیسے تسلسل کے ساتھ اندر آ رہا تھا۔ سبزہ اور مٹی کی ملی جلی خوشبو نے فضا میں عجیب خمار سے پیدا کر دیا تھا۔

کلاس میں نپولین کی مصر پر چڑھائی سے متعلق پڑھایا جا رہا تھا۔ اور جب فریجس میں فوجیں اترنے کا ذکر آیا تو ایک دم آسمان پر تاریکی پھیل گئی جسے بجلی کی چمک اور کڑک نے ایک لمحے کے لئے کاٹ کر رکھ دیا۔ گرد و غبار کا ایک بادل کمرہ میں گھس آیا۔ اور اس کے ساتھ بارش کی سوندھی سوندھی خوشبو بھی بکھر گئی۔ بند کرنے کے لئے جب اسکول کے ملازم آئے تو دروازہ کھلنے سے ہوا کا اتنا تیز جھونکا آیا کہ ڈیسکوں پر سے تمام بلاٹنگ پیپر اڑ گئے۔ اتنے میں کھڑکیاں بند کر دی گئیں۔ اور شہر میں گرد آلود غلیظ بارش کا سلسلہ

شروع ہو گیا۔ لارا نے کاپی میں سے ایک ورق پھاڑ کر نکالا اور اپنی برابر والی لڑکی نادیا کولوگریو ودا کے نام پرچہ لکھا۔

"نادیا۔ میں اپنی والدہ سے الگ رہنا چاہتی ہوں۔ مجھے پڑھانے کی کوئی ایسی ملازمت دلانے میں میری مدد کرو جس سے میں زیادہ سے زیادہ تنخواہ پا سکوں۔ تم متعدد امیروں کو جانتی ہو"۔

نادیا نے اس کے جواب میں لکھا۔

"ہمیں لیپا کے لئے ایک معلمہ کی تلاش ہے۔ تم ہمارے ہاں کام کیوں نہیں کرتیں؟ بہت اچھا رہے گا۔ تم خوب جانتی ہو کہ میرے والدین تمہیں کتنا پسند کرتے ہیں"۔

(۶)

لارا نے کولوگریو ودف کے خاندان میں تین سال ایسے گذارے جیسے وہ سنگین دیواروں میں قلعہ بند ہو کر بیٹھی تھی۔ کسی نے اسے پریشان نہیں کیا۔ اور تو اور اس کی ماں اور بھائی بھی اس سے دور رہے جن سے اس کے تعلقات ذرا کشیدہ ہو گئے تھے۔

ورانتی سیکلوویچ کولوگریوودف ایک بڑا کاروباری آدمی تھا۔ اور جدید ترین طریقوں سے کام لینے کا ذہین ترین ماہر۔ اسے زوال پذیر نظام سے دوہرا بیر تھا۔ ایک رئیس کی حیثیت سے۔ کہ وہ سرکاری خزانہ سے بھی زیادہ دولت جمع کرنا چاہتا تھا۔ دوسرے اس لئے کہ وہ نچلے طبقہ سے ابھر کر امارت کے انتہائی عروج پر پہنچا تھا۔ وہ اپنے گھر پر ایسے انقلابیوں کو پناہ دیتا پولیس جن کی تلاش میں پھرتی۔ سیاسی مقدمات میں ملزمین کے قانونی دفاع کے اخراجات خود برداشت کرتا۔ اس کے بارے میں ہر طبقہ کے لوگ لطیفہ کے طور پر یہ کہا کرتے تھے کہ وہ اس نظام کو بدلنے کی خاطر خود ہی اپنے کارخانوں میں ہڑتالیں کراتا ہے۔ ورانتی بہترین نشانہ باز اور ماہر شکاری تھا۔ ۱۹۰۵ء کی سرما میں اس نے سریبریانی کے گھنے جنگل اور جزیرہ لوسن جا کر مزدوروں کے ملیشیا کو رائفل چلانے کی تربیت دی تھی۔

شوہر بہترین آدمی تھا تو بیوی سرافیما فلی پودنا بھی کسی طرح کم نہ تھی۔ لارا ان دونوں کی مداح تھی اور ان کی بہت عزت کرتی تھی۔ ادھر اس خاندان کے سب افراد لارا سے محبت کرتے اور اسے اپنے ہی خاندان کا ایک فرد سمجھتے تھے۔ لارا نے اس گھر میں تین سال سے زائد عرصہ ہر قسم کے رنج و فکر سے آزاد رہ کر گذارا۔ اس کے بعد ایک دن اس کا بھائی رودیا اس سے ملنے آیا۔ اس نے بتایا کہ اس کی جماعت کے کیڈٹوں نے اکیڈیمی کے سربراہ کو الوداعی تحفہ دینے کا فیصلہ کیا تھا اور اسے یہ تحفہ خریدنے کے لئے کہا تھا۔

انھوں نے آپس میں چندہ ڈال کر رقم جمع کی اور اس کے حوالے کردی، مگر وہ تحفہ خریدنے کی بجائے یہ ساری رقم دو دن ہوئے جوا کھیل کر ہار آیا۔ اتنا کہہ کر وہ دھڑام سے آرام کرسی پر آگرا اور رونا شروع کر دیا۔

لارا خاموش بیٹھی بھائی کی رام کہانی سنتی رہی۔ وہ سسکیاں لے کر کہہ رہا تھا "کل رات میں وکٹر ایپولی تو وچ سے ملنے گیا تھا۔ اس نے مجھ سے اس سلسلہ میں بات تک کرنے سے انکار کر دیا لیکن اس نے یہ ضرور کہا کہ اگر تمہاری بہن چاہے تو...... اس نے کہا کہ گو تم اب ہم میں سے کسی سے محبت نہیں کرتی ہو تاہم اس پر اب تک تمہارا اثر ہے...... پیاری بہن...... بس تمہارا ایک نقطہ کافی ہے میرا کام بن جائیگا ــــ تم ذرا غور تو کرو میرے لئے یہ کتنا اہم ہے۔ بڑی شرم کی بات ہے.... میری وردی کی عزت خطرہ میں ہے۔ تم اس سے ملنے جاؤ۔ اتنی سی رقم مانگنا کوئی بڑی بات نہیں۔ تم اس سے جا کر بات تو کرو۔ تم یہ کبھی نہیں چاہو گی کہ تمہارا بھائی اس حقیر رقم کے لئے جان دیدے۔"

"تمہاری جان ــــ تمہاری وردی کی لات!" لارا نے اس کے الفاظ غصہ کے ساتھ دہراتے ہوئے کہا۔ وہ طیش میں آکر کمرہ میں اِدھر سے اُدھر آ جا رہی تھی۔ اس نے کہا "اور میں چونکہ وردی میں نہیں ہوں اسلئے میری کوئی عزت ہی نہیں۔ تم جو چاہو مجھ سے سلوک کرو۔ معلوم ہے تم مجھے کیا کہہ رہے ہو۔ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ کیا تمہیں احساس ہے کہ وہ تمہیں کس مقصد کے لئے استعمال کر رہا ہے۔ میں نے برسوں کی مشقت اور جدوجہد سے اپنے لئے جو کچھ لیا ہے وہ اب تم آکر ایک لحظہ میں تباہ کرنا چاہتے ہو۔ تم جاؤ جہنم میں۔ جاؤ گولی مار کر خودکشی کر لو۔ مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ آخر تمہیں کتنی رقم چاہیئے؟"

"صرف ۶۹۰ روبل۔ یوں سمجھ لو پورے سات سو!" ذرا توقف سے اس نے کہا۔

"روڈیا! تم پاگل ہو گئے ہو۔ معلوم ہے تم کیا کہہ رہے ہو۔ تم نے سات سو روبل جوا کھیل کر ہار دیئے ہیں۔ اوہ روڈیا! معلوم ہے میرے جیسے ایک معمولی ذرائع کے انسان کو اتنی رقم کمانے کے لئے ایمانداری کے ساتھ کتنا عرصہ کام کرنا پڑتا ہے۔" اتنا کہہ کر وہ رو پڑی اور پھر سرد مہری کے ساتھ ایسے مخاطب ہوئی جیسے کسی اجنبی سے بات کر رہی ہو۔ "اچھا۔ میں کوشش کرونگی۔ کل آؤ۔ اور اپنا وہ ریوالور بھی ساتھ لانا جس سے گولی چلا کر تم خودکشی کرنے والے تھے۔ یہ ریوالور ہمیشہ کے لئے میرے حوالے کر دینا۔ اور یاد رکھو اس میں کافی گولیاں ہونی چاہئیں۔"

اس نے کولوگریووف سے یہ رقم لے لی۔

(۷)

کولگر یو دف کے ہاں ملازمت کے ساتھ لارا نے اپنی تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور جسمانی ورزش کی تعلیم کی ڈگری حاصل کرلی۔ اس کے بعد اس نے یونیورسٹی کورس لے لئے۔ یہاں بھی اس کی رفتار بہت اچھی رہی۔ اور اب آئندہ سال ۱۹۱۲ء میں اسے اعلیٰ ڈپلومہ ملنے والا تھا۔

۱۹۱۱ء کے موسم بہار میں اس کی شاگرد لیپا بھی جسمانی ورزش کے اسکول سے گریجویٹ بن گئی۔ اسکی ایک نوجوان انجینئر زلیسنڈ انگ سے منگنی ہو چکی تھی۔ اس کا ایک کھاتے پیتے اونچے گھرانے سے تعلق تھا۔ لیپا کے والدین کو بیٹی کا یہ انتخاب تو پسند تھا مگر وہ اتنی کم سنی میں شادی کے خلاف تھے اور اسے کچھ عرصہ اور انتظار کرنے کا مشورہ دے رہے تھے۔ اس پر خاصہ ہنگامہ رہا۔ لیپا خاندان کی لاڈلی اور رئیس کی نازوں پلی بیٹی تھی۔ وہ والدین پر ناراض ہو کر چیختی اور غصہ میں آکر زور زور سے جوتوں کی ایڑیاں فرش پر مارتی۔

اس دولتمند گھرانے میں لارا خاندان کے ایک فرد کی طرح رہتی تھی۔ اور کسی نے اسے قرضہ کی ادائیگی کے لئے یاددہانی نہیں کرائی۔ دراصل انھیں یہ قرضہ یاد ہی نہیں رہا تھا۔ اگر اس کے کچھ خفیہ اخراجات کا چکر نہ ہوتا تو شاید وہ یہ قرضہ کبھی کی ادا کر چکی ہوتی۔

وہ پاشا کے باپ کو جو سائبریا میں جلا وطنی کے دن کاٹ رہا تھا ہر مہینے باقاعدگی کے ساتھ ایک رقم بھیجا کرتی۔ مگر لطف یہ کہ پاشا کو اس کی خبر تک نہیں تھی۔ اس کی بیمار اور چڑچڑی ماں کی مدد کرتی۔ اس کی مالک مکان خاتون کو براہ راست۔ اس کے رہائش و طعام کے اخراجات کا ایک حصہ ادا کر کے اس کے اپنے اخراجات کو کسی حد تک ہلکا کرنے کی کوشش کرتی۔ اسی نے پاشا کے لئے آرٹ تھیٹر کے قریب کیمر گراسٹریٹ کی ایک نئی عمارت میں مکان تلاش کیا تھا۔

پاشا لارا سے تھوڑا چھوٹا تھا۔ وہ لارا کو جنون کی حد تک چاہتا تھا اور اسکی معمولی خواہش پر اپنی نظریں بچھانے کے لئے بے چین رہتا تھا۔

رئیل جمنیزیم سے اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد لارا کے اصرار پر اس نے یونانی اور لاطینی زبان کی تعلیم حاصل کرنی شروع کر دی۔ ان دونوں کی تمنا تھی کہ ایک سال بعد اپنے امتحانات سے فارغ ہوتے ہی وہ ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے کے ہو جائیں گے۔ اور یورال کے کسی صوبائی دارالحکومت میں

سکونت اختیار کریں گے۔

۱۹۱۱ء کے موسم گرما میں لارا آخری بار کولوگرلیودف کے ساتھ ڈیلانکا گئی۔ اسے اس جگہ سے دلی لگاؤ تھا۔ وہ اس کے مالکوں سے بھی زیادہ اس کی شیدا تھی۔ وہ یہ بات جانتے تھے اور ہر موسم میں ان کی یہاں آمد پر وہی منظر دہرایا جاتا تھا اسی پابندی کے ساتھ جیسے اس کے بارے میں کوئی غیر تحریری سمجھوتہ ہوا ہو۔ ٹرین کے تکلیف دہ سفر کے بعد وہ اسٹیشن پر اترتے تو لارا دیہات کے دور دور تک پھیلے ہوئے سکوت میں کھو سی جاتی۔ شدت جذبات سے اس کی زبان الفاظ ادا کرنے سے قاصر ہوتی۔ وہ اسٹیشن سے اکیلی ہی گھر کی طرف چل پڑتی۔ ایک جدائی کیفیت کے ساتھ ادھر اسٹیشن کے باہر سامان ٹھیلے پر لادا جاتا اور دوسرے افراد خاندان اپنی بگھی پر سوار ہوتے۔ اور ڈیلانسکا کا کوچوان رنگین قمیض اور بغیر آستین کا کوٹ پہنے بگھی ہانکنے کے ساتھ ساتھ پورے راستہ تازہ ترین مقامی خبریں سناتا جاتا۔

لارا پٹری کے ساتھ ساتھ ایک پگڈنڈی پر چلتے چلتے کھیتوں میں مڑ گئی۔ کھیتوں میں جا کر وہ تھوڑی دیر کے لئے رکی اس نے اپنی آنکھیں میچ لیں۔ اور اپنے گرد پھیلی ہوئی پھولوں کی مہک میں بسی ہوئی فضا میں ایک لمبی سانس لی یہ جگہ اسے بے حد عزیز تھی۔ اپنی عزیز ترین ہستی سے بھی زیادہ عزیز۔ ایک چاہنے والے سے بہتر ایک۔ کتاب سے زیادہ دانشمند۔ ایک لمحہ کے لئے اسے ایسا محسوس ہو جیسے اس نے اپنی زندگی کا مقصد پھر سے پالیا ہے۔ وہ یہاں اس دنیا میں اس لئے ہے کہ اس کی کشش کی تہہ کو پہنچ جائے اور ہر چیز کو اس کے صحیح نام سے پکارے اور اگر یہ اس کی بساط سے باہر ہو تو زندگی سے محبت کی خاطر جانشینوں کو جنم دے جو اس کی جگہ پر یہ کام انجام دیں۔

اب کے گرما میں وہ گاؤں پہنچی تو خود کو بہت تھکا ہوا محسوس کیا۔ ذرا سی بات پر گھبرا کر اٹھی۔ گو وہ طبعاً بہت اچھی تھی مگر اب اس میں ایک نئی بات پیدا ہو گئی۔ اس کے دل میں چھوٹی چھوٹی باتوں پر بعض لوگوں کی جانب سے شبہات اور شکایات پیدا ہونے لگیں تھیں پہلے کی طرح کولوگرلیودف کا پورا خاندان اب بھی اس کا مداح تھا۔ اور سب چاہتے تھے کہ وہ ان کے ساتھ ہی رہے۔ لیکن چونکہ اس کی شاگرد لیپا اب جوان ہو گئی تھی۔ اس لئے لارا نے محسوس کیا کہ اب اس کا یہاں کوئی کام نہیں رہا۔ اس نے تنخواہ لینے سے انکار کر دیا۔ اور بہت اصرار کے بعد تنخواہ لینے پر رضامند ہوئی۔ اسے ابھی اس کی ضرورت بھی تھی کیونکہ اس خاندان کے ساتھ قیام کرتے ہوئے اس کے لئے آزادانہ کوئی دوسرا کام کر کے روزگار حاصل کرنا

مشکل تھا۔

لارا نے محسوس کیا کہ اس کی پوزیشن بہت غلط اور پریشان کن ہے۔ وہ اب ان لوگوں پر بار بنی ہوئی ہے مگر یہ لوگ اسے محسوس نہیں ہونے دیتے۔ وہ خود اپنے آپ پر ایک بار تھی۔ وہ کولوگریووف کے خاندان اور خود اپنے آپ سے کہیں دور بھاگ جانا چاہتی تھی۔ مگر اس سے پہلے وہ ان کا قرضہ چکا دینا چاہتی تھی اور فی الحال قرضہ اتارنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ یہاں ایک یرغمال کی طرح بند ہے۔ اور یہ سب اس بیوقوف روڈیا کے باعث۔ وہ عجیب بے بسی کے عالم میں پیچ و تاب کھا کر رہ جاتی۔

وہ ہر بات ایسے محسوس کرتی جیسے اس کی بہت سُبکی ہوئی ہے۔ اگر کوئی مہمان اس سے زیادہ متوجہ ہوتا تو وہ سمجھتی کہ وہ اسے "ایک آسان شکار" سمجھ رہا ہے۔ اور اگر کوئی اس کی جانب متوجہ نہ ہوتا تو وہ سمجھتی کہ وہ اس کے وجود ہی سے منکر ہے۔ موڈ کے ان دوروں کے باوجود وہ اس گھر میں آنے والے مہمانوں کے ساتھ بہت خوش اخلاقی سے پیش آتی۔ وہ ان کے ساتھ تیرا کرتی۔ کشتی چلاتی۔ دریا کے کنارے رات کی پکنک پارٹیوں میں حصہ لیتی۔ ناچتی اور آتش بازی چھوڑتی دل بہلاتی۔ وہ شوقیہ ڈراموں اور نشانہ بازی میں بھی حصہ لیتی۔ ان مقابلوں میں چھوٹی مزرالفلیں استعمال ہوتی تھیں۔ مگر وہ روڈیا کے ہلکے ریوالور کو ہی پسند کرتی اور اس کے استعمال میں ماہر ہو گئی تھی۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "افسوس کہ میں عورت ہوں مجھے تو دوسروں سے مقابلہ کرنے والا آدمی ہونا چاہیئے تھا۔" وہ دل بہلانے کی لاکھ کوشش کرتی مگر اس کا جنون بڑھتا ہی گیا۔ اسے کچھ معلوم نہ تھا کہ آخر وہ کیا چاہتی ہے۔

جب یہ لوگ شہر واپس گئے تو لارا کی الجھنوں میں اور اضافہ ہو گیا۔ اب پاشا سے بھی اس کی دو دو چونچیں ہونے لگیں۔ لیکن وہ اس سے جھگڑنے میں بہت محتاط تھی۔ اور اسے اپنا آخری سہارا سمجھتی تھی ادھر پاشا میں کچھ خود اعتمادی پیدا ہو رہی تھی۔ اس کا لب و لہجہ بھی بدل رہا تھا جس پر لارا کو حیرت ہوتی اور غصہ بھی آتا اس کے دماغ میں یہ چیزیں کچھ اس طرح گھومتیں۔ پاشا۔ لیپا۔ کولوگریووف کا پیسہ۔ اس کا دماغ پلٹ رہا تھا۔ وہ ہر پرانی چیز سے ناطہ توڑ کر کچھ نیا کام کرنے کے جنون میں مبتلا تھی۔ چنانچہ اسی کیفیت میں اس نے ۱۹۱۱ء کے کرسمس کے دنوں میں ایک مہلک فیصلہ کیا۔ وہ کولوگریووف کے ہاں سے فوراً چلی جائے گی اور آزادانہ زندگی بسر کرے گی۔ اور کوماروسکی سے روپیہ لے گی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ آخر وہ اس کی مدد کیوں نہیں کرے گا۔ وہ بہادری اور بے غرضی کے ساتھ اس کی مدد کرے گا۔ اور اس میں بے عزتی اور بے غیرتی کی

کی کوئی بات نہیں۔

یہ سوچتے ہی وہ ۲۷ دسمبر کی رات کو پترودکا اسٹریٹ کی طرف چل پڑی۔ زودیا کا بھرا ہوا پستول اس کے پاس تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ اگر کوماروسکی نے انکار کیا یا اس کی بے عزتی کرنے کی کوشش کی تو وہ اسے گولی ماردیگی۔ سجے سجائے بازاروں میں وہ غضبناک شیرنی کی طرح چل رہی تھی۔ اس نے کسی چیز کو نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔ ریوالور کی وہ گولی جسے وہ چلانے کا ارادہ رکھتی تھی پہلے ہی اس کے دل میں اتر چکی تھی اور اب یہ بات بالکل بے معنی تھی کہ یہ گولی کس پر چلے گی۔ اسے اگر کسی چیز کا ہوش تھا تو اس ریوالور کی گولی کا۔ پترودکا اسٹریٹ جاتے ہوئے اسے راستہ بھر اسی گولی کے چلنے کی آواز سنائی دیتی رہی۔ اس کا نشانہ کوماروسکی تھا۔ وہ خود تھی۔ اس کی اپنی قسمت تھی۔ اور ڈبلانکا کا بڑا درخت تھا۔

(۸)

لارا کوماروسکی کے گھر پہنچی تو ایما اس کا اوورکوٹ اتارنے کے لئے بڑھی ہی تھی کہ لارا نے چیخ کر کہا "اسے ہاتھ نہ لگانا!" ایما نے اسے بتایا کہ دکتور باہر گیا ہوا ہے۔ اور وہ اس کا انتظار کرے۔ لیکن وہاں تاب انتظار کہاں تھی! "میں جلدی میں ہوں۔ وہ کہاں ہے؟" لارا نے پوچھا۔

"وہ ایک کرسمس پارٹی میں گیا ہوا ہے" کاغذ کا ایک پرزہ ہاتھ میں لئے ہوئے جس پر پتہ لکھا ہوا ہے۔ لارا اس مایوس اور اداس زینہ سے اتری اور فلور ٹاؤن پر سوین تتسکی کے مکان کی طرف چل پڑی۔

اب اس نے اپنے گرد نظر ڈالی تو محسوس کیا کہ شدید سردی پڑ رہی ہے۔ رات کا وقت ہے۔ سرما شباب پر ہے۔ یہ شہر ہے۔ سڑکیں اور بازار پوری طرح برف پوش ہیں۔ اس کے لئے سانس تک لینا مشکل ہو گیا۔ یخ بستہ ہواؤں کے جھونکے اس کی سموری ٹوپی اور چہرے سے آ کر بری طرح ٹکرا رہے تھے۔ اس کا دل بلیوں اچھلنے لگا۔ وہ سنسان بازاروں اور رستے چائے خانوں کے گرم دروازوں کے سامنے سے گزرتی ہوئی تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہی تھی۔ دھند میں سے چٹنی کی طرح سرخ چہرے، گھوڑے اور کتے دھند سے نکل کر سامنے آ رہے تھے اور سب کے سروں پر برف جمی ہوئی تھی۔ کھڑکیوں کے شیشوں پر برف کی بھاری تہہ جمی ہوئی تھی۔ جن پر کرسمس کے جگمگ کرتے ہوئے تقریباتی درختوں کی رنگ برنگی روشنی کے ساتھ راہ چلتے لوگوں کے تاریک سائے اس طرح پڑ رہے تھے جیسے پردہ پر تصویریں نظر آتی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ راہ گیروں کی تفریح کے لئے یہ تماشا ہو رہا ہے۔

کیمرگراسٹریٹ میں آکر اچانک لارا رک گئی۔ "میں اور نہیں چل سکتی۔ میں یہ سب برداشت نہیں کرسکتی۔ میں اوپر جاکر اسے سب کچھ بتادوں گی۔" اور یہ کہتے ہی وہ دروازہ میں داخل ہوکر زینہ چڑھنے لگی۔

(۹)

پاشا اپنے سخت کالر کو قمیص میں فٹ کرنے کی کوشش میں مصروف ہورہا تھا۔ اس کی زبان بری طرح باہر نکلی ہوئی تھی اور وہ پارٹی میں جانے کے لئے جلد از جلد لباس پہن کر تیار ہونے کی فکر میں تھا۔ وہ اتنا سیدھا اور شرمیلا تھا کہ لارا جب دروازے پر دستک دیئے بغیر کمرہ میں داخل ہوئی تو وہ اس خیال ہی سے پریشان ہوگیا کہ ابھی اس کے لباس میں ذرا سی کمی رہ گئی تھی۔ اس نے فوراً محسوس کرلیا کہ لارا کے تیور بگڑے ہوئے ہیں۔ وہ ایک جگہ ٹک کر بھی کھڑی نہیں ہوسکتی تھی اور دونوں کناروں سے اپنی اسکرٹ کو ذرا ہاتھ سے اٹھا کر اس طرح چل رہی تھی جیسے وہ کوئی دریا پار کررہی ہو

پاشا گھبرا کے اس کے قریب آیا اور پوچھا۔ "کیوں خیریت تو ہے۔ کیا بات ہے؟"

"میرے قریب بیٹھ جاؤ — بیٹھ جاؤ — اس کالر وغیرہ کو رہنے دو ابھی — میں بہت جلدی میں ہوں۔ ایک منٹ بعد مجھے واپس جانا ہے۔ میرے رومال کو ہاتھ مت لگاؤ۔ ٹھہرو۔ ذرا ایک منٹ کے لئے منہ ادھر کرلو۔" پاشا نے ایسا ہی کیا۔ لارا نے اوور کوٹ اتار کر کھونٹی پر لٹکا دیا۔ رودیا کا پستول رومال سے نکال کر جیب میں ڈالا اور پھر صوفے پر جاکر بیٹھ گئی۔

"اب تم ادھر دیکھ سکتے ہو۔" اس نے کہا۔ "یہ بجلی بجھا کر ذرا موم بتی جلادو۔"

وہ ہمیشہ موم بتی کی ہلکی روشنی میں بیٹھنا پسند کرتی تھی۔ اور پاشا اس کا ہمیشہ خیال رکھتا تھا۔ اس نے نئی موم بتی جلا کر شیشے کے خول میں لگائی اور اسے کھڑکی پر رکھ دیا۔ موم بتی کی لو سے کھڑکی کے شیشے پر ہلکا سا سیاہ نشان بننا شروع ہوگیا۔

"پاشا! سنو!" لارا بولی "میں سخت مشکل میں ہوں۔ تمہیں میری مدد کرنی چاہیئے۔ لیکن ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مجھ سے جرح بھی نہ کرنا۔ یہ نہ سمجھو کہ ہم بھی دوسرے لوگوں کی طرح ہیں۔ یہ بڑا سنگین معاملہ ہے۔ میں ہر وقت خطرہ میں ہوں۔ اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔ اگر تم چاہتے ہو کہ میں تباہی سے بچی رہوں۔ تو پھر ہمیں اب اپنی شادی میں ذرا دیر نہیں کرنی چاہیئے۔"

"لیکن میں بھی تو ہمیشہ سے یہی چاہتا ہوں۔" پاشا بیچ میں بول اٹھا۔ "تم دن مقرر کرلو۔ تم جب کہوگی۔

تیار ہوں۔ لیکن اب صاف بتا دو۔ تم پریشان کیوں ہو؟ دیکھو۔ یہ پہیلیاں بجھوا کر مجھے دکھ مت پہنچاؤ۔"
لیکن وہ اس سوال کو بالکل ٹال گئی۔ اور اس نے بات کا موضوع ہی بدل ڈالا۔ انھوں نے ادھر ادھر کی اور بہت سی باتیں کیں۔ جن کا لارا کی مشکلات سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

(۱۰)

اس سال موسم سرما میں یورا یونیورسٹی کے گولڈ میڈل کے مقابلے کے لئے آنکھ کے پردے کے اعصابی عناصر پر ایک سائنسی مقالہ لکھ رہا تھا۔ گو اس نے جنرل میڈیسن کا امتحان پاس کیا تھا تاہم آنکھ کے معاملے میں وہ خاص حقوقیات رکھتا تھا۔ علم بینائی سے اس کی دلچسپی اس کے اپنے کردار کے دوسرے پہلوؤں سے میل کھاتی تھی۔ اس کی تخلیقی صلاحیتیں۔ فنکارانہ تخیل۔ اور تخیل کی منطقی ساخت۔

ٹونیا اور یورا برف میں چلنے والی کرایہ کی گاڑی پر سوار سونیتسکی کی کرسمس پارٹی میں جا رہے تھے۔ وہ چھ سال تک ایک ہی گھر میں اپنے بچپن اور عنفوان شباب کا زمانہ گذار چکے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ایک دوسرے کے متعلق انھیں ہر بات کا علم تھا۔ دونوں کی ایک سی عادات تھیں۔ وہ ایک دوسرے کے مذاق پر خاص انداز میں شکلیں بناتے اور آوازیں نکالتے۔ لیکن اس وقت وہ گاڑی میں خاموش بیٹھے تھے کبھی کوئی ایک آدھ بات کرتا۔ اور پھر اپنے خیالات میں غرق ہو جاتا۔ مارے سردی کے دانت سے دانت بج رہے تھے۔

یورا اپنے تعلیمی مقابلہ کی تالیف کے بارے میں سوچ رہا تھا اور چاہتا تھا کہ وہ اس پر زیادہ سے زیادہ محنت کرے۔ لیکن راستے میں کرسمس کے شور و غل نے اس کے ان خیالات کے سلسلہ کو منتشر کر دیا۔ اور وہ کچھ اور ہی سوچنے لگا۔ اس نے گورڈن سے وعدہ کیا تھا کہ وہ بلاک پر آرٹیکل لکھے گا جو طلبا کے اس اخبار میں شائع ہوگا جس کا گورڈن ایڈیٹر تھا۔ ماسکو اور پیٹرز برگ دونوں شہروں کے نوجوان اور خاص طور پر یورا اور گورڈن تو بلاک کے دیوانے تھے۔ لیکن اس کے ان خیالات کا سلسلہ بھی قائم نہ رہ سکا۔ گاڑی کے ہلکے جھٹکوں سے ٹونیا اور یورا کی ٹھوڑی اور کان کی لو سے کالر بکرار ہے تھے اور دونوں اپنے اپنے خیالات میں غرق تھے۔ مگر ایک بات ایسی تھی جس پر آکر دونوں کے خیالات رک کر رہ گئے اس کا تعلق ان کی اس ملاقات سے تھا جو اینا ایوانوونا کے بستر علالت کے قریب حال ہی میں ہوئی تھی اسکے بعد وہ بالکل بدل گئے تھے۔ ان کی آنکھیں کھل گئیں اور اب وہ ایک دوسرے کو بالکل ہی نئی نظروں

سے دیکھنے لگے تھے۔

یورا ایک عرصے سے تونیا کو جانتا تھا، سمجھتا تھا کہ تونیا کو بھی اس سے محبت ہے۔ اور اس معاملہ میں کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں۔ لیکن تونیا تو بہت ہی پیچیدہ اور ٹیڑھی لڑکی ثابت ہوئی۔ اب وہ عورت بن چکی تھی۔ یورا عالم خیال میں خود کو شہنشاہ سمجھتا تھا، ہیرو سمجھ سکتا تھا، پیغمبر یا فاتح سمجھ سکتا تھا لیکن عورت نہیں۔

اب جبکہ تونیا ایسے کمزور اور ناتواں شانوں (اسے وہ نازک اور کمزور ہی دکھائی دیتی حالانکہ وہ اچھی خاصی صحت مند لڑکی تھی) پر یہ بار اٹھا رہی تھی۔ یورا کو اس سے بہت ہمدردی تھی اور وہ عجیب قسم کی جھجک محسوس کرتا تھا جو جذبات عقیدت و محبت کا ایک خاصہ ہے۔ اسی طرح یورا کے بارے میں تونیا کے رویہ میں بھی تبدیلی پیدا ہو گئی۔ معاً یورا کو خیال آیا کہ شاید انھیں اس وقت گھر سے باہر نہیں آنا چاہیئے تھا۔ اسے اینا ایوانوونا کی فکر تھی۔ وہ گھر سے چلنے ہی والے تھے کہ انھیں اینا کی ناسازی طبع کی خبر ملی۔ وہ اس کے کمرے میں گئے تو اس نے پھر انھیں وہی حکم دیا "تم پارٹی میں ضرور جاؤ۔" وہ کھڑکی سے جھانک کر باہر موسم کا پتہ چلانے کی کوشش کے بعد جب پیچھے ہٹے تھے تو تونیا کے نئے لباس سے جالی کا پردہ چپک گیا اور اس کے پیچھے پیچھے شادی کے لباس فاخرہ کی طرح لڑھکتا آرہا تھا۔ جب سب نے یہ منظر دیکھا تو بے تحاشہ ہنسنے لگے تھے۔

یورا نے باہر اپنے گرد و پیش پر نظر ڈالی تو اسے بھی وہی منظر دکھائی دیا۔ جو ابھی کچھ دیر پہلے لارا نے دیکھا تھا۔ برف میں چلنے والی گاڑی کے شور و غل کی صدائے بازگشت باغ کے برف پوش احاطے سے آرہی تھی۔ روشن کمروں کی شیشے کی کھڑکیوں پر برف کے انجماد نے اس کے دل میں دھندلے پکھراج کی یاد تازہ کر دی۔ ماسکو میں کرسمس کی گہما گہمی شباب پر تھی۔ کرسمس کے درخت موم بتیوں سے جگمگ کر رہے تھے اور رنگ برنگے لباس پہنے مہمان آنکھ مچولی کھیل رہے تھے۔

اچانک یورا کو یہ بات سوجھی کہ روسی زندگی میں بلاک کرسمس کی روح رواں اور جذبہ کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس شمالی شہر میں بھی اور جدید ترین روسی لٹریچر میں بھی۔ اس جدید شاہراہ پر ستاروں سے جگمگانے والے آسمان تلے بھی اور بیسویں صدی کے ڈرائنگ روم میں کرسمس کے جگمگاتے درخت کے گرد بھی۔ اس نے سوچا کہ جب صورت حال یہ ہے تو بلاک پر مضمون لکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ بس اتنا کافی رہے گا کہ آگی

کی تصویر "ونڈریزی آرائش" کو روسی طرز کی تصویر بنا کر اس میں برف، بھیڑیئے اور سمور کے جنگلات دکھائے جائیں!۔

کیمر گراسٹریٹ سے گاڑی میں گزرتے ہوئے یورا نے ایک جگہ دیکھا کہ شیشے کی کھڑکی کے اندر جلنے والی موم بتی نے باہر برف کی ایک ڈلی کو پگھلا دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ موم بتی باہر سڑک پر جھانک کر آنے جانے والی بگھیوں کو دیکھتے ہوئے کسی کا انتظار کر رہی ہے۔ وہ اچانک گنگنانے لگا۔ "میز پر بتی جلی ــــ میز پر بتی جلی ......" کیا یہ کسی الجھی ہوئی غیر واضح چیز کا آغاز تھا؟ اس نے سوچا کبھی تو یہ غیر واضح چیز واضح شکل و صورت اختیار کرے گی۔ اس سے زیادہ وہ اور کچھ نہیں سوچ سکا۔

(۱۱)

سوین تتسکی کے ہاں عرصہ دراز سے کرسمس پارٹی کا ایک ہی لگا بندھا طریقہ چلا آرہا تھا۔ دس بجے کے بعد جبکہ بچے گھروں کو چلے جاتے کرسمس کے روایتی اور آرائشی درخت کو دوسروں کی خاطر دوبارہ روشن کیا جاتا اور پھر اس پارٹی کا ہنگامہ ہاؤ ہو علی الصبح تک جاری رہتا۔ سنجیدہ قسم کے لوگ ایک کمرہ میں بیٹھ کر تاش کھیلتے۔ اس کمرے کی آرائش ہمپائر کے زمانہ کی طرز پر کی گئی تھی۔ اور رقص کے کمرے سے اس کو ایک درمیانی دروازہ پر بھاری پردہ ڈال کر الگ کیا گیا تھا جس میں پیتل کے چھلے پڑے ہوئے تھے۔ طلوع آفتاب سے قبل یہ لوگ مل کر کھانا کھاتے۔

سوین تتسکی کے بھتیجے جارج نے صدر دروازے سے اپنے چچا اور چچی کے کمرہ کی طرف دوڑتے ہوئے پوچھا "آپ لوگ اتنی دیر سے کیوں آئے ہیں"۔ یورا اور تونیا نے اوورکوٹ اور دستانے وغیرہ اتارتے ہوئے اور اپنے میزبان کو ہیلو کہنے سے قبل رقص کے کمرہ (بال روم) پر ایک سرسری سی نگاہ ڈالی۔

جو لوگ رقص کی بجائے چلتے پھرتے باتیں کر رہے تھے وہ اپنے کپڑوں کو سرسراتے اور دوسروں کے پاؤں کو اپنے پاؤں تلے کچلتے ہوئے پھر رہے تھے بالکل ایسے جس طرح کرسمس کے درخت کی رنگ برنگی روشنیوں کے بیشمار دائروں کے عقب میں جھلکنے والی سیاہ دیوار۔ کمرہ کے وسط میں رقص کرنے والے مستی کے عالم میں گھومنے اور چکر لگانے میں مصروف تھے۔ یہاں عورتوں اور مردوں کی قیادت کے فرائض کوکا کورنا کاف ادا کر رہا تھا۔ وہ قانون کا طالب علم تھا اور اس کا باپ ایک اسسٹنٹ پبلک پراسیکیوٹر تھا۔ رقص کے پہلے دور میں وہ ایک ساتھی لڑکی کو لئے سب سے آگے کھڑا تھا اور اسے تھپتھپاتے ہوئے گھوم کر وہ پیانو بجانے والے

پر زور سے چیخا۔ اور اس وقت تک لڑکی کو ساتھ لئے گھومتا رہا جب تک کہ والٹز کا نغمہ بلند کرنے والے تمام ساز خاموش نہیں ہو گئے۔ پہلا رقص ختم ہو گیا اور سب نے تالیاں بجا کر اس کا خیر مقدم کیا۔ اب انسانوں سے بھرے ہوئے اس ہال میں لوگ خنک مشروبات پینے لگے۔ مردوں اور عورتوں کے قہقہوں اور ان کی باتوں کے شور سے سارا ہال بری طرح گونج رہا تھا۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں جن کے چہرے مارے خوشی کے تمتما رہے تھے مسلسل شور و غل کرتے ہوئے ہنس رہے تھے اور دھڑا دھڑ شیمپین اور دوسرے مشروبات پینے میں لگے ہوئے تھے جب وہ اپنے گلاس ٹرے میں رکھتے تو شور پہلے سے بھی دس گنا ہو جاتا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انھوں نے کوئی روح افزا دوا پی لی ہے۔ تونیا اور یورا ڈانس ہال سے گذرتے ہوئے اپنے میزبان کے کمرہ میں چلے گئے جو ہال کے پیچھے کی طرف تھا۔

(۱۲)

سوین تیتسکی کے رہائشی کمروں میں وہ سارا فرنیچر ٹھونسا ہوا تھا جو اس پارٹی کے سلسلہ میں ڈانس ہال اور ڈرائنگ روم کو خالی کرنے کے لئے وہاں سے ہٹا دیا گیا تھا۔ اور اس گھر کا عجیب و غریب باورچی خانہ کرسمس کا ورکشاپ بنا ہوا تھا۔ ہر طرف سے رنگ و روغن کی بو آرہی تھی۔ اجتماعی رقص میں پھینکے جانے والے رنگین فیتے اور ڈوریوں سے بھرے ہوئے ڈبے اور موم بتیوں کی پیٹیاں بھری رکھی تھیں۔ ادھر اپنے کمرے میں بیٹھے ہوئے سوین تیتسکی اور اس کی بیوی مہمانوں کو دیئے جانے والے تحائف اور کھانے کی میز کے کارڈوں پہ نام اور لاٹری کے ٹکٹوں پر نمبر لکھ رہے تھے۔

جارجس اس کام میں ان کا ہاتھ بٹا رہا تھا مگر غریب بار بار گنتی بھول جاتا اور چچا چچی اس پر ناراض ہوتے۔ تونیا اور یورا کے آنے سے وہ بہت خوش ہوئے۔ ان دونوں کو وہ بچپن سے جانتے تھے۔ اور آتے ہی انھیں بھی اپنے ساتھ کام سے لگا لیا پھر شوہر نے بیوی کی شکایت کے انداز میں کہا۔ "اسکی سمجھ ہی میں یہ بات نہیں آئی کہ یہ کام پہلے سے کر لینا چاہیئے تھا۔ پارٹی کے دوران میں نہیں جب کہ سب مہمان آچکے ہیں۔ اے جارجس! یہ تم کیا کر رہے ہو بھلے آدمی، صوفہ اور میز پر رکھی جانے والی لوازتیں مختلف ہیں۔ تم نے ان سب کو گڈمڈ کر دیا۔" غرضیکہ یورا اور تونیا نے پارٹی کا آدھا وقت تو جارجس اور اپنے میزبان میاں بیوی کے ساتھ ان کے کمرہ میں گذار دیا۔

(۱۳)

ادھر لارا پارٹی کے آغاز سے اب تک ہال روم میں تھی۔ نہ اس نے شام کا لباس پہن رکھا تھا اور نہ

کسی اور وہاں جاتی تھی۔ تاہم وہ وہیں رہی۔ کبھی کوکا گورناکوف کے ساتھ ایسے رقص کرلیتی جیسے سوتے میں چل رہی ہے۔ اور کبھی منہ اٹھا کر کمرے کے اندر جدھر جی میں آتا گھومنے لگتی۔ ایک آدھ مرتبہ وہ کچھ تذبذب کے عالم میں مہمانوں کی نشست گاہ کے سامنے بھی ذرا سی دیر کے لئے رکی۔ اس امید میں کہ شاید کوماروسکی جو دروازے کی جانب منہ کئے بیٹھا تھا اسے دیکھ لے۔ لیکن اُس نے بھی اپنے تاش کے پتوں سے نگاہ نہیں اٹھائی۔ پتے اس کے بائیں ہاتھ میں تھے اور چہرہ پتوں کی اوٹ میں۔ اس نے یا تو لارا کو واقعی دیکھا ہی نہیں تھا یا پھر بن رہا تھا۔ ادھر مارے ندامت اور غصہ کے لارا کا دم گھٹنے لگا۔ ایک لڑکی جس سے لارا واقف تھی۔ بال روم سے دوسرے کمرے میں گئی۔ کوماروسکی نے اسکی طرف ایسی نظروں سے دیکھا جس کا مطلب لارا خوب سمجھتی تھی یہ لڑکی کوماروسکی کی اس نظر کو بھانپ کر مارے خوشی کے کچھ جھینپ سی گئی۔ لیکن لارا کا منہ شرم اور غصہ سے سرخ ہو گیا۔ اور اس کے جی میں آیا کہ وہ زور سے چیخے۔ وہ سوچ رہی تھی۔ "یہ نیا شکار ہے"! اس کے بعد لارا کی نظروں میں کوماروسکی سے اپنے تعلقات کی تصویر اس طرح پھرنے لگی جیسے وہ ان واقعات کو آئینہ میں دیکھ رہی ہو۔ اس نے اس شخص سے ملاقات کا ارادہ ترک نہیں کیا البتہ یہ سوچا کہ وہ اس سے بعد میں پھر کبھی بات کرے گی۔ اس وقت تو اس نے بڑے ضبط سے کام لیا۔ اور بال روم میں چلی گئی۔

کوماروسکی تین دوسرے آدمیوں کے ساتھ تاش کھیل رہا تھا۔ اس کے بائیں طرف کورناکوف تھا۔ اس نوجوان کا باپ جس کے ساتھ لارا دوبارہ رقص کر رہی تھی۔ اور اسی کی زبانی اسے یہ معلوم ہوا تھا۔ اس نوجوان کی ماں ایک طویل قامت عورت تھی جس کا رنگ ذرا سیاہی مائل تھا۔ وہ سیاہ کپڑے پہنے اور سانپ کی طرح بل کھاتی گردن کے ساتھ بے چین ہو کر بال روم اور مہمان خانہ کے درمیان کبھی اپنے شوہر کو گھورتی جو تاش کھیل رہا تھا اور کبھی اپنے بیٹے کو جو ناچ رہا تھا۔ آخر کار لارا کو معلوم ہوا کہ جس لڑکی نے اسے تکلیف دہ شبہ میں ڈال دیا تھا وہ اس نوجوان کی بہن ہے۔ اس نے سوچا کہ اس کے دل میں جو شبہ پیدا ہوا تھا وہ بالکل بے بنیاد تھا۔

کوکا نے جب پہلی مرتبہ اس سے اپنا تعارف کرایا۔ تو لارا نے اس کے پورے نام پر دھیان نہیں دیا۔ لیکن جب وہ والٹز کی دھن پر آخری رقص کے بعد گھومتا اور تھرکتا ہوا لارا کو کرسی پر چھوڑنے آیا تو اس نے کورنش کے انداز میں جھکتے ہوئے اپنا نام پھر دہرایا۔ "کورناکوف ... کورناکوف"۔ اس سے لارا کو کچھ یاد آ گیا۔ کوئی ناخوشگوار بات اس کے ذہن میں پلٹ آئی۔ ماسکو کی سنٹرل جیل میں کورناکوف کا باپ

اسسٹنٹ ہیں ایک پراسیکیوٹر ہے۔ اور اس نے ریلوے مزدوروں کے اس مقدمہ کی سماعت کے دوران جس میں یوزن بھی شامل تھا۔ عدالت کے سامنے ایک مجنونانہ تقریر کی تھی ٹلار کے کہنے پر کوئی گریووف اسے بحث کرنے گیا تھا مگر ناکام رہا۔" ہوں۔ تو یہ بات ہے...... بہت خوب...... کورنا کوف۔ کورنا کوف۔"

(۱۴)

رات کے دو بج چکے تھے۔ اور یورا کے کان گونجنے لگے۔ چائے اور پیٹیس کے وقفہ کے بعد پھر رقص شروع ہو گیا۔ کرسمس کے پودے پر سے موم بتیاں جل جل کر گر رہی تھیں۔ مگر موم بتیوں کو بدلنے کی اب کسے فکر تھی۔ یورا کچھ تھکا ہوا اور گھٹا ہوا بال روم کے بیچوں بیچ کھڑا تونیا کو دیکھ رہا تھا۔ جو ایک اجنبی کے ساتھ رقص کر رہی تھی۔ وہ رقص کرنے والوں کی ریل پیل میں اس تک پہنچی۔ پھر وہ اپنے ساٹن کے لباس کا ایک پلو اس کی طرف پھڑکا کر ایسے چلی گئی جیسے مچھلی اپنے پر ہلاتے ہوئے پانی میں غائب ہو جاتی ہے۔ وہ بہت جوش میں تھی۔ وقفہ کے دوران اس نے چائے پینے سے انکار کر دیا اور سنگتروں سے اپنی پیاس بجھائی۔ اس نے سنگتروں کا رس چوسا اور رومال سے انگلیوں اور منہ کو صاف کر لیا۔ بے تحاشہ ہنستے اور بولتے ہوئے اس نے رومال کو رقص کے دوران ہاتھ ہی میں تھامے رکھا۔ کبھی اسے آستین میں سے نکال لیتی اور کبھی دوبارہ آستین میں چھپا لیتی۔

اب جو وہ یورا کے پاس سے گذری جو خاموش کھڑا تھا اور اپنے نامعلوم ساتھی کے ساتھ رقص کرتی اور جھومتی ہوئی وہاں سے مڑی تو اس نے زور سے یورا کا ہاتھ دبایا اور بہت زور سے ہنسنے لگی۔ لیکن اس کا رومال یورا کے ہاتھ میں رہ گیا جس نے رومال کھینچ کر ہونٹوں سے لگایا اور آنکھیں میچ لیں۔ رومال میں سنگتروں اور تونیا کی خوشبو بسی ہوئی تھی۔ یورا مسحور ہو کر رہ گیا۔ یہ یورا کی زندگی کا ایک بالکل انوکھا تجربہ تھا۔ اس نے کبھی اس کیفیت کا اندازہ نہیں کیا تھا۔ جو آج اس وقت اس پر گذر رہی تھی۔ یہ خوشبو کچھ ایسی تابدار نکلی کہ اس نے یورا کو اوپر سے نیچے تک کاٹ کر رکھ دیا۔ اس خوشبو میں وہ بھولپن اور وہ بچپنا تھا۔ جس سے وہ اس قدر مانوس تھا جسے وہ پہچانتا تھا۔ اس نے ایسا محسوس کیا جیسے کسی نے اندھیرے میں اس کے کان میں چپکے سے کوئی بات کہہ دی ہو۔ اس نے رومال کو کھینچ کر اپنی آنکھوں اور اپنے ہونٹوں سے لگایا۔ اچانک اندر سے گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔

ہر کوئی مڑ کر اس بھاری پردہ کی طرف دیکھنے لگا جو بال روم اور مہمان خانہ کے درمیان دروازہ

پر پڑا ہوا تھا۔ ایک لمحہ تک مکمل سکوت طاری رہا۔ اس کے بعد ہنگامہ شروع ہو گیا۔ بعض لوگ چیختے چلاتے ہوئے ایک دوسرے کو دھکے دیتے ہوئے ادھر ادھر دوڑنے لگے۔ دوسرے کولگے پیچھے دوڑتے ہوئے مہمان خانے کی طرف گئے۔ جہاں سے گولی کی آواز آئی تھی۔ کچھ لوگ بکتے جھکتے روتے۔ بحث کرتے اور باتیں بناتے اندر سے باہر کی طرف آنے لگے۔

"اس نے کیا کیا ہے؟ اس نے کیا کیا ہے؟" کوماروسکی بار بار مایوسی کے ساتھ کہہ رہا تھا۔

"بوریا، بوریا، مجھ سے کہہ دو کہ تم زندہ ہو" مسز کورناکوف رو رو کر کہہ رہی تھی۔ اس پر ہسٹریا کی سی کیفیت طاری تھی۔ ڈاکٹر درودکوف کہاں ہے؟ لوگ کہہ رہے تھے وہ یہیں ہے۔ اوہ، لیکن کہاں، وہ کہاں ہے؟ — تم کس طرح، آخر کس طرح یہ کہہ سکتے ہو کہ یہ محض ایک خراش ہے! اوہ میرے پیارے شہید ان تمام مجرموں کی پول کھولنے کا تمہیں یہ بدلہ ملا! وہ رہی ذلیل عورت، وہ رہی۔ میں تیری آنکھیں نکال لوں گی، کمینی اس دفعہ تو بچ کر نہیں جا سکتی! تم نے کیا کہا۔ کوماروسکی؟ تم؟ اس نے تم پر گولی چلائی تھی نہیں میں برداشت نہیں کر سکتی، یہ ایک المناک لمحہ ہے۔ کوماروسکی میں اس وقت کسی قسم کا مذاق برداشت نہیں کر سکتی۔ کوکا، کوکو چکا! کیا تم اس کا یقین کر سکتے ہو؟ اس نے تمہارے باپ کو جان سے مارنے کی کوشش کی تھی...... ہاں...... لیکن قدرت...... کوکا! کوکا!

مجمع نشست کے کمرے سے نکل کر رقص گاہ میں چلا گیا۔ سب سے آگے کورناکوف تھا جو ہر ایک کو ہنس ہنس کر یہ یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ بالکل بھلا چنگا ہے اور ایک رومال سے اپنے بائیں ہاتھ کی خراش کو صاف کرتا جا رہا تھا۔ ایک اور گروپ کسی قدر ہٹ کر لارا کو بازو سے پکڑ کر لا رہا تھا۔

یورا دم بخود تھا۔ پھر یہی لڑکی! اور پھر ایسے غیر معمولی حالات میں! اور پھر وہی سفید بالوں والا آدمی۔ لیکن اس مرتبہ یورا کو معلوم تھا کہ وہ کون تھا — ! ایک معزز وکیل کوماروسکی جس کا اس کے باپ کی جاگیر سے کچھ تعلق تھا اسے سلام کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ان دونوں نے یہی ظاہر کیا کہ وہ ایک دوسرے کو نہیں جانتے۔ اور لڑکی.... تو اس لڑکی ہی نے گولی چلائی تھی؟ ضرور اس کی سیاسی جماعت ہوں گی بے چاری وہ بری طرح پھنس گئی۔ وہ کس قدر حسین تھی! اور وہ گنوار آدمی جو اس کی باہیں مروڑ رہے تھے جیسے وہ کوئی عام چور ہو!

لیکن ایک دم وہ سمجھ گیا کہ وہ غلطی پر تھا۔ لارا کی ٹانگیں جواب دے گئیں۔ وہ لوگ اسے پکڑ کر اٹھائے ہوئے نزدیک کی آرام کرسی پر لے جا رہے تھے۔ جہاں وہ بیدم ہو کر گر گئی۔

یورا بھاگ کر اس کے پاس جانے والا تھا تاکہ اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرے۔ لیکن اس نے مناسب سمجھا کہ پہلے اس سے ہمدردی کرے جس پر حملہ کیا گیا تھا۔ وہ چل کر کونا کونن کے پاس پہنچا۔

"میں ایک ڈاکٹر ہوں۔" اس نے کہا۔ "مجھے اپنا بازو دیکھنے دو۔ اچھا۔ تم خوش قسمت نکلے۔ اس پر تو پٹی باندھنے تک کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن ذرا سا آئیڈین لگانے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ فیلیسیا تائیمونوونا وہ رہیں ہم اس سے پوچھیں گے۔"

مسز سوینتتسکایا اور تونیا اس کی طرف آرہی تھیں۔ ان کے چہرے سفید پڑے ہوئے تھے۔ انھوں نے اس سے کہا کہ وہ سب کچھ چھوڑ کر اپنا کوٹ اٹھالے۔ گھر سے کوئی اطلاع ہے اور انھیں فوراً واپس جانا ہے۔

یورا سب کچھ بھول گیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔ اور سیدھا اپنا اور تونیا کا اوورکوٹ لینے کے لئے لپکا۔

## (۱۵)

گھر پہنچ کر وہ اینا ایوانوونا کو زندہ نہ دیکھ سکے۔ جب وہ سیڑھیوں سے بھاگتے ہوئے اس کے کمرے میں پہنچے تو اسے مرے ہوئے دس منٹ ہو چکے تھے۔ موت دم گھٹنے سے واقع ہوئی تھی۔ جو پھیپھڑوں کی خرابی کا نتیجہ تھا۔ بیماری کے وقت اس کی صحیح تشخیص نہیں ہو سکی تھی۔ کئی گھنٹے تک تونیا روتی رہی۔ وہ چلا چلا کر رو رہی تھی سسکیاں بھر رہی تھی اور کسی کو نہیں پہچانتی تھی۔ اگلے روز اس کی حالت پرسکون ہو گئی۔ لیکن یورا اور اپنے باپ کی باتوں کے جواب میں صرف سر ہلا رہی تھی۔ وہ جب بھی بولنے کی کوشش کرتی صدمہ اس پر غالب آجاتا تھا اور وہ پھر چیخنا شروع کر دیتی جیسے اس پر آسیب کا اثر ہو گیا ہو۔

جنازہ کی نماز کے درمیانی وقفوں میں وہ گھنٹوں مردہ عورت کی لاش کے پاس گھٹنوں کے بل جھکی ہوئی بیٹھی رہی۔ اس کے بڑے بڑے خوبصورت ہاتھ تابوت کا ایک کونا پکڑے ہوئے تھے۔ تابوت چبوترہ پر رکھا ہوا تھا اور اسے پھولوں سے ڈھک دیا گیا تھا۔ اسے اپنے گرد و پیش کی کوئی خبر نہیں تھی۔ لیکن جب بھی اس کی آنکھیں اپنے دوستوں سے چار ہوتی تھیں تو وہ جلدی سے اٹھ کر تیزی سے باہر نکل جاتی تھی اور سیڑھیوں پر چڑھ کر اوپر چلی جاتی۔ وہ اپنی سسکیوں کو اس وقت تک دبانے کی کوشش کرتی یہاں تک کہ وہ بستر پر گر پڑتی اور مایوسی کے عالم میں اپنا منہ تکیے کے اندر چھپا لیتی۔

ستار کی گھنٹی کے رنج و غم، نیند پوری نہ ہونے، بھرائی ہوئی آواز کے گانوں اور دن رات جلنے والی موم بتیوں کی روشنی اور پھر سردی لگ جانے کی وجہ سے پورا ایک روحانی الجھن محسوس کر رہا تھا۔

دس سال قبل جب اس کی ماں مری تھی تو اس وقت وہ بچہ ہی تھا لیکن اسے اب تک یاد تھا کہ وہ کیسے رو رہا تھا، غم اور خوف نے اس پر تسلط پا لیا تھا۔ اس زمانہ میں اسے اپنی ذات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی نہ وہ یہ تک محسوس نہیں کر سکا کہ پوما جیسی کسی ہستی کا وجود بھی تھا یا اس کی کوئی قدر و قیمت بھی تھی! اس وقت تو اسے اپنی ذات کے علاوہ تمام دوسری چیزوں میں دلچسپی تھی۔ باہر کی دنیا ہر طرف سے اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ گھنی اور تاریک بالکل ایک جنگل کی طرح۔ اور اپنی ماں کی موت سے اس کے ہوش و حواس زائل ہو جانے کی وجہ یہ تھی کہ اس کے پاس بیٹھے ہوئے اس نے اپنے آپ کو جنگل میں گم کر دیا تھا۔ اچانک اسے معلوم ہوا کہ وہ جا چکی تھی اور وہ اس جنگل میں تنہا رہ گیا تھا۔ جنگل میں دنیا بھر کی چیزیں تھیں۔ بادل اور دو کانوں کے بوڑھے گھنٹوں کے میناروں کی سنہری چوٹیاں اور ننگے سر گھوڑ سوار جو حضرت مریم کے تقدس آمیز عکس کے ساتھ ساتھ محافظوں کی طرح چل رہے تھے جسے ایک گاڑی میں لے جایا جا رہا تھا۔ اس میں دو کانیں بھی تھیں اور بحراب دار گلیاں بھی، اور اونچا آسمان جس پر ستارے جگمگا رہے تھے جن تک پہنچا نہیں جا سکتا تھا، اور خداوند خدا اور اس کے مقدس حواری۔

ایک مرتبہ اونچا آسمان نیچے اتر کر اس کی پرورش گاہ تک آ گیا۔ اس کی نرس کے سایہ تک جب کہ وہ اسے خدا کے بارے میں بتا رہی تھی۔ وہ قریب ہی تھا اور درختوں کی چوٹیوں تک پہنچ جا سکتا تھا۔ جس طرح درختوں کی شاخوں کو جھکا کر اخروٹ توڑے جاتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آسمان پرورش گاہ کے منہ دھونے کے ملمع کئے ہوئے برتن میں غوطہ لگا رہا ہو اور آگ اور سونے میں غسل کر کے صبح کی عبادت کی مانند نکل آیا ہو۔ جس کے لئے وہ اپنی آیا کے ساتھ چھوٹے سے گرجا میں جایا کرتا تھا۔ وہاں ننھے ننھے تارے ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے موم بتیوں کے سامنے روشنیاں خداوند خدا مقدس باپ تھا ہر چیز تقریباً اپنی صحیح جگہ پر واپس پہونچ جاتی۔ لیکن اصل چیز بڑوں اور سیانوں کی دنیا تھی اور شہر جو اس کے چاروں طرف ایک جنگل کی طرح پھیلا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اس وقت اپنے تمام ترنم حیوانی عقیدے کے ساتھ پورا خدا پر اعتقاد رکھتا تھا، جو اس جنگل کا رکھوالا تھا۔

اب معاملہ بالکل مختلف تھا۔ وہ نرسری کے اسکول اور یونیورسٹی میں بارہ برس گذارنے کے بعد

یورا نے اعلیٰ ادب اور آسمانی صحیفوں کا مطالعہ کیا تھا۔ اس نے پرانی روایات، شاعری، تاریخ اور نیچرل سائنس بھی پڑھی تھی۔ اور یہ سب اس کے لئے ایک گھریلو داستان بن گئے تھے۔ اب اسے کسی چیز کا خوف نہیں تھا۔ نہ وہ زندگی سے خائف تھا اور نہ موت سے۔ دنیا کی ہر ایک چیز کی اس کے لئے محض ایک نقطے سے زیادہ اہمیت نہیں تھی۔ وہ محسوس کرتا تھا کہ وہ کائنات کو سمجھ چکا ہے۔ اپنی ماں کے جنازہ کی نماز کا اس پر جو کچھ بھی اثر ہوا تھا اینا آلیا نوونا کے جنازے کی نماز کا اثر اس سے بالکل مختلف تھا۔ اس وقت اس نے ایک الجھن، خوف اور تکلیف کے ساتھ دعا مانگی تھی۔ اب اس نے میت کے لئے کی جانے والی دعاؤں کو اس طرح سنا جیسے ان میں اس کے اپنے لئے کوئی پیغام ہو اور جیسے ان کا اس سے براہ راست تعلق ہو۔ اس نے ان لفظوں کو غور سے سنا۔ اس کا خیال تھا کہ دوسرے الفاظ کی طرح ان کے معنی بھی بالکل صاف اور واضح ہوں گے۔ اس کے اس احترام میں کوئی مذہبی جذبہ نہیں تھا۔ وہ آسمان اور زمین کی اعلیٰ طاقتوں کو اپنے اجداد کی طرح پوجتا تھا۔

(۱۶)

"مقدس خدا، مقدس اور طاقتور، مقدس اور ابدالآباد تک قائم رہنے والے، ہم پر رحم کر۔ یہ کیا تھا؟ وہ کہاں تھا؟ وہ لوگ ضرور تابوت باہر لے جا رہے ہوں گے۔ مجھے نیند سے بیدار ہو جانا چاہیئے۔ وہ صبح ایک بجے ہی کپڑے پہنے صوفے پر سو گیا تھا۔ اب وہ سب لوگ سارے مکان میں اسے تلاش کر رہے تھے۔ لیکن کسی شخص کو اتنا خیال نہیں آیا کہ وہ لائبریری کے آخری کونے میں کتابوں کی الماری کے پیچھے جا کر دیکھتا۔ "یورا! یورا!" مارکل اسے پکار رہا تھا۔ وہ لوگ تابوت باہر لے جا رہے تھے۔ مارکل کو پھول لے جانے تھے۔ اور یورا اسے کہیں نظر نہیں آ رہا تھا، جو اس کی مدد کر سکتا۔ ادھر سے مصیبت یہ تھی کہ وہ خواب گاہ میں پھنس کر رہ گیا تھا جہاں پھولوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ کیونکہ زینے کے سرے پر الماری کا دروازہ کھل گیا تھا جس نے خواب گاہ کا راستہ بند کر دیا تھا۔

"مارکل، مارکل! یورا!" لوگ زینے کے نیچے سے آوازیں دے رہے تھے۔ مارکل نے لات مار کر دروازہ کھول دیا اور تھوڑے سے پھول اٹھا کر بھاگتا ہوا سیڑھیوں سے نیچے اتر گیا۔

"مقدس خدا، مقدس اور طاقتور، مقدس اور ابدالآباد تک قائم رہنے والے" یہ الفاظ سڑک کی طرف سے سنائی دے رہے تھے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ہر چیز گھوم رہی ہے۔ پھول، سڑک پر گزرنے والے، گھوڑوں کے سر، اور اگردان جو پادری کے ہاتھوں میں زنجیر سے لٹکا ہوا ہل رہا تھا۔ اور قدموں

گئے تھے برف سے ڈھکی ہوئی زمین!

ہیلو! میرے خدا! آخرکار" شورا شلیسنگر اس کا کندھا ہلا رہی تھی "تمہیں کیا ہو رہا ہے؟ وہ لوگ تابوت باہر لے جا رہے ہیں۔ کیا تم بھی ہمارے ساتھ آ رہے ہو؟"

"ہاں ضرور۔"

**(۱۷)**

جنازہ کی نماز ہو چکی تھی۔ فقیر سردی میں اپنے پیر رگڑتے ہوئے دو طرف سے آگے بڑھے تابوت لے جانے والی گاڑی، برفانی گاڑی جس پر پھول لدے ہوئے تھے۔ اینا کے والدین کی گرگی گاڑی کو جنبش ہوئی۔ گاڑیاں گرجا کے قریب آ کر رک گئیں۔ اس کے اندر سے شورا شلیسنگر نکلی، وہ رو رہی تھی۔ اس نے نقاب اٹھا رکھی تھی جو آنسوؤں سے بھیگی ہوئی تھی اور اس نے متلاشی نظروں سے مجمع کی طرف دیکھا۔ تابوت لے جانے والوں پر نظر پڑتے ہی اس نے انھیں اشاروں سے بلایا اور گرجا میں واپس چلی گئی۔ لوگ برابر باہر نکل رہے تھے۔

"اچھا تو اب اینا ایوانونا کی باری ہے بے چاری عورت۔ اس نے بہت دور دراز جگہ کا ٹکٹ کٹا لیا۔"

"ہاں۔ اس بے چاری سیدھی سادی عورت کا رقص ختم ہو گیا۔ اب وہ آرام کر رہی ہے۔"

"تمہارے پاس گاڑی ہے یا تم پیدل ہی چل رہی ہو۔"

"اتنی دیر تک کھڑے رہنے کے بعد مجھے اپنی ٹانگیں سیدھی کرنے کی ضرورت ہے۔ چلو کچھ دور پیدل چلیں، پھر گاڑی لے لیں گے۔"

"دیکھا تم نے ــ نکوف کتنا اکھڑا ہوا تھا۔ اس کی طرف دیکھتے ہی اس کے رخساروں پر آنسو بہنے لگے وہ ناک سے سوں سوں کرتے ہوئے اسکی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا۔ اور وہ اپنے شوہر کے پاس ہی تو کھڑی تھی۔"

"ہاں ــ وہ تو ہمیشہ اس کی کڑی نگرانی کرتا ہے۔"

اب یہ لوگ شہر کے دوسرے سرے پر آہستہ آہستہ قبرستان کے قریب پہنچ رہے تھے۔ اس دن بڑی سخت برف پڑی تھی۔ دن بہت اداس تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جنازہ کے لئے ہی یہ دن بنا ہے۔ راستہ پر جمی ہوئی برف۔ اور تاریک درخت سب کے سب ماتم کناں دکھائی دے رہے تھے۔ اسی قبرستان میں

یورا کی ماں کو دفنایا گیا تھا لیکن وہ کئی سال سے ادھر نہیں آیا تھا۔ اس نے ماں کی قبر کی جانب منہ کیا اور آہستہ سے اس کے منہ سے "ماں" نکل گیا تھا۔ بالکل اسی طرح جس طرح اس نے برسوں پہلے اپنی ماں کی موت کے بعد اسے پکارا تھا۔

تدفین کے بعد یہ لوگ منتشر ہونے لگے۔ مرد اور عورتیں چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بنائے صاف ستھرے راستے پر چل رہے تھے۔ الیگزینڈر الیگزینڈرووچ اپنی بیٹی تونیا کا بازو تھامے ہوئے تھا۔ ان کے پیچھے تونیا کے نانا اور نانی گرومیکو آ رہے تھے اور تونیا اس سیاہ ماتمی لباس میں کتنی پیاری دکھائی دے رہی تھی۔

قبرستان کی گلابی سی دیوار اور مزارات کے گرد لٹکی ہوئی زنجیروں اور صلیبوں پر جمی ہوئی برف عجیب سماں پیدا کر رہی تھی۔ قبرستان کے ایک کونے میں ایک دیوار سے دوسری دیوار تک تاروں پر دھلے ہوئے کپڑے سوکھنے کے لئے لٹک رہے تھے۔ ان میں عجیب وضع قطع کی قمیصیں، میزوں کے غلاف اور چادریں بھی کچھ تھا۔ یورا نے محسوس کیا کہ یہ ہے تو وہی پرانی عبادت گاہ کا میدان۔ مگر نئی عمارت کی وجہ سے ذرا مختلف دکھائی دے رہا تھا۔ یہ وہی میدان ہے جہاں اس کی ماں کے انتقال اور تدفین کے بعد اس رات کو زبردست برفانی طوفان آیا تھا۔

وہ سب سے آگے آگے اکیلا چل رہا تھا اور کبھی کبھی اس خیال سے رک جاتا تھا تاکہ دوسرے بھی اس سے آملیں۔ اس کے پیچھے آہستہ آنے والوں میں موت نے جو اداسی اور درماندگی پیدا کر دی تھی اس کے جواب میں اسے ایک عجیب چیز، ایک انوکھا جذبہ اور ایک پراسرار بے قراری اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ ایسے جیسے ندی کا پانی سرمستی کے عالم میں اپنے بہاؤ پر بہنے کے لئے مجبور ہو جاتا ہے۔ وہ کوئی نئی چیز پیدا کرنا چاہتا تھا۔ وہ نئے حسن کی تخلیق کے لئے بے چین تھا۔

اس نے آج پہلے سے بھی زیادہ واضح طور پر محسوس کیا کہ آرٹ کے دو کبھی ختم نہ ہونے والے اور مسلسل مقاصد ہیں۔ آرٹ ہمیشہ سے عالمانہ انداز میں غور کرنے کا عادی ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں ہمیشہ ایک نئی زندگی کو جنم دیتا ہے۔ دنیا کا عظیم ترین اور سچا آرٹ سینٹ جان کے الہام سے کسی طرح کم نہیں۔

اب وہ جذبات مسرت کے ساتھ ان ایک دو دنوں کا انتظار کر رہا تھا جب کہ وہ یونیورسٹی کی چھٹی کرے گا۔ گھر میں بھی نہیں رہے گا اور اپنا ایا نوونا کی یاد میں نظم لکھے گا۔ وہ ان تمام ضروری اور غیر ضروری چیزوں کا بھی اس میں تذکرہ کرے گا جن سے زندگی میں اس کا واسطہ پڑا ہے۔ اس میں

آپا کی بعض اہم خصوصیات کا تذکرہ ہوگا۔ ماتم گساری میں تو نیا کی کیفیات۔ تدفین کے بعد واپسی پر راستے کے حادثات۔ اور دھلے ہوئے ان کپڑوں کو بھی اس نظم میں ضرور جگہ ملے گی جو عین اس جگہ لٹک رہے تھے، جہاں دس سال قبل اسکی والدہ کے انتقال کے بعد برف کا طوفان آیا تھا اور وہ بچپن میں ہاں پھوٹ پھوٹ کر رو دیا تھا۔

چوتھا باب

# محاذِ جنگ

(۱)

تارا۔ نیلیا تاہیمونورفا کے بستر پر سنجا میں نیم بیہوش پڑی تھی۔ بسوتیکی۔ اس کی بیوی، ملازم اور ڈاکٹر دیدوکوت پلنگ کے اردگرد سرگوشیوں میں باتیں کر رہے تھے۔ باقی مکان تاریک اور خالی پڑا ہوا تھا صرف نشست کے ایک چھوٹے کمرے میں بریکٹ پر لگے ہوئے ایک لیمپ سے ہلکی ہلکی روشنی آ رہی تھی۔ یہاں کوماردوسکی غصہ کے عالم میں ٹہلتے ہوئے زور زور سے پیر پٹخ رہا تھا جیسے وہ وہاں مہمان نہیں بلکہ اپنے ہی گھر میں ہو۔ وہ خوابگاہ میں ذرا حال معلوم کرنے کے لئے کبھی کبھی جھانک لیتا اور پھر کرسمس کے درخت کے پاس سے گزر کر کھانے کے کمرے میں ہوتا ہوا مکان کے دوسرے حصہ میں چلا جاتا۔ کھانے کے کمرے میں میز پر کھانا چنا ہوا تھا جو کسی نے چکھا تک نہیں تھا۔ اور جب کبھی کوئی گاڑی کھڑکیوں کے پاس سے گزرتی یا میز پوش پر کوئی چوہا برتنوں کے اوپر دوڑتا تو شراب کے بلوری گلاس جو سبز رنگ کے تھے کھنکنے لگتے تھے۔

کوماردوسکی انتہائی غصہ میں تھا۔ دل و دماغ متضاد قسم کے جذبات کی آماجگاہ بنے ہوئے تھے۔ بدنامی! بے عزتی! وہ ذلیل ہو چکا تھا۔ اس کی پوزیشن خطرے میں تھی۔ اس واقعہ سے اس کی عزت پر حرف آ جائے گا۔ اسے ہر قیمت پر افواہوں کو روکنا چاہیئے۔ یا اگر یہ خبر پہلے ہی اڑ چکی ہے تو اسے زیادہ مشہور ہونے سے پہلے ہی ختم کر دینا چاہیئے اس کی گھبراہٹ کی ایک اور وجہ یہ تھی کہ وہ پھر ایک مرتبہ اس سنکی اور من چلی لڑکی میں کشش محسوس کر رہا تھا۔ وہ یہ بات ہمیشہ سے جانتا تھا کہ وہ دوسری تمام لڑکیوں سے مختلف تھی۔ اسے اس لڑکی میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی غیر معمولی خوبی نظر آئی تھی۔ لیکن اس نے ناقابل تلافی طور پر اس کو کتنی سخت اذیت پہنچائی اور اس کی زندگی کو تلخ بنا دیا۔ اس

نے کس قدر باغیانہ اور تشدد آمیز طریقہ پر اس بات کا عزم کر لیا تھا کہ وہ اپنی تقدیر کو بدل ڈالے گی اور نئے سرے سے زندگی شروع کرے گی۔

یہ بات صاف ظاہر تھی کہ اسے ہر صورت میں اسکی مدد کرنی چاہیئے۔ شاید اس کے لئے کسی کمرے کا انتظام بھی کرنا پڑے لیکن خواہ کچھ بھی ہو اسے لڑکی کے قریب نہیں جانا چاہیئے۔ اس کے برعکس اسے دور ہی رہنا چاہیئے تاکہ وہ اسکے راستہ میں رکاوٹ نہ بن سکے۔ ورنہ اس کی تند و تیز طبیعت کو دیکھتے ہوئے یہ کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ وہ کیا کر ڈالے گی۔ اور اب اسے بے انتہا پریشانی کا سامنا تھا! یہ پریشانی ایسی نہیں تھی جس میں کوئی شخص اسے کسی قسم کی تسلی دے سکتا! قانون بھی اسے نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ اگرچہ ابھی صبح نہیں ہوئی تھی اور اس واقعہ کو پیش آئے ہوئے مشکل سے دو گھنٹے ہی گزرے تھے لیکن پولیس پہلے ہی دو مرتبہ آچکی تھی۔ اور کوماروڈسکی کو انسپکٹر سے مل کر معاملہ درست کرنے کے لئے باورچی خانہ میں جانا پڑا تھا۔ اس نے سوچا کہ یہ معاملہ جتنا آگے بڑھیگا اس میں اتنی ہی پیچیدگیاں پیدا ہونگی۔ انھیں یہ بات ثابت کرنی پڑے گی کہ لارا کورناکوف کو نہیں بلکہ اسے گولی مارنا چاہتی تھی۔ اور پھر اس پر ہی معاملہ ختم نہیں ہو جائے گا۔ اسے صرف ایک الزام سے بری کیا جائے گا لیکن پھر بھی اس پر مقدمہ چلائے جانے کا امکان باقی رہے گا۔ قدرتی طور پر وہ اسے روکنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرے گا۔ اگر مقدمہ عدالت میں چلا گیا تو وہ کسی ماہر نفسیات سے گواہی دلوا دے گا کہ جس وقت لارا نے گولی چلائی تھی اس وقت وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کیا کر رہی ہے اور پھر مقدمہ کی کارروائی ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔

اس قدر سوچنے کے بعد اس کی حالت پرسکون ہونے لگی۔ رات گزر چکی تھی۔ روشنی کی کرنیں ایک کمرے سے ہو کر دوسرے کمرے میں پھیل رہی تھیں اور چوروں کی طرح کرسیوں اور میزوں کے نیچے گھس رہی تھیں۔ خوابگاہ میں آخری مرتبہ جھانکنے کے بعد جہاں اسے بتایا گیا کہ لارا کی حالت میں کوئی فرق نہیں پڑا کوماروڈسکی وہاں سے اپنی ایک دوست روفینا اونیمووناوائت وائتوڈسکی سے ملنے چلا گیا۔ جو ایک خاتون وکیل اور ایک سیاسی تارک وطن کی بیوی تھی۔ اس کا آٹھ کمروں کا مکان اب اس کی حیثیت سے زیادہ تھا اور وہ اس کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے دو کمرے کرایہ پر دے رکھے تھے۔ ان میں سے ایک کمرہ ابھی حال ہی میں خالی ہوا تھا، جو کوماروڈسکی نے لارا کے لئے کرایہ پر لے لیا۔ چند گھنٹے کے بعد اسے وہاں لے جایا گیا۔ اس کا دماغ ابھی تک متاثر تھا اور وہ نیم بے ہوشی کے عالم میں تھی۔

(۲)

ادفینا ادکسیمو دنا ترقی پسند خیالات کی عورت تھی۔ وہ تعلیم غیر متعصب واقع ہوئی تھی اور ہر اس چیز کو پسند کرتی تھی جسے وہ "منطقی" اور "ناگزیر" سمجھتی تھی۔

اپنی الماری کے اوپر اس نے "ارفرٹ پروگرام" کی ایک جلد رکھ چھوڑی تھی جس پر مصنف کا اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا انتساب تھا۔ دیوار پر جو تصویریں لگی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک اس کے شوہر کی تھی جس میں "اس کا پیارا وائٹ" سوئٹزرلینڈ کے ایک مشہور پارک میں پلیخانوف کے ساتھ کھڑا تھا، وہ دونوں لمبے کی جیکٹیں اور پناما ہیٹ پہنے ہوئے تھے۔

ادفینا ادکسیمو دنا نے اپنی بیمار کرایہ دار کو دیکھتے ہی یہ اندازہ لگالیا کہ وہ اسے پسند نہیں کرتی۔ اسکے خیال میں لارا بیماری کا بہانہ کر رہی تھی۔ تپ کی بخار کے عالم میں جو بکواس کر رہی تھی اسے وہ محض اداکاری سمجھتی تھی، وہ یہ قسم کھانے کو تیار تھی کہ لارا گریچن کی نقل کر رہی تھی جو مجلس میں بند رہ کر پاگل ہو گئی تھی۔ لارا کے لئے اپنے حقارت آمیز جذبات کا اظہار اس نے معمول سے زیادہ پھرتی دکھا کر کیا۔ اس نے دروازے زور زور سے بند کئے۔ بلند آواز میں گانا گایا، مکان کے اس حصہ میں جہاں وہ خود رہتی تھی طوفان کی مانند داخل ہوتی اور دن بھر تمام کھڑکیاں کھلی رکھیں۔

یہ مکان اربات کے علاقہ میں ایک عمارت کی سب سے اوپر کی منزل پر تھا۔ سردیوں کا موسم ختم ہونے کے بعد اسکی کھڑکیوں میں سے نیلا آسمان بالکل صاف اور نزدیک نظر آتا تھا۔ سردیوں کے آخری زمانہ میں وہاں سے بہار کے آنے والے موسم کی علامات واضح طور پر دکھائی دیتی تھیں۔ جنوب کی طرف سے چلنے والی گرم ہوا اس کے دریچوں میں سے آتی رہتی تھی۔ یہاں سے ذرا دور اسٹیشنوں پر کھڑے ہوئے انجنوں کی آواز ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے سمندری شیر دھاڑ رہے ہوں۔ لارا بستر پر لیٹی ہوئی اپنا وقت گزرے ہوئے واقعات کو یاد کر کے گذارتی رہی۔ اسے کئی مرتبہ وہ رات یاد آئی جب وہ سات آٹھ سال قبل یورال سے ماسکو پہونچی تھی۔ وہ اسٹیشن سے ایک گاڑی میں بیٹھ کر بے رونق گلیوں سے گذرتی ہوئی ہوٹل پہنچی تھی جو شہر کے دوسرے سرے پر واقع تھا۔ سڑکوں پر لگے ہوئے لیمپوں کی روشنی میں کوچبان کا گہرا سایہ بار بار دیواروں پر پڑتا تھا۔ سایہ برابر بڑھتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ بڑھ کر چھتوں کے آرپار پھیل جاتا اور پھر غائب ہو جاتا اور یہ سب کچھ ہر دوسرے لیمپ کی روشنی میں نئے سرے سے شروع ہو جاتا تھا۔ چاروں طرف چھائی

ہوئی تاریکی میں ماسکو کے لاتعداد گرجاؤں کی گھنٹیوں کی آواز آرہی تھی۔ اور ٹرالیاں سڑک پر پھلتے ہوئے گھنٹیاں بجا رہی تھیں لیکن دوکانوں کی آرائش اور آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی روشنیوں سے بھی لارا کے کان پھٹے جا رہے تھے جیسے ان میں سے بھی گھنٹیوں اور سیٹیوں کی طرح آوازیں نکل رہی ہوں۔

اپنے ہوٹل کے کمرے میں وہ ایک غیر معمولی جسامت کا تربوز دیکھ کر چکرا گئی۔ یہ کوماروسکی کا تحفہ تھا اور لارا کے نزدیک اس کی طاقت اور دولت کا مظہر تھا۔ جب اس نے اس عجیب و غریب تربوز کو چاقو سے کاٹا اور گہرے سبز رنگ کا چھلکا کٹنے پر اس کے اندر کا سرد اور میٹھا گودا نظر آنے لگا تو وہ خوفزدہ ہو گئی لیکن وہ اس کا ذائقہ چکھنے سے انکار نہیں کر سکی۔ خوشبودار سرخ گودا اس کے حلق میں پھنس گیا تھا۔ لیکن اس نے زور لگا کر اسے نگل لیا۔

جس طرح وہ قیمتی کھانوں اور دارالحکومت کی شبانہ زندگی سے مرعوب تھی اسی طرح وہ بعد میں خود کوماروسکی سے بھی مرعوب ہو گئی۔ لیکن اب وہ بالکل بدل گیا تھا۔ وہ اس سے کوئی مطالبہ نہیں کرتا تھا۔ اسے ماضی کی یاد بھی نہیں دلاتا تھا بلکہ کبھی وہاں آیا تک نہیں۔ وہ اس سے دور ہی رہا اور انتہائی شرافت کے ساتھ اسے مدد دینے کی پیشکش کی۔

کولا گریوف کی آمد اس سے قطعی مختلف تھی۔ لارا کو اس کے آنے سے بے انتہا مسرت ہوئی۔ اس لئے نہیں کہ وہ دراز قد اور خوبصورت تھا بلکہ اس کی حیات بخش شخصیت کی وجہ سے اس کے مہمان کی چمکدار آنکھوں اور ذہانت آمیز مسکراہٹ سے کمرے کی اداسی ختم ہو گئی اور تنہائی کا احساس جاتا رہا۔ وہ اس کے بستر کے نزدیک بیٹھا ہوا اپنے ہاتھ مل رہا تھا۔ ان موقعوں پر جب کہ اسے پیٹرزبرگ میں وزارتی جلسوں میں شرکت کے لئے طلب کیا جاتا تھا وہ بڑے بوڑھے اور معزز لوگوں سے اس طرح باتیں کیا کرتا تھا جیسے وہ اسکول کے طالب علم ہوں لیکن اب اس کی نظروں کے سامنے وہ لڑکی تھی جو ابھی کچھ دن پہلے تک اس کے گھر کی ایک فرد رہ چکی تھی جسے وہ اپنی بیٹی کی طرح سمجھتا تھا۔ اور سب سے وہ اپنے خاندان کے دوسرے افراد کی طرح بہت ہی کم نظر ملاتا یا بات کرتا تھا اس سے ان کی قربت کا لطف اور زیادہ محسوس ہوتا تھا اور خود وہ اور اس کے خاندان کے لوگ اس بات کو سمجھتے تھے)، وہ لارا سے بڑوں جیسا سلوک نہیں کر سکتا تھا۔ سنجیدہ اور بے تعلقی کا سلوک۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ اس سے کس طرح بات کرے تاکہ اسے اس کی بات ناگوار نہ گذرے۔ "یہ سب کیا ہے؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا جیسے وہ ایک چھوٹی سی بچی ہو۔ "اس تماشے کی آخر کیا ضرورت تھی؟"

وہ خاموش ہو گیا۔ اور پھر دیواروں اور چھت پر پڑے ہوئے دھبوں پر ایک نظر ڈالی۔ پھر ملامت کے طور پر اپنا سر ہلاتے ہوئے کہنے لگا۔ "ڈوسلڈ روف میں ایک بین الاقوامی نمائش شروع ہو رہی ہے مصوری سنگ تراشی اور باغبانی کی۔ میں جا رہا ہوں۔ تم تو جانتی ہو۔ یہاں کتنی بھیل رہتی ہے اور تمہارا کیا خیال ہے۔ آخر تم کب تک رہنے کی کوئی معقول جگہ تلاش کئے بغیر اسی طرح چاروں طرف ٹھوکریں کھاتی پھرو گی؟ اپنے تک ہی بات رکھنا۔ یہ تمہاری مکان دار عورت جو ہے نا یہ اچھی نہیں۔ میں اسے جانتا ہوں تم چلتی پھرتی کیوں نہیں ہو؟ تم کافی عرصے سے بستر پر بیمار پڑی ہو۔ اب تمہیں بستر سے اٹھنا چاہیئے۔ اپنا مکان تبدیل کر دو۔ کوئی کام شروع کر دو۔ اپنی تعلیم ختم کر دو۔ ایک مصور میرا دوست ہے۔ وہ دو سال کے لئے ترکستان جا رہا ہے۔ اس کا نگارخانہ کئی حصوں میں تقسیم ہے اور ایک چھوٹے سے فلیٹ کی طرح ہے۔ میرے خیال میں اگر کوئی شخص اس کی دیکھ بھال کا ذمہ لے تو وہ اسے مع فرنیچر کے دیدے گا۔ تمہارا کیا خیال ہے کیا میں تمہارے لئے کہوں؟ ہاں ایک بات اور ہے۔ میں کافی عرصے سے اس کے متعلق سوچ رہا تھا؟ یہ ایک مقدس فرض ہے..... کیونکر لیا..... یہ ایک معمولی سی رقم ہے، اس کے گریجوئیٹ بننے کا انعام.... نہیں، میں تم سے درخواست کرتا ہوں، مذمت کرو.... نہیں واقعی یہ تمہیں ضرور...."

اور لارا کے احتجاج، آنسوؤں اور جدوجہد کے باوجود، اس نے وہاں سے جانے سے پہلے اسے دس ہزار روبل کا ایک چیک قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔ جب اس کی حالت ذرا سنبھلی تو لارا اس فلیٹ میں منتقل ہو گئی جس کو گوگریوونے بتایا تھا۔ اور جو اسمولنسکی مارکیٹ کے قریب واقع تھا۔ یہ فلیٹ ایک پرانے طرز کے دو منزلہ مکان کے اوپر تھا۔ اس کے دوسرے حصے میں ٹرک ڈرائیور رہتے تھے اور نچلے حصے میں ایک گودام تھا۔ بچنہ فرش ہمیشہ کوڑے کرکٹ سے بھرا رہتا تھا۔ کبوتر غٹر غوں کرتے ہوئے چاروں طرف پھدکتے رہتے تھے اور پھٹ پھٹ کرکے اڑتے ہوئے لارا کی کھڑکی تک آجایا کرتے تھے۔

(۳)

لارا پاشا کی طرف سے بہت زیادہ پریشان رہتی تھی۔ جب تک وہ سخت بیمار تھی پاشا کو اس سے ملنے کی اجازت نہیں دیگئی تھی۔ اور اس کے سوا وہ سوچ بھی کیا سکتا تھا؟ لارا نے ایک آدمی کو ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی جو اس کے خیال میں اس کا محض ایک واقف کار تھا اور اسی آدمی نے جس پر اس نے ناکام قاتلانہ حملہ کیا تھا، بعد میں ان کو اس جرم کے تمام عواقب سے بچایا تھا۔ اور یہ سب کچھ ان کی اس یادگار گفتگو کے

بعد ہوا تھا جو انھوں نے کرسمس کی رات کو موم بتی کی روشنی میں بیٹھ کر کی تھی۔ اگر اس شخص نے مدد نہ کی ہوتی تو لارا کو گرفتار کر کے مقدمہ چلایا جاتا۔ اس نے لارا کو یقینی طور پر سزا سے بچالیا تھا۔ اس آدمی کی بدولت اب وہ بحفاظت تمام اپنی تعلیم جاری رکھ سکتی تھی۔ پاشا سخت کشمکش اور کرب میں مبتلا تھا۔

جب وہ بہتر ہو گئی تو لارا نے اسے بلا بھیجا اور کہنے لگی۔ "میں ایک بری عورت ہوں۔ تم مجھے نہیں جانتے۔ کسی روز میں تمہیں بتاؤں گی۔ اس وقت میں اس کے متعلق باتیں نہیں کر سکتی۔ تم خود سمجھ سکتے ہو۔ میں جب بھی اس کی کوشش کرتی ہوں فوراً رونا شروع کر دیتی ہوں۔ لیکن بس اتنا کافی ہے مجھے بھول جاؤ۔ میں تمہارے لائق نہیں ہوں۔"

اس کے بعد بہت دلدوز مناظر دیکھنے میں آئے۔ ہر نیا منظر پچھلے منظر سے زیادہ ناقابل برداشت تھا۔ یہ سب کچھ اس وقت ہوا جبکہ لارا اربات اسٹریٹ میں رہ رہی تھی۔ اور رات کو بسکا یا پاشا کو آنسوؤں سے تربتر چہرے کے ساتھ غلام گردش میں دیکھ کر اپنے کمرے میں بھاگ جاتی تھی اسپر ہنسی کا دورہ پڑ جاتا اور وہ صوفہ پر گر پڑتی۔ "اوہ مجھ سے ہنسی ضبط نہیں ہو سکتی۔ میں ہنسی نہیں روک سکتی۔ یہ بہت زیادتی ہو گی! اوہ کیسی ہی ہنسی" واقعی! ہیرو ہے یہ لڑکا؟ ہا ہا ہا!

پاشا کو اس باعثِ شرم تعلق سے بچانے کے لئے اسکے دل سے اپنی محبت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے اور اس کے کرب و اذیت کو ختم کرنے کے لئے لارا نے اسے بتایا کہ وہ اسے چھوڑ دینے کا فیصلہ کر چکی ہے کیونکہ وہ اس سے محبت نہیں کرتی۔ لیکن اس بے تعلقی کا اظہار کرتے وقت اس نے اتنی سسکیاں بھریں کہ اس کے الفاظ پر یقین کرنا ناممکن ہو گیا۔ پاشا کو اس پر ہر قسم کے قبیح گناہوں کے ارتکاب کا شبہ تھا اس نے لارا کی کسی بات پر اعتبار نہیں کیا، وہ اسے برا بھلا کہنے اور اس سے نفرت کرنے کو تیار تھا لیکن وہ اس سے بے پناہ محبت کرتا تھا۔ اور اس کے خیال تک سے حسد کرتا تھا۔ اس گلاس سے بھی جس سے وہ پانی پیتی تھی اور اس تکیے سے جس پر اس کا سر رکھا ہوا تھا۔ اگر وہ یہ چاہتے تھے کہ ان کا دماغ خراب ہو جائے تو پھر انھیں فوراً ثابت قدمی کے ساتھ کچھ کرنا چاہیئے۔ انھوں نے فیصلہ کر لیا کہ وہ فوراً شادی کریں گے تعلیم ختم کرنے سے پہلے ہی۔ ان کا ارادہ عید قیامت کے اتوار کے بعد پیر کے روز ہی شادی کر لینے کا تھا۔ لیکن لارا کی خواہش پر شادی پھر ملتوی کر دی گئی۔

تاہم ان کی شادی عید نزول روح القدس کو ہوئی۔ اس وقت تک ان پر یہ واضح ہو چکا تھا کہ وہ امتحانات

پاس ہو جائیں گے۔ شادی کے تمام انتظامات لارا کی ہم جماعت توسیا کی ماں لڈملا کپتونوونا چیر کونے کئے تھے لڈملا ایک حسین عورت تھی۔ اس کا سینہ ابھرا ہوا تھا۔ آواز بے حد رسیلی۔ لیکن دماغ توہمات کا پلندہ تھا۔ ان توہمات میں سے کچھ تو اس نے دوسروں سے حاصل کئے تھے اور باقی اس کے اپنے اختراع کئے ہوئے تھے۔

جس دن لارا کو شادی کے لئے چرچ جانا تھا۔ (جیسا کہ لڈملا نے اسے دلہن کا لباس پہناتے ہوئے خانہ بدوش عورتوں کی سی آوازیں بتایا تھا) موسم بہت گرم تھا۔ گرجاؤں کے سنہرے گنبد اور شہر میں باغات کے ریتیلے راستے دھوپ میں چمک رہے تھے صنوبر کی ٹہنیاں جو عرفہ عید نزول کے بعد کاٹی گئی تھیں گرجا کے کٹہرے پر لٹکی ہی تھیں۔ وہ گرد میں اٹی ہوئی تھیں۔ اور ان کی پتیاں کمھلا گئی تھیں۔ کہیں دور دور ہوا کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ اور دھوپ میں آنکھوں کے سامنے سیاہ نقطے سے نظر آنے لگتے تھے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس روز ہزاروں شادیاں ہونے والی ہوں۔ کیونکہ سب لڑکیاں دلہنوں جیسے سفید لباس پہنے ہوئے تھیں اور انھوں نے اپنے بالوں میں گھونگھر بنا رکھے تھے۔ تمام نوجوان چست قسم کے سیاہ سوٹ پہنے ہوئے تھے۔ اور انھوں نے اپنے بال خوشبودار روغن سے جما رکھے تھے۔ ہر شخص گرمی سے بوکھلایا ہوا اور بدحواس دکھائی دے رہا تھا۔

جیسے ہی لارا نے گرجا کے راستہ پر بچھے ہوئے قالین پر قدم رکھا۔ اس کی ایک اور سہیلی کی ماں لگوڈینا نے چاندی کے کچھ چھوٹے سکے مٹھی میں بھر کر اس کے قدموں میں بکھیر دیئے۔ جو کہ مستقبل میں نئے جوڑے کی خوشحالی کا شگون تھا۔ لڈملا نے اسے مزید بتایا کہ جب اسے شادی کا تاج پہنایا جائے تو وہ اپنی انگلیاں نقاب کے کونے میں چھپا کر اشارہ سے صلیب کا نشان بنائے۔ انگلیاں باہر نہ نکالے۔ اس نے لارا سے یہ بھی کہا کہ وہ پاشا کے مقابلہ پر اپنی موم بتی اونچی رکھے تاکہ گھر میں اسے برتری حاصل رہے۔ لیکن اپنا مستقبل پاشا کے مستقبل پر سے قربان کرتے ہوئے لارا نے اپنی موم بتی نیچی رکھنے کی کوشش کی لیکن وہ ایسا نہیں کر سکی کیونکہ وہ اسے جتنا نیچا رکھتی تھی پاشا اپنی موم بتی اور بھی نیچی کر دیتا تھا۔

گرجا سے وہ لوگ سیدھے شادی کی ضیافت کھانے نگار خانہ پہنچے جہاں یہ جوڑا منتقل ہو گیا تھا مہمان چلا رہے تھے "یہ معاملہ روکھا پھیکا ہے"۔ اور دوسرے مہمان کمرے کے دوسرے سرے سے اس کے جواب میں کہتے تھے۔ "ذرا رنگینی پیدا کرو"۔ پھر دلہن اور دولہا شرما کر مسکرا دیتے۔ اور ایک دوسرے کا بوسہ لیتے۔ لڈملا نے ان کے اعزاز میں "انگوروں کا باغ" والا گیت گایا۔ جب کے یہ الفاظ بار بار گائے گئے

"خدا تمہیں محبت اور عقل دے" پھر ایک اور گیت گایا جس کے ابتدائی الفاظ یہ تھے " اپنی خوبصورت زلفیں پھیلا دو"

جب تمام مہمان چلے گئے اور وہ دونوں تنہا رہ گئے تو اس طرح اچانک پیدا ہو جانے والے سکوت میں پاشا بے چینی سی محسوس کرنے لگا۔ سڑک کے پار سے ایک لیمپ کی روشنی چمک رہی تھی۔ اگرچہ لارا نے پردے اچھی طرح کھینچ کر بند کر دیئے تھے لیکن پھر بھی روشنی کی ایک پتلی سی کرن کمرے کے اندر آ رہی تھی۔ روشنی کی اس کرن نے پاشا کو چین نہیں لینے دیا۔ وہ ایسا محسوس کر رہا تھا جیسے لوگوں کی نظریں ان دونوں پر لگی ہوئی ہوں۔ اسے اس بات کے احساس سے سخت تکلیف ہوئی کہ وہ لارا یا خود اپنے یا اس کے لئے اپنی محبت کے بارے میں سوچنے کی بجائے سڑک پر لگے ہوئے لیمپ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

اس رات جس کی نہ ابتدا تھی نہ انتہا۔ انتی پوف "استیپانیدا" یا "حسین دوشیزہ" جیسا کہ اس کے ہم جماعت دوست اسے کہا کرتے تھے) مسرت کی انتہائی بلندیوں اور مایوسی کی عمیق ترین گہرائیوں تک پہنچا۔ اس کے شکوک و شبہات اور لارا کے اعتراضات یکے بعد دیگرے ظاہر ہوتے رہے۔ اس نے لارا سے پوچھ گچھ کی اور اس کا ہر جواب سن کر اس کا دل ڈوبنے لگتا جیسے وہ ایک لامحدود خلا میں گرتا چلا جا رہا ہو۔ اس کے زخم خوردہ احساسات لارا کے انکشافات کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔

وہ دونوں صبح تک باتیں کرتے رہے۔ پاشا کی تمام زندگی میں کبھی فیصلہ کن اور اچانک تبدیلی نہیں ہوئی تھی جتنی کہ اس رات میں ہو گئی۔ صبح کو جب وہ اٹھا تو ایک بالکل بدلا ہوا انسان تھا۔ یہاں تک کہ اسے اس بات پر حیرت ہونے لگی کہ لوگ ابھی تک اسے پاشا انتی پوف کہہ کر پکارتے تھے۔

(۴)

دس دن بعد ان کے دوستوں نے اسی کمرے میں انھیں ایک الوداعی دعوت دی۔ پاشا اور لارا دونوں نے امتحانات میں شاندار کامیابی حاصل کی تھی اور وہ دونوں کو یورال کے ایک ہی شہر میں ملازمتوں کی پیشکش کی گئی تھی۔ وہ دونوں اگلے روز وہاں روانہ ہو رہے تھے۔ انھوں نے پھر خوب پی۔ گانے گائے اور غل غپاڑہ مچایا۔ لیکن اس مرتبہ اس میں صرف نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ہی شریک تھیں۔

درمیانی دیوار کے نیچے جو رہائشی حصہ کو نگار خانہ سے علیحدہ کرتی تھی ایک بڑی بید کی بنی ہوئی ٹوکری رکھی تھی۔ ایک اور نسبتاً چھوٹی ٹوکری جو لارا کی تھی، ایک سوٹ کیس، چینی کے برتنوں کا ایک

بکس اور کئی تھیلے بھی رکھے ہوئے تھے۔ سامان بہت زیادہ تھا۔ اس میں سے کچھ اگلے روز مال گاڑی سے بھیجا جارہا تھا۔ قریب قریب سارا سامان باندھا جاچکا تھا۔ لیکن ابھی بکس اور ٹوکری میں تھوڑی سی جگہ باقی تھی۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد لارا کو کوئی اور ایسی چیز یاد آجاتی جو سے اپنے ساتھ لے جانی تھی اور وہ اسے کسی ایک میں رکھ دیتی تھی اور ساتھ ہی ساتھ اس میں رکھی ہوئی تمام چیزوں کو ٹھیک بھی کرتی جاتی۔

لارا یونیورسٹی کے دفتر گئی ہوئی تھی۔ جہاں سے اسے اپنا پیدائش کا سرٹیفکیٹ اور دوسرے کاغذات لانے تھے۔ جب وہ واپس آئی تو اس وقت پاشا گھر پر ہی موجود تھا اور کچھ مہمانوں کی خاطر تواضع کر رہا تھا۔ اس کے پیچھے پیچھے ایک دربان بھی ٹاٹ کے ٹکڑوں کا ایک بنڈل اور ایک موٹی سی رسی لئے ہوئے اندر آیا۔ ان چیزوں کی اس سامان کے لئے ضرورت تھی جو مال گاڑی سے بھیجا جارہا تھا۔ اس کے چلے جانے کے بعد لارا تمام مہمانوں سے جاکر ملی اور ان میں سے کچھ مہمانوں سے مصافحہ کیا اور بعض مہمانوں کو بوسہ دیا۔ پھر وہ پانٹی حصہ میں کپڑے تبدیل کرنے چلی گئی۔ اور جب واپس آئی تو سب نے تالیاں بجاکر اس کا استقبال کیا۔ پھر سب لوگ بیٹھ گئے اور یہ پرشور تقریب شروع ہوگئی جیسی کہ چند روز قبل ہوئی تھی۔ کچھ لوگوں نے اپنے اور اپنے قریب بیٹھنے والوں کے لئے گلاسوں میں شراب انڈیلی اور لوگوں کے ہاتھ میز کے مرکزی حصہ کی طرف بڑھنے لگے۔ جہاں روٹی، اور کھانے کے دوسرے لوازمات پلیٹوں میں چنے ہوئے تھے۔ تقریریں ہوئیں ایک دوسرے کے جام صحت تجویز کئے گئے اور ہنسی مذاق ہوتا رہا۔ کچھ لوگ ضرورت سے زیادہ پی کر بہکنے لگے۔

"میں تھک کر چور ہوگئی ہوں۔" لارا نے کہا جو اپنے شوہر کے قریب ہی بیٹھی تھی۔ "کیا تم نے سب کام ختم کرلیا؟"

"ہاں"

"بہر حال میں بہت خوش ہوں۔ تم بھی خوش ہونا!"

"میں بھی خوش ہوں لیکن ابھی بہت سے معاملوں کے متعلق باتیں کرنی ہیں!"

کومارووسکی کو خاص طور پر جوانوں کی اس پارٹی میں شرکت کی اجازت دیدی گئی تھی ضیافت ختم ہونے پر اس نے کہنا شروع کردیا کہ جب اس کے دونوں نوجوان دوست ماسکو سے چلے جائیں گے تو وہ اپنے آپ کو بالکل تنہا محسوس کرے گا۔ اس کے لئے شہر بالکل ایک ریگستان بن جائے گا۔ لیکن وہ

اتنا زیادہ جذباتی بن گیا کہ اس نے سسکیاں لینی شروع کردیں۔ اور اپنی بات پھر شروع سے دہرانے لگا۔ اس نے انتی پوف سے ان دونوں کو خط لکھنے کی اجازت مانگی اور اس بات کی بھی اجازت چاہی کہ اگر اس کے لئے ان دونوں کی غیر موجودگی ناقابل برداشت ہو جائے تو ایسی صورت میں وہ ان سے ملنے کے لئے یوریاتن جا سکے۔

"یہ قطعی غیر ضروری ہے"۔ لارا نے زور سے اور لاپرواہی کے ساتھ کہا۔ "اور یہ تمام باتیں فضول سی ہیں۔ خط لکھنا، صحرا، اور ایسی ہی دوسری باتیں۔ جہاں تک وہاں آنے کا سوال ہے اس کا خیال بھی مت کرنا۔ خدا نے چاہا تو تم ہم لوگوں کے بغیر بھی گذر کر سکو گے۔ ہم لوگ اتنے زیادہ اہم تو نہیں ہیں۔ تمہارا بھی یہی خیال ہے نا پاشا؟ مجھے یقین ہے تمہیں اور دوسرے نوجوان دوست مل جائیں گے؟" یہ باتیں کہتے ہوئے معاً وہ یہ بھول گئی کہ وہ کس سے بات کر رہی تھی اور کیا کہہ رہی تھی۔ اس کے بعد وہ اچانک تیزی سے باورچی خانہ میں چلی گئی۔ وہاں اس نے قیمہ بنانے کی مشین اٹھائی، اور اس کے مختلف حصوں کو گھاس پھوس میں لپیٹ کر چینی کے برتنوں کے بکس میں رکھ دیا۔ لیکن بکس کے نکلے ہوئے کونے سے اس کے ذرا خراش آگئی اور اس کے ہاتھ میں پھانس لگ گئی۔

دیوار کے دوسری طرف بلند قہقہوں کی آواز سن کر اسے اچانک مہمانوں کی موجودگی کا احساس ہوا۔ اسے خیال آیا کہ جب لوگ شراب پیتے ہیں تو وہ ہمیشہ بہکنے والے شرابیوں کی نقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ جتنے زیادہ نشے میں ہوتے ہیں، اتنی ہی زیادہ اداکاری کرتے ہیں۔

عین اسی وقت اسے ایک اور خاص قسم کی آواز سنائی دی جو کھلی کھڑکی کے راستے باہر صحن میں سے آرہی تھی۔ اس نے پردہ کھینچ کر باہر جھانک کر دیکھا۔ صحن میں ایک گھوڑا آہستہ آہستہ لنگڑاتا ہوا چل رہا تھا۔ لارا کو یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ گھوڑا کس کا تھا اور صحن میں کس طرح گھس آیا تھا۔ روشنی بہت کافی تھی حالانکہ سورج نکلنے میں ابھی کافی دیر تھی۔ رات کے سناٹے میں شہر بالکل بے جان نظر آرہا تھا۔ لارا نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ لنگڑے گھوڑے کے سموں کی آواز نے جو دوسری تمام آوازوں سے قطعی مختلف تھی اسے کسی دوسری ہی دنیا میں پہنچا دیا اور وہ کسی خوبصورت اور دور دراز کے گاؤں کا خواب دیکھنے لگی۔

دروازہ پر گھنٹی کی آواز ہوئی۔ لارا نے اپنے کان کھڑے کر لئے۔ میز پر بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے

کسی نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ یہ نادیا تھی! لارا بھاگ کر اس سے ملنے کے لئے پہونچ گئی۔ نادیا ٹرین سے اتر کر سیدھی چلی آرہی تھی۔ اتنی تازہ اور دلفریب کہ ایسے معلوم ہونے لگا جیسے وہ ڈیلائنکا کی وادی سے کھلنے والی پھولوں کی مہک بھی اپنے ساتھ لائی ہو۔ دونوں سہیلیاں کچھ دیر تک جذبات کی شدت سے بالکل دم بخود اور خاموش کھڑی رہیں۔ اور پھر ایک دوسری کو لپٹ کر رونے لگیں۔ نادیا اپنے ساتھ پورے خاندان کی مبارکباد اور دعائیں اور اپنے والدین کی طرف سے ایک تحفہ لے کر آئی تھی۔ اس نے زیورات کا ایک بکس اپنے سفری تھیلے میں سے نکال کر کھولا۔ اس میں ایک انتہائی خوبصورت اور قیمتی نیکلس رکھا ہوا تھا۔ ہار کو دیکھ کر لوگوں کی مسرت اور حیرت کی ملی جلی آوازیں سنائی دیں۔ ایک نوجوان جو زیادہ پی گیا تھا لیکن جس کی حالت کسی قدر بہتر ہو گئی تھی، کہنے لگا۔

"یہ گلابی پکھراج ہے۔ ہاں ہاں، گلابی، خواہ کوئی یقین کرے یا نہ کرے۔ بالکل وہی ہے یہ بہت قیمتی ہیرا ہے۔" لیکن نادیا نے کہا کہ وہ زرد رنگ کے نیلم تھے۔

لارا نے نادیا کو میز پر اپنے قریب ہی بٹھایا۔ اور اسے کھانے پلانے میں مشغول ہو گئی۔ ہار اس کی پلیٹ کے قریب ہی رکھا ہوا تھا اور وہ برابر اسے دیکھے جا رہی تھی۔ ہار کے قیمتی پتھر بکس کے اندر لگی ہوئی مخمل پر رکھے ہوئے تھے اور کبھی شبنم کے قطروں کی مانند اور کبھی انگوروں کے خوشہ کی طرح دکھائی دینے لگتے تھے۔

اس عرصہ میں وہ نوجوان جن کا نشہ کم ہو گیا تھا۔ اب پھر نادیا کا ساتھ دینے کے لئے پی رہے تھے اور اسے بھی انھوں نے بہت جلد مدہوش کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد فلیٹ میں ہر شخص گہری نیند سو رہا تھا ان میں سے زیادہ تر لوگ جن کا ارادہ صبح کو لارا اور پاشا کے ساتھ اسٹیشن جانے کا تھا۔ رات کو وہیں رک گئے۔ نادیا کے آنے سے پہلے ہی ان میں سے اکثر لوگ خراٹے لینے لگے تھے اور یہ بات لارا کو بعد میں بھی معلوم نہیں ہو سکی کہ وہ کس طرح اپنا قیمتی لباس پہنے ہی صوفہ پر ایلا گودینا کے قریب سو گئی تھی۔

وہ اچانک شور سن کر جاگ گئی۔ یہ آوازیں کچھ اجنبی لوگوں کی تھیں جو اپنا گھوڑا لینے کے لئے صحن میں چلے آئے تھے۔ آنکھیں کھول کر اس نے اپنے آپ سے کہا۔ "یہ پاشا کمرے کے اندر چکر کیوں لگا رہا ہے؟" لیکن جب اس آدمی نے جسے وہ پاشا سمجھی تھی منہ پھیر کر دیکھا تو اسے ایک ایسا خوفناک چہرہ دکھائی دیا جس پر زخموں کے نشان تھے۔ ایک گہرا نشان بھنووں سے ٹھوڑی تک چلا گیا تھا۔ وہ کوئی نقب زن تھا۔ اس نے چیخنے کی کوشش کی۔ لیکن اس کے گلے سے کوئی آواز نہیں

نکل سکی۔ اسے اپنا قیمتی ہار یاد آیا اور اس نے احتیاط کے ساتھ کہنی کے بل پر اٹھتے ہوئے میز کی طرف دیکھا جہاں ہار رکھا ہوا تھا۔

ہار ردی کے ٹکڑوں کے درمیان اب بھی اسی طرح رکھا ہوا تھا۔ چور کی نظر اس پر نہیں پڑی تھی۔ وہ اس کا سوٹ کیس ٹٹول رہا تھا جس میں اس نے تمام سامان اتنی احتیاط سے رکھا تھا اور ایسا کرتے ہوئے اس نے سارا سامان گڑبڑ کر دیا۔ اس وقت وہ صرف اتنا ہی سوچ سکی کیونکہ وہ ابھی تک نیم غنودگی اور نیم مدہوشی کے عالم میں تھی۔ مارے غصے کے اس نے دوبارہ چیخنے کی کوشش کی لیکن پھر بھی نہیں چیخ سکی۔ تب اس نے اپنا گھٹنا ایرا کے پیٹ میں مار دیا اور جب درد کی شدت سے ایرا نے چیخ ماری تو وہ بھی چیخنے لگی۔ چور نے سب چیزیں پھینک دیں اور بھاگ کھڑا ہوا اس میں سے کچھ لوگوں نے اچھل کر اس کا پیچھا کرنے کی کوشش کی حالانکہ انھیں یہ تک معلوم نہیں تھا کہ معاملہ کیا ہے۔ لیکن ان لوگوں کے دروازہ تک پہونچتے پہونچتے چور غائب ہو گیا۔

اس ہنگامے سے ہر شخص جاگ گیا اور لارا نے جس کی مدہوشی اچانک ختم ہو چکی تھی انھیں پھر نہیں سونے دیا۔ اس نے ان لوگوں کے لئے کافی بنائی اور ان کے گھروں کو روانہ کر دیا۔ یہاں تک کہ اسٹیشن جانے کا وقت ہو گیا۔

پھر وہ انتہائی انہماک کے ساتھ بستر کی چادریں ٹوکریوں میں رکھنے اور سامان کو رسیوں سے باندھنے لگی ساتھ ہی ساتھ وہ دربان کی بیوی اور پاشا سے کہتی جاتی تھی کہ وہ اس کی مدد کرنے کی کوشش کر کے اسے پریشان نہ کریں۔ ہر کام وقت پر ہو گیا۔ انتی پوف میاں بیوی کو ٹرین وقت پر مل گئی۔ ٹرین آہستہ آہستہ روانہ ہوئی اور ان کے دوست انہیں دیکھ کر اپنی ٹوپیاں ہلاتے رہے۔ جب انھوں نے ٹوپیاں ہلانی بند کر دیں اور تین مرتبہ غالباً "ہُرّا!" کا نعرہ لگایا تو ٹرین کی رفتار بھی تیز ہو گئی۔

(۵)

تین روز سے موسم ناخوشگوار تھا۔ جنگ شروع ہونے کے بعد یہ خزاں کا دوسرا موسم تھا۔ پہلے سال جو کامیابیاں ہوئی تھیں ان کی جگہ اب ناکامیوں نے لے لی تھی۔ بردیلوف کی آٹھویں فوج جو کارپیتھین میں ہنگری پر چڑھائی کرنے کے لئے جمع تھی پیچھے ہٹ رہی تھی۔ کیونکہ فوجیں ہر طرف سے پسپا ہو رہی تھیں اور گلیشیا کو خالی کر رہے تھے۔ جس پر انھوں نے جنگ کے ابتدائی مہینوں میں قبضہ کر لیا تھا۔

ڈاکٹر زواگو، جواب تک یورا کے نام سے مشہور تھا۔ لیکن اب زیادہ تر یوری آندرے وچ کہلاتا تھا، ہسپتال کے نسوانی امراض کے شعبہ کے غلام گردش میں زچہ خانے کے کمرے کے باہر کھڑا ہوا تھا جہاں وہ ابھی اپنی بیوی تونیا ـــــ اینتونیا الگزینڈرووناـــ کو لے کر آیا تھا۔ وہ اپنی بیوی کو خدا حافظ کہہ چکا تھا اور اب دایہ کا انتظار کر رہا تھا تاکہ اسے بتادے کہ وہ ضرورت پڑنے پر اسے کہاں تلاش کر سکتی ہے اور اس سے دریافت کرے کہ وہ اس تک کس طرح پہنچ سکتی ہے۔ وہ جلدی میں تھا۔ اسے دو مریضوں کو دیکھنے کے لیے جانا تھا اور جس قدر جلد ممکن ہو سکے اسے ہسپتال پہنچنا تھا۔ لیکن وہ وہاں پر کھڑا ہوا قیمتی وقت برباد کر رہا تھا۔ اور کھڑکی میں سے بارش کی آڑی ترچھی بوچھار کو دیکھ رہا تھا۔

ابھی بہت زیادہ اندھیرا نہیں ہوا تھا۔ وہ ہسپتال کے عقبی صحن، ڈیوچی پول کے پرائیویٹ مکانوں کے شیشے پر لگے ہوئے برآمدے اور ٹرالی لائن دیکھ سکتا تھا جو ہسپتال کے ایک بلاک تک جاتی تھی۔ بارش اکتا دینے والے تسلسل کے ساتھ ہو رہی تھی۔ اور ہوا کی تیزی کے باوجود نہ تو زیادہ تیز تھی اور نہ ہلکی پڑ رہی تھی۔ ہوا کے تیز جھونکے ایک مکان پر لگی ہوئی بیل کو ہلا رہے تھے جیسے وہ اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے اور پھر ہوا میں اڑا کر کسی گندے چیتھڑے کی طرح کہیں پھینک دیں گے۔ ایک ٹرک دو سامان لے جانے والے ٹھیلوں کے ساتھ ہسپتال کے صدر دروازے والے برآمدے کے پاس سے گزرا۔ زخمی آدمیوں کو اندر لے جایا گیا۔ ماسکو کے ہسپتالوں میں بہت زیادہ بھیڑ تھی جو خاص طور پر کتسک کی لڑائی کے بعد اور بھی بڑھ گئی تھی اور اس عام بھیڑ کا اثر عورتوں کے وارڈ پر بھی پڑنے لگا تھا۔

یوری آندرے وچ تکان کی وجہ سے جماہی لے کر کھڑکی سے دوسری طرف مڑ گیا۔ اس کے ذہن میں کوئی خیالات نہیں تھے۔ اچانک اسے ہوکی کر اس ہسپتال کا ایک واقعہ یاد آیا جہاں وہ کام کرتا تھا چند روز قبل ایک عورت سرجیکل وارڈ میں مر گئی تھی۔ یوری آندرے وچ نے جگر کی بیماری تشخیص کی تھی لیکن ہر شخص کا خیال تھا کہ اس کی تشخیص غلط تھی۔ آج اس کی طبی جانچ ہونے والی تھی۔ لیکن ان کا جانچ کرنے والا عادی شرابی تھا اور یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ کتنی احتیاط سے کام کرے گا۔ اچانک رات ہو گئی۔ اب باہر کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ تمام کھڑکیوں میں ایک ساتھ اس طرح روشنی ہو گئی جیسے کسی نے جادو کا ڈنڈا ہلا دیا ہو۔ نسوانی امراض کے شعبہ کا انچارج تونیا کے وارڈ سے نکل کر اس تنگ راستے سے باہر آیا جو اسے غلام گردش سے علیحدہ کرتا تھا۔ وہ ایک بھیم شحیم انسان تھا اور سوالوں کا جواب ہمیشہ اپنے

کندھے ہلا کر اور چھت کی طرف گھورتے ہوئے دیا کرتا تھا۔ ان خاموش اشاروں کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ خواہ سائنس کتنی ہی ترقی کیوں نہ کر چکی ہو لیکن دوست ہوریشیو زمین اور آسمان پر بہت سی چیزیں اب بھی ایسی ہیں جن کا سائنس نے کبھی تصور تک نہیں کیا۔

اس نے یوری آندرے وچ کے پاس سے گذرتے ہوئے سر ہلا دیا اور مسکرا دیا اور اپنے پھیلے ہوئے ہاتھ کئی مرتبہ اس طرح ہلائے جیسے وہ کہنا چاہتا ہو کہ سوائے صبر کے اور کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ پھر وہ غلام گردش میں ہوتا ہوا تمبا کو نوشی کے لئے انتظار گاہ میں چلا گیا۔ اس کے بعد اس کی اسسٹنٹ آئی جو اسی قدر باتونی تھی جتنا اس کا افسر کم سخن تھا۔

"اگر تمہاری جگہ میں ہوتی تو گھر چلی جاتی"؛ اس نے یوری آندرے وچ سے کہا۔ "میں تمہیں کل ہولی کر اس میں اطلاع کر دوں گی۔ اس عرصہ میں کچھ ہونے کا امکان بہت کم ہے۔ خیال یہی ہے کہ پیدائش قدرتی طور پر ہو گی اور عمل جراحی کی نوبت نہیں آئے گی۔ لیکن پیڑو تنگ ہے۔ بچے کے سر کی پوزیشن ٹھیک نہیں ہے ابھی درد نہیں ہے۔ اور اینٹھن بھی بہت کم ہے۔ یہ باتیں ضرور پریشانی کا باعث ہیں لیکن ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ تاہم وضع حمل کا وقت شروع ہونے پر درد کس طرح اٹھتے ہیں۔ اسی پر تمام باتوں کا انحصار ہے اسی وقت ہمیں کچھ معلوم ہو سکتا ہے۔" جب اگلے روز اس نے ٹیلیفون کیا تو ہسپتال کے قلی نے اس سے کہا کہ وہ ذرا انتظار کرے تاکہ وہ معلومات کر لے۔ دس منٹ تک اسے تذبذب کے عالم میں رکھنے کے بعد اس نے اسے ٹیلیفون پر یہ نامکمل اطلاع نہایت بھونڈے طریقہ پر دی۔ "وہ کہتے ہیں، انھیں بتا دو کہ وہ اپنی بیوی کو بہت پہلے سے لے آئے ہیں اور اسے واپس لے جائیں"۔

یوری آندرے وچ نے غصہ میں آ کر اس سے کہا کہ وہ نرس کو ٹیلیفون پر بلا دے۔ "آثار گمراہ کن بھی ہو سکتے ہیں"۔ نرس نے کہا "ہمیں دو ایک روز میں معلوم ہو جائے گا"۔ تیسرے روز اسے بتایا گیا کہ وضع حمل پچھلی رات کو شروع ہو چکا تھا۔ اور صبح سے درد تھوڑے تھوڑے وقفوں کے ساتھ شدت سے اٹھ رہے ہیں۔ وہ فوراً ہسپتال روانہ ہو گیا۔ جب وہ راہداری سے گذرتا ہوا دروازہ پر پہنچا جو غلطی سے آدھا کھلا رہ گیا تھا اس نے تونیا کی دلخراش چیخیں سنیں۔ وہ اس طرح چیخ رہی تھی جیسے کسی حادثہ میں زخمی ہونے والے شخص کو جس کے اعضا کچل کر رہ گئے ہوں ٹرین کے پہیوں کے نیچے سے کھینچ کر نکالا جا رہا ہو۔ اسے تونیا کو دیکھنے کی اجازت نہیں ملی اپنے ناخن نوچتے ہوئے یہاں تک کہ ان میں سے خون جھلکنے لگا؛ وہ

کھڑکی کے پاس کھڑا ہو گیا۔ اس وقت بھی ویسی ہی آڑی ترچھی پھوار پڑ رہی تھی۔۔ جیسی گذشتہ دو دن پڑتی رہی تھی۔

ایک نرس وارڈ سے باہر آئی اور اس نے ایک نومولود بچّے کی آوازیں سنیں۔ "وہ محفوظ ہے وہ محفوظ ہے!" آنندے وِچ خوشی کے عالم میں بڑبڑایا۔ "بیٹا ہوا ہے۔ ایک چھوٹا سا لڑکا۔ مبارک ہو!" نرس نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "آپ ابھی اندر نہیں جا سکتے۔ جب وہ لوگ فارغ ہو جائیں گے تو ہم آپ کو دکھا دیں گے۔ تب اپنی بیوی کو ایک اچھا سا تحفہ دینا ہوگا۔ اس نے بہت تکلیف اٹھائی ہے۔ یہ پہلا بچّہ ہے۔ پہلے بچّے کی پیدائش پر ہمیشہ تکلیف ہوتی ہے۔" "وہ بخیریت ہے۔ وہ بخیریت ہے!" آنندے وِچ بہت خوش تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ نرس اس سے کیا کہہ رہی تھی اور وہ اسے مبارکباد کیوں پیش کر رہی تھی جیسے جو کچھ بھی ہوا تھا اس میں اس کا بھی ہاتھ تھا۔ کیونکہ آخر اس میں اس کا کیا ہاتھ تھا؟ باپ ـــ بیٹا۔ وہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ اس طرح باپ بن جانے پر اسے کس لئے فخر کرنا چاہیئے۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ یہ بیٹا قدرت کا ایک تحفہ تھا اسے ان تمام باتوں کا شکل ہی سے اندازہ تھا۔ اصل بات تو یہ تھی کہ تونیا ـــ تونیا جو موت اور زندگی کی کشمکش میں مبتلا تھی ـــ اب خوش قسمتی سے بالکل بخیریت ہے۔

اس کا ایک مریض ہسپتال کے قریب ہی رہتا تھا۔ وہ اسے دیکھنے چلا گیا۔ اور آدھ گھنٹہ بعد واپس آیا۔ باہر کے کمرے اور وارڈ کے دروازے پھر کھلے ہوئے تھے۔ یہ خیال کئے بغیر کہ وہ کیا کر رہا ہے آنندے وِچ بیرونی کمرے میں داخل ہو گیا۔ لحیم شحیم ڈاکٹر نے جو نسوانی شعبہ کا انچارج تھا اور جس نے اپنا سفید گوٹ پہن رکھا تھا اچانک آگے بڑھ کر اس کا راستہ روک دیا۔ "یہ آخر تم کہاں جا رہے ہو؟" اس نے پھولتے ہوئے سانس کے ساتھ سرگوشی کے لہجے میں کہا تاکہ زچّہ اس کی آواز نہ سن سکے۔ "کیا تم بہک گئے ہو۔ اس قدر خون نکل جانے کے بعد جبکہ نفسیاتی صدمے کے قطع نظر زہر پھیلنے کا خطرہ بھی موجود ہے اور تم اپنے آپ کو ڈاکٹر کہتے ہو؟"

"میرا مطلب یہ نہیں تھا کہ ...... مجھے صرف ایک نظر دیکھ لینے دو۔ بس یہاں سے اس چھری میں سے۔"

"اوہ، اچھا، یہ اور بات ہے۔ اچھا، اگر تم یہی چاہتے ہو۔ لیکن میں تمہیں اس کے خلاف کرتے ہوئے نہ دیکھوں۔ اگر اس نے تمہیں دیکھ لیا تو میں تمہاری گردن مروڑ دوں گا۔"

وارڈ کے اندر دو عورتیں سفید یونیفارم میں دروازہ کی طرف پشت کئے ہوئے کھڑی تھیں۔ وہ دایہ اور نرس تھیں۔ نرس کی ہتھیلی پر ایک ننھا سا چیختا کلبلاتا ہوا انسانی وجود تھا۔ جو گہرے سرخ رنگ کی ربر کی طرح پھیل اور سکڑ رہا تھا۔ دایہ نال کاٹنے سے پہلے اس کی ناف پر ڈوری باندھ رہی تھی۔ کمرے کے وسط میں جرّاحی کے پلنگ پر تونیا لیٹی ہوئی تھی۔ وہ کسی قدر اوپر کو اٹھی ہوئی تھی۔ گھبراہٹ کے عالم میں آندرے دج کو ایک دم خیال آیا کہ وہ ایک ایسے ڈیسک کی سطح پر لیٹی ہوئی تھی جس پر کھڑے ہو کر لکھا جاتا ہے۔ اس طرح اونچی لیٹی ہوئی تونیا وضع حمل کی تکلیف کے بعد بالکل نڈھال دکھائی دے رہی تھی۔ یوری آندرے دج کو وہ بالکل ایک کشتی کی طرح معلوم ہو رہی تھی جو سامان اتارے جانے کے بعد بندرگاہ کے وسط میں سکون سے کھڑی ہوئی ہو۔ ایک ایسی کشتی جو نئے تارکین وطن کو لے کر موت کے سمندر میں سے گزرتی ہوئی کسی گمنام ملک کے سرزمین حیات تک پہنچی ہو۔ ایک ایسی ہی ہستی ابھی کشتی پر سے ساحل پر اتری تھی۔ اور کشتی اب لنگر ڈالے اطمینان اور سکون کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔ اس کا پورا وجود پرسکون تھا۔ اس کے مستول اور ڈھانچہ اور اس کے ذہن میں دوسرے ساحل سمندری سفر اور کنارے لگنے کا کوئی تصور باقی نہیں رہ گیا تھا۔ اور کیونکہ کسی شخص نے وہ ملک نہیں دیکھا تھا جہاں سے وہ کشتی روانہ ہوئی تھی۔ اس لئے کوئی شخص اس زبان سے واقف نہیں تھا جس میں اس سے بات کی جا سکتی تھی۔ یوری آندرے دج کو ہسپتال میں ہر شخص نے مبارکباد دی۔ اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ یہ خبر کتنی تیزی سے پھیلی۔ وہ اسٹاف کے کمرے میں چلا گیا جسے غلاظت گھر کہا جاتا تھا۔ ہسپتال میں جگہ کی کمی کی وجہ سے اسے عام استعمال کا کمرہ بنا دیا گیا تھا۔ وہاں لوگ باہر سے اپنے برفانی جوتے پہنے ہوئے آتے تھے۔ بعض لوگ اپنے بنڈل وہیں بھول جاتے۔ اور کمرے کے فرش پر کاغذ اور سگریٹ کے ٹکڑے پھیلا دیتے۔

ڈھیلے ڈھالے جسم والا معمر سرجن کھڑکی کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں شیشہ کا ایک مرتبان تھا جس میں ایک دھندلے قسم کا سیال تھا جسے وہ اپنی عینک کے اوپر سے روشنی کی طرف کر کے دیکھ رہا تھا۔

"مبارک ہو۔" اس نے بغیر مڑے ہوئے کہا۔

"شکریہ۔ بہت بہت مہربانی۔"

میرا شکریہ مت ادا کرو۔ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ ہیچنڈ کن نے پوسٹ مارٹم کیا تھا لیکن ہر شخص قائل ہو گیا۔ مرض وہی تھا جو تم نے تشخیص کیا تھا۔ ہر شخص یہی کہہ رہا ہے کہ تشخیص کتنی صحیح تھی۔ ہر شخص اسی کا تذکرہ کر رہا ہے"۔ اسی وقت میڈیکل ڈائرکٹر اندر آیا۔ ان دونوں کو سلام کیا اور کہنے لگا "اس جگہ کو کیا ہوتا جا رہا ہے؟ یہاں کس قدر گندگی ہے۔ ہاں بھئی زوا گو مرض واقعی وہی تھا۔ ہم لوگ غلطی پر تھے۔ ہم لوگ ان ڈاکٹروں کی فہرستوں پر غور کرتے رہے ہیں جنھیں مستثنیٰ کر دیا گیا تھا۔ اس مرتبہ میں انھیں اس سے نہیں روک سکتا۔ ڈاکٹروں کی بہت کمی ہے۔ تمھیں جلد ہی جنگی محاذ پر جانا پڑیگا"۔

(۶)

یوریاتن میں انتی پوف میاں بیوی (لارا اور پاشا) کو توقع کے خلاف اچھے حالات پیش آئے۔ لوگ وہاں گیشار کے گھرانے کو نہیں بھولے تھے۔ اس سے لارا کو ایک نئی جگہ پر مکان وغیرہ کا انتظام کرنے میں کافی مدد ملی۔ لارا کے پاس بہت کام تھا۔ اسے بہت سی باتوں کا خیال رکھنا پڑتا تھا۔ اس نے مکان کا انتظام اور اپنی تین سالہ لڑکی کاتنکا کی دیکھ بھال اپنے ہاتھ میں لے لی۔ ان کی سرخ بالوں والی خادمہ مارفتکا اپنی سی ہر ممکن کوشش کرتی تھی لیکن اس سے گھر کا سارا کام نہیں سنبھلتا تھا۔ لاریسا فیودوونا اپنے شوہر کی تمام دلچسپیوں میں حصہ لیتی تھی۔ وہ خود لڑکیوں کی ورزش گاہ میں پڑھایا کرتی تھی۔ وہ انتھک طریقہ پر کام کرتی اور خوش تھی۔ یہی تو وہ زندگی تھی جس کے وہ خواب دیکھا کرتی تھی۔ اسے یوریاتن پسند تھا۔ یہ اس کا آبائی شہر تھا۔ جو دریائے رنوا پر واقع تھا۔ اس میں سوائے اوپری حصہ کے کشتیاں چل سکتی تھیں۔ اور یورال کی ایک ریلوے لائن وہاں سے گزرتی تھی۔ یوریاتن میں ہمیشہ موسم سرما کی آمد کا اعلان کشتیوں کے مالک کیا کرتے تھے جبکہ وہ اپنی کشتیوں کو دریا سے نکال کر شہروں میں لے آتے جہاں انھیں مکانوں کے صحنوں میں رکھ دیا جاتا۔ یہ کشتیاں موسم بہار کے انتظار میں وہاں کھلے آسمان کے نیچے رکھی رہتیں۔ صحن میں الٹی رکھی ہوئی کشتیوں کا یوریاتن میں وہی مطلب لیا جاتا تھا۔ جو دوسرے مقامات پر سارسوں کے اڑ کر کسی دوسری جگہ چلے جانے یا پہلی برفباری کا ہوتا تھا۔ انتی پوف میاں بیوی نے جو مکان کرایہ پر لیا تھا۔ اس کے صحن میں بھی ایک ایسی ہی کشتی رکھی ہوئی تھی۔ کاتنکا اس کے سایہ میں اسی طرح کھیلا کرتی تھی جیسے وہ کوئی گھر ہو۔

لارا کو یوریاتن کے طور طریقے، لب و لہجہ اور اس کے باشعور طبقہ کی سادہ لوح خود اعتمادی بھی

پسند تھی۔ یہ لوگ فیلٹ کے جوتے اور بغیر آستین کے فلالین کے بھورے کوٹ پہنا کرتے تھے۔ اس کے برخلاف اس کا شوہر پاول پاولووچ، جو ماسکو کے ایک ریلوے کارکن کا لڑکا تھا۔ ایک غیر اصلاح پذیر شہری ثابت ہوا۔ وہ اس کے مقابلہ میں یورپاتن کے لوگوں کو زیادہ سخت اصولوں پر پرکھتا تھا۔ ان کا بھونڈا پن اور عدم واقفیت دیکھ کر اس کے تن بدن میں آگ لگ جاتی تھی۔ اب یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اس کے اندر چیزوں کو جلد سمجھ لینے اور حاصل کی ہوئی معلومات کو ذہن نشین کر لینے کی غیر معمولی صلاحیت تھی۔ ماضی میں اس نے بہت زیادہ پڑھا تھا جس کے لئے وہ لارا کا مشکور تھا۔ اس صوبہ میں اپنے قیام کے دوران میں اس نے اتنا زیادہ علم حاصل کر لیا کہ وہ اب لارا کی معلومات کو بھی زیادہ اہمیت نہیں دیتا تھا۔ وہ اپنے ساتھی استادوں کے اوپر چھایا رہتا تھا اور اسے اس بات کی شکایت تھی کہ ان کے ساتھ رہنے سے اسے گھٹن سی محسوس ہوتی تھی۔ اب جنگ کے زمانے میں ان کا معیار جو عامیانہ تھا اور کسی قدر فرسودہ جذبہ حب الوطنی خود اس کے اپنے خیالات کے مطابق نہیں تھا۔ کیونکہ اپنے ملک کے بارے میں اس کے خیالات الجھے ہوئے تھے۔

پاول پاولووچ نے ادبیات عالیہ کی ڈگری حاصل کی تھی۔ وہ لاطینی اور قدیم تاریخ کی تعلیم دیتا تھا۔ لیکن اپنے ورزش گاہ کے ابتدائی زمانے سے اس کے تحت الشعور میں علوم قطعیہ یعنی طبعیات اور ریاضی کے لئے پسندیدگی کا جذبہ موجود تھا جو اب اچانک نئے سرے سے بیدار ہو گیا۔ خود طبع زاد کردہ ان مضامین میں یونیورسٹی کے معیار تک پہونچ گیا تھا۔ اور اس کا ارادہ تھا کہ وہ ریاضی کے کسی شعبہ میں ڈگری حاصل کر کے اپنے گھر والوں کے ساتھ پیٹرزبرگ منتقل ہو جائے۔ راتوں کو دیر تک پڑھتے رہنے سے اس کی صحت پر خراب اثر پڑا تھا۔ اور اسے بے خوابی کی شکایت پیدا ہو گئی۔

اپنی بیوی کے ساتھ اس کے تعلقات اچھے تھے۔ لیکن ان تعلقات میں سادگی نہیں تھی۔ اس کی مہربانیوں اور اس کی دیکھ بھال کے سلسلہ میں چھوٹی چھوٹی باتوں کو اہمیت دینے سے اسے وحشت سی ہوتی تھی لیکن وہ اس خوف سے اس کی کسی بات پر نکتہ چینی نہیں کرتا تھا کہ کہیں وہ اس کے کسی معمولی سے لفظ کو بھی طعنہ نہ سمجھ بیٹھے۔ اس بات کا طعنہ کہ وہ اس سے زیادہ اعلیٰ نسب تھی یا یہ کہ وہ کبھی کسی دوسرے کی ہو کر رہ چکی تھی۔ اس خیال سے کہ کہیں وہ یہ شبہ کرنے لگے کہ وہ اس کے بارے میں غلط قسم کے خیالات رکھتا ہے۔ ان دونوں کی زندگی میں تصنع کا عنصر پیدا ہو گیا تھا۔ ان دونوں میں ہر ایک دوسرے کے مقابلہ میں زیادہ شریف بننے کی کوشش میں تھا اور اس سے حالات پیچیدہ ہو گئے تھے۔

ایک رات ان کے ہاں مہمان آئے ہوئے تھے۔ لارا کے اسکول کی ہیڈ مسٹریس، اس کے شوہر کے اسکول کے کئی استاد، ثالثی عدالت کا ایک رکن جس کا پاول پالووچ بھی پچھلے دنوں ممبر رہ چکا تھا۔ اور کچھ دوسرے لوگ۔ پاول پالووچ کے نقطۂ نظر سے وہ سب نرے احمق تھے۔ ان لوگوں کے لئے لارا کا لطف آمیز برتاؤ دیکھ کر اسے سخت حیرت تھی اور اسے اس بات کا یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ واقعی خلوص دل کے ساتھ ان میں سے کسی کو پسند کرتی ہے۔

مہمانوں کے چلے جانے کے بعد کمروں کی صفائی کرنے، چیزوں کو قرینے سے رکھنے اور باورچی خانہ میں مارفنکا کے ساتھ برتن دھونے میں لارا کو بہت وقت لگ گیا۔ اس کے بعد اس نے اس بات کا اطمینان کیا کہ کاتنکا کو ٹھیک سے اڑھا کر لٹا دیا گیا ہے۔ اور یہ کہ پاشا بھی سو چکا ہے۔ [illegible] اپنے کپڑے اتارے۔ روشنی بجھائی اور اپنے شوہر کے پاس اسی طرح قدرتی انداز میں لیٹ گئی جیسے کوئی بچہ اپنی ماں کے پاس لیٹ جاتا ہے۔

لیکن انتی پوف محض یہ ظاہر کر رہا تھا کہ وہ سو رہا ہے۔ اسے عرصے سے بے خوابی کی شکایت تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اسے تین چار گھنٹے جاگنا پڑے گا۔ ٹہل ٹہل کر نیند بلانے اور کمرے کی سگریٹوں کے دھوئیں میں بسی ہوئی فضا سے چھٹکارا پانے کے لئے وہ خاموشی کے ساتھ اٹھا، شب خوابی کے لباس کے اوپر سے اپنا سمور کا کوٹ اور ٹوپی پہنی اور باہر چلا گیا۔ موسم خزاں کی صاف اور برفانی رات تھی۔ برف کی ہلکی تہیں اس کے قدموں کے نیچے چرمرا رہی تھیں۔ آسمان پر تارے چمک رہے تھے اور ہلکی نیلی روشنی کی کرنیں جلتی ہوئی شراب کے شعلے کی مانند سیاہ زمین اور برفانی دلدل پر پڑ رہی تھیں۔ انتی پوف میاں بیوی دریائی بندرگاہ سے [illegible] کے دوسرے سرے پر رہتے تھے۔ ان کا مکان سڑک پر سب سے آخر میں تھا۔ اور اس کے آگے ایک کھیت تھا جس کے درمیان سے ریلوے لائن گزرتی تھی۔ وہیں ریلوے کراسنگ، اور چوکیدار کا کیبن بھی تھا۔ انتی پوف الٹی ہوئی کشتی پر بیٹھ گیا اور تاروں کی طرف دیکھنے لگا۔ گزشتہ چند سال میں وہ جن خیالات کا عادی بن گیا تھا۔ وہ اب زیادہ قوت کے ساتھ اس کے ذہن پر چھانے لگے۔ [illegible] معلوم ہوتا تھا جیسے جلد یا بدیر اسے ان خیالات کی تکمیل کرنی پڑے گی اور یہ بہتر ہی ہوگا کہ ابھی ایسا کر لیا جائے۔

[illegible] کام نہیں چل سکتا۔ اس نے [illegible] وہ یہ بات کافی عرصہ پہلے بھی سوچ سکتا تھا۔

شادی سے قبل ہی۔ لیکن اسے بہت دیر میں سمجھ آئی۔ وہ بچپن ہی میں اسے پسند کرنے لگی تھا اور اس کے اشاروں پر چلتا تھا۔ اس میں اتنی عقل کیوں نہیں آئی کہ بروقت اسے چھوڑ دیتا۔ شادی سے قبل موسم سرما میں جبکہ خود اسی نے اس بات پر زور دیا تھا؟ کیا یہ صاف ظاہر نہیں تھا کہ وہ خود اس سے نہیں بلکہ اس شاندار مشن سے محبت کرتی تھی جو اس نے اس کے متعلق اپنے سامنے رکھا تھا۔ اور یہ کہ اس کے نزدیک وہ اس کی اپنی محبت اور اولوالعزمی کا مظہر تھا؟ لیکن اس کے اس مشن کا خواہ وہ کتنا ہی شاندار اور دلچسپ کیوں نہ ہو، حقیقی گھریلو زندگی سے کیا تعلق تھا۔ اور پھر اس سارے معاملہ کا بدترین پہلو یہ تھا کہ وہ اس سے اب بھی ہمیشہ کی طرح والہانہ محبت کرتا تھا۔ وہ غضب کی حسین تھی۔ اور پھر بھی کیا اسے یقین تھا کہ اس کی طرف سے بھی یہ محبت ہی تھی؟ یا یہ کہ اس کے حسن اور دلربائی کے سامنے اظہار عقیدت تھا؟ ان تمام باتوں کو کون سمجھ سکتا تھا! شیطان بھی ان کے چکر میں پھنس کر ہوش و حواس کھو بیٹھتا۔ تو پھر اسے کیا کرنا چاہیئے؟ اسے چاہیئے کہ وہ اپنی بیوی اور لڑکی کو اس پُرفریب زندگی سے آزاد کر دے یہ خود اپنے کو آزاد کرانے سے بھی زیادہ اہم تھا۔ ہاں، لیکن کس طرح؟ طلاق؟ خود دریا میں ڈوب کر؟ کس قدر لغو اور بیہودہ خیال ہے! اسے اس خیال ہی سے نفرت ہونے لگی۔ "جیسے میں اسی قسم کا کوئی کام کر سکوں گا؟ تو پھر اپنے ذہن میں اس رنجدہ ڈرامہ کی ریہرسل کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

اس نے ستاروں کی طرف دیکھا جیسے ان سے کچھ مشورہ کرنا چاہتا ہو۔ تمام ستارے چھوٹے اور بڑے بعض نیلے اور بعض قوس قزح کے مختلف رنگوں کے، کسی طرح تیزی سے یا آہستہ آہستہ جھلملاتے رہے اچانک وہ ستارے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اور مکان، صحن اور کشتی پر بیٹھا ہوا اتنی پوٹ تیز روشنی میں جیسے کوئی شخص اپنے ہاتھ میں تیز روشنی کی ٹارچ جلائے ہوئے میدان سے پھاٹک کی طرف بھاگ رہا ہو ایک فوجی ٹرین، دھوئیں کے تند بادل اڑاتی ہوئی اور چنگاریاں چھوڑتی ہوئی مغرب کی سمت جلتے ہوئے کراسنگ پر سے گذری جیسے لاتعداد دوسرے انجن گذشتہ سال رات اور دن گزرتے رہے تھے۔ پادل پالود بھی سکڑ گیا اور اٹھ کر اندر سونے کے لئے چلا گیا۔ اس لئے اپنی اس الجھن سے چھٹکارا حاصل کرنے کا ایک طریقہ معلوم ہو گیا تھا۔

(۷)

جب لالیسا فیودوروونا کو باشے کے فیصلہ کا علم ہوا تو وہ دم بخود رہ گئی اور پہلے تو اسے اپنے کانوں

پر یقین نہیں ہو سکا۔ "یہ لغویت ہے"! اس نے سوچا "محض ایک وقتی ترنگ ہے۔ اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا اور وہ اسے بھول جائے گا"!

لیکن بعد میں اسے معلوم ہوا کہ وہ گذشتہ دو ہفتوں سے تیاریاں کر رہا ہے۔ اس نے اپنے کاغذات بھرتی کے دفتر کو بھیج دیئے۔ ورزش گاہ میں اس کی جگہ دوسرا استاد آ گیا اور اسے اطلاع مل گئی کہ اودیسک کے فوجی اسکول میں اسے داخلہ مل گیا ہے۔ لارا ایک دیہاتی عورت کی طرح چیخیں مار مار کر روئی اور اس نے پاشا کا ہاتھ پکڑ کر خود کو اس کے قدموں میں گرا دیا "پاشا، پاشینکا" وہ روتی ہوئی بولی۔ "ہمیں چھوڑ کر مت جاؤ۔ ایسا مت کرو، مت کرو، اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ میں سب کچھ ٹھیک کرا دوں گی۔ تمہارا تو باقاعدہ طبی معائنہ بھی نہیں ہوا، اور تمہارا دل ۔۔۔۔۔ کیا تمہیں اپنا ارادہ بدلتے ہوئے شرم آتی ہے؟ اور کیا تمہیں اپنے گھر والوں کو اپنے کسی مجنونانہ خیال پر بھینٹ چڑھاتے ہوئے شرم محسوس نہیں ہوتی؟ تم ایک والنٹیر! اپنی زندگی بھر تم رودیا کا مذاق اڑاتے رہے ہو اور اب تم اس پر رشک کرتے ہو۔ تم بھی ایک افسر کے یونیفارم میں اکڑ اکڑ کر چلنا چاہتے ہو اور قتل و غارت گری میں حصہ لینا چاہتے ہو۔ پاشا تمہیں ہو کیا گیا ہے؟ تم اتنا بدل کیوں گئے ہو۔ تمہیں کس چیز نے اس طرح بدل کر رکھ دیا ہے؟ تمہیں یسوع مسیح کی محبت کا واسطہ کچھ لگی لپٹی رکھے بغیر مجھے دیانت داری کے ساتھ بتا دو کیا روس کو اسی کی ضرورت ہے؟"

اچانک اسے محسوس ہوا کہ اصل قصہ کیا ہے؟ اگرچہ وہ اسے مکمل طور پر نہیں سمجھ سکی تھی پھر بھی وہ اصل بات سمجھ گئی۔ پاشا نے اپنے ساتھ اس کے رویہ کو غلط سمجھا۔ اس نے اس مادرانہ جذبہ کے خلاف بغاوت کر دی جو زندگی بھر اس کی محبت میں شامل رہا تھا اور وہ یہ نہیں سمجھ سکا کہ ایسی محبت اس عام جذبہ سے کم نہیں بلکہ ارفع ہوتی ہے جو ایک عورت کے دل میں کسی مرد کے لئے پائی جاتی ہے۔ اس نے اپنے ہونٹ کاٹ لئے اور اس طرح بجھ کر رہ گئی جیسے اسے پیٹا گیا ہو۔ اور پھر اپنے آنسو پیتے ہوئے خاموشی کے ساتھ اس کا سامان باندھنے لگی۔ اس کے چلے جانے کے بعد اسے ایسا معلوم ہوا جیسے سارا شہر خاموش اور پرسکوت ہو۔ اسے آسمان پر اڑتے ہوئے کوؤں کی تعداد بھی کم دکھائی دے رہی تھی۔ "مادام، مادام" اسے ہوش میں لانے کے لئے مارفیکا ملامت آمیز لہجہ میں کہتی۔ "ماما، ماما" کاتینکا اس کی آستین کھینچتے ہوئے توتلی زبان میں مخاطب کرتی۔ یہ اس کی زندگی کی سب سے بڑی شکست تھی۔ اس کی بہترین اور تابناک ترین امیدیں برباد ہو گئی تھیں۔ سائبیریا سے اس کے شوہر کے جو خطوط آتے تھے۔ ان سے اس کے موڈ کا پتہ چلتا

رہتا تھا اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا اسے اپنی بیوی اور بچی کی جدائی بہت شاق گذر رہی تھی چند ماہ بعد مقررہ میعاد سے قبل ہی اسے لفٹننٹ کا کمیشن مل گیا اور پھر اسی قدر غیر متوقع طور پر اسے محاذ پر بھیج دیا گیا اپنے سفر میں وہ یوریاتن کے قریب سے ہو کر بھی نہیں گذرا اور وہ ماسکو میں بھی اتنے زیادہ عرصہ تک نہیں ٹھہرا کہ وہاں کسی سے مل سکتا۔ محاذ سے اس کے جو خطوط آئے وہ ان خطوں کے مقابلے میں کم یاس انگیز تھے جو اس نے اومسک کے فوجی اسکول سے بھیجے تھے۔ وہ کوئی ایسا شاندار کارنامہ انجام دینا چاہتا تھا کہ کسی فوجی کارگزاری کے صلے میں یا کسی معمولی زخم کے نتیجے میں چھٹی پر گھر جا سکتا اور اپنے بال بچوں سے مل سکتا۔ بہت جلد یہ موقع اس کے سامنے آ گیا۔ بروسیلوف کی فوجیں دشمن کے محاذ کو توڑ کر اندر گھس گئی تھیں۔ اور حملہ کر رہی تھیں۔ انتی پوف کے خطوط آنے بند ہو گئے۔ شروع میں لارا کو فکر نہیں ہوئی۔ اس نے اس کی خاموشی کو جنگی کارروائیوں پر محمول کیا۔ جب اس کی رجمنٹ نقل و حرکت میں ہو، تو بھی تو وہ خط نہیں لکھ سکتا تھا۔ لیکن موسم خزاں میں پیش قدمی کی رفتار سست پڑ گئی۔ فوجیں مورچہ بندی کر رہی تھیں۔ اور پھر بھی اس کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملی۔ اس کی بیوی کو اب فکر ہونے لگی۔ اس نے معلومات حاصل کرنی شروع کر دیں۔ پہلے مقامی طور پر یوریاتن میں اور پھر ڈاک کے ذریعہ ماسکو سے اور اس کے پرانے محاذ کے پتہ سے اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ معلوم ہوتا تھا کہ کسی شخص کو اسکے بارے میں علم نہیں ہے۔

دوسری مقامی خواتین کی طرح لاریسا فیودرونا بھی شہر کے ہسپتال سے منسلک فوجی وارڈ میں کام کیا کرتی تھی۔ اب اس نے باقاعدہ محنت سے کام کرنا شروع کر دیا۔ نرسنگ کا امتحان پاس کر لیا۔ اسکول سے چھ مہینہ کی چھٹی لی اور مکان مارفتکا کی نگرانی میں چھوڑ کر کاتنکا کو ماسکو لے گئی۔ اس نے اپنی بیٹی کو لیپا کے پاس چھوڑ دیا جس کا شوہر ایک جرمن باشندہ تھا اور جسے دوسرے وطن دشمن شہریوں کے ساتھ اوفا کے مقام پر نظر بند کر دیا گیا تھا اسے یہ یقین ہو گیا تھا کہ ڈاک کے ذریعے کوئی اطلاع حاصل کرنا ناممکن ہے اس لئے اس نے خود پاشا کا پتہ لگانے کا فیصلہ کر لیا۔ یہی سوچ کر اس نے ہسپتال کی ایک ٹرین میں ملازمت کر لی جو ہنگری کی سرحد پر میزولابورک جا رہی تھی۔ پاشا نے اپنے آخری خط میں یہی پتہ دیا تھا۔

(۸)

ریڈ کراس کی ایک ٹرین اس سامان کے ساتھ جو لوگوں نے رضاکارانہ طور پر زخمیوں کے

لے دیا تھا اور جو تاتیانا کی امدادی کمیٹی نے جمع کیا تھا۔ ڈویژنل ہیڈ کوارٹر پر پہنچ گئی۔ یہ ایک لمبی ٹرین تھی۔ جس میں چھوٹے چھوٹے مال کے ڈبے لگے ہوئے تھے۔ اس میں صرف ایک فرسٹ کلاس کا ڈبہ تھا۔ جس میں وہ معزز لوگ تھے جو ماسکو سے فوجیوں کے لیے تحائف لے کر آئے تھے۔ انھیں میں گورڈن بھی تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کا بچپن کا دوست زوا گو ڈویژنل ہسپتال سے متعلق تھا۔ یہ معلوم کر کے کہ ہسپتال نزدیک ہی ایک گاؤں میں ہے اس نے ضروری اجازت نامہ اس علاقہ میں جانے کے لیے حاصل کیا اور اس گاؤں کو جانے والی ایک گھوڑا گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہو گیا۔

ڈرائیور بائیلوروس یا لیتھونیا کا رہنے والا تھا جو ٹوٹی پھوٹی روسی زبان بولتا تھا۔ جاسوسوں کے خوف کی وجہ سے اس نے اپنی بات چیت محض رٹی رٹائی سرکاری گفتگو تک محدود رکھی۔ اس کی اس غیر معمولی وفاداری سے تنگ آکر گورڈن نے زیادہ تر راستہ خاموشی سے طے کیا۔ ہیڈ کوارٹر پر جہاں لوگ فوجوں کی نقل و حرکت کے عادی تھے اور فاصلہ کا اندازہ سو میل کے حساب سے لگاتے تھے۔ اس کو بتایا گیا کہ گاؤں بالکل نزدیک ہے۔ زیادہ سے زیادہ پندرہ میل ــــ لیکن حقیقت میں اس کا فاصلہ پچاس میل کے قریب تھا۔ سارے راستے ان کے بائیں طرف سے افق پر سے غیر دوستانہ قسم کی آوازیں آتی رہیں۔ گورڈن کو زلزلہ کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔ لیکن اس نے فیصلہ کیا (جو ٹھیک ہی تھا) کہ دشمن کے توپ خانہ کی دور سے آنے والی مدہم آواز بالکل زلزلے کی گھڑگھڑاہٹ کی مانند تھی۔ شام کے قریب دور افق پر ان توپوں کے چلنے سے گھڑگھڑاہٹ اور دھماکوں کے ساتھ ہلکی گلابی رنگ کی روشنی چمکتی اور پھر غائب ہو جاتی۔

وہ تباہ شدہ گاؤں میں سے ہو کر گذرے۔ ان میں سے کچھ خالی پڑے تھے۔ اور کچھ میں لوگ زیر زمین تہ خانوں میں رہ رہے تھے۔ مکانوں کی جگہ ملبے کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ ان شکستہ عمارتوں کو ایک بنجر ریگستان کی طرح ایک ہی نظر میں دیکھا جا سکتا تھا۔ بوڑھی عورتیں راکھ کے ڈھیروں کو کھود کر اپنے مکانوں کے ٹکڑے ٹٹول ٹٹول کر دیکھ رہی تھیں۔ اور کبھی کبھی ملبوں کو کھودتے ہوئے کوئی چیز ان کے ہاتھ لگ جاتی جسے وہ علیحدہ رکھ دیتی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ خود کو اجنبی نگاہوں سے اسی طرح محفوظ سمجھ رہی ہیں جیسے مکان کی دیواریں انھیں اب بھی چھپائے ہوئے ہوں۔ انھوں نے سر اٹھا کر گورڈن کی طرف دیکھا اور جب اس کی گاڑی گذر گئی تو دیر تک اس طرف دیکھتی رہیں۔ ایسا معلوم

ہوتا تھا جیسے وہ ہم سے یہ پوچھنا چاہتی ہیں کہ دنیا کو کب تک عقل آئے گی اور وہ کب امن و امان سے زندگی گذار سکیں گی۔

اندھیرا ہونے کے بعد گاڑی کو ایک گشتی دستہ نے روک لیا اور حکم دیا کہ بڑی سڑک پر گاڑی نہ چلائی جائے۔ ڈرائیور کو دوسرا نیا راستہ معلوم نہیں تھا۔ کوئی دو گھنٹہ تک وہ لوگ ادھر ادھر چکر لگاتے رہے مگر راستہ تلاش کرنے میں انھیں کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ صبح سورج نکلنے سے پہلے وہ ایک گاؤں پہنچے جس کا نام وہی تھا جس کی انھیں تلاش تھی۔ لیکن وہاں کسی کو ہسپتال کے متعلق کوئی علم نہیں تھا۔ معلوم ہوا کہ یہاں ایک ہی نام سے دو گاؤں ہیں۔ آخر کار صبح سویرے وہ اس گاؤں پہونچ گئے جہاں انھیں جانا تھا۔ جب گاڑی گاؤں کی سڑک پر سے گزر رہی تھی، جہاں بابو نہ اور ایڈ فارم کی بو پھیلی ہوئی تھی تو گورڈن نے فیصلہ کیا کہ وہ رات کو وہاں نہیں ٹھہرے گا۔ بلکہ زواگو کے ساتھ دن گذار کر شام کو ریلوے اسٹیشن چلا جائے گا، جہاں اس نے اپنے دوسرے دستوں کو چھوڑا تھا۔ لیکن ناگزیر حالات کی بنا پر اسے وہاں ایک ہفتہ سے زیادہ ٹھہرنا پڑا۔

(۹)

انھیں دنوں میں ہراول دستوں کی نقل و حرکت شروع ہو گئی۔ گاؤں کے جنوب میں جہاں گورڈن اس وقت گیا ہوا تھا، روسی فوجیں دشمن کے مورچوں کو توڑنے میں کامیاب ہو گئیں۔ ان کے عقب میں معاون دستے تھے جن کی وجہ سے فاصلہ زیادہ ہو گیا تھا لیکن یہ دستے پیچھے رہ گئے۔ اور ہراول دستوں کا سلسلہ منقطع ہو جانے پر انھیں پکڑ لیا گیا۔ قیدیوں میں لفٹیننٹ انتی پوف بھی تھا جب اس کی پلاٹون نے ہتھیار ڈالے تو مجبوراً اسے بھی ہتھیار رکھ دینے پڑے۔ اس کے متعلق غلط افواہیں پھیلی ہوئی تھیں۔ اس کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ توپ کے ایک گولہ سے ہلاک ہو گیا اور دھماکہ کے نتیجہ میں زمین کے ملبہ میں دب گیا۔ یہ بات اس کے دوست لفٹیننٹ جلیلن کی ذمہ داری پر کہی جاتی تھی جو انتی پوف کے حملہ کی کمان کرتے وقت ایک پہرہ کی چوکی سے دوربین کے ذریعہ اس کی نقل و حرکت دیکھ رہا تھا۔ جلیلن نے جو کچھ دیکھا تھا وہ ایک حملہ آور دستہ کی ایک عام تصویر تھی۔ دستہ کے جوانوں نے تیزی سے بھاگتے ہوئے غیر فوجی علاقہ کو پار کیا۔ یہ ایک خزاں رسیدہ کھیت تھا جس میں سوکھی ہوئی جھاڑیاں ہوا میں ہل رہی تھیں۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ یا تو آسٹریا کی فوجوں کو ان کی خندقوں

سے باہر نکال کر ان پر مشین گنوں سے حملہ کر دیں۔ یا پھر انھیں دستی بموں سے تباہ کر دیں۔ بھاگتے ہوئے فوجیوں کے لیے یہ میدان لامحدود تھا۔ انھیں زمین اپنے قدموں کے نیچے سے دلدل کی طرح کھسکتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔ ان کا لفٹیننٹ پہلے تو ان سب سے آگے اور پھر ان کے ساتھ ساتھ اپنا ریوالور سر سے اونچا اٹھا کر ہلاتا ہوا بھاگ رہا تھا۔ اس کا منہ چیخنے اور نعرے لگانے کی وجہ سے ایک کان سے دوسرے کان تک برابر کھلا ہوا تھا۔ لیکن اس کی آواز کو نہ تو وہ خود ہی سن سکتا تھا۔ نہ لوگ سن سکتے تھے۔ تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد وہ زمین پر گر جاتے۔ پھر سب ایک ساتھ اٹھ بیٹھتے اور چلاتے ہوئے بھاگنے لگتے تھے۔ ہر مرتبہ ایک دو آدمی جن کے گولی لگی ہوتی تھی۔ باقی لوگوں کے ساتھ ہی گرتے تھے۔ لیکن ان کے گرنے کا انداز مختلف ہوتا تھا۔ وہ اس طرح گرتے تھے جیسے جنگل میں کٹے ہوئے درخت گرتے ہیں اور پھر دوبارہ نہیں اٹھتے تھے۔

"وہ لوگ فاصلہ سے بارٹھ مار رہے ہیں۔ ہلکی توپ لاؤ"۔ جلیلین نے پریشانی کے عالم میں توپخانہ کے افسر سے کہا جو اس کے قریب ہی کھڑا ہوا تھا۔ "نہیں ٹھہرو۔ بس اب ٹھیک ہے"۔ حملہ آور دشمن سے بھڑنے ہی والے تھے۔ توپ خانہ کی گولہ باری بند ہو گئی۔ اس طرح اچانک پیدا ہونے والی خاموشی میں مشاہدہ کرنے والوں کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ خود انتی پوف کی جگہ موجود ہوں، اپنے سپاہیوں کو دشمن کی خندقوں تک لے آئے ہوں اور چند منٹوں کے اندر کوئی انتہائی جرأتمندانہ مظاہرہ کرنے والے ہوں۔ انہیں خود اپنے دل تیزی سے دھڑکتے ہوئے محسوس ہونے لگے۔ اسی وقت سولہ انچی جرمن توپوں کے دو گولے حملہ آوروں کے سامنے پھٹے۔ پھر جو کچھ بھی ہوا وہ گرد و غبار اور دھوئیں کے بادلوں کی وجہ سے نظر نہیں آ سکا۔ "یا اللہ! ختم ہو گئے۔ وہ لوگ ختم ہو گئے"! جلیلین نے سرگوشی کے لہجہ میں کہا۔ اس کے ہونٹ سفید پڑ گئے تھے۔ اور اسے اس کا یقین تھا کہ لفٹیننٹ اور اس کے ساتھی فوجی مارے گئے ہیں۔ ایک اور گولہ دیکھ بھال کی چوکی کے قریب آ کر گرا۔ مشاہدہ کرنے والے دوہرے ہو کر تیزی کے ساتھ وہاں سے محفوظ مقام کی طرف بھاگ گئے۔

جلیلین اور انتی پوف ایک ہی خندق میں ساتھ رہا کرتے تھے۔ جب انتی پوف کے ساتھیوں کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ وہ مر چکا ہے تو جلیلین سے، جو اس سے اچھی طرح واقف تھا، کہا گیا کہ وہ اس کی ذاتی چیزیں اپنے پاس رکھ لے اور انھیں اس کی بیوہ کے پاس پہنچانے کی کوشش کرے۔ جس کے بہت سے فوٹو اس کے سامان میں سے ملے تھے۔ ایک معمولی فوجی سپاہی سے عالی رتبہ میں ترقی

دیکر لفٹیننٹ بنا دیا گیا تھا۔ مشینوں کا کاریگر جلیلن، مبلال الدین کا لڑکا، جو توزرن کے مکان کا چوکیدار تھا۔ دراصل وہی لڑکا تھا جسے کبھی یوسپکا کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اسے ایک عرصہ قبل اپرنٹس کی حیثیت سے فورمین خود دلسیف نے پیٹا تھا۔ اب اپنی اس ترقی کے لئے وہ اسی شخص کا رہین منت تھا جو اسے اذیتیں پہنچایا کرتا تھا۔ یہ کمیشن ملنے پر اپنی مرضی کے خلاف اور بظاہر کسی وجہ کے بغیر اپنے آپ کو اس نے محاذ کے پیچھے ایک چھوٹے سے قصبہ کے محافظ دستے پر ایک غیراہم کام پر تعینات پایا۔ وہاں وہ نیم معذور فوجیوں کے ایک دستے کی کمان کرتا تھا، جنھیں تقریباً ویسے ہی ناکارہ قسم کے انسٹرکٹر روزانہ صبح کو جسمانی ورزش کرایا کرتے تھے۔ جو وہ بھول چکے تھے۔ جلیلن گسرتیٹ کے سامنے پہرہ بدلنے کی نگرانی کیا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ اس کا اور کوئی کام نہیں تھا۔ اسے دنیا میں کسی قسم کی فکر اور پریشانی نہیں تھی۔ ایک روز محفوظ دستہ کے پرانے فوجیوں میں جنھیں ماسکو سے اسکی کمان کے تحت بھیجا گیا تھا۔ اسے بوڑھے خود دلیف کا جانا پہچانا چہرا دکھائی دیا۔

"خوب خوب، ایک پرانا دوست" جلیلن نے زہرخند کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں جناب" خود دلیف نے اٹینشن کھڑے ہو کر سلوٹ دیتے ہوئے کہا۔

یہ ناممکن تھا کہ بات یہیں ختم ہو جاتی۔ جب لفٹیننٹ ڈرل کرتے ہوئے پہلی مرتبہ کسی سپاہی کی غلطی پکڑتا تو اسے فوراً چلا کر باہر آنے کا حکم دیتا۔ اور جب وہ دیکھتا کہ اس کا ماتحت اس سے نظر ملانے کی بجائے ادھر ادھر دیکھ رہا ہے تو وہ اس کے جبڑے پر گھونسہ جڑ دیتا اور دو روز قید خانہ میں بند کرنے کا حکم دیتا۔ جہاں اسے صرف روٹی اور پانی دیا جاتا تھا۔

لیکن اب خود دلسیف کے معاملہ میں اسے اپنی ہر بات سے انتقام کی بو آنے لگی۔ کیونکہ ان دونوں کی موجودہ پوزیشن میں جبکہ قاعدے قانون پر بھی سختی کے ساتھ عمل درآمد کیا جاتا تھا۔ یہ سارا کھیل جلیلن کو غیر معقول اور گھٹیا معلوم ہونے لگا۔ مگر کیا ہو سکتا تھا؟ وہ دونوں ایک ہی جگہ نہیں رہ سکتے تھے۔ لیکن ایک افسر ایک سپاہی اتنی چوٹ کا تبادلہ کرنے کی کیا وجہ بتا سکتا تھا اور اس کا تبادلہ صرف تادیبی کارروائی کے طور پر ہی کر سکتا تھا۔ دوسری طرف اگر جلیلن خود اپنے تبادلے کی درخواست دیتا تو اسکی وہ کیا وجوہات بتا سکتا؟ آخر اس نے خود محاذ پر جانے کی درخواست دیدی اور اسکی وجہ یہ بتائی کہ وہ وہاں بیکار پڑے پڑے تنگ آچکا ہے۔ اس سے اس کی وقعت بڑھ گئی اور جب

پہلی ہی جھڑپ میں اس نے اپنی دوسری اعلیٰ صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا تو یہ معلوم ہو گیا کہ اس میں ایک اچھا افسر بننے کی صلاحیتیں موجود ہیں اور اسے فوراً ترقی دے کر سکنڈ لفٹیننٹ بنا دیا گیا۔

انتی پوف سے جلیلین کی پہلی ملاقات ۱۹۰۵ء میں ہوئی تھی۔ جب پاشا انتی پوف نے چھپیئے تیموزن کے گھرانے میں گزارے تھے اور یوسپکا آوارے کے روز اس کے ساتھ کھیلنے جایا کرتا تھا۔ وہاں بھی ایک آدھ مرتبہ اسکی لارا سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس کے بعد سے ان دونوں ایک دوسرے کی کوئی خبر نہیں ملی جب انتی پوف یوریاتن سے آیا اور رجمنٹ میں شامل ہو گیا تو جلیلین کو اپنے پرانے دوست میں اتنی تبدیلی دیکھ کر سخت تعجب ہوا۔ شرمیلا شریر اور لڑکیوں جیسا بچہ اب ایک متردد اور سمجھدار قسم کا مردم بیزار انسان بن گیا تھا۔ وہ ذہین، بہت زیادہ بہادر، کم سخن اور قابل تعریف نوجوان تھا۔ بعض وقت اس کی طرف دیکھتے ہوئے جلیلین یہ بات قسم کھا کر کہہ سکتا تھا کہ اسے اس کی اداس آنکھوں کی گہرائیوں میں ایک ایسا جذبہ نظر آتا جو پورے طور پر اس پر حاوی ہو گیا تھا۔ اپنی بیٹی کو دیکھنے یا اپنی بیوی کے چہرے پر نظر ڈالنے کی خواہش سے انتی پوف بالکل اسی طرح مسحور معلوم ہوتا جیسے پرستان کی کہانیوں کے لوگ ہوتے ہیں۔ اور اب انتی پوف جا چکا تھا اور جلیلین کے پاس اس کے کاغذات، اس کی تصویریں اور اس کا نامعلوم راز باقی رہ گیا تھا۔

جیسا کہ جلد یا بدیر ہونا لازمی تھا لارا نے اپنے شوہر کے متعلق جو معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی تھی، اس سلسلہ میں اس نے جلیلین کو بھی لکھا۔ وہ اسے خط لکھنا چاہتا تھا۔ مگر بہت مصروف تھا اس کے پاس باقاعدہ خط لکھنے کے لئے وقت نہیں تھا۔ پھر بھی وہ اسے اس ناگہانی صدمہ کے لئے تیار کرنا چاہتا تھا۔ وہ اسے ایک طویل اور مفصل خط لکھنے کا ارادہ ملتوی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اسے معلوم ہوا کہ وہ محاذ پر کسی جگہ نرس کی حیثیت سے کام کر رہی ہے۔ اور اب وہ خود نہیں جانتا تھا کہ اسے کس پتہ پر خط لکھے۔

(۱۰)

"کیا آج گھوڑے مل سکیں گے؟" ڈاکٹر ژواگو جب بھی دوپہر کا کھانا کھانے کے لئے گھر آتا تو گوردن اس سے یہی سوال کرتا۔ وہ دونوں گلیشیا کے ایک کسان کے گھر میں رہ رہے تھے۔

"فی الحال کوئی امکان نہیں۔ لیکن تم جاؤ گے کہاں؟ تم کہیں نہیں جا سکتے۔ یہاں بہت کافی

گڑبڑ ہے۔ کوئی شخص کچھ نہیں کہہ سکتا جنوب کی طرف ہم لوگوں نے جرمن فوج کے محاذ کو کسی جگہ سے توڑ دیا ہے۔ اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ ہمارے بعض دستے جو زیادہ آگے بڑھ گئے تھے گھر گئے ہیں۔ شمال کی طرف جرمن فوجوں نے سونیتا کو ایک ایسے مقام پر پار کر لیا ہے جو ناقابل عبور سمجھا جاتا تھا۔ یعنی ان کی گھوڑ سوار فوج جو تقریباً ایک کور پر مشتمل ہے دریا کو پار کر آئی ہے۔ وہ ریلوے لائنوں کو اڑا رہے ہیں، رسد کے ذخیروں کو تباہ کر رہے ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ ہمیں گھیرے میں لینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ ہے جنگ کا نقشہ اور تم گھوڑوں کی بات کر رہے ہو۔ آجاؤ کاربینکو۔" اس نے اپنے اردلی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، "میز لگا دو اور جلدی کرو۔ رات کے کھانے پر کیا ہوگا؟ بکری کے پائے بہت خوب!"

طبی دستہ مع اپنے ہسپتال اور جملہ ساز و سامان کے سارے گاؤں میں پھیلا ہوا تھا۔ معجزے کی مانند ابھی تک کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا۔ مکانوں کی مغربی طرز کی بڑی بڑی کھڑکیاں اب بھلی سی تھیں طرح یہ بھی ایک معجزہ ہی تھا کہ ان کے ایک شیشے تک کو نقصان نہیں پہنچا تھا۔ گرم موسم خزاں کا آخری زمانہ ہندوستان کے موسم گرما میں تبدیل ہو گیا تھا۔ دن کے وقت ڈاکٹر اور افسر لوگ کھڑکیاں کھول دیتے۔ مکھیاں جھلتے، اپنی فوجی وردیوں اور ہسپتال کے کوٹوں کے بٹن کھول دیتے اور خود پسینے میں نہائے ہوئے گرم گرم شوربہ یا پلاؤ پیتے رہتے تھے۔ رات کے وقت یہ لوگ کھلی ہوئی انگیٹھی کے سامنے بیٹھ جاتے۔ بجھتی ہوئی آگ کو برابر پھونکیں مار مار کر جلاتے رہتے۔ جس سے ان کی آنکھیں دھوئیں کی وجہ سے سرخ ہو جاتی تھیں۔ اور اپنے اردلیوں کو اس بات پر برا بھلا کہتے کہ انھیں آگ جلانی نہیں آتی۔

ایک پرسکون رات کی بات ہے کہ گوردن اور زدا گو ایک دوسرے کی طرف منھ کئے ہوئے دو پلنگوں پر لیٹے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان میں کھانے کی میز اور ایک نیچی سی کھڑکی تھی جو دیوار کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چلی گئی تھی۔ کمرہ ضرورت سے زیادہ گرم تھا اور اس میں تمباکو کا دھواں بھرا ہوا تھا۔ انھوں نے آخر کی دو جالیاں تازہ ہوا کے لئے کھول دیں۔ اور باتیں کرنے لگے۔ جیسی وہ ہمیاں گزشتہ راتوں کو اور دن میں کرتے رہتے تھے۔ اور محاذ کی سمت میں افق پر گلابی سی روشنی چمک رہی تھی۔ کبھی کبھی رائفلوں کی متواتر آواز دھماکے کی ایک زوردار آواز سے منقطع ہو جاتی جس سے زمین اس طرح ہلنے لگتی تھی جیسے کوئی فولاد کا بنا ہوا بھاری بکس فرش پر گھسیٹا

جارہا ہو جس سے روغن بھی اکھڑ رہا ہو تو اس وقت زداگو بات چیت کا سلسلہ منقطع کر دیتا جیسے وہ اس دھماکہ کی آواز کا احترام کر رہا ہو۔ پھر کچھ دیر رک کر کہتا۔ "یہ برتھا کی آواز ہے جرمنی کی سولہ انچی دہانے کی توپ جس کا وزن چوبیس سو پونڈ ہے۔" اور پھر بات چیت کا سلسلہ شروع کرتے ہوئے وہ یہ بھول جاتا کہ وہ کس چیز کے متعلق بات کر رہے تھے۔

"یہ بو کیسی ہے جو سارے گاؤں میں بسی ہوئی ہے؟" گورڈن نے پوچھا۔ "میں نے یہاں پہنچتے ہی محسوس کی تھی۔ اس سے طبیعت پر مالش سی ہونے لگتی ہے۔"

"میں تمہارا مطلب سمجھ گیا یہ بھنگ ہے جو یہاں بہت زیادہ اگتی ہے۔ اس پودے میں مردار گوشت جیسی بدبو ہوتی ہے۔ اور پھر جنگ کے علاقہ میں مرنے والوں کی لاشیں جنگ کے کھیتوں میں چھپی ہوئی کافی عرصہ تک پڑی رہتی ہیں۔ اور پھر سڑنے لگتی ہیں۔ لاشوں کی بو بھی ہر طرف پھیلی ہوئی ہے۔ یہ قدرتی بات ہے۔ تم نے یہ آواز سنی؟ یہ پھر برتھا کی آواز ہے۔"

گزشتہ چند روز میں وہ دنیا بھر کی باتیں کرتے رہے۔ اور گورڈن کو جنگ کے بارے میں اپنے دوست کے خیالات، اور لوگوں کے طریقۂ فکر پر اس کے اثرات معلوم ہو گئے تھے۔ زداگو نے اسے بتایا کہ وہ ایک دوسرے کی بیخ کنی کی منطق قبول کرنے کو تیار نہیں۔ اور نہ وہ زخمیوں کو دیکھنے کا عادی ہو سکتا تھا۔ خاص طور پر بعض نئے قسم کے خوفناک زخم اور زندہ بچ جانے والوں کی مسخ شدہ صورتیں دیکھ کر جو جنگ کے جدید ترین طریقوں کے نتیجے میں محض گوشت کا ایک لوتھڑا بن کر رہ جاتے تھے اسے دہشت ہونے لگتی تھی۔ روزانہ اس کے ساتھ گھوم پھر کر خود گورڈن نے بھی خوفناک نظارے دیکھے تھے۔ یہ کہنا فضول ہے کہ وہ یہ بات اچھی طرح سمجھتا تھا کہ دوسروں کی جرأت مندی کا خاموشی کے ساتھ مشاہدہ کرنا کہ وہ کس طرح ایک غیر انسانی کوشش کے ساتھ موت کے خوف پر غالب آجاتے تھے، کیسی کیسی قربانیاں دیتے تھے اور خطرات کا مقابلہ کرتے تھے۔ ایک غیر اخلاقی فعل تھا۔ لیکن وہ یہ نہیں سوچتا تھا کہ ان کی اس حالت پر محض گریہ وزاری کرنا اس سے کم بداخلاقی نہیں تھی۔ ان حالات کے مطابق جو اسے اپنی زندگی میں پیش آتے تھے۔ وہ سادگی اور دیانت داری کے ساتھ کام کرنے کا قائل تھا۔ یہ چیز کہ زخمیوں کو دیکھ کر بے ہوش بھی ہوا جا سکتا ہے۔ اس نے خود اپنے ذاتی تجربے سیکھی تھی جب کہ وہ ابتدائی طبی امداد کے ایک مرکز پر گئے تھے جسے ریڈ کراس کا ایک گشتی دستہ محاذ

کے پیچھے چلاتا تھا۔ یہ لوگ موٹر میں بیٹھ کر جنگل کے ایک کھلے ہوئے حصہ میں گئے جسے توپ خانہ کی گولہ باری سے سخت نقصان پہنچا تھا۔ کچلی ہوئی جھاڑیوں میں توپیں لے جانے والی گاڑیاں ٹوٹی ہوئی اوندھی پڑی تھیں۔ ایک گھوڑا درخت سے بندھا ہوا تھا۔ جنگل میں کچھ آگے چل کر افسر جنگلات کے مکان کا ڈھانچہ تھا جس کی آدھی چھت اڑ گئی تھی۔ ابتدائی طبی امداد کا مرکز اس مکان میں اور دو بڑے خیموں میں تھا جو راستہ میں پڑتے تھے۔

"مجھے تم کو یہاں نہیں لانا چاہیئے تھا!" زداگو نے کہا۔ "خندقیں صرف آدھے میل کے فاصلہ پر ہیں اور ہماری توپیں جنگل کے پیچھے اس جگہ ہیں۔ تم سن سکتے ہو کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ احمقانہ ہیرو بننے کی کوشش مت کرو۔ کیونکہ اگر تم نے ایسا کیا تو میں اس کا یقین نہ کروں گا۔ تم خوف سے ادھ مرے ہو جاؤ گے اور یہ بالکل قدرتی بات ہے۔ صورت حال کسی وقت بھی بدل سکتی ہے اور توپوں کے گولے یہاں بھی گرنے لگیں گے۔" تھکے ہوئے نوجوان سپاہی جو بڑے بڑے بوٹ اور گرد میں لپٹی ہوئی وردیاں پہنے ہوئے تھے، اور یہ وردیاں پسینہ کی وجہ سے سینہ اور کندھوں پر سے سیاہ پڑ گئی تھیں۔ پشت کے بل یا پیٹ کے بل سڑک کے کنارے گھسٹ رہے تھے۔ وہ ایک تباہ شدہ یونٹ کے بچے کھچے سپاہی تھے جنھیں چار روز کی خونریز جنگ کے بعد پیچھے ہٹا لیا گیا تھا اور مختصر سے آرام کے لیے عقبی محاذ پر بھیجا جا رہا تھا وہ اس طرح لیٹے ہوئے تھے جیسے وہ پتھر کے بنے ہوئے ہوں۔ ان میں مسکرانے یا بات کرنے تک کا دم باقی نہیں تھا۔ اور جب کئی گاڑیاں کھڑکھڑاتی ہوئی سڑک پر تیزی سے گزریں تو ان میں سے کسی نے سر اٹھا کر دیکھا تک نہیں۔ یہ گولہ بارود کی گاڑیاں تھیں جن میں اسپرنگ نہیں تھے۔ ان میں زخمی سپاہی بھرے ہوئے تھے۔ جنھیں گاڑیوں کے چلنے سے اتنے سخت دھکے لگ رہے تھے جیسے ان کی ہڈیاں تک چٹخی جا رہی ہوں۔ ان لوگوں کو ابتدائی طبی امداد کے مرکز لے جایا جا رہا تھا۔ وہاں زخمیوں کی مرہم پٹی ہوگی۔ اور سنگین قسم کی صورت میں کچھ کا آپریشن بھی کیا جائے گا۔ کوئی آدھ گھنٹہ قبل توپخانہ کی گولہ باری میں مختصر سا تعطل پیدا ہونے پر ان لوگوں کو خندقوں کے سامنے میدان جنگ سے لایا گیا ہے۔ زخمیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اور ان میں سے آدھے کے قریب سپاہی بے ہوش تھے۔

جب گاڑیاں پورچ کے سامنے رکیں تو اردلی اسٹریچر لے کر باہر آئے۔ اور زخمیوں کو اتارا گیا ایک نرس نے ایک خیمہ کا پردہ اٹھایا اور کھڑی ہوئی باہر کی طرف دیکھتی رہی۔ وہ ڈیوٹی پر نہیں تھی۔ وہ

آدمی جو خیموں کے پیچھے جنگل میں کسی بات پر زور زور سے بحث کر رہے تھے۔ اور جن کی آوازیں اونچے درختوں میں گونج رہی تھیں لیکن الفاظ سنائی نہیں دے رہے تھے۔ باہر آئے اور سڑک پر ہو کر مکان کی طرف چل دیئے۔ ان میں سے ایک نوجوان لفٹیننٹ تھا جو بہت غصہ میں معلوم ہوتا تھا اور گشتی دستہ کے میڈیکل افسر پر چیخ رہا تھا۔ جنگل کے کھلے ہوئے علاقہ میں توپیں کھڑی کرنے کی جگہ تھی اور وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ اسے اب کہاں منتقل کر دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر کو اس کا علم نہیں تھا یہ اس کا کام نہیں تھا۔ اس نے لفٹیننٹ سے کہا کہ وہ اس کا پیچھا چھوڑ دے اور چیخنا بند کر دے۔ وہاں زخمی موجود تھے اور وہ بہت مصروف تھا۔ لیکن لفٹیننٹ ریڈ کراس۔ توپخانہ کی کمان اور دوسرے ہر ایک کو برا بھلا کہنے لگا۔ زوا گو ٹہلتا ہوا ڈاکٹر کے پاس گیا۔ انھوں نے ایک دوسرے کو سلام کیا اور مکان کے اندر چلے گئے۔ لفٹیننٹ نے جواب تنگ تاتاریوں کے سے لہجہ میں بلند آواز سے برا بھلا کہہ رہا تھا، اپنا گھوڑا کھولا۔ اس پر سوار ہوا اور اسے تیزی سے بھگاتا ہوا سڑک کے راستہ جنگل میں چلا گیا۔ اور نرس لاب بھی اسے دیکھی جا رہی تھی۔ اچانک اس کا چہرہ دہشت سے مسخ پڑ گیا۔ "تم لوگ کیا کر رہے ہو؟ تمہارے دماغ چل گئے ہیں؟" اس نے دو سپاہیوں سے چلا کر کہا جو زیادہ زخمی نہیں تھے اور زخمی مردکے اسٹریچروں کے درمیان چل رہے تھے۔ وہ بھاگتی ہوئی ان کے پاس پہنچی۔ ایک اسٹریچر پر ایک آدمی لیٹا ہوا تھا جس کا حلیہ ایک خاص وحشیانہ طریقہ پر بگڑا ہوا تھا۔ توپ کے گولے کی ایک بڑی کرچ نے اس کے چہرے کے ٹکڑے اڑا دیئے تھے۔ اس کی زبان اور ہونٹوں کا قیمہ بن گیا تھا۔ کرچ اس کے جبڑے کی ہڈی میں گھس گئی تھی لیکن پھر بھی وہ مرا نہیں تھا۔ وہ ایک مدہم اور غیر انسانی آوازیں کراہ رہا تھا۔ کوئی شخص ان آوازوں کا مطلب اس کے علاوہ اور کچھ نہیں لے سکتا تھا کہ وہ ان سے یہ درخواست کر رہا تھا کہ اسے فوراً ختم کر دیا جائے اور اس ناقابل برداشت اذیت سے نجات دلا دی جائے۔

نرس کو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ وہ دونوں سپاہی جو معمولی طور پر زخمی تھے۔ اور اسٹریچر کے نزدیک چل رہے تھے اس زخمی کی چیخ و پکار سے اتنے زیادہ متاثر ہیں کہ وہ لوہے کی اس کرچ کو اپنے ہاتھوں سے اسی طرح کھینچ لینا چاہتے ہیں۔ "تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم ایسا نہیں کر سکتے یہ کام سرجن کا ہے، اس کے پاس خاص آلات ہیں...... اگر ایسا کرنا ضروری ہوا (اوہ خدا، اوہ خدا

اسے نجات دیدے تاکہ میں تیرے وجود پر شبہ نہ کرسکوں۔ دوسرے لمحے جب اسے سیڑھیوں پر سے لے جایا جارہا تھا وہ زور سے چیخا اور پھر ایک مرتبہ کانپ کر ختم ہوگیا۔

جو خوفناک زخمی ابھی مرا تھا وہ جمال الدین تھا اور جو افسر ابھی کچھ دیر پہلے جنگل میں غصے میں بھر کر چیخ رہا تھا اس کا بیٹا لفٹیننٹ جلبلین تھا۔ اور نرس لارا تھی۔ گورڈن اور زوا کو بھی دیکھنے والوں میں تھے۔ یہ سب لوگ وہاں اکٹھے تھے۔ لیکن ان میں سے کچھ ایک دوسرے سے کبھی واقف نہیں ہوسکے۔ اور بعض لوگ اب ایک دوسرے کو پہچان نہیں سکتے تھے۔ اور ان کے متعلق کچھ باتیں تھیں جن کے بارے میں کبھی یقین کے ساتھ کچھ معلوم نہیں ہوسکا اور بعض باتیں ایسی تھیں جو بعد میں کسی وقت ان لوگوں کی آئندہ ملاقات کے موقعہ پر ظاہر ہوئی تھیں۔

(۱۱)

اس علاقہ میں بعض دیہات اس طرح بچے کہ یہ معجزے سے کم نہیں تھا۔ وہ تباہی اور بربادی کے اس سمندر کے بیچ میں ایک محفوظ جزیرے کی مانند دکھائی دے رہے تھے۔ ایک روز سورج غروب ہوتے وقت گورڈن اور زوا کو گاڑی میں گھر واپس جا رہے تھے کہ ایک گاؤں میں انھوں نے دیکھا کہ ایک نوجوان قازق کو ایک مجمع نے گھیر رکھا ہے۔ وہ قازق تانبہ کا ایک سکہ ہوا میں اچھالتا تھا اور ایک بوڑھے سفید ریش یہودی کو جس نے ایک لمبا چغہ پہن رکھا تھا سکے کو لپکنے پر مجبور کر رہا تھا اس پر سارا مجمع زور زور سے قہقہے لگا رہا تھا۔ بوڑھا آدمی ہر مرتبہ سکے کو لپکنے میں ناکام رہتا اور سکہ اس کے پھیلے ہوئے ہاتھوں کے قریب سے گزر کر نیچے کیچڑ میں گر پڑتا جب بوڑھا آدمی اسے اٹھانے کے لئے جھکتا تو قازق اس کے کولہوں پر دو ہنٹر مارتا اور دیکھنے والے ہنستے ہنستے دوہرے ہوجاتے دلچسپی کی اصل چیز یہی تھی۔ فی الحال یہ کھیل بالکل بے ضرر سا تھا۔ لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ کسی وقت بھی یہ خطرناک نوعیت بھی اختیار کرسکتا تھا۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد بوڑھے آدمی کی بیوی گھر میں سے نکل کر بھاگتی ہوئی سڑک پر آتی۔ اور چلا چلا کر اپنے ہاتھ اس کی طرف پھیلا دیتی۔ اور پھر خوفزدہ ہوکر واپس بھاگ جاتی۔ دو چھوٹی چھوٹی بچیاں کھڑکی میں سے اپنے دادا کی درگت بنتے دیکھ رہی تھیں اور روتی جاتی تھیں۔ گاڑی چلانے والے کو یہ تماشا بہت دلچسپ معلوم ہوا۔ اس نے گاڑی کی رفتار دھیمی کردی تاکہ مسافر بھی اس سے لطف اندوز ہوسکیں۔ لیکن زواگو نے قازق کو

آواز دی۔ اسے ڈانٹ بتائی اور حکم دیا کہ بوڑھے آدمی کو چھوڑ دے۔" اچھا جناب!" اس نے تابعداری کے ساتھ کہا۔ "ہمارا مقصد تکلیف پہنچانا نہیں تھا۔ ہم لوگ تو تفریحاً ایسا کر رہے تھے۔" گورڈن اور زندا گو خاموشی کے ساتھ وہاں سے روانہ ہو گئے۔

"یہ بہت خراب بات ہے۔" اپنے گاؤں کے قریب پہنچتے ہوئے یوری آندرے وچ نے کہا۔ "تم اندازہ نہیں کر سکتے کہ اس جنگ میں غریب یہودیوں کو کن حالات سے گزرنا پڑ رہا ہے۔ لڑائی ان کے محدود علاقے میں ہو رہی ہے اور جیسے تعزیری ٹیکس، ان کی املاک کی تباہی اور بربادی اور ان کی تمام دوسری مصیبتیں کافی نہیں تھیں جواب انھیں قتل عام، بے عزتی اور ان الزامات کا نشانہ بنایا جا رہا ہے کہ ان میں حب الوطنی کے جذبہ کی کمی ہے۔ اور وہ کیوں محبِ وطن ہوں؟ دشمن کے راج میں انھیں برابری کے حقوق حاصل ہیں اور ہم انھیں سوائے ایذائیں پہونچانے کے کچھ نہیں دیتے۔ ان کے لئے یہ نفرت بلکہ اس کی بنیادی نامعقولیت پر مبنی ہے۔ نفرت کا یہ جذبہ انہی چیزوں سے پیدا ہوا ہے جن سے ہمدردی پیدا ہونی چاہیے۔ ان کا افلاس، ان کی رہائش گاہوں کی کمی۔ ان کی کمزوری اور قوت مدافعت کا فقدان۔ میں یہ بات نہیں سمجھ سکتا کہ یہ سب کچھ مقدر کا کیا دھرا ہے۔" اور گورڈن نے جواب نہیں دیا۔

(۱۲)

وہ دونوں پھر ایک مرتبہ اپنے پلنگوں پر کھڑکی کے دونوں طرف لیٹے ہوئے تھے۔ رات کا وقت تھا اور وہ باتیں کر رہے تھے۔ زندا گو گورڈن کو بتا رہا تھا کہ اس نے کس طرح ایک مرتبہ زار کو محاذ پر دیکھا تھا۔ اس نے اپنا قصہ نہایت اچھی طرح سنایا۔ محاذ پر اس کی آمد کے بعد یہ پہلا موسم بہار تھا۔ اس کی رجمنٹ کا ہیڈ کوارٹر کارپیتھین میں ایک گہری وادی میں واقع تھا۔ اور ہنگری کے میدانی علاقہ سے وادی تک پہونچنے کا راستہ فوج کے اس دستے نے بند کر رکھا تھا۔ وادی کے سب سے نچلے سرے پر ایک ریلوے اسٹیشن تھا۔ زندا گو نے پورے منظر کا نقشہ کھینچا۔ سرسبز پہاڑ جن پر سرو اور صنوبر کے تناور درخت اُگے ہوئے تھے جن کی چوٹیوں کے قریب بادلوں کے ٹکڑے بھٹکتے ہوئے دکھائی دیتے تھے اور بھوری سلیٹی اور مرمری چٹانوں کی عمودی چوٹیاں جنگل میں سے ایسی دکھائی دیتی تھیں جیسے گھنے سمور کے بیچ میں گھسے ہوئے پیوند۔ یہ اپریل کی ایک نم اور تاریک صبح تھی۔ چاروں طرف پہاڑوں سے گھری ہوئی جس کی وجہ سے فضا ساکن تھی اور حبس چھایا ہوا تھا۔ وادی کہر سے ڈھکی ہوئی تھی اور اس کے اندر ہر چیز کھول رہی تھی۔ ریلوے اسٹیشن سے

انجن کا دھواں، کھیتوں سے بھورے بھورے ابخرات؛ بھورے پہاڑ، تاریک جنگل اور تاریک بادل، غرضیکہ ہر چیز آہستہ آہستہ ابھر رہی تھی۔

اس وقت شہنشاہ انگلینڈ میں معائنہ کی غرض سے دورہ کر رہے تھے۔ اچانک یہ معلوم ہوا کہ وہ زداگو کی یونٹ کا بھی معائنہ کریں گے۔ جس کے وہ اعزازی کرنل تھے۔ اور کسی وقت بھی وہاں پہونچ سکتے تھے۔ اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر گارڈ آف آنر کا انتظام کیا گیا۔ وہ لوگ دو گھنٹے تک انتظار کرتے رہے۔ پھر دو ٹرینیں شاہی پارٹی کو لئے کر تیزی سے بھک بھک کرتی گزر گئیں۔ اور کچھ دیر بعد زار کی ٹرین اسٹیشن پر آکر رکی۔ زار نے گارڈ آف آنر کا معائنہ کیا۔ گرانڈ ڈیوک نکولس بھی ان کے ساتھ تھے۔ انھوں نے فوجیوں کو مخاطب کرتے ہوئے آہستہ آہستہ جو الفاظ کہے۔ ان کے ایک ایک لفظ پر نعروں کا ایک شور اٹھتا جس کی صدائے بازگشت اس طرح سنائی دیتی جیسے جھولتی ہوئی بالٹیوں سے پانی گر رہا ہو۔ زار جو مسکرا رہا تھا اور کسی قدر گھبرایا ہوا تھا سکوں اور تمغوں پر کندہ کی ہوئی تصویر کے مقابلہ میں زیادہ معمر اور تھکا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ اس کا چہرہ جذبات سے عاری اور کسی قدر کھچا کھچا تھا۔ وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے اس لئے بار بار معذرت خواہ نظروں سے گرانڈ ڈیوک کی طرف دیکھ لیتا۔ اور گرانڈ ڈیوک احترام کے ساتھ خم ہو کر اس کی اس الجھن کو دور کرنے کے لئے منہ سے کچھ کہے بغیر محض اپنے ابرو یا شانہ کو خفیف سی حرکت دے دیتا۔

پہاڑوں میں اس گرم اور تاریک صبح کو زداگو نے زار کے لئے افسوس محسوس کیا۔ اور اسے اپنے اس خیال سے الجھن ہونے لگی کہ ایک ظالم شخص میں بھی ضبط اور ندامت کی خصوصیات پائی جا سکتی ہیں اور ایک ایسا کمزور انسان بھی لوگوں کو قید کر سکتا ہے، پھانسی چڑھا سکتا ہے یا معاف کر سکتا ہے۔

"اسے تقریر کرنی چاہیئے تھی ــــ میں، میری تلوار اور میری رعایا ــــ بالکل قیصر کی طرح۔ کچھ "عوام" کے بارے میں ــــ یہ بہت ضروری تھا لیکن تم جانتے ہو کہ روسیوں کی طرح اس کا انداز بھی بالکل قدرتی تھا بد قسمتی سے اس قسم کی خرد عات سے بلند۔ در اصل روس کے لوگ اس قسم کی تھیٹریکل اداکاری کے قائل نہیں ہیں۔ کیونکہ اس قسم کی باتیں محض اداکارانہ ہوتی ہیں۔ کیا ایسا نہیں ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ سیزروں کے دور حکومت میں بھی ــــ خواہ وہ گل ریکھتیں یا الیسرین، یا کہیں کے بھی ہوں "عوام" جیسی چیزیں موجود تھیں۔ لیکن اس کے بعد سے یہ چیزیں محض نقرہ کہانی بن کر رہ گئی ہیں اور انہیں بادشاہ یا سیاستداں صرف تقریروں کے موضوع کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ "عوام! میرے عوام!"

اب محاذ اخباری نمائندوں اور سیاستدانوں سے بھرا پڑا ہے۔ وہ لوگ اپنے "مشاہدات" ریکارڈ کرتے ہیں۔ وہ زخمیوں کو دیکھنے جاتے ہیں اور عوام کی روح کے بارے میں نئے نئے نظریات قائم کرتے ہیں۔ یہ ڈیل کی تصنیفات کا نیا ترجمہ ہے۔ اور ویسا ہی لغو ہے۔ اور لفاظی سے بھرپور ہے۔ یہ ایک قسم ہوئی۔ اور پھر ایک قسم اور ہے۔ تراشی ہوئی تحریر، خاکے اور مختصر مناظر، سچائی کے منکر اور ملحد ایک روز میں نے ایک ایسی ہی عبارت پڑھی تھی: "ایک اداس دن، کل کی طرح۔ صبح سے بارش اور دلدل میں کھڑکی سے باہر دیکھ رہا ہوں، اور سڑک نظر آرہی ہے۔ قیدیوں کی نہ ختم ہونے والی قطار۔ زخمی۔ ایک توپ گولے برسا رہی ہے۔ یہ آج بھی ایسے ہی گولے برسا رہی ہے جیسے گذشتہ روز، کل بھی ایسے ہی برسائے گی جیسے آج، اور اسی طرح ہر روز اور ہر وقت" کیا یہ عبارت دقیق اور نکتہ سنج نہیں ہے! لیکن اسے توپ سے کیا مخاصمت ہے؟ ایک توپ سے کسی قسم کے تغیر و تبدل کی توقع رکھنا کتنی عجیب سی بات ہے وہ اپنی طرف کیوں نہیں دیکھتا، روزانہ ایک ہی سے جملے اشارات اور حقائق لکھتا رہتا ہے اپنی صحافیانہ قابلیت جتانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے دماغ میں یہ بات کیوں نہیں آتی کہ توپ کو نہیں بلکہ خود اسے ایک ہی بات کو دہرانے کا طریقہ بند کر دینا چاہیے ___ یہ کہ اپنی نوٹ بک میں احمقانہ باتیں اکٹھی کر کے کبھی کوئی معقول بات نہیں کہی جا سکتی۔ یہ کہ حقائق اس وقت تک وجود میں نہیں آتے جب تک کہ انھیں کوئی مخصوص رنگ نہ دیا جائے۔ انسان کی آزاد فطری قابلیت کا رنگ ___ کسی خیالی تصور یا افسانہ کا رنگ۔"

"تم نے دکھتی رگ پکڑی ہے۔" گورڈن نے کہا۔ "اور اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ آج ہم نے جو واقعہ دیکھا اس کے بارے میں میرا کیا خیال ہے۔ وہ قازق جو اس غریب اور بوڑھے شخص کو ایذا پہنچا رہا تھا ___ اور اس قسم کے ہزاروں واقعات ہیں۔ واقعی یہ نہایت ذلیل حرکت ہے ___ لیکن اسے فلسفیانہ رنگ دینے سے کوئی فائدہ نہیں ___ بہتر یہی ہے کہ دو ٹوک بات کہی جائے۔ لیکن مجموعی طور پر یہودیوں کا مسئلہ ___ اس میں فلسفہ کو ضرور دخل ہے ___ اور پھر ہم کوئی غیر متوقع بات معلوم کر لیتے ہیں۔ یہ نہیں کہ میں تمہیں کوئی نئی بات بتانے لگا ہوں ___ ہم دونوں اپنے نظریات تمہارے باتوں سے حاصل کرتے رہے ہیں۔

"تم کہہ رہے تھے کہ قوم کیا ہوتی ہے؟ ..... اور کون قوم کی زیادہ خدمت کرتا ہے۔ وہ جو

اس کے متعلق شور و غل مچاتا ہے۔ یا وہ جو اس کا خیال کئے بغیر اپنے حسن عمل اور برائی سے اس کی حیثیت کا درجہ دیتا ہے اور جس کی وجہ سے اسے شہرت اور حیاتِ جاوداں حاصل ہوتی ہے؟ اس کا جواب صاف ظاہر ہے۔ اور آج بھی دور میں قوموں کی حیثیت کیا ہے؟ وہ محض قومیں نہیں ہیں بلکہ تبدیل شدہ قومیں ہیں جن کی کایا پلٹ ہو چکی ہے۔ اور قدیم اصولوں سے وفاداری نہیں بلکہ یہی کایا پلٹ اصل چیز ہے۔ اور انجیل اس موضوع پر کیا کہتی ہے؟ اول تو اس میں کوئی بات وثوق کے ساتھ نہیں کہی گئی ہے یہ ایسا ہے اور ویسا ہے، یہ ایک تجویز ہے بودی اور سیدھی سادی سی۔ کیا تم ایک بالکل نئے ڈھنگ سے زندگی گزارنا چاہتے ہو؟ کیا تم روحانی مسرت کے خواہشمند ہو؟ اور ہر شخص نے اسے تسلیم کر لیا۔ لہٰذا وہ ہزاروں سال تک اسے مانتے رہے.....

جب انجیل یہ کہتی ہے کہ خدا کی مملکت میں نہ تو یہودی ہیں اور نہ غیر یہودی تو کیا اس کا محض یہ مطلب نکلتا ہے کہ خدا کی نظر میں سب برابر ہیں؟ نہیں — اس کے لئے انجیل کی ضرورت نہیں تھی۔ یونانی فلسفیوں، رومی معلمین اخلاق اور اسرائیلی پیغمبروں کو یہ بات بہت پہلے سے معلوم ہو چکی تھی لیکن اس نے بتایا۔ زندگی کے اس نئے طریقہ اور سماج کے نئے ڈھانچہ میں جس کی دل میں تخلیق ہوتی ہے اور جسے خدا کی مملکت کہتے ہیں کوئی قومیں نہیں ہیں۔ وہاں صرف افراد ہیں۔ تم نے کہا تھا کہ حقائق بے معنی ہوتے ہیں تا وقتیکہ انھیں کوئی معنی دے دیئے جائیں تو پھر عیسائیت یعنی انفرادیت کا راز بھی بالکل وہی چیز ہے جو حقائق کو معنی پہنانے کے لئے ان میں شامل کی جاتی ہے۔

ہم نے اوسط درجے کے ڈھنڈوروں اور سیاستدانوں کے بارے میں بھی گفتگو کی ہے۔ جنھیں زندگی اور دنیا سے مجموعی طور پر کوئی تعلق نہیں ہوتا اور ان گھٹیا درجے کے سیاستدانوں کے بارے میں بھی جنھیں اس وقت بہت خوشی ہوتی ہے جب کسی قوم کا خاص طور پر ایک چھوٹی اور مصیبت زدہ قوم کا برا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ اس طرح انھیں اپنی اہمیت اور ہوشیاری دکھانے اور مظلوموں کے ساتھ ہمدردی جتانے کا موقع مل جاتا ہے۔ اچھا تو پھر ایسی ذہنیت کے لوگوں کے لئے یہودیوں سے بہتر مثال کونسی ہو سکتی ہے؟ ان کے قومیت کے تصور نے انھیں صدیوں سے محض ایک قوم بنے رہنے پر مجبور کر رکھا ہے اور وہ اس تخیل کے صدیوں سے غلام بنے رہے ہیں جبکہ باقی تمام دنیا کو ایک نئی طاقت کے ذریعہ اس ذہنیت سے آزاد کرایا جا رہا تھا کیا یہ ایک غیر معمولی بات نہیں ہے؟ تم اس کا کیا جواز پیش کر سکتے ہو؟ ذرا سوچو تو یہ

شاندار تعلق، یہ گھٹیا پنے کی لعنت سے آزادی۔ یہ اکتا دینے والے وجود کی پستی سے اوپر کی طرف پرواز پہلے ان کے ملک میں نصیب ہوئی تھی۔ ان کی زبان میں اس کا اعلان ہوا تھا۔ انسان کی قوم کا خاصہ تھی اور انھوں نے واقعی اسے دیکھا اور سنا اور پھر چھوڑ دیا۔ وہ طاقت اور حسن کے اس قوی جذبہ کو اپنے سے کس طرح جدا کر سکتے تھے، وہ کس طرح یہ سوچ سکتے تھے کہ اس کے کامیاب اور حکمراں ہونے کے بعد بھی وہ اس تجربے کے خالی چھلکے کی طرح رہیں گے جسے انھوں نے مسترد کر دیا تھا؟ یہ رضاکارانہ شہادت کسی کے کیا کام آسکتی ہے۔ اس سے کس کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ صدیوں سے ان معصوم بوڑھے آدمیوں، عورتوں اور بچوں، ان تمام نازک مہربان اور ہمدرد لوگوں کا مضحکہ کیوں اڑایا جا رہا ہے اور انھیں کیوں پیٹا جا رہا ہے؟ اور کیا وجہ ہے کہ عوام کے یہ سب ادیب دوست، خواہ وہ کسی قوم کے بھی ہوں ہمیشہ صلاحیت سے اس قدر عاری کیوں ہوتے ہیں؟ ہمدردیوں کے لائق اور ذہین لیڈر کبھی نظام کائنات سے بے اطمینانی اور طنزیہ دانائی سے آگے کیوں نہیں بڑھے؟ انھوں نے اپنے فرض کے بوجھ سے دب جانے کا خطرہ مول لے کر بھی اس فوج کو ختم کیوں نہیں کیا جو برابر جنگ میں مصروف ہے اور کسی نامعلوم مقصد کے لئے کٹ رہی ہے؟ وہ ان سے یہ کیوں نہیں کہتے۔ ہوش میں آؤ۔ بکھر جاؤ۔ اپنی انفرادیت پر قائم مت رہو۔ ایک دوسرے کا ساتھ مت دو۔ الگ ہو جاؤ۔ دوسرے لوگوں کا ساتھ دو۔ تم دنیا کے سب سے پہلے اور سب سے اچھے عیسائی ہو۔ تم ہی تو وہ ہو جس کا مخالف تمہیں ان لوگوں نے بنا دیا ہے جو تم میں سے سب سے کمتر اور کمزور ہیں۔"

(۱۳)

اگلے روز جب ژواگو رات سے کھانے پر گھر آیا تو اس نے کہا۔ "تم جاننے کے لئے اس قدر بے چین تھے۔ اب تمہاری مراد پوری ہو گئی۔ میں یہ نہیں کہوں گا کہ یہ محض تمہاری خوش قسمتی ہے کیونکہ یہ کوئی خوش قسمتی کی بات نہیں ہے جو ہم پھر ہر طرف سے کچلے جا رہے ہیں اور مارے جا رہے ہیں۔ مشرق کی طرف راستہ کھلا ہوا ہے۔ دباؤ مغرب کی طرف سے پڑ رہا ہے۔ تمام میڈیکل یونٹوں کو نکل جانے کا حکم مل گیا ہے ہم لوگ کل یا پرسوں چلے جائیں گے۔ کہاں۔ یہ میں نہیں جانتا۔ اور میں سمجھتا ہوں، کارپنگو، میکائیل گرگوری وچ کے کپڑے ابھی تک نہیں دھلے ہیں۔ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ کارپنگو یہ کہتا ہے کہ اس نے اپنی دوست لڑکی کو کپڑے دھونے کے لئے دے دیئے ہیں۔ لیکن اگر اس سے پوچھا جائے کہ وہ لڑکی کون ہے

اور کہاں ہے تو یہ بیوقوف کچھ نہیں بتا سکتا۔" اس نے کلہ پنگو اور اپنے میزبان کی قمیص تنگ کرپہننے پر گورڈن کی معذرت پر کوئی توجہ نہیں دی۔ "فوجی زندگی ایسی ہی ہوتی ہے۔" اس نے کہا "جوں ہی ہم ایک جگہ سے مانوس ہوتے ہیں ہمیں دوسری جگہ منتقل کر دیا جاتا ہے۔ جب ہم یہاں آئے تھے تب مجھے یہاں کی کوئی چیز پسند نہ تھی۔ یہ جگہ گندی اور تنگ تھی۔ انگیٹھی غلط جگہ پر تھی۔ چھت بہت نیچی تھی۔ اور اب اگر تم مجھے مار بھی ڈالو تو میں یہ نہیں بتا سکوں گا کہ جس جگہ سے ہم آئے تھے وہ کیسی تھی۔ میں ایسا محسوس کرتا ہوں جیسے میں ساری زندگی اس جگہ گذار سکتا ہوں، انگیٹھی کے اس کونے کو تکتے ہوئے جبکہ اینٹوں پر دھوپ چمک رہی ہو اور درخت کا سایہ ادھر سے ادھر ہل رہا ہو۔"

وہ لوگ آہستہ آہستہ سامان باندھتے رہے۔

رات میں چیخوں، توپوں اور بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازوں سے ان کی آنکھ کھل گئی۔ گاؤں پر ایک نحوست آمیز سی سرخ روشنی چھائی ہوئی تھی۔ سائے کھڑکی کے پاس سے گزرتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ مکان کا مالک اور اسکی بیوی آڑ کے دوسری طرف سے اٹھ بیٹھے تھے۔ پوری آندرے دپ نے اردلی کو یہ معلوم کرنے کے لئے بھیجا کہ اس ہنگامہ کی کیا وجہ تھی؟ اسے بتلایا گیا کہ جرمنوں نے محاذ توڑ دیا ہے۔ زداگو تیزی سے ہسپتال کی طرف گیا اور اسے معلوم ہوا کہ یہ بات صحیح ہے۔ گاؤں پر گولہ باری ہو رہی تھی۔ کسی حکم کا انتظار کئے بغیر ہسپتال فوراً منتقل کیا جا رہا تھا۔"

"ہم سب لوگ سورج نکلنے سے پہلے ہی روانہ ہو جائیں گے۔" زداگو نے گورڈن کو بتایا۔ "تم پہلی جماعت کے ساتھ جا رہے ہو۔ گاڑی تیار ہے لیکن میں نے ان سے کہہ دیا ہے کہ ہمارا انتظار کریں۔ اچھا خدا حافظ۔ آؤ میں تمہیں رخصت کر دوں اور تمہارے لئے نشست کا بندوبست کر دوں۔" وہ دونوں دیواروں کو پھلانگتے اور ٹکراتے ہوئے گاؤں کی سڑک پر بھاگنے لگے۔ گولیاں سنسناتی ہوئی ان کے قریب گذر رہی تھیں۔ اور چوراہے سے وہ دھماکے ہوتے ہوئے دیکھ سکتے تھے جیسے کھیتوں میں آگ کی چھتریاں سی کھل رہی ہوں۔

"اور تم کیا کرو گے؟" گورڈن نے بھاگتے ہوئے پوچھا۔ "میں تمہارے پیچھے دوسری جماعت کے ساتھ آؤں گا۔ مجھے واپس جا کر اپنا سامان اکٹھا کرنا ہے۔" وہ دونوں گاؤں کے نکڑ پر ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ قافلے میں جو سواری گاڑی اور کئی بار بردار بیل گاڑیاں شامل تھیں وہ روانہ ہو گئیں۔ اور

ایک دوسری سے ٹکراتی ہوئی چلنے لگیں۔ یوری آندرے وچ نے اپنے دوست کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلایا جو ایک جلتے ہوئے کھلیان کی روشنی میں اسے دور تک دیکھتا رہا۔ پھر مکانوں کی آڑ لیتا ہوا یوری آندرے وچ تیزی سے پلٹا۔ اپنے مکان سے چند گز کے فاصلہ پر ایک دھماکہ ہونے سے اس کے پاؤں اکھڑ گئے اور گولے کا ایک ٹکڑا اس کے آ کر لگا۔ وہ بیچ سڑک پر زخمی اور بیہوش ہو کر گر پڑا۔

(۱۴)

وہ ہسپتال جہاں یوری آندرے وچ افسروں کے وارڈ میں زیرِ علاج تھا۔ جنرل ہیڈ کوارٹرز کے قریب ایک چھوٹے سے غیر معروف قصبے میں منتقل کر دیا گیا تھا جو ریلوے لائن پر واقع تھا۔ یہ فروری کے مہینہ کا آخری زمانہ تھا اور دن گرم تھا۔ اس کے کہنے پر اس کے پلنگ کے قریب کی کھڑکی کھول دی گئی تھی۔

رات کے کھانے سے پہلے مریض بیکار وقت گذاری کر رہے تھے۔ انھیں بتایا گیا تھا کہ ایک نئی نرس ہسپتال کے عملے میں شامل ہوئی ہے اور وہ اس روز پہلی مرتبہ گشت کرنے والی ہے۔ زداگو کے پلنگ کے سامنے جلیلین اخبار پڑھ رہا تھا جو اسی وقت آئے تھے۔ اور اسے سنسر کے چھوٹے حصوں کو دیکھ کر غصہ آ رہا تھا۔ یوری آندرے وچ تونیک کے خطوط پڑھ رہا تھا جو کافی تعداد میں اکٹھے ہو گئے تھے۔ خط اور اخبار ہوا سے اڑ رہے تھے۔ ہلکے قدموں کی چاپ سن کر اس نے سر اٹھا کر دیکھا اور لارا اندر وارڈ میں داخل ہوئی۔

زداگو اور جلیلین دونوں نے یہ جانے بغیر کہ دوسرا بھی اس سے واقف ہے لارا کو پہچان لیا وہ ان دونوں میں سے کسی کو نہیں جانتی تھی۔ اس نے کہا۔ ہلو۔ یہ کھڑکی کیوں کھلی ہوئی ہے؟ کیا تمہیں سردی نہیں لگ رہی؟ جلیلین کے پاس جا کر اس نے اس کا حال پوچھا۔ اور نبض دیکھنے کے لئے اس کی کلائی پکڑ لی۔ لیکن اس نے فوراً ہی کلائی چھوڑ دی۔ اور اس کے بستر پر بیٹھ کر حیرت کے ساتھ اسے دیکھنے لگی۔ "یہ ملاقات واقعی غیر متوقع ہے لارلیسا فیودروونا!" اس نے کہا۔ "میں تمہارے شوہر کو جانتا تھا۔ ہم ایک ہی رجمنٹ میں تھے۔ میں نے اس کی چیزیں تمہارے لئے رکھ چھوڑی ہیں۔"

"ایسا نہیں ہو سکتا۔ ایسا نہیں ہو سکتا!" وہ برابر کہتی رہی۔ "تم اسے جانتے تھے! عجیب اتفاق ہے۔ مہربانی کر کے مجھے جلد بتاؤ کہ یہ کس طرح ہوا؟ کیا یہ ٹھیک ہے کہ وہ ایک توپ کے گولے سے

مارا گیا۔ اور دھماکے کے بعد ملبے میں دفن ہوگیا۔ دیکھو۔ مجھے یہ سب معلوم ہے۔ اس لئے مجھے بتلاتے ہوئے مت ڈرو

جلیلین کی ہمت جواب دے گئی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اسے اطمینان دلانے کے لئے جھوٹ بولے گا۔ "انتی پوف کو قیدی بنا لیا گیا تھا" اس نے کہا۔ "وہ اپنے دستہ کو لے کر بہت زیادہ آگے بڑھ گیا تھا۔ ان کا محاصرہ کر کے باقی تمام فرنٹ سے کاٹ دیا گیا اور اسے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا گیا۔" لیکن لارا کو اس کی بات کا یقین نہیں آیا۔ اس غیر متوقع ملاقات کے اثر سے وہ کانپنے لگی اور اس خیال سے کہ کہیں ان اجنبی لوگوں کے سامنے آنسو نہ بہنے لگیں۔ وہ تیزی سے باہر غلام گردش میں چلی گئی۔

تھوڑی دیر بعد وہ واپس آ گئی۔ اب بظاہر اس کے حواس مجتمع ہو گئے تھے۔ اس خوف سے کہ کہیں جلیلین سے بات کرنے پر وہ پھر نہ رونے لگے۔ اس نے دانستہ اس کی طرف نہیں دیکھا۔ اور یوری آندرے ویچ کے پاس چلی گئی۔ "ہلو" اس نے بے خیالی میں کہا "تمہیں کیا ہوا؟" یوری آندرے ویچ اس کی گھبراہٹ اور آنسو دیکھ چکا تھا۔ وہ اس سے پوچھنا چاہتا تھا کہ وہ اتنی پریشان کیوں ہے اور اسے بتانا چاہتا تھا کہ وہ اسے اپنی زندگی میں اس سے پہلے بھی دو مرتبہ دیکھ چکا ہے۔ ایک مرتبہ جب وہ اسکول کا طالب علم تھا اور دوبارہ جب وہ یونیورسٹی میں پڑھتا تھا۔ لیکن اسے خیال آیا کہ اس سے انتہائی بے تکلفی ظاہر ہوگی اور وہ اس کا غلط مطلب سمجھے گی۔ پھر اچانک اسے اپنا اپنی نووزنا کا جنازہ اور تونیا کا رونا پیٹنا یاد آ گیا اور اس نے کہا۔ "شکریہ۔ میں ایک ڈاکٹر ہوں اور خود اپنی دیکھ بھال کر رہا ہوں۔ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔" "کیا میں نے اسے ناراض کر دیا؟" اور لارا نے حیرت سے دل ہی دل میں سوچا۔ اور اسی عالم میں اجنبی کی طرف دیکھا۔ جس کی ناک ذرا دبی ہوئی تھی اور جس کے چہرہ میں کوئی خاص کشش نہیں تھی۔

کئی روز تک موسم متغیر اور غیر یقینی رہا۔ رات کو گرم ہوا کسی قدر شور کے ساتھ چلتی اور اس میں سیلی ہوئی مٹی کی بو آتی۔ ان دنوں جنرل ہیڈ کوارٹرز سے حیرت انگیز اطلاعات آ رہی تھیں اور اندرونی علاقہ سے تشویشناک افواہیں مل رہی تھیں۔ پیٹرز برگ سے بار بار تار کا سلسلہ منقطع ہو جاتا تھا۔ ہر جگہ لوگ سیاسی باتیں کرتے رہتے تھے۔

نرس انتی پودنا صبح شام گشت کرتی۔ اور مریضوں سے جن میں جلیلین اور ژواگو بھی شامل تھے وہ ایک باتیں کر لیا کرتی تھی۔ "کیسا عجیب شخص ہے۔" اس نے سوچا۔ "جوان اور چرچڑا۔ اس کی اوپر

کو اٹھی ہوئی ناک کی وجہ سے اسے خوبصورت نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن وہ صحیح معنوں میں ذہین، زندہ دل اور سمجھ دار ہے۔ مگر یہ بات غیر اہم ہے۔ اہم بات تو یہ ہے کہ میں یہاں اپنا کام جلد سے جلد ختم کروں اور پاسکو تبادلہ کرا دوں تاکہ اپنی بیٹی کاتنکا کے قریب رہ سکوں۔ اور پھر سبکدوشی کی درخواست دیدوں تاکہ پیریتن میں اپنے گھر واپس چلی جاؤں اور ورزش گاہ میں از سر نو کام شروع کر دوں۔ اب یہ صاف ظاہر ہے کہ پاشا کا کیا انجام ہوا۔ اب کوئی امید باقی نہیں رہی۔ اس لئے میں جس قدر جلد ہیروئن کا کردار ادا کرنا بند کر دوں اتنا ہی بہتر ہے۔ اگر میں پاشا کو تلاش کرنے نہ آئی ہوتی تو آج یہاں نہ ہوتی۔ نہ جانے کاتنکا کا حال کیسا ہے۔ وہ سوچتی۔ "غریب یتیم بچی" اور یہ سوچ کر وہ ہمیشہ رونے لگتی تھی۔ اس نے گذشتہ چند روز میں اپنے گرد و پیش کے ماحول میں کافی تبدیلیاں محسوس کی تھیں۔ پہلے ہر قسم کی ذمہ داریاں تھیں۔ مقدس فرائض تھے اپنے ملک کی جانب سے عائد ہونے والے فرائض۔ فوج کی جانب سے عائد ہونے والے فرائض۔ معاشرہ کی پابندیاں۔ لیکن اب جبکہ جنگ ہاری جا چکی تھی اور ہر چیز ہر اقدام کی پشت پر شکست کا یہی جذبہ کارفرما تھا تو کوئی بھی چیز اب مقدس نہیں رہی۔

ہر چیز اچانک بدل گئی تھی۔ لہجہ اور اخلاقی رجحانات۔ کوئی یہ نہیں جانتا تھا کہ کیا کرے کس کی بات سنے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے آپ ساری عمر ایک چھوٹے بچہ کی طرح دوسروں کے دست نگر رہے ہوں۔ اور اچانک اکیلے رہ گئے ہوں۔ اور اب آپ کے لئے خود اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا ضروری ہو گیا ہو۔ آس پاس کوئی بھی موجود نہ ہو، نہ تو خاندان کے افراد، نہ دوسرے لوگ جن کے مشورے پر آپ عمل کر سکتے ہوں۔ ایسے وقت آپ یہ ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ کوئی عزم صمیم کریں۔ زندگی یا سچائی یا حسن —— جو انسان کے بنائے ہوئے قوانین کی جگہ جواب مسترد ہو چکے ہیں۔ آپ کی رہنمائی کر سکے آپ کو کسی ایسے واضح مقصد کی پورے طور پر پابندی کرنے کی ضرورت ہے۔ اس سے کہیں زیادہ سرگرمی کے ساتھ جتنی کہ آپ پرانے قانون اور پر امن زمانہ میں کرتے تھے۔ سابقہ زندگی میں جواب ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکی تھی۔ لیکن خود اپنے معاملے میں لارا نے اپنے آپ کو یاد دلایا۔ اس کے پاس کاتنکا موجود تھی جو اس کے لئے ایک واضح لائحہ عمل کی ضرورت پوری کر سکتی تھی۔ اس کے سامنے ایک مقصد پیش کر سکتی تھی۔ اب جبکہ پاشا اس کے پاس نہیں تھا وہ۔ سوائے ایک ماں کے اور کچھ نہیں ہو سکتی تھی اور اس نے اپنی تمام قوت اپنی غریب اور یتیم بچی کے لئے وقف کر دی تھی۔

یوری آندریئے وچ کو ماسکو سے اطلاع ملی کہ گوردن اور دودروف نے اُن کی کتاب اس کی اجازت کے بغیر شائع کر دی۔ اور اس کتاب کی بہت تعریف کی گئی ہے۔ اور اس سے کافی ادبی توقعات وابستہ کی گئی ہیں۔ اسے یہ بھی خبر ملی کہ ماسکو ایک ہنگامہ خیز اور ہیجان انگیز دور سے گزر رہا ہے اور وہاں کوئی اہم واقعہ رونما ہونے والا ہے۔ وہاں عوام میں بے اطمینانی بڑھ رہی ہے اور سنگین سیاسی تبدیلیاں ناگزیر ہیں۔ رات زیادہ جا چکی تھی اور یوری آندریئے وچ کو بری طرح نیند آ رہی تھی۔ وہ اونگھ رہا تھا اور اس کا خیال تھا کہ گزشتہ دنوں کی گھبراہٹ کی وجہ سے اسے نیند نہیں آ رہی۔ کھڑکی کے باہر نشیلی اور خواب آور ہوا چل رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہوا بھی رو رہی ہو اور شکایت کر رہی ہو۔ "تونیا، ساشا میں تمہاری جدائی محسوس کر رہا ہوں، میں گھر جانا چاہتا ہوں۔ میں کام پر واپس جانا چاہتا ہوں۔" اور ہوا کے جھونکوں نے یوری آندریئے وچ کو تھپک تھپک کر سلا دیا۔ وہ خوشی اور پریشانی کے جذبات کے ساتھ سو جاتا، اٹھ بیٹھتا، اور پھر سو جاتا۔ یہ جذبات بدلتے ہوئے موسم اور بے قراری کی رات کی طرح عارضی اور پریشان کن تھے۔

لارا کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ جلیلن نے پاشا کی یاد میں جس عقیدت کے جذبہ کا اظہار کیا تھا اور اس کی چیزیں جس طرح سنبھال کر رکھی تھیں۔ اس کے مقابلہ میں خود اس نے اتنا بھی نہیں کیا تھا کہ کم از کم اس سے یہ تو پوچھ لیتی کہ وہ کون ہے اور کہاں کا رہنے والا ہے؟ اپنی غلطی کا تدارک کرنے کی غرض سے اور اس خیال سے کہ اسے ناسپاس نہ سمجھا جائے۔ اس نے اگلے روز صبح کو گشت لگاتے ہوئے اس سے اس کے متعلق دریافت کیا۔ "خدایا رحم!" اس نے حیرت کے عالم میں بلند آواز سے کہا "۲۸ برلسیٹ اسٹریٹ، ماسکو اور تیور زن کا خاندان ۱۹۰۵ء کا انقلاب، وہ موسم سرما! یوسپ کا؟ نہیں۔ اسے یاد نہیں تھا کہ وہ اس سے مل چکی تھی۔ وہ اسے معاف کر دے لیکن وہ سال، وہ سال اور وہ مکان! یہ صحیح ہے کہ واقعی ایک ایسا مکان تھا اور ایک ایسا سال بھی گذرا تھا! اب تمام باتیں اسے کسی قدر واضح طور پر یاد آ گئیں؟ توپوں کی گولہ باری اور — اس وقت وہ کیا کہتی تھی؟ "یسوع مسیح کا فیصلہ!" وہ جذبات بھی کتنے طاقتور اور تیز ہوتے ہیں جو انسان ایک بچہ کی حیثیت سے پہلی مرتبہ محسوس کرتا ہے! "مجھے معاف کرنا، ضرور معاف کر دینا، لفٹیننٹ تم نے اپنا نام کیا بتایا تھا۔؟ ہاں ہاں۔ تم نے مجھے ایک مرتبہ بتایا ضرور تھا شکریہ۔ انتفاجال دینو وچ۔ میں کن الفاظ میں تمہارا شکریہ ادا کروں کہ تم نے یہ تمام باتیں مجھے یاد دلائیں!

وہ دن بھر ادھر ادھر گھوم پھر کر اس مکان نمبر کے بارے میں سوچتی رہی اور اپنے آپ سے باتیں کرتی رہی۔ اور اس کا تصور: "برلیٹ اسٹریٹ" نمبر ۲۸- اور اب پھر گولہ باری ہو رہی ہے۔ لیکن اب یہ پہلے کے مقابلہ میں کتنی زیادہ خوفناک ہے! اس مرتبہ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ "لڑکے گولی چلا رہے ہیں" سب بچے بڑے ہو گئے۔ لڑکے سب یہاں فوج میں ہیں۔ وہ تمام لوگ جو اس مکان میں اور اس جیسے دوسرے مکانوں میں اور گاؤں میں رہتے تھے۔ تعجب خیز- انتہائی تعجب خیز-

تمام مریض جو چل پھر سکتے تھے شور کے ساتھ بیساکھیوں کے سہارے چلتے ہوئے یا بھاگتے ہوئے دوسرے کمروں سے نکل کر آ گئے اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے خیال سے چلا چلا کر کہنے لگے

"اہم خبر! پیٹرزبرگ کی سڑکوں پر لڑائی! پیٹرزبرگ میں فوج باغیوں سے مل گئی! انقلاب! انقلاب!!"

# دوسرا حصّہ

# نیا دور

## (۱)

قصبہ کا نام سیبلوزیو تھا اور وہ زرخیز علاقہ میں واقع تھا جس کی مٹی سیاہ تھی۔ سیاہ نمک لندن دل کی طرح اس کے مکانوں کی چھتوں پر چھائی رہتی تھی۔ یہ گرد قصبہ سے گزرنے والی فوجوں اور قافلوں کی وجہ سے اڑتی تھی جو دونوں سمتوں میں نقل و حرکت کرتے تھے اور کچھ محاذ کی طرف جاتے تھے اور کچھ ادھر سے واپس آتے تھے اور یہ بتانا مشکل تھا کہ جنگ اب بھی ہو رہی تھی یا ختم ہو چکی تھی۔ ہر روز نئے دفتر خود رو پودوں کی طرح نمودار ہو جاتے۔ اور وہ لوگ مختلف عہدوں پر کام کرتے تھے ۔۔۔ زداگو، لفٹیننٹ جلیلن اور نرس انئی پودا۔ اس کے علاوہ ان کی جماعت کے کچھ اور لوگ بھی یہ سب کے سب بڑے شہروں کے رہنے والے تھے۔ ان کی معلومات اور تجربہ کافی وسیع تھا۔ یہ لوگ عارضی بلدیاتی افسروں اور فوج اور محکمۂ صحت میں محکمہ جاتی کارندوں کی حیثیت سے کام کرتے اور اپنی بدلتی ہوئی ذمہ داریوں کو ایک تفریح اور وقت گزاری سمجھتے تھے۔ لیکن اب انھیں یہ خیال اکثر و بیشتر آتا تھا کہ انھیں یہ سب کچھ چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں کو واپس چلا جانا چاہئے اور اپنے عام پیشوں کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔

زداگو اور انئی پودا کام کے سلسلے میں اکثر ایک دوسرے سے ملتے تھے۔

## (۲)

بارش سے سیاہ مٹی کافی سے زنگ کی مٹی کیچڑ میں تبدیل ہو کر سڑکوں پر پھیل گئی جن میں سے زیادہ تر کچی تھیں۔ قصبہ چھوٹا سا تھا۔ ہر سڑک کے آخری سرے پر ڈھلوان نظر آتا تھا جس پر آسمان کی تاریکی کی

وجہ سے اداسی برستی تھی اور جس سے جنگ اور انقلاب کا اندازہ ہوتا تھا۔ یوری آندریے وچ نے اپنی بیوی کو خط لکھا: "فوج میں بدنظمی اور افراتفری جاری ہے۔ تنظیم اور اخلاقی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ قرب و جوار میں جو فوجی دستے تعینات ہیں میں ان کا دورہ کر چکا ہوں۔ مکرر یہ کہ اگرچہ مجھے اس کا ذکر بہت پہلے ہی کر دینا چاہیئے لیکن میں اب لکھ رہا ہوں کہ میں اپنا زیادہ تر کام انتی پووا نام کی ایک نرس کے ساتھ کرتا ہوں۔ جو ماسکو سے آئی ہے اور یورال میں پیدا ہوئی تھی۔ تمہیں وہ طالبہ تو یاد ہوگی جس نے اس رات جب تمہاری والدہ کا انتقال ہوا تھا سرکاری وکیل پر گولی چلائی تھی؟ میرے خیال میں بعد میں اس پر مقدمہ چلایا گیا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ جب وہ اسکول میں پڑھتی تھی تو میں نے اور میشا نے ایک مرتبہ اسے دیکھا تھا کسی گھٹیا سے ہوٹل میں جہاں تمہارے والد ہمیں لے گئے تھے۔ مجھے یاد نہیں کہ ہم وہاں کیوں گئے تھے لیکن صرف اتنا یاد ہے کہ رات بہت سرد تھی۔ میرے خیال میں یہ اس وقت کی بات ہے جب پریسنیا میں بغاوت ہو گئی تھی۔ خیر وہ لڑکی انتی پووا تھی۔ میں نے گھر واپس آنے کی کوشش کی ہے لیکن یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس کی وجہ کام نہیں کیونکہ کام آسانی سے کسی دوسرے کے سپرد کیا جا سکتا ہے بلکہ سفر کی دقت ہے۔ یا تو کوئی ٹرین ہی نہیں ہے یا پھر ان میں اتنی زیادہ بھیڑ بھاڑ ہوتی ہے کہ اس میں جگہ نہیں مل سکتی۔ لیکن حالات ہمیشہ ایسے ہی نہیں رہ سکتے اور ہم میں سے کچھ لوگ جنہوں نے استعفیٰ دیدیا ہے یا جو الگ کر دیئے گئے ہیں اور جن میں انتی پووا، جلیبن اور میں بھی شامل ہوں یہ طے کر چکے ہیں کہ خواہ کچھ بھی ہو ہم اگلے ہفتہ روانہ ہو جائیں گے۔ ہم لوگ علیحدہ علیحدہ جائیں گے۔ اس طرح ہمیں زیادہ اچھا موقع مل جائیگا اس کا مطلب یہ ہے کہ میں کسی روز بھی غیر متوقع طور پر پہنچ سکتا ہوں۔ اگرچہ میں تار بھیجنے کی کوشش کروں گا۔"

تاہم روانہ ہونے سے پہلے اسے اپنی بیوی کا جواب مل گیا۔ اس کے جملے ہچکیوں اور آنسوؤں کے دھبوں کی وجہ سے بے ربط ہو گئے تھے۔ اس نے خط میں اس سے درخواست کی تھی کہ وہ ماسکو واپس نہ آئے بلکہ اس بہترین نرس کے ساتھ سیدھا یورال چلا جائے جس کی زندگی اس قسم کے معجزاتی شگونوں اور اتفاقات سے بھرپور تھی کہ خود اس کی یعنی تونیا کی سادہ زندگی اس کا کسی طرح مقابلہ نہیں کر سکتی۔ "ساشا کے مستقبل کی فکر مت کرو" اس نے لکھا تھا۔ "وہ کبھی تمہارے لئے باعث شرم نہیں ہوگا۔ میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ اس کی تربیت انہی اصولوں پر کروں گی جن پر تم نے اپنے بچپن میں ہمارے گھر میں عمل ہوتے دیکھا تھا۔"

لیدی آنلیے رِچ نے اس کا جواب فوراً لکھا۔ "تونیا۔ ضرور تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ تم ایسی بات کس طرح سوچ سکتی ہو؟ تم نہیں جانتیں، کیا تم اچھی طرح نہیں جانتیں کہ اگر تمہارا تصور اپنے گھر کا خیال میرے ساتھ نہ ہوتا تو میں ہرگز جنگ کے دو خوفناک اور تباہ کن سال نہ گذار سکتا؟ لیکن میں یہ کیوں لکھ رہا ہوں — ہم دونوں بہت جلد ایک دوسرے سے ملیں گے۔ ہماری زندگی نئے سرے سے شروع ہوگی اور سارا معاملہ صاف ہو جائیگا۔ مجھے تمہارا خط پڑھ کر ہنسی اور دکھ سے خوف محسوس ہو رہا ہے۔ اگر واقعی میری کسی بات پر ناراض ہو کر تم نے ایسا خط لکھا ہے تو یقیناً میرا رویہ مبہم رہا ہوگا اور میں نے صرف تمہارے ساتھ ہی نہیں بلکہ اس دوسری عورت کے ساتھ بھی زیادتی کی ہے جسے میں غالباً **غلط** باور کرا رہا ہوں۔ وہ جیسے ہی واپس آئے گی میں اس سے معافی مانگوں گا وہ دیہات میں گئی ہوئی ہے۔ مقامی کونسلیں جو پہلے صرف صوبوں اور ضلعوں کے صدر مقامات پر قائم تھیں اب ہر گاؤں میں قائم کی جا رہی ہیں۔ اور وہ اپنے ایک دوست کی مدد کرنے کے لئے گئی ہے جو ان قانونی تبدیلیوں کے سلسلے میں انسپکٹر کی حیثیت سے کام کر رہا ہے۔ تمہیں یہ معلوم کر کے خوشی ہوگی کہ اگرچہ ہم لوگ ایک ہی مکان میں رہ رہے ہیں لیکن آج تک یہ بھی معلوم نہیں کہ انٹی پودا کا کمرہ کونسا ہے۔ میں نے یہ معلوم کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی۔

(۳)

میلوزیود سے دو سڑکیں نکلتی تھیں۔ ایک مشرق کو جاتی تھی۔ دوسری مغرب کو۔ ایک کچا راستہ تھا جو جنگل سے گذر کر زیوشینو جاتا تھا جو اناج کی ایک چھوٹی منڈی تھی اور انتظامی اعتبار سے میلوزیود کا سب ڈویژن۔ حالانکہ ہر لحاظ سے وہ اس سے آگے بڑھا ہوا تھا۔ دوسری بجری کی سڑک تھی جو کھیتوں میں سے ہو کر گذرتی تھی اور بریوچی تک جاتی تھی جو یہاں سے نزدیک ترین ریلوے اسٹیشن تھا۔ جون کے مہینے میں زیوشینو ایک آزاد جمہوریہ بن گیا۔ یہ جمہوریہ ایک مقامی چکّی والے بلاژیکو نے ۲۱۲ ویں پیدل فوج کے مفرور سپاہیوں کی مدد سے قائم کی تھی جو گڑبڑ کے دوران محاذ سے بھاگ آئے تھے وہ اپنے اسلحہ بھی ساتھ لائے تھے۔ اور بریوچی ہوتے ہوئے زیوشینو پہنچے تھے۔ جمہوریہ نے عارضی حکومت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور باقی روس سے علیحدہ ہو گئی۔ بلاژیکو نے جو کلیسا کا ایک مخالف عیسائی تھا اور ایک زمانہ میں ٹالسٹائی سے خط وکتابت کر چکا تھا اپنی ایک نئی حکومت کے قیام کا اعلان کر دیا جہاں تمام املاک کو مجتمع کر دیا گیا تھا اور سب لوگ اجتماعی طور پر کام کرتے تھے اور مقامی حکومت کو "منڈسول" کہا جاتا تھا۔ زیوشینو کے بارے میں ہمیشہ سے

مختلف روایتیں اور مبالغہ آمیز باتیں مشہور تھیں۔ اس کا ذکر ان دستاویزوں میں ملتا ہے جن کا تعلق سنہ ۱۶۱۳ء کی خانہ جنگی سے ہے۔ اس کے چاروں طرف پھیلے ہوئے جنگل اس زمانہ کے بعد بھی ڈاکوؤں کی پناہ گاہ تھے اس کے تاجروں کی خوشحالی اور زمین کی ناقابل اعتبار حد تک زرخیزی ضرب المثل تھی۔ بہت سے عام پسندیدہ عقائد رسم و رواج اور بول چال کے مخصوص طریقے جو محاذ کے قریب اس تمام مغربی علاقہ کو ممتاز بناتے تھے، زوبشین سے شروع ہوتے تھے۔ اب بلاڈیکہ کے اعلیٰ نائب کے بارے میں حیرت انگیز قسم کی کہانیاں سننے میں آتی تھیں۔ کہا جاتا تھا کہ وہ بہرا اور گونگا ہے اور یہ کہ الہامی موقع پر وہ بات چیت کرنے لگتا ہے اور پھر سے گونگا ہو جاتا ہے۔ جمہوریہ دو ہفتہ قائم رہی۔ جولائی میں عارضی حکومت کے وفادار سپاہیوں کا ایک دستہ قصبہ میں داخل ہوا۔ مفرور سپاہی بریوچی کی طرف پیچھے ہٹ گئے۔ جنکشن کے دونوں طرف ریلوے لائن کے کنارے کا جنگل ایک مرتبہ کئی میل تک صاف کر دیا گیا تھا۔ وہاں پرانے درختوں کے تنوں اور سڑی ہوئی لکڑی کے ڈھیروں اور درخت کاٹنے والے مزدوروں کی کچی جھونپڑیوں کے ملبہ کے درمیان ان مفرور سپاہیوں نے اپنا کیمپ قائم کر لیا۔

(۴)

وہ ہسپتال جس میں ژواگو اپنے علاج کے دوران رہا اور جہاں بعد میں ڈاکٹر کی حیثیت سے کام کیا اور جہاں سے وہ اب روانہ ہونے کی تیاری کر رہا تھا۔ اس مکان میں واقع تھا جو پہلے کاؤنٹس زبرنسکایا کی رہائش گاہ تھا۔ اس نے یہ مکان ریڈ کراس کو جنگ شروع ہونے پر دے دیا تھا۔ یہ ایک دو منزلہ مکان قصبہ کے بہترین علاقہ میں واقع تھا۔ مکان سب سے بڑی سڑک اور چوک کے کونے پر واقع تھا جو پلازہ کہلاتا تھا۔ جہاں گزشتہ زمانہ میں سپاہی ڈرل کیا کرتے تھے اور اب جلسے ہوتے تھے۔ وہاں سے آس پاس کا علاقہ صاف نظر آتا تھا۔ چوک اور سڑک کے علاوہ وہاں سے ملا ہوا فارم بھی دکھائی دیتا تھا (جو ایک خاندان کی ملکیت تھا جو اب تقریباً کاشتکاروں کی طرح رہتے تھے) اور کاؤنٹس کا پرانا باغیچہ بھی جو پشت پر واقع تھا۔ رزدولنو ضلع میں کاؤنٹس کی بہت بڑی جاگیر تھی۔ اور جب کبھی وہ کاروباری سلسلہ میں یہاں آتی۔ اس وقت اس مکان کو استعمال کرتی۔ اس کے علاوہ اس کے وہ مہمان بھی جو قرب و جوار سے موسم گرما میں رزدولنو آتے تھے وہیں ٹھہرا کرتے تھے۔ اب یہ مکان ایک ہسپتال تھا اور اس کی مالکہ پیٹرزبرگ میں قید تھی جہاں وہ رہا کرتی تھی۔ اس کے عملہ میں سے اب صرف دو عورتیں رہ گئی تھیں۔ اوستینیا جو باورچن تھی اور مادموزیل فلیری

جو پہلے کاؤنٹس کی لڑکیوں کی اتالیق تھی۔ اب ان لڑکیوں کی شادیاں ہو چکی تھیں۔ مادموزیل فلوری جس کے بال سفید، گال سرخ اور لباس بے ترتیب ہوتا تھا۔ سلیپر اور ڈھیلا ڈھالا پرانا لمبا کوٹ پہنے ادھر سے اُدھر گھومتی رہتی تھی۔ وہ ہسپتال سے بھی اتنی ہی مانوس نظر آتی تھی جتنی کہ زیرلنسکی خاندان میں تھی۔ وہ فرانسیسیوں کے انداز میں الفاظ چبا چبا کر ادا کرتے ہوئے ٹوٹی پھوٹی روسی زبان میں طویل کہانیاں سنایا کرتی اور ساتھ ہی ساتھ ڈرامائی انداز میں شکلیں بھی بناتی اور آخر میں زور زور سے قہقہے لگانے لگتی جن کا خاتمہ کھانسی کے دورے پر ہوتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ نرس انتی پودا کا ظاہر اور باطن اچھی طرح جانتی ہے اور یہ کہ نرس اور ڈاکٹر لازمی طور پر ایک دوسرے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ اسے جوڑے ملانے کا شوق تھا جو لاطینی ہونے کی نمایاں خصوصیت تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ ان دونوں کو ایک ساتھ دیکھ کر اسے بہت زیادہ خوشی ہوتی۔ وہ ان کی طرف انگلی سے اشارہ کرتی اور انھیں دیکھ کر بے وقوفوں کی طرح آنکھیں مٹکانے لگتی تھی۔ اس کی ان حرکتوں سے انتی پودا کو سخت حیرت ہوتی اور ڈاکٹر کو غصہ آتا تھا۔ لیکن سنکی لوگوں کی طرح مادموزیل اپنے موہوم خیالات پر سختی سے قائم تھی اور کسی قیمت پر ان سے دست بردار ہونے کو تیار نہیں تھی۔

اوستینیا اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب عورت تھی لمبے ڈھنگے جسم کی وجہ سے وہ انڈے پر بیٹھنے والی مرغی کی طرح دکھائی دیتی تھی۔ وہ خشک مزاج، کینہ توز اور بے حد سنجیدہ تھی لیکن اس کی یہ سنجیدگی ایک ایسے تخیل پرست ذہن کا جز تھی جو حد سے زیادہ توہم پرست ہو۔ وہ زیتوشینو میں پیدا ہوئی اور وہاں کے مقامی جادوگر کی لڑکی بتائی جاتی تھی۔ اسے لاتعداد ٹونے ٹوٹکے یاد تھے اور وہ باہر جاتے وقت ہمیشہ پہلے چولھے اور تنور پر کچھ پڑھ کر ضرور پھونک دیا کرتی تاکہ اس کی غیر موجودگی میں اس کا مکان آگ اور بھوت پریت سے محفوظ رہے۔ وہ برسوں خاموش رہ سکتی تھی لیکن ایک مرتبہ مشتعل ہو جانے پر پھر اسے کسی طرح قابو میں نہیں لایا جا سکتا تھا۔ اس کے اندر سچائی کی حمایت کرنے کا جذبہ شدت سے موجود تھا۔ زیتوشینو کی جنگ کے خاتمے کے بعد میلیوزیوو کی انتظامیہ کمیٹی نے طوائف الملوکی کے مقامی رجحانات کے خلاف ایک مہم چلائی۔ ہر رات پلازہ پر پرامن جلسے ہوتے۔ جن میں بہت کم تعداد میں ایسے شہری شرکت کرتے جن کے پاس اور کوئی کام نہیں تھا اور جو پرانے زمانہ میں فائر اسٹیشن کے باہر گپ لڑانے کے لئے جمع ہوا کرتے تھے۔ میلیوزیوو کی ثقافتی سوسائٹی ان کی ہمت افزائی کرتی تھی اور مقامی اور بیرونی مقررین کو مباحثے میں حصہ لینے کی دعوت دیتی تھی۔ باہر سے آنے والے بولنے والے گونگے بہرے آدمی کی داستان کو بالکل لغو سمجھتے اور اپنے اس خیال کا

اظہار بھی کرتے تھے۔ لیکن چھوٹے چھوٹے کاریگر، سپاہیوں کی بیویاں اور میلوزیود کے سابق ملازمین ان کہانیوں کو نہیں سمجھتے تھے اور اس کی حمایت کرتے تھے۔ اس کی سب سے زیادہ بڑھ چڑھ کر حمایت کرنے والی اوستینیا تھی۔ شروع شروع میں وہ عورتوں کی مخصوص خاموشی سے کام لیتی رہی۔ لیکن رفتہ رفتہ اس نے ہمت سے کام لے کر ان مقررین کو پریشان کرنا شروع کر دیا جن کے نظریات میلوزیود میں مقبول نہیں تھے۔ اور ہوتے ہوتے وہ ایک ماہر عوامی مقرر بن گئی۔

چوک کی آوازیں ہسپتال کی کھلی ہوئی کھڑکیوں میں سے اندر سنائی دیتی تھیں۔ اور خاموش اوقات میں وہاں ہونے والی تقریروں کے بعض حصے سمجھ میں بھی آسکتے تھے جب اوستینیا تقریر کرنے کھڑی ہوتی تو مادموزیل بھاگ کر کسی ایسے کمرے میں پہونچ جاتی جہاں لوگ بیٹھے ہوتے اور ان سے تقریر سننے کو کہتی تھی اور کسی عناد کے بغیر اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان میں اس کی نقل کرنے لگتی۔ "بدامنی..... بدامنی..... زار کا حامی لٹیرا..... زبوشی..... گونگا اور بہرا..... غدار! غدار!" مادموزیل کسی پر ظاہر کئے بغیر پرجوش اور تیز گفتار باورچن کی قدر کرتی تھی۔ دونوں عورتیں ایک دوسری کو پسند کرتی تھیں، حالانکہ وہ آپس میں ہمیشہ جھگڑتی رہتی تھیں۔

(۵)

یوری اندیسے وچ جانے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ وہ ان مکانوں اور دفتروں میں گیا جہاں اس کے دوست تھے اور ضروری کاغذات کے لئے درخواست دیدی۔ اس موقعہ پر محاذ کے مقامی حلقہ کا نیا کومیسار فوج کی طرف جاتے ہوئے میلوزیود میں ٹھہرا۔ ہر شخص یہی کہتا تھا کہ وہ قطعی ناتجربہ کار اور بالکل لڑکا ہے۔ نئے حملہ کی تیاری ہو رہی تھی۔ اور فوج کا حوصلہ بلند کرنے کے لئے زبردست کوشش کی جا رہی تھی۔ انقلابی فوجی عدالتیں قائم کر دی گئی تھیں اور سزائے موت جو پچھلے دنوں ختم ہو گئی پھر بحال کر دی گئی تھی۔ روانہ ہونے سے پہلے ڈاکٹر کو مقامی کمانڈنٹ سے ایک کاغذ حاصل کرنا تھا۔ عام طور پر اس کے دفتر میں لوگوں کا زبردست ہجوم ہوتا۔ اور باہر سڑک تک لوگوں کا ہجوم رہتا تھا۔ لوگوں کے بیچ میں سے راستہ نکال کر میزوں تک پہنچنا ناممکن تھا۔ اور سینکڑوں آوازوں کے شور میں کچھ سنائی نہیں دے سکتا تھا۔ لیکن ایک دن جبکہ دفتر عوام کے لئے بند تھا۔ کلرک بیٹھے ہوئے خاموشی سے لکھ رہے تھے۔ انھیں کام کی بڑھتی ہوئی پیچیدگی پر غصہ آ رہا تھا اور وہ ایک دوسرے کو طنزیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے کمانڈنٹ

ے کمرے سے ہنسنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کمرے کے اندر لوگوں نے اپنی وردیوں کے بٹن کھول دیئے ہیں اور ناشتہ کر رہے ہیں۔

جلیلین اندر کے کمرے سے نکل کر آیا۔ اس نے نزداگو کو دیکھ کر اصرار کے ساتھ اسے بلایا کیونکہ ڈاکٹر کو ہر صورت کمانڈنٹ سے ملنا تھا۔ اس لئے وہ اندر چلا گیا۔ اس نے کمرے کو بہت زیادہ بدنظمی کی حالت میں پایا۔ اسٹیج کا مرکزی اداکار نیا کومیار تھا جو اس وقت ہیرو بنا ہوا تھا۔ اس نے قصبہ میں سنسنی پھیلا رکھی تھی۔ وہ اپنی ڈیوٹی دینے کی بجائے اس کاغذی حکومت کے حکمرانوں سے خطاب کر رہا تھا جس کا شاف یا فوجی کارروائیوں سے کوئی تعلق نہ تھا۔ "یہ ہمارا ایک اور ہیرو ہے۔" کمانڈنٹ نے ڈاکٹر کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ مگر کومیار نے جو بہت زیادہ محو تھا پلٹ کر بھی نہیں دیکھا اور کمانڈنٹ اس کاغذ پر دستخط کرنے کے لئے مڑا جو ڈاکٹر نے اس کے سامنے رکھا تھا۔ اور ڈاکٹر سے اشارا کیا کہ وہ کمرے کے وسط میں بچھی ہوئی چوکی پر بیٹھ جائے۔ کمرے میں صرف ڈاکٹر ہی ایک ایسا شخص تھا جو طبعی حالت میں بیٹھا ہوا تھا۔ باقی سب لوگ پاؤں پھیلائے ہوئے آرام سے بیٹھے ہوئے یا نیم دراز تھے۔ کمانڈنٹ اپنی میز پر تقریباً لیٹا ہوا تھا۔ اس کا گال ہتھیلی پر ٹکا ہوا تھا اور وہ غور و فکر میں غرق معلوم ہو رہا تھا۔ بالکل بائرن کے انداز میں اس کا نائب جو ایک بھاری بھرکم اور طاقتور شخص تھا صوفہ کے ہتھے پر ٹکا ہوا بیٹھا تھا اور اس کی ٹانگیں صوفے پر اس طرح پھیلی ہوئی تھیں جیسے وہ گھوڑے پر ایک طرف پیر لٹکا کر سواری کر رہا ہو۔ جلیلین ایک کرسی پر ٹانگیں چیرے ہوئے بیٹھا تھا۔ اس کی بانہیں کرسی کی پشت کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھیں اور اس کا سر بانہوں پر ٹکا ہوا تھا۔ نیا کومیار اپنی کلائیوں کے بل کھڑکی کے اوپر چڑھ کر کودتا تھا اور چھوٹے چھوٹے تیز قدموں سے سارے کمرے میں ادھر سے ادھر بھاگتا پھرتا تھا۔ اسے ایک لمحہ کے لئے بھی قرار نہ آسکتا تھا۔ وہ برابر بولے جا رہا تھا۔ گفتگو کا موضوع برزوچی کے مفرور فوجیوں کا مسئلہ تھا۔ نیا کومیار بالکل ویسا ہی تھا جیسا نزداگو کو بتایا گیا تھا۔ وہ دبلا پتلا اور خوبصورت شخص تھا۔ عمر مشکل بیس سال سے کچھ ہی زیادہ۔ ضرورت سے زیادہ پرجوش اور اعلیٰ نظریات کا حامل۔ کہا جاتا تھا کہ وہ ایک اچھے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ بعض لوگوں کے خیال میں وہ سینٹ کے ایک ممبر کا بیٹا تھا، اور وہ ان پہلے افسروں میں سے ایک تھا جنھوں نے اپنے دستے کو زمین پر دوما کی طرف بڑھنے کا حکم دیا تھا۔ وہ جنٹس کہلاتا تھا۔ ڈاکٹر کی سمجھ میں اس کا نام ابھی تک نہیں آیا تھا۔ اور اس کا لب و لہجہ پیٹرزبرگ کا تھا جس میں بحیرہ بالٹک کے لوگوں کے

لہجہ کا بھی اثر پایا جاتا تھا۔

وہ ایک چست قسم کی وردی پہنے ہوئے تھا اور شاید اپنی کم عمری کی وجہ سے پریشان تھا اور عمر سے زیادہ بڑا نظر آنے کے خیال سے وہ اپنے چہرے پر ایک حقارت آمیز مسکراہٹ اور مصنوعی قسم کی درشتی پیدا کر لیتا تھا اور اپنے ہاتھ جیبوں کے اندر ڈالے رکھتا۔ اس طرح وہ ایک گھوڑسوار فوج کے افسر کا چہرہ دکھائی دینے لگتا۔ "ریلوے لائن کے قریب ایک قازق رجمنٹ پڑاؤ ڈالے پڑی ہے۔" کمانڈنٹ نے اسے بتایا۔ "یہ سُرخ فوج کی رجمنٹ ہے اور وفادار ہے۔ اسے طلب کر کے باغیوں کو گھیر لیا جائے گا۔ اور یہ معاملہ ختم ہو جائے گا۔ کور کمانڈر چاہتا ہے کہ انھیں جلد سے جلد غیر مسلح کر دیا جائے۔" "قازق! سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" کوبیار نے غصہ میں آ کر کہا۔ "یہ ۱۹۰۵ء کا زمانہ نہیں ہے۔ ہم وہ طریقے اختیار نہیں کریں گے جو انقلاب سے پہلے استعمال کئے جاتے تھے۔ اس مسئلہ پر ہم ایک دوسرے سے متفق نہیں ہیں۔ تمہارے جنرلوں نے ضرورت سے زیادہ ہوشیار ثابت ہونے کی کوشش کی ہے۔"

"ابھی تک کیا کچھ نہیں کیا گیا۔ یہ محض ایک منصوبہ ہے، ایک تجویز۔"

"ہمارے اور ہائی کمان کے درمیان یہ طے پا گیا ہے کہ ہم فوجی کارروائیوں میں مداخلت نہیں کریں گے۔ میں قازق رجمنٹ کو طلب کرنے کا حکم منسوخ نہیں کر رہا ہوں۔ انھیں آنے دو۔ لیکن میں خود وہی اقدامات کروں گا جو عام سوجھ بوجھ کے مطابق ہوں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ انھوں نے باقاعدہ مورچہ بنا رکھا ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ بہرحال ایک قلعہ بند کیمپ تو ضرور ہے۔"

"یہ اور بھی بہتر ہے۔ میں وہاں جانا چاہتا ہوں۔ میں اس خطرناک مقام اور ڈاکوؤں کے اڈے کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ وہ باغی ہو سکتے ہیں بلکہ مفرور فوجی بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ وہ بھی عوام میں سے ہیں اور عوام بچوں کی طرح ہوتے ہیں۔ انھیں سمجھنا ہوتا ہے۔ ان کی نفسیات کو سمجھنا پڑتا ہے۔ ان سے بہتر طریقہ پر کام لینے کے لئے صحیح طریقہ اختیار کرنا ضروری ہے۔ اور ان کے ذہنوں کے صحیح تاروں کو چھیڑنا ضروری ہے۔ میں جاتا ہوں اور ان سے صاف صاف باتیں کروں گا۔ تم دیکھو گے کہ وہ اپنی انھیں جگہوں پر واپس چلے جائیں گے۔ جہاں سے وہ فرار ہوئے تھے۔ تم میری بات پر یقین نہیں کرتے؟ شرط لگاتے ہو؟"

"مجھے حیرت ہے لیکن مجھے امید ہے کہ تم ٹھیک ہی کہہ رہے ہو۔"

"میں ان سے کہوں گا۔ خود میرا ہی معاملہ لو، میں اکلوتا بیٹا ہوں۔ اپنے والدین کی امیدوں کا مرکز۔ میں نے خود کو بھی نہیں بخشا۔ میں کسی سے پیچھے نہیں رہا۔ میں نے ہر چیز کو ٹھوکر مار دی ہے۔ نام، خاندان پوزیشن۔ میں نے یہ سب کچھ تمہاری آزادی کے لئے لڑنے کی غرض سے کیا ہے۔ ایسی آزادی جو دنیا کی دوسری قوموں کو نصیب نہیں ہے۔ میں نے ایسا کیا اور میرے جیسے بہت سے دوسرے نوجوانوں نے بھی یہی کیا۔ اور ہمارے شاندار آباء اجداد کی آخری نشانی۔ ان لوگوں کا تو ذکر ہی کیا جنھیں عوامی حقوق کے لیے جدوجہد کے الزام کی پاداش میں یا تو جبری مشقت کے لئے سائبیریا بھیجا گیا یا شلبرگ کے قلعہ میں قید کر دیا گیا۔ کیا یہ ہم نے اپنے لئے کیا ہے؟ کیا ہمیں مجبوراً ایسا کرنا پڑا ہے؟ اور تم جواب معمولی سپاہی نہیں رہے ہو بلکہ دنیا میں پہلی انقلابی فوج کے مجاہد ہو۔ دیانت داری کے ساتھ اپنے آپ سے یہ سوال کرو کیا تم نے وہ توقعات پوری کی ہیں جو اس قابل فخر پیشہ میں ہوتے ہوئے تم سے وابستہ تھیں؟ اس وقت جب کہ ہمارے ملک کے جسم سے خون رس رہا ہے اور ہمارا ملک دشمن کی ناپاک کوششوں کو ناکام بنانے میں لگا ہوا ہے۔ تم لوگ چند غیر اہم آدمیوں کی ٹولی کے ہاتھوں میں کھلونا بن گئے ہو۔ تم ایسے لوگوں کا گروہ ہو جو سیاست کا شعور نہ رکھتا ہو اور آزادی کی قدر و قیمت سے واقف نہ ہو۔ ایسے شہدے جن سے کوئی بات بھی بعید نہیں ہوتی۔ تم اس روایتی خنزیر کی مانند ہو جسے کھانے کے کمرے میں آنے کی اجازت دیدی گئی تھی اور جو ایک دم کود کر کھانے کی میز پر چڑھ گیا تھا۔ اوہ، میں ان کی دکھتی رگ پکڑوں گا اور وہ لوگ اپنے آپ سے شرم محسوس کرنے لگیں گے۔"

"نہیں یہ بات خطرناک ہوگی۔" کمانڈنٹ نے نیم دلی سے اعتراض کیا اور ایسا کرتے ہوئے ایک تیز اور معنی خیز نظر اپنے آپ پر ڈالی۔

جلیلن نے کومیسار کو اس کے اس احمقانہ خیال سے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ وہ ۲۱۳۵ ویں یونٹ کے عاقبت نااندیش سپاہیوں کو جانتا تھا۔ محاذ پر وہ اسکی ڈویژن میں رہ چکے تھے لیکن کومیسار نے ہر بات سننے سے انکار کر دیا۔

یوری آندریے وچ برابر اٹھ کر باہر جانے کی کوشش کرتا رہا۔ وہ کومیسار کی لایعنی گفتگو سے اکتا گیا تھا پھر کمانڈنٹ اور اس کے نائب کے احمقانہ اور غلط استدلال بھی اس سے بہتر نہیں تھے وہ

دونوں ریاکار قسم کے موقعہ پرست تھے۔ ایک کی بے وقوفی دوسرے کی حماقت سے کم نہیں تھی۔ اور اس کا اظہار ایسے الفاظ میں ہو رہا تھا جو فضول، صریح جھوٹ، تصنع آمیز اور زندگی کی حقیقتوں سے بالکل مبرا تھے۔ بعض وقت ہم بے معنی، ذرا اکتا دینے والی انسانی فصاحت و بلاغت اور ان تمام لطیف فقروں سے بچنے کی کس قدر خواہش محسوس کرتے ہیں تاکہ فطرت کے غیر تصنع آمیز ماحول میں پناہ لے سکیں یا تھکا دینے والی محبت و مشقت، گہری نیند، حقیقی موسیقی سے لطف اندوز ہو سکیں یا انسانی سمجھ بوجھ کا سہارا لے سکیں جو شدتِ جذبات کی وجہ سے بول چال سے عاری ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر کو یاد آیا کہ جلد ہی اسے انتی پودا سے باتیں کرنی ہیں۔ اگرچہ اس بات چیت کا ناخوشگوار ہونا لازمی تھا۔ لیکن اسے اس بات کی خوشی تھی کہ اس کا انتی پودا سے ملنا ضروری تھا۔ خواہ اس کی یہی قیمت کیوں نہ ادا کرنی پڑے۔ وہ اس وقت تک واپس نہیں آئی ہو گی۔ لیکن موقعہ ملتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس طرح وہاں سے کھسک گیا کہ لوگوں نے اسے باہر جاتے نہیں دیکھا۔

(۶)

وہ واپس آ گئی تھی۔ مادموزیل نے اسے اطلاع دیتے ہوئے یہ بھی بتایا کہ وہ تھکی ہوئی ہے۔ اس نے جلد جلد کھانا کھایا اور یہ کہتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی کہ اسے پریشان نہ کیا جائے۔ "لیکن اگر میں تمہاری جگہ ہوتی تو اوپر جا کر دروازہ کھٹکھٹا دیتی۔" مادموزیل نے مشورہ دیا۔ "مجھے یقین ہے کہ ابھی وہ سوئی نہیں ہے۔" "اس کا کمرہ کونسا ہے؟" ڈاکٹر نے پوچھا۔ مادموزیل کو اس سوال سے اتنی حیرت ہوئی کہ وہ دم بخود رہ گئی۔ انتی پودا اوپر کی منزل میں راہداری کے آخری کمرے میں رہتی تھی۔ ان تمام کمروں سے آگے جن میں کاؤنٹس کا تمام فرنیچر مقفل تھا۔ یہاں ڈاکٹر کبھی نہیں گیا تھا۔ اندھیرا ہوتا جا رہا تھا۔ باہر چھجے میں مکانوں اور احاطوں کے سائے ایک دوسرے میں خلط ملط ہو رہے تھے۔ کھڑکیوں سے چھنتے ہوئے لیمپوں کی روشنی کے اندر باغ میں درختوں کے سائے بڑھتے جا رہے تھے۔ رات گرم تھی اور کافی حبس تھا ذرا سا کام کرنے سے پسینہ آنے لگتا تھا۔ مٹی کے تیل کے لیمپوں کی ہلکی ہلکی مدھم روشنی باہر احاطہ میں درختوں تک جا رہی تھی۔

ڈاکٹر زینے کے اوپر سرے تک پہونچ کر رک گیا۔ اسے خیال آیا کہ انتی پودا کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹانا جبکہ وہ ابھی سفر سے واپس آئی تھی، ایک ناشائستہ سی بات ہو گی۔ بہتر ہے کہ بات چیت اگلے

روز کے لئے اٹھا رکھی جائے۔ چنانچہ کچھ تذبذب کے عالم میں وہ ٹہلتا ہوا راہ داری کے دوسرے سرے تک گیا جہاں ایک کھڑکی پڑوس کے صحن میں کھلتی تھی اور باہر جھانک کر دیکھنے لگا۔ رات پرسکون اور پراسرار آوازوں سے معمور تھی۔ اس کے قریب ہی راہداری کے اندر سلفچی سے پانی برابر آہستہ آہستہ ٹپک رہا تھا۔ اور کھڑکی کے باہر کسی جگہ لوگ سرگوشیوں میں بات چیت کر رہے تھے۔ کہیں ترکاریوں کی کیاریوں میں ککڑیوں کی کیاریوں میں پانی دیا جا رہا تھا۔ اور کنوئیں سے پانی کھینچتے ہوئے زنجیر کی کھڑکھڑاہٹ سنائی دیتی تھی۔ تمام پھول ایک ساتھ مہک رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دن بھر اس سے ناواقف رہنے کے بعد زمین بھی اب ان کی خوشبو محسوس کر رہی تھی۔ اور کاؤنٹس کے صدیوں پرانے باغیچے سے جہاں اتنی زیادہ ٹوٹی ہوئی ٹہنیاں اور پتے پھیلے ہوئے تھے کہ وہاں سے گذرنا مشکل تھا، پرانے لیموں کے پودوں کی تیز خوشبو آ رہی تھی اور دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ سیدھی طرف احاطہ کے دوسری جانب سڑک سے عجیب شور سنائی دے رہا تھا۔ کسی گیت کے بول۔ کسی شرابی سپاہی کی بکواس اندر دروازے کھٹکھٹانے کی آوازیں۔ کاؤنٹس کے باغیچے میں کوؤں کے گھونسلوں کے پیچھے سے بہت بڑا چاند ابھرا۔ پہلے اس کا رنگ زردستیوں اینٹوں کے نئے بھٹے کے رنگ سے ملتا جلتا تھا۔ پھر وہ بریوچی کی پانی کی ٹنکی کی طرح زرد ہو گیا۔

اور کھڑکی کے بالکل نیچے نئی کٹی ہوئی گھاس کی خوشبو جو یاسمینی چائے کی مانند تھی گوبر کی بو سے خلط ملط ہو رہی تھی۔ وہاں نیچے ایک گائے کھونٹے سے بندھی تھی جو دور کے ایک گاؤں سے لائی گئی تھی۔ وہ سارے دن چلتے چلتے تھک گئی تھی اور اسے اپنا گھر اور جگہ یاد آ رہی تھی جس کی وجہ سے اس نے ابھی تک اپنی نئی مالکہ کا دیا ہوا چارہ نہیں کھایا تھا۔ "ہو ہو، میں تجھے بتاتی ہوں کہ چارا کیسے کھایا جاتا ہے"، اس کی مالکہ نے سرگوشی کے لہجہ میں اسے آمادہ کرتے ہوئے کہا۔ لیکن گائے نے اپنا سر ہلا دیا اور گردن ٹیڑھی کر کے آواز نکالی۔ اور سیلوزیوو کے سیاہ کھلیانوں کے پیچھے تارے جھلملانے لگے۔ اور ان کے اور گائے کے درمیان ہمدردی کے نظر نہ آسکنے والے رشتے قائم ہو گئے جیسے دوسری دنیا میں بھی مویشیوں کے باڑے موجود ہیں جہاں کوئی اس پر ترس کھا رہا ہو۔ زندگی کے سحر انگیز خمیر کے ساتھ ہر چیز میں ابال آ رہا تھا ہر چیز بڑھ رہی تھی اور پھیل رہی تھی۔ ہلکی ہلکی ہوا کی مانند زندگی گذارنے کی مسرت کا جذبہ سارے میدانوں اور قصبوں، دیواروں اور احاطوں، جنگل اور گوشت پوست میں سے گزرتا ہوا ہر طرف بڑھ رہا

تھا۔ اس خیال سے کہ کہیں وہ ان لہروں میں بہہ نہ جائے پوری آمد سے درچ باہر چوک میں تقریر سننے چلا گیا۔

(۷)

اس وقت چاند کانی اوپر آگیا تھا۔ اس کی روشنی ہر چیز کو اس طرح ڈھانکے ہوئے تھی جیسے سفید روغن کی موٹی سی تہہ چڑھی ہوئی ہو۔ چوک کے گرد نصف دائرے میں بنی ہوئی ستونوں والی سرکاری عمارتوں کے بڑے سائے زمین پر سیاہ قالینوں کی طرح پھیلے ہوئے تھے۔ جلسہ چوک کے دوسری طرف ہو رہا تھا۔ سماعت پر زور دینے سے تقریروں کا ایک ایک لفظ سنا جاسکتا تھا۔ لیکن ڈاکٹر اس منظر کے حسن سے مبہوت ہو کر رہ گیا تھا۔ وہ فائر اسٹیشن کے باہر بنچ پر بیٹھ گیا۔ اور کچھ سننے کی بجائے اپنے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ چوک سے پتلی پتلی گلیاں نکلی تھیں جو آگے جاکر ختم ہو جاتی تھیں۔ گاؤں کی گلیوں کی طرح ان میں کیچڑ کی تہیں چڑھی ہوئی تھیں۔ اور ان کے دونوں طرف آڑے ترچھے چھوٹے چھوٹے مکان تھے بنے ہوئے بید کی باڑیں باہر نکلی ہوئی تھیں۔ کھلی ہوئی کھڑکیوں میں سے مدھم روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ مکانوں کے سامنے چھوٹے چھوٹے باغیچوں میں اناج کی سرخ بالیاں کمروں تک پھیلی ہوئی تھیں۔ ان عورتوں کی طرح جو شب خوابی کے لباس میں ہوں۔ اور مکان کے اندر حبس سے گھبرا کر تازہ ہوا کھانے باہر نکل پڑی ہوں۔

یہ چاندنی رات غیر معمولی قسم کی تھی۔ رحمدل۔ محبت پاش۔ روشن ضمیری کے تحفہ کی طرح۔ اچانک اس رومانوی اور افسانوی سکوت میں نپی تلی تال دار، درجانی پہچانی آواز سنائی دی۔ جو اس نے ابھی کچھ عرصہ پہلے سنی تھی۔ یہ ایک دلکش اور پرجوش آواز تھی جس سے قطعیت ظاہر ہوتی تھی۔ ڈاکٹر نے یہ آواز سنی اور فوراً پہچان گیا۔ کومیسار خنٹس چوک میں جلسے سے خطاب کر رہا تھا۔ بظاہر میونسپلٹی نے اس سے کہا تھا کہ وہ اپنے اختیارات سے کام لے کر ان کی مدد کرے۔ گہرے جذبات کے ساتھ اس نے میلوزیو کے لوگوں کو ان کے غیر منظم طور طریقوں اور تباہ کن بالشویک اثرات قبول کرنے پر مطعون کیا اور کہا کہ بالشویک ہی یوشینو کے فسادات کے اصل ذمہ دار تھے۔ اسی جذبے کے ساتھ تقریر کرتے ہوئے جس کا اظہار اس نے کمانڈنٹ کے دفتر میں کیا تھا اس نے انھیں طاقتور اور بے رحم دشمن کے خطرے سے آگاہ کیا اور یاد دلایا کہ ان کا ملک اس وقت ایک دور ابتلا سے گزر رہا ہے۔ لیکن مجمعے نے اس پر آوازے کسے اور اسے پریشان کرنا شروع کر دیا۔ خاموش رہنے کی اپیل کے ساتھ ساتھ احتجاجی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ گڑبڑ زیادہ

بڑھی تھی۔ ایک آدمی نے جو منش کے ساتھ آیا تھا اور اب صدر طلبہ بن بیٹھا تھا چلا کر کہا کہ دوسرے لوگوں کو تقریر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس نے حاضرین سے کہا کہ وہ خاموش رہیں۔ کچھ لوگوں نے اصرار کیا کہ ایک شہری عورت کو جو تقریر کرنا چاہتی ہے اجازت دی جائے۔ یہ عورت مجمع کے درمیان سے گزرتی ہوئی لکڑی کے بکس کی طرف بڑھی جو ڈائس کا کام دے رہا تھا۔ اس نے بکس پر چڑھنے کی کوشش نہیں کی بلکہ نیچے ہی اس کے پاس کھڑی ہو گئی۔ لوگ اس عورت سے واقف تھے اور سب متوجہ ہو کر خاموش بیٹھ گئے۔ یہ عورت دستینیا تھی۔

"کامریڈ گومیار تم ابھی بوشینے کے متعلق کچھ کہہ رہے تھے۔" اس نے تقریر شروع کرتے ہوئے کہا "اور یہاں تک ہوشیار بننے کا سوال ہے۔ تم نے ہم سے کہا کہ تم ہوشیار ہیں اور دھوکا نہ کھائیں۔ لیکن حقیقت میں تم خود جیسا کہ میں نے تمہیں کہتے سنا ہے الفاظ سے کھیلتے ہو۔ بالشویک منشویک تم صرف انہی کے متعلق بات کرتے ہو۔ بالشویک، منشویک۔ جہاں تک آئندہ جنگ نہ کرنے اور ایک دوسرے کے ساتھ بھائیوں کی طرح رہنے کا سوال ہے، میں اسے بہت نیک کام سمجھتی ہوں۔ منشویک جیسا نہیں اور جہاں تک کلم اور کارخانے مزدوروں کو ملنے کا سوال ہے یہ چیز بالشویک نہیں بلکہ صرف انسانی شائستگی ہے اور جہاں تک اس گونگے بہرے شخص کا سوال ہے ہم اسکے متعلق سنتے سنتے تھک چکے ہیں۔ یہ شخص اسی کی بات کرتا ہے اور تمہیں اس کی کیا مصیبت ہے۔ صرف یہی نا کہ وہ اتنے عرصے تک گونگا رہا اور پھر اس نے اچانک بولنا شروع کر دیا اور تمہاری اجازت نہیں لی ہے جیسے یہ کوئی افسوس کی بات ہو۔ سب جانتے ہیں کہ اس سے کہیں زیادہ حیرت انگیز باتیں ظہور میں آئی ہیں۔ مثال کے طور پر اس مشہور گدھی کا معاملہ لو۔ "بلام، بلام!" وہ کہتی ہے "میری سنو! اس راستہ پر مت جاؤ۔ میں تم سے درخواست کرتی ہوں۔ تم افسوس کرو گے!" قدرتی طور پر اس نے نہیں سنا اور چلتا رہا جس طرح تم سوچتے ہو کہ یہ صرف ایک گونگے اور بہرے کا معاملہ ہے۔ اسی طرح وہ آدمی بھی یہی سوچتا رہا کہ یہ ایک گدھی ایک بے زبان جانور ہے اس کی بات سننے سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ اس نے اسے حقیر سمجھا۔ اور دیکھو بعد میں اسے کتنا افسوس ہوا۔ تم سب جانتے ہو کہ اس کا انجام کیا ہوا؟"

"کیا؟" کسی نے تعجب سے پوچھا۔

"بس اتنا ہی کافی ہے!" دستینیا نے بھڑک کر جواب دیا۔ "اگر تم مجھ سے بہت زیادہ سوالات کرو گے تو تم وقت سے پہلے بوڑھے ہو جاؤ گے۔"

"یہ ٹھیک نہیں ہے۔ تم ہمیں بتاؤ۔" اس شخص نے اصرار کیا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ میں تمہیں بتاؤں گی۔ تیمور ہے، وہ نوکر کے بستروں میں تبدیل ہو گیا۔"

"تم نے غلط کہی۔ وہ تو لاٹ تھا اور وہ لاٹ کی بیوی تھی۔" لوگوں نے شور مچایا ہر شخص ہنسنے لگا۔ صدر نے جلسہ کو ختم ہو جانے کو کہا۔ اور ڈاکٹر سو گیا۔

(۶)

وہ اتنی پودا سے اگلے روز شام کو ملا۔ وہ لے اسٹور میں تھی۔ اس کے آگے دھلے ہوئے کپڑوں کا ایک ڈھیر رکھا ہوا تھا جن پر وہ استری کر رہی تھی۔ اسٹور اوپر کی منزل پر ایک تنگ کمرے میں تھا جہاں سے باغیچہ نظر آتا تھا۔ وہاں سماوار رہتا جس میں پانی گرم کیا جاتا۔ کھانا پلیٹوں میں نکالا جاتا اور جھوٹی پلیٹیں اکٹھی کر کے باورچی خانے میں بھیجدی جاتی تھیں۔ وہاں بھی چینی، چاندی، اور شیشے کے برتنوں کی فہرستیں رہتی تھیں اور لوگ اس جگہ اپنے فرصت کے اوقات گزارتے۔ اور اس کمرے کو ملاقاتی کمرے کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں کمرے کے اندر قریب درختوں کے شگوفوں کی مہک، پرانے پارک کی طرح سوکھی ہوئی ٹہنیوں اور پتوں کی خوشبو وہ استریوں کی بھاپ سے خلط ملط ہو رہی تھی۔ اتنی پودا، دو یا تین استریاں یکے بعد دیگرے استعمال کر رہی تھی اور ہر ایک کو باری باری چولھے پر رکھ دیتی تاکہ وہ گرم رہے۔ "تم نے رات کو کنڈی کیوں نہیں کھٹکھٹائی۔ ادموزیل نے مجھے بتایا تھا۔ لیکن تم نے اچھا ہی کیا میں لیٹ گئی تھی۔ اور شاید تمہیں اندر نہ بلا سکتی۔ کیا حال ہے تمہارا؟ ذرا کونوں کا خیال رکھو، تمہارے سوٹ پر بھاپ نہ لگ جائے۔"

"ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تم سب ہسپتال کے کپڑے دھوتی ہو۔"

"نہیں۔ ان میں میرے بھی بہت کپڑے ہیں۔ دیکھو نا! تم برابر مجھے چڑاتے رہتے ہو کہ میں میلوزیود میں پھنس کر رہ گئی ہوں۔ لیکن اس مرتبہ میں نے بھی طے کر لیا ہے۔ میں جا رہی ہوں۔ میں اپنی چیزیں اکٹھی کر رہی ہوں اور سامان باندھ رہی ہوں۔ جب یہ کام ختم کر لوں گی تو میں روانہ ہو جاؤں گی۔ میں یورال میں ہوں گی اور تم ماسکو میں۔ پھر ایک روز کوئی تم سے پوچھے گا کیا تم میلوزیود نام کے کسی چھوٹے سے قصبے سے واقف ہو؟ اور تم کہو گے۔ مجھے کچھ یاد نہیں پڑتا — اور اتنی پودا کون ہے؟ — میں نے تو یہ نام تک نہیں سنا۔"

"ایسا نہیں ہے ... ہاں تو تم بہت دنوں سے پرلطف رہا ہوگا؟ دیہات کا کیا رنگ تھا؟"

"یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ یہ استریاں بھی کتنی جلدی ٹھنڈی ہو جاتی ہیں! ذرا وہ دوسری استری مجھے اٹھا دو وہ رہی، دھر ہاں۔ اور یہ استری ذرا وہاں رکھ دو۔ شکریہ۔ ہر گاؤں مختلف ہے۔ اس کا انحصار گاؤں والوں پر ہے۔ جس دیہات کے لوگ محنتی ہیں، مشقت کرتے ہیں۔ وہ گاؤں برا نہیں ہوگا۔ اور میں سمجھتی ہوں جس کی دیہات کے لوگ شرابی ہیں، وہ گاؤں بنجر اور اجاڑ ہوتا ہے جسے دیکھ کر دکھ ہوتا ہے ..."

"بیہودہ! شرابی! بیٹے تم بہت کچھ جانتی ہو! بات یہ ہے کہ وہاں کوئی بھی نہیں رہتا۔ اس لئے کہ تمام مرد ندیر رہیں۔ نئی کونسلوں کا کیا حال ہے؟"

"شراب نوشی کے بارے میں تمہارا خیال غلط ہے۔ میں تم سے متفق نہیں ہوں۔ ایسی ہی کونسلیں ہیں تو کونسلوں کے معاملے میں تو بہت زیادہ گڑبڑ ہونے والی ہے۔ ہدایات پر عمل نہیں ہو سکتا۔ عمل کرنے والے ہیں کہاں؟ کاشتکاروں کو اس وقت صرف زمینوں کے مسئلے میں دلچسپی ہے ...... میں [illegible] بھی کتنی خوبصورت جگہ ہے۔ تمہیں وہاں جانا چاہیئے ..... گذشتہ موسم بہار میں اس کا کچھ حصہ بیٹھ گیا تھا اور لوٹ لیا گیا تھا، کھلیان جل گیا ہے۔ پھلوں کے باغ خاکستر ہو چکے ہیں، اور کچھ مکانوں پر دھوئیں کی سیاہی چڑھی ہوئی ہے۔ میں زمیں نشین نہیں گئی بلکہ جا نہیں سکی۔ لیکن ہر شخص یہی کہتا ہے کہ وہ [illegible] گو نگا ہر شخص واقعی موجود ہے۔ وہ اس کا حلیہ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ [illegible] اور [illegible] ہے۔"

"رات اوستینیا چوک میں اسی حمایت میں تقریر کر رہی تھی۔"

"میں جیسے ہی وہاں سے واپس آئی۔ رزدونیے پھر اور پرانا فرنیچر آ گیا۔ میں [illegible] سو مرتبہ کہہ چکی ہوں کہ لے جائیے دیں جیسے چاہے۔ پر خود اپنا کافی فرنیچر نہیں ہے۔ اور آج [illegible] کے دفتر سے ایک سپاہی ایک پرچہ لے کر آیا ہے۔ وہ لوگ چاندی کا [illegible] سیٹ اور بیوی گھاس چاہتے ہیں۔ صرف ایک رات کے لئے۔ یہ زندگی اللہ [illegible] ... [illegible] لیکن میں کہتی ہوں اس پر آدھا [illegible] ... [illegible] ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ وہ لوگ ایک پارٹی کر رہے ہیں کسی [illegible]"

"میرا خیال ہے میں سمجھ گیا۔ نیا کمیسار آ گیا ہے۔ دبی [illegible] ... [illegible] گیا ہے یہ لوگ [illegible] بننا چاہتے ہیں، تاکہ انھیں [illegible] ... [illegible] دودھ پیتا"

بچہ ہے۔ مقامی حکام تنازعہ کو طلب کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ اس کے خلاف ہے۔ وہ ان سے دل کھول کر گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ کہتا ہے کہ عوام بچوں کی مانند ہوتے ہیں اور نہ جانے کیا کیا۔ وہ اسے ایک طرح کا کھیل سمجھتا ہے۔ جیسن نے اس سے بحث کرنے کی کوشش کی۔ اس نے کہا کہ وہ جنگل میں ننگے اور درندوں کو نہ چھیڑے۔ یہ معاملہ ہم پر چھوڑ دو۔ اس نے کہا۔ لیکن اگر اس جیسے آدمی کے دماغ میں کوئی بات سما جائے تو پھر کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ کیا تم میری بات سنو گی؟ ذرا ایک منٹ کے لئے استری کرنا بند کر دو۔ دیکھو یہاں بہت جلد کافی گڑبڑ ہوگی۔ اسے روکنا ہمارے بس کا روگ نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ایسا ہونے سے پہلے ہی تم یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔"

"کچھ بھی نہیں ہوگا۔ تم مبالغہ سے کام لے رہے ہو۔ اور پھر میں تو بہرحال جا ہی رہی ہوں۔ لیکن میں یونہی ٹیڑی بگڑی دکھا کر تو یہاں سے روانہ نہیں ہو سکتی۔ مجھے سامان کی باقاعدہ فہرست داخل کرنی ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ ایسا معلوم ہو جیسے میں کچھ چرا کر بھاگ رہی ہوں۔ اور مجھے چالان کون دے گا؟ یہ بھی ایک مسئلہ ہے۔ میں تمہیں نہیں بتا سکتی کہ یہ بے ہودہ فہرست تیار کرنے میں مجھے کتنی دقت اٹھانی پڑی ہے۔ اور اس کے عوض مجھے صرف گالیاں ہی ملی ہیں۔ میں نے زیرلنکا نیا کی چیزیں ہسپتال کی فہرست میں شامل کر دیں۔ کیونکہ حکم کا مطلب یہی سمجھا جا سکتا تھا۔ اب یہ لوگ کہتے ہیں کہ میں نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے تاکہ اس سامان کو اس کی سابقہ مالکہ کے لئے بچا کر رکھ سکوں۔ کتنی ذلیل بات ہے۔"

"برتنوں اور کپڑوں کی فکر چھوڑو۔ ان پر لعنت بھیجو۔ یہ وقت ان چیزوں کے لئے پریشان ہونے کا نہیں ہے۔ اوہ، کاش میں کل رات ہی تم سے مل لیا ہوتا۔ میرا موڈ اتنا اچھا تھا کہ میں تمہیں ہر چیز کے متعلق بتا دیتا اور تمام سوالوں کے جواب دے دیتا۔ تم یہ جانتی ہو؟ یہ سچ ہے۔ میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔ میں واقعی یہ سب کچھ بتا کر اپنے سینہ کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا ہوں اور تمہیں اپنی بیوی کے متعلق بتانا چاہتا تھا۔ اور لڑکے کے متعلق اور خود اپنے متعلق۔۔۔۔ آخر ایک جوان مرد ایک نوجوان عورت سے کسی قسم کے شکوک و شبہات پیدا کئے بغیر کیوں بات نہیں کر سکتا؟ اس پر گندے خیالات کا شبہ کیوں کیا جاتا ہے؟ خیر ان تمام خیالات پر لعنت بھیجو۔ ہاں لیکن تم اپنا کام جاری رکھو۔ ٹھیک سے استری کرتی رہو۔ میری پرواہ مت کرو۔ میں باتیں کرتا رہوں گا کہ مجھے باتیں کرنے میں کافی وقت لگے گا۔ ذرا سوچو تو ہمارے ارد گرد کیا ہو رہا ہے اور یہ کہ تم اور میں ایک ایسے دور میں زندگی گزار رہے ہیں۔ ایسا ازل سے ابد تک صرف ایک ہی مرتبہ ہوتا ہے۔ ذرا

خیال تو کرو۔ سارے روس کے سر سے سایہ اٹھ گیا ہے۔ اور تم اور میں اور سب رنگ کھلے بیٹھے ہیں۔ اور ہماری جاسوسی کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ آزادی! حقیقی آزادی محض خالی خولی باتیں ہی نہیں واقعی آزادی جو آسمان سے ٹپکی ہے۔ آزادی جو ہماری توقع سے بھی زیادہ ہے۔ آزادی جو اتفاق سے اور غلط فہمی میں مل گئی ہے۔

"اور ہر شخص کتنا عظیم ہے اور کتنا گھٹیا اور بھٹکا ہوا؟ تم نے دیکھا ہے جیسے خود اپنے بوجھ تلے دب گیا ہو۔ اپنی عظمت کا احساس ہونے پر۔ میں تم سے کہتا ہوں استری کئے جاؤ باتیں مت کرو۔ تم اکتا تو نہیں گئی ہو۔ لاؤ میں تمہاری استری تبدیل کر دوں۔ رات میں چوک میں ہونے والا جلسہ دیکھ رہا تھا۔ ایک غیر معمولی منظر دیکھا میں نے۔ مادر وطن روس گامزن ہے۔ حرکت پذیر ہے۔ وہ ساکت نہیں رہ سکتی۔ وہ بے چین ہے اسے آرام نصیب نہیں۔ وہ بول رہی ہے اور خاموش نہیں ہو سکتی۔ اور یہ بات نہیں ہے جیسے صرف عوام ہی باتیں کر رہے ہوں۔ ستارے اور درخت بھی ملتے ہیں۔ اور باتیں کرتے ہیں۔ پھول راتوں کو فلسفیانہ گفتگو کرتے ہیں۔ پتھروں سے بنے ہوئے مکان جلسے کرتے ہیں۔ اس سے تمہیں انجیل کا خیال آ گیا ہوگا۔ ٹھیک ہے یہ پیغمبروں کا یہ زمانہ۔ کیا سینٹ پال کا یہ ارشاد تمہیں یاد ہے؟ تم زبانوں سے بولو گے اور پیشینگوئیاں کرو گے۔ سمجھنے بوجھنے کی صلاحیت کے لئے دعا کرو!"

"میں جانتی ہوں کہ ستاروں اور درختوں کے جلسے کرنے سے تمہارا کیا مطلب ہے۔ میں یہ سب سمجھتی ہوں۔ ایسا میرے ساتھ بھی ایک مرتبہ ہوا تھا۔"

"کچھ کام تو جنگ نے کیا۔ رہی سہی کسر انقلاب نے پوری کر دی۔ جنگ زندگی میں ایک مصنوعی رکاوٹ بنی ہوئی تھی۔ جیسے زندگی کو کچھ دیر کے لئے الگ کیا جا سکتا ہو۔ کیا حماقت ہے! انقلاب بہر حال لوٹ کر آ ہی گیا۔ ایک آہ کی طرح جو کافی عرصے سے دبی ہوئی ہو۔ ہر شخص کے اندر ایک نئی روح پیدا ہو گئی۔ نئی زندگی مل گئی۔ ہر شخص بدل گیا۔ کایا پلٹ گئی۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہر شخص دو انقلابوں سے گذرا ہے۔ اس کا اپنا ذاتی انقلاب اور ایک عام انقلاب۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سوشلزم ایک سمندر ہے اور یہ تمام دھارے۔ یہ نجی انفرادی انقلابات بہہ کر اس میں آ رہے ہیں۔ زندگی کے سمندر، خود روی کے سمندر میں۔ میں نے کہا تھا زندگی۔ لیکن میرا مطلب اس زندگی سے ہے جیسے تم ایک عظیم تصویر میں دیکھتی ہو۔ جو کسی عظیم فن کار کی قیمتی تخلیق ہو۔ لیکن اب عوام نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ اس

زندگی کا تجربہ کتابوں اور تصویروں میں نہیں بلکہ اپنی ذات پر کر دیکھے۔ تخیلی طور پر نہیں بلکہ عملی طور پر۔"

اس کی آواز اچانک کانپنے لگی جس سے اس کا بڑھتا ہوا اضطراب ظاہر ہوتا تھا۔ اتنی پو نے استری کرنا بند کر دیا اور سنجیدگی اور حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ اس سے گھبرا گیا۔ اور بھول گیا کہ وہ کیا کہہ رہا تھا۔ ایک لمحہ کی تحیر خیز خاموشی کے بعد وہ تیزی سے سب کچھ کہنے لگا جو اس کے ذہن میں آ رہا تھا۔ "ان دنوں راست بازی کی زندگی گذارنے کی خواہش میرے دل میں کروٹیں لے رہی ہے۔ میں تخلیقی کام کرنا چاہتا ہوں۔ میں اس تمام بیداری کا ایک جزو بننا چاہتا ہوں۔ اور پھر ان تمام مسرتوں کے ہنگامہ میں، تمہاری پراسرار اور رنجیدہ نظریں مجھے دکھائی دیتی ہیں جو خدا جانے کہاں بھٹک رہی ہیں۔ کہیں دور۔ میں چاہتا ہوں کاش ایسا نہ ہو۔ میری کس قدر خواہش ہے کہ تمہارے چہرے سے مجھے یہ پتہ چلے کہ تم اپنی قسمت پر خوش ہو۔ اور یہ کہ تمہیں کسی شخص سے کسی چیز کی تمنا یا خواہش نہیں ہے۔ کاش کوئی ایسا شخص جو تم سے زیادہ قریب ہو، تمہارا دوست یا تمہارا شوہر —— بہتر تو یہی ہوگا کہ وہ ایک سپاہی ہو۔ میرا یہ تصور کر کے کہ میں تمہارے مستقبل کے بارے میں فکر کرنا چھوڑ دوں۔ اور تمہیں اپنی توجہات سے پریشان نہ کروں۔ لیکن میں اپنا ہاتھ چھڑا کر گھوم جاؤں گا...... آہ میں اپنے آپ کو بھول گیا ہوں۔ اوہ! مجھے معاف کر دو۔" ڈاکٹر کی آواز ایک بار پھر اس کی کیفیت قلبی کی غمازی کرنے لگی۔ اس نے تمام جدوجہد ختم کر دی اور پریشانی محسوس کرتے ہوئے اٹھ کر کھڑکی کے قریب چلا گیا۔ کھڑکی کی منڈیر پر جھک کر اپنا گال ہاتھ پر ٹیکے ہوئے وہ خود فراموش نظروں سے تاریک باغیچہ میں گھور کر دیکھتا رہا۔ اور اپنے آپ پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہا۔

اتنی پو استری کرنے کے تختہ کے گرد چکر کاٹ کر گئی جو میز اور دوسری کھڑکی کے درمیان رکھا تھا اور کمرے کے بیچ میں اس سے چند قدم پیچھے رک گئی۔ "مجھے ہمیشہ سے اسی چیز کا خوف رہا ہے۔" اس نے نرمی سے کہا جیسے خود اپنے آپ سے کہہ رہی ہو۔ "مجھے نہیں چاہیئے تھا...... نہیں، یوری آندرے وچ ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ اوہ، ذرا دیکھو تو تم نے مجھ سے کیا کرا دیا!" اس نے کہا۔ وہ بھاگ کر تختہ کے پاس گئی جہاں استری کے نیچے سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ ایک بلاؤز جل گیا تھا۔ اس نے جھلا کر استری اسکے اسٹینڈ پر پٹخ دی۔ "یوری آندرے وچ" وہ کہنے لگی۔ "سمجھداری سے کام لو۔ ایک منٹ کے لئے مادموزیل کے پاس جاؤ۔ ایک گلاس پانی پیو اور واپس آ جاؤ۔ میں نے جیسا تمہیں آج تک پایا ہے اور میں چاہتی

ہوں کہ آئندہ بھی ویسے ہی ہو۔ کیا تم سن رہے ہو، ڈیڈی؟ ٹھیک ہے نا؟ میں جانتی ہوں کہ تم ایسا کر سکتے ہو۔ مہربانی کر کے ایسا ہی کرو۔ میں تم سے التجا کرتی ہوں۔ پھر ان دونوں میں کچھ اور کوئی گفتگو نہیں ہوئی اور ایک ہفتہ بعد الیسا نیورو و دونا وہاں سے روانہ ہوگئی۔

(۹)

کچھ عرصہ بعد زدا کو بھی گھر روانہ ہو گیا۔ جس روز وہ روانہ ہوا اس سے قبل رات کو ایک خوفناک طوفان آیا۔ ہوا کی سنسناہٹ اور مینہ برسنے کی آوازیں ملی جلی آرہی تھیں۔ بارش کبھی تیزی سے مکانوں کی چھتوں پر ہوتی اور کبھی بدلتی ہوئی ہوا کی وجہ سے اس کا رخ سڑک کی طرف ہو جاتا تھا۔ بادل برابر گرج رہے تھے۔ مسلسل چمکتی ہوئی بجلی کی روشنی میں سڑک دور فاصلے میں گم ہوتی دکھائی دیتی تھی اور جھکے ہوئے درخت بھی اسی سمت میں پھیلے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ ادوزیا نیوری کی آنکھ رات کو کسی کے زور زور سے سامنے کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹانے سے کھل گئی۔ وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی اور سننے لگی۔ کھٹکا لگاتار ہو رہا تھا۔ اس نے سوچا کیا ہسپتال میں کوئی ذی روح باقی نہیں رہا جو اٹھ کر دروازہ کھول دے؟ کیا ہمیشہ ہر کام اسے ہی کرنا ہوگا۔ بےچاری بڈھی عورت، صرف اس لئے کہ قدرت نے اسے قوی جسم دیا ہے اور اسے اپنے فرائض کی ذمہ داری کا احساس رہا تھا۔؟ خیر یہ تو تسلیم کر لیا کہ یہ مکان کسی زمانہ میں دولت مند سرمایہ داروں کی ملکیت تھا۔ لیکن پھر ہسپتال کا کیا ہوا؟ کیا یہ عوام کا نہیں ہے، کیا یہ ان کا اپنا نہیں ہے؟ وہ کس سے اس کی دیکھ بھال کرانا چاہتے ہیں؟ مثال کے طور پر نرسوں کا کام کرنے والے مرد کہاں ہیں؟ ہر شخص بھاگ گیا ہے۔ نہ تو اردلی تھے، نہ نرسیں تھیں، نہ ڈاکٹر تھے اور نہ کوئی اور ذمہ دار شخص تھا۔ لیکن مکان میں زخمی لوگ پھر بھی موجود تھے۔ خیر ٹانگوں کے آدمی جراحی کے کمرے میں رہتے تھے۔ جہاں کسی زمانہ میں ڈرائنگ روم تھا، اور نیچے لانڈری کے قریب اسٹور کا کمرہ پیچش کے مریضوں سے بھرا ہوا تھا۔ اور وہ خبیث عورت ادستینیا گھومنے پھرنے گئی ہوئی ہے۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ طوفان آرہا ہے۔ لیکن کیا اس خیال سے وہ رک گئی؟ اب اس کے پاس رات باہر گزارنے کے لئے ایک اچھا بہانہ موجود ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ کھٹ کھٹ بند ہو گئی۔ یہ لوگ سمجھ گئے ہیں کہ کوئی جواب نہیں دے گا اور انھوں نے دروازہ کھٹکھٹانا بند کر دیا ہے۔ ایسے موسم میں کسی شخص کو باہر نکلنے کی کیا ضرورت تھی۔۔۔۔ یا ادستینیا ہے لیکن اس کے پاس تو اس کی اپنی کنجی تھی۔ اف خدا! انھوں نے پھر کھٹکھٹانا شروع کر دیا۔ کیسے گدھے

ہیں! زداگو سے یہ امید نہیں ہو سکتی کہ وہ کچھ سن سکیگا۔ وہ کل جا رہا ہے۔ اس کے خیالات پہلے ہی ماسکو میں یا سفر میں گم ہیں۔ لیکن جلیلن کو کیا ہوا؟ اس تمام شور میں وہ کس طرح سو سکتا ہے یا لیٹ سکتا ہے یہ سوچتے ہوئے کہ آخر میں وہ ایک کمزور اور بوڑھی عورت نیچے جائے گی۔ اور اس خطرناک گاؤں میں اس خوفناک رات کو خدا جانے کس کے لئے دروازہ کھولے گی۔

جلیلن! ــــ اسے اچانک یاد آیا نہیں ایسی حماقت کی بات اس نے صرف اس لئے سوچی کیونکہ وہ خود نیم بیدار ہے۔ جلیلن وہاں نہیں ہے، وہ تو کافی دور جا چکا ہوگا۔ کیا اس نے خود زداگو کے ساتھ مل کر اسے نہیں چھپایا تھا؟ اس فوجی افسر کا شہری جیسا بھیس نہیں بدلوایا تھا؟ اور پھر اسے ضلع کی تمام سڑکوں اور گاؤں کے متعلق بتایا تھا تاکہ اسے بچ کر بھاگنے میں مدد مل سکے۔ اسٹیشن پر پیش آنے والے اس خوفناک واقعے کے بعد جبکہ لوگوں نے کومیسار جنٹس کو مار مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ اور بریوچی سے میلو زیوزنک سانے والے جلیلن کا پیچھا کیا تھا۔ اس پر گولی چلائی تھی اور پھر سارے قصبہ میں اسے تلاش کرتے پھرے اس کا اس طرح بھیس بدل کر بھاگ جانا ضروری ہو گیا تھا۔ اگر وہ موٹریں نہ ہوتیں تو قصبہ میں ایک پتھر بھی باقی نہ رہتا۔ ایک بکتر بند ڈویژن اُدھر سے گزر رہا تھا اور اسی نے ان شر انگیز آدمیوں کو روکا۔

طوفان کا زور کم ہو رہا تھا۔ اب بادلوں کی کڑک ویسی مسلسل نہیں تھی۔ اس کی آواز اب مدہم پڑ چکی تھی اور فاصلے سے آتی ہوئی سنائی دے رہی تھی۔ بارش کبھی کبھی رک جاتی۔ اس وقت پانی آہستہ آہستہ پتوں پر سے گرتا ہوا اور گندی نالیوں میں سے بہتا ہوا سنائی دے رہا تھا۔ دور بجلی چمکنے سے مادموزیل کے کمرے میں روشنی ہو جاتی۔ جو اس طرح ماری ماری پھرتی جیسے کسی چیز کو تلاش کرتی پھر رہی ہے۔ اچانک، صدر دروازے پر کھٹ کھٹ کچھ دیر بند رہنے کے بعد پھر شروع ہو گئی۔ کسی شخص کو فوری امداد کی ضرورت تھی۔ اور وہ مایوس ہو کر برابر کھٹکھٹائے جا رہا تھا۔ ہوا پھر تیز ہو گئی اور بارش ہونے لگی۔ "آ رہی ہوں"۔ مادموزیل نے نامعلوم شخص سے مخاطب ہو کر چلاتے ہوئے کہا اور اپنی آواز سے وہ خود خوفزدہ ہو گئی

اچانک اسے خیال آیا کہ وہ کون ہو سکتا ہے۔ پیر نیچے لٹکا کر سلیپر پہنتے ہوئے اس نے اپنا لبادہ اپنے کاندھوں پر ڈال لیا اور تیزی سے زداگو کو اٹھانے کے لئے چلی گئی۔ کیونکہ اس نے سوچا کہ اگر وہ بھی اس کے ساتھ نیچے گیا تو وہ اتنا خوف محسوس نہیں کرے گی۔ لیکن وہ کھٹکا سن چکا تھا اور ہاتھ میں ایک روشن موم بتی لئے ہوئے پہلے ہی نیچے آ رہا تھا۔ ان دونوں کے ذہن میں ایک ہی خیال آیا۔ "زداگو، زداگو!

کوئی صدر دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔ میں اکیلی نیچے جاتے ہوئے ڈرتی ہوں۔" اس نے فرانسیسی زبان میں چلا کر کہا اور پھر روسی زبان میں کہنے لگی۔ "تم دیکھنا یہ یا تو لارا ہے یا لفٹیننٹ جلیلن۔"

کھٹکے سے خبردار ہو کر یوری آندریے وچ کو بھی یقین تھا کہ کھٹکا کرنے والا کوئی اس کا واقف شخص ہی تھا۔ یا تو جلیلن، ہو گا جب کہ بھاگتے ہوئے روک دیا گیا ہو گا اور اب وہ پناہ لینے کے لئے آیا ہے۔ یا پھر نرس ہی ہو گی جو کسی وجہ سے اپنا سفر جاری نہیں رکھ سکی ہو گی۔ ہال میں ڈاکٹر نے موم بتی مادموزیل کو دیدی، چٹخنی کھولی اور چابی گھمائی۔ ہوا کے ایک تیز جھونکے سے دروازہ ایک دم کھل گیا۔ موم بتی بجھ گئی اور وہ لوگ بارش کی سرد بوچھار میں تر بتر ہو گئے۔ "کون ہے؟ کون ہے؟"

مادموزیل اور ڈاکٹر نے تاریکی کی طرف منہ کر کے باری باری چلا کر پوچھا۔ لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ اچانک کھٹکا ایک اور جگہ ہونے لگا ـــ کیا اب پچھلے دروازہ پر ہو رہا تھا یا، جیسا کہ اب ان کا خیال تھا، باغیچہ میں کھلنے والی فرانسیسی طرز کی کھڑکی پر؟ "ہوا ہو گی" ڈاکٹر نے کہا۔ "لیکن ذرا اطمینان کے لئے پیچھے بھی دیکھ لینا چاہیئے۔ تم دیکھ آؤ۔ میں ٹھہرتا ہوں ممکن ہے واقعی کوئی ہو۔" مادموزیل مکان کے اندر چلی گئی اور ڈاکٹر باہر جا کر دروازہ کی چھت کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھیں اندھیرے کی عادی ہو گئی تھیں اور وہ صبح ہونے کے آثار دیکھ سکتا تھا۔

قصبہ پر بادل اس طرح بھاگ رہے تھے جیسے ان کا تعاقب کیا جا رہا ہو، وہ اتنے نیچے تھے کہ بالکل درختوں کی چوٹیوں کو چھوتے ہوئے معلوم ہو رہے تھے جو ایک ہی سمت میں اس طرح جھکی ہوئی تھیں کہ بالکل جھاڑو کی مانند معلوم ہو رہی تھیں جو آسمان کو صاف کر رہی ہو۔ بارش مکان کی لکڑی کی دیوار پر کوڑے چلا رہی تھی اور اس کا بھورا رنگ سیاہ ہو گیا تھا۔ مادموزیل واپس آ گئی۔ "تو پھر؟" ڈاکٹر نے کہا۔ "تم ٹھیک کہتے تھے۔ کوئی بھی نہیں ہے۔" وہ سارے مکان کا پھیرا لگا کر آئی تھی۔ درخت کی ایک شاخ نے اسٹور کے کمرے کی کھڑکی سے ٹکرا کر ایک شیشہ توڑ دیا تھا اور فرش پر بہت سا پانی پھیلا ہوا تھا۔ اور اس کمرے کا بھی جس میں لارا رہا کرتی تھی یہی حال تھا۔ "وہاں تو سمندر بنا ہوا ہے اور باقاعدہ سمندر۔ اور اس طرف دیکھو، ایک ٹوٹی ہوئی ٹہنی ہے جو دریچے سے ٹکرا رہی ہے۔ کیا تم اسے دیکھ سکتے ہو؟ بس یہی کچھ تھا۔" انھوں نے تھوڑی بہت باتیں کیں۔ دروازہ مقفل کیا اور اپنے کمروں میں واپس چلے گئے۔ دونوں کو افسوس تھا کہ ان کا خوف بے بنیاد ثابت ہوا۔

انھیں یقین تھا کہ جب وہ دروازہ کھولیں گے تو ان کی بیوی سردی میں سکڑی اور سر سے پیر تک بارش میں بھیگی ہوئی اندر آئے گی اور اس سے درجنوں سوالات کریں گے۔ وہ اندر کوٹ اتار کر اندر آجائے گی۔ لباس تبدیل کرے گی اور پھر نیچے آکر باورچی خانے کی انگیٹھی کے سامنے جو اب بھی گرم ہوگی، اپنا بدن خشک کرے گی۔ پھر وہ اپنے بال پیچھے ہٹا کر ہنستے ہوئے انھیں اپنے کارنامے سنائے گی۔

انھیں اس کا اتنا زیادہ یقین تھا کہ صدر دروازہ مقفل کرنے کے بعد بھی انھیں یہ خیال آیا کہ وہ ایک آسی ہمزاد کی شکل میں مکان کے باہر موجود ہے اور اس کا تصور انھیں پریشان کرتا رہا۔

(۱۰)

یہ ایک عام روایت تھی کہ بروچی کا ٹیلیگراف کلرک کولیا فرولنکو اسٹیشن پر ہونے والی گڑبڑ کا ذمہ دار تھا۔

کولیا جو میلیوزیوو کے ایک مشہور گھڑی ساز کا لڑکا تھا، اپنے بچپن کے ابتدائی دوروں سے میلیوزیوو میں کافی مشہور تھا۔ بچپن میں وہ کچھ ملازموں کے ساتھ رزدولنو میں رہا تھا اور کاؤنٹس کی پوتیوں کے ساتھ کھیلا تھا۔ اسی زمانے میں اس نے فرانسیسی زبان سیکھی تھی۔ مادموزیل فلیوری بھی اسے اچھی طرح جانتی تھی۔ میلیوزیوو میں ہر شخص اسے بغیر کوٹ اور ہیٹ کے اور کینوس کے جوتے پہنے ہوئے ہر موسم میں بائیسکل پر گھومتے ہوئے دیکھنے کا عادی ہو چکا تھا۔ اپنے دونوں ہاتھ سینہ پر باندھ کر وہ سڑک پر تیزی سے بائیسکل چلاتا اور ساتھ ہی ساتھ ٹیلیگراف کے کھمبوں اور تاروں کو غور سے دیکھتا جاتا تھا۔ میلیوزیوو میں بعض مکانوں میں ٹیلیفون کا سلسلہ ایک برانچ لائن سے ملا ہوا تھا اور اکسچینج اسٹیشن پر تھا۔ اسٹیشن کے سوئچ بورڈ پر تمام کالیں کولیا ملایا کرتا تھا۔ وہاں وہ بہت مصروف رہتا تھا۔ کیونکہ نہ صرف اس کے پاس ٹیلیفون اور ٹیلیگراف ہی کا کام تھا بلکہ اسٹیشن ماسٹر پواری زن کچھ دیر کے لئے غیر حاضر ہو جاتا تو ریلوے سگنلوں کی دیکھ بھال بھی اسی کو کرنی پڑتی تھی جن کا انتظام اسی کنٹرول روم سے ہوتا تھا۔

مختلف مشینی آلات پر کام کرتے رہنے سے کولیا نے بول چال کا ایک خاص طریقہ اختیار کر لیا تھا جو غیر واضح، بے ربط اور الجھا ہوا تھا۔ اس طرح اگر وہ چاہتا تو آسانی سے سوالات کے جواب دینے یا بات چیت کرنے سے احتراز یا خواہ مخواہ باتیں کر سکتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جب روز فسادات ہوئے اس نے اپنے ان اختیارات سے بہت ناجائز فائدہ اٹھایا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ معلومات بہم نہ پہنچا کر

اس نے جلیلین کے نیک ارادوں کو ناکام بنا دیا۔ اور غالباً نادانستہ طور پر حالات کو ایک تباہ کن رنگ دے دیا تھا۔ جلیلین نے قصبے سے ٹیلیفون کر کے کومیسار خنیس سے بات کرنی چاہی تھی جو اسٹیشن پر یا اس کے قریب جوار میں کسی جگہ موجود تھا۔ وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ وہ اس کے پاس آ رہا ہے اور اس سے کہنا چاہتا تھا کہ وہ اس کا انتظار کرے۔ اور اس کے آنے تک کچھ نہ کرے۔ کولیا نے یہ بہانہ کیا کہ وہ ایک آنے والی ٹرین کا سگنل دے رہا ہے اور کومیسار کو بلانے سے انکار کر دیا۔ ساتھ ہی ساتھ اس نے ٹرین کے پہنچنے میں تاخیر پیدا کرنے کی حتی الامکان کوشش کی۔ اس ٹرین میں قازق سپاہی آ رہے تھے جنھیں بروچی طلب کیا گیا تھا۔ لیکن جب فوج آ گئی تو بھی اس نے اپنی پریشانی کو چھپانے کی کوشش نہیں کی۔

ریل کا انجن پلیٹ فارم کی تاریک چھت کے نیچے آہستہ آہستہ چلتا ہوا کنٹرول روم کی بڑی کھڑکی کے سامنے آ کر ٹھہر گیا۔ کولیا نے سبز سرج کے پردے کھینچ دیے جن پر کمپنی کا مونوگرام کڑھا ہوا تھا۔ پانی کا بڑا سا جگ اٹھایا جو کھڑکی کی سل پر تھالی میں رکھا ہوا تھا، موٹے شیشے کے گلاس میں تھوڑا سا پانی انڈیلا۔ کچھ گھونٹ پیے اور باہر دیکھنے لگا۔ انجینئر نے اپنی گاڑی سے اسے دیکھا اور دوستانہ طریقہ پر سر ہلایا "بدمعاش ۔ ذلیل ۔" کولیا نے نفرت سے سوچا۔ اس نے اپنی زبان باہر نکال دی۔ اور گھونسا دکھایا انجینئر نہ صرف اس کے اشارے سمجھ گیا بلکہ اپنے کندھے جھٹک کر اور ٹرین کی طرف سر سے اشارہ کر کے اسے یہ بتانے میں بھی کامیاب ہو گیا کہ "میں کیا کر سکتا تھا؟ اگر تم میری جگہ ہوتے تو کیا کرتے؟" وہ کہہ رہا ہے۔ "پھر بھی تم ایک ذلیل انسان ہو۔" کولیا نے اشاروں میں جواب دیا۔ ہنہناتے ہوئے گھوڑے مال کے ڈبوں سے باہر نکالے گئے۔ لکڑی کے تختوں پر ان کے سموں کی کھٹاہٹ کے بعد ان کی نعلوں کی آواز پتھریلے پلیٹ فارم پر گونجنے لگی اور انھیں لگاموں سے پکڑ کر ریلوے لائن کے پار پہنچا دیا گیا۔ پٹریوں کے آخری سرے پر لکڑی کے ناکارہ ڈبوں کی دو قطاریں تھیں۔ بارش کی وجہ سے ان کا رنگ بالکل دھل کر صاف ہو گیا تھا۔ اور وہ اندر سے گل گئے تھے یا دیمک زدہ تھے۔ اس طرح اب ان کے اور جنگل کی لکڑی کے درمیان پرانا رشتہ قائم ہو گیا تھا۔ جنگل ریل کی پٹریوں کے آگے سے شروع ہوتا تھا۔ یہ کائی اور چیڑ کے درختوں سے بھرا ہوا تھا اور اوپر سے بادل سایہ کیے ہوئے تھے۔

کمانڈر کا حکم سنتے ہی قازق اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور گھوڑے دوڑاتے ہوئے کھلی جگہ پر پہنچ

گئے۔ ۲۱۲ ویں رجمنٹ کے باغیوں کو گھیر لیا گیا۔ کھلے میدان کے مقابلہ میں جنگل میں گھوڑ سوار ہمیشہ زیادہ لمبے اور پر وقار نظر آتے ہیں۔ پیدل فوج کے سپاہی انھیں دیکھ کر مرعوب ہو گئے۔ حالانکہ ان کے کچھ جھنڈوں میں رائفلیں بھی موجود تھیں۔ قازقوں نے اپنی تلواریں کھینچ لیں۔ گھوڑے ایک دائرے کی شکل میں کھڑے ہوئے تھے۔ اس کے اندر لکڑی کا ایک ڈھیر تھا۔ جنٹس اس ڈھیر پر چڑھ گیا اور محصور فوجیوں سے خطاب کرنے لگا۔ حسب معمول اس نے سپاہیانہ فرائض، مادر وطن اور دوسرے بہت سے اعلیٰ موضوعات پر تقریریں کیں لیکن اس کی تقریر سننے والے اس کے ان خیالات سے متاثر نہیں ہوئے۔ وہاں بہت سے لوگ تھے۔ انھیں جنگ میں بہت زیادہ نقصان اور تکالیف پہنچی تھیں۔ وہ بے انتہا خستہ حال تھے اور جنٹس ان کے سامنے جو نظریات پیش کر رہا تھا۔ ان سے وہ کافی عرصہ قبل عاجز آچکے تھے۔ چار مہینہ سے دائیں اور بائیں بازو کے لوگ انھیں برابر جیت لینے کی کوشش کر رہے تھے جس کے نتیجہ میں یہ سادہ لوح خراب ہو گئے تھے۔ اس کے علاوہ مقرر کے غیر ملکیوں جیسے نام اور لہجے نے بھی انھیں برگشتہ کر دیا تھا۔ اس کا لہجہ بحیرہ بالٹک کے ساحلی علاقہ میں رہنے والوں جیسا تھا۔ جنٹس نے محسوس کیا کہ اس کی تقریر طویل ہوتی جا رہی ہے۔ اسے خود اپنے آپ پر غصہ آرہا تھا لیکن اس نے سوچا کہ اسے اپنے خیالات سننے والوں پر واضح کر دینے چاہئیں حالانکہ وہ بجائے شکر گذار ہونے کے اس سے بے تعلقی اور اکتاہٹ کا اظہار کر رہے تھے۔ رفتہ رفتہ اس کا غصہ بڑھتا گیا اور اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ان سے کھری کھری باتیں کرے گا اور دھمکیاں بھی دے گا جن سے ابھی تک اس نے کام نہیں لیا تھا۔ بڑھتی ہوئی بڑبڑاہٹ کی پرواہ کئے بغیر اس نے مغرور سپاہیوں کو یاد دلایا کہ انقلابی فوجی عدالتیں قائم ہو چکی ہیں اور سزائے موت کی دھمکی دیتے ہوئے ان سے کہا کہ وہ ہتھیار ڈال دیں اور اپنے لیڈروں کو انقلابیوں کے حوالے کر دیں۔ اس نے کہا کہ اگر انھوں نے انکار کیا تو اس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ وہ غدار اور اوندھی کھوپڑی کے غیر ذمہ دار لوگ ہیں۔ لیکن یہ لوگ اس قسم کے لہجہ میں باتیں سننے کے عادی نہیں رہے تھے۔

سینکڑوں آوازوں نے مل کر شور مچایا۔ ان میں سے کچھ ہلکی آوازیں بھی تھیں جن سے غصہ ظاہر نہیں ہوتا تھا: "اچھا اچھا ٹھیک ہے۔ خاموش ہو جاؤ۔ بس اتنا کافی ہے۔" لیکن متنفر اور جذباتی قسم کے لوگ باقی لوگوں پر حاوی آگئے تھے۔ "اس کی ہمت تو دیکھو! بالکل پرانے زمانہ کی سی باتیں! یہ افسر لوگ اب بھی ہمیں اپنے پاؤں کی دھول سمجھتے ہیں۔ اچھا! تم باغی ہیں؟ اور یور ایکسیلنسی! تم خود

کیا ہو؟ اس کی پرواہ مت کرو۔ یہ تو قطعی طور پر جرمن ہے۔ جاسوس کہیں کے۔ لاؤ امیر زادے ہمیں اپنے کاغذات تو دکھاؤ۔ اور تم لوگ حیرت سے منہ کیا تک رہے ہو۔ کیا دیکھ رہے ہو، بڑے عقلمند آئے کہیں کے؟ اس کے بعد وہ لوگ قازقوں سے مخاطب ہو گئے۔ "تم لوگ امن و امان قائم کیے رہنا ہو تو خوش رہو ہمیں باندھ لو۔ اپنا کھیل شروع کر دو۔ لیکن قازقوں کو بھی جنٹس کی یہ حرکت پسند نہیں آئی تھی۔

"وہ ان سب کو ذلیل سمجھتا ہے" وہ بڑبڑائے۔ "اپنے آپ کو آقا اور مالک خیال کرتا ہے!" پہلے ایک ایک کر کے اور پھر ان میں سے زیادہ تر سپاہیوں نے اپنی تلواریں میانوں میں رکھنی شروع کر دیں۔ وہ ایک ایک کر کے اپنے گھوڑوں سے اتر گئے۔ جب ان میں سے زیادہ تر سپاہی اتر گئے تو وہ ایک غیر منظم مجمع کی صورت میں کھلے میدان کی طرف بڑھے اور ۱۲ ویں رجمنٹ کے باغی سپاہیوں سے دوستانہ انداز میں جا کر مل گئے۔ "تم فوراً یہاں سے خاموشی کے ساتھ کھسک جاؤ" قازق افسروں نے پریشانی کے عالم میں جنٹس سے کہا۔ "تمہاری کار اسٹیشن پر ہے۔ ہم وہ تمہارے پیچھے بھیج دیں گے۔ جلدی کرو" جنٹس روانہ ہو گیا لیکن وہ محسوس کر رہا تھا کہ اس طرح چھپ کر نکل جانا اس کے وقار کے منافی ہوگا۔ اس لئے وہ علانیہ اسٹیشن کی طرف چل پڑا۔ وہ بہت گھبراہٹ اور غصے کے عالم میں تھا لیکن اپنی خودداری سے مجبور ہو کر سکون کے ساتھ آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ وہ اسٹیشن کے قریب پہنچ گیا تھا۔ جنگل کے سرے پر پہنچ کر جب کہ ریل کی پٹریاں اسے نظر آنے لگیں۔ اس نے پہلی مرتبہ پیچھے مڑ کر دیکھا۔ سپاہی رائفلیں لئے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے آرہے تھے۔ "یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟" اس نے سوچا اور اپنی رفتار تیز کر دی۔ اس کا تعاقب کرنے والوں نے رفتار تیز کر دی۔ ان کا درمیانی فاصلہ بھی اسی قدر رہا۔ اسے پرانے اور بوسیدہ ڈبے دکھائی دیئے۔ وہ ان کے پیچھے ہو گیا اور بھاگنے لگا۔ جس ٹرین میں قازق آئے تھے اسے اس لائن پر سے ہٹا دیا گیا تھا۔ لائنیں صاف تھیں۔ اس نے بھاگتے ہوئے ان لائنوں کو پار کیا اور پلیٹ فارم پر چڑھ گیا۔ اسی وقت پرانے ڈبوں کے پیچھے سے سپاہی بھی بھاگتے ہوئے نکلے۔ "پکڑو جنٹس کو" وہ چلا چلا کر اور ہاتھ ہلا ہلا کر اس سے کہہ رہے تھے کہ وہ اسٹیشن کی عمارت میں گھس جائے جہاں وہ اسے چھپا سکتے ہیں لیکن ایک مرتبہ پھر اس کا احساس خودداری، جو اس کا خاندانی اور نسلی ورثہ تھا اور جو اس کی زندگی کی ایک خصوصیت تھا، جاگ اٹھا اور اسے ایسی قربانی دینے پر مجبور کرنے لگا جو اس موقع پر بالکل بے محل تھی۔ اس طرح حفاظت کے تمام دروازے اس پر بند ہو گئے۔ اس کا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ اس نے اپنے آپ پر قابو پانے کی

آخری کوشش کی۔ اس نے اپنے آپ سے کہا۔ "مجھے چیخ چیخ کر ان لوگوں سے کہنا چاہیے تم لوگ ہوش میں آؤ۔ تم جانتے ہو کہ میں جاسوس نہیں ہوں۔ دل سے نکلے ہوئے ایک دو الفاظ سن کر وہ ہوش میں آجائیں گے۔"

گذشتہ چند مہینوں میں جرأتمندانہ اقدام اور جذباتی تقریر کے متعلق اس نے یہ خیال قائم کر لیا تھا کہ وہ اسٹیج یا صرف کرسی پر کی جاسکتی ہے جس پر چڑھ کر مجمع کو مخاطب کیا جاسکتا ہو اور اپیل کی جاسکتی ہے۔ اسٹیشن کے دروازے پر گھنٹی کے نیچے پانی کا ایک پیپا رکھا ہوا تھا کہ آگ لگ جانے کی صورت میں کام آسکے۔ اس پر ڈھکن مضبوطی سے ڈھکا ہوا تھا۔ جنتس اس پیپے کے اوپر چڑھ گیا اور آنے والے سپاہیوں کو مخاطب کر کے تقریر کرنے لگا۔ جو بے ربط لیکن متاثر کن تھی۔ اس کی مضبوط آواز سن کر اور اس کے پاگل پن کی حد تک جرأت مندانہ اقدام کو دیکھ کر، جب کہ وہ دو قدم آگے بڑھ کر آسانی سے اسٹیشن میں پناہ لے سکتا تھا سپاہی بھی حیرت زدہ رہ گئے۔ اور ایک دم چلتے چلتے رک گئے۔ اور انھوں نے اپنی رائفلیں نیچی کر لیں۔ لیکن جنتس جو ڈھکنے کے سرے پر کھڑا ہوا تھا، پھسل گیا۔ ڈھکنا ٹوٹ گیا تھا۔ اس کی ایک ٹانگ پانی میں اور دوسری پیپے کے کنارے پر لٹک گئی۔ اسے اس طرح بے ڈھنگے طریقے سے پیپے کے سرے پر بیٹھے ہوئے دیکھ کر سپاہیوں نے قہقہے لگائے اور ان میں سے ایک نے جو سب سے آگے تھا، جنتس کی گردن میں گولی مار دی۔ اور اس سے پیشتر کہ دوسرے سپاہی دوڑ کر قریب آتے اور اس کے جسم میں اپنی سنگینیں پیوست کرتے، وہ ختم ہو چکا تھا۔

(۱۱)

مادموزیل نے کولیا کو ٹیلیفون کر کے کہا کہ وہ ماسکو جانے والی ٹرین میں ڈاکٹر زواگو کے لئے ایک اچھی سیٹ کا انتظام کر دے۔ اور اسے دھمکی دی کہ اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو وہ اس کی پول کھول دیگی۔ کولیا حسب معمول کسی اور سے گفتگو میں مشغول تھا۔ اور اس کی بات چیت کے مختصر وقفوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کسی تیسرے آدمی کو خفیہ زبان میں کوئی پیغام دے رہا ہے۔ "پسکوف، پسکوف، کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟ کیسے باغی؟ کیسی مدد؟ تم کیا باتیں کر رہی ہو؟ مادموزیل؟ مہربانی کر کے ٹیلیفون بند کر دو۔ پسکوف، پسکوف، چھتیس، عشاریہ صفر ایک پانچ۔ اوہ لعنت لائن کٹ گئی۔ ہو... کچھ آواز سنائی نہیں دیتی کیا یہ پھر تم ہی بول رہی ہو، مادموزیل؟ میں نے تم سے کہہ دیا میں انکار کرتا ہوں۔ یہ آخری حد ہے کہ بالکل

جھوٹا، من گھڑت۔ چھیتی ...... اوہ لعنت۔ ٹیلیفون رکھ دو۔ مادموزیل۔" اور مادموزیل کہہ رہی تھی۔ "تم میری آنکھوں میں دھول مت جھونکو۔ پسکوف، پسکوف، یہ سب بکواس ہے۔ میں تمہیں اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ کل تم ڈاکٹر کو ٹھیک طرح سے ٹرین میں بٹھاؤ گے اور اب میں ایک لفظ بھی نہیں سنوں گی۔"

(۱۲)

جس روز یوری آندریے وچ روانہ ہوا۔ اس دن بہت حبس تھا۔ ویسے ہی طوفان آنے والا تھا۔ جیسا کہ دو روز قبل آیا تھا۔ اسٹیشن کے قریب گاؤں کے قریب جوار میں جہاں سورج مکھی کے بیج پھیلے ہوئے تھے مٹی کے جھونپڑے اور بطخیں آسمان کی سیاہی میں سفید اور خوفزدہ دکھائی دے رہی تھیں۔ اسٹیشن کے سامنے اور دونوں طرف وسیع میدان میں پھیلی ہوئی گھاس بالکل کچلی ہوئی تھی۔ کیونکہ وہاں کثیر تعداد میں لوگ بیٹھے تھے جو ہفتوں سے ٹرینوں کا انتظار کر رہے تھے۔ بوڑھے آدمی جو کھردرے قسم کے گرم کوٹ پہنے ہوئے تھے خبروں اور افواہوں کی تلاش میں دھوپ میں اِدھر اُدھر گھوم رہے تھے۔ چودہ سال کی عمر والے لڑکے جو اداس اور سست دکھائی دے رہے تھے کہنیوں کے بل لیٹے ہوئے ٹہنیاں دانتوں سے چبا رہے تھے جیسے وہ بولتی ہوں۔ اور ان کے چھوٹے بھائی اور بہنیں ڈھیلی ڈھالی قمیضوں میں اِدھر سے اُدھر ننگے بھاگے پھر رہے تھے۔ ان کی مائیں ٹانگیں سامنے کو پھیلائے ہوئے زمین پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ اور انھوں نے اپنے ننھے ننھے بچوں کو اپنے ننگی اور سیاہ کمبل کوٹوں کے اندر چھپا کر سینوں سے لگا رکھا تھا۔

"جیسے ہی گولیاں چلنی شروع ہو گئیں سب بھیڑوں کی طرح تتر بتر ہو گئے۔ انھوں نے اسے پسند نہیں کیا۔" اسٹیشن ماسٹر نے کسی ہمدردی کے بغیر ذکر کرتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں لاشوں کی قطاروں کے درمیان چل رہے تھے جو صدر دروازہ کے سامنے زمین پر اور اسٹیشن کے اندر فرش پر پڑی ہوئی تھیں۔ "پلک جھپکنے میں ہر شخص گھاس پر سے ہٹ گیا۔ زمین پھر ایک مرتبہ دکھائی دینے لگی۔ ان خانہ بدوشوں کی وجہ سے ہم چار ہفتے زمین نہیں دیکھ سکے تھے اور یہ تک بھول گئے تھے کہ وہ کیسی ہے۔ وہ اس جگہ پڑا ہوا تھا۔ بہت تعجب کی بات ہے۔ میں جنگ میں ہر طرح کی خوفناک باتیں دیکھ چکا ہوں جس سے یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ میں ہر چیز کا عادی ہوں۔ لیکن نہ جانے کیوں مجھے بےحد افسوس ہوا۔ اس لڑکے کا اس سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس نے ان لوگوں کے ساتھ کیا کیا تھا؟ لیکن یہ لوگ انسان نہیں ہیں

لوگ کہتے ہیں کہ وہ اپنے باپ کا چہیتا بیٹا تھا۔ اور اب ادھر دائیں کو میرے دفتر میں چلئے۔ مجھے افسوس ہے کہ اس ٹرین میں جگہ ملنے کی امید نہیں ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ ہجوم آپ کو کچل کر مار ڈالے گا۔ میں آپ کو ایک لوکل ٹرین سے بھیج دیتا ہوں۔ ٹرین تیار ہو رہی ہے۔ لیکن اس کے متعلق ایک لفظ بھی اس وقت تک منہ سے مت نکالئے۔ جب تک آپ ٹرین میں سوار ہونے کے لئے تیار نہ ہو جائیں۔ یہ لوگ ٹرین تیار ہونے سے پہلے ہی اسے توڑ کر برابر کر دیں گے۔ آپ کو آج رات سونخی پنجی میں گاڑی بدلنی ہوگی۔

(۱۳)

جب نئی ٹرین ریلوے شیڈ میں سے نکل کر اسٹیشن پر آئی تو سارا مجمع لائنوں پر آگیا۔ لوگ ریل پر سے سنگریزوں کی طرح لڑھکتے ہوئے آئے۔ پشتہ پر جمع ہو گئے اور ایک دوسرے کو دھکیلتے ہوئے پائیدانوں یا بفروں پر کود کود کر چڑھنے لگے یا کھڑکیوں کے راستے اندر گھس آئے اور چھتوں پر چڑھ گئے۔ ٹرین ذرا سی دیر میں رکنے سے پہلے ہی بھر گئی اور جب پلیٹ فارم پر آکر ٹھیری تو نہ صرف کھچا کھچ بھری ہوئی تھی بلکہ مسافر اوپر سے نیچے تک۔۔۔ ہر طرف لٹکے ہوئے تھے۔ اور یہ معجزہ ہی تھا کہ ڈاکٹر پلیٹ فارم پر اور وہاں سے اندر ٹرین میں پہنچ گیا۔

سونخی پنجی تک تمام راستہ وہ اسی جگہ اپنے سامان پر بیٹھا رہا۔ آسمان جس پر طوفان کے آثار تھے صاف ہو گیا تھا۔ کھیتوں میں جہاں گرم دھوپ پھیلی ہوئی تھی جھینگر شور مچا رہے تھے۔ جس سے گاڑی کا شور بھی کم ہو گیا تھا۔ ان مسافروں نے جو کھڑکیوں کے پاس کھڑے ہوئے تھے باقی مسافروں کو روشنی سے بچا رکھا تھا۔ ان کے دوگنے اندھیرے میں لمبے سائے فرش اور بنچوں پر پڑ رہے تھے۔ اور ڈبوں سے باہر تک پہنچ گئے تھے۔ یہ سائے سامنے کی کھڑکیوں سے گزر کر ٹرین کے بھاگتے ہوئے سایوں میں مدغم ہو گئے تھے۔ ہر طرف لوگ چلا رہے تھے گا رہے تھے، رو رہے تھے اور تاش کھیل رہے تھے۔ جب بھی ٹرین رکتی باہر کے مسافروں کا شور اس میں اضافہ کر دیتا۔ آوازوں کی چیخ و پکار سے کانوں کے پردے پھٹے جا رہے تھے جیسے سمندری طوفان کا شور ہوتا ہے اور سمندر کی سطح کی مانند ہی، اچانک سکون بھی ہو جاتا۔ اس ناقابل وضاحت سکوت میں پلیٹ فارم پر تیزی سے چلتے ہوئے قدموں کی آواز، سامان کے ڈبے کے باہر بحث و مباحثہ، لوگوں کے ادھر ادھر کے جملے، اور دور سے آنے والی خدا حافظ کی آوازیں اور اسٹیشن کے باغیچہ میں مرغیوں کی کٹ کٹ اور درختوں کی سرسراہٹ سنائی دیتی تھی۔

پھر اچانک کھڑکیوں کے راستے ایک جانی پہچانی سی خوشبو آنے لگی۔ جیسے یوری آندرے وچ کو ٹرین پر کوئی تار بھیجا گیا ہو یا کوئی پیغام ہو جو میلیوزیو سے آیا ہو۔ یہ خوشبو ایک طرف کی جگہ سے اور باغیچہ یا جنگلی پھولوں کی سطح کے اوپر سے آ رہی تھی۔ اور اس کی لطافت ہر ایک چیز پر غالب آگئی۔ کھڑکیوں کے پاس مجمع ہونے کی وجہ سے ڈاکٹر درختوں کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ لیکن اس کا خیال تھا کہ وہ نزدیک ہی کہیں اُگے ہوئے ہیں اور ان کی بھاری ٹہنیاں ریل کے ڈبہ کی چھتوں تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اور ان کے پتے جو گزرنے والی ٹرینوں سے اڑنے والی دھول سے اَٹے ہوئے ہیں اور چھوٹے چھوٹے چمکدار پھول ہر طرف کھل رہے ہیں۔ سارے راستے بار بار ایسا ہوتا رہا۔ ہر اسٹیشن پر چیختے چلاتے ہوئے لوگوں کا مجمع ہوتا تھا اور ہر جگہ لیموں کے درخت تھے جن پر پھول کھلے ہوئے تھے۔

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہر جگہ موجود رہنے والی خوشبو اس سفر پر ٹرین سے آگے آگے شمال کی طرف چل رہی تھی جیسے یہ کوئی افواہ تھی جو چھوٹے سے چھوٹے مقامی اسٹیشن تک پہونچ جاتی تھی اور وہاں مسافروں کے پہونچنے کا انتظار کرتی جو اسے سن کر اس کی تصدیق کر دیتے تھے۔

(۱۴)

اس رات سوغی نیچی میں ایک ریلوے قلی جس کی ہمدردی کی عادت جنگ کے زمانہ میں بھی تبدیل نہیں ہوئی تھی۔ ڈاکٹر کو اپنے ساتھ لے کر اندھیرے میں ریل کی پٹریوں پر سے ہوتا ہوا ایک ٹرین کے پاس لے گیا جو اسی وقت آئی تھی۔ اور اسے سیکنڈ کلاس کے ڈبہ میں بٹھا دیا۔ ابھی اس نے ڈبہ کھولا ہی تھا اور ڈاکٹر کا سامان ٹھیک طرح سے اندر رکھنے بھی نہیں پایا تھا کہ کنڈکٹر وہاں پہونچ گیا اور سامان باہر اٹھا کر پھینکنے لگا۔ آخر کار ڈاکٹر اسے سمجھانے بجھانے میں کامیاب ہو گیا اور وہ وہاں سے چلا گیا۔ یہ پراسرار ٹرین ایک اسپیشل تھی جس کی رفتار کافی تیز تھی اور اسٹیشنوں پر بہت کم ٹھہرتی تھی۔ ٹرین پر ایک محافظ دستہ بھی سفر کر رہا تھا اور ڈاکٹر کا ڈبہ تقریباً خالی تھا۔ ژواگو کے ڈبہ میں ایک موم بتی روشن تھی جو ایک چھوٹی سی میز پر رکھی ہوئی تھی۔ اس کا شعلہ کھلی ہوئی کھڑکی سے آنے والی ہوا میں کانپ رہا تھا۔ یہ موم بتی ڈاکٹر کے ڈبہ کے واحد ہمسفر کی تھی جو ایک سیاہ بالوں والا نوجوان تھا۔ اور اس کے ہاتھ پیروں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ اس کا قد کافی لمبا ہے۔ اس کے ہاتھ پیر کے جوڑ زیادہ مضبوط نہیں معلوم ہوتے تھے۔ وہ کھڑکی کے قریب ایک کونے کی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ لیکن جب ژواگو اندر آیا تو وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور پھر تمیز سے بیٹھ گیا

ریشمی چادر کی قسم کا کوئی کپڑا اس کی سیٹ کے نیچے رکھا ہوا تھا۔ اس کا ایک کونا ہلا اور اس کے اندر سے ایک لمبے کانوں والا کتا باہر نکلا۔ اس نے یوری آندرے وچ کو سونگھا اور سارے ڈبہ میں دوڑنے لگا لیکن فوراً ہی اپنے مالک کا اشارہ پاکر وہ پھر سیٹ کے نیچے گھس کر بیٹھ گیا۔ تب اس وقت یوری آندرے وچ کی نظر اس دونالی بندوق پر پڑی جو کیس کے اندر رکھی ہوئی تھی۔ اس کے پاس ہی چمڑے کے کارتوسوں کی پیٹی اور شکاری تھیلا بھی تھا جو ڈبہ میں ایک کھونٹی پر لٹک رہا تھا۔ یہ تھیلا شکار سے بھرا ہوا تھا جس سے ظاہر ہو گیا کہ نوجوان شکار کھیلنے گیا ہوا تھا۔ وہ بہت زیادہ باتونی تھا۔ اور مسکراتے ہوئے اس نے ڈاکٹر کو فوراً باتوں میں لگا لیا۔ باتیں کرتے وقت وہ برابر ڈاکٹر کا منہ تکے جاتا تھا۔

اس کی آواز بھاری اور کرخت تھی۔ جو کبھی کبھی بلند چیخ کی طرح بھی سنائی دیتی۔ اس کی بول چال میں ایک اور خاص بات یہ تھی کہ اگرچہ وہ صاف طور پر روسی ہی معلوم ہوتا تھا لیکن وہ بعض الفاظ فرانسیسیوں کی طرح ادا کرتا تھا۔ بعض الفاظ ادا کرنے کے لئے اسے زور لگانا پڑتا تھا اور وہ ایسے الفاظ دوسرے لفظوں کے مقابلہ میں زیادہ بلند آواز سے ادا کرتا تھا۔ اور ایسا کرتے ہوئے "چیں" کی سی آواز نکلتی تھی۔ کبھی کبھی وہ کوشش کر کے اپنی اس خامی کو دور کرنے میں کامیاب بھی ہو جاتا تھا لیکن پھر اسی طرح بولنے لگتا۔ "اس کی کیا وجہ ہے؟" ژواگو نے سوچا "مجھے یقین ہے کہ میں نے اس کے متعلق پڑھا ہے۔ اور ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے مجھے معلوم ہونا چاہیئے، لیکن اس وقت مجھے خیال نہیں آرہا۔ اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے۔ یقیناً بول چال کا نقص کسی دماغی مرض کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اسے "چیں" کی یہ آواز اتنی مضحکہ خیز معلوم ہوتی کہ وہ اپنی ہنسی مشکل ہی سے ضبط کر سکا۔ "بہتر ہے کہ اب سو یا جائے۔" اس نے اپنے آپ سے کہا۔ وہ اوپر سامان رکھنے کی سیٹ پر چڑھ گیا جو لیٹنے کے کام آتی تھی۔ نوجوان نے اس سے دریافت کیا کہ اگر روشنی کی وجہ سے اسے نیند نہ آتی ہو تو وہ موم بتی بجھا دے۔ ڈاکٹر نے اس کی یہ پیشکش منظور کر لی۔ اس کا شکریہ ادا کیا، اور ڈبہ میں تاریکی چھا گئی۔ "کیا میں کھڑکی بند کر دوں؟" یوری آندرے وچ نے پوچھا۔ "تمھیں چوروں سے ڈر تو نہیں لگتا؟" اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ اس نے اپنا سوال پھر ایک مرتبہ بلند آواز سے دہرایا۔ لیکن پھر بھی اسے کوئی جواب نہ ملا۔ اس نے ماچس کی ایک تیلی یہ دیکھنے کو جلائی کہ کہیں اس مختصر سے وقفہ میں اس کا ہم سفر باہر تو نہیں چلا گیا۔ یہ بات اور بھی بعید از قیاس معلوم ہوتی تھی کہ وہ اتنی جلدی سو گیا ہو گا بہر حال اس نے دیکھا کہ وہ وہیں اپنی جگہ بیٹھا ہوا ہے اور اس کی آنکھیں بھی کھلی ہیں۔ وہ ڈاکٹر کی طرف

دیکھ کر مسکرایا۔ جو اپنی برتھ پر سے آگے کی طرف جھکا ہوا تھا۔ دیا سلائی بجھ گئی۔ یوری اندریئے وچ نے ایک اور تیلی جلائی اور اس کی روشنی میں اپنا سوال تیسری مرتبہ دہرایا۔ فوراً جواب ملا۔ "جیسے آپ کی مرضی۔ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔ جس کی کسی چور کو ضرورت ہو۔ لیکن بہتر ہوگا کہ کھڑکی کھلی رہنے دیں۔ اندر حبس ہو رہا ہے۔"

"کتنی عجیب و غریب شخصیت!" ژواگو نے سوچا۔ "بظاہر تو سنکی معلوم ہوتا ہے۔ اندھیرے میں بات نہیں کرتا۔ اور اب اس نے تمام الفاظ کتنی آسانی سے واضح طور پر بغیر کسی رکاوٹ کے ادا کئے ہیں۔ میری تو سمجھ میں نہیں آتا۔"

## (۱۵)

گذشتہ ہفتہ کے واقعات سفر کی تیاریوں اور صبح سویرے روانہ ہونے کی وجہ سے ڈاکٹر تھک گیا تھا۔ اس لئے اس کا خیال تھا کہ لیٹتے ہی آرام سے نیند آجائے گی لیکن اس کا یہ خیال غلط نکلا۔ ہیجان کی وجہ سے نیند نہیں آسکی۔ اور تقریباً صبح کے وقت اس کی آنکھ لگی۔ اندھیرے میں خیالات اس کے ذہن میں گردش کرتے رہے۔ لیکن یہ تمام خیالات دو واضح حصوں میں منقسم تھے۔ دو دھاگوں کی طرح جو آپس میں الجھتے اور سلجھتے رہتے ہیں۔ خیالات کی ایک رو کا تعلق تونیا، ان کے مکان اور گذشتہ اطمینان کی زندگی سے تھا، جہاں ہر چیز میں ایک شعریت تھی اور جو محبت اور خلوص کے جذبہ سے پر تھی۔ ڈاکٹر کو اس زندگی کے بارے میں تشویش تھی۔ وہ اس زندگی کو محفوظ اور مکمل رکھنا چاہتا تھا۔ اور اس وقت رات کو ریل میں سفر کرتے ہوئے وہ دو سال کی دوری کے بعد اس زندگی کو دوبارہ پالینے کے لئے بے چین تھا۔ خیالات کی اس رو میں انقلاب کی تحریک سے اس کی وفاداری اور پسندیدگی کا جذبہ بھی شامل تھا۔ یہ ویسا ہی انقلاب تھا جسے متوسط طبقہ کے لوگوں نے قبول کیا تھا۔ اور جس طرح طالب علموں نے سمجھا تھا جو ۱۹۰۵ء میں بلوک کے حامی تھے۔

۱۹۱۲ء اور ۱۹۱۴ء کے درمیان ان جانے پہچانے اور قدیم نظریات میں ایک نئے دور کی توقعات اور وعدے بھی شامل تھے جو جنگ سے پہلے افق پر طلوع ہو چکے تھے جو روسی تخیل، روسی آرٹ، روسی زندگی کا جزو بن چکے تھے۔ اور جن کے اثرات روس پر بحیثیت مجموعی اور خود اس کے اپنے مستقبل پر پڑنے والے تھے۔ جنگ ختم ہونے پر اس ماحول میں واپس جانا بہتر ہوگا۔ تاکہ اس کی تجدید اور تسلسل کو

دیکھا جا سکے۔ اسی طرح جیسے کہ گھر واپس آنا بہتر ہوتا ہے۔ اس کے خیالات کی دوسری رَو میں بھی نئی نئی چیزیں تھیں لیکن وہ پہلے خیالات سے کس قدر مختلف تھیں! یہ نئی چیزیں جانی پہچانی نہیں تھیں۔ نہ ان کا ماضی سے کوئی تعلق تھا اس نے خود ان کو اختیار نہیں کیا تھا بلکہ وہ ایک ناقابل گریز حقیقت کی شکل میں ایک زلزلے کی مانند اچانک سامنے آگئی تھیں۔ ان نئی چیزوں میں جنگ بھی تھی، اپنی خونریزیوں اور دہشت انگیزیوں۔ اپنی تباہ کاریوں۔ بے گھری اور بربریت، اپنے مصائب اور آزمائشوں، اور اپنی عملی سوجھ بوجھ کے ساتھ جو اس سے حاصل ہوئی تھی۔ انہی چیزوں میں وہ اداس اور چھوٹے چھوٹے قصبے بھی تھے جہاں جنگ کا دھارا انہیں بہا کر لے جاتا ہے اور وہ لوگ بھی جو ان قصبوں میں بستے ہیں۔ اور انہی نئی چیزوں میں انقلاب بھی تھا۔ مفکروں کا سنہ ۱۹۰۵ء کا تخیلی انقلاب نہیں بلکہ یہ آج کا نیا تغیر جو جنگ کی پیداوار ہے۔ خونی ہے، بے رحمانہ، بہت محسوس فوجی انقلاب ہے جس کی قیادت پیشہ ور انقلابی یعنی بالشویک کر رہے ہیں۔ اور انہی نئے خیالات میں نرس انتی پووا کا خیال بھی شامل تھا جو جنگ کی وجہ سے خدا جانے کہاں بھٹکی پھر رہی تھی۔ جس کے ماضی کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتا تھا، جو کبھی کسی کو الزام نہیں دیتی تھی۔ جس کی خاموشی بجائے خود ایک شکایت تھی جو پر اسرار طریقہ پر کم گو واقع ہوئی تھی اور اپنی اس عادت پر سختی سے کاربند تھی۔ انہی خیالات میں یوری آندریے وچ کی یہ دیانت دارانہ کوشش بھی شامل تھی کہ وہ اس سے محبت نہ کرے۔ اگرچہ یہ کوشش بھی اتنی ہی پر عزم تھی جس طرح وہ زندگی بھر اس بات کی کوشش کرتا رہا کہ ہر ذی روح سے محبت کرے۔ نہ صرف اپنے گھر والوں اور دوستوں سے بلکہ تمام دوسرے لوگوں سے۔

ٹرین پوری رفتار سے چل رہی تھی۔ سامنے سے آنے والی ہوا کھلی ہوئی کھڑکی سے ڈبہ میں داخل ہو رہی تھی۔ ہوا سے یوری آندریے وچ کے بال بکھر گئے۔ اور ان میں مٹی بھر گئی۔ ہر اسٹیشن پر دن کی طرح رات کے وقت بھی مسافروں کی بھیڑ ٹرین کو گھیر لیتی تھی اور لیموں کے درخت سرسراتے رہتے۔ کبھی کبھی ٹھیلے یا بگھیاں کھڑکھڑاتی ہوئی تاریکی سے نکل کر اسٹیشن تک آتیں اور مختلف آوازیں اور پہیوں کی چرچراہٹ درختوں کی سرسراہٹ میں مدغم ہو جاتی۔ ایسے لمحات میں یوری آندریے وچ کو محسوس ہوتا کہ وہ یہ سمجھ سکتا ہے کہ رات میں یہ سائے کیوں سرسراتے اور سرگوشیاں کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے سرگوشیوں میں کیا باتیں کرتے ہیں اپنی نیند سے بوجھل پتیاں آہستہ آہستہ ہلاتی ہیں۔ بالکل لڑکھڑاتی توتلی زبانوں کی طرح۔ وہ اپنی سیٹ پر بے چین

نے کہ وہ یہیں بدلتا۔ وہ اسی چیز کے متعلق سوچ رہا تھا۔ روس میں بڑھتی ہوئی بے چینی اور گھبراہٹ کی خبروں کے بارے میں انقلاب کی خبروں کے بارے میں۔ روس کی مشکلات اور فیصلہ کن لمحات اور اس کی عظمت کے بارے میں۔

(۱۶)

ڈاکٹر کی آنکھ گیارہ بجے سے پہلے نہیں کھلی۔ پرنس پرنس اس کا ہم سفر آہستہ آہستہ لیٹے لیٹے کوئی ستار رہا تھا جو اس وقت بھونک رہا تھا۔ یوری آندرے وچ کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس وقت بھی ڈبہ میں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ کوئی دوسرا مسافر داخل نہیں ہوا تھا۔ اسٹیشنوں کے ناموں سے وہ بچپن ہی سے واقف تھا۔ وہ اب نکرگا کے صوبے سے نکل کر ماسکو کے صوبے میں داخل ہو چکے تھے۔ اس نے جنگ سے قبل کی مانند اطمینان سے منہ ہاتھ دھویا، شیو بنایا اور ناشتہ کے وقت تک ڈبہ میں واپس آگیا۔ اس کے عجیب و غریب ساتھی نے اسے ناشتے کی دعوت دی تھی جس پر اسے حیرت تھی۔ اب اس نے اسے زیادہ اچھی طرح دیکھا۔ اسے اس میں جو خاص بات نظر آئی وہ اس کا حد سے زیادہ باتونی پن اور بے چینی تھی۔ وہ باتیں کرنا پسند کرتا تھا جس سے اس کا مقصد خیالات کا اظہار یا تبادلہ خیالات نہیں بلکہ محض زبان ہلانا، الفاظ ادا کرنا اور آوازیں نکالنا تھا۔ باتیں کرتے وقت وہ اچھلتا۔ تب جیسے وہ اسپرنگ پر بیٹھا ہو۔ وہ بغیر کسی وجہ کے زور زور سے قہقہے لگاتا۔ اپنے ہاتھ تیزی سے رگڑتا اور جب یہ دونوں طریقے اس کی خوشی کا اظہار کرنے کے لئے ناکافی ہوتے تو وہ اپنے گھٹنوں پر ہاتھ مار کر اتنا ہنستا کہ اس کی آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے۔ اس کی گفتگو کا عام انداز گذشتہ رات جیسا ہی تھا۔ اس کی بات چیت بے جوڑ بے ربط تھی۔ کبھی وہ بغیر استفسار کے انتہائی رازداری کی باتیں کرتا اور کبھی نہایت سیدھے سادے سوالوں کے جواب تک نہیں دیتا تھا۔ اس نے اپنے متعلق بہت سی ناقابل یقین اور غیر متعلق باتیں بتائیں۔ غالباً اس نے تھوڑا بہت جھوٹ بولا۔ جس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اپنی انتہا پسندی کے ذریعہ اور تمام عام نظریات کو مسترد کر کے اس پر اثر ڈالنا چاہتا تھا۔

اس سے ڈاکٹر کو ایک ایسی چیز یاد آئی جس سے وہ ایک عرصے سے مانوس تھا۔ گذشتہ صدی میں مذہب و اخلاق کے منکروں نے ایسے ہی انتہا پسندانہ نظریات پیش کئے تھے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد دستوئیفسکی کے خصوصی کرداروں نے اسی نوعیت کے نظریات کا اظہار کیا اور پھر اس کے بعد حال ہی میں ان کے اخلاف یعنی صوبوں کے تعلیم یافتہ طبقوں نے بھی یہی نظریات پیش کئے۔ یہ لوگ دارالحکومتوں کے تعلیم یافتہ طبقوں سے

اکثر آتے رہتے تھے۔ کیونکہ انھیں ابھی تک ہر معاملہ میں بال کی کھال نکالنے کی عادت تھی۔ جبکہ دارالحکومت میں اس طریقہ کو متروک اور فیشن کے خلاف سمجھا جاتا تھا۔ نوجوان نے اسے بتایا کہ وہ ایک مشہور انقلابی کا بھتیجہ ہے۔ لیکن اس کے والدین بچے رجعت پسند تھے محاذ کے قریب ایک جگہ ان کی خاصی بڑی جاگیر تھی جہاں اس کی پرورش ہوئی۔ ساری زندگی اس کے والدین اور چچا کے درمیان شدید اختلاف رہا لیکن اسے چچا کو ان سے محبت نہیں ہے اور اب اس نے اپنے اثرات سے کام لے کر انھیں کافی پریشانیوں سے بچا لیا ہے۔ اس کے اپنے نظریات چچا کے نظریات سے ملتے جلتے تھے۔ اس باتونی شخص نے زداگو کو بتلایا کہ وہ ہر چیز میں خواہ زندگی ہو سیاست ہو یا آرٹ ہو انتہا پسند واقع ہوا ہے۔ اس سے ڈاکٹر کو دستوئیفسکی کے ایک کردار پیوتر ورخووینسکی کا خیال آیا ... بائیں بازو کے نظریات کا اتنا خیال نہیں جتنا کہ ہرزہ سرائی اور اتھلے پن کا ... "اب وہ مجھے بتلائے گا کہ وہ ایک مستقبل پسند ہے۔" اور پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا منتظر رہے۔ یوری آندریے وچ نے سوچا اور واقعی وہ جدید آرٹ کی باتیں کرنے لگے۔ "اب کھیل کود۔ ریس کے گھوڑوں۔ اسکیٹنگ۔ یا فرانسیسی طرز کی کشتی کی باتیں ہونگی۔" در گفتگو کا رخ شکار کی طرف ہو گیا۔ نوجوان اپنے آبائی علاقے میں شکار کھیلنے گیا تھا۔ اس نے ڈینگ ماری کہ وہ ایک اچھا نشانہ باز ہے اور اگر وہ اپنی جسمانی خامی کی وجہ سے فوج میں بھرتی ہونے سے نہ رہ گیا ہوتا تو اپنی نشانہ بازی کی دھاک بٹھا دیتا۔ زداگو کی سوالیہ نظروں کو سمجھتے ہوئے اس نے کہا "کیا! تم نے کچھ نہیں دیکھا؟ میرا خیال تھا کہ تم سمجھ گئے ہو گے کہ معاملہ کیا ہے!"

اس نے اپنی جیب سے دو کارڈ نکالے اور یوری آندریے وچ کو دیدیئے۔ ایک اس کا ملاقاتی کارڈ تھا اس کے دو نام تھے، وہ میکسیم آرسانوویچ کلنتوف پوگوریوشک یا صرف پوگوریوشک کہلاتا تھا۔ اس نے زداگو سے کہا کہ وہ اسے اسی نام سے مخاطب کرے جو اس نے اپنے چچا کے نام پر رکھا تھا۔

دوسرے کارڈ میں ایک جدول تھا جس میں چوکور خانے بنے ہوئے تھے۔ اور ان میں سے ہر ایک میں دو ہاتھ بنے ہوئے تھے جو مختلف طریقوں پہ ملے ہوئے تھے۔ اور ان کی انگلیاں مختلف طریقوں سے جڑی ہوئی تھیں۔ یہ گونگے بہروں کے لئے حروف تہجی تھے۔ اچانک ہر بات بالکل واضح ہو گئی۔ پوگوریوشک ہارٹ مین یا اسٹرد گریڈون کے اسکول کا ایک غیر معمولی قسم کا شاگرد تھا جو اپنے استادوں کے گلے کی نسیں دیکھ کر گفتگو کرنا اور سمجھنا سیکھ گیا تھا۔ ان تمام باتوں کو یکجا کرتے ہوئے جو اس نے اپنے وطن اور

شکار کے مشاغل کے متعلق بتاتی تھیں۔ ڈاکٹر نے کہا "اگر میری بات نامناسب ہو تو مجھے معاف کر دینا اب تمہیں مجھے بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیا زبوشینو کی جمہوریہ کے قیام سے تمہارا بھی کچھ تعلق تھا؟"

"لیکن تم نے یہ کیسے اندازہ لگایا.... کیا تم بلازیکو کو جانتے ہو؟ کیا میرا اس سے کوئی تعلق تھا؟ یقیناً تھا!" پوگوریوشک نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ اس نے ہنسنا شروع کر دیا۔ ادھر سے ادھر جھوما اور ہذیانی عالم میں اپنے گھٹنوں پر زور زور سے ہاتھ مارے۔ اور ایک مرتبہ پھر اس نے ایک طویل اور بعید از عقل گفتگو شروع کر دی۔ اس نے کہا کہ بلازیکو نے موقعہ فراہم کیا تھا اور اپنے نظریات پر عمل درآمد کرنے کے لئے زبوشینو نے جگہ فراہم کر دی۔ یوری آندریے وچ ان دونوں کے بارے میں اس کی تشریح کو نہیں سمجھ سکا۔ پوگوریوشک کا فلسفہ انارکسٹ نظریات اور شکاریوں کی بلند بانگ کہانیوں کا مرکب تھا۔ ہاتف غیبی کے سے پراطمینان انداز میں اس نے مستقبل قریب میں تباہ کن تغیرات کی پیشینگوئی کی۔ یوری آندریے وچ نے دل ہی دل میں اس سے اتفاق کیا کہ ایسا ہونا ناممکن نہیں تھا۔ لیکن یہ خیرہ دلچسپ لڑکا جس سکون کے ساتھ اور ذمہ دارانہ لب و لہجہ میں یہ پیشینگوئیاں کر رہا تھا۔ اس پر اسے غصہ آ گیا۔" ذرا ایک منٹ ٹھیرو" اس نے کسی قدر تامل سے کہا۔ "یہ صحیح ہے کہ یہ سب کچھ ہو سکتا ہے۔ لیکن مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت جو کچھ بھی ہو رہا ہے ــــ افراتفری، بدنظمی اور دشمن کا دباؤ ــــ اس کے پیش نظر یہ خطرناک قسم کے تجربات شروع کرنے کا وقت نہیں ہے۔ ایک نیا انقلاب لانے سے پہلے ملک کو ایک تغیر سے سنبھلنے کا موقعہ ملنا چاہیئے۔ ہمیں کم از کم اس وقت تک انتظار کرنا چاہیئے جب تک کہ نسبتاً امن و امان بحال نہ ہو جائے۔"

"یہ سادہ لوحی ہے۔" پوگوریوشک نے کہا۔ "جسے تم بدامنی کہہ رہے ہو۔ یہ محض ایک طبعی صورت حال ہے۔ اسی نظام کی جس کے تم حامی ہو۔ یہ تمام تباہی ایک وسیع تخلیقی منصوبہ کا قدرتی اور ابتدائی مرحلہ ہے۔ سوسائٹی کی درجہ بندی ابھی تک پورے طور پر ختم نہیں ہوئی ہے۔ اسے بالکل ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا چاہیئے۔ پھر ایک حقیقی انقلابی حکومت ان ٹکڑوں کو جوڑ کر ایک بالکل نئی بنیاد پر تعمیری کام شروع کرے گی۔"

یوری آندریے وچ نے بے چینی سی محسوس کی۔ وہ اٹھ کر باہر غلام گردش میں چلا گیا۔ ٹرین کی رفتار تیز ہو گئی تھی۔ اور اب وہ اسکو قریب آ رہا تھا۔ ٹرین صنوبر کے جنگلوں میں سے ہو کر گذر رہی تھی۔ جس میں جگہ جگہ ہوادار مکان بنے ہوئے تھے۔ چھوٹے چھوٹے بغیر چھت کے اسٹیشن جن پر چھٹیاں گذارنے والوں کی بھیڑ لگی ہوئی

دکھائی دیتی تھی۔ گزرتے جا رہے تھے۔ اور ٹرین ان اسٹیشنوں کو گرد و غبار کے بادلوں میں گھرا ہوا چھوڑ کر آگے بڑھ جاتی تھی۔ انجن بار بار سیٹی دے رہا تھا۔ اور اس کی آواز اس پاس کے جنگلوں میں گونج کر مدہم سی صدائے بازگشت کے طور پر سنائی دیتی تھی۔ اچانک گزشتہ چند دن کے اندر پہلی مرتبہ پوری آنند سے وہ یہ بات واضح طور پر سمجھ گیا کہ وہ کہاں ہے۔ اسے کیا ہو رہا ہے۔ اور ایک آدھ گھنٹے کے بعد کیا پیش آنے والا ہے۔

تبدیلیوں۔ نقل و حرکت۔ عدم تیقن اور تغیرات کے تین سال۔ جنگ۔ انقلاب اور تباہی کے مناظر۔ ہلاکت کے مناظر۔ گولہ باری۔ پلوں کا دھماکوں کے ساتھ اڑنا۔ آگ۔ کھنڈرات — یہ سب کچھ اچانک ایک بہت بڑے خیالی اور بے معنی خلا میں گم ہو گئے۔ اس طویل انتظار کے بعد پہلا یہ حقیقی واقعہ تیز رفتار ٹرین میں اس کا یہ سفر تھا۔ یہ چیز کہ وہ اپنے گھر کے نزدیک پہونچ رہا تھا۔ جو صحیح سلامت تھا۔ جس کا وجود ابھی تک قائم تھا اور جس کا ایک ایک پتھر اسے عزیز تھا۔ یہی حقیقی زندگی بامعنی تجربہ، تمام کاوشوں کا اصل مقصد تھا۔ یہی وہ چیز تھی جو آرٹ کا مقصد تھا — اپنے گھر کو مراجعت اہل خاندان کے پاس دوبارہ آمد۔ ان کو پا لینا ایسا تھا جیسے خود کو پا لیا۔ حقیقی زندگی کے وجود کو پا لیا۔

جنگلات پیچھے رہ گئے تھے۔ ٹرین پتھروں سے بنی ہوئی سرنگ سے باہر کھلے میدان میں نکلی۔ ایک ڈھلوان میدانی نشیب سے ابھر کر ایک وسیع پہاڑی کی طرف جاتی دکھائی دیتی۔ اس میدان میں آلو وغیرہ کے کھیت تھے۔ ان سے پرے پہاڑی کی چوٹی پر غیر دلچسپ قسم کے ڈھانچے تھے۔ میدان کے دوسری طرف بل کھاتی ہوئی ٹرین سے آگے ایک زرد سا بادل آدھے آسمان پر چھایا ہوا تھا۔ سورج کی کرنیں اس میں سے ہو کر گذر رہی تھیں۔ اور پنکھے کی تیلیوں کی طرح پھیل گئی تھیں۔ اچانک بادلوں سے گرم اور تیز بارش ہونے لگی جو سورج کی روشنی میں چمک رہی تھی۔ بارش تیزی سے ہو رہی تھی۔ اور بارش کے قطروں کی ٹپ ٹپ تیز رفتار ٹرین کی آواز سے مقابلہ کر رہی تھی کہ کہیں وہ گاڑی سے پیچھے نہ رہ جائے۔ ڈاکٹر کو یہ معلوم بھی نہ ہو سکا کہ نجات دہندہ یسوع مسیح کا گرجا پہاڑ کے سرے پر کب نظر آنے لگا۔ اور ایک ہی منٹ بعد شہر کے گنبد، چمنیاں، چھتیں اور مکانات بھی دکھائی دینے لگے۔

" ماسکو! " اس نے ڈبے کے اندر واپس آتے ہوئے کہا۔ " اب تیار ہو جانا چاہئے۔ " یوگورڈ یشک اچھل

کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنے شکاری تھیلے کو ٹٹول کر دیکھا۔ اور ایک موٹی سی مرغابی نکالی۔ "یہ لو" اس نے کہا "یادگار کے طور پر۔ مجھے ایسی دلچسپ صحبتیں بہت کم نصیب ہوتی ہیں۔" زداگو کے انکار کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ آخر میں اس نے کہا۔ "اچھا ٹھیک ہے میں اسے اپنی بیوی کے لئے تمہاری طرف سے تحفے کے طور پر قبول کرتا ہوں۔"

"بہت خوب، شاندار۔ بہت خوب۔ تمہاری بیوی۔" وہ بار بار خوش ہو کر کہتا رہا جیسے کہ اس نے یہ لفظ پہلی مرتبہ سنا ہو۔ اس نے اتنی اچھل کود مچائی اور قہقہے لگائے، کہ کتا پرنس بھی کود کر باہر آگیا اور خوشی کے اس مظاہرے میں اس کے ساتھ شامل ہو گیا۔

ٹرین اسٹیشن پر پہونچ کر رک گئی۔ ڈبہ میں اندھیرا چھا گیا۔ گونگے بہرے نوجوان نے جنگلی مرغابی جو کسی چھپے ہوئے پوسٹر کے پھٹے ہوئے ورق میں لپٹی ہوئی تھی۔ اس کی طرف بڑھا دی۔

---

# ماسکو کا مورچہ

ٹرین میں ژواگو نے محسوس کیا تھا کہ صرف ٹرین حرکت میں ہے اور وقت ساکت ہے۔ اس کا اندازہ تھا کہ یہ دن بھر کا وقت ہے لیکن جب وہ گاڑی سے اتر کر بگھی میں سوار ہونے کے بعد اسموینسکی اسکوئر کے گنجان آباد علاقہ سے گذر رہا تھا تو سورج غروب ہونے والا تھا۔ کئی سال بعد جب ڈاکٹر نے اس دن کو یاد کیا تو وہ اس کشمکش و پیچ میں مبتلا رہا کہ آیا یہ اس کا حقیقی تاثر تھا یا بعد کے تجربات سے بدل گیا کہ اس وقت مارکیٹ میں جو لوگ جمع تھے وہ عادتاً وہاں آ گئے تھے۔ ورنہ ان کے وہاں آنے کا کوئی جواز نہ تھا۔ کیونکہ تمام دکانیں خالی پڑی تھیں اور ان میں تالے تک نہیں ڈالے گئے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس پورے چوک میں خرید و فروخت کے لئے کچھ بھی تو موجود نہیں تھا۔ یہ سارا علاقہ غلاظت کا ڈھیر بنا ہوا تھا جہاں عرصہ سے صفائی تک نہیں ہوئی تھی۔ ژواگو کو یاد تھا کہ اس وقت اس نے خاموش۔ دوسروں سے شرم و ندامت محسوس کرتے ہوئے دبلے پتلے۔ اور خوش پوش معمر مردوں اور عورتوں کو سکڑے ہوئے دیواروں کے ساتھ چمٹے ہوئے کھڑے دیکھا۔ یہ لوگ خاموشی کے ساتھ وہ اشیاء فروخت کرنا چاہتے تھے جن کا کوئی خریدار نہ تھا جن کی کسی کو ضرورت نہ تھی۔ ان چیزوں میں مصنوعی پھول چینی کے ڈھکن والے گول سے کافی کے برتن۔ کالی جالی کے شام کے لباس۔ اور ان دفتروں کی وردیاں شامل تھیں جو اب ختم ہو چکے تھے۔ نچلے درجے کے لوگ گھٹیا قسم کی سیاہی مائل روٹیاں جن کا راشن تھا۔ گیلی شکر۔ اور اوٹ پٹانگ قسم کا تمباکو فروخت کر رہے تھے۔ ان چیزوں کی بہت مانگ تھی۔ کیونکہ سارے مارکیٹ میں ہر قسم کی اشیاء برائے فروخت موجود تھیں مگر دکانوں میں نہیں۔ اور

ہر فروخت کے بعد ان چیزوں کی قیمتوں میں برابر اضافہ ہو رہا تھا۔ زواگو کی گاڑی ایک کھٹکے چوکت ایک تنگ گلی میں داخل ہوئی۔ ان کے پیچھے سورج جو غروب ہو رہا تھا ان کی کمر کو قدرے حدت پہنچا رہا تھا ان کے آگے ایک تیز رفتار گھوڑا ایک ٹھیلے کو کھینچے لئے جا رہا تھا جو خالی ہونے کی وجہ سے بری طرح اچھل رہا تھا۔ اور اس ٹھیلے کے پیچھے گرد و غبار کا ایک بادل تھا جو ساری گلی میں پھیلتا جا رہا تھا۔ آخرکار زواگو کی گاڑی اس ٹھیلے سے آگے نکل گئی جس نے اس کا راستہ روک رکھا تھا۔ اب گاڑی کی رفتار پہلے سے تیز ہو گئی۔ سڑکوں کے کناروں اور خود سڑکوں پر پرانے اخباروں۔ دیواروں سے پھاڑے ہوئے پوسٹروں اور مکانوں کے گرد کی گئی ہوئی حد بندیوں اور جھاڑیوں کے ڈھیر دیکھ کر زواگو حیران رہ گیا۔

ہوا ان چیزوں کو ایک طرف اڑا لیجاتی اور مویشیوں کے کھروں۔ گاڑیوں کے پہیوں اور کسانوں کے قدموں سے یہ دوسری طرف چلے جاتے۔ کئی چوراہوں سے گذرنے کے بعد ڈاکٹر کا گھر آگیا اور گاڑی رک گئی۔

یوری آندرے وچ جب گاڑی سے اترا تو مارے جوش کے اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ وہ مکان کے دروازے پر آیا اور زور سے گھنٹی بجائی اور ابھی وہ گھنٹی بجا ہی رہا تھا کہ اس کی بیوی انتونینا الگزینڈرونا نے دروازہ کھولا۔ دروازے کے دونوں پٹ کھولتے ہوئے اس نے اپنے دونوں بازو پوری طرح پھیلا رکھے تھے۔ دونوں کی یہ ملاقات اتنی غیر متوقع تھی کہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر چیخے مگر دونوں میں سے کسی نے بھی دوسرے کی آواز نہیں سنی۔ لیکن جلد ہی دونوں سنبھلے اور بے قراری کے ساتھ بغلگیر ہو گئے اور تھوڑی دیر بعد مدت کے بعد ملنے والے میاں بیوی آپس میں محوِ گفتگو تھے۔ زواگو نے پوچھا "پہلے یہ بتاؤ۔ سب ٹھیک ہے نا۔؟"

"ہاں ہاں۔ کوئی فکر کی بات نہیں۔ میں نے تمھیں بہت سے الٹے سیدھے خط لکھے ہیں جن کے لئے میں معافی چاہتی ہوں۔ لیکن اس موضوع پر ہم بعد میں بات کریں گے۔ تم نے اپنی آمد کا تار کیوں نہیں دیا؟ مارکل تمھارا سامان گاڑی سے اوپر لے آئیگا۔ میرا خیال ہے ملازمہ اگیروونا نے جو تمھارے آنے پر دروازہ نہیں کھولا اس پر تمھیں مزید پریشانی ہوئی ہوگی۔ وہ گاؤں گئی ہوئی ہے۔"

"ارے تم دبلی ہو گئی ہو۔ مگر کتنی جوان اور خوبصورت دکھائی دیتی ہو۔ ذرا ایک منٹ ٹھہرو۔ میں گاڑی والے کو پیسے دے آؤں۔"

"اگیروونا ذرا آٹا لینے گاؤں گئی ہے۔ دوسرے ملازموں کو میں نے الگ کر دیا ہے۔ اب نہ

ایک ملازمہ نوشارہ نئی ہے جس سے تم واقف نہیں ہو۔ یہ لڑکی ہمارے بیٹے ساشینکا کی نگہداشت کرتی ہے بس اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ ہم نے سب سے کہدیا تھا کہ تم آنے والے ہو۔ گورڈن۔ ڈوروف اور دوسرے سب دوست تمھارا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔"

"ارے یہ تو بتاؤ۔ ہمارا بیٹا ساشینکا کیسا ہے؟"

"خدا کے فضل سے وہ بالکل ٹھیک ہے۔ ابھی سو کر اٹھا ہے مگر تم گاڑی سے گرد و غبار میں لت پت اترے ہو۔ ابھی تک نہائے دھوئے بھی نہیں۔ ورنہ ابھی جا کر اپنے بیٹے کو دیکھ لیتے۔"

"کیا تمھارے والد گھر پر ہی ہیں؟"

"ارے تو کیا تمھیں ان کے متعلق کسی نے کچھ نہیں لکھا؟ وہ میونسپل کونسل کے چیرمین ہیں اور صبح سے شام تک وہیں رہتے ہیں۔ ہاں۔ ہاں۔ تم یقین نہیں کرتے کیا؟ ارے مارکل۔ مارکل۔ بگھی والے کا حساب چکتا کر دیا یا نہیں؟"

یہ لوگ عین سڑک کے بیچوں بیچ کھڑے تھے اور بگھی کی ٹوکری اور سوٹ کیس نے راستہ روک رکھا تھا راہگیر جب وہاں سے مڑ کر گذرتے تو ان کو سر سے پاؤں تک دیکھتے اور پھر گھر کے دروازے کو۔ کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے۔ مارکل دوڑا ہوا اپنے نوجوان آقا کے استقبال کے لئے دروازہ سے آ رہا تھا۔ اس نے سوتی قمیص پر واسکٹ پہن رکھی تھی۔ اور فیتوں والی اپنی ٹوپی اس کے ہاتھ میں تھی۔ وہ چیختا ہوا آ رہا تھا "اے خدا کی قدرت کے قربان جاؤں۔ یہ تو ہمارا یوروچکا ہے۔ یہ تو ہمارا ننھا عقاب ہے۔ یوری آندرے وچ۔ ہماری آنکھوں کا نور۔ تم ہمیں اور ہماری دعاؤں کو نہیں بھولے۔ آخر تم گھر آ ہی گئے۔" اس نے ایک اجنبی کو جو کھڑا ہوا گھور رہا تھا ڈانٹ کر کہا "اور آپ کو کیا چاہئیے۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ یہاں کیا کھڑے گھور رہے ہو۔"

"مارکل تم کیسے ہو؟ آؤ مجھ سے بغلگیر ہو جاؤ۔ اے سنکی ٹوپی تو پہن لو۔ اور سناؤ کیا نئی تازہ خبر ہے؟ تمھاری بیوی کیسی ہے۔ لڑکیوں کا کیا حال ہے؟"

"حال کیا ہوتا۔ خدا کا شکر ہے۔ جی رہی ہیں جہاں تک خبروں کا تعلق ہے سو ان کا تمہیں بھی بخوبی علم ہے۔ تم جب محاذ پر مصروف تھے تو ہم بھی یہاں خالی نہیں بیٹھے رہے۔ ان لوگوں نے سخت گڑبڑ مچا کر رکھ دی۔ عجیب افراتفری رہی۔ یہ شیطان ذرا بھی کوئی معاملہ نہیں سنبھال

سکے۔ سڑکوں کی صفائی نہیں۔ چھتوں کی مرمت کا تو ذکر ہی کیا۔ مکانوں پہ رنگ و روغن غائب۔ اور پیٹ خالی۔ یہ تھا واقعی امن و امان ــــ جیسے کہ ان لوگوں کا کہنا ہے۔ نہ کچھ لیا اور نہ دیا۔"

انتونینا جل بھن کر بولی: "مارکل یہ کیا تقریر ہو رہی ہے۔ یوروچکا! یہ ایسی ہی تقریریں کرتا ہے۔ میں اس کی یہ حماقت برداشت نہیں کر سکتی۔ یہ اس غلط فہمی میں ہے کہ تمھیں اس کی باتیں پسند ہیں لیکن یہ بڑا چالاک ہے۔ اچھا! اچھا! مارکل۔ مجھ سے بحث تو کرو نہیں۔ میں تمھیں خوب جانتی ہوں۔ بہت گہرے ہو مارکل۔ بعض وقت تو بہت ہوشمند بنتے ہو۔ تمھیں معلوم ہے نا آخر کہ ہم کیسے لوگ ہیں۔" اس کے بعد یہ لوگ مکان میں چلے گئے۔ مارکل نے ڈاکٹر کا سامان اندر لے جانے کے بعد دروازہ بند کیا اور بولا۔

"انتونینا الیگزینڈروونا بہت ناراض ہے۔ تم نے سن لیا نا اس نے مجھے کیا کہا ہے۔ ہمیشہ یونہی ہوتا ہے۔ یہ کہتی ہے کہ مارکل۔ تم دل کے اتنے ہی کالے ہو جتنا کہ اسٹوو پائپ ہوتا ہے۔ کہتی ہیں آج کل تو ہر بچہ۔ حتیٰ کہ ہر قسم کے شکاری اور دوسرے پالتو کتے بھی جانتے ہیں کہ کون کیا ہے۔ ہاں نا یہ سب درست ہے لیکن یوروچکا۔ تم مانو یا نہ مانو جن کو علم ہے انھوں نے میتن کی پیشگوئیوں کی کتاب دیکھی ہے۔ یوروچکا یہ ایکسو چالیس سال پرانی بات ہے لیکن میری یہ طے شدہ رائے ہے کہ ہمیں بلا قیمت یا اونے پونے داموں فروخت کر دیا گیا ہے۔ تم خود دیکھ لو۔ انتونینا مجھے اشارے کر رہی ہے وہ چاہتی ہے کہ میں چلا جاؤں۔"

"ارے تم حیران ہو۔ مارکل بس بہت ہو گیا۔ سامان رکھ دو۔ تمھارا بہت بہت شکریہ۔ اگر یوری آندریے وچ کو کسی چیز کی ضرورت ہوگی تو وہ تمھیں بلا لے گا۔"

(۲)

"آخر کار ہمیں اس سے نجات مل گئی۔ خیر خیر۔ اگر تم چاہو تو اس کی تقریریں سن سکتے ہو لیکن میں اتنا بتا دوں کہ یہ سب گپ شپ ہی ہے۔ تم اس سے باتیں کرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ یہ سیدھا سادھا دیہاتی ہے۔ لیکن یہ خاموشی کے ساتھ اپنے چاقو کو دھار پہ رکھ رہا ہے۔ ابھی غالباً یہ فیصلہ نہیں کر سکا کہ یہ چاقو کس پہ چلے گا۔ بہت بھولا بنتا ہے۔" ڈاکٹر نے بیوی کو سخت غصے میں دیکھ کر کہا "اب تم تو نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچ گئیں۔ اصل قصہ یہ ہے کہ اس نے شراب بہت پی

رکھی ہے۔"

"لیکن میں کہتی ہوں وہ ہوش میں کب ہوتا ہے۔ ذرا بتاؤ تو سہی۔ میں تو اس سے عاجز آچکی ہوں ۔۔۔ مجھے تو یہ فکر ہے کہ اس سے پہلے کہ تم اسے جاکر دیکھو ساشنکا کہیں پھر نہ سو جائے۔ اگر گاڑیوں پر ٹائفس کا مرض نہ ہوتا ۔۔۔ مجھے امید ہے تم تو جوئیں لے کر نہیں آئے ہوگے۔

"میرا خیال ہے میں محفوظ ہوں۔ میں نے آرام سے سفر کیا ہے جیسے جنگ سے پہلے ہوتا تھا اس وقت میں سرسری طور پر غسل کر لیتا ہوں بعد میں اطمینان کے ساتھ نہالوں گا۔ لیکن غسلخانے کدھر سے جاؤں؟ کیا اب ڈرائنگ روم کا رستہ بند ہو گیا ہے؟" ۔۔۔ "اوہ۔ ہاں تمہیں خبر نہیں۔ میں نے اور والد نے بہت غور و خوض کے بعد نچلی منزل کا ایک حصہ زرعی اکیڈمی کو دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ سردیوں میں اتنے بڑے مکان کو گرم رکھنا بہت مشکل ہے۔ اور اوپر کی منزل بھی بہت بڑی ہے۔ لہٰذا یہ بھی ہم نے انہی لوگوں کو پیش کر دی ہے۔ ابھی انھوں نے اس پر پورا قبضہ تو نہیں کیا تاہم انھوں نے اپنی لائبریری۔ جڑی بوٹیوں اور پودوں کا شعبہ اور بونے کے بیجوں کا ذخیرہ یہاں منتقل کر دیا ہے۔ مجھے امید ہے ہم چوہوں سے بچے رہیں گے۔ اصل میں یہ تمام چیزیں اناج ہی سے تو متعلق ہیں لیکن اس وقت تک ان لوگوں نے کمروں کو بالکل صاف ستھرا رکھا ہے۔ ہاں ایک بات اور یاد آئی۔ اب ہم "کمرہ یا کمروں" کے الفاظ استعمال نہیں کرتے۔ بلکہ اسے "رہائش گاہ" کہا جاتا ہے۔ ادھر آؤ۔ ابھی یہ نقشہ تمھاری سمجھ میں نہیں آیا۔ ہم عقبی زینہ سے اوپر جاتے ہیں۔ سمجھے یا نہیں۔ میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ میں سب کچھ بتا دوں گی۔"

"میں خوش ہوں کہ تم نے وہ کمرے چھوڑ دیئے۔ میں جس ہسپتال میں کام کر کے آیا ہوں وہ بھی ایک پرائیویٹ مکان میں تھا۔ اس میں بیشمار کمرے تھے اور اس میں جگہ جگہ ابھی تک لکڑی کا خوبصورت فرش موجود تھا۔ مسہریوں پر گملوں میں سے کیلے کے بڑے بڑے پتے اس طرح جھومتے تھے جیسے بھوت پریت کا سایہ۔ اور محاذ سے آنے والے زخمی تو بعض اوقات اسے دیکھ کر مارے ڈر کے چیخنے لگتے تھے۔ اور سوتے سے اٹھ بیٹھتے تھے۔ اصل قصہ یہ ہے کہ یہ لوگ صحت مند نہیں تھے۔ گولہ باری کے صدمے سے ان کے دماغ بری طرح متاثر تھے اور آخر ہم نے ان کے بستروں کے قریب سے ان گملوں کو ہٹوا دیا۔

میرا مطلب یہ ہے کہ امیر لوگ جس طرح رہتے تھے اس میں بہت سی باتیں غیر صحت مندانہ ضرور تھیں - ان کی زندگی میں بہت سی چیزیں غیر ضروری ہوتی تھیں - فرنیچر کی زیادتی - کمروں کی زیادتی - اور نفاستِ جذبات و تقریر کی زیادتی - میں خوش ہوں کہ ہم کم کمرے استعمال کر رہے ہیں ہمیں ابھی کچھ اور کمرے چھوڑ دینے چاہئیں ۔"

"یہ پارسل سا کیا ہے جو تم لائے ہو - اس میں سے کوئی چیز باہر نکلی ہوئی ہے کسی پرندے کی چونچ معلوم ہوتی ہے - ارے بطخ ہے - کتنی پیاری - جنگلی بطخ - لیکن تم کہاں سے لائے ؟ مجھے اپنی آنکھوں پر اعتبار نہیں آتا - آجکل تو یہ چیز سونے میں تولنے کے قابل ہے ۔"

"ٹرین میں کسی نے مجھے بطور تحفہ پیش کی تھی - پوری کہانی بعد میں سناؤں گا - یہ بڑا طویل قصہ ہے لو لو - اسے کہاں رکھوں - باورچی خانہ میں ؟"

"میں نیوشا کو ابھی نیچے بھیجتی ہوں - وہ اسے صاف کرے گی اور اس کے پر و بال کھینچے گی - لوگ کہتے ہیں اب کے جاڑا قیامت کا ہوگا - شدید ترین سردی کے ساتھ زبردست قحط بھی پڑے گا ۔"

"ہاں - ہر جگہ لوگ یہی کہہ رہے ہیں - میں ٹرین کی کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے سوچ رہا تھا --- دنیا میں پرامن گھریلو زندگی اور کام سے زیادہ قیمتی اور کوئی چیز نہیں ہے - ہمارے قبضہ میں اس کے علاوہ اور رہ ہی کیا ؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی اکثریت کے لئے بڑا دقت آنے والا ہے بہت سے لوگ مصیبت سے بچنے کے لئے یہاں سے بھاگ رہے ہیں وہ جنوب میں کاکیشیا یا اس سے بھی آگے چلے جانا چاہتے ہیں - لیکن میں ایسا نہیں کروں گا ایک باشعور آدمی کو اپنے ملک کے بھلے برے میں برابر کا شریک رہنا چاہیئے - میرے لئے تو یہ اور بھی ضروری ہے - لیکن تمھاری بات دوسری ہے - کاش تم ان مصائب سے بچی ہو میں تمھیں کسی محفوظ مقام غالباً فن لینڈ بھیج دینا چاہتا ہوں - لیکن اگر ہم اس طرح ہر قدم پر آدھ آدھ گھنٹہ کھڑے گپیں ہانکتے رہے تو شاید اپنی منزل تک کبھی نہیں پہنچ سکیں گے ۔"

"ذرا ایک منٹ ٹھہرو - میں تمھیں یہ تو بتانا بھول ہی گئی - تمھارے لئے ایک خبر ہے - تمھارے ماموں نکولائی نکولائیوچ واپس آگئے ہیں ۔"

"کیا کہا - کیا کہا - نکولائی - نکولائی ورنج - یہاں ؟"

"ہاں - ہاں ماموں کولیا"

"تونیا! کیا کہہ رہی ہو - ؟ کیا واقعی ؟ مجھے تو یقین نہیں آتا!"

"لیکن یہ بالکل صحیح ہے - وہ سوئٹزرلینڈ میں تھے - یہاں پہنچنے کا سیدھا راستہ بند تھا تو وہ لندن اور فن لینڈ کا چکر کاٹ کر یہاں پہنچے ہیں"

"تونیا - یہ مذاق تو نہیں - ؟ کیا واقعی تم نے اسے دیکھا ہے - وہ کہاں ہے ؟ کیا ہم اس سے فوراً مل سکتے ہیں"

"اتنے بے صبرے نہ بنو - وہ گاؤں میں کسی کے ساتھ ٹھہرا ہوا ہے اور کل یا پرسوں تک آنے کا وعدہ کیا تھا - وہ بالکل بدلا ہوا انسان ہے - تمھیں مایوسی ہوگی - یہاں آتے ہوئے وہ پیٹرزبرگ آیا ٹھہر اور پورا بالشویک بن گیا - میرے ابا تو اس سے بحث کرتے کرتے چیخ اٹھتے ہیں - لیکن ہم یہ چلتے چلتے ہر ہر قدم پہ رک کیوں جاتے ہیں - چلو چلیں - ہاں - تو تم نے بھی سنا ہے کہ آگے چل کر مصیبت آنے والی ہے - حالات خطرناک ہیں اور نہ جانے کیا ہونے والا ہے"

"ہاں خیال تو یہی ہے - لیکن پھر بھی کیا ہوا ؟ ہم نمٹ لیں گے - کوئی قیامت تو نہیں آجائے گی دوسروں کی طرح ہم بھی دیکھتے ہیں - انتظار کرتے ہیں - دیکھو کیا ہوتا ہے"

"لوگ کہتے ہیں سردی سے بچنے کے لئے اور گھروں کو گرم رکھنے کے لئے جلانے کی لکڑی نہیں ملے گی - پانی نہیں ملے گا - روشنی نہیں ملے گی - سکہ ختم کر دیا جائے گا - کہیں سے کسی قسم کا سامان نہیں آئے گا - دیکھو ہم چلتے چلتے پھر رک گئے - ادھر دیکھو - سنا ہے اربات میں لوہے کے بہت عمدہ چولھے ملتے ہیں - بہت چھوٹے ہیں - ایک اخبار جلا کر اس میں کھانا پک سکتا ہے - مجھے پتہ معلوم ہے - اس سے پہلے کہ یہ ختم ہو جائیں ہمیں ایک چولھا ضرور خرید لینا چاہیئے"

"ہاں ٹھیک ہے - چولھا ضرور خریدنا چاہیئے - لیکن ماموں کولیا - میری سمجھ میں نہیں آتا"

"پہلے میری بات سن لو - ہم بالائی منزل کے ایک کونے میں دو تین کمرے ایک ساتھ رکھیں گے جو ایک دوسرے سے ملحق ہیں - اور ان میں باہم آمد و رفت ہو سکے گی - ہم یہ کمرے والد - ساشنکا - نیوشا اور اپنے لئے رکھیں گے - اور باقی کے تمام کمرے چھوڑ دیں گے - پارٹیشن

ڈال کر اپنا الگ دروازہ نکال لیں گے۔ اور اس طرح یہ ایک بالکل الگ تھلگ فلیٹ بن جائے گا۔ سونے کے کمرہ میں ہم لوہے کا بڑا چولھا رکھ دیں گے اور دھواں نکلنے کے لئے اس کا پائپ کھڑکی تک لے جائیں گے۔ کپڑے دھونے۔ کھانا پکانے اور مہمانوں سے ملنے اور انھیں کھلانے پلانے کا سارا کام اسی کمرہ میں ہوگا۔ اس طرح ہم کم سے کم ایندھن سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں گے۔ اور کون جانے۔ خدا نے چاہا۔ ہم اسی طرح سردی کا موسم بخیریت گذار دیں گے۔"

"ہاں ہاں۔ ضرور۔ تمھاری اسکیم بہت مناسب ہے۔ اور دیکھو۔ ہم ذرا ایک چھوٹی سی دعوت بھی کریں گے۔ بطخ کا گوشت بنے گا اور ہم ماموں کولیا کو بھی بلائیں گے۔"

"بہت خوب۔ میں گمرذن سے کہوں گی۔ وہ کچھ شراب لے آئے گا۔ نہ جانے وہ کسی لیبارٹری وغیرہ سے شراب لے ہی آتا ہے دیکھو۔ یہ ہے وہ کمرہ جس کے بارے میں میں سوچ رہی تھی۔ اچھا سوٹ کیس رکھدو اور ذرا جا کر اپنی ٹوکری لے آؤ۔ ہم دُدروف اور شورا شلیسنگر کو بھی اس پارٹی میں بلا لیں گے۔ تمھیں تو کوئی اعتراض نہیں ہے نا! میرا خیال ہے تم غسلخانہ کو تو نہ بھولے ہوگے کہ کہاں ہے؟ ذرا جراثیم کش دوائی چھڑک لینا۔ میں ساشینکا کے پاس جا رہی ہوں اور نیوتا کو نیچے بھیجتی ہوں۔ جب ہم تیار ہو جائیں گے تو تمھیں بلا لیں گے۔"

(۳)

ماسکو میں زواگو کے لئے اہم ترین چیز اس کا ننھا منا بیٹا تھا۔ ساشینکا کی پیدائش کے تقریباً ساتھ ہی زواگو کو فوج میں جبری طور پر بھرتی کر لیا گیا تھا لہٰذا بیٹا باپ سے قطعی ناواقف تھا۔ ایک دن جب تونیا ابھی زچہ خانہ ہی میں تھی تو وہ یونیفارم پہنے اپنی بیوی سے ملنے گیا تھا کیونکہ وہ ماسکو سے روانہ ہونے والا تھا۔ جب وہ ہسپتال پہنچا تو بچوں کو دودھ پلانے کا وقت تھا لہٰذا اسے اندر جانے کی اجازت نہ مل سکی۔ وہ ویٹنگ روم میں بیٹھ گیا۔ زچہ خانہ کے پار کے راستہ سے آگے نرسری سے دس بارہ بچوں کے ایک ساتھ رونے اور چیخنے کی آوازیں سنائی دیں۔ دالان میں کئی نرسیں بھاگتی ہوئی آئیں تاکہ نوزائیدہ بچوں کو ہوا نہ لگ جائے۔ یہ بچوں کو ہر طرف سے لپیٹے ان کی ماؤں کے پاس اس طرح لے جا رہی تھیں جیسے بازار سے سامان خریدنے کے بعد لوگ اپنی بغلوں میں بنڈل دبا کر چلتے ہیں۔ تمام بچے ایک ساتھ واں۔ واں۔ کر رہے تھے۔ اس طرح کہ گویا ان کا دن بھر یہی کام ہو لیکن

ان میں ایک آواز دوسری آوازوں سے بالکل نمایاں تھی۔ تھی تو یہ بھی "واں واں" اور اسمیں دوسروں کی زیادہ تکلیف کا اظہار بھی نہیں تھا لیکن یہ آواز قدرے بھاری تھی، معلوم ہوتا تھا کہ یہ بچہ احساس فرض کے طور پر نہیں بلکہ دانستہ مخالفت کی وجہ سے رو رہا ہے۔

یوری آندرے وِچ پہلے ہی فیصلہ کر چکا تھا کہ وہ اپنے خسر کے اعزاز میں اس بچہ کا نام الیگزینڈر رکھے گا۔ اس نے یہ بھی محسوس کیا تھا کہ کچھ بھی ہو جس بچہ کی آواز دوسروں سے نمایاں تھی وہ اس کے بیٹے کی آواز ہی تھی۔ غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ چیخ اپنی خصوصیات رکھتی تھی اور ایک خاص انسان کے مستقبل اور اس کی شخصیت کا پتہ دیتی تھی۔ یوری نے سوچا کہ اس آواز میں ایک خاص چیز ہے جس میں الیگزینڈر کا نام بھی شامل تھا۔ اور اس کا خیال غلط نہیں نکلا۔ بعد میں اسے پتہ چلا کہ یہ واقعی اس کے بیٹے ساشینکا کی آواز تھی۔ اپنے بیٹے کے بارے میں اسے یہ پہلی بات معلوم ہوئی۔ دوسری چیز وہ تصویریں تھیں جو تونیا نے اسے محاذ جنگ پر بھیجی تھیں۔ ان میں ایک خوش و خرم۔ خوبصورت۔ موٹا تازہ بچہ دکھایا گیا تھا جس کا منہ کیوپڈ کی کمان جیسا تھا۔ ایک ٹانگ آگے ایک پیچھے کئے وہ کمبل پر کھڑا تھا اور مٹھیاں بھینچ کر اپنے اوپر اٹھا رکھی تھیں جیسے کسانوں کا ناچ ناچ رہا ہو۔ اس وقت ساشینکا کی عمر ایک سال تھی اور وہ قدم اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اب۔ وہ دو سال کا تھا اور باتیں کرنے لگا تھا۔

یوری آندرے وِچ نے سوٹ کیس اٹھا کر کھڑکی کے قریب تاش کی میز پر رکھا اور اس میں سے سامان نکالنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ پہلے اس کمرہ میں کیا تھا؟ دماغ پر زور ڈالنے سے بھی اسے یاد نہیں آیا۔ اس نے سوچا کہ شاید تونیا نے اس کمرہ کا فرنیچر بدل دیا ہے یا دیوار کا آرائشی کاغذ یا پھر اس کی پوری آرائش نئے سرے سے کی گئی ہے۔ اس نے شیو کا سامان نکالا۔ عین اسی وقت کھڑکی کے بالکل سامنے چرچ کے ستون اور مینار کے درمیان چودھویں کا چاند طلوع ہوا اور جب اس کی کرنیں سوٹ کیس میں سب سے اوپر رکھی ہوئی کتابوں اور کپڑوں پر پڑیں تو سارے کمرہ میں روشنی بالکل ہی بدل کر رہ گئی اور اس نے محسوس کر لیا کہ وہ کہاں ہے۔ یہ کمرہ کسی زمانہ میں تونیا کی والدہ اینا ایوانونا کا گودام تھا جہاں وہ ٹوٹی ہوئی کرسیاں۔ میزیں اور پرانے اخبارات رکھا کرتی تھی۔ یہاں وہ اپنے خاندان کی یادگار پرانی چیزیں رکھتی اور گرمیوں میں موسم سرما کے گرم کپڑوں کے صندوق۔ اس کی زندگی میں اس کمرہ کے ایک کونہ میں کباڑ کا ڈھیر چھت تک لگا ہوا تھا اور بچوں کو اس میں جانے کی

ممانعت تھی۔ صرف کرسمس یا ایسٹر کے موقع پر جب کہ بیشمار بچے پارٹیوں میں شرکت کیلئے آتے اور اوپر کی پوری منزل بچوں کے لئے کھول دی جاتی اس وقت اس کمرہ کا تالا بھی کھولا جاتا اور بچے یہاں چور ڈاکو کا کھیل کھیلتے۔ میزوں وغیرہ کے نیچے چھپتے۔ اور اپنے چہروں پر سیاہی ملتے۔

ڈاکٹر کھڑا ہوا یہ سب باتیں سوچ رہا تھا اور پھر ہال کمرہ سے اپنی بید کی ٹوکری اٹھانے کے لئے عقبی زینہ سے نیچے اتر گیا۔ باورچی خانہ میں نیوشا چولہے کے سامنے آلتی پالتی مار کر بیٹھی ایک اخبار کے اوپر شلغم کے پر کھینچ رہی تھی جب وہ ٹوکری اٹھانے قریب سے گذرا تو لڑکی مارے شرم کے اچھل پڑی۔ عجیب انداز دلربائی کے ساتھ اس کا چہرہ یکدم سرخ ہو گیا۔ اس نے فوراً اٹھ کر اپنے کپڑوں پر سے شلغم کے پر وغیرہ جھاڑے اور اپنے آقا کو خوش آمدید کہنے کے بعد ٹوکری اس کے ہاتھ سے لینے کی کوشش کی لیکن ڈاکٹر نے کہا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ ملازمہ کا شکریہ ادا کرنے کے بعد وہ اوپر چلا گیا۔ ایک دو کمروں کے پار سے اس کی بیوی اسے پکار رہی تھی۔ "یورا! اب تم آسکتے ہو۔" اور وہ اس کمرے میں گیا جو کسی زمانے میں اس کا اور تونیا کا کلاس روم تھا پنگھوڑے میں اس کا بیٹا اسے دکھائی دیا جو اتنا خوبصورت تو نہیں تھا جتنا تصویروں میں دکھائی دیتا تھا تاہم اس کی شکل اپنی دادی میریا نکولائیونا ژواگو سے بے حد ملتی تھی۔ اتنی کہ دادی کی تصویروں سے بھی زیادہ

"یہ رہے تمھارے ابا۔ اب اچھے بچے کی طرح ہاتھ ہلا کر ان کا خیر مقدم کرو۔" انتونینا الیگزینڈرونا نے اپنے بیٹے سے کہا۔ اس نے پنگھوڑے کی جالی ہٹا دی تاکہ باپ آسانی سے بیٹے کا بوسہ لے کر اسے گود میں لے سکے۔ ساشینکا نے جو خاصا ڈرا ہوا تھا پہلے تو اس اجنبی کو جس نے شیو تک نہیں بنایا تھا جھک کر اپنے قریب آنے دیا۔ پھر وہ جھٹکے کے ساتھ اٹھا۔ ایک ہاتھ سے اپنی امی کے کپڑوں کو تھاما اور دوسرا ہاتھ غصہ کے ساتھ گھما کر بابا کے منہ پر تھپڑ رسید کر دیا۔ پھر وہ خود ہی اپنی اس حرکت سے کچھ دہشت زدہ ہو کر ماں سے لپٹ گیا اور بری طرح رونا شروع کر دیا۔

تونیا نے بچے کو ڈانٹتے ہوئے کہا: "نہیں نہیں۔ ساشینکا۔ ایسا نہیں کرتے۔ ڈیڈی کیا سوچیں گے ڈیڈی کہیگا یہ تو برا لڑکا ہے۔ اچھا اب بتاؤ کیسے پیار لیتے ہیں۔ ذرا ابا کا پیار لو۔ روؤ نہیں بیوقوف کوئی بات نہیں۔"

ڈاکٹر بول اٹھا: "تونیا اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ نہ اسے پریشان کرو اور نہ خود ناراض ہو۔ میں سمجھ رہا ہوں، تم کیا اوٹ پٹانگ باتیں سوچ رہی ہو گی۔ یہی نا کہ یہ کوئی اتفاقی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہ کوئی

بُرا شگون ہے لیکن یہ سب بکواس ہے۔ قدرتی بات ہے بچے نے مجھے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ دو ایک روز میں پہچاننے لگے گا اور پھر ہمیں ایک دوسرے سے کوئی الگ نہیں کر سکتا۔" ڈاکٹر نے اتنا کہا اور کمرے باہر چلا گیا۔ تاہم جب وہ باہر گیا تو خود بھی کچھ اداس تھا اور اس کے دل میں طرح طرح کے وسوسے آرہے تھے۔

(۴)

اگلے چند روز میں اسے پتہ چلا کہ وہ خاصی اداسی اور تنہائی محسوس کرتا ہے۔ اسمیں کسی کا کوئی قصور نہ تھا۔ اس نے جو مانگا تھا وہی اسے ملا۔ اس کے پُرانے دوست بہت بدل کے پھیکے اور بے جان سے ہو گئے تھے۔ کسی کا اپنا ذاتی نظریہ نہیں رہا تھا۔ کسی کی اپنی الگ دنیا نہیں رہی تھی۔ دور سے وہ انھیں یاد کرتا تو ان کے متعلق اس کی یادیں بہت خوشگوار اور جاندار تھیں۔ غالباً ماضی میں اس نے ان کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دیدی تھی۔ پُرانے نظام کے تحت جب کہ کھاتے پیتے اور ہر طرح محفوظ و مامون لوگ دوسروں کے بل بوتے پر بیوقوف اور سنکی سے بنے رہتے تھے اور اکثریت مصیبت کی زندگی بسر کرتی تھی اس وقت بااثر اقلیت کی حماقتوں اور بیکار کی باتوں کو حقیقی کردار اور حقیقت پسندی پر محمول کرنا بہت آسان تھا۔ لیکن جونہی نچلا طبقہ ابھرا اور اعلیٰ طبقوں کے مراعات و اختیارات ختم ہوئے یہ لوگ کتنی تیزی کے ساتھ غائب ہو گئے۔ کتنی آسانی کے ساتھ اور بلا اظہار افسوس ان لوگوں نے اپنی آزاد خیالی کو ترک کر دیا۔ ظاہر ہے یہ خیالات و نظریات ان لوگوں میں سرے سے تھے ہی نہیں۔

لیکن آندرے درخ اب جن لوگوں کو اپنے سے قریب سمجھتا اور جن سے وہ مانوس تھا وہ اس کی بیوی۔ بیوی کے والد اور ان کے دو تین معمولی کام کاج کرنے والے دوست تھے جو بلند بانگ دعاوی اور تقاریر کے عادی نہیں تھے۔ نداگو کی واپسی کے چند روز بعد بطخ کے گوشت کی پارٹی حسب فیصلہ دی گئی۔ اس وقت تک وہ اپنے تمام پُرانے احباب سے مل چکا تھا۔ اس لئے اس ڈنر کو "تقریب ملاقات" تو نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ ان دنوں جب لوگ کھانے کو ترس رہے تھے ایک بڑی بطخ کے گوشت کی دعوت واقعی ایک نعمت غیر مترقبہ تھی لیکن اس کے ساتھ روٹی نہیں تھی۔ لہٰذا پارٹی کی ساری شان کرکری ہو کر رہ گئی اور لوگ اس عظیم دعوت میں بھی روٹی کو یاد کرتے رہے۔ شراب جو بلیک مارکیٹ میں کرنسی نوٹ کا درجہ رکھتی تھی۔ گوروُن کہیں سے لے آیا۔ وہ بھی دوائی کی ایک بوتل میں جس کا ڈھکنا شیشے کا تھا۔ انتونینا الیگزینڈ

نے اس بات کا خیال رکھا کہ بوتل اس کی نظروں سے غائب نہ ہو۔ اور کہیں بوتل ختم نہ ہو جائے۔ وہ اپنی سمجھ کے مطابق گاہے گاہے جتنا پانی مناسب سمجھتی شراب کی بوتل میں برابر ڈالتی رہی۔ بعد میں پتہ چلا کہ مسلسل تلخ شراب کے ایک جیسے جام کے جام پی جانا آسان ہے۔ مگر کبھی تلخ کبھی پانی ملی شراب کے نرم جام پینا بہت تکلیف دہ چیز ہے۔ لیکن اس پارٹی کا تلخ ترین پہلو یہ تھا کہ یہ ایک قسم کی غداری معلوم ہو رہی تھی۔ ترگ پارک کے مکانوں میں رہنے والے کسی شخص کے متعلق آپ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ وہ بھی اس وقت اس طرح کھا یا پی رہا ہوگا۔ اس کھڑکی کے سامنے خاموش تاریک، اور بھوکا ماسکو تھا۔ اس کی دکانیں خالی پڑی تھیں۔ اور جہاں تک شکار کے جانوروں بطخوں اور ووڈکا شراب کا تعلق ہے سو لوگ ان چیزوں کے متعلق تو سوچنا تک بھول گئے تھے۔ یہ معلوم ہوا کہ اصل زندگی وہی ہے جو ہمارے اردگرد رہنے والوں کی زندگی کے عین مطابق ہو۔ ایسی خوشی بھی کوئی خوشی ہے جس میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو جیسی کہ اگر بطخ اور ووڈکا صرف آپ کے پاس ہے تو پھر یہ بطخ بطخ نہیں اور ووڈکا — ووڈکا نہیں تھی۔ یہی وہ بات تھی جو سب سے زیادہ پریشان کن تھی۔

پھر اس دعوت میں مہمانوں نے بھی کچھ ناخوشگوار خیالات کا اظہار کیا۔ گورڈن اس زمانہ میں بالکل ٹھیک تھا جب وہ یاس انگیز خیالات میں ڈوبا رہتا اور بڑے بھونڈے اور اداس طریقے سے ان کا اظہار کیا کرتا تھا۔ وہ زواگو کا بہترین دوست تھا اور اسکول میں بہت سے آدمی اسے پسند کرتے تھے۔ لیکن اب اس گورڈن نے خود کو ایک بالکل نئی شخصیت کے روپ میں پیش کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اور اس کی اس کوشش کا نتیجہ بہت افسوسناک تھا۔ اب وہ خود کو بے فکرا خوش باش۔ اور مسخرا ثابت کرنے کی کوشش کرتا۔ لوگوں سے مذاق کرتا اکثر کہتا۔ "مزا آگیا" — "بڑے مزے کی بات ہے"۔ اور یہ وہ الفاظ تھے جو پہلے گورڈن کبھی استعمال نہیں کرتا تھا۔ کیونکہ اس سے پہلے گورڈن نے کبھی زندگی کو ایک تفریح یا مذاق نہیں سمجھا تھا۔

ابھی یہ لوگ ددروف کا انتظار کر رہے تھے کہ اس نے ددروف کی شادی کا قصہ چھیڑ دیا اس کا خیال تھا کہ یہ قصہ بہت مزاحیہ ہے اور اس کے سب دوستوں کو اس کا علم ہے۔ ابھی یوری آندریے وچ نے یہ کہانی نہیں سنی تھی۔ اسے بتایا گیا کہ ددروف کی شادی کوئی ایک سال رہی۔ اس کے بعد اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ کہانی کا خلاصہ کچھ اس طرح بیان کیا گیا کہ

"دورروف غلطی سے فوج میں بھرتی کر لیا گیا۔ اور ابھی جبکہ وہ فوج میں تھا اور اس کے خلاف تحقیقات ہورہی تھی۔ اسے بار ہا اس الزام میں سزا دی گئی کہ وہ مخبوط الحواسی کے عالم میں راہ چلتے افسروں کو سیلوٹ کرنا بھول جاتا۔ جب فوج سے اسے ڈسچارج کر دیا گیا تو اس کے بعد ایک عرصہ تک اس کا یہ عالم رہا کہ راستے میں کہیں بھی کوئی بھی فوجی افسر مل جاتا تو غیر ارادی طور پر اس کے ہاتھ سیلیوٹ کے لئے بلند ہو جاتے۔ اور بسا اوقات وہ ان لوگوں کے شانوں پر فوجی نشانات کا تصور کرتا مگر وہاں زیج سرے سے ہی غائب ہوتے۔ اس آخری دور میں اس کا رویہ اور باتوں میں بھی خلط ہی رہا کرتا تھا۔

ایک افواہ تو یہ بھی تھی کہ ایک مرتبہ وہ وولگا پورٹ پر کھڑا اسٹیمر کا انتظار کر رہا تھا جہاں اس کی دو نوجوان بہنوں سے ملاقات ہوگئی۔ یہ لڑکیاں بھی اسٹیمر کی منتظر تھیں۔ یہاں بے شمار فوجیوں کو دیکھ کر اور بحیثیت ایک فوجی اپنی بدحواسیوں کی یاد سے گھبرا کر وہ ان میں سے چھوٹی بہن کی محبت میں اسیر ہو گیا اور فوراً ہی پر شادی کی درخواست کر دی "کیسے مزے کی بات ہے۔ ہے نا؟" گورڈن نے کہا۔ لیکن اسے یہ کہانی ادھوری ہی چھوڑ دینی پڑی کیونکہ اس کا ہیرو دروازے سے داخل ہو رہا تھا۔ دوروف بھی ان لوگوں سے کمرہ میں آملا۔

گورڈن کی طرح دوروف بھی اب پہلے سے بالکل مختلف بلکہ برعکس تھا۔ وہ ہمیشہ سے لے پرواہ۔ گستاخ اور ہلکے دماغ کا آدمی تھا۔ لیکن اب وہ نہایت سنجیدہ قسم کا مفکر تھا۔ اسے ایک مرتبہ جیل سے سیاسی قیدیوں کے فرار میں امداد کے الزام میں اسکول سے نکال دیا گیا تھا۔ اس کے بعد اس نے کئی آرٹ اسکولوں میں پڑھنے کی کوشش کی مگر آخر کار وہ عمرانیات کا طالب علم بن گیا جنگ کے دوران وہ اپنے اسکول کے ساتھیوں کے بہت بعد یونیورسٹی سے گریجویٹ بن کر نکلا۔ اب وہ خود دو مضامین پڑھاتا تھا۔ تاریخ روس، اور جنرل ہسٹری۔ اس نے دو کتابیں بھی لکھی تھیں ایک تو ایوان دی ٹیریبل کی زرعی پالیسیوں کے بارے میں تھی اور دوسری سینٹ جسٹ کا جائزہ تھی۔ یہاں پارٹی میں ہر شخص اور ہر چیز کے بارے میں وہ بہت اچھے انداز میں باتیں کر رہا تھا اس کی آواز ابھاری تھی ایسے معلوم ہوتا تھا کہ اس پُر زکام کا اثر ہے وہ نیم خوابی کے سے عالم میں دور کسی ایک خاص مرکز پر دیکھ رہا تھا جیسے وہ لیکچر دے رہا ہو۔ پارٹی کے آخری دور میں

شور اشینگر زندنانی ہوئی آ پہنچی اور اس کے آنے سے پارٹی کے شور و غل میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ نودوف نے جوزواگو کا لڑکپن کا دوست تھا کئی بار اس سے پوچھا کہ آیا اس نے "وار اینڈ پیس" اور مایاکوسکی کی نظم "آہنگ ـ بنسری کے لئے" پڑھی ہے۔ لیکن وہ یہ سوال بچپن کی بے تکلفی کے "تو" کی بجائے اسے "تم" سے خطاب کر کے پوچھ رہا تھا۔ شور و غل میں وہ یوری آندریے وچ کا جواب نہ سن سکا چنانچہ اس نے تھوڑی دیر بعد پھر پوچھا کہ آیا اس نے "آہنگ ـ بنسری کیلئے" اور "آدمی" پڑھی ہے۔

ـ "انوکینتی میں تمھیں بتا چکا ہوں۔ اب اگر شور و غل میں نہ سن سکو تو یہ میرا قصور نہیں۔ اچھا میں پھر سے بتاتا ہوں۔ میں نے مایاکوسکی کا کلام ہمیشہ پسند کیا ہے۔ مختصر یہ کہ وہ دوستووسکی کے سلسلہ کی ہی ایک کڑی ہے۔ یا یوں سمجھ لو کہ وہ دوستووسکی کا ایسا کردار ہے جو شعر کہتا ہے شاعر ہے۔ وہ اس کا "باغی نوجوان" یا ہپولائٹ ہے یا اسکولینکوف ـــ واہ کتنی موثر شاعری اور قوت گویائی اسے حاصل ہے۔ وہ ہمیشہ بات سیدھی کہتا ہے وہ معاشرہ کو اس کے منہ پر کتنی جرأت کے ساتھ کھری کھری باتیں کہہ دیتا ہے بلکہ اس سے بھی آگے نکل جاتا ہے۔

لیکن اس دعوت کی سب سے زیادہ پرکشش شخصیت ماموں کولیا کی تھی۔ انیتونینا الیگزینڈرووڈنا کا یہ خیال غلط تھا کہ وہ شہر سے گاؤں گیا ہوا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے بھانجے کی آمد کے روز ہی شہر واپس آ گیا تھا۔ اس دعوت سے پہلے بھی وہ دونوں دو ایک مرتبہ مل کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر چکے تھے اور ایک دوسرے سے باتیں کر کے خوب جی کھول کر قہقہے لگا چکے تھے۔ پہلی ملاقات ایک ایسی رات کو ہوئی جب کہ بھورے بادل آسمان پر چھائے ہوئے تھے اور بوندا باندی ہو رہی تھی۔ یوری آندریے وچ اپنے ماموں کو ملنے اس کے ہوٹل گیا۔ ان دنوں کسی نئے آدمی کو ہوٹل میں جگہ ملنا ناممکن تھا۔ صرف سرکاری سفارشیوں کو جگہ ملتی تھی تاہم نکولائی نکولائیوِچ کو ہوٹل والے اچھی طرح جانتے تھے اور انھوں نے اس کے پرانے تعلقات کا خیال کر کے اسے کمرہ دیدیا تھا۔

یہ ہوٹل ایک ایسا پاگل خانہ دکھائی دے رہا تھا جس کا عملہ کام چھوڑ کر بھاگ گیا ہو۔ زینے اور دالان خالی پڑے تھے۔ ہر طرف افراتفری اور انتشار کا نقشہ تھا۔ اس کے کمرے کی گرد آلود اور غلیظ کھڑکی سے باہر کا چوک جو کبھی بہت صاف ستھرا ہوا کرتا تھا اب سخت بھیانک دکھائی دے رہا تھا۔ یوری آندریے وچ کے لئے یہ ملاقات ایک ناقابل فراموش واقعہ تھی۔ وہ ایک ایسے شخص کو



۲۰

دیکھ رہا تھا جس کی وہ بچپن میں تقریباً پوجا کرتا تھا۔ وہ اس کا ایسا استاد تھا جو شاگرد کے دل و دماغ اور اسکے خیالات پر چھایا ہوا تھا اس کے بھورے بال اور اس کا غیر ملکی سوٹ اس پر خوب کھل رہا تھا۔ غرضیکہ وہ اپنی عمر کے تناسب سے کہیں زیادہ خوبصورت اور جوان دکھائی دے رہا تھا اس میں شبہ نہیں کہ حالیہ پیش آنے والے واقعات کی عظمت نے اسکی شخصیت کو ذرا ہلکا کر دیا تھا اور اس سے قطع نظر بھی اب اس کا پہلے جیسا مرتبہ نہیں رہا تھا لیکن یوری آندرے ویچ نے کبھی اسے اس پیمانہ سے ناپنے کی کوشش نہیں کی۔ نکولائی نکولائی ویچ کے اطمینان۔ اور سیاسیات پر بحث کے دوران اسکی دھیمی اور پُر خلوص باتوں سے اسے بہت حیرت ہوئی۔ اسمیں اس زمانے کے عام روسیوں سے زیادہ خود اعتمادی موجود تھی۔ اس طرح وہ ایک جدید ترین مفکر بھی تھا اور قدامت پسند بھی جو بعض اوقات باعث پریشانی بن جاتا۔

لیکن اپنی اس ملاقات کے پہلے چند گھنٹوں میں یہ دونوں جس طرح ہنسے چلائے۔ ایک دوسرے کی گردن میں اپنی باہیں ڈالیں اور بعض اوقات بالکل خاموش بیٹھے رہے یہ سیاست سے ایک بالکل ہی مختلف چیز تھی۔ یہ دراصل دو آرٹسٹوں کی ملاقات تھی۔ اور گو وہ قریبی رشتہ دار تھے اور ماضی ابھر ابھر کر ان کے درمیان آتا اور پُرانی یادیں پھر تازہ ہوتیں اور ایکدوسرے کو باخبر کرتیں کہ ان کی اس طویل جدائی کے دوران کیا کچھ بیت گیا تاہم جب وہ ان موضوعات پر بات چیت کرتے جو تخلیقی دماغوں کے نزدیک بہت اہم ہوتی ہیں تو ان کے دوسرے تمام ناطے ختم ہو جاتے۔ ان کے تعلقات بے تکلفی اور ان کی عمر کا فرق بیچ میں سے غائب ہو جاتا۔ اب جو کچھ باقی رہتا وہ بنیادی طاقتوں قوتوں اور اصولوں کا مقابلہ ہوتا تھا۔

نکولائی نکولائی ویچ کو گذشتہ دس سال میں تخلیقی تحریک کے موضوع پر اطمینان و آزادی سے بات چیت کرنے کا کبھی اس سے بہتر موقع کبھی نہیں ملا تھا اور نہ ہی اس عرصہ میں یوری آندرے ویچ نے اتنی تاثر انگیز باتیں سنی تھیں۔ ان کی بات چیت حیرت و استعجاب میں ڈوبی ہوئی تھی۔ وہ جوش میں آکر کمرہ میں ٹہل رہے تھے اور ایک دوسرے کی تیز فہمی پر حیران تھے۔ کبھی وہ خاموشی کے ساتھ کھڑکی کے قریب کھڑے ہو کر شیشے پر انگلیوں سے باجے بجانے لگتے۔ ان پر اس احساس سے کچھ بیخودی کا سا عالم طاری تھا کہ وہ ایک دوسرے کو کتنی اچھی طرح سمجھتے ہیں یہ تھی ان کی پہلی

ملاقات۔ لیکن اس کے بعد ڈاکٹر کی اپنے ماموں سے ملاقات دوسرے لوگوں کی موجودگی میں ہوئی اور اس وقت نکولائی نکولائی وچ بالکل ہی مختلف انسان دکھائی دے رہا تھا جسے پہچاننا مشکل تھا۔ وہ محسوس کرتا تھا کہ وہ صرف ایک مہمان کی حیثیت سے ماسکو آیا ہے اور اسی قسم کا رویہ اختیار کرنے پر زور دیتا۔ معلوم نہیں وہ پیٹرز برگ کو اپنا وطن سمجھتا تھا یا کسی دوسری جگہ کو اس کے متعلق کچھ وثوق سے کہنا مشکل تھا۔ وہ ایک معاشرتی مصلح اور سیاسی مقرر کی حیثیت سے اپنے کردار سے بہت لطف اٹھا رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ ماسکو میں بھی سیاسی بحث و تمحیص کے پیشہ ورانہ یا تفریحی مراکز قائم ہو جائیں گے جس طرح پیرس میں کونفیشن سے قبل مادام رولاں نے اس قسم کا ایک مرکز قائم کیا تھا۔

ماسکو کے گلی کوچوں میں وہ اپنی پرانی واقف کار خواتین سے ان گھروں پر ملنے جاتا اور انہیں اور ان کے شوہروں کو ان کی پستی اور علاقہ پرستی پر بہت چھیڑتا مگر اس طرح کہ وہ برا نہیں مانتے تھے۔ اسے اخباروں سے اپنی واقفیت پر اتنا ہی ناز تھا جتنا کہ کسی زمانہ میں بائبل کے قدیم تحریف شدہ حصوں اور انجیل کے متعدد ترجموں کے علم پر۔ لوگوں کا کہنا تھا کہ وہ سوئٹزرلینڈ میں ایک نئی نویلی محبوبہ، ادھورا کاروبار اور ایک ایسی کتاب چھوڑ کر آیا ہے جو ابھی آدھی لکھی گئی تھی۔ وہ مادر وطن کے طوفانی سمندر میں صرف ایک غوطہ کھانے کی نیت سے آیا تھا۔ اور وہ بھی اس امید میں کہ وہ صحیح سلامت واپس آ گیا تو پھر اپنے نصب العین اور مقصد کو جلد حاصل کرے گا اور اس کے تمام ادھورے کام مکمل ہو جائیں گے وہ بالشویکوں کا حامی تھا اور عموماً بائیں بازو کے دو سوشل انقلابیوں کا نام لیتا جنھیں اس کے نظریات سے اتفاق تھا۔ ان میں سے ایک صحافی تھا جو میروشکا پوور کے قلمی نام سے لکھتا اور دوسرا پمفلٹ باز سیلویا کوٹیری

الیگزینڈرا ایگزینڈرووچ نے ڈانٹ کے انداز میں کہا: "کیسی بری بات ہے۔ اب تم اس حال کو پہنچ گئے ہو۔ نکولائی۔ بھلے اور تمھارے میروشکا کی ایسی تیسی۔ یہ کیا گند پھیلا رکھا ہے؟"

اور یہ پھر لیدیا پکوڑی:

"کوٹیری" نکولائی نے تصحیح کرتے ہوئے کہا۔ "اور سلویا:"

"پکوڑی یا پوپوری۔ اس کی کون پرواہ کرتا ہے۔ ناموں سے کوئی چیز بدل نہیں جاتی۔"

- جبھی تو کہتا ہوں۔ اصل نام کو تیجیو ہے" نکولائی نے اصرار کرتے ہوئے کہا۔ ان کے مابین اکثر اس قسم کی بات چیت ہوتی۔

"ہم بحث کس موضوع پر کر رہے ہیں، ظاہر ہے جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اپنی بات کو ثابت کرو تو تمہارا چہرہ سرخ انگارہ بن کر رہ جاتا ہے۔ یہ بہت بنیادی بات ہے۔ صدیوں تک دنیا میں لوگوں کی اکثریت نے ایسی زندگی گذاری ہے جس کا تصور بھی انتہائی تکلیف دہ ہے۔ تاریخ کی کوئی کتاب اٹھا لو۔ خواہ اس کا کوئی نام ہو — جاگیرداری یا غلامی یا سرمایہ داری اور صنعتی مزدور یہ سب بناوٹی باتیں تھیں یہ ناانصافی تھی۔ صدیوں سے لوگ اسے خوب سمجھتے تھے۔ دنیا ایک عرصے سے انقلاب کی تیاریاں کر رہی تھی۔ ایک ایسے انقلاب کی جو لوگوں کے لئے بصیرت اور روشن خیالی لائے گا۔ اور ہر چیز اپنے مناسب مقام پر آ جائے گی۔ تمہیں اچھی طرح خبر ہے کہ پرانے نظام کو معمولی توڑ پھوڑ سے درست کرنے کی کوشش ناکام رہے گی تمہیں تو پرانے نظام کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینکنا پڑے گا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ بنیادوں کو گرنے سے ساری عمارت گرنے سے بچ جائے گی۔ لیکن پھر کیا ہوا؟ واقعی یہ کام خوفناک ہے۔ لیکن اس احساس کا مطلب یہ تو نہیں کہ ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ سوال صرف وقت کا ہے۔ اب تم اسے کس طرح چیلنج کر سکتے ہو"

"اصل قصہ یہ نہیں۔ میں نے یہ نہیں کہا تھا۔" الیگزینڈر الیگزینڈرووچ نے غصے سے کہا اور اچانک بحث میں گرمی پیدا ہو جاتی۔ "تمہارے پوٹیوری کا اور میرڈنسکا در اصل سب کے سب بے ضمیر قسم کے لوگ ہیں وہ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ اور ہیں۔" "تاہم آپ کی منطق کیا ہے؟ بالکل بے ربط نہیں۔ ذرا ٹھہرو۔ میں تمہیں ایک چیز دکھاتا ہوں۔" اور اس کے بعد وہ کوئی اخبار ڈھونڈنے لگتا جس میں کوئی متنازعہ مقالہ چھپا ہوا ہوتا تھا اپنے ڈیسک کی درازوں کو کھینچتا اور اس طرح اس گڑبڑ سے اپنی فصاحت لسانی کو جلا دینے کی کوشش کرتا۔

الیگزینڈر الیگزینڈرووچ جب باتیں کرتا تو اپنی راہ میں پیش آنے والی رکاوٹ کا ہمیشہ خیر مقدم کرتا۔ اس طرح دھیان بٹ جانے سے اسے بڑبڑانے اور ہوں ہاں کرنے کا موقع مل جاتا۔ اسے باتیں کرنے کا دورہ بھی در اصل اس وقت پڑتا جب وہ کسی گمشدہ شے کی تلاش میں سرگرداں ہوتا۔ مثال کے طور پر جب وقت وہ ملبوسات کے نیم تاریک کمرے میں برف کا جوتا ڈھونڈتا سیا پھر جب وہ اپنے بازو پر تولیہ ڈالے غسلخانہ کے دروازہ میں کھڑا ہوتا یا دکھانے سے بھری ہوئی

کے قریب سے گزرتا یا جب وہ اپنے دوستوں کے لئے گلاس میں شراب ڈال رہا ہوتا یوری آندرے ورچ اپنے خسر کی باتوں سے بہت لطف اندوز ہوتا۔ وہ ماسکو کے اس سیدھے سادھے اور پرانے شہری گردمیکو کو بے حد پسند کرتا تھا جس کے منہ سے کبھی کبھار خود بخود "ر" کی آوازیں نکل جاتی تھیں البگزینڈرا الیگزینڈر ووچ کا بالائی ہونٹ اپنی چھوٹی چھوٹی ترشی ہوئی مونچھوں کے ساتھ نچلے ہونٹ پر اس طرح جھکا ہوا تھا جس طرح اس کی تتلی جیسی ٹائی اس کی گردن سے لٹکی ہوئی تھی۔ ہونٹ اور ٹائی میں یہ قدر مشترک تھی اور اس سے بہر حال وہ بچوں کی طرح اتنا معصوم دکھائی دیتا کہ اس پر خواہ مخواہ ترس آنے لگتا تھا۔ اس پارٹی کی رات شورا شیلنگر بہت دیر سے آئی۔ وہ سیدھی ایک جلسہ سے آئی تھی اور مزدوروں کی ٹوپی اور سوٹ پہنے ہوئے تھی۔ وہ غیب سے کمرہ میں آئی۔ سب سے باری باری ہاتھ ملائے اور پھر ایکدم شکایات اور الزامات کی بوچھاڑ شروع کر دی: "تونیا کیسی ہو تم؟ الیگزینڈر تمھیں ماننا پڑے گا۔ یہ سب بہت مایوس کن ہے۔ سارے ماسکو کو خبر ہے کہ وہ آ گیا۔ سب اسکی باتیں کر رہے ہیں لیکن مجھے سب سے آخر میں خبر دی گئی۔ خیر میں اسی قابل ہوں گی۔ لیکن وہ ہے کہاں؟ ذرا مجھے بھی تو دیکھنے دو۔ تم تو سب دیوار کی طرح اس کے گرد جمع ہو۔ کیوں بھئی کیسے ہو؟ میں نے سب پڑھ لیا لیکن ایک لفظ نہیں سمجھ سکی۔ تاہم لکھا خوب ہے۔ ہر کسی کی یہی رائے ہے نہ نکولائی نکولائی ورچ کیسے ہو تم؟ یورو چکا۔ میں ایک منٹ میں آئی۔ مجھے ذرا تم سے بات کرنی ہے۔ ہاں بھئی جوان۔ تم بھی یہاں ہو۔ گوگوچکا۔ گوزی۔ گوزی۔ (یہ اس نے گردمیکو کے ایک دور کے رشتہ دار سے کہا جو تمام بھرے ہوئے فن کاروں کا دلدادہ تھا۔ اسے گوزی کا نام اس لئے دیا گیا تھا کیونکہ وہ ہنسی سخت احمقوں کی ہنستا تھا اور دبلا پتلا ہونے کی وجہ سے منڈا سا دکھائی دیتا تھا) ہوں۔ تو تم کھانے پینے میں لگے ہوئے ہو۔ میں بھی تمھارا ساتھ دیتی ہوں۔ لیکن میرے دوستو تمھیں اس بات کا ذرا احساس نہیں ہے کہ تم خود کو کس عظیم شے سے محروم رکھ رہے ہو۔ تمھیں کچھ خبر نہیں۔ تم نے ابھی کچھ دیکھا ہی نہیں۔ جاؤ۔ ذرا جا کر ایک صحیح قسم کا جلسہ عام دیکھ کر آؤ۔ جس میں اصلی مزدور۔ اصلی سپاہی ہیں۔ کتابی مزدور اور سپاہی نہیں۔ ذرا ان کے سامنے ملاح کی تقریر سن کر آئی ہوں۔ تم سنتے تو تعریفوں کے پل باندھ دیتے کیا جوش تھا۔ کیا جذبہ تھا:"

بارھا شورا کی بات کاٹی گئی۔ ہر شخص چیخ رہا تھا۔ اس نے یوری آندرے ورچ کے ہاتھ

اپنے ہاتھ میں لے کر اور اپنا منہ اس کے منہ کے قریب لے جا کر چیختے ہوئے پوری شدت سے گلا پھاڑ کر کہا "یہ دور چکا۔ میں کسی دن تمہیں اپنے ساتھ لے چلوں گی۔ میں تمہیں دکھاؤں گی کہ اہل عوام کیسے ہوتے ہیں۔ اناطیوں کی طرح اب تمہیں بھی زمین پر قدم رکھنے چاہئیں۔ ارے تم اس طرح مجھے کیوں تک رہے ہو؟ میں ایک پرانی آزمودہ کار جنگی گھوڑی ہوں۔ یونیورسٹی میں میں نے عورتوں کا بستوژیفو کورس لے رکھا تھا جو بائیں بازو کے رجحانات کے لئے مشہور تھا۔

میں قید بھی کاٹ چکی ہوں۔ میں نے شہر کی سڑکوں پر مورچہ بندیوں میں بیٹھ کر جنگ بھی لڑی ہے ہاں تم سوچ کیا رہے ہو؟ اوہ! ہم لوگ عوام سے قطعی واقف نہیں ہیں۔ میں وہیں سے سیدھی آئی ہوں۔ میں ان لوگوں کے ساتھ تھی۔ میں ان کی لائبریری قائم کرنے کے لئے کتابیں جمع کر رہی ہوں۔" اس کے بعد شورا نے کبھی پی اور ترنگ میں آ گئی۔ ادھر یوری آندرے وچ کا سر بھی چکرا رہا تھا۔ اس نے غور تو نہیں کیا البتہ جب دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ کمرے کے ایک سرے پر ہے اور شورا دوسرے پر۔ وہ میز کے ایک سرے پر کھڑا ہوا بالکل غیر متوقع طور پر تقریر کر رہا تھا۔ اور کافی دیر کے بعد خاموش ہوا۔

"خواتین و حضرات —— میں چاہتا ہوں —— میشا۔ گورڈن۔ تونیا۔ میں کیا کروں۔ یہ لوگ سنتے ہی نہیں۔ خواتین و حضرات۔ مجھے دو چار باتیں تو کہنے دیجئے۔ عنقریب ایسے واقعات پیش آنے والے ہیں جن کی مثال نہیں ملے گی۔ اس سے پہلے کہ یہ طوفان پھٹ پڑے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ خدا نہ کرے ہم اپنے آپ اور اپنے جذبے سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ اور گورڈن تم بعد میں تالی پیٹ سکتے ہو۔ ابھی تو میری تقریر ختم نہیں ہوئی۔ یہ کونے میں کھڑے ہو کر باتیں کرنا بند کر دو۔ میری تقریر غور سے سنو —— جنگ کے اس تیسرے سال میں لوگوں کو یقین ہو گیا ہے کہ جلد یا بدیر محاذ جنگ پر لڑنے والوں اور عقب میں کام کرنے والوں کا امتیاز ختم ہو جائے گا۔ خون کا یہ سمندر برابر اس وقت تک بلند ہوتا رہے گا۔ جب تک کہ یہ ہم سب تک نہیں پہنچ جاتا اور ان سب کو غرق نہیں کر دیتا جو اب تک جنگ سے الگ رہے ہیں۔ انقلاب اسی سیلاب خون کا نام ہے جیسا کہ ہمیں محاذ پر معلوم ہوا تھا۔ انقلاب آنے پر آپ کو بھی معلوم ہو جائے گا۔ آپ محسوس کریں گے گویا زندگی رک گئی ہے۔ اب کوئی کسی کی ذاتی چیز باقی نہیں رہی۔ اب دنیا میں مارنے اور مرنے کے سوا دوسرا کوئی کام باقی نہیں رہ گیا۔ اگر ہم اس دور کے تذکرے اور یادداشتیں سننے کے لئے زندہ رہے تو ہم محسوس کریں گے کہ ان پانچ یا دس سالوں

ہیں ہم نے وہ تجربات حاصل کئے ہیں جو دوسری قومیں صدیوں میں حاصل کرتی ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ قوم خود اپنے آپ ایک لہر کی طرح اچانک اٹھکر آگے بڑھے گی یا سب کچھ قوم اور عوام کے نام پر کیا جائے گا۔ اس قدر عظیم واقعہ کو اپنے وجود کا کوئی ڈرامائی ثبوت درکار نہیں ہوتا۔ میں ثبوت کے بغیر ہی اس کا قائل ہوجاؤں گا۔ عظیم ترین واقعات کے اسباب معلوم کرنے کی کوشش کرنا بہت ہی چھوٹی بات ہے۔ ایسا کوئی خاص سبب نہیں ہوا کرتا۔ یہ تو گھریلو جھگڑوں میں ہوتا ہے کہ آپ یہ پتہ چلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ جھگڑے کی ابتدا کیسے ہوئی۔ لوگ ایک دوسرے کے بال نوچنے اور پلیٹیں توڑنے کے بعد پھر اس بات پر دماغ کھپاتے ہیں کہ پہل کس نے کی تھی۔ عظیم چیز دراصل وہی ہے جس کی ابتدا ہی کچھ نہ ہو۔ جیسا کہ یہ دنیا ہے جو ہمیں ایسے معلوم ہوتی ہے جیسے ہمیشہ سے موجود ہے یا آسمان سے ٹپک پڑی ہے۔

میرا ابھی یہی خیال ہے کہ ابتدائے آفرینش سے اب تک روس دنیا کا پہلا ملک ہوگا جو کہ سوشلسٹ مملکت بنے گا۔ جب یہ کام ہو چکے گا تو اس کے بعد ہم ایک عرصہ تک دم بخود رہیں گے اور پھر جب ہم بیدار ہوں گے۔ ہمیں ذرا ہوش آئے گا تو ہم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی نصف سے زائد یادداشت ضائع کر چکے ہوں گے۔ ہم بھول چکے ہوں گے کہ پہلے کیا ہوا تھا اور بعد میں کیا۔ پھر ہم اس کے اسباب و علل کی تلاش میں نہیں پھریں گے۔ ہمارے گرد ہر جانب نیا نظام ہوگا۔ اور ہم ان چیزوں سے اتنا ہی مانوس ہوں گے جتنا کہ افق کی جانب نظر آنے والے جنگل یا اپنے سروں پر منڈلانے والے بادلوں سے۔ اس کے علاوہ کچھ اور رہے گا ہی نہیں ۔"

اس نے چند باتیں اور کہیں۔ اتنے میں اس کا نشہ بالکل اتر چکا تھا۔ پہلے کی طرح اب بھی وہ صاف طور سے نہیں سن سکتا تھا کہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں لہٰذا وہ خود بھی الٹے سیدھے جواب دیتا رہا۔ اس نے دیکھا کہ لوگ اسے داد دے رہے ہیں لیکن پھر بھی وہ اس اداسی سے چھٹکارا نہ پا سکا جو اس کو دبائے جا رہی تھی۔ اس نے کہا: "آپ کا بہت بہت شکریہ۔ میں آپ کے جذبات کا احترام کرتا ہوں مگر میں اس تحسین کا مستحق نہیں ہوں۔ جلد بازی میں اگر کسی پر محبت کی بوچھار کرنا غلط ہے۔ ورنہ بعد میں آپ کو اس کی اور زیادہ قیمت ادا کرنی پڑے گی۔" سب لوگ یہ سن کر ہنسنے لگے اور انھوں نے یہ سمجھ کر کہ اس نے دانستہ یہ مزاحیہ فقرے کہے ہیں تالیوں سے اس کا خیر مقدم کیا۔ لیکن اسے خود معلوم نہیں تھا

کہ وہ آنے والی تباہی کا جو تصور دیکھ رہا تھا وہ اس سے بچ کر کہاں جائے، وہ اپنا اور دوسروں کا بھلا چاہتا تھا۔ مسرت کا طلب گار تھا لیکن بہر حال مستقبل پر اس کا کچھ بس نہیں چل سکتا تھا۔ اب مہمانوں نے واپس جانا شروع کر دیا۔ سب کے چہروں پر تھکاوٹ کے آثار نمایاں تھے۔ وہ انگڑائیاں لیتے جبڑے پھاڑتے تھیں ادھر ادھر گھماتے ہوئے بالکل گھوڑے دکھائی دیتے تھے۔ روانگی سے قبل ان لوگوں نے پردے ایک طرف ہٹا کر کھڑکیاں کھول دیں۔ نم آلود آسمان پر صبح صادق کی زردی جھلک رہی تھی اور مٹیالے رنگ کے بادل منڈلا رہے تھے۔ کسی نے کہا: "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری پارٹی کے دوران طوفان آیا تھا۔" شورک نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے کہا: "میں یہاں آتے ہوئے بارش میں پھنس گئی تھی بمشکل یہاں تک پہنچ پائی۔" سنسان گلی میں ابھی تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ درختوں سے پانی کے قطرے ٹپ ٹپ ..... گر رہے تھے اور بھیگی ہوئی چڑیاں درختوں کے جھنڈ میں چھپی کبھی کبھی چوں چوں کا شور مچا دیتیں۔ اچانک پورے زور سے بجلی کڑکی۔ اور ایسا معلوم ہوا جیسے کسی نے آسمان پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہل چلا دیا ہو۔ اس کے بعد خاموشی۔ پھر چار مرتبہ ٹھس ٹھس کی آوازیں آئیں۔ جیسے کسی نے نرم زمین سے بیلچہ میں اٹھا کر موسم خزاں کے زیادہ پکے ہوئے آلو پھینک دیئے ہوں۔ بجلی کی چمک کے ساتھ ہی گرد آلود اور دھوئیں سے بھرے ہوئے کمرہ کی فضا صاف ہو گئی۔ اچانک زندگی کا عنصر بالکل واضح طور پر دکھائی دینے لگا۔ اتنا ہی قابل فہم جتنا کہ بجلی کا کرنٹ۔ ہوا اور پانی۔ مسرت و شادمانی کی خواہش، زمین اور آسمان۔ پارٹی سے جانے والے مہمانوں کی آوازیں اب گلی میں گونجنے لگیں۔ انھوں نے گھر میں ہی گرما گرم بحث شروع کر دی تھی اور اب گلی میں بھی اسی جوش و خروش کے ساتھ بحث و تمحیص کا سلسلہ جاری تھا۔ آہستہ آہستہ یہ آوازیں ہلکی پڑنے لگیں اور آخر کار دور جا کر بالکل ہی ختم ہو گئیں۔ یوری آندرے وچ نے کہا: "بہت دیر ہو گئی۔ بس اب سونا چاہیئے۔ اس دنیا میں جن لوگوں سے میں محبت کرتا ہوں وہ تم ہو اور والدہ۔"

(۵)

اگست کے بعد ستمبر کا مہینہ بھی ختم ہونے والا تھا۔ خطرہ سر پر منڈلا رہا تھا اور سرما کا بھیانک موسم تقریباً آن ہی پہنچا تھا۔ جس کے انتظار میں انسانی کاروبار پہلے سے ہی تقریباً معطل ہو چکا تھا اور ہر شخص اس

آنے والی مصیبت کی باتیں کر رہا تھا۔ لوگ سردیوں کی قیامت خیزی کا مقابلہ کرنے کے لئے لکڑیاں اور اناج جمع کر رہے تھے۔ لیکن مادیت کی فتح کے ان ایام میں کسی موضوع یا کیفیت کی تجسیم یا مادی شکل میں اظہار کا رواج ہی نہ رہا تھا۔ اغذیہ اور ایندھن کی سپلائی نے غذا اور جلانے کی لکڑی کی جگہ لے لی تھی۔ شہروں میں رہنے والے لوگ شیر خوار بچوں کی طرح بیکس و مجبور تھے۔ اس غیر یقینی حالت نے زندگی کے ہر شعبہ کو مفلوج و معطل بنا کر رکھ دیا تھا۔ حالانکہ یہ مایوس کن صورت حال خود شہر والوں کی اپنی پیدا کردہ تھی۔ ہر جانب لوگ خود فریبی کے مرض میں مبتلا تھے۔ اور بے تحاشا باتیں کرتے۔ لوگ محض عادتاً روز مرہ کی طرح زندگی کے دن پورے کر رہے تھے۔ لنگڑاتی اور گھسٹتی ہوئی زندگی لیکن ڈاکٹر نے اس زندگی کو اس کے اصلی خد و خال میں دیکھا تھا۔ اس پر واضح ہو چکا تھا کہ سزا کا فیصلہ سنایا جا چکا ہے۔ وہ سمجھ رہا تھا! اب وہ اور اس کے گرد و پیش کی کوئی چیز محفوظ نہیں رہی مستقبل میں زبردست آزمائشوں سے سابقہ پڑنے والا ہے۔ اور شاید موت سے بھی۔ ان کے دن انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں اور ان کی نظروں کے سامنے دن ایک ایک کر کے گذرتے جا رہے ہیں۔ روز مرہ کی زندگی کے معمولات میں مصروف نہ ہوتا تو شاید اب تک پاگل ہو گیا ہوتا اس کی بیوی۔ اس کا بچہ۔ تلاش روزگار کی ضرورت اس کی ڈاکٹری کے روز مرہ کے حقیر معمولات۔ انہی میں اس کی نجات تھی۔ اسے اس امر کا احساس تھا کہ مستقبل کی دیو ہیکل مشین کے سامنے اس کی حیثیت ایک بالشتیے سے زیادہ نہیں ہے۔ اسے اپنے مستقبل کی فکر تھی۔ اس سے محبت تھی، اور دل ہی دل میں اس پر اسے فخر بھی تھا۔ اور جس طرح کسی کو آخری بار وداع کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اس نے بڑی پُر شوق نگاہوں سے درختوں۔ باغوں، اور گلیوں میں چلنے والے لوگوں پر نظر دوڑائی۔ روس کا عظیم شہر بھیانک مصیبت کا مقابلہ کرنے کی جد و جہد کر رہا تھا۔ وہ دوسروں کی خاطر اپنی قربانی پیش کرنے کو تیار تھا۔ مگر کچھ نہ کر سکتا تھا۔ روسی میڈیکل سوسائٹی کے نزدیک اولڈ کونج یارڈ روڈ کے گوشہ پر اربات کا علاقہ پار کرتے ہوئے اس نے گلی کے وسط سے بار بار آسمان پر اور لوگوں پر نظر ڈالی۔ اور اپنے پرانے ہسپتال پہنچ کر پھر کام شروع کر دیا۔ ابھی تک اس کا نام ہولی کراس (مقدس صلیب) ہسپتال ہی تھا حالانکہ اس نام کے ملنے والے جو لوگ تھے انھیں ختم کر دیا گیا تھا۔ اور ابھی تک کسی نے اس ہسپتال کا کوئی کیا نام رکھنے کے سوال پر غور نہیں کیا تھا۔ ہسپتال

کا عمل پہلے ہی سے کئی گروہوں میں بٹا ہوا تھا۔ اعتدال پسند جن کی کند ذہنی پر ڈاکٹر برہم ہو جاتا تھا اسے خطرناک سمجھتے۔ اور جن لوگوں کی سیاست بہت "ترقی" کر چکی تھی وہ سمجھتے تھے کہ ڈاکٹر ابھی پورا سرخا (کمیونسٹ) نہیں بنا۔ اس طرح اس کا کسی بھی گروہ سے تعلق نہ تھا۔ وہ اوّل الذکر سے الگ ہو گیا اور آخر الذکر سے پیچھے رہ گیا تھا۔

اپنے روزمرہ فرائض کی بجا آوری کے علاوہ عام اعداد و شمار جمع کرنے کا کام بھی ہیڈ میڈیکل چیف نے اس پر ڈال دیا۔ اس کے ہاتھوں سے بے انتہا سوال نامے اور فارم گزرتے۔ شرح اموات۔ شرح بیماری۔ عملے کی آمدنی۔ ان کے سیاسی شعور کی درجہ وار تقسیم۔ انتخابات میں ان کی شرکت اور ایندھن، غذا اور ادویات کی مسلسل قلت کے بارے میں بھی اسے جائزہ کر کے رپورٹ دینی پڑتی تھی۔ ژواگو اسٹاف روم کی کھڑکی کے برابر اپنی پرانی میز پر بیٹھتا جو ہر قسم کے نقشوں اور فارموں سے پٹی رہتی تھی۔ بعض اوقات وہ ان سب کو ایک طرف ہمیٹ دیتا اور اپنے طبی پیشہ کے بارے میں کچھ لکھنے کے علاوہ اپنی نظموں کے چھوٹے چھوٹے بند بھی لکھتا رہتا۔ ایک عنوان تھا "ہونے اور قدر آور" جو اس زمانے کی ایک خزینہ یادداشت تھی جس میں نظم و نثر اور سبھی کچھ موجود تھا۔ جس میں اسنے یہ تاثر پیش کیا تھا کہ نصف دُنیا اپنے آپ بدل گئی اور خدا جانے لوگ اب کیا کچھ کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر کے روشن کمرہ کی دیواروں پر سفید قلعی پھیری ہوئی تھی اور اس میں سنہری خزاں کی دودھیا روشنی بھری ہوئی تھی عید سعید مقدسہ مریم کے بعد موسم اسی قسم کا ہوتا ہے۔ صبح کے وقت کہر ہوتی ہے اور ہر روز زیادہ سے زیادہ پتوں سے محروم ہونے والے جنگلوں میں پھدکیاں اور نیل کنٹھ سنہرے پتوں کو دیکھ کر چہچہاتے رہتے ہیں ایسے ایام میں آسمان ناقابلِ یقین حد تک بلند دکھائی دیتا ہے۔ اور زمین آسمان کے درمیان ہوا کا جو صاف شفاف ستون ہوتا ہے اس پر شمال کی جانب سے آنے والی۔ برفانی اور گہری نیلی شعاعیں متحرک دکھائی دیتی ہیں۔ دنیا میں ہر چیز پہلے سے زیادہ صاف دکھائی اور سنائی دینے لگتی ہے۔ دور کی آوازیں ہم تک الگ الگ اور واضح طور پر آواز کے جمے ہوئے قتلوں یا ٹکڑوں کی طرح پہنچتی ہیں۔ افق کھُل جاتے ہیں۔ جیسے آئندہ برسوں تک کی زندگی کا حال ہم پر عیاں کر رہے ہوں یہ یکتائے روزگار روشنی جو خزاں کا مختصر سا دن ختم ہونے پر غروب آفتاب سے ذرا قبل چند لمحوں کے لئے دکھائی دیتی ہے۔ اگر زیادہ دیر تک قائم رہے تو ناقابلِ برداشت ہو جائے۔

چنانچہ ڈاکٹر کا کمرہ اس وقت کچھ اسی قسم کی روشنی سے معمور تھا۔ اوائل خزاں کے غروب آفتاب کی کرنیں اتنی شاداب، چمکدار اور رسیلی تھیں جیسے کوئی اعلیٰ قسم کا ردی سیب۔

ڈاکٹر اپنی میز پر بیٹھا لکھ رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ کچھ سوچنے کے لئے یا قلم کو سیاہی میں ڈبونے کے لئے رکتا۔ اور کبھی کبھار خاموش پرندے اسکی بلند کھڑکیوں کے قریب سے اڑتے ہوئے گذرتے تو ان کے سائے اسکے متحرک ہاتھوں پر، میز اور اس پر رکھے ہوئے کاغذوں پر، فرش اور دیوار پر پڑتے۔ اور پھر اسی خاموشی کے ساتھ یہ سائے غائب ہو جاتے۔ علم الاعضا کا ماہر ڈاکٹر اندر آیا۔ وہ کافی مضبوط آدمی تھا لیکن اس کا وزن اتنا کم ہو گیا تھا کہ اب اسکی کھال اس کے جسم پر تھیلے کی طرح لٹک رہی تھی۔ اس نے آتے ہی کہا: "میپل کے پتے بالکل غائب ہو چکے ہیں۔ دیکھو نا ان درختوں کے پتوں نے کس طرح جم کر بارش اور ہوا کا مقابلہ کیا لیکن اب صرف ایکدن میں صبح سویرے کی برفباری نے ان کا کام تمام کر ڈالا۔" ڈاکٹر نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ تو پتہ چلا کہ پر اسرار پرندے جو کھڑکیوں کے قریب سے پرواز کرتے ہوئے گئے تھے دراصل میپل کے سرخ پتے تھے۔ وہ درختوں سے اڑ کر ہوا میں تیرتے ہوئے ہسپتال کے لان پر جا گرتے جہاں ان کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔

"علم الاعضا کے ماہر ڈاکٹر نے پوچھا: "کیا کھڑکیوں پر پوٹین مسالہ نہیں لگایا؟"

"نہیں۔" یوری آندرے وچ نے کہا اور پھر لکھنا شروع کر دیا۔

"کیا تمھارے خیال میں کھڑکیوں کے شیشوں کو مسالہ لگانا اب ضروری نہیں ہو گیا ہے؟"

لیکن یوری آندرے وچ اپنے کام میں منہمک رہا اور اس نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔

"افسوس ہے تاراسکا چلا گیا۔" دوسرے ڈاکٹر نے کہا "یہ بڑے کام کا آدمی تھا۔ جوتوں کی مرمت، گھڑیوں کی مرمت غرضیکہ ہر کام کر دیا کرتا تھا۔ دنیا کی ہر چیز لاکر دیدیتا تھا۔ اب ہمیں ان کھڑکیوں کی دیکھ بھال خود کرنی پڑے گی۔"

"لیکن مسالہ ہے کہاں؟"

"تم خود بنا سکتے ہو۔ نسخہ میں بتائے دیتا ہوں۔" اس کے بعد اس نے بتایا کہ کھریا اور السی کو ملا کر کس طرح پوٹین مسالہ بنایا جاتا ہے۔ "اچھا تو اب میں چلا۔ تمھیں شاید ابھی بہت کام کرنا ہے۔" چنانچہ وہ دوسری کھڑکی کے قریب پہنچا اور اپنی بوتلوں اور معجونوں میں لگ گیا۔ ایک منٹ بعد وہ بولا

تم اپنی آنکھیں خراب کرو گے" ذرا توقف کے بعد اس نے پھر کہا "اندھیرا ہو رہا ہے۔ اور یہاں یہ لوگ تمہارے لئے روشنی کا کوئی انتظام نہیں کریں گے۔ چلو گھر چلیں"

"میں کوئی بیس منٹ تک یہاں اور کام کروں گا"

"اس کی بیوی یہاں نرس ہے"

"کس کی بیوی؟"

"تاراسکا کی"

"ہاں مجھے معلوم ہے"

"کسی کو کچھ علم نہیں وہ کہاں ہے۔ سارے ملک میں گھومتا پھرتا ہے۔ گذشتہ موسم گرما میں وہ دو مرتبہ اپنی بیوی سے ملنے آیا اور سنا ہے اب کسی گاؤں میں ہے۔ اور نئی زندگی کی تعمیر میں مصروف ہے وہ ان بالشویک سپاہیوں میں سے ہے جو آج سڑکوں پر چلتے اور ٹرینوں میں سفر کرتے ہوئے ہر جگہ دکھائی دیتے ہیں۔ اور معلوم ہے ان میں یہ جذبہ کیسے پیدا ہوتا ہے؟ تاراسکا ہی کا معاملہ لے لو۔ وہ تقریباً ہر کام کر سکتا ہے۔ اور جو بھی کام کرتا ہے سلیقہ سے کرتا ہے۔ فوج میں بھی اس نے ایسا ہی کیا۔ اس نے لڑنا بالکل اسی طرح سیکھا جیسے کوئی دوسرا ہنر سیکھا جاتا ہے۔ وہ رائفل کا بہترین نشانہ باز بن گیا۔ اس کی نظر اور قوتِ بازو بے پناہ ہے۔ اسے ہر تمغہ بہادری کی بنا پر نہیں بلکہ ہمیشہ نشانہ پر بھرپور وار کرنے کی وجہ سے ملا۔ وہ جو کام کرتا ہے جنونی جذبات کے ساتھ کرتا ہے اور لڑائی میں بھی اس کا یہی حال تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ آدمی کے لئے رائفل کا کیا مطلب ہے۔ یہ اسے قوت بخشتی ہے اعزازات دلاتی ہے۔ وہ خود طاقتور بننا چاہتا ہے۔ مسلح آدمی دوسرے آدمیوں جیسا نہیں ہوتا۔ پچھلے زمانہ میں ایسے آدمی سپاہی سے راہزن بن جایا کرتے تھے۔ اب ذرا اس وقت تاراسکا سے اس کی رائفل واپس لینے کی کوشش کر کے دیکھ لو۔ فوراً نعرہ سنو گے "اپنی سنگینیں اپنے آقاؤں کے خلاف ہی تان لو" تاراسکا نے بھی یہی کیا۔ یہ ہے سارا قصہ۔ یہی ہے وہ مارکسزم۔ ذرا اچھی طرح سمجھ لو"

"یہ بالکل صحیح ہے۔ ہمیں حقیقت دکھائی دیتی ہے۔ بالکل زندگی جیسی۔ کیا تمہیں معلوم نہیں۔؟

علم الاعضا کا ماہر ڈاکٹر دوبارہ اپنی نلکیوں وغیرہ کے جائزہ میں مصروف ہو گیا۔ اس نے

تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"وہ چولہے کی مرمت کرنے والے کا کیا ہوا؟"

"ہاں اسے ہمارے ہاں بھیجنے کا شکریہ۔ بہت دلچسپ آدمی تھا۔ ہم گھنٹوں تک ہیگل اور کروچے پر بحث کرتے رہے۔"

"قدرتی بات ہے۔ اس نے ہیڈلبرگ یونیورسٹی سے فلسفہ میں ڈاکٹر کی ڈگری لی تھی۔ ہاں تو چولہے کا کیا بنا۔؟"

"چولہے کی حالت تو بدستور خراب ہے ہی" ۔۔۔ "کیا اب تک دھواں دے رہا ہے؟" ۔۔۔ "ہاں بالکل نہیں رکتا" ۔۔۔ "اس نے چولہے کا پائپ ٹھیک طرح نہیں لگایا ہوگا۔ اسے ہوادان سے ملانا چاہئے۔ کیا اس نے اس کو کھڑکی میں سے گذارا تھا؟"

"نہیں ہوادان تو لگایا تھا مگر اس کے باوجود چولہا دھواں دے رہا ہے۔"

"تب وہ ہوا کے اخراج کا صحیح سوراخ نہ ڈھونڈ سکا ہوگا۔ کاش تارآسکا یہاں ہوتا۔ بہرحال ٹھیک ہو ہی جائے گا۔ ماسکو ایک دن میں نہیں بن گیا تھا۔ چولہے سے کام لینا پیانو بجانے سے مختلف ہے اس میں ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ ہاں ۔۔۔ تم نے لکڑی تو جمع کر لی ہے نا؟"

"جمع کیسی؟ مجھے تو یہ بھی خبر نہیں کہ لکڑی ملتی کہاں ہے؟"

"میں چرچ کے دربان کو تمھارے پاس بھیجوں گا۔ وہ لکڑیاں چرانے کا ماہر ہے۔ سڑکوں کے کنارے جنگلوں کی بلیاں کاٹ کر وہ جلانے کی بہترین لکڑیاں بنا دیتا ہے۔ لیکن تمھیں اس سے سودا چکانا پڑے گا۔ نہیں۔ نہیں۔ بیخ کن کے پاس چلو۔"

وہ نیچے اس کمرہ میں گئے۔ اور اوور کوٹ پہن کر باہر چلے گئے۔

"بیخ کن کی کیا ضرورت ہے۔ ہمارے ہاں کوئی کھٹمل وغیرہ نہیں ہیں۔"

"اس کا کھٹملوں سے کوئی تعلق نہیں۔ میں جلانے کی لکڑی کی بات کر رہا ہوں۔ بیخ کن ایک بوڑھی عورت ہے جو بڑے پیمانے پر لکڑیوں کا کاروبار کرتی ہے۔ اس نے یہ کام بہت پھیلا رکھا ہے پورے کے پورے مکان ایندھن کے لئے خرید لیتی ہے۔ اندھیرا ہے ذرا دیکھ کر چلو پہلے زمانے میں آنکھیں بند کر کے میں تمہیں اس پورے علاقہ میں گھما سکتا تھا۔ میں ایک ایک پتھر سے واقف تھا۔ اس جگہ سے قریب

ہی تو میں پیدا ہوا تھا، لیکن جب سے ان لوگوں نے جنگلے اکھاڑنے شروع کئے ہیں میں دن ہی میں راستہ بھولنے لگا ہوں۔ اپنا ہی شہر پردیس معلوم ہونے لگا ہے۔ اس کے برعکس عجیب و غریب قسم کی نئی جگہیں وجود میں آ رہی ہیں بشل ایمپائر قسم کے مکانوں کو کون جانتا تھا؟ اب اس علاقے کے ہر مکان کے باغ میں گول میزیں اور ٹوٹی پھوٹی بنچیں پڑی رہتی ہیں۔ کچھ دن ہوئے میں اسی قسم کی ایک جگہ سے گزر جہاں تین راستے آکر ملتے ہیں اور وہاں کوئی اسّی سال کی ایک ضعیفہ لکڑی کے سہارے چل رہی تھی۔ میں نے کہا "آہا دادی اماں کیا مچھلی کے شکار کے لئے کیچوے ڈھونڈھ رہی ہو۔" ظاہر ہے یہ بات میں نے مذاق میں ہی کہی تھی۔ لیکن اس نے اسے سنجیدگی سے لیا۔ "کیچوے نہیں" اس نے کہا۔ "بلکہ خود رو کھمبی" اور یہ صحیح ہے تم جانتے ہو شہر بالکل جنگل بنتا جا رہا ہے۔ سڑے ہوئے پتوں اور جھنکاڑوں کی بو پھیلی رہتی ہے۔

"میں سمجھ گیا تم کس جگہ کی طرف اشارہ کر رہے ہو۔ سیر بیرا ایٹی اور دبیچا لنوکا کے درمیان ——

وہی نا!۔ وہاں میں ہمیشہ بڑی حیرت انگیز باتوں سے دوچار ہوتا ہوں۔ یا تو میری ملاقات کسی ایسے آدمی سے ہوتی ہے جسے میں نے بیس سال سے کبھی نہ دیکھا ہو۔ یا وہاں مجھے کوئی چیز ملتی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ خطرناک جگہ ہے اور کوئی تعجب کی بات بھی نہیں اس جگہ تنگ گلیوں کا جال ہے جو اسمولینکی کے قریب پرانے چوروں کے اڈوں کے پاس جا کر نکلتی ہیں۔ قبل اس کے کہ تمہیں پتہ چلے کہ تم کہاں ہو تمہارے جسم پر ایک تار بھی نہ رہنے دیں گے اور خود غائب ہو جائیں گے۔"

"ذرا ان سڑک کی بتیوں کو دیکھو یہ کبھی روشن نہیں ہوتیں۔ شیشے صاف کرنے کی کوشش میں الٹا ان پر کھرونچیں لگا دی گئی ہیں۔ سنبھل کر چلو کہیں ٹھوکر نہ لگ جائے۔"

(۶)

اس جگہ ڈاکٹر واقعی نت نئے واقعات سے دوچار ہوتا تھا۔ ایک سرد اور تاریک رات کو اکتوبر کی لڑائی سے کچھ پہلے اس نے ایک آدمی کو فٹ پاتھ پر بیہوش پڑا پایا۔ اس کے ہاتھ آگے کو پھیلے ہوئے تھے۔ سر کے پاس ایک بڑا سا پتھر تھا جس سے اسے زخمی کیا گیا تھا۔ اور اس کے پیر نالی میں پڑے ہوئے تھے۔ وہ کبھی کبھی کراہنے کی آواز نکال رہا تھا۔ جب ڈاکٹر نے اسے اٹھانا چاہا تو وہ منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑا رہا تھا۔ اسے حملہ کر کے لوٹا گیا تھا اور اس کے سر پر سخت چوٹ آئی تھی جو خون سے بری طرح لت پت ہو رہا تھا لیکن سرسری جائزہ سے معلوم ہوا کہ اس کی کھوپڑی صحیح سالم تھی۔

زدوگواریات کے دو خلاف گیا بیان ہے۔ اس نے گاڑی کے لیے ٹیلیفون کیا جو ہنگامی حالت میں مریضوں کو اسپتال لانے کے لئے استعمال کی جاتی تھی۔ ڈاکٹر گاڑی میں زخمی کو اسپتال لایا۔ ایک ممتاز سیاسی لیڈر تھا۔ ڈاکٹر نے اس کا علاج کیا اور آخر وہ صحت یاب ہوگیا۔ اس کے بعد کئی سال تک یہ آدمی ڈاکٹر کا محافظ بنا رہا۔ اس نے کئی مرتبہ ڈاکٹر کو مصیبتوں سے بچالیا۔ یہ زمانہ وہ تھا جب ہر شخص شبہ کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

(۷)

انتونینا الیگزنیدروونا کی تجویز پر پوری طرح عمل ہوا اور سردیوں کے لئے گھر کے لوگ اوپر کی منزل کے تین کمروں میں رہنے لگے۔ اس دن اتوار تھا سرد ہوائیں چل رہی تھیں اور گہرے بادل گھرے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر کو آج چھٹی تھی۔ صبح آگ جلائی گئی مگر چولھے سے دھواں اٹھنے لگا۔ نیوشا گیلی لکڑیوں کو جلانے کی کوشش میں لگی ہوئی تھی اور انتونینا الیگزنیدروونا جو چولھے اور ایندھن کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی تھی اسے برابر انتہائی مضحکہ خیز اور لغو مشورے دیئے جارہی تھی۔ ڈاکٹر نے جو اس سلسلہ میں تھوڑا بہت جانتا تھا کچھ بولنا چاہا۔ لیکن اس کی بیوی نے اسے بڑی نرمی سے یہ کہتے ہوئے کمرے سے باہر بھیج دیا کہ "تم اس میں ٹانگ نہ اڑاؤ۔ تم تو صرف جلتی آگ پر تیل ہی چھڑک سکتے ہو۔"

"تیل تو کچھ زیادہ بُرا نہیں رہے گا۔ تو نیوشکا! چولھا ایکدم بھڑک اٹھے گا۔ اب تو مشکل یہ ہے کہ نہ تیل ہے نہ آگ۔"

"مذاق مت کرو۔ بعض وقت مذاق بڑا بے موقع معلوم ہوتا ہے۔" چولھا نہ جلنے کی وجہ سے ہر ایک کے پروگرام میں خلل پڑ گیا۔ انھیں امید تھی کہ اندھیرا پھیلنے سے پہلے ہی وہ گھر کے کام کاج سے فارغ ہوجائیں گے اور شام بے فکری سے گذار سکیں گے لیکن اب کھانا بھی جلد تیار ہونے کی توقع نہیں تھی۔ گرم پانی بھی نہیں تھا۔ کئی دوسرے پروگرام بھی شاید ترک کرنے پڑجائیں۔ کھڑکیوں سے اور دھواں اٹھنے لگا۔ اور ہوا کی وجہ سے دھواں کمرے میں گھس آیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پرستان کی کہانیوں کی کوئی مہیب بلا کسی گھنے جنگل میں کھڑی ہو۔ آخر کار یوری آندریے وچ سب کو دوسرے دو کمروں میں لے آیا اور ایک کھڑکی کا اوپر کا حصہ کھول دیا۔ اور چولھے سے آدھی لکڑیاں باہر

نکالیں اور ان کی جگہ چھوٹی چھوٹی ٹھیکریاں رکھیں۔ بیچ بیچ میں اس نے چیڑ کی لکڑیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے رکھ دیئے۔ کھڑکی سے تازہ ہوا اندر آئی۔ پردہ ہوا میں لہرانے لگا۔ میز سے کاغذ وغیرہ اڑنے لگے۔ نیچے ہال میں کہیں کوئی دروازہ زور سے بند ہوا اور جو دھواں باقی رہ گیا تھا ہوا نے اس سے آنکھ مچولی کھیلنی شروع کر دی۔ دیکھتے ہی دیکھتے لکڑیاں چٹخ چٹخ کر جلنے لگیں۔ اور چولھے سے شعلے نکلنے لگے۔ کمرے میں دھواں آہستہ آہستہ کم ہوتا گیا اور پھر بالکل ختم ہو گیا۔ اب کمرہ پھر روشن ہو گیا تھا یوری آندرے وِچ نے حال ہی میں اپنے دوست کے مشورے سے جو کھڑکیاں لگائی تھیں ان کر گرم گرم ہوا آ رہی تھی جس سے پوٹین جلنے کی عجیب سی بو آ رہی تھی۔

ادھر چولھے کے پاس پڑی ہوئی لکڑی بھی عجیب بو دے رہی تھی۔ کھڑکی سے آنے والی ہوا کی سی تیزی کے ساتھ نکولائی نکولائی وچ کمرہ میں داخل ہوا۔ اور آتے ہی بتایا "گلیوں اور بازاروں میں لڑائی ہو رہی ہے۔ عارضی حکومت کے حامی کیڈٹوں اور بالشویکوں کے ساتھی فوجی سپاہیوں کے درمیان باقاعدہ جنگ ہو رہی ہے۔ سارا شہر اس لڑائی کی زد میں آ چکا ہے۔ میں یہاں آتے ہوئے دو دفعہ ان جھڑپوں میں پھنس گیا۔ پہلے تو بالشوئی دمترووکا کے قریب اور پھر نکتسکی گیٹ کے پاس۔ اب سیدھے آنے کی بجائے ادھر گھوم کر آنا پڑے گا۔ یورا جلدی سے کوٹ پہن لو۔ آؤ ذرا چل کر یہ لڑائی دیکھیں۔ یہ تاریخی واقعہ ہے جو زندگی میں روز روز دیکھنا نصیب نہیں ہوتا۔" لیکن اس کے بعد وہ دو گھنٹے تک یہیں پر باتیں کرتا رہا۔ انھوں نے ایک ساتھ رات کا کھانا کھایا اور جب وہ چلنے کے لئے تیار ہوا تو اچانک گورڈن بھی اسی تیزی کے ساتھ اور وہی خبر لے کر داخل ہوا جو نکولائی لایا تھا۔ لیکن اب خبریں ذرا تازہ اور تفصیل کے ساتھ معلوم ہوئیں۔ گورڈن نے کہا کہ رائفل فائرنگ شدت سے جاری ہے جس سے اکا دکا راہ گیر بھی ہلاک ہوئے ہیں۔ سارا ٹریفک رک گیا ہے۔ وہ خود بڑی مشکل سے بچتا بچاتا یہاں تک پہنچا ہے لیکن اب راستہ بالکل کٹ گیا ہے۔ نکولائی نکولائی وچ نے اس کی باتوں پر یقین نہیں کیا اور تیزی کے ساتھ باہر نکلا مگر ایک ہی منٹ بعد واپس آ گیا۔ اس نے بتایا کہ گولیاں سنسناتی ہوئی گلی میں گھروں کی دیواروں پر لگ رہی ہیں جس سے پلستر ٹوٹ ٹوٹ کر نیچے گر رہا ہے۔ باہر کوئی متنفس دکھائی نہیں دیتا۔ ہر قسم کی آمد و رفت بالکل بند ہے۔

اور اسی ہفتہ ساشنکا کو نزلہ اور زکام سے بخار ہو گیا۔ یوری آندرے وِچ بجز کراپنی بیوی

سے کہہ رہا تھا: جسے ہزار مرتبہ منع کیا ہے کہ بچے کو چولہے کے قریب مت کھیلنے دیا کرو۔ سردی لگنے سے زیادہ، گرمی کے قریب بچے کو رکھنا بہت خطرناک ہے۔ ساشنکا کو تیز بخار تھا اور اس کا گلا بھی اندر سے سوج گیا تے سے وہ دہشت زدہ ہو جاتا تھا اور یوری آندرے وچ اس کا گلا دیکھنے کی کوشش کرتا تو وہ اس کا ہاتھ ایک طرف ہٹا دیتا۔ دانت بھینچ لیتا۔ اور زور سے دھاڑتے ہوئے اپنا سانس روک لیتا۔ دلیلوں یا دھمکیوں کا ہیبر ذرہ برابر اثر نہ ہوتا تاہم ایک مرتبہ اس نے نادانستہ جمائی لیتے ہوئے منہ جو کھولا تو ڈاکٹر کو موقع مل گیا اور اس نے اپنے بیٹے کے منہ میں جلدی سے چمچہ ڈال کر اس سے کافی دیر تک اسکی زبان کو دبائے رکھا اور اسی اثنا میں اس نے اس کے نرخرہ اور گلے کے غدودوں کو غور سے دیکھ لیا۔ نرخرہ رس بھری کے رنگ کا ہو رہا تھا اور غدود سوجے ہوئے تھے جن پر تشویشناک حد تک بے شمار سفید دھبے پڑے تھے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے اسی طرح بچے کے گلے سے ذرا سا لعاب نکال کر خوردبین سے اس کا جائزہ لیا جو اتفاق سے گھر میں ہی موجود تھی خوش قسمتی سے بچہ کو خناق کا عارضہ لاحق نہیں ہوا تھا۔ لیکن تیسرے ہی دن بچے پر گلے کے ورم کا حملہ ہوا جب سے اسکو تشویشناک قسم کی کھانسی اٹھنے لگی۔ بخار بھی بہت تیز تھا اور وہ اکھڑے اکھڑے سانس لینے لگا۔ یوری آندرے وچ بیٹے کی تکلیف دور کرنے سے معذور تھا اور بچے کی تکلیف اس کے لئے ناقابل برداشت ہو گئی۔ اس کی بیوی کا خیال تھا کہ شاید بچہ دم توڑ رہا ہے۔ دونوں باری باری بیٹے کو گود میں بہلاتے ہوئے کمرے میں ٹہلتے رہے اور ایسا معلوم ہوتا جیسے اس سے بچہ کو کچھ آرام مل رہا ہے۔ اب انھیں بیمار بچے کے لئے دودھ۔ چشمے کے شفاف پانی یا سوڈے کی ضرورت تھی لیکن گلی کوچوں میں مسلسل جنگ ہو رہی تھی اور ہر طرف گولیاں چل رہی تھیں ایسے میں اگر آندرے وچ جان پر کھیل کر لڑائی کے علاقے سے باہر چلا بھی جاتا تو بھی اسے سارے شہر میں کوئی ایسا آدمی نہ ملتا جو اسکے کام آسکتا۔ شہر میں صورت حال کے واضح ہونے تک ہر شعبہ زندگی کا نظام معطل ہو چکا تھا۔ لیکن نتیجہ کے متعلق کسی کو شبہ نہیں تھا۔ ہر طرف سے یہی افواہیں سننے میں آ رہی تھیں کہ مزدوروں کا پلہ بھاری ہے۔ کیڈٹوں کے چھوٹے چھوٹے گروہ مقابلہ کر رہے تھے۔ لیکن وہ ایک دوسرے سے اور اپنی کمان سے کٹے ہوئے تھے سوٹسزیو کے علاقہ پر سپاہیوں کے یونٹ کا قبضہ تھا اور وہ وسطی علاقہ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ جرمنی کے خلاف جنگ میں حصہ لینے والے تجربہ کار سپاہی اور ان کے ساتھ نوجوان مزدور لڑکے ایک خندق میں بیٹھے ہوئے تھے جو انھوں نے ایک گلی میں کھود رکھی تھی۔ وہ اس علاقہ میں رہنے والے لوگوں سے کافی واقف ہو گئے تھے اور جب یہ لوگ گھروں سے نکل کر دروازوں

کھڑے رہتے تو یہ ان سے ہنسی مذاق کر لیتے۔ شہر کے اس علاقہ میں ٹریفک بھی بحال ہو رہا تھا۔

گورڈن اور نکولائی نکولائی تین دن تک زواگو کے گھر قید کاٹنے کے بعد آزاد ہوئے۔ تاہم زواگو خوش تھا کہ ساشنکا کی بیماری کے دوران یہ لوگ یہاں رہے اور عام گڑبڑ میں اضافہ کرنے کے الزام سے زواگو کی بیوی نے بھی انھیں بری کر دیا تھا۔ لیکن انھوں نے اس دوران اپنے میزبان کی مہمان نوازی کا بدلہ اس طرح چکایا کہ وہ مسلسل باتیں کرتے رہے۔ اس تین دن کی بے تکی باتوں سے زواگو اتنا تھک چکا تھا کہ جب یہ لوگ اس کے گھر سے گئے تو اس نے اطمینان کا سانس لیا۔

(۸)

زواگو اور اس کی بیوی کو بعد میں معلوم ہو گیا کہ ان کے مہمان بخیریت اپنے اپنے گھر پہنچ گئے ہیں لیکن فوجی کارروائی بدستور جاری تھی۔ کئی راستے اب تک بند پڑے تھے اور ڈاکٹر اب تک اپنے ہسپتال نہیں جا سکا وہ اپنے کام پر جانے کو بے چین تھا جہاں اس کی میز کی دراز میں اس کی تصنیف کا مسودہ بھی رکھا تھا۔ لوگ صبح سویرے تھوڑی دیر کے لئے گھروں سے نکلتے اور روٹی وغیرہ خرید کر واپس چلے جاتے۔ جب لوگ کسی کو دودھ کی بوتل لے جاتے ہوئے دیکھتے تو سب اسے گھیر لیتے اور بڑے اشتیاق سے پوچھتے کہ اسے کہاں سے یہ دودھ ملا ہے۔ بعض اوقات ایکدم سارے شہر میں فائرنگ ہوتی اور تھوڑی ہی دیر بعد بازار اور گلی کوچے پھر کھل جاتے۔ لوگ کہتے کہ صلح کی بات چیت ہو رہی ہے اور فائرنگ کی کمی بیشی یہی ظاہر کرتی تھی کہ اس وقت ان مذاکرات کا کیا رنگ ڈھنگ ہے۔

اکتوبر کی ایک رات کو دس بجے کے قریب یوری آندریے وچ بلا ضرورت اپنے ایک ساتھی سے ملنے اس کے گھر کی طرف چل دیا۔ وہ سنسان رستوں سے تیزی کے ساتھ گذر رہا تھا۔ برفباری کا پہلا مرحلہ شروع تھا جب کہ پاؤڈر کی طرح بہت باریک قسم کی برف گرتی ہے اور تیز ہوا اسے بری طرح بکھیرے ڈالتی تھی وہ بے شمار گلی کوچوں میں ادھر سے ادھر مڑا اور اتنے میں برفباری تیز اور ہوا ایسے طوفان میں تبدیل ہو گئی جس سے کھیتوں میں سیٹیوں کی سی آوازیں نکلتی ہیں مگر یہاں شہر میں یہ ایسے ادھر سے ادھر مارا مارا پھرتا ہے جیسے رستہ بھول گیا ہو۔ زمین پر لوگوں کے اخلاق اور ہوا میں طبیعاتی دنیا کے ان انتشار میں کوئی نہ کوئی قدر مشترک ضرور تھی کہیں کہیں سے مدافعت کے محصور مورچوں سے آخری گولہ چلنے کی آوازیں سنائی دیتیں۔ اُفق پہ دم توڑتی ہوئی آگ کی لپٹیں ابھر تیں اور منتشر ہو جاتیں اور آسمان سے گرتی ہوئی برف بھیگی ہوئی سڑکیں

اور راستوں پر بھنور اور دھوئیں کی چادریں بنانی رہتی۔

ایک اخبار فروش لڑکا اسے ایک دوراہے پر ملا جو تازہ پرچے کی ایک موٹی گڈی بغل میں دبائے زور زور سے چیختا ہوا جا رہا تھا: "خبریں پڑھو تازہ ترین خبریں۔" ڈاکٹر نے ایک پرچہ خریدا اور جو بڑا سکہ دیا اس کا بقیہ بھی لڑکے کے پاس ہی رہنے دیا۔ لڑکے نے گڈی میں سے ایک پرچہ نکال کر ڈاکٹر کو دیا اور خود یہ ڈھیر اٹھا کر بھاگتا ہوا پھر برف میں غائب ہو گیا۔ یہ صرف ایک طرف چھپا ہوا خاص ضمیمہ تھا جس کی جلی سرخیاں پڑھنے کے لئے ڈاکٹر روشنی کے ایک کھمبے کے نیچے جا کر رکا۔ ضمیمہ میں پیٹرز برگ کا یہ سرکاری اعلان تھا کہ عوامی کومیساروں کی ایک سوویٹ بنائی گئی ہے اور یہ کہ روس میں عوام کی ڈکٹیٹر شپ قائم ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی نئی حکومت کا پہلا اعلان اور کئی دوسری خبریں تھیں جو تار اور ٹیلی فون پر موصول ہوئی تھیں۔ برفانی طوفان ڈاکٹر کی آنکھوں میں گھسا آ رہا تھا۔ برف کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی اخبار کے صفحہ پر ایک تہہ سی جم گئی۔ لیکن یہ طوفان کی شدت نہیں تھی جو اس کے اخبار پڑھنے میں حائل تھی بلکہ اس لمحہ کی تاریخی عظمت نے اس پر اس درجہ رقت طاری کر دی تھی کہ وہ کافی دیر کے بعد اپنے آپ کو سنبھال سکا۔

دوسری خبریں پڑھنے کے لئے اس نے ذرا بہتر محفوظ اور روشن مقام ڈھونڈھنے کے لئے ادھر ادھر نظر دوڑائی تو معلوم ہوا کہ وہ ایک بار پھر اسی سحر زدہ علاقہ یعنی سرسیر یانی اور مولچانوزک کے دوراہے پر ایک بلند پانچ منزلہ عمارت کے شیشے کے دروازہ کے سامنے کھڑا ہے اور عمارت کی لابی خوب روشن ہے۔ وہ اندر پہنچا اور زینہ کے قریب بجلی کی روشنی میں اخبار پڑھنے لگا۔ لیکن اچانک اسے بالائی منزل پر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ کوئی زینے سے اتر رہا تھا مگر پھر ذرا رک جاتا جیسے گھبرا رہا ہو۔ ایک مرتبہ تو اس شخص نے واقعی فیصلہ بدل دیا اور زینہ سے بھاگ کر واپس اوپر چلا گیا۔ کہیں ایک دروازہ کھلا اور زور زور کی آوازیں سنائی دیں لیکن ان آوازوں میں اتنی گونج تھی کہ یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ آواز کسی عورت کی تھی یا مرد کی۔ دروازہ پھر زور سے بند ہوا اور یہ شخص پھر نیچے اترنے لگا۔ اب کے قدموں کی آواز سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ شخص عزم کے ساتھ آ رہا ہے۔ یوری آندرے وچ اخبار پڑھنے میں مصروف تھا اور اس کا اجنبی کی طرف دیکھنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ لیکن زینہ اترتے ہی اجنبی اس طرح اچانک رک گیا کہ ڈاکٹر کو نگاہ اٹھا کر دیکھنا ہی پڑا۔ اس کے سامنے کوئی اٹھارہ سال کا ایک نوجوان کھڑا تھا جس نے رینڈیر کی کھال کی ٹوپی اور پرانا کوٹ پہن رکھا تھا۔ رینڈیر کا

یہ کوٹ اس نے سائبیریا کے لوگوں کی طرح پہن رکھا تھا جو سمور کا حصہ باہر رکھتے ہیں۔ لڑکے کا رنگ ذرا گہرا اور کرغیز کے باشندوں کی طرح اس کی آنکھیں ذرا چھوٹی تھیں۔ اس کے چہرے سے ایک خاص مغرورانہ رعونت اور سکوت پسندانہ لطافت ٹپکتی تھی جو اس کی علیحدگی پسندی کا پتہ دیتی تھی اور یہ چیز بسا اوقات ان لوگوں میں پائی جاتی ہے جن کے والدین دو مختلف قومیتوں یا ملکوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

ایسا دکھائی دیتا تھا جیسے لڑکے کو یوری آندرے وِچ پر شبہ ہو گیا ہو کہ وہ اس کا کوئی ناقف ہے۔ اس نے کچھ الجھی ہوئی اور شرمیلی نگاہ سے ڈاکٹر کو دیکھا جیسے وہ اسے جانتا ہے مگر بات کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ نہیں کر پاتا۔ اس غلط فہمی کو ختم کرنے کے لئے یوری آندرے وِچ نے لڑکے کو بڑی سرد مہری اور لاپرواہی کی نظر سے دیکھا۔ لڑکا کچھ پریشانی کے عالم میں دروازہ کی طرف چل پڑا اور دروازہ کھول کر باہر جانے سے قبل اُس نے پھر مڑ کر دیکھا اور شیشے کا بھاری دروازہ زور سے بند کر کے وہاں سے چلا گیا۔

اس کے چند منٹ بعد ہی آندرے وِچ بھی وہاں سے چلا گیا۔ اس کے دل و دماغ پر تازہ خبریں چھائی ہوئی تھیں۔ وہ لڑکے اور اپنے اس ساتھی کو بالکل ہی بھول گیا جس کے ہاں جانے کے لئے وہ گھر سے نکلا تھا اور الٹا اپنے گھر واپس آ گیا۔ لیکن راستے میں ایک اور حادثے نے اسے مزید الجھن میں ڈال دیا۔ یہ حادثہ روزمرہ کی زندگی کی ان عام تفصیلات میں سے تھا جو ان دنوں بہت زیادہ اہمیت اختیار کر گئی تھیں۔ اپنے گھر کے پاس ہی اس نے اندھیرے میں ایک موڑ کے قریب ٹھوکر کھائی۔ سڑک پر کوئی ادارہ تھا جسے حکومت نے مضافات میں ایک ٹوٹے ہوئے مکانات کے تختے بطور ایندھن سپلائی کئے تھے لیکن ان سب کو ایکدم اندر احاطہ میں نہیں لے جایا جا سکا لہذا ان تختوں کا کچھ حصہ باہر سڑک کے کنارے پڑا ہوا تھا اور ان کے ڈھیر کے قریب ہی ایک مسلح سنتری پہرہ دے رہا تھا۔ وہ عمارت کے احاطہ میں پہرہ دیتے ہوئے کبھی کبھار باہر سڑک پر بھی نکل آتا۔ یوری آندرے وِچ کے ذہن میں اچانک ایک خیال آیا اور اس نے فوراً سنتری کے پیٹھ موڑتے ہی جبکہ تیز ہوا کی وجہ سے تاریک حصہ میں برف بھی اڑ رہی تھی لیمپ کی روشنی سے ذرا بچ کر احتیاط کے ساتھ اس ڈھیر کے نیچے سے ایک شہتیر کھینچ لیا بمشکل تمام ڈاکٹر نے اس شہتیر کو اپنی پیٹھ پر رکھا اور فوراً اس کا بھاری وزن محسوس کرنے لگا (انسان کا اپنا وزن خود اس کے لئے بوجھ نہیں ہوتا۔) اور دیوار کے سائے کے ساتھ ساتھ ہوتا ہوا وہ بخیریت پکڑی

لے کر گھر پہنچ گیا۔ یہ شہتیر عین ضرورت کے وقت ملا۔ کیونکہ گھر میں لکڑیاں بالکل ختم ہو چکی تھیں۔ شہتیر کو فوراً کاٹ کر چھوٹے ٹکڑوں میں تبدیل کر کے ایک طرف رکھ دیا گیا، اور پیوتی آندریے وِچ چولھا جلا کر اس کے سامنے خاموش بیٹھ گیا۔ الیگزینڈرا الیگزینڈروونا نے بھی آگ تاپنے کے لئے اپنی آرام کرسی کو ذرا آگے کھسکا لیا۔ آندریے وِچ نے اپنے بازو والی جیب سے اخبار نکال کر اسے دیا اور پوچھا دیکھا ہے؟ ذرا غور سے پڑھو۔ وہ خود ابھی تک پنجوں کے بل بیٹھا ہوا آگ کو چمٹے سے کرید رہا تھا اور دل ہی دل میں باتیں کر رہا تھا۔

"کیا شاندار جراحی ہے۔ نشتر نکالا۔ اور ایک ہی اولوالعزم جنبش کے ساتھ تمام پرانے اور متعفن ناسوروں کو کاٹ ڈالا۔ بہت سادگی کے ساتھ۔ کسی قسم کی خرافات اور بیہودگی کے بغیر۔ آپ نے ناانصافی کے پرانے عفریت کو پکڑا۔ جسے صدیوں سے یہ عادت پڑی ہوئی ہے کہ لوگ اس کی بندگی کریں۔ اس پر چڑھاوے چڑھائیں اور اس کے سامنے جھک کر عورتوں کی طرح کورنش بجا لائیں ——— اور موت کی سزا سنا دی۔"

یہ بے باکی اور جرأت اور کسی چیز کی تہ تک پہنچ جانے کا یہ طریقہ اپنے اندر ایک مانوس قومی رنگ کا حامل ہے۔ اس میں پشکن کی معاملہ فہمی اور ٹالسٹائی کی حقائق سے غیر متزلزل وفاداری کا عنصر پایا جاتا ہے

"تم پشکن کے بارے میں کیا کہہ رہے ہو۔ ایک لمحہ ٹھہرو۔ مجھے یہ ختم کر لینے دو۔ میرے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ میں پڑھتا بھی رہوں اور اس کے ساتھ ہی کسی کی بات بھی سنتا رہوں۔" الیگزینڈرا الیگزینڈروونا بول اٹھا وہ اس غلط فہمی میں تھا کہ اس کا داماد اس سے مخاطب ہے۔

"اور اُستاد کام کا اصل کمال یہی تو ہے۔ اگر تم کسی کو ایک نئی دنیا وجود میں لانے اور ایک نئے دور کا آغاز کرنے کا کام سونپو تو وہ پہلے تم سے یہ کہے گا کہ تم ذرا اس کے لئے میدان تو ہموار کر دو۔ وہ اس بات کا انتظار کرے گا کہ نئے دور کے آغاز سے پہلے صدیوں پرانا دور ختم ہو جائے۔ وہ ایک نیا باب اور ایک نیا ورق الٹنے کی کوشش کرے گا۔

لیکن یہاں لوگ اس قسم کی کسی چیز کا انتظار نہیں کرتے۔ یہاں یہ نئی چیز تاریخ کا یہ عجوبہ، یہ حیرت انگیز انکشاف، روزمرہ کی زندگی ہی میں نمودار ہوتا ہے اس بات سے بالکل بے نیاز ہو کر کہ زندگی کس راستے پر گامزن ہے۔ اس کا آغاز شروع سے نہیں بلکہ درمیان سے ہوتا ہے اور وہ بھی بغیر کسی طے شدہ پروگرام

کے مثال کے طور پر جو بھی دن ملے۔ ہفتہ کا پہلا ہی روز لے لیجئے جب کہ بازار میں ٹریفک شباب پر ہو۔ یہی ہے اُستادِ کامل کا اصل کمال۔ صرف حقیقی عظمت ہی اوقات اور مواقع سے اتنی بے نیاز ہو سکتی ہے۔"

(۹)

آخر موسم سرما آگیا۔ اور ویسا ہی جیسا کہ پیشین گوئی کی گئی تھی۔ اس بار موسم اتنا شدید تو نہیں تھا جتنا اس کے بعد کے دو سالوں میں رہا تاہم یہ بھی تقریباً اسی قسم کا تھا۔ وہی تاریکی۔ وہی بھوک۔ اور وہی سردی کی شدت۔ جس نے زندگی کی مانوس بنیادوں کو ہلا کر رکھدیا۔ اور زندگی سے چمٹے رہنے کی وہ غیرانسانی جدوجہد شروع ہو گئی جو زندگی کو گرفت سے نکلتے دیکھ کر ہر انسان کرتا ہے۔

تین سال لگاتار قیامت خیز سردی پڑی۔ یکے بعد دیگرے تین سال۔ آج جو معلوم ہو رہا ہے کہ ۱۹۱۷ء اور ۱۹۱۸ء میں ہوا تھا وہ واقعی سب کچھ اس زمانہ میں نہیں ہوا۔ بہت سی باتیں غالباً اس کے بعد میں ہوئی ہوں۔ یہ تینوں سال ملکر ایک ہو گئے ہیں اور سب کا الگ الگ تذکرہ کرنا بہت مشکل ہے۔

پُرانے اور نئے نظام ابھی ایک دوسرے سے دوچار نہیں ہوئے تھے وہ ابھی کھل کر ایک دوسرے کے مخالف بھی نہیں تھے۔ کیونکہ جب ایک سال بعد خانہ جنگی شروع ہوئی تو ان دونوں میں کوئی ربط قائم نہیں ہوا تھا۔ یہ دونوں نظام ایکدوسرے کے سامنے بالکل الگ کھڑے تھے۔ دونوں ایک دوسرے کی پوری ضد۔ ہر جگہ نئے انتخابات ہو رہے تھے۔ عمارتوں، ہر طرح کے اداروں سرکاری دفتروں اور پبلک سروسوں کے نظم ونسق کے لئے ہر جگہ کومنیسار مقرر کئے گئے۔ جن کو آمرانہ اختیارات دیئے گئے تھے۔ جن کی قوتِ ارادی فولاد کی طرح مضبوط تھی سیاہ چمڑے کی جیکٹوں میں ملبوس لوگوں کو ڈرانے دھمکانے اور مرعوب کرنے کے تمام ہتھیاروں سے لیس۔ بندوقوں سے مسلح جو کبھی کبھار شیو کرتے اور اس سے بھی کم سوتے تھے۔ وہ زوال پذیر بورژوائی نسل سے خوب واقف تھے جو سستی سرکاری تمسکات کے معمولی حصہ دار تھے یہ لوگ ان سے بہت بے رحمی سے بات کرتے اور وہ بھی ایک ایسی قہر آلود مسکراہٹ کے ساتھ جیسے کسی چور کو چوری کرتے ہوئے پکڑ لیا گیا ہو۔ یہ وہ لوگ تھے جو ہر چیز کو اپنے منصوبے کے مطابق از سرِ نو منظم کرتے اور اس طرح ایک کمپنی کے بعد دوسری کمپنی اور ایک صنعتی ادارے کے بعد دوسرا ادارہ بالشویک نظام میں ڈھلنے لگا۔ ہولی کراس کا ہسپتال اب سیکنڈ ریفارمڈ کہلانے لگا۔ اس میں بہت سی تبدیلیاں ہو گئی تھیں۔ عملہ کے کچھ لوگ تو برطرف کر دیئے گئے اور کچھ خود مستعفی ہو گئے۔ کیونکہ انھیں اپنے

کام کا مناسب معاوضہ نہیں مل رہا تھا۔ یہ وہ ڈاکٹر تھے جو بڑے لوگوں کا علاج کرتے تھے جن کی فیس آسمان سے باتیں کرتی تھی اور جو بڑے چرب زبان تھے۔ انھوں نے ذاتی مفاد کے لئے کام چھوڑا تھا مگر مندور اس بات پر دیا کہ انھوں نے ایک شہری کی حیثیت سے یہ احتجاج کیا ہے۔ اور جو لوگ ہسپتال سے علیحدہ نہیں ہوئے تھے وہ ان سے نفرت کرتے تھے حتیٰ کہ انھوں نے ان کا بائیکاٹ کر رکھا تھا۔ نووا گو ہسپتال میں کام کرتا رہا۔

شام کو میاں بیوی میں کچھ اس قسم کی بات چیت ہوئی: "بدھ کے دن ڈاکٹروں کی یونین کو نہ بھولنا انھوں نے ہمارے لئے تہ خانہ میں آلوؤں کی دو بوریاں رکھی ہیں۔ میں تمھیں بتا دوں گا کہ میں کب جا سکوں گا۔ ہم دونوں کو اکٹھے چل کر گاڑی کا انتظام کرنا ہوگا:"

"بہت اچھا — یورد چکا — ابھی بہت وقت ہے۔ تم اب تک تے کیوں نہیں — بہت دیر ہو گئی۔ کاش تم کچھ آرام کرو۔ ہر کام تم خود نہیں کر سکتے۔"

"وبا پھیلی ہوئی ہے۔ نقاہت اور تھکاوٹ کے باعث لوگوں میں بیماری کا مقابلہ کرنے کی سکت تک باقی نہیں رہی۔ تمھاری اور ابا کی حالت بہت خراب ہے۔ ہمیں کچھ نہ کچھ کرنا چاہیئے۔ لیکن کیا۔؟ کاش میں کچھ کر سکتا؟ ہم لوگ اپنا کچھ زیادہ خیال نہیں کر رہے۔ ارے تم سوئی نہیں؟"

"نہیں"

میں اپنے لئے فکرمند نہیں ہوں۔ میں تو بہت سخت جان ہوں۔ لیکن اگر اتفاق سے میں بیمار ہو جاؤں تو تم مجھ سے کام لینا۔ کبھی تم مجھے گھر پر نہ رکھنا فوراً ہسپتال پہنچا دینا۔

"ایسے کلماتِ بد زبان پر نہ لاؤ۔ خدا تمھیں ہر بلا سے محفوظ رکھے۔"

"یاد رکھو۔ اب ایماندار لوگ ختم ہو چکے ہیں۔ کوئی کسی کا دوست نہیں۔ اور کسی ماہر کا تو ذکر تک کرنا بیکار ہے۔ اگر کوئی نیکی بدی ہو جائے تو پچرز گن کے سوا کسی پر اعتبار نہ کرنا بشرطیکہ وہ اس وقت موجود ہو تمھیں نیند نہیں آئی؟"

"نہیں"

"تنخواہ کافی نہیں تھی لہٰذا وہ کام چھوڑ کر چلے گئے" لیکن اب معلوم ہوا کہ ان کے بھی کچھ اصول تھے۔ شہریت کے جذبات و احساسات تھے رکھتے ہیں اگر کوئی ان سے ملے تو وہ بمشکل ہی ہاتھ ملاتے ہیں۔ صرف ایک

بھوں چڑھا کر کہتے ہیں ۔" ہوں! تو تم ان کے لئے کام کر رہے ہو" ——"ہاں ۔ میں نے کہا اور اگر تم برا نہ مانو۔ میں جو دکھ سہہ رہا ہوں مجھے اس پر فخر ہے۔ اور جو لوگ ہماری قدر کرتے ہیں میں ان کی عزت افزائی اس طرح کرتا ہوں کہ ان پر بھی وہی مصائب و آلام مسلط کر دیتا ہوں ۔"

(۱۰)

ایک عرصہ تک لوگ گھٹیا قسم کی چھوٹی مچھلی کے سر کے شوربے کے ساتھ پانی میں ابلا ہوا مکئی باجرہ کھا کھا کر گزارہ کرتے رہے۔ اکثر مچھلی کا شوربہ دوسری پلیٹ کا کام دیتا اور اس کے ساتھ ہی لوگ بغیر پسی ہوئی گیہوں یا گھٹیا گندم کا ملغوبہ سا تیار کر لیتے۔ انتونینا ایگزینیدرونا کو اس کی ایک پڑوسن سہیلی نے عارضی ولندیزی چولہے پر ڈبل روٹی بنانا سکھا دی تھی۔ اصل میں اس کا مقصد یہ تھا کہ ٹائل کے چولھے کی قیمت وصول کرنے کے لئے انتونینا اس میں سے کچھ روٹی بھی فروخت کر سکے۔ اینٹوں کا چولھا لوہے کے چولھے سے بدرجہا بہتر تھا۔ نہ دھواں دیتا تھا اور نہ اس کی حدت میں ذرا بھی کمی واقع ہوتی انتونینا کی روٹی تو اچھی تھی مگر تجارتی نقطۂ نظر سے یہ اسکیم بالکل بیکار ثابت ہوئی۔ لہٰذا اسے دوبارہ لوہے کا چولھا استعمال کرنا پڑا۔ اب زواگو اور اس کی بیوی کو کافی تنگدستی کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا

ایک دن صبح کے وقت جب یوری آندریے وچ کام پر چلا گیا تو انتونینا الیگزینیدرونا نے اپنا خستہ حال گرم کوٹ اوڑھا اور شکار کی تلاش میں باہر نکل گئی۔ یہ کوٹ اس قدر بوسیدہ اور بیکار ہو چکا تھا کہ گرمی کے موسم میں بھی اسے اوڑھنے کے بعد وہ کانپتی رہتی تھی۔ گھر میں جلانے کے لئے لکڑی کے صرف دو ٹکڑے باقی رہ گئے تھے اور انتونینا لکڑی کی تلاش میں کوئی آدھ گھنٹے تک اپنے گھر کے قریب ادھر ادھر کی گلیوں میں گھومتی رہی جہاں اسے کبھی کبھار کوئی دیہاتی نظر آ جاتا جو آلو اور دوسری سبزیاں فروخت کرنے کے لئے صبح سویرے ماسکو آ جایا کرتے تھے۔ بڑے بازاروں میں اگر یہ لوگ اپنا مال بیچنے کے لئے جاتے تو انھیں گرفتار کر لیا جاتا۔ جلد ہی انتونینا کو وہ چیز نظر آ گئی جس کی اسے تلاش تھی۔ ایک ہٹا کٹا نوجوان جس نے دیہاتیوں جیسا لمبا کوٹ پہن رکھا تھا۔ ایک گاڑی ۔ جو کھلونے کی طرح ہلکی دکھائی دے رہی تھی۔ کھینچتا ہوا اس کے پیچھے چلتا رہا اور آخر زواگو کے مکان تک پہنچ گیا۔ اس بند گاڑی کے اندر ایک بورے کے نیچے چیڑ کی لکڑیوں کا ایک ڈھیر تھا۔ انتونینا کو اس لکڑی کی حقیقت معلوم تھی۔ یہ برائے نام چیڑ تھی ورنہ دراصل کسی درخت کی تازہ کٹی ہوئی لکڑی کے پتلے پتلے سے ڈنڈے تھے جنھیں ایندھن کا

نام دیا گیا تھا۔ بہرحال یہی چیز اس وقت مل سکتی تھی لہٰذا بحث کرنا بیکار تھا۔ نوجوان پانچ چھ پھیروں میں اپنے دونوں بازوؤں میں زیادہ سے زیادہ لکڑیاں دبا کر یہ ڈھیریاں اندر رہائشی کمرہ میں ڈال آیا اور اس کے بدلے میں تونیانے اسے کپڑے رکھنے کی وہ الماری بطور قیمت دیدی جس میں آئینہ بھی لگا ہوا تھا۔ نوجوان کسان اس الماری کو اپنی گاڑی میں رکھ کر لے گیا۔ وہ اپنی دلہن کو یہ الماری بطور تحفہ پیش کرنے کی سوچ رہا تھا۔ اس نے تونیا سے کہا کہ آئندہ وہ اسے آلو لا کر دے گا مگر اس کے عوض پیالے لے گا۔

یوری آندرے ذح گھر آیا تو اس نے اپنی بیوی کی خرید و فروخت کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔ جب کہ بہتر تو یہ تھا کہ کپڑوں کی الماری کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے خود ہی گھر میں جلا لیا ہوتا لیکن ان دونوں میں سے کوئی بھی الماری کو خود توڑ کر ایندھن بنانے پر تیار نہ ہوتا۔ تونیا نے شوہر سے کہا "میز پر تمہارے لئے ایک تحریری پیغام رکھا ہے۔ دیکھا تم نے؟" ڈاکٹر نے جواب میں کہا "وہی نا جو ہسپتال سے آیا ہے؟ ہاں مجھے پہلے ہی پیغام مل چکا ہے۔ اب بیمار کو دیکھنا ہے۔ ضرور جاؤں گا۔ لیکن پہلے ذراستا لوں۔ مگر یہ جگہ خاصی دور ہے۔ ٹرائمفل آرک کے قریب مجھے پتہ معلوم ہے۔"

"ارے ذرا غور سے تو پڑھو۔ اسے معلوم ہے انھوں نے کیا فیس دینے کو کہا ہے؟ جرمن برانڈی کی ایک بوتل یا موزے کی جوڑی۔ تمہاری کیا رائے ہے؟ کس قسم کے لوگ ہیں یہ؟ بیہودہ! انھیں اس بات کا ذرا احساس نہیں کہ آج کل ہم کیسے گذارہ کر رہے ہیں۔

"ہاں! ہاں! یہ ایک چھوٹے دکاندار کا خط ہے۔ سپلائر کا۔"

ان دنوں حکومت نے نجی تجارت کو بالکل ختم کر دیا تھا مگر جب حکومت خود مشکلوں میں گرفتار ہو اور کوئی شے دستیاب نہ ہوتی ہو تو وہ اقتصادی الجھنوں سے نپٹنے کے لئے کچھ لوگوں کو خاص رعایات دیتی اور اور وہ حکومت کو سامان لا کر دیتے۔ انھیں سپلائرز۔ یا تلیم شدہ ایجنٹ کہا جاتا تھا۔ اس سے پہلے یہ لوگ نہ تو زیادہ دولت مند تھے اور نہ ہی یہ وہ لوگ تھے جنھیں بڑے بڑے کاروباری اداروں کے اعلیٰ ترین عہدوں سے برطرف کیا گیا تھا کیونکہ اس قسم کے لوگوں پر جس طرح وار کیا گیا تھا۔ وہ تو اس سے پھر سنبھل ہی نہیں پائے۔ یہ سپلائر بہت چھوٹے اور اناڑی قسم کے کاندار تھے جو جنگ اور انقلاب کے زمانہ کی پیداوار تھے حالانکہ ان کا کوئی تجارتی پس منظر نہیں تھا۔

ژوواگو نے گرم پانی اسکمین۔ اور برائے نام دودھ کی لسی پی اور مریض کو دیکھنے چل پڑا۔ اسٹرک

بہر دو رویہ عمارتوں کی دیواروں کے درمیان بعض اوقات نچلی منزل کی کھڑکیوں کی بلندی تک برف جمی ہوئی تھی۔ نیم مُردہ تاریک اور کمزور سائے معمولی سی اشیائے خورد و نوش لئے پھر رہے تھے یا برف میں چلنے والی گاڑیاں کھینچ رہے تھے۔ اس کے علاوہ اور کسی قسم کی آمد و رفت نہیں تھی۔ کہیں کہیں پرانی دکانوں کے سائن بورڈ اب تک آویزاں تھے۔ لیکن ان کا امداد باہمی کی نئی اور چھوٹی دکانوں سے کوئی تعلق نہیں تھا جنھوں نے ان کی جگہ لے رکھی تھی اور لطف یہ ہے کہ یہ نئی دکانیں بھی خالی تھیں۔ ان میں تالے پڑے ہوئے تھے اور کھڑکیاں بند تھیں۔ یہ دکانیں صرف اس لئے بند نہیں تھیں کہ مال نہیں تھا بلکہ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ تجارت سمیت ہر شعبۂ زندگی کی تنظیم نو کی کارروائی ہنوز صرف کاغذات تک محدود تھی۔ اور نئی تنظیم کا یہ سلسلہ ان دکانوں تک نہیں پہنچا تھا جو بند پڑی تھیں۔

(۱۱)

ڈاکٹر جس مکان میں گیا وہ تورگیٹ کے قریب ریسٹ آسٹریٹ کے آخر میں واقع تھا۔ یہ پتھروں کی ایک بیرک نما عمارت تھی اور اندر کی طرف صحن سے دیواروں کے ساتھ ساتھ تین زینے اوپر جاتے تھے۔ اس دن جب بلڈنگ کے کرایہ دار اپنے جلسۂ عام میں شریک تھے اور میونسپل کونسل کی ایک خاتون مندوب بھی اسمیں موجود تھی۔ تو اچانک اسلحہ کے لائسنس کی جانچ اور بلا لائسنس اسلحہ ضبط کرنے کے لئے ایک فوجی مشن وہاں پہنچ گیا۔ تمام کرایہ داروں کو اپنے اپنے فلیٹوں میں واپس جانا پڑا لیکن کمیشن نے خاتون مندوب سے کہا کہ وہ نہ جائے اور اسے یقین دلایا کہ خانہ تلاشی زیادہ عرصہ تک نہیں رہے گی اور یہ کہ وہ جلد ہی اپنا جلسہ پھر شروع کر سکیں گے۔ جب ڈاکٹر یہاں پہنچا تو کمیشن اپنا کام پورا کر چکا تھا البتہ صرف اسی مکان کی تلاشی باقی تھی جس میں ڈاکٹر کو جانا تھا ایک رائفل بردار سپاہی نے زینے کے قریب ڈاکٹر کو روک دیا لیکن کمیشن کے سربراہ نے ان دونوں کی بحث سُن لی اور حکم دیا کہ جب ڈاکٹر مریض کا معائنہ کرے اس کے بعد اس مکان کی تلاشی لی جائے۔ چنانچہ گھر کے مالک نے ڈاکٹر کے لئے دروازہ کھول دیا۔ یہ ایک خوش اخلاق نوجوان تھا جس کا چہرہ سانولا اور زرد اور آنکھیں بہت اُداس دکھائی دیتی تھیں۔

کئی ایک ایسی باتیں تھیں جن کی وجہ سے وہ ذرا گھبرایا ہوا تھا — اس کی بیوی کی بیماری۔ خانہ تلاشی کا ڈر۔ طب اور اس کے نمائندہ کیلئے اس کا احترام قلبی۔ ڈاکٹر کا وقت ضائع ہونے سے بچانے کے لئے اس نے مریضہ کی حالت مختصر ترین الفاظ میں بیان کرنے کی کوشش کی لیکن اس کی اس جلد بازی سے اس کی

باتیں اور بے ربط ہو گئیں۔ قیمتی اور معمولی فرنیچر سے اس کا مکان پٹا پڑا تھا جو غالباً اس نے بڑھتی ہوئی مہنگائی کے پیشِ نظر بہترین سودا سمجھ کر خرید کر ڈال لیا تھا۔ فرنیچر کے سیٹ بھی تھے اور الگ الگ چیزیں بھی۔ نوجوان کا خیال تھا کہ اس کی بیوی اعصابی صدمہ کے باعث بیمار ہے۔ اس نے ہیر پھیر سے باتیں کرتے ہوئے بتایا کہ انھوں نے حال ہی میں ایک کلاک خریدا تھا جو آثارِ قدیمہ میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ یہ انتہائی سُریلی آواز نکالنے والا ایک ٹوٹا ہوا گھنٹہ تھا اور انھوں نے صرف گھڑی سازی کے فن کی قدر دانی کے طور پر بہت سستے داموں اُسے خریدا تھا (وہ ڈاکٹر کو گھنٹہ دکھلانے برابر کے کمرہ میں لے گیا) انھیں خیال تھا کہ اس کی مرمت تک نہیں ہو سکتی لیکن ایک دن اچانک یہ گھنٹہ جسے برسوں سے چابی نہیں دی گئی اپنے آپ چلنے لگا اور اپنی سُریلی آواز سُنانے کے بعد پھر بند ہو گیا۔ نوجوان نے کہا کہ اس سے اس کی بیوی دہشت زدہ ہو گئی۔ اسے یقین ہو گیا کہ اس کا وقت آ گیا اور اب اس پہ ہذیانی کیفیت طاری ہے۔ اس نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا اور اسے پہچانتی تک نہیں۔

یوری آندریے وچ نے مشتبہ انداز میں پوچھا: "تو تمھارا خیال ہے کہ وہ اعصابی صدمہ کی مریض ہے کیا اب میں مریضہ کو دیکھ سکتا ہوں:"

وہ دوسرے کمرے میں گئے جس میں چینی کا ایک جھاڑ فانوس تھا۔ ایک بہت بڑی مسہری تھی۔ اور مسہری کے قریب دو مہاگنی کی تپائیاں رکھی تھیں۔ مسہری کے ایک کنارے پر سیاہ آنکھوں والی ایک ننھی سی عورت لیٹی تھی اور اس نے اپنی ٹھوڑی تک کمبل اوڑھ رکھا تھا۔ مریضہ نے جب انھیں آتا دیکھا تو بستر میں سے ایک ہاتھ اٹھا کر اس طرح لہرایا کہ اس کے گون کی کھلی اور ڈھیلی آستین اس کے شانوں تک لوٹ کر آ پڑی۔ اس نے اپنے شوہر کو بالکل نہیں پہچانا اور بالکل اس طرح جیسے وہ کمرہ میں بالکل اکیلی ہے دھیمے سروں میں ایک المناک گیت گانے لگی۔ اس سے وہ اتنا متاثر ہوئی کہ آخر کار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور بچوں کی طرح روں روں کرتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہنے لگی۔

"مجھے گھر جانے دو۔" جب ڈاکٹر اس کے قریب پہنچا تو اس نے کروٹ بدل کر منہ پھیر لیا اور اپنے جسم کو چھونے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔"

"مجھے اس کا معائنہ کرنا ہوگا۔" اس نے کہا: "لیکن یہ کوئی زیادہ اہم بات نہیں ہے۔ یہ تو طے ہے کہ مریضہ شدید ٹائفس میں مبتلا ہے۔ اس کی حالت کافی خراب ہے۔ میں تمھیں مشورہ دوں گا کہ اسے فوراً ہسپتال میں داخل کرا دو۔ مانا کہ تم گھر میں اس کی تمام ضروریات کا خیال رکھ سکتے ہو لیکن اس وقت یہ بہت

ضروری ہے کہ وہ پہلے کئی ہفتوں تک مسلسل طبی نگہداشت میں رہے۔

کیا تم کسی گاڑی یا ٹھیلہ وغیرہ کا انتظام کر سکتے ہو۔ اسے اچھی طرح گرم کپڑوں میں لپیٹ کر لے جانا۔ میں تمہیں ہسپتال میں داخلہ کا آرڈر لکھ دیتا ہوں۔"

"میں کوشش کروں گا۔ لیکن ٹھہریئے۔ کیا یہ واقعی ٹائفس ہے؟ اوہ کتنا خطرناک۔"

"مجھے افسوس ہے لیکن یہ ٹائفس ہی ہے۔"

"دیکھو۔ میں جانتا ہوں کہ اگر میں نے اسے جانے دیا تو میں اس سے ہاتھ دھو بیٹھوں گا۔ کیا تم اس کی یہاں نگرانی نہیں کر سکتے؟ جتنی بھی زیادہ مرتبہ ممکن ہو سکے تم یہاں آسکتے ہو۔ تم جو مانگو میں بخوشی دوں گا۔"

"دیکھو۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ مریضہ کو مسلسل طبی نگہداشت کی ضرورت ہے۔ میں جیسے کہتا ہوں ویسا ہی کرو۔ میں تمہارے ہی فائدہ کے لئے یہ مشورہ دے رہا ہوں۔ خواہ کسی بھی قیمت پر ملے مگر تم بھاگ کر گاڑی لے آؤ۔ میں بلڈنگ کے کمیٹی روم میں جا کر داخلہ کا آرڈر لکھتا ہوں۔ اس پر اس مکان کی مُہر بھی لگانی ہوگی۔ اور کچھ دوسری باتیں بھی ہیں۔"

(۱۲)

تمام کرایہ دار شال اور سمور کے کوٹ پہنے یکے بعد دیگرے تہہ خانے میں واپس آ گئے جسے گرم رکھنے کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ یہاں کسی زمانہ میں انڈوں کے ایک تھوک فروش کی دکان تھی جسے اب ہاؤس کمیٹی کے طور پر استعمال کیا جا رہا تھا۔ ایک کونہ میں دفتری میز اور کئی کرسیاں رکھی تھیں۔ کرسیوں کی کمی کو پورا کرنے کے لئے انڈوں کی خالی پیٹیوں کو اوندھا ڈال کر ایک دوسرے سے ملا دیا گیا تھا اور اس طرح ان سے بنچ کا کام لیا جا رہا تھا۔ کمرے کے ایک کونہ میں خالی پیٹیوں کا ایک ڈھیر چھت سے ملا ہوا تھا۔ دوسرے کونے میں پیٹیوں کے ٹکڑے اور چھلکوں کے ڈھیر تھے جن کے اوپر ٹوٹے ہوئے انڈوں کی زردی کی تہہ جمی ہوئی تھی ان ڈھیروں میں چوہے سرسراتے ہوئے ادھر اُدھر بھاگتے رہتے اور کبھی کبھی غلطی سے کمرے کے بیچوں بیچ فرش پر بھی آ نکلتے اور پھر فوراً ہی واپس بھاگ جاتے۔ ہر مرتبہ جب وہ اس طرح باہر آتے تو ایک بوڑھی عورت چیختے ہوئے ایک خالی پیٹی پر چڑھ جاتی اور اپنے لباس کو نفاست کے ہاتھوں میں تھام کر جوتوں کی کھٹ پٹ کے ساتھ دانستہ بڑی نشیلی اور موٹی آواز بنا کر چلاتی۔

ہائے۔ ذرا اسے تو دیکھو جیسے میری بات سمجھ رہا ہے۔ مجھے غصّے سے کیسے گھور رہا ہے۔ ارے۔ رے یہ تو میری پوچھ پر چڑھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اوئی۔ کہیں میرے کپڑوں پر نہ چڑھ آئے۔ ہائے۔ ہائے۔ مجھے تو اس موٹے چوہے سے بہت ڈر لگتا ہے۔ دوسری طرف دیکھیئے۔ جنٹلمین۔ اوہ معاف کیجئے۔ آپ تو کامریڈ شہری ہیں۔ اب آپ جنٹلمین نہیں رہے۔" اس کی اسٹراخانی بے آستین قبا اسکی دوہری ٹھوڑی کی تین سلوٹوں اور اس کے باہر نکلے ہوئے بھاری سینے اور پیٹ پر بری طرح تنگ رہی تھی جن پر ریشمی لباس چمک رہا تھا۔

وہ کسی زمانہ میں اپنے دوست تاجروں اور ان کے ملازمین کی رنگیلی حسینہ سمجھی جاتی تھی۔ مگر اب تو بھیجے ہوئے پپوٹوں والی اسکی خنزیر کی مانند چھوٹی چھوٹی آنکھیں بمشکل کھلی دکھائی دیتی تھیں۔ اس پر ایک رقیب نے ایک مرتبہ تیزاب پھینک دیا تھا مگر نشانہ غلط بیٹھا اور تیزاب کے صرف چند قطرے اس کے رخسار اور منہ کے قریب گرے اور ان سے اتنا ہلکا سا نشان پڑا کہ وہ پہلے سے بھی اچھی دکھائی دینے لگی۔ خاموش رہو۔ چیخنا بند کرو۔ اس طرح تو کام کرنا مشکل ہو جائے گا۔" میونسپل کونسل کی مندوب نے کہا اسے جلسہ کا چیئرمین منتخب کیا گیا تھا اور وہ میز کے پچھلی طرف بیٹھی ہوئی تھی۔ یہ ڈیلیگیٹ خاتون اس گھر اور اس کے مکینوں کو سالہا سال سے جانتی تھی جلسہ شروع ہونے سے تھوڑی دیر پہلے اس نے بچی فاطمہ سے بات کی تھی۔ چوکیدار کی یہ بوڑھی بیوی کسی زمانہ میں اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ غلیظ تہ خانہ کے ایک کونے میں رہتی تھی۔ لیکن اب صرف اس کی ایک بیٹی اس کے ساتھ تھی اور وہ پہلی منزل کے دو کھڑکیوں والے ایک روشن کمرہ میں منتقل ہو گئی تھی۔ ڈیلیگیٹ خاتون نے پوچھا "ہاں فاطمہ تو کیسی گذر رہی ہے؟" فاطمہ نے شکایت کی کہ وہ اتنی بڑی عمارت کا جس میں اتنے کرایہ دار ہیں اکیلی انتظام نہیں کر سکتی۔ اس کی کوئی مدد بھی نہیں کرتا۔ حالانکہ یہ طے ہوا تھا کہ ہر خاندان باری باری مکان کے احاطہ اور سڑک سے گھر تک آنے والے راستہ کی صفائی کرے گا۔ لیکن اب تک کسی نے اس فیصلہ پر عمل نہیں کیا۔

"فکر نہ کرو! فاطمہ۔ ہم انھیں بتا دیں گے کہ ہماری یہ کمیٹی بھی کوئی چیز ہے۔ یہ لوگ بیکار ہیں۔ جرائم پیشہ لوگوں کو یہاں پناہ دیدی گئی ہے۔ مشتبہ اخلاق کے لوگ خود کو رجسٹر کرائے بغیر یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں ہم ان سے چھٹکارا حاصل کر کے نئے ممبر منتخب کریں گے۔ تم بلوہ نہ کرو۔ ذرا خاموش رہو۔ دیکھو تو سہی! میں تمھیں اس عمارت کی منیجر بنوا دوں گی۔" چوکیدار کی بیوی نے ہاتھ جوڑے کرنا بابا مجھے کچھ

نہیں چاہیے لیکن مندوب خاتون نے کچھ سننے سے صاف انکار کر دیا۔

اس نے کمرہ میں ہر طرف نظر دوڑائی اور یہ دیکھ کر کہ کافی لوگ موجود ہیں ان سے خاموش رہنے کی اپیل کی اور ایک مختصری تقریر سے جلسہ کا افتتاح کر دیا۔ اس نے کمیٹی پر سست روی کا الزام لگایا اور تجویز پیش کی کہ کمیٹی کے نئے انتخاب کے لئے امیدوار کھڑے کئے جائیں۔ اس کے بعد اس نے دوسری باتوں کا ذکر شروع کر دیا۔ تقریر ختم کرتے ہوئے اس نے کہا: کامریڈ۔ تو یہ صورت حال ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ یہ ایک نیا مکان ہے اور ہوسٹل کے لئے بہت مناسب رہے گا۔ ذرا ان ڈیلیگیٹوں کا خیال کرو جو مختلف کانفرنسوں میں شرکت کے لئے شہر آتے ہیں۔ ہم انھیں کوئی معقول جگہ نہیں ٹھہرا سکتے۔ لہٰذا ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ باہر سے آنے والے مندوبین کو ٹھہرانے کے لئے ہم اس عمارت کو ڈسٹرکٹ سوویٹ ہوسٹل میں تبدیل کر دیں اور کامریڈ تیورزن کی یاد میں جن کے متعلق سب کو معلوم ہے کہ وہ جلاوطنی سے قبل یہاں رہتے تھے اس کا نام تیورزن ہوسٹل رکھ دیں۔ کسی کو اعتراض تو نہیں؟ جہاں تک تاریخوں کے تعین کا معاملہ ہے تو اس میں جلدی کی ضرورت نہیں۔ پورا ایک سال پڑا ہے۔ کارکنوں اور مزدوروں کو نئے مکان دیئے جائیں گے۔ دوسرے لوگ خود اپنی رہائش کا انتظام کریں۔ انھیں ایک سال کی مہلت دی جاتی ہے۔

"ہم سب کارکن ہیں۔ ہم سب مزدور ہیں۔" ہر طرف سے نعرے بلند ہونے لگے۔ اور ایک طرف سے کسی نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا: "یہ عظیم اور جرأت انگیز روح وطن پرستی ہے۔ اب سب قومیں برابر ہیں میں سمجھتا ہوں کہ تمھارا اشارہ کدھر ہے۔"

"ازراہِ کرم سب لوگ ایک ساتھ نہ بولیں میں پہلے کس کو جواب دوں؟ اس مسئلہ کا قومیتوں سے کیا تعلق ہے جناب شہری! والنٹرزن ذرا خارا گینا کو دیکھئے۔ میرے خیال میں اس کے معاملہ میں قومیت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور ہم اسے لازمی طور پر بے دخل کر رہے ہیں۔"

"ہوں تم مجھے مکان سے بے دخل کر دو گے؟ ذرا کر کے تو دیکھو۔ اچھی طرح سمجھ لوں گی۔ اور تم پچکے ہوئے صوفے۔ بستر کی پُر شکن چادر۔" خارا گینا چیختے ہوئے جو منہ میں آیا کہنے لگی اور ڈیلیگیٹ کو بے نقط سنانے لگی۔ "کیسی شیطان عورت ہے یہ۔" فاطمہ نے کہا "شادی تجھے شرم نہیں آتی۔" اس پر سوویل کونسل کی نمائندہ خاتون نے کہا۔ "فاطمہ تم بیچ میں مت بولو۔ میں اکیلی ہی کافی ہوں خارا گینا!"

بجھا دو، بند کرو۔ میں تمھیں خوب جانتی ہوں۔ ورنہ اس سے پہلے کہ وہ تمھیں ووڈکا کی ناجائز کشید اور غیر قانونی شراب خانہ چلانے کے الزام میں گرفتار کریں میں فوراً تمھیں حکام کے حوالے کر دوں گی۔"

جب ڈاکٹر کمرہ میں داخل ہوا تو شور و غل انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ اُس نے دروازہ میں گھستے ہی سامنے آنے والے پہلے آدمی سے پوچھا کہ وہ کسی ایسے آدمی کی طرف اشارہ کرے جو اس مکان کی ہاؤس کمیٹی کا ممبر ہو۔ اس آدمی نے اس کا ہاتھ اس طرح بلند کر کے تھاما جیسے اس کے منہ کے سامنے نفیری ہے اور زور سے چیخا "جلی ای ای لیسنا۔ یہاں آؤ۔ تمھاری ضرورت ہے۔" ڈاکٹر نے جو کچھ اپنے کانوں سے سُنا اسے اس پر یقین نہیں آتا تھا۔ ایک دُبلی پتلی بوڑھی عورت۔ ذرا گمیدہ جو ایک چوکیدار کی بیوہ تھی اس کے قریب آئی۔ بیٹے سے ماں کی مشابہت دیکھ کر ڈاکٹر حیران رہ گیا۔ تاہم اس نے منعیفہ کو یہ نہیں بتایا کہ وہ کون ہے۔ صرف اتنا کہا: "تمھاری بلڈنگ کے ایک کرایہ دار کو ٹائفس ہو گیا ہے۔ (اس نے مریضہ کا نام بتایا) اس مرض کو پھیلنے سے روکنے کے لئے بہت سی احتیاطی تدابیر اختیار کرنا ضروری ہے اور اس کے علاوہ مریضہ کو ہسپتال پہنچانا بھی ضروری ہے۔ میں ہسپتال میں داخلہ کا سرٹیفکیٹ لکھ دیتا ہوں۔ ہاؤس کمیٹی کو اس کی تصدیق کرنی ہوگی۔ یہ کام کیسے اور کہاں ہوگا؟"

فاطمہ سمجھی کہ شاید ڈاکٹر یہ پوچھ رہا ہے کہ مریضہ کو ہسپتال کیونکر پہنچایا جائے" اور جواب دیا۔ "کامریڈ دینا کیلئے جو کہ ضلع کی نمائندہ ہے سوویت سے ایک گاڑی آ رہی ہے۔ کامریڈ دینا بہت رحمدل عورت ہے۔ میں اسے کہہ دوں گی اور امید ہے وہ اس گاڑی میں مریضہ کو ہسپتال پہنچانے کی ضرور اجازت دے دیگی۔ کامریڈ ڈاکٹر فکر نہ کرو۔ ہم اسے ہسپتال ضرور پہنچا دیں گے"۔

"بہت خوب — دراصل میرا مطلب یہ تھا کہ میں یہ آرڈر کہاں بیٹھ کر لکھوں۔ لیکن اگر گاڑی کا انتظام بھی ہو جائے —— ہاں کیا میں تم سے پوچھ سکتا ہوں کہ تم لفٹننٹ جلیکن کی ماں تو نہیں ہو؟ ہم محاذ پر ایک ہی یونٹ میں تھے"۔ یہ سنتے ہی جلیلینا تقریباً کانپ کر رہ گئی اور اس کا رنگ زرد پڑ گیا۔ اس نے ڈاکٹر کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا: "باہر آؤ۔ ہم باہر صحن میں بات کرینگے"۔ دروازے سے باہر نکلتے ہی فاطمہ جلیلینا نے کہا: "خدا کے لئے ذرا آہستہ بات کرو۔ مجھے تباہ نہ کرو۔ یوسپ کا راہ سے بھٹک گیا ہے۔ تم خود ہی بتاؤ وہ بے کیا؟ وہ ایک شاگرد پیشہ مزدور تھا۔ اسے سمجھنا چاہیئے تھا۔ آج کل سیدھے سادے لوگ مرتے ہیں۔ یہ تو اندھا بھی دیکھ سکتا ہے اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ معلوم نہیں تم اپنے بارے

میں کیا محسوس کرتے ہو۔ ممکن ہے تمھارے لئے یہ ٹھیک ہو۔ لیکن یوسپکا کے لئے تو گناہ ہے خدا اسے کبھی معاف نہیں کرے گا۔ یوسپکا کا باپ ایک معمولی سپاہی تھا اور مارا گیا۔ کہتے ہیں اس کا چہرہ بازو اور ٹانگیں گولہ باری سے اڑ گئیں۔" اتنا کہنے کے بعد ضعیفہ رقت طاری ہونے کے باعث خاموش ہوگئی۔ اپنے آپ کو ذرا سنبھال لینے کے بعد اس نے پھر بولنا شروع کیا۔

"آؤ! میں گاڑی کا انتظام کر دیتی ہوں۔ میں سمجھ گئی تم کون ہو۔ وہ یہاں ایک دو دن کے لئے آیا تھا۔ اس نے مجھے سب بتا دیا اس نے یہ بھی کہا تھا کہ تم لارا گیشار کو جانتے ہو۔ وہ اچھی لڑکی تھی مجھے خوب یاد ہے وہ کبھی کبھی اسے ملنے آیا کرتی تھی۔ اب کیسی ہے؟ مجھے کچھ خبر نہیں۔ ارے تم لوگوں کی بھی کیا بات ہے؟ دیکھو نا آقاؤں کے لئے تو انہیں کوئی حرج نہیں کہ وہ ایکدوسرے کا ساتھ دیں لیکن یوسپکا کے لئے تو یہ گناہ ہے۔ آؤ! گاڑی دیکھیں۔ مجھے یقین ہے کامریڈ دمینا تمھیں گاڑی ضرور دیدیگی۔ جانتے ہو کامریڈ دمینا کون ہے؟ یہ اولیا دمینا ہے۔ درزن۔ جو لارا کی اماں کی فیکٹری میں کام کرتی تھی۔ یہ وہی لڑکی ہے۔ اس گھر میں رہتی تھی۔ چلو آؤ۔"

(۱۳)

اب رات ہو چکی تھی۔ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا۔ صرف دمینا کی جیبی بیٹری کی روشنی کا گول دائرہ چار پانچ قدم آگے برف کے ایک تودے سے دوسرے تودے پر ادھر ادھر پھدکتا ہوا راستہ دکھانے کی بجائے اور الجھن پیدا کر رہا تھا۔ ان کے ہر طرف گھٹا ٹوپ اندھیرا تھا اور وہ اس مکان کو پیچھے چھوڑ آئے تھے جہاں کتنے آدمی لارا کو جانتے تھے جہاں وہ اپنے بچپن میں آیا کرتی تھی اور جہاں کہا جاتا ہے کہ اس کا شوہر انتی پوف پلا اور پڑھا تھا۔ "کامریڈ ڈاکٹر! کیا تم واقعی بیٹری کے بغیر راستہ ڈھونڈھ لوگے" دمینا نے مذاحیہ اور مربیانہ انداز میں کہا۔ "اگر نہیں تو میں تمھیں اپنی بیٹری ادھار دینے کو تیار ہوں۔ معلوم ہے جب ہم چھوٹی بچیاں تھیں تو وہ مجھ سے بہت مرعوب تھی ان کا ملبوسات تیار کرنے کا ایک ادارہ تھا۔ اور میں ان کے ورکشاپ میں کام سیکھا کرتی تھی۔ ابھی اسی سال میں اس سے ملی تھی۔ وہ چند روز کے لئے ماسکو آئی تھی۔ میں نے کہا: "اری بیوقوف کہاں جا رہی ہو؟ یہاں قیام کرو۔ آؤ ہمارے ساتھ رہو۔ ہم تمھیں ملازمت ڈھونڈ دیں گے"۔ لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ صاف انکار کر دیا۔ خیر اب ہم کیا کریں۔ اس کا اپنا کام ہے۔ اس نے پاشا کے ساتھ شادی دل سے مجبور ہو کر

نہیں بلکہ دماغ سے کام لیتی تھی اور اس وقت سے پاگلوں کی طرح ماری ماری پھر رہی ہے۔ سیدھی چلی گئی یہاں سے۔"

"اس کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟"

"ذرا احتیاط سے۔ زمین پر بہت پھسلن ہو رہی ہے۔ ہزار مرتبہ ان لوگوں سے کہا ہے کہ وہ چکنائی اور گندا پانی دروازوں کے باہر نہ پھینکا کریں مگر کون سنتا ہے۔ ہاں تو اس کے بارے میں میری کیا رائے ہوئی؟ کیا مطلب؟ میرے پاس سوچنے کا وقت ہی کہاں ہے؟ میں یہاں رہتی ہوں۔ ہاں میں نے اسے ایک بات نہیں بتائی۔ اس کے بھائی کے متعلق جو فوج میں تھا۔ میرا خیال ہے اسے گولی ماردی گئی ہے۔ جہاں تک اس کی والدہ کا تعلق ہے وہ کسی زمانہ میں میری مالکہ تھی۔ میں اسے ضرور بچائے رکھوں گی۔ میں نے اس کا تہیہ کر رکھا ہے۔ میں اس کا پورا خیال رکھتی ہوں۔ اچھا تو میں اب چلی۔ خدا حافظ۔"

دونوں ایک دوسرے سے الگ ہوگئے۔ ڈینا کی چھوٹی سی بیٹری کی روشنی کا دائرہ تنگ سنگین دروازوں پر پڑا، بھروپیا، اور خلیفہ زینے پر اور ادھر ڈاکٹر گھٹا ٹوپ اندھیرے میں چلا جا رہا تھا۔ اس کے دائیں طرف سادووائیہ ٹریوفالنائیہ اسٹریٹ اور بائیں جانب سادووائیہ کارینتنائیہ اسٹریٹ۔ برفانی تاریکی میں وہ دور سے سڑکیں نہیں بلکہ پتھر کی عمارتوں کے جنگل کی پگڈنڈیاں دکھائی دے رہی تھیں جیسے سائبیریا یا یورال کے دشوار گذار جنگلوں کی پگڈنڈیاں۔

گھر پہنچنے پر ڈاکٹر کو روشنی ملی اور گرمی بھی۔ انتونینا الیگزینڈروونا نے پوچھا "تمھیں اتنی دیر کیوں ہوگئی تمھارے پیچھے یہاں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔" اور اس کے جواب کا انتظار کئے بغیر اس نے سلسلۂ کلام جاری رکھا۔ "بالکل ناقابل یقین۔ واقعی! میں تمھیں بتانا بھول گئی تھی۔ کل والد سے الارم بجانے والا کلاک ٹوٹ گیا۔ گھر میں ایک ہی تو گھنٹہ تھا لہٰذا والد بہت پریشان تھے۔ انھوں نے اس کی مرمت کرنے کی کوشش کی اور بہتیرا الٹا سیدھا کرتے رہے مگر بے سود۔ یہ قریب کا گھڑی ساز مرمت کا بہت زیادہ معاوضہ مانگ رہا تھا۔ تین پونڈ وزن کی روٹیاں۔ میں پریشان تھی کہ کیا کروں اور ابا بھی بے حد مایوس تھے۔ لیکن تم مانو گے نہیں ابھی کوئی ایک گھنٹہ پہلے یہ کلاک بڑے زور سے کان کے پردے پھاڑ دینے والی آواز کے ساتھ الارم بجانے لگا۔ اتنا اچانک اور اتنے زور سے کہ ہم بدحواس اور خوفزدہ ہو کر رہ گئے۔ کیا تم مانو گے۔ کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے؟ اب یہ خود بخود پھر چلنے لگا ہے۔"

"میرے ٹائفس میں مبتلا ہونے کا وقت آن پہنچا۔ یوری آندرے وچ نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور اس کے بعد اس نے اپنی بیوی کو مریضہ اور گھڑیال کا پورا قصہ سُنایا۔"

(۱۴)

ٹائفس ڈاکٹر کو بھی ہوا ضرور مگر کچھ دنوں کے بعد۔ دریں اثنا ژواگو اور اس کی بیوی کو انتہائی صبر آزما اور ہمت شکن حالات سے گذرنا پڑا۔ ان کے پاس کھانے کو کچھ نہ رہا اور نوبت فاقہ کشی تک آ پہنچی۔ ڈاکٹر اس پارٹی ممبر سے ملنے گیا جسے اس نے ایک مرتبہ بچایا تھا۔ وہی جس کو چور زخمی کر گئے تھے۔ اس شخص نے ڈاکٹر کی مدد کے لئے جو کچھ ممکن تھا کیا۔ لیکن اب خانہ جنگی شروع ہو چکی تھی اور یہ شخص بمشکل کبھی کبھار ہی ماسکو میں قیام کرتا۔ اس کے علاوہ اس کا خیال تھا کہ اس وقت لوگوں کو جس دورِ ابتلا سے گذرنا پڑ رہا ہے وہ بالکل قدرتی سی بات ہے۔ وہ خود بھی کئی مرتبہ بھوکا رہا لیکن اس نے اس حقیقت کو چھپائے رکھا۔ یوری آندرے وچ نے برسیت اسٹریٹ کے سپلائر سے ربط قائم کرنے کی کوشش کی۔ مگر چند مہینوں سے وہ نوجوان غائب ہو چکا تھا اور اس کی بیوی کے متعلق بھی جواب تندرست ہو چکی تھی کچھ علم نہ تھا کہ وہ کہاں ہے۔ آندرے وچ جلیبا سے ملنے گیا تو وہ بھی گھر میں نہیں تھی۔ بیشتر کرایہ دار نئے تھے اور ٹینیا محاذ پہ گئی ہوئی تھی۔

ایک دن اسے سرکاری قیمت پر لکڑی کا کچھ کوٹا ملا۔ مگر اسے یہ لکڑی دنفاو اسٹیشن سے لانی تھی۔ چنانچہ ایک ٹھیلے میں ان قیمتی لکڑیوں کو لاد کر جو اسے غیر متوقع خزانہ کے طور پر مل گئی تھیں وہ مشیں چینسکایہ اسٹریٹ کی بیشمار گلیوں سے ہوتا اور ٹھیلے کی سخت نگرانی کرتا ہوا آ رہا تھا کہ اسے یہ راستہ پہلے سے بالکل مختلف دکھائی دینے لگا۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ کبھی ایک طرف کبھی دوسری طرف جھک کر چل رہا ہے اس کی ٹانگیں جواب دے رہی تھیں۔ اسے پتہ چل گیا کہ مصیبت آ گئی۔ اسے ٹائفس ہو گیا تھا۔ ذرا آگے چل کر ڈاکٹر گر پڑا اور ٹھیلے والے نے اٹھا کر اسے لکڑی کے ڈھیر کے اوپر لٹا دیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر کو کچھ ہوش نہیں رہا کہ وہ گھر کیونکر پہنچا۔

(۱۵)

تقریباً دو ہفتے تک اس پر کچھ وقفوں کے ساتھ ہذیانی کیفیت طاری رہی۔ اس نے خواب دیکھا کہ تونیا نے دو گلیاں اٹھا کر اس کی میز پر رکھدی ہیں ساڈووا ئیہ کا رنیٹائیہ بائیں طرف اور ساڈووا ئیہ

تریوم فالنائیہ اس کے دائیں طرف اور اس نے ٹیبل لیمپ جلادیا ہے جس کی نارنگی رنگ کی لو سے ساری گلی روشن ہوگئی اور اب وہ لکھ سکتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھنے لگا۔ اب وہ تمام ایسی باتیں لکھ رہا تھا جو اسے ایک عرصہ پہلے لکھ لینی چاہیئے تھیں۔ اس نے ہمیشہ کوشش کی تھی مگر لکھ نہ سکا تھا۔ اب اسے ہر بات آسانی سے سجھائی دے رہی تھی۔ وہ اشتیاق کے ساتھ بالکل وہی کچھ لکھنے لگا جو وہ کہنا چاہتا تھا۔ کبھی کبھار ایک لڑکا اس کی راہ میں حائل ہو جاتا۔ جس کی کرغیز قبائلیوں جیسی چھوٹی چھوٹی آنکھیں تھیں وہ رینڈیر کی کھال کا کوٹ پہنے ہوئے تھا جس کی سمور یورال اور سائبیریا کے کوٹوں کی طرح باہر کی طرف تھی۔

اسے یقین تھا کہ یہ لڑکا اس کے لئے فرشتۂ اجل بن کر آیا ہے یا صاف صاف یوں کہیئے کہ اس کی موت کا پیغام لایا ہے لیکن اگر یہ لڑکا اس کی شاعرانہ صلاحیتوں کو اجاگر کرنے آیا تھا تو وہ موت کا پیغام کس طرح ہو سکتا تھا۔؟ موت کسی کے لئے کس طرح مفید ہو سکتی تھی، کیا موت کسی کام میں مدد دے سکتی ہے؟

اس کی نظم کے موضوع کا تعلق نہ تو قبر کے ایام سے تھا اور نہ ہی حیات بعد موت سے بلکہ درمیانی عرصے کے متعلق وہ نظم کہنا چاہتا تھا۔ جس کا عنوان "اضطراب" تھا۔

ہمیشہ سے اس کی یہ خواہش تھی کہ وہ یہ بیان کرے کہ تین دن تک کس طرح سیاہ خوفناک گرد کے طوفان نے موت کے لافانی مجسمے پر پے در پے حملے کئے تھے۔ اور اس پر کس طرح سنگریزوں اور خس و خاشاک کی بارش کی تھی۔ جس طرح لہریں بلند ہو کر ساحل کی طرف جھپٹتی ہیں اور اسے پانی سے ڈھانپ دیتی ہیں۔— تین دن تک اس طرح اندھیرا پھیلانے والی آندھی آتی رہی۔ جو کبھی گھٹتی اور کبھی بڑھتی تھی۔

دو مصرعے اس کے ذہن میں آتے رہے۔

"تمہارا قرب ہمارے لئے باعث مسرت ہے" اور "اب جاگنے کا وقت ہے"

اس کے قریب جو چیز اس کو چھوتی ہوئی محسوس ہوئی وہ جہنم۔ تباہی۔ بدکرداری اور موت تھی لیکن ساتھ ہی ساتھ موسم بہار اور توبہ استغفار کا تصور بھی اس کے نزدیک تھا گویا زندگی اس کے قریب تھی۔ یہ بیدار ہونے اور اٹھ بیٹھنے کا وقت تھا۔ اٹھ بیٹھنے کا وقت جیسے کہ مردے قبر کو اٹھائے جا رہے ہوں۔

(۱۶)

وہ اب رو بصحت تھا۔ پہلے پہل تو وہ کچھ احمقوں کی سی حرکتیں کرتا رہا۔ اسے کچھ یاد نہیں تھا اسے ایک چیز کا دوسری سے کوئی تعلق یا ربط دکھائی نہ دیتا۔ اور کسی چیز کو دیکھ کر اسے قطعی حیرت نہ ہوتی اس کی بیوی اسے عمدہ سفید روٹی اور مکھن کھلاتی اور میٹھی چائے اور کافی پلاتی۔ وہ یہ بھول گیا تھا کہ یہ سب چیزیں کس زمانہ میں ناپید ہو چکی تھیں۔ وہ ان اشیاء سے بالکل اس طرح لطف اندوز ہوتا جس طرح شاعری اور پرستان کی کہانیوں سے مزا لیا جاتا ہے۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ دوبارہ صحت پانے کے لئے آرام کے ان دنوں میں ان چیزوں کی فراہمی صحیح اور ضروری تھی لیکن جلد ہی اس نے غور و فکر کا سلسلہ شروع کر دیا اس نے اپنی بیوی سے پوچھا۔

"تمھیں یہ سب چیزیں کیسے ملیں؟"

"تمھارا گرانیا ہمارے لئے یہ سب چیزیں لے کر آیا تھا؟"

"کون گرانیا؟"

"گرانیا نزداگو۔"

"کیا کہا؟ گرانیا زداگو؟"

"ہاں۔ ہاں۔ تمھارا بھائی۔ ایوگراف۔ جو اومسک سے آیا تھا۔ تمھارا سوتیلا بھائی ہے تمھاری بیماری کے دوران وہ روزانہ یہاں آیا کرتا تھا۔"

"کیا وہ رینڈیئر کی کھال کا کوٹ پہنے ہوئے تھا؟"

"ہاں۔ ہاں۔ بالکل ٹھیک ہے۔ تو تم نے اسے دیکھا تھا اس عرصہ میں تم تقریباً بے ہوش تھا۔ اس نے ہمیں بتایا کہ اس کی کسی مکان کے زینہ میں اچانک تم سے مڈبھیڑ ہوئی۔

وہ تم سے باتیں کرنا چاہتا تھا لیکن تم نے اسے اتنا ڈرا دیا کہ وہ سہم کر رہ گیا۔ وہ تو تمھاری پرستش کرتا ہے۔ تم جو کچھ لکھتے ہو وہ اس کا ایک ایک لفظ پڑھتا ہے۔ وہی یہ تمام چیزیں ہمارے لئے لایا تھا چاول۔ کشمش۔ اور چینی۔ اب وہ واپس چلا گیا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم بھی اومسک چلے جائیں۔ بہت ہی عجیب و غریب اور پُراسرار ہے یہ لڑکا۔ میرا خیال ہے اس کا وہاں کی حکومت سے ضرور کوئی تعلق ہے۔ کہتا تھا کہ ہم لوگوں کو ایک دو سال کے لئے یہاں سے دور۔ بڑے شہروں

سے ذرا دور چلا جانا چاہیئے۔ کہہ رہا تھا اگر کچھ عرصہ کے لئے دیہات میں رہا جائے تو اچھا ہے۔ مجھے اپنے ننہیال (کمروگر) کا گاؤں یاد آگیا۔ اور اس نے بھی اسے پسند کیا۔ یہاں جدوجہد کئے بغیر بھیڑ کی موت مرنا بالکل مہمل ہے "

اس سال اپریل میں زوگو اپنے خاندان کو لے کر واری کینو کی سابق جاگیر کی طرف چل کھڑا ہوا جو کہ وہاں سے بہت دور کوہ یورال میں یوریاتن کے شہر کے قریب واقع تھی۔

---

## ساتواں باب

# سَفر

(۱)

مارچ کے مہینے کے آخر میں موسم گرم ہو گیا۔ موسم بہار کی آمد کے چھوٹے آثار تھے جس کے بعد ہمیشہ پالے کی سردی پڑا کرتی تھی۔ ژواگو اور اس کے گھر والے تیزی سے جانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ دوڑ دھوپ کو چھپانے کے لیے کرایہ داروں سے جن کی تعداد اب بہت زیادہ بڑھ گئی تھی یہ کہا گیا کہ عمارت کی اسٹیر کے لئے صفائی کرائی جا رہی ہے۔ یوری آندرے وچ نے وہاں سے جانے کی مخالفت کی تھی۔ اب تک اس نے سوچا تھا کہ اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا اور تیاریوں میں کوئی دخل بھی نہیں دیا۔ لیکن تیاریاں برابر جاری تھیں اور مکمل ہونے والی تھیں۔ اب وقت آ گیا تھا کہ اس معاملہ پر سنجیدگی سے گفتگو کی جاتی۔

ایک موقعہ پر جب خاندان کے افراد یعنی وہ خود، اس کی بیوی اور خسر ایک جگہ جمع تھے تو اس نے اپنے شکوک و شبہات کا اظہار کیا۔ "کیا تم لوگ سمجھتے ہو کہ میں غلط کہہ رہا ہوں؟" اس نے اپنے اعتراضات بیان کرنے کے بعد ان دونوں سے پوچھا۔ "کیا تم لوگ اب بھی جانے پر مُصر ہو۔۔۔؟" "تم کہتے ہو کہ اگلے دو سال تک ہم لوگ جس طرح بھی گذر بسر کریں" اس کی بیوی نے کہا۔ "جب تک کہ زمین کے معاملات ٹھیک نہ ہو جائیں، اور پھر ہو سکتا ہے کہ ہمیں ماسکو کے قریب سبزیوں کے کھیت مل جائیں۔ لیکن اس وقت تک ہم کس طرح گذر کر سکتے ہیں؟" "یہی سب سے اہم بات ہے اور یہی تم نے ہمیں نہیں بتایا۔"

"ایسی چیزوں پر بھروسہ کرنا قطعی پاگل پن ہے" اس کے باپ نے اس کی حمایت کرتے ہوئے کہا

"بہت اچھا، تو پھر آپ لوگ ہی جیتے" یوری آندرے وچ نے کہا۔ "مجھے تو دراصل اس بات کی پریشانی ہے

کہ ہم آنکھیں بند کر کے ایک ایسی جگہ جا رہے ہیں جس کے متعلق ہم کچھ نہیں جانتے۔ ان تین افراد میں سے جو داری کینو میں رہتے تھے۔ دو یعنی ماں اور نانی کا انتقال ہو چکا ہے اور نانا کروگر یرغمال کے طور پر قید ہیں۔ بشرطیکہ وہ ابھی تک زندہ ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ انھوں نے جنگ کے آخری سال میں جنگلات اور کارخانے فرضی نام سے فروخت کر دیئے تھے یا ان کی فروخت کی دستاویزیں کسی اور کے نام سے تیار کی تھیں۔ وہ کوئی بینک تھا کہ اور کوئی شخص یہ میں نہیں جانتا۔ دراصل ہمیں کچھ بھی علم نہیں ہے۔ اب یہ جاگیر کس کی ہے؟ میرا یہ مطلب نہیں کہ کس کی ملکیت ہے بلکہ کس کے پاس ہے؟ اگر یہ ہمارے ہاتھوں سے نکل بھی گئی تو مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اس کا انتظام کون کرتا ہے؟ لکڑی کاٹی جا رہی ہے یا نہیں؟ کارخانے کام کر رہے ہیں یا نہیں؟ اور پھر سب سے زیادہ یہ کہ ملک کے اس حصہ میں کون برسراقتدار ہے۔ یا یہ کہنا زیادہ صحیح ہو گا کہ جب ہم وہاں پہنچیں گے تو اس وقت کون برسراقتدار ہو گا؟ تم لوگ پرانے منیجر میکولسن پر بھروسہ کر رہے ہو کہ وہ ہماری مدد کرے گا۔ لیکن یہ ہمیں کون بتائے گا کہ وہ ابھی تک وہاں موجود بھی ہے یا نہیں؟ یا یہ کہ وہ زندہ بھی ہے یا نہیں؟ پھر ہم لوگ سوائے اس کے نام سے واقف ہونے کے اس کے بارے میں اور کیا جانتے ہیں۔ اور اس کا نام بھی صرف اس وجہ سے یاد رہ گیا کہ نانا کو اس کا نام لینے میں بہت دقت ہوتی تھی۔ بہرحال اب بحث کی کیا بات ہے؟ تم لوگ فیصلہ کر چکے ہو اور میں نے بھی منظور کر لیا۔ اب ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ آجکل سفر کے لئے کیا کیا انتظامات ضروری ہوتے ہیں۔ اب اس میں تاخیر کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا؟"

(۲)

یوری آندرے وچ بروسلاو کی اسٹیشن پر معلومات حاصل کرنے گیا۔ لکڑی کے جنگلوں کے درمیان بنائے ہوئے راستے پر مسافروں کی طویل قطاریں دکھائی دے رہی تھیں۔ پتھریلے فرش پر لوگ بڑے بڑے فوجی کوٹ پہنے لیٹے کھانس رہے تھے۔ تھوک رہے تھے۔ ادھر ادھر ٹہل رہے تھے یا ایسی آوازوں میں باتیں کر رہے تھے جو محراب دار چھت کے اندر گونج رہی تھیں۔ ان میں سے زیادہ تر لوگ ایسے تھے جو پچھلے دنوں ٹائیفس بخار میں مبتلا رہ چکے تھے۔ اور جنھیں حالت ذرا بہتر ہوتے ہی گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے ہسپتالوں سے خارج کر دیا گیا تھا۔ ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے یوری آندرے وچ اس ضرورت کو سمجھتا تھا لیکن اسے اندازہ نہیں تھا کہ ایسے بدقسمت لوگوں کی تعداد اتنی زیادہ ہو سکتی ہے یا یہ کہ انھیں ریلوے اسٹیشنوں پر پناہ

لینے کے لئے مجبور ہونا پڑا تھا۔" آپ کو تو سب سے پہلے جگہ ملنی چاہیئے۔" ریلوے کے ایک خلاصی نے اسے بتایا۔" آپ کو روزانہ یہاں آکر یہ ضرور معلوم کر لینا چاہیئے کہ کوئی ٹرین جاری ہے یا نہیں۔ ٹرینیں آجکل بہت کم ہیں اور ٹرین کا مل جانا خوش قسمتی کی دلیل ہے۔" اور پھر اس نے دو انگلیاں انگوٹھے سے رگڑتے ہوئے کہا۔" تھوڑا سا آٹا یا کوئی اور چیز..... آپ تو جانتے ہی ہیں کہ پہیے تیل کے بغیر گردش نہیں کرتے" اور اس کے علاوہ اس نے اپنی کنپٹی سہلائی۔" آپ بغیر دودھ کے زیادہ دور نہیں جا سکیں گے۔"

(۳)

اسی زمانہ میں الگزینڈر روچ سے کئی مرتبہ کہا گیا تھا کہ وہ اعلیٰ اقتصادی کونسل کے مشیر کی حیثیت سے کام کرے۔ اور یوری آندرے وچ سے کہا گیا تھا کہ وہ حکومت کے ایک وزیر کا علاج کرے جو خطرناک طور پر بیمار تھا۔ ان دونوں کی خدمات کا معاوضہ اس وقت کے سب سے زیادہ قیمتی سکہ میں ادا کیا گیا۔ یہ ایسی پرچیاں تھیں جن کی مدد سے تقسیم کے نئے کھلنے والے سب سے پہلے مرکز سے وہ چیزیں ادھار خرید سکتے تھے۔ یہ مرکز ایک پرانا فوجی گودام تھا جو سمولونی کی خانقاہ کے قریب واقع تھا۔ ڈاکٹر اور اس کا خسر خانقاہ اور گرجوں کے صحن سے گذر کر پتھر کے ایک چھوٹے سے دروازے سے ہو کر ایک محراب دار گودام میں پہنچے۔ یہ گودام ڈھلوان تھا اور آگے چل کر کشادہ ہو گیا تھا۔ جہاں سے ایک دیوار سے دوسری دیوار تک ایک کاؤنٹر بنا ہوا تھا۔ اس کاؤنٹر کے پیچھے ایک ملازم کھڑا ہوا تھا جو کسی جلد بازی کے بغیر اطمینان سے تول کر اور ناپ کر چیزیں دے رہا تھا وہ فہرست پر ان چیزوں کے سامنے کراس کا نشان لگاتا جا رہا تھا۔ اور کبھی کبھی اسٹور کے پیچھے سے اور سامان لا کر کاؤنٹر پر رکھ دیتا۔ خریدار زیادہ نہیں تھے۔ "تھیلے لاؤ" اسٹور کیپر نے پرچیاں دیکھ کر کہا۔ پروفیسر اور ڈاکٹر نے کئی بڑے اور چھوٹے تھیلے کے غلاف کھول کر آگے بڑھا دیئے اور پھٹی ہوئی آنکھوں سے انھوں نے دیکھا کہ اس نے وہ تھیلے آٹے۔ اناج، سویوں، شکر، گدے کی چربی صابن، ماچسوں اور کاغذ میں لپٹی ہوئی کسی چیز سے بھر دیئے۔ جس کے متعلق بعد میں معلوم ہوا کہ کاکیشیا کا پنیر تھا۔ اسٹور کیپر کی فراخدلی سے متاثر ہوتے ہوئے اور اس کا وقت ضائع نہ کرنے کے خیال سے انھوں نے تیزی سے اپنے بنڈل بڑے بڑے بوروں میں بھر کر انھیں اپنے کندھوں پر لٹکا لیا۔ جس وقت وہ گودام سے باہر نکلے اس وقت ان کے ذہنوں میں صرف غذا کا خیال ہی نہیں تھا بلکہ یہ احساس بھی موجود تھا کہ وہ بھی دنیا میں کچھ

کام کر سکتے ہیں۔ انھوں نے اپنی زندگیاں بے کار نہیں گذاری تھیں اور یقینی طور پر اس تمام تعریف اور شکریے کے مستحق ہیں۔ جس سے گھر پہونچنے پر تونیا انھیں نوازے گی۔

(۴)

گھر کے مرد تو دن بھر سرکاری دفتروں میں سفری کاغذات حاصل کرنے اور مکان کی رجسٹری کرانے میں مصروف رہتے تاکہ ماسکو واپس آنے پر مکان انھیں حاصل ہوسکے۔ ادھر تونیا گھر کا سامان چھانٹتی رہی تھی۔

ان تینوں کمروں میں جو ژواگو کو سرکاری طور پر دیئے گئے تھے ادھر سے اُدھر ٹہلتے ہوئے وہ معمولی سی معمولی چیز کو بیس بیس مرتبہ ہاتھ پر رکھ کر تولتی اور پھر یہ فیصلہ کرتی کہ وہ اسے ان چیزوں کے ڈھیر پر رکھے یا نہ رکھے جو وہ اپنے ساتھ لے جا رہے تھے۔ صرف تھوڑا سا سامان وہ اپنے ذاتی استعمال کے لئے لے جا رہے تھے۔ اور باقی چیزیں وہ راستہ میں اور وہاں پہونچنے کے بعد کچھ عرصہ تک لین دین اور سکے کے طور پر استعمال کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ نیم وا کھڑکی سے موسم بہار کی ہوا کا جھونکا آیا۔ جس میں تازہ تازہ روٹی کی سی بھینی بھینی خوشبو آرہی تھی، کوّے شور مچا رہے تھے اور بچے صحن میں کھیلتے ہوئے چلا رہے تھے۔ کمرے میں جتنی زیادہ ہوا آتی تھی کھلے ہوئے بکسوں میں سے فنائل کی گولیوں کی بو اتنی ہی زیادہ تیزی سے آنے لگتی جو گرم کپڑوں کے اندر رکھی گئی تھیں۔ جہاں تک ساتھ لے جانے یا چھوڑ جانے والی چیزوں کے بارے میں فیصلہ کرنے کا سوال تھا، اس کے لئے ایک باقاعدہ اصول سامنے رکھا گیا تھا یہ اصول ان لوگوں نے بنایا تھا جو پہلے جا چکے تھے اور جنھوں نے اپنے مشاہدات سے وطن میں اپنے دوستوں کو آگاہ کر دیا تھا۔ اس اصول کے آسان اور ناقابل تردید قاعدے انتونینا الگزینڈروونا کے ذہن میں اس قدر واضح طور پر موجود تھے کہ وہ ایسا محسوس کرنے لگی جیسے کوئی پراسرار آواز جو باہر سے چڑیوں کی آوازوں اور بچوں کے شور کے ساتھ آرہی تھی۔ ان قاعدوں کو بار بار دہرا رہی ہو۔ اور وہ اس آواز کو صاف سن سکتی ہو۔

"لباسوں کے لئے کپڑے کے ٹکڑے۔" اس نے سوچا۔ "لیکن راستے میں سامان کی تلاشی ہوتی ہے۔ اس لئے یہ چیز خطرناک ہے تاوقتیکہ انھیں ٹانک نہ لیا جائے۔ سلائی کا سامان اور سلے ہوئے کپڑے، کوٹ زیادہ بہتر ہوں گے۔ بشرطیکہ وہ زیادہ استعمال شدہ نہ ہوں۔ بکس اور ٹرنک ٹھیک نہیں

رہیں گے (کیونکہ راستے میں قتل نہیں ہیں گے) اس بات کا اطمینان کرنا بھی اہم تھا کہ کیا ضروری ہے کہ کوئی بے کار چیز نہ لے جائی جائے۔ اور ہر چیز چھوٹے چھوٹے بنڈلوں میں بندھی ہوئی ہو جسے ایک عورت یا بچہ بھی اٹھا سکے۔ نمک اور مٹی کو بہت کارآمد ثابت ہوں گے۔ لیکن اس میں خطرہ ہے۔ رقم حکومت کے جاری کئے ہوئے نوٹوں کی شکل میں ہونی چاہیئے۔ دستاویزوں کو حفاظت کے ساتھ لے جانا سب سے مشکل ہے۔" اور ایسی ہی دوسری باتیں ذہن میں آ رہی تھیں۔

(۵)

جس روز یہ لوگ روانہ ہوئے۔ اس سے ایک روز قبل برف کا طوفان آیا۔ کالے برفانی بادل آسمان پر چھائے ہوئے تھے۔ برف گر رہی تھی اور اس نے تاریک سڑکوں کو سفید کفن اڑھا دیا تھا۔ تمام سامان بندھ چکا تھا۔ مکان اور اس میں چھوڑی جانے والی چیزیں ایک معمر شخص اور اس کی بیوی کی حفاظت میں دی جا رہی تھیں۔ جو پہلے سیلزمین کی حیثیت سے کام کرتا تھا۔ یہ لوگ ایگر ووڈ کے رشتہ دار تھے۔ جنھوں نے گذشتہ موسم سرما میں انتونیا الگزینڈروونا کو پرانے کپڑوں اور فرنیچر کے بدلے میں آلو اور ایندھن کی لکڑی خریدنے میں مدد دی تھی۔ مارکل پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ فوجی اڈے پر جسے اس نے اپنے سیاسی کلب کے طور پر منتخب کیا تھا اس نے یہ بات تو صاف طور پر نہیں کہی تھی کہ اس کے سابق آقا اس کا خون چوستے تھے۔ لیکن اس نے اس کی بجائے ان پر یہ الزام لگایا تھا کہ انھوں نے اس تمام عمر اسے لاعلمی میں رکھا تھا اور جان بوجھ کر اس سے یہ بات پوشیدہ رکھی تھی کہ انسان بندروں کی نسل سے ہے۔ تونیا نے دونوں میاں بیوی کو سارا مکان آخری مرتبہ دکھایا، تالوں میں چابیاں لگائیں درازیں اور الماریاں کھول کر بند کیں اور انھیں مسلسل ہدایتیں کرتی رہی۔

میزیں اور کرسیاں دیواروں کے ساتھ لگا دی گئی تھیں۔ پردے اتار لئے گئے اور کونے میں بنڈلوں کا ایک ڈھیر رکھا تھا۔ برف کا طوفان جو کھلی ہوئی کھڑکیوں میں سے نظر آ رہا تھا۔ ان میں سے ہر ایک کو گذری ہوئی تکالیف کی یاد دلا رہا تھا۔ یوری آندریے وچ نے اپنے بچپن اور اپنی ماں کی موت کا خیال کیا اور انتونیا الگزینڈروونا اور اس کے باپ کو انیا ایوانوونا کی موت اور جنازے کا خیال آیا۔ انھوں نے محسوس کیا کہ اس مکان میں ان کی یہ آخری رات ہے اور یہ کہ وہ اب پھر کبھی اس کو نہیں دیکھ سکیں گے۔ ان کا یہ خیال غلط تھا لیکن اپنے خیالات کے زیر اثر جو وہ خود اپنے ہی تک محدود رکھے ہوئے

تھے. تاکہ دوسرے لوگ ان سے پریشان نہ ہوں۔ انھوں نے اس گزرے ہوئے زمانہ پر نظر ڈالی، جو انھوں نے اس مکان کی چھت کے نیچے گزارا تھا۔ اور ان آنسوؤں کو روکنے کی کوشش کرنے لگے۔ جو ان کی آنکھوں میں اُمنڈے آرہے تھے۔ اس کے باوجود اتونیا الگزینڈروونا نے اجنبیوں کی موجودگی میں اپنے آپ کو سنبھالے رکھا۔ وہ اس عورت سے مسلسل باتیں کرتی رہی جس کی نگرانی میں وہ ہر چیز چھوڑ رہی تھی۔ وہ دونوں میاں بیوی اسکے ساتھ جو اچھا سلوک کرتے رہے تھے۔ اس کا اس نے بہت بڑھا چڑھا کر اندازہ لگایا تھا۔ وہ یہ چاہتی تھی کہ وہ ناشکر گزار نہ سمجھی جائے۔ اس لئے وہ برابر معذرت کرتی رہی۔ وہ لگے دروازہ تک جاتی۔ اس عورت کو تحفے لالا کر دیتی ـــ بلاؤز سوتی کپڑے کے ٹکڑے اور چھپا ہوا ریشمی کپڑا۔ اور وہ گہرے رنگوں کے کپڑے جن پر سفید جال یا نقطے بنے ہوئے تھے۔ اور اس تاریک سڑک کی طرح معلوم ہو رہے تھے جو برف سے ڈھکی ہوئی تھی اور سفید نقطوں کی طرح دکھائی دے رہی تھی جو کھلی ہوئی کھڑکیوں میں سے اس الوداعی رات کو انھیں دیکھ رہے تھے۔

(۶)

یہ لوگ سورج نکلنے سے پہلے ہی اسٹیشن روانہ ہو گئے۔ دوسرے کرایہ دار اس وقت حسبِ معمول سوئے ہوئے تھے۔ لیکن ان میں سے ایک یعنی زیورد تینالے جو کوئی بھی سوشل تقریب ہاتھ سے نہیں جانے دیتی تھی۔ ان سب کو چیخ چیخ کر اٹھا دیا۔ "ہوشیار! ہوشیار! ساتھیو! جلدی کرو! گرومیکو خاندان کے لوگ جا رہے ہیں۔ آکر انھیں خدا حافظ کہو!" سب لوگ باہر عقبی پورچ میں نکل آئے (صدر دروازہ بند رہتا تھا) اور نیم دائرے کی شکل میں لوگ اس طرح کھڑے ہوئے تھے جیسے فوٹو کھنچوانے کے لئے کھڑے ہوں۔ یہ سب جمائیاں لے رہے تھے۔ کانپ رہے تھے۔ اپنے بڑے ڈول کوٹ جو ان کے کندھوں پر پڑے ہوئے تھے۔ زیادہ مضبوطی سے اپنے جسموں پر لپیٹ رہے تھے اور بار بار پیر پٹخ رہے تھے کیونکہ انھوں نے جلدی میں بغیر موزوں کے فیلٹ بوٹ پہن لئے تھے۔ مارکل پہلے ہی کوئی تیز قسم کی ناجائز طور پر کشید کی ہوئی شراب پی کر دھت تھا جو اس نے پابندی کے باوجود کہیں سے حاصل کر لی تھی۔ اور ایک لاش کی طرح پورچ کے بوسیدہ جنگلے پر لٹکا ہوا تھا۔ جو اس کے بوجھ سے ٹوٹا جا رہا تھا۔ اس نے سامان لے کر اسٹیشن تک جانے پر اصرار کیا اور جب اسکی یہ پیشکش مسترد کر دی گئی تو اس نے بہت برا مانا۔ آخر کار یہ لوگ اس سے پیچھا چھڑانے میں کامیاب ہو گئے۔ ابھی اندھیرا ہی تھا۔ ہوا کم ہو گئی تھی۔ اور گذشتہ رات سے

بھی زیادہ تیز برفباری ہو رہی تھی۔ برف کے بڑے بڑے گلے اوپر سے گر گر زمین پر چپک جاتے تھے۔

جتنی دیر میں یہ لوگ سڑک چھوڑ کر ادبات پہونچے۔ روشنی نمودار ہو گئی۔ یہاں برف تھپیڑے آہستہ آہستہ گھسٹنے والے سفید پردے کی طرح گرتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی جو سڑک کی برابر چوڑا تھا، اور اس کے کنارے راستہ چلنے والوں کی ٹانگوں کے گرد ناچ رہے تھے۔ یہاں تک کہ ان کا آگے بڑھنے کا احساس تک ختم ہو جاتا اور وہ یہ محسوس کرنے لگتے تھے جیسے وقت گذار رہے ہوں۔ مسافروں کے علاوہ اس وقت کوئی ذی روح نظر نہیں آرہا تھا۔ لیکن بہت جلد ہی انھیں ایک گاڑی گزرتی ہوئی دکھائی دی جس پر برف کی تہہ جمی ہوئی تھی اور ڈرائیور ایسا دکھائی دے رہا تھا جیسے اسے خمیر میں پیٹ دیا گیا ہو۔ ایک بڑی رقم کے عوض (جو اس زمانہ میں ایک کوپیک سے بھی کم مالیت کی تھی) وہ انھیں مع سامان اسٹیشن لے گیا۔ البتہ یوری آندریے وچ کو خود اس کے کہنے پر پیدل آنے کے لئے چھوڑ دیا گیا۔

(۷)

اس نے تونیا اور اس کے باپ کو ایک طویل قطار میں چوبی جنگلے کے بیچ میں کھڑے ہوئے پایا۔ نیوشا اور ساشنکا باہر ٹہل رہے تھے اور کبھی کبھی آکر دیکھ لیتے تھے کہ اب ان کے لئے بڑوں کے پاس جانے کا موقعہ ہے یا نہیں۔ ان سے مٹی کے تیل کی تیز بو آرہی تھی جو جوؤں سے بچنے کے لئے ان کی گردنوں، کلائیوں اور ٹخنوں پر ملا گیا تھا۔ لوگوں کی قطاریں پلیٹ فارم کے پھاٹکوں تک چلی گئی تھیں۔ لیکن مسافروں کو پٹری پر تقریباً آدھ میل آگے جاکر ٹرین پر سوار ہونا تھا۔ صفائی کرنے والوں کی کمی کی وجہ سے اسٹیشن بہت غلیظ ہو رہا تھا۔ پلیٹ فارم پٹریوں پر گرد اور برف کے ڈھیروں کی وجہ سے ناقابل استعمال ہو گیا تھا۔ ٹرینوں کو کافی دور باہر ہی ٹھرایا جاتا۔ تونیا نے اپنے شوہر کو دیکھ کر ہاتھ سے اشارہ کیا اور جب وہ قریب آیا تو اسے بتایا کہ اسے سفری کاغذات پر کس جگہ لگوانی ہوگی۔ "مجھے دکھانا انھوں نے کیا لکھا ہے؟" اس کے واپس آنے پر اس نے کہا۔ اس نے جنگلے کے دوسری طرف سے کاغذات کا ایک بنڈل اس کی طرف بڑھا دیا۔ "یہ اسپیشل گاڑی کے لئے ہے۔" اس کے پیچھے قطار میں کھڑے ہوئے ایک آدمی نے اس کے کندھے پر سے جھک کر پڑھتے ہوئے کہا۔

اس کے سامنے کھڑا ہوا شخص سب کچھ واضح طور پر جانتا تھا۔ وہ اس قسم کے لوگوں میں سے تھا جو دنیا کے تمام قاعدے قوانین سے واقف ہوتے ہیں۔ اور انھیں بغیر کسی اعتراض کے قبول کر لیتے ہیں۔ "اس

ہرے : اس نے جھلاتے ہوئے کہا۔" آپ کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ آپ ایک خاص درجہ کی گاڑی میں جگہ لے سکیں یعنی کسی مسافر گاڑی میں اگر کسی ٹرین میں مسافروں کے لئے کوئی ڈبہ موجود ہو تو"۔ اب قطار میں کھڑے ہوئے سب لوگ گفتگو میں یہ یک وقت شریک ہو گئے۔

"کیا کہا مسافروں کا ڈبہ۔ ارے آجکل تو اگر بفر پر بھی جگہ مل جائے تو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے"۔

"ان لوگوں کی بات مت سنو" دوسرے شخص نے کہا۔" میں بتاتا ہوں۔ یہ تو بالکل آسان سی بات ہے۔ آج تو صرف ایک ہی قسم کی ٹرین ہے اور اس میں فوجیوں، قیدیوں، مویشیوں اور مسافروں کے ڈبے ہوتے ہیں۔ کسی کو غلط بات بتانے سے کیا فائدہ؟" اس نے مجمع سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔" زبان ہلانے میں کیا لگتا ہے۔ تم جو چاہو کہہ سکتے ہو۔ مگر تمہیں صاف بات کرنی چاہیئے جسے وہ سمجھ سکے"۔ "تم نے تو خوب سمجھا دیا:" لوگوں نے چلا چلا کر اسے خاموش کر دیا۔" تم نے اسے یہ خوب بتایا کہ یہ دہرا اسپیشل کوچ کے لئے ہے۔ بات کرنے سے پہلے تمہیں آدمی کی صورت دیکھ لینی چاہیئے۔ ایسا آدمی جس کی ایسی شکل ہو اسپیشل کوچ میں کیسے سفر کر سکتا ہے؟ اسپیشل کوچ میں ملاح بھرے ہونگے۔ ملاح کی نظر تیز ہوتی ہے۔ اس کے پاس بندوق بھی ہوتی ہے۔ وہ اس کی طرف دیکھتا ہے اور اسے کیا دکھائی دیتا ہے؟ ایک صاحب جائداد طبقہ کا فرد۔ بلکہ اس سے بھی بدتر، ایک ڈاکٹر۔ پہلے یہ اچھائی سمجھی جاتی تھی۔ وہ اپنی بندوق نکالیگا اور خدا حافظ"۔

ڈاکٹر کے معاملے میں جو ہمدردی پیدا ہو گئی تھی وہ نہ جانے کس حد تک بڑھتی کہ مجمع کی توجہ کسی اور طرف منتقل ہو گئی۔ کچھ عرصہ سے لوگ شیشے لگی ہوئی بڑی بڑی کھڑکیوں میں سے حیرت کے ساتھ پٹریوں کی طرف دیکھ رہے تھے جن پر کئی سو گز تک چھت پڑی ہوئی تھی۔ گرتی ہوئی برف صرف چھت کے آخری سرے پر دکھائی دے سکتی تھی، اتنے زیادہ فاصلہ پر کہ وہ تقریباً بالکل ساکت نظر آتی تھی اور زمین میں آہستہ آہستہ اس طرح جذب ہو رہی تھی جیسے روٹی کے ٹکڑے جو مچھلیوں کو ڈالے جاتے ہیں پانی میں ڈوب جاتے ہیں۔ کچھ عرصہ سے کچھ سائے سے کافی فاصلہ پر پٹریوں کے کنارے تنہا یا ملے جلے گردش کرتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ پہلے خیال تھا کہ وہ ریلوے کے ملازمین تھے جو اپنی ڈیوٹی انجام دے رہے تھے۔ لیکن اب ایک خاصا بڑا مجمع باہر نکلا اور جس سمت میں وہ بھاگ رہے تھے۔ ادھر دھوئیں کے بادل اٹھتے ہوئے دکھائی دیئے۔ "بدمعاشو، پھاٹک کھولو۔" قطار میں کھڑے ہوئے لوگوں نے آوازیں

لگائیں۔ مجمع کو جنبش ہوئی اور وہ پھاٹک کی طرف بڑھنا شروع ہوا۔ پیچھے سے لوگ آگے والوں کو دھکیل رہے تھے۔ "دیکھو تو کیا ہو رہا ہے! انھوں نے ہمیں یہاں بند کر رکھا ہے اور ادھر کچھ لوگ راستہ پا کر قطار سے نکل گئے۔ حرامزادو! پھاٹک کھولو۔ ورنہ ہم توڑ ڈالیں گے۔ آؤ، ہم سب مل کر اسے دھکا دیں۔" "یہ لوگ بیوقوف ہیں۔ انھیں ان لوگوں پر رشک نہیں کرنا چاہیئے۔" ہر فن مولا شخص نے کہا "وہ جبری طور پر بھرتی کئے ہوئے لوگ ہیں جو جبری محنت کے لئے پیٹروگراڈ سے لائے گئے ہیں اور وولوگدا بھیجے جانے والے تھے۔ مگر اب مشرقی محاذ پر لے جائے جا رہے ہیں وہ یہ سفر اپنی مرضی سے نہیں کر رہے ہیں بلکہ ان کے ساتھ محافظ دستہ ہے۔ یہ لوگ وہاں پر خندقیں کھودیں گے۔"

(۸)

یہ لوگ تین دن سے سفر کر رہے تھے لیکن ابھی تک ماسکو سے زیادہ دور نہیں پہنچے تھے۔ سارے علاقہ پر موسم سرما کے اثرات نمایاں تھے۔ ریل کی پٹریاں۔ کھیت۔ جنگل اور گاؤں کے مکانوں کی چھتیں غرضیکہ ہر چیز برف پوش تھی۔ ژواگو اور اس کے گھر والوں کی خوش قسمتی سے اوپر کی برتھ پر ایک کونہ خالی مل گیا تھا جو دھندلی سی کھڑکی کے پاس اوپر چھت کے قریب تھی۔ تونیا نے اس سے پہلے کبھی مال گاڑی میں سفر نہیں کیا تھا جب وہ پہلی مرتبہ اس میں داخل ہوئی تو یوری آندرے وچ نے اسے اوپر اٹھایا اور ڈبہ کا بھاری دروازہ اس کے لئے کھول دیا۔ لیکن بعد میں وہ خود اس پر چڑھنا اور اترنا سیکھ گئی تھی۔ انیتونیا الگزینڈرونا کو یہ ڈبہ ایک پہیئے دار سور خانے سے زیادہ بہتر دکھائی نہیں دے رہا تھا اور اس کا خیال تھا کہ وہ ایک دھچکے میں ٹوٹ جائے گا۔ لیکن یہ لوگ تین دن سے برابر ٹرین کی رفتار یا سمت میں تبدیلی ہونے کے ساتھ ساتھ ادھر سے ادھر دھکے کھاتے رہے تھے۔ تین دن تک ان کے نیچے پہیوں کی گھڑ گھڑاہٹ سنائی دیتی رہی۔ اور پھر بھی کوئی حادثہ نہیں ہوا۔ اس کا خوف بے بنیاد نکلا۔ ٹرین میں تیس ڈبے تھے (ژواگو اور اس کے گھر والے چودھویں ڈبہ میں تھے) جب ٹرین دیہات کے کسی اسٹیشن پر ٹھیرتی تو سامنے درمیان یا آخر کے صرف چند ڈبے ہی چھوٹے سے پلیٹ فارم کے سامنے رکتے تھے۔ ملاح سامنے کے ڈبوں میں تھے۔ شہری مسافر درمیانی ڈبوں میں اور جبری طور پر بھرتی کئے ہوئے مزدور آخری آٹھ ڈبوں میں تھے۔ یہ لوگ تعداد میں تقریباً پانچسو تھے اور ان میں ہر عمر، درجہ اور ہر پیشے کے لوگ شامل تھے۔ یہ بھی ایک غیر معمولی منظر تھا۔ پیٹروگراڈ کے دولت مند اور

ذہین وکلاء اور دلّال، گاڑی بانوں، فراشوں، حجاموں، مفرور پاگلوں، دوکانداروں اور راہبوں کے ساتھ ایک جگہ بھر دیئے گئے تھے۔

وکیل اور دلّال خالی قمیضیں پہنے ہوئے لوہے کی دہکتی ہوئی انگیٹھیوں کے چاروں طرف لکڑی کے کندوں پر بیٹھے تھے اور طویل کہانیاں سنا رہے تھے۔ مذاق اور دل لگی کر رہے تھے۔ ہنس رہے تھے۔ یہ لوگ ذرا پریشان نہیں تھے۔ ان کے اچھے تعلقات تھے۔ اور ان کے بااثر رشتہ داران کے لئے وطن میں سلسلہ جنبانی کر رہے تھے۔ اور وقت پڑنے پر یہ لوگ بعد میں کچھ رقم دے کر چھٹکارا حاصل کر سکتے تھے۔ دوسرے لوگ جو بوٹ اور کھیسے خفتان پہنے ہوئے تھے یا ننگے پیر تھے اور پتلون کے باہر نکلی ہوئی لمبی لمبی قمیضوں میں ملبوس تھے۔ کچھ داڑھی والے تھے اور کچھ بغیر داڑھی کے۔ نیم وا دروازوں کے پاس کھڑے تھے اور راستہ میں کھڑے ہوئے کسانوں اور گاؤں کو بیزاری کے ساتھ تکے جا رہے تھے۔ وہ کسی سے بات نہیں کرتے تھے۔ ان لوگوں کے کوئی بااثر دوست نہیں تھے۔ انھیں بہتری کی کوئی امید نہیں تھی۔ جبریہ بھرتی کئے ہوئے لوگوں کیلئے جتنے ڈبے مخصوص تھے۔ اس کے تناسب سے ان کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اور جو لوگ ان ڈبوں میں نہیں سما سکتے تھے انھیں شہری مسافروں کے ساتھ رکھا گیا تھا۔ اور ایسے کچھ لوگ چودھویں ڈبہ میں بھی تھے۔

(۹)

جب بھی کہیں ٹرین رکتی، انیتونیا الگزینڈر دونا محتاط ہو کر بیٹھ جاتی کہ کہیں اس کا سر چھت سے نہ ٹکرا جائے اور دروازے میں سے جو تھوڑا سا کھلا ہوا تھا نیچے جھانک کر دیکھتی کہ باہر جانا مناسب ہے یا نہیں۔ اس کا انحصار اسٹیشن کے چھوٹے یا بڑے ہونے، ٹرین ٹھہرنے کی مدت اور اسی کے ساتھ لفع لین دین کے امکانات کے جائزہ پر ہوتا تھا۔ اس دفعہ بھی ایسا ہی ہوا۔ ٹرین کی رفتار سست ہونے سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ ٹرین کے پٹریاں بدلنے اور زیادہ دھچکے لگنے سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ اسٹیشن خاصا بڑا ہے اور یہ کہ ٹرین کافی دیر ٹھہرے گی۔ اس نے اپنی آنکھیں ملیں۔ بال ٹھیک کئے اور ایک بنڈل کی تہہ سے ٹٹول کر ایک مڑا ہوا تولیہ نکالا۔ ڈاکٹر جو اس عرصہ میں جاگ گیا تھا۔ سب سے پہلے اپنی جگہ سے کودا اور اپنی بیوی کو نیچے اترنے میں مدد دی۔ محافظوں کی کوٹھریاں اور روشنی کے کھمبے دروازے کے پاس سے ہو کر گزرے۔ اس کے بعد درخت دکھائی دیئے جو برف کی بھاری تہوں کے بوجھ سے جھک گئے تھے۔ اور جن کی ٹہنیاں ٹرین کی طرف اس طرح بڑھی ہوئی تھیں جیسے وہ اسے خوش آمدید کہہ رہے ہوں۔ ٹرین کے ٹھہرنے سے پہلے ہی ملاح نیچے برف پر کود گئے

اور اسٹیشن کی عمارت کے کونے کی طرف بھاگے۔ جہاں عام طور پر کسان عورتیں کھانے پینے کی چیزیں ناجائز طور پر فروخت کرتی تھیں۔ اپنی سیاہ وردیاں، اور فیتہ لگی ہوئی ٹوپیاں پہنے ہوئے وہ لوگ تیزی سے بھاگ رہے تھے، اور دوسرے لوگ فوراً انھیں راستہ دیدیتے تھے۔

عمارت کے سرے پر قریبی دیہات کی لڑکیاں اور عورتیں ایسی پُرجوش نظر آرہی تھیں جیسے وہ کسی نجومی سے اپنا مستقبل معلوم کر رہی ہوں۔ اسٹیشن کی دیوار کے سایہ میں ایک دوسری کے پیچھے ایک قطار میں کھڑی ہوئی لڑکیاں۔ گھر کا بنا ہوا پنیر، ابلا ہوا گوشت اور گھٹیا گیہوں کی روٹیاں بیچ رہی تھیں جو رُنی بھرے ہوئے کپڑوں میں رکھے جانے سے ابھی تک گرم اور خوش ذائقہ تھیں۔ یہ عورتیں شالوں میں لپٹی ہوئی تھیں جو انھوں نے اپنی بھیڑ کی کھالوں کے اندر کر رکھی تھیں۔ ملاحوں کے مذاق کرنے پر وہ شرم سے سرخ ہو جاتیں اور ساتھ ہی ساتھ ان سے خائف بھی تھیں کیونکہ عام طور پر ملاح ہی ان دستوں میں شامل ہوتے تھے جو سٹہ بازی اور خلاف قانون تجارت کی روک تھام کے لئے مقرر کئے جاتے لیکن کسان عورتوں کے اندیشے جلد ہی دور ہو گئے۔ ٹرین رکتے ہی شہری مسافر بھی مجمع میں شامل ہو گئے اور خرید و فروخت تیزی سے ہونے لگی۔ انیتونیا الگزینڈروونا اس قطار کے پاس سے فروخت ہونے والا سامان دیکھتی ہوئی گذری۔ اس نے تولیہ اپنے کندھے پر ڈال رکھا تھا جیسے وہ اسٹیشن کے عقب میں برف سے منہ ہاتھ دھونے جا رہی ہو۔ کئی عورتوں نے چلا کر اس سے پوچھا۔ "سنو تو، تمہیں اپنے تولیہ کے بدلے میں کیا چاہیئے؟" لیکن وہ اسی طرح چلتی رہی اس کا شوہر اس کے ساتھ تھا۔ قطار کے آخر میں ایک عورت سیاہ شال اوڑھے کھڑی تھی۔ اس کی نظر تولیہ پر پڑی تو اس کی بڑی بڑی آنکھیں چمکنے لگیں۔ احتیاط کے ساتھ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے وہ چپکے سے انیتونیا کے قریب آئی اور اپنا سامان دکھاتے ہوئے چپکے سے کہنے لگی۔ "یہ دیکھو۔ میں شرط لگاتی ہوں کہ تم نے ایسی چیز کافی عرصے سے نہیں دیکھی ہو گی۔ اچھی ہے نا؟ سوچنے میں زیادہ دیر مت لگاؤ ورنہ کوئی اور خرید لے گا کیا تم اس کے آدھے کے بدلے میں اپنا تولیہ مجھے دو گی؟" لیکن انیتونیا الگزینڈروونا آخری لفظ نہیں سن سکی "اچھی عورت تمہارا کیا مطلب ہے؟" اس نے پوچھا۔ عورت کا مطلب آدھے خرگوش سے تھا جو سالم بھُنا ہوا تھا اور درمیان سے کاٹ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے تھے۔ اس نے خرگوش اٹھا کر دکھایا۔ "میں تم سے کہتی ہوں کہ تمہارے تولیہ کے بدلے میں آدھا خرگوش تمہیں دیدوں گی۔ تم کیا تکرار کر رہی ہو؟ یہ کتے کا گوشت نہیں ہے۔ میرا شوہر شکاری ہے۔ یہ خرگوش ہے خرگوش"۔ انھوں نے چیزوں کا تبادلہ کر لیا۔ ان میں سے

ہر ایک یہی سمجھ رہی تھی کہ وہ فائدے میں رہی۔ انیتونیا الگزندر دونا کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس نے کسان عورت کو دھوکا دیا ہو۔ لیکن اس سودے سے خوش ہو کر اس عورت نے اپنی ایک سہیلی کو آواز دے کر بلایا جو اپنی چیزیں فروخت کر چکی تھی۔ اور وہ دونوں برفانی راستہ پر تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی اپنے گاؤں کو چل دیں۔

عین اسی وقت مجمع میں شور مچنے لگا۔ ایک بوڑھی عورت چلا رہی تھی۔ "ارے ٹھہرو، تم کہاں جا رہے ہو؟ میری رقم کہاں ہے؟ دھوکہ باز، مجھے تم نے رقم کب دی ہے؟ ذرا اسے دیکھو تو یہی لالچی سور ملے آوازیں دیتی ہوں وہ مڑ کر دیکھنے تک کی پرواہ نہیں کرتا۔ ٹھہرو! ٹھہرو! میں تم سے کہتی ہوں۔ مسٹر کامریڈ! میں لٹ گئی! ٹھہر تو جا چور! وہ جا رہا ہے۔ وہی ہے۔ پکڑ لو اسے۔"

"کون ہے وہ؟"

"وہ جس کی داڑھی مونچھ صاف ہے اور دانت نکال کر ہنس رہا ہے۔"

"وہی نا جس کی آستین میں چھید ہے؟"

"ہاں ہاں، پکڑو اس ملحد کو!"

"وہی نا جس کے کوٹ کی کہنی پر پیوند لگا ہوا ہے؟"

"ہاں ہاں، ارے میں لٹ گئی!"

"یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

"اس آدمی نے تھوڑا دودھ اور سموسے خرید کر کھائے اور قیمت چکائے بغیر چلا گیا۔ اس لئے بوڑھی عورت کھڑی رو رہی ہے۔"

"اس کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے۔ وہ لوگ اس کا پیچھا کیوں نہیں کرتے؟"

"پیچھا کریں! اس کے پاس بندوق اور کارتوسوں کی پیٹیاں ہیں۔ ابھی وہ مار ڈالے گا۔"

(۱۰)

چودھویں ڈبہ میں بھی جبری طور پر بھرتی کئے ہوئے کئی مزدور تھے۔ ان کے ساتھ ان کا محافظ ورونیک بھی تھا۔ ان میں سے تین آدمی، باتوں میں سب سے الگ دکھائی دیتے تھے۔ ایک تو پروخور خریتونووچ پریتولیف تھا جو پیٹرو گراد میں شراب کے ایک سرکاری گودام میں خزانچی رہ چکا تھا۔ ڈبہ کے لوگ اسے خزانچی کہتے تھے۔ دوسرا واسیا بریکن تھا جو سولہ سال کی عمر کا لڑکا تھا۔ اور ایک لوہار کے پاس کام سیکھتا تھا۔ تیسرا کوستوئد

تھا جو ایک سفید بالوں والا انقلاب پرست تھا۔ یہ پچھلی حکومت کے تمام جبری محنت کے کیمپوں میں ردیکا تھا۔ اور اب نئی حکومت کے جبری محنت کے کیمپوں کا تجربہ حاصل کر رہا تھا۔ جبری بھرتی کے مزدور جو بھرتی ہوتے وقت ایک دوسرے کے لئے اجنبی تھے۔ اب رفتہ رفتہ ایک دوسرے سے واقف ہوتے جا رہے تھے بعد میں معلوم ہوا کہ خزانچی اور واسیا ملک کے ایک ہی حصہ دیا کتنک کے رہنے والے تھے اور یہ بھی پتہ چلا کہ ٹرین ان کے آبائی وطن کے گاؤں سے ہو کر گزری تھی۔ ہرگو پر تولیف بلمد کا رہنے والا تھا۔ اس کے بال زمین سے کٹے ہوئے تھے۔ اور اس کے چہرے پر چیچک کے داغ تھے۔ وہ ایک نلٹے قد کا بدصورت شخص تھا۔ اس کا بھورے رنگ کا سویٹر جو پسینہ کی وجہ سے بغلوں پر سے سیاہ پڑ گیا تھا۔ عورتوں کے بلاؤز کی طرح تنگ تھا۔ وہ گھنٹوں بت کی طرح خاموش اور خیالات میں غرق بیٹھا رہتا۔ اور اپنے ہاتھوں پر مٹیوں کو گھجاتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ ان سے خون بہنے لگتا تھا۔ گذشتہ موسم خزاں میں ایک روز وہ میونسکی میں چلا جا رہا تھا کہ وہ لیتنی اسٹریٹ کے موڑ پر ایک فوجی کیمپ میں پہونچ گیا۔ اسے اپنے کاغذات دکھلانے پڑے اور پتہ چلا کہ اس کے پاس چوتھے درجہ کا راشن کارڈ تھا۔ جو ایسے لوگوں کو دیا جاتا تھا جو کمیونسٹ پارٹی کے کارکن نہیں ہوتے تھے۔ اور جس پر کچھ نہیں خریدا جا سکتا تھا۔ لہذا اسے روک لیا گیا۔ اس کے علاوہ وہاں اور بھی بہت سے ایسے لوگ تھے جنھیں اسی وجہ سے گرفتار کر لیا گیا تھا۔ ان لوگوں کو مسلح نگرانی میں بیرکوں تک لے جایا گیا۔ اسی جماعت کو بھی اس سے پہلے جانے والی جماعت کی طرح خندقیں کھودنے کے لئے آرک اینجل کے محاذ پر بھیجا جانے والا تھا۔ لیکن راستہ میں وہاں کی بجائے ماسکو کے راستہ مشرق کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ وگا میں، جہاں وہ جنگ سے پہلے کام کرتا تھا۔ پر وتولیف کی بیوی رہتی تھی۔ اس نے جب لوگوں سے اپنے شوہر کی مصیبت کا حال سنا تو وولوگدا (جہاں آرک اینجل کے لیے گاڑی بدلی جاتی تھی) روانہ ہو گئی۔ تاکہ وہاں اسے تلاش کر سکے اور اسے رہائی دلا سکے۔ لیکن یہ دستہ وہاں نہیں بھیجا گیا۔ اس لئے اس کی محنت بے کار گئی اور اسے اپنے شوہر کا کوئی پتہ نہ لگ سکا۔ پیر دگراڈ میں پر تولیف ایک عورت بلا گیا ٹرونا تیا گولوا کے ساتھ رہتا تھا۔ گرفتار ہونے کے وقت اس نے اسے خدا حافظ کہا ہی تھا، وہ کسی سے ملاقات کرنے کے لئے ایک مختلف سمت میں جا رہی تھی۔ وہ اسے لیتنی اسٹریٹ پر جاتے ہوئے اور پھر مجمع میں غائب ہوتے دیکھ سکا تھا۔ یہ ایک گداز جسم کی عورت تھی اور پر وقار انداز میں چلتی تھی۔ اس کے ہاتھ خوبصورت تھے اور موٹی سی گندھی ہوئی چوٹی تھی جسے وہ گہرے سانس لیتے ہوئے اپنے کندھے پر ڈالتی رہتی تھی۔ وہ اس وقت

قافلے کے ساتھ تھی کیونکہ اس نے رضا کارانہ طور پر پرتولیف کے ساتھ جانے پر آمادگی ظاہر کی تھی۔ یہ معلوم کرنا مشکل تھا کہ ایک بدصورت شخص میں عورتوں کو کیا خوبی یا کشش نظر آ سکتی تھی۔ لیکن یہ حقیقت تھی کہ عورتیں اسے چمٹی رہتی تھیں۔ آگے کے ایک اور ڈبہ میں اس کی ایک اور شناسا عورت تھی جس کا نام ادی زکودا تھا۔ وہ ایک دبلی پتلی لڑکی تھی جس کی پلکیں سفید تھیں۔ وہ کسی نہ کسی طرح ٹرین پر پہونچ گئی تھی۔ تیگونفا اسے "بچکاری" اور "ٹونٹی" اور ایسے ہی دوسرے توہین آمیز ناموں سے پکارتی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی رقیب اور جانی دشمن تھیں اور ایک دوسری کا سامنا کرنے میں احتیاط سے کام لیتی تھیں۔ ادگری زکودا دوسری عورت کے ڈبہ میں کبھی نہیں جاتی تھی۔ لیکن یہ بات صیغۂ راز میں تھی کہ وہ کس طرح اپنے محبوب سے ملا کرتی تھی۔ غالباً جس وقت تمام مسافروں کی مدد سے انجن میں ایندھن بھرا جاتا اس وقت وہ اسے دور ہی سے دیکھ کر اپنی آنکھوں کی پیاس بجھا لیتی ہوگی۔

(۱۱)

واسیا کی کہانی بالکل ہی مختلف تھی۔ اس کا باپ جنگ میں مارا گیا تھا اور اس کی ماں نے اسے پیٹروگراد اس کے چچا کے پاس کام سیکھنے بھیج دیا تھا۔ اس کے چچا کی ایراکس یارڈ میں اپنی ذاتی دوکان تھی گزشتہ موسم سرما میں اسے مقامی سودیت نے پوچھ گچھ کے لئے طلب کیا۔ لیکن وہ غلطی سے دوسرے دروازہ میں داخل ہو کر مزدور بھرتی کرنے والے دفتر میں پہونچ گیا۔ یہ کمرہ جبری طور پر بھرتی کئے ہوئے مزدوروں سے بھرا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد سپاہیوں نے اندر آ کر ان لوگوں کو گھیر لیا۔ اور انھیں سمینوف بیرکس میں لے گئے جہاں رات بھر رکھنے کے بعد صبح کو محافظوں کی نگرانی میں ٹرین کے ذریعہ وولوگدا روانہ کر دیا گیا۔ اس قدر زیادہ گرفتاریاں ہونے کی خبر سارے شہر میں پھیل گئی۔ اور قیدیوں کے گھر والے انھیں رخصت کرنے کے لئے اسٹیشن پر پہونچ گئے۔ انھیں میں واسیا اور اس کی چچی بھی تھی۔ اس کے چچا نے محافظ سے (جس کا نام وردنیک تھا اور جو اس وقت چودھویں ڈبہ میں تھا) التجا کی کہ اسے ایک منٹ اپنی بیوی سے بات کرنے کی اجازت دیدے محافظ نے کہا کہ وہ اس وقت تک اجازت نہیں دے گا جب تک کہ وہ اپنی واپسی کی ضمانت نہ دیدے چچا اور چچی نے واسیا کو یرغمال کے طور پر پیش کر دیا۔ وردنیک راضی ہو گیا۔ اس کے بعد وہ اپنے چچا اور چچی کو کبھی نہیں دیکھ سکا۔ جب اس دھوکہ بازی کا علم ہوا تو واسیا جسے کسی قسم کا شک یا شبہ نہیں تھا رونے لگا۔ وردنیک کے قدموں پر گر پڑا اور اس کے ہاتھ چومے اور اس سے التجا کی کہ وہ اسے جانے دے لیکن

ان تمام باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ محافظ نہایت سخت دل تھا۔ اس لئے نہیں کہ وہ ظالم تھا بلکہ اس لئے کہ اس ہنگامی دور میں ضابطے بہت سخت تھے۔ محافظ کو تمام زیر نگرانی قیدیوں کے لئے اپنی جان کی بازی لگا کر جواب دہ ہونا پڑتا تھا۔ اور قیدیوں کی باقاعدہ حاضری ہوا کرتی تھی۔ اس طرح واسیا مزدوروں کی جماعت میں شامل ہو گیا۔

انقلابی کوستو دامر سکی جس کی زار کی حکومت میں اور موجودہ حکومت کے زمانہ میں بھی جیلخانوں کے افسر عزت کیا کرتے تھے۔ اور جس کے تعلقات ان سے ہمیشہ اچھے رہتے تھے۔ بار بار قافلہ کے سربراہ سے واسیا کی پریشانی کا ذکر کرتا رہتا۔ افسر نے یہ تسلیم کیا کہ اس کے معاملہ میں سخت غلط فہمی ہو گئی ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہا کہ بعض ضابطے کی دشواریوں کی وجہ سے اس کے معاملہ پر اس وقت تک غور نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ وہ لوگ اپنی منزل پر نہ پہونچ جائیں۔ اس نے وعدہ کیا کہ اس وقت وہ اس سلسلہ میں اپنی سی ہر ممکن کوشش کرے گا۔ واسیا ایک اچھی شکل و صورت کا پرکشش لڑکا تھا۔ وہ ایک نوعمر شاہی خدمت گار یا تصویروں میں دیئے ہوئے آسمانی فرشتے کی مانند دکھائی دیتا تھا۔ وہ غیر معمولی طور پر معصوم تھا اور اس کی عادتیں بھی نہیں بگڑی تھیں۔ اس کا پسندیدہ مشغلہ یہ تھا کہ وہ فرش پر اپنے بزرگوں کے قدموں میں بیٹھا ہوا ان کی صورتیں تکتا رہے۔ اس کے ہاتھ اس کے گھٹنوں کے گرد حمائل رہتے۔ اور وہ ان کی گفتگو اور کہانیاں دلچسپی سے سنتا رہتا۔ اس کے چہرے کے تغیر و تبدل کو دیکھ کر کوئی شخص بڑی حد تک گفتگو کی نوعیت معلوم کر سکتا تھا۔ کیونکہ وہ اپنے آنسو یا ہنسی مشکل سے ضبط کر سکتا تھا۔

(۱۴)

نداگو اور اس کے گھر والوں نے انقلابی کوستو دکو رات کے کھانے کی دعوت دی تھی۔ وہ ان کے پاس کونے میں بیٹھا ہوا خرگوش کی ایک ٹانگ مزے سے لے کر چچوڑ رہا تھا۔ وہ سردی سے بہت ڈرتا تھا۔ اور اس نے کسی محفوظ جگہ کی تلاش میں کئی مرتبہ اپنی جگہ تبدیل کی۔ آخر کار اسے ایک جگہ ایسی مل گئی جہاں سرد ہوا نہیں آ رہی تھی۔ "یہ بہتر ہے" اس نے کہا۔ اس نے ہڈی چچوڑنی بند کر دی، اپنی انگلیاں چوس کر صاف کیں، پھر رومال سے پونچھیں۔ اپنے میزبانوں کا شکریہ ادا کیا اور کہنے لگا۔ "یہ تمہاری کھڑکی ہے۔ اسے سیمنٹ سے بند کر دینا چاہیئے۔ ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ تم غلطی پر ہو ڈاگر۔ بھنا ہوا خرگوش بہترین چیز ہوتی ہے لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ کسان لوگ خوش حالی میں جلد بازی ہوگی مجھے معاف

کرنا مگر میرا خیال یہی ہے۔"

"ارے چھوڑو بھی،" یوری آندریے وچ نے کہا۔ "ان اسٹیشنوں کو دیکھو۔ درخت کاٹے نہیں گئے۔ جنگلے محفوظ ہیں۔ اور یہ تمام بازار! یہ عورتیں! سوچو تو سہی کتنی عجیب بات ہے! کہیں نہ کہیں زندگی کا کاروبار ابھی تک جاری ہے۔ کچھ لوگ خوش و خرم ضرور ہیں۔ ہر شخص تکلیف اور پریشانی میں نہیں ہے۔ جو کچھ ہو رہا ہے اس سے اس کا جواز ملتا ہے۔"

"اگر یہ صحیح ہوتا تو بہت اچھا ہوتا۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ تم نے یہ نظریات کہاں سے لئے؟ کسی بھی ایک ایسی جگہ چلے جاؤ جو ریلوے سے ۵ میل کے فاصلہ پر ہو۔ تمہیں پتہ چلے گا کہ ہر جگہ کسان بغاوت کر رہے ہیں۔ کس کے خلاف؟ تم پوچھو گے تو سنو، وہ ہر ایک کے خلاف ہیں۔ خواہ وہ سرخ ہو یا سفید بلکہ جو کوئی بھی برسر اقتدار ہو۔ تم کہو گے "آہا! ایسا اس لئے ہے کہ کسان ہر قسم کے اقتدار کے مخالف ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ انھیں کیا چاہیئے۔" لیکن میں اس معاملہ میں تم سے اختلاف رکھتا ہوں۔ کسان یہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اسے کس چیز کی ضرورت ہے۔ تم سے یا مجھ سے زیادہ بہتر طریقہ پر جانتا ہے لیکن اسے کسی بالکل مختلف چیز کی ضرورت ہے۔ جب انقلاب نے اسے بیدار کیا تو اس نے محسوس کیا تھا کہ اس کے صدیوں پرانے خواب کی تعبیر مل رہی ہے۔ اپنی محنت اور مشقت کے بل بوتے پر اپنی زمین پر مکمل آزادی کے ساتھ کسی کا پابند ہوئے بغیر زندگی گذارنے کا خواب۔ لیکن حقیقت میں اس کی بجائے اسے معلوم ہوا کہ اس نے محض پرانی حکومت کے مظالم کو نئی حکومت کے مظالم سے بدل دیا ہے جو اعلیٰ انقلابی نظام کا سب سے نازک پہلو ہے۔ کیا تمہیں اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ دیہات میں عام بے چینی پھیلی ہوئی ہے اور وہ لوگ مطمئن ہو کر نہیں بیٹھ سکتے؟ اور پھر تم کہتے ہو کہ وہ لوگ خوش حال ہیں! انہیں تم بہت سی باتیں نہیں جانتے میرے دوست اور جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں تم وہ باتیں جاننا بھی نہیں چاہتے۔"

"اچھا یہ ٹھیک ہے کہ میں نہیں جانتا۔ مجھے دنیا کی ایک ایک بات معلوم کرنے اور اس کے لئے پریشان ہونے کی ضرورت بھی کیا ہے؟ تاریخ نے مجھ سے مشورہ نہیں کیا۔ مجھے تو ہر پیش آنے والی تبدیلی کا ساتھ دینا ہے، تو پھر میں حقائق کو نظر انداز کیوں نہ کروں؟ تم کہتے ہو کہ میرے نظریات حقیقت سے مطابقت نہیں رکھتے۔ لیکن آج روس میں حقیقت ہے کہاں؟ میں دیکھ رہا ہوں حقیقت کو آتنا

خوفزدہ کر دیا گیا ہے کہ وہ روپوش ہو گئی ہے۔ میں یہ یقین کر لینا چاہتا ہوں کہ کسانوں کی حالت اچھی ہے اور وہ خوشحال ہیں۔ اگر یہ محض خام خیالی ہے تو پھر میں کیا کر سکتا ہوں؟ میں کس چیز کے سہارے زندہ رہ سکتا ہوں اور کس پر بھروسہ کر سکتا ہوں؟ اور مجھے بہرحال زندہ رہنا ہے کیونکہ میرے بیوی بچے ہیں۔" اس نے مایوسانہ انداز میں منہ بنایا اور بحث اپنے خسر پر چھوڑ کر وہاں سے ہٹ گیا اور اپنا سر برتھ کے سرے پر نیچے یہ دیکھنے کے لئے لٹکا لیا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ پریتولیف، تیاگونوا، واسیا اور وردنیک آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ جس وقت ٹرین اس کے آبائی صوبہ میں پہونچ رہی تھی پریتولیف نے اپنے گاؤں کا راستہ، اسٹیشن اور سڑک یاد کی۔ اور جانے پہچانے گاؤں کا نام سنکر واسیا نے انھیں دہرایا۔ ایسا کہتے وقت اسکی آنکھیں اس طرح چمک رہی تھیں جیسے وہ کوئی پریوں کی داستان سن رہا ہو۔

"تم درائی نوڈیرا اترتے ہو؟" اس نے پوچھا، جذبات کی شدت سے اس کی آواز اٹک گئی۔ "ہمارا اسٹیشن! واقعی! اور پھر بیوسکی جاتے ہو۔ ٹھیک ہے نا!"

"ہاں ٹھیک ہے۔ پھر بیوسکی کی سڑک پر جاتے ہیں۔"

"یہی تو میں کہہ رہا ہوں ۔۔۔ بیوسکی ۔۔۔ بیوسکی کا گاؤں۔ میں واقعی اس سے واقف ہوں وہ اسی جگہ تو ہے۔ جہاں بڑی سڑک سے ہٹ کر دائیں طرف گھومتے ہیں، اور پھر ایک مرتبہ دائیں طرف۔ اس طرح ہم درتینکی پہونچ جاتے ہیں۔ اور تمہارا راستہ دریا سے پہلے بائیں کو ہے نا؟ تم دریا پیلیگا سے واقف ہو؟ ہاں ضرور ہو گے! وہ ہمارا ہی تو دریا ہے۔ دریا کے کنارے کنارے چلتے رہو، آگے اور آگے اور پھر دائیں ہاتھ کو پہاڑی پر جو اسی دریا کے کنارے واقع ہے اور پھر ہمارا گاؤں آجائے گا۔ درتینکی! بالکل سرے پر ہے اور وہاں اتنی ڈھلوان ہے کہ چکر آجاتا ہے۔ خدا کی قسم چکر آنے لگتا ہے نیچے پتھروں کی ایک کان ہے۔ جہاں چکیوں کے پاٹ بنتے ہیں۔ میری ماں اور دو چھوٹی بہنیں وہیں درتینکی میں رہتی ہیں۔ میری بہنوں کے نام الینکا اور ارشکا ہیں ...... خالہ پلاگیا میری ماں کس قدر تم میں ملتی ہے وہ نسبتاً کم عمر ہے اور اس کا رنگ بھی گورا ہے۔ چچا وردنیک! چچا وردنیک! میں آپ کو یسوع مسیح کا واسطہ دیتا ہوں میں آپ کو خدا کا واسطہ دے کر درخواست کرتا ہوں ...... چچا وردنیک!"

"کیا بات ہے؟ کیا چچا، چچا لگا رکھی ہے ۔۔۔ میں جانتا ہوں کہ میں تمہارا چچا نہیں ہوں۔ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ کیا میں پاگل ہوں؟ اگر میں نے تمہیں چھوڑ دیا تو میرا خاتمہ ہو جائے گا۔ وہ لوگ مجھے

دیوار کے سامنے کھڑا کر کے گولی مار دیں گے!

پلا گیا تیاگو نووا اٹھ گئے۔ باہر جھانکتے ہوئے کچھ سوچ رہی تھی۔ اور واسیلی کے سرخی مائل بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھی۔ ذرا دیر بعد وہ اس کی طرف جھک کر مسکرا دی جیسے اس سے کہہ رہی ہو۔ "بیوقوف مت بنو۔ یہ ایسی بات نہیں ہے۔ جو سب کے سامنے ورونیک سے کی جائے۔ فکر مت کرو صبر سے کام لو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"

(۱۳)

جب وہ لوگ وسطی روس کو پیچھے چھوڑ کر مشرق کی طرف بڑھے تو عجیب و غریب باتیں ظہور پذیر ہونے لگیں۔ اب وہ ایک ایسے علاقے سے گزر رہے تھے۔ جہاں ہر طرف بے چینی پھیلی ہوئی تھی۔ اور جو مسلح فوجی گروہوں سے بھرا ہوا تھا۔ وہ ان دیہات کے پاس سے ہو کر گزرے جہاں حال ہی میں بغاوتوں کو کچل دیا گیا تھا ٹرین اکثر رات میں کسی بھی جگہ پر کھڑی ہو جاتی۔ اور حفاظتی گشتی دستے مسافروں کے کاغذات اور سامان کی جانچ پڑتال کرنے لگتے۔ ایک مرتبہ تو وہ رات کو ٹھہر گئے۔ لیکن نہ تو کوئی شخص آیا اور نہ کسی کو پریشان کیا گیا۔ یوری آندرے وچ نے سوچا کہ کہیں کوئی حادثہ نہ ہو گیا ہو۔ وہ صورت حال کا جائزہ لینے باہر چلا گیا باہر اندھیرا تھا۔ ٹرین بظاہر کسی وجہ کے بغیر دو اسٹیشنوں کے درمیان ایک میدان میں رک گئی تھی جہاں پٹڑی کے دونوں طرف سرو کے درختوں کی قطاریں تھیں۔ دوسرے مسافروں نے جو باہر نکل آئے تھے اور برف میں اپنے پیر پٹخ رہے تھے۔ یوری آندرے وچ کو بتایا کہ کوئی گڑبڑ نہیں ہے البتہ انجینئر نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ حصہ مخدوش ہے اور پہلے ہاتھ گاڑی سے لائن کا معائنہ کرنا ضروری ہے مسافروں کے نمائندے اس سے بحث کرنے گئے تھے اور ضرورت پڑنے پر اسے رشوت تک دینے کو تیار تھے۔ کہا جاتا تھا کہ ملاح بھی اس معاملے میں دلچسپی لے رہے ہیں اور وہ یقیناً اپنی بات منوا لیں گے۔ آگ کی بھٹی میں دہکتے ہوئے کوئلوں سے پیدا ہونے والی روشنی میں ٹرین کے آگے پڑی ہوئی برف بار بار چمک رہی تھی اور اس روشنی میں کئی تاریک سائے انجن کے سامنے کی طرف بھاگتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے! ان میں سب سے آگے والا سایہ غالباً انجینئر کا تھا جو بھاگتا ہوا آگے سرے پر پہنچا۔ بفر پر سے کودا اور اس طرح غائب ہو گیا جیسے زمین اسے نگل گئی ہو۔ ملاحوں نے بھی جو اس کا پیچھا کر رہے تھے ایسا ہی کیا وہ بھی ایک لمحہ روشنی میں اچھلتے ہوئے دکھائی دیئے اور پھر غائب ہو گئے۔

کئی مسافر، جن میں یوری آندریئے وچ بھی شامل تھا، یہ معلوم کرنے کی غرض سے کہ کیا ہو رہا ہے وہاں پہونچ گئے۔ لیفر سے آگے جہاں ان کے سامنے کھلی ہوئی پٹری تھی انھوں نے ایک حیرت انگیز نظارہ دیکھا۔ انجینئر سینہ تک برف کے اندر کھڑا ہوا تھا۔ اس کا پیچھا کرنے والے ایک نیم دائرہ کی شکل میں اسے گھیرے ہوئے تھے جیسے شکاری شکار کو گھیر لیتے ہیں۔ اس کی طرح وہ بھی سینہ تک برف میں دبے ہوئے تھے۔ "شکریہ، ساتھیو! تم بھی خوب لوگ ہو!" انجینئر چلّا کر کہہ رہا تھا۔ "کتنا اچھا نظارہ ہے ملاح بندوقیں لئے ہوئے اپنے ایک ساتھی کارکن کا پیچھا کر رہے ہیں۔ صرف اس لئے کہ میں نے کہا تھا کہ یہاں ٹرین کا ٹھیرنا ضروری ہے۔ ساتھی مسافرو، تم میری گواہی دے سکتے ہو۔ تم دیکھ سکتے ہو کہ یہ جگہ کیسی ہے؟ ہو سکتا ہے کہ یہاں کوئی بھی ادھر ادھر گھوم رہا ہو اور پٹری کے پیچ کھول رہا ہو۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ مجھے اپنی فکر ہے؟ بدمعاشو، تم پر خدا کی لعنت ہو۔ تم جہنم رسید ہو۔ میں یہ تمہارے ہی لئے کر رہا تھا۔ تاکہ تم پر کوئی آنچ نہ آئے اور اپنی اس احتیاط کا مجھے یہ معاوضہ ملا ہے! چلو آگے بڑھو۔ تم گولی کیوں نہیں چلاتے؟ میں یہاں کھڑا ہوا ہوں۔ تم لوگ میری گواہی دے سکتے ہو، ساتھی مسافرو میں بھاگ نہیں رہا ہوں۔" مجمع میں سے پریشان آوازیں بلند ہوئیں۔ "چپ ہو جاؤ، بوڑھے آدمی ...... ان کا یہ مطلب نہیں ہے ..... کوئی انھیں ایسا نہیں کرنے دے گا ...... ان کا واقعی یہ مطلب نہیں ہے ..... دوسروں نے اس کی ہمت بڑھائی: "ٹھیک ہے گاورِکھا، تم خود ہمت کرو! ان کی دھمکیوں کی پرواہ مت کرو!"

سب سے پہلے جو ملاح برف سے باہر نکل کر آیا۔ وہ سرخ بالوں والا ایک دیو قامت شخص تھا۔ اس کا سر اتنا بڑا تھا کہ اس کی وجہ سے اس کا چہرہ چپٹا دکھائی دیتا تھا۔ وہ مسافروں سے مخاطب ہوا اور بھاری اور پرسکون آواز میں بات کی۔ اس کا لہجہ یوکرین کے باشندوں جیسا تھا، وہ نیک سے ملتا جلتا ہوا اور اس نے جس سکون اور برداشت کا مظاہرہ کیا وہ اس منظر سے قطعاً مطابقت نہیں رکھتا تھا۔ "معاف کرنا، یہ سب شور کیوں ہو رہا ہے؟ شہریو، خیال رکھو کہیں اس موسم میں تمہیں ٹھنڈ نہ لگ جائے۔ ہوا کافی تیز ہے۔ اب اپنی جگہوں پر واپس کیوں نہیں جاتے؟" مجمع آہستہ آہستہ صاف ہو گیا۔ دیو قامت شخص انجینئر کے پاس گیا جسے ابھی تک غصہ آ رہا تھا اور کہنے لگا۔ "بس بہت غصہ دکھا چکے کامریڈ انجینئر۔ اب برف سے باہر نکلو اور سفر جاری رکھو۔"

(۱۴)

اگلے روز ٹرین آہستہ آہستہ رینگتی ہوئی چلی کہ کہیں پٹری پر سے نہ اتر جائے۔ کیونکہ پٹری پر برف پڑی ہوئی

تھی پھر ایک بے جان اور آتش زدہ عمارت کے ڈھیر کے سامنے رک گئی۔ نزنی کلمز اسٹیشن جل کر تباہ ہو چکا تھا اور یہ اسی عمارت کا ملبہ تھا۔ اس کا نام اب بھی سیاہ پڑی ہوئی عمارت پر بمشکل کے ساتھ پڑھا جا سکتا تھا اس سے آگے ایک گاؤں تھا۔ جس کے مکین اسے چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ گاؤں برف سے ڈھکا ہوا تھا اور اسے بھی آگ سے نقصان پہنچا تھا۔ سرے کا مکان جل کر کوئلہ ہو گیا تھا، اگلے مکان کا لکڑی کا حصہ جل کر گر گیا تھا۔ ساری سڑک پر ٹوٹی ہوئی برفانی گاڑیاں، جنگلے، لوہے کے زنگ آلود ٹکڑے اور ٹوٹا ہوا زنجیر بکھرا پڑا تھا۔ برف گدلی اور کالی تھی۔ اور سیاہ زمین برف کے جمے ہوئے جوہڑوں میں سے دکھائی دے رہی تھی۔ ایسی ہی ادھ جلے لکڑی کے کندے باہر نکلے ہوئے تھے۔ یہ تمام علامات آگ لگنے اور ان کوششوں کی تھیں جو اسے بجھانے کے لئے کی گئی تھیں۔

وہ مقام دراصل اتنا بے جان نہیں تھا جیسا کہ دکھائی دے رہا تھا۔ ابھی کچھ لوگ وہاں موجود تھے۔ ملبہ میں سے اسٹیشن ماسٹر نمودار ہوا اور گارڈ ٹرین میں سے کود کر اس کے پاس پہنچا اور کہنے لگا۔ "یہ ساری عمارت جل گئی؟"

"صبح بخیر خوش آمدید۔ ہاں آگ تو ضرور لگی تھی لیکن معاملہ اس سے بھی بدتر تھا۔"

"میں سمجھا نہیں"

"بہتر ہے کہ کوشش بھی نہ کرو۔"

"تمہارا مطلب اسٹرلمینکوف سے تو نہیں؟"

"ہاں، اسی سے ہے"

"کیوں؟ تم نے کیا کیا تھا؟"

"ہم نے کچھ نہیں کیا۔ اس کے لئے ہمارے بڑے ذمہ دار تھے۔ مگر ہمیں بھی بھگتنا پڑا۔ تم وہ گاؤں دیکھ رہے ہو؟ نزنی کلمز۔ یہ اُست نمدنسک کے علاقہ میں ہے۔ سب کچھ انھی لوگوں کی وجہ سے ہوا۔"

"اور انھوں نے کیا جرم کیا تھا؟"

"تقریباً ساتوں سنگین گناہ۔ ایک یہ کہ اپنی غریب کسان کمیٹی توڑ دی۔ دوسرے یہ کہ سرخ فوج کو گھوڑے مہیا کرنے سے انکار کر دیا (اور تم جانتے ہو کہ گھوڑ سوار سب کے سب تاتاری ہیں) تیسرے فوج میں بھرتی ہونے کے حکم کی خلاف ورزی کی۔ ان کے تین گناہ تو یہ تھے۔"

"ہاں میں سمجھ گیا۔ اچھی طرح سمجھ گیا۔ لہذا ان پر گولے برسائے گئے؟"

"ظاہر ہے۔"

"بکتر بند ٹرین سے؟"

"یقیناً۔"

"یہ بہت برا ہے۔ ہمیں ہمدردی ہے۔ تاہم اس میں کچھ نہیں بول سکتے۔"

"اس کے علاوہ یہ ایک پرانی کہانی ہے اور جو خبر میرے پاس ہے وہ بھی اچھی نہیں ہے۔ تمہیں دو چار روز تک یہاں ٹھہرنا پڑے گا۔"

"تم مذاق کر رہے ہو! میں متبادل آدمی محاذ پر لئے جا رہا ہوں۔ یہ ایک فوری معاملہ ہے۔"

"میں قطعی مذاق نہیں کر رہا ہوں۔ یہاں ایک ہفتہ تک برف کا سخت طوفان آتا رہا ہے۔ تمام لائن پر برف کے ڈھیر جمے ہوئے ہیں۔ اور اسے کوئی صاف کرنے والا نہیں ہے۔ گاؤں کے آدھے لوگ بھاگ گئے ہیں باقی لوگوں کو اس کام پر لگا دوں گا۔ لیکن یہ کافی نہیں ہوگا۔"

"لعنت۔ اب میں کیا کروں؟"

"یہی کہ کسی نہ کسی طرح برف صاف کراؤ!"

"برف کتنی گہری ہے؟"

"زیادہ گہری نہیں ہے۔ کہیں زیادہ ہے۔ کہیں کم۔ سب سے زیادہ خطرناک جگہ وسط میں ہے۔ کوئی دو میل تک۔ وہاں ضرور دقت پیش آئے گی۔ آگے چل کر جنگل کی وجہ سے ریلوے لائن برف سے محفوظ رہی اور اس طرف کھلا ہوا میدان ہے۔ اس لئے کچھ برف ہوا میں اڑ گئی۔"

"اوہ کیا مصیبت ہے! میں تمام مسافروں کو اس کام پر لگا دوں گا۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔"

"ہمیں ملاحوں اور سرخ فوج کے سپاہیوں سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ لیکن ٹرین پر جبری بھرتی کے مزدوروں کی بڑی تعداد موجود ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے مسافر بھی ہیں اور سب ملا کر یہ لوگ سات سو کے قریب ہوتے ہیں۔"

"بہت کافی ہیں بیلچے ملتے ہی ہم کام شروع کر دیں گے۔ ہمارے پاس بیلچوں کی کمی ہے۔ اس لئے ہم

نے قریب کے گاؤں سے اور منگوائے ہیں۔ ہم کام چلائیں گے۔"

"خدایا، کیا مصیبت ہے، کیا تمہارے خیال میں ہم کامیاب ہو جائیں گے؟"

"یقیناً کامیاب ہو سکتے ہیں۔ ایک بڑی فوج شہر کو فتح کر سکتی ہے اور یہ تو محض ریلوے لائن ہے۔ فکر مت کرو۔"

(۱۵)

ریلوے لائن صاف کرنے میں تین دن لگ گئے۔ اور ژواگو اور اس کے سب گھر والوں نے یہاں تک کہ نیوشا نے بھی اس میں حصہ لیا۔ یہ ان کے سفر کے بہترین تین دن تھے۔ میدان میں ایک پراسراریت تھی جو پگاچیف کی بغاوت کے متعلق پشکن کی کہانی اور بعض ان مقامات کی یاد دلاتی تھی جن کا ذکر اکساکوف نے کیا تھا۔ یہ پراسراریت تباہ شدہ عمارتوں کی وجہ سے اور بڑھ گئی تھی۔ اسی طرح گاؤں کے باقی رہ جانے والے لوگوں کا محتاط پن بھی بڑھ گیا تھا جو مخبروں کے خوف سے مسافروں سے علیحدہ ہی رہتے تھے اور آپس میں بھی ایک دوسرے سے بات چیت نہیں کرتے تھے۔

مزدوروں کو ٹکڑیوں میں بانٹ دیا گیا تھا اور جبری بھرتی والے مزدوروں کو شہریوں سے علیحدہ رکھا گیا تھا۔ مسلح فوجی کام کرنے والی ہر ٹکڑی کی نگرانی کر رہے تھے۔ مختلف ٹکڑیاں ریلوے لائن کو کئی جگہ بیک وقت صاف کر رہی تھیں۔ دن میں مطلع صاف اور کہر آلود ہوتا تھا اور کام زیادہ دیر نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ بیلچے کافی نہیں تھے۔ یہ کام انتہائی دلچسپ تھا۔

لائن پر جس جگہ ژواگو کام کر رہا تھا وہاں کا منظر بہت دلکش تھا۔ مشرق کی سمت نیچے جا کر ایک وادی تھی اور پھر اس سے پرے حد نظر تک پہاڑی سلسلے دکھائی دیتے تھے۔ پہاڑ کی چوٹی پر ایک مکان تھا جو چاروں طرف سے ہوا کے رخ پر تھا۔ موسم گرما میں اس کا پارک کافی سرسبز رہا ہوگا۔ لیکن اب اس کا نقشہ ہی بدل گیا تھا۔ برف گرنے سے تمام نشیب و فراز غائب ہو گئے تھے۔ لیکن بل کھاتے ہوئے چشمے کی گودی برف گرنے کے بعد بھی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہو سکی تھی۔ موسم بہار میں چشمے کا دھارا ریلوے لائن کے نیچے سے گزرتا ہوگا۔ لیکن اس وقت وہ برف سے ڈھکا ہوا تھا۔ کیا کوئی شخص اس پہاڑی مکان میں رہتا ہے ژواگو نے سوچا۔ یا وہ خالی پڑا تباہ ہو رہا ہے؟ وہ لوگ کیا ہوئے جو کبھی وہاں رہتے تھے؟ کیا وہ لوگ سمندر پار بھاگ گئے؟ یا کسانوں نے انھیں ہلاک کر دیا؟ یا وہ لوگ زیادہ ہردلعزیز تھے اور انھیں ضلع میں فنی

ماہرین کی حیثیت سے آباد ہونے کی اجازت دیدی گئی؟ اگر وہ لوگ اپنے مکان ہی میں رہتے تو کیا اسٹریلینکوف انھیں بخش دیتا۔ یا ان کا بھی وہی حشر ہوتا جو روس کے دوسرے آزاد کسانوں کا ہوا تھا؟ مکان کا خیال اسے برابر پریشان کر رہا تھا۔ لیکن اس کی رنجیدہ خاموشی قائم تھی۔ اس زمانہ میں کسی قسم کے سوالات کرنا مناسب نہیں تھا اور کوئی شخص سوالوں کے جواب بھی نہیں دیتا تھا۔ لیکن سورج کی روشنی برف پر پڑنے سے جو چمک پیدا ہو رہی تھی وہ خیرہ کن تھی۔ اس کا بیلچہ کس قدر صفائی سے برف کی سطح کاٹ رہا تھا! کس قدر خشک اور چمکدار ہیروں کی طرح۔ اسے وہ دن یاد آئے جب وہ بچہ تھا اور اپنے مکان کے صحن میں چُٹیا والی ٹوپی اور بھیڑ کی سیاہ کھال پہنے ہوئے جس میں ہُک لگے ہوئے تھے وہ برف کاٹ کاٹ کر مختلف شکلیں بنایا کرتا تھا۔ اُن دنوں زندگی میں ایک چمک تھی اور ہر چیز جنت نگاہ بنی رہتی تھی۔

لیکن تازہ ہوا میں گزرے ہوئے یہ تین دن بھی ایک جشن کی طرح معلوم ہوئے اور اس میں کوئی حیرت کی بات بھی نہیں تھی۔ رات کو مزدوروں کو گرم اور تازہ روٹیاں بھی ملتی تھیں جو نہ جانے کس کے حکم سے اور کہاں سے آتی تھیں یہ روٹیاں خوش ذائقہ اور کرکری ہوتی تھیں۔

(۱۶)

ان لوگوں کو تباہ شدہ اسٹیشن سے کافی محبت ہو گئی جس طرح کسی شخص کو برف پوش پہاڑ پر چڑھائی کے دوران اس پناہ گاہ سے انسیت ہو جاتی ہے جس میں وہ دو چار روز ٹھہرتا ہے۔ اس کا نقشہ، اس کا محل وقوع اور اس کی تباہی کی تفصیلات ان کے ذہنوں پر ہمیشہ کے لئے نقش ہو گئیں۔ یہ لوگ روزانہ شام کو وہاں اس وقت واپس آتے تھے جبکہ سورج دور گذشتہ سے وفاداری کے اظہار کے طور پر ٹیلیگراف کلرک کی کھڑکی کے باہر ایک پرانے چیڑ کے درخت کے پیچھے اپنی پرانی جگہ پر غروب ہونے لگتا تھا۔ اس جگہ دیوار میں ایک بڑا خلا ہو گیا تھا۔ لیکن کھڑکی کے سامنے کا کونہ صحیح سلامت تھا۔ وہاں دیوار پر بھورے رنگ کا کاغذ اسی طرح لگا ہوا تھا۔ انیٹوں کے چوڑے ہو جانے کے گول سوراخ اور زنجیر لگے ہوئے تانبے کے ڈھکن کے ساتھ اسی طرح موجود تھا اور دفتر کے فرنیچر کی فہرست ایک سیاہ فریم میں اسی طرح دیوار پر لٹک رہی تھی پہلے ہی کی طرح ڈوبتے ہوئے سورج کی آخری کرنیں اینٹوں اور دیوار پر لگے ہوئے کاغذ پر پڑتی تھیں اور درخت کا سایہ دیوار پر پڑتا ہوا اس طرح دکھائی دیتا تھا جیسے وہ کسی عورت کا گلوبند ہو۔ عمارت کے عقب میں ویٹنگ

روم کے بلیک طرف کھلنے والے دروازے پر اب بھی وہ اعلان پڑھنے میں آ سکتا تھا جو فروری کے انقلاب کے ابتدائی دنوں میں یا اس سے پہلے لگایا گیا تھا۔ اس میں لکھا تھا:

"بیمار مسافروں سے عارضی طور پر درخواست کی جاتی ہے کہ وہ دواؤں اور پٹیوں کے لئے زحمت گوارا نہ کریں۔ بعض وجوہات کی بنا پر دروازہ کو سر بمہر کر رہا ہوں۔ اور اس کا یہ نوٹس دے رہا ہوں"

میڈیکل اسسٹنٹ

اُست ممدلسک، ڈسٹرکٹ

جب آخر کار صاف کی ہوئی ریلوے لائن کے درمیان برف کی آخری تہوں کو ہموار کر دیا گیا تو پوری پٹری نظر آنے لگی جو دور تک ایک تیر کی مانند چلی گئی تھی۔ اس کے دونوں طرف برف کے سفید پہاڑ تھے اور اس کے گرد جنگل کی سیاہ دیوار جہاں تک نظر جا سکتی تھی لوگوں کی ٹولیاں بیلچے لئے ہوئے تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر لائن کے کنارے کھڑی ہوئی تھیں۔ جب سب لوگوں نے تمام آدمیوں کو پہلی مرتبہ یکجا دیکھا تو وہ اپنی تعداد دیکھ کر سخت حیرت میں رہ گئے۔

(۱۷)

مسافروں کو بتایا گیا کہ رات قریب آ جانے کے باوجود ٹرین جلد ہی روانہ ہونے والی ہے۔ یوری آندریوچ اور انیتونیا الگزینڈروونا صاف کی ہوئی لائن کے نظارے سے لطف اندوز ہونے کے لئے باہر چلے گئے لائن پر اور کوئی نہیں تھا۔ ڈاکٹر اور اس کی بیوی وہاں کھڑے ہوئے چند لمحوں تک دور فاصلہ میں تکتے رہے دو ایک باتیں کیں اور اپنے ڈبہ میں واپس چلے گئے۔ واپس جاتے ہوئے انھوں نے دو عورتوں کی غصہ میں بھری ہوئی آوازیں سنیں جو آپس میں لڑ رہی تھیں۔ انھوں نے ان دونوں کو فوراً پہچان لیا۔ وہ اوگرزکووا اور تیاگونووا تھیں جو اسی سمت میں جا رہی تھیں جدھر وہ دونوں جا رہے تھے۔ دونوں اسٹیشن کی طرف چل رہی تھیں اور ڈاکٹر اور اس کی بیوی گاڑی کے دوسری طرف تھے۔ ریل کے ڈبوں کی طویل قطاروں نے دونوں کو ایک دوسرے سے چھپا رکھا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ عورتیں ڈاکٹر اور انیتونیا الگزینڈروونا کے ساتھ ساتھ نہیں چلتی تھیں وہ یا تو آگے نکل جاتیں یا پیچھے رہ جاتیں۔ دونوں بہت زیادہ غصہ کے عالم میں تھیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ان کی طاقت جواب دے گئی ہو۔ ان کی اترتی چڑھتی آوازوں کو سن کر یہ اندازہ ہوتا تھا کہ یا تو ان کی ٹانگیں ان کا بوجھ سنبھالنے سے جواب دے گئی ہیں یا پھر وہ لڑکھڑا رہی تھیں اور برف

کے تودوں پر گر رہی تھیں۔ معلوم ایسا ہوتا تھا جیسے تیاگو نووا۔ او گرز گووا کا تعاقب کر رہی ہے۔ اور غالباً اسے مکّوں سے مارتی بھی جا رہی ہے۔ وہ اپنی رقیب کو مغلظات سنا رہی تھی۔ اور اس کی مستعلیق اور سریلی آواز کی وجہ سے گالیاں مردوں کی ٹھیٹھ اور غیر سریلی گالیوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ فحش معلوم ہوتی تھیں۔ "تو رنڈی ہے، ذلیل طوائف!" تیاگو نووا نے چیخ کر کہا۔ "میں تجھے ہر وقت مٹکتے اور لوگوں سے نظر بازی کرتے دیکھتی ہوں۔ کیا میرا بے وقوف بڈھا تیرے لئے کافی نہیں ہے جو تو ایک شیر خوار بچے کو دیکھ کر آنکھیں مٹکاتی ہے اور ایک نابالغ لڑکے کو ورغلاتی ہے۔"

"تو وانسیا بھی تیرا شوہر ہے؟"

"میں تجھے بتاتی ہوں کہ شوہر کیا ہوتا ہے؟ ذلیل عورت! اب تو نے ایک لفظ بھی کہا تو میں تجھے مار ڈالوں گی۔ مجھے غصہ مت دلا۔"

"اچھا اچھا اپنے ہاتھ روکے رکھ۔ تو مجھ سے کیا چاہتی ہے؟"

"میں تیری لاش دیکھنی چاہتی ہوں۔ گندی جوں، گھنونی بلّی بے شرم کتیا!"

"تو میرے یہ نام ہیں۔ ٹھیک ہے نا؟ قدرتی طور پر میں تجھ جیسی شاندار خاتون کے مقابلے میں ایک بلّی اور کتیا سے زیادہ نہیں ہوں! تو غلیظ بدرو میں پیدا ہوئی، جو نیچے میں تیری شادی ہوئی۔"

"بچاؤ۔ بچاؤ۔ یہ مجھے مار ڈالے گی! ایک غریب یتیم کی مدد کرو۔ ایک کمزور لڑکی کو بچاؤ۔"

"آجاؤ!" انیتونیا الگزنیدرووننا نے اپنے شوہر سے کہا۔ "میں یہ سب باتیں نہیں سن سکتی۔ یہ انتہائی قابلِ نفرت ہے۔ اس کا انجام برا ہوگا۔"

(۸ا)

اچانک ہر چیز تبدیل ہو گئی — موسم بھی اور فضا بھی۔ میدانی علاقہ ختم ہو گیا اور ریلوے لائن پہاڑی علاقہ میں ہو کر گزر رہی تھی۔ شمال کی طرف سے چلنے والی ہوائیں بند ہو گئیں اور جنوب کی طرف سے گرم ہوائیں چلنے لگیں جو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی بھٹی سے نکل رہی ہوں۔ پہاڑیوں کے ڈھلوانوں پر جنگل اُگے ہوئے تھے اور جب ٹرین ان کے درمیان سے گزرتی تو اسے ایک دم اوپر پہاڑی پر چڑھنا پڑتا اور پھر ڈھلان شروع ہو جاتا تھا۔ ٹرین چھک چھک کرتی ہوئی، جنگلوں میں سے گزر کر اپنے راستہ پر بمشکل چلی جا رہی تھی جیسے وہ جنگل کی محافظ ہو جو مسافروں کے آگے آگے چل کر انہیں راستہ دکھا رہا ہو۔ مسافر اپنے سروں

کو ایک طرف سے دوسری طرف گھما گھما کر باہر دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن انھیں ابھی کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ جنگل پر ابھی تک موسم سرما کی غنودگی اور سکوت چھایا ہوا تھا۔ کبھی ایک آدھ ٹہنی ہلنے لگتی اور اس پر جمی ہوئی برف بکھر کر نیچے گر جاتی تھی۔ یوری آندریے وچ پر غنودگی طاری تھی۔ ان تمام دنوں وہ اپنی سیٹ پر لیٹا ہوا سوتا رہتا تھا اور پھر اٹھ بیٹھتا تھا۔ سوچنے لگتا تھا اور سننے لگتا تھا۔ لیکن ابھی سننے کی کوئی بات نہیں تھی۔

(۱۹)

ادھر یوری آندریے وچ جی بھر کر سونے میں مصروف تھا۔ اور ادھر موسم بہار میں گرمی آتی جا رہی تھی اور برف کے وہ ڈھیر پگھلنے شروع ہو گئے تھے جنھوں نے سارے روس کو ڈھانک رکھا تھا۔ برف پہلے ماسکو میں اسی روز گرنی شروع ہو گئی تھی جس دن وہ لوگ روانہ ہوئے تھے اور پھر سارے راستہ گرتی رہی۔ برف اتنی زیادہ پڑی کہ انھیں است نمدلنسک میں ریلوے لائن صاف کرنے میں تین دن لگ گئے۔ دور دور تک اسی طرح برف کی بھاری اور گہری تہیں جم گئی تھیں۔ پہلے برف اندر سے خاموشی کے ساتھ پگھلتی لیکن جب اندر سے آدھی برف پگھل چکتی تو پھر یہ چیز پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھی اور یہ معجزہ ظہور میں آجاتا تھا۔ پانی نیچے سے تیز آواز کے ساتھ زور سے بہنے لگتا تھا۔ جنگل کی بے انتہا گہرائیوں میں ہل چل پیدا ہو جاتی اور اس کے اندر ہر چیز جاگ اٹھتی۔ پانی بہنے کے لئے بہت کافی جگہ تھی۔ پانی چٹانوں پر سے ہوتا ہوا بہتا۔ تمام گڑھے اور تالاب لبریز ہو جاتے اور پھر پانی آگے پھیل جاتا۔ جنگل میں پانی کے بہنے سے شور بلند ہوتا، اور بخارات اٹھتے۔ وہ جنگلوں میں سے بہتا ہوا برف کو ایک دلدل میں تبدیل کر دیتا تھا جو اس کی راہ میں حائل ہوتی تھی۔ پھر وہ ہموار زمین پر بہنے لگتا یا پھواروں کی شکل میں نیچے گرنے لگتا۔ زمین سیراب ہو گئی تھی۔ صنوبر کے پرانے درختوں کی بلند چوٹیاں بادلوں سے نمی حاصل کرتی تھیں اور پھر وہ نمی بلبلوں کی شکل میں درختوں کی جڑوں میں نمودار ہونے لگتی تھی۔ بلکہ ایسے جیسے کسی کی مونچھ پر بیئر کی جھاگ لگ گئی ہو۔ آسمان موسم بہار کے نشے میں سرشار اور اس کے بخارات سے بدمست تھا اور گہرے بادل چھائے ہوئے تھے۔ بادلوں کی ٹکڑیاں جنگلوں کے اوپر درختوں کی بلند چوٹیوں سے ٹکراتی ہوئی ادھر سے ادھر بھاگتی پھرتی تھیں۔ پھر ان میں سے بارش ہونے لگتی تھی۔ گرم اور مٹی اور پسینہ کی خوشبو میں بسی ہوئی۔ جو زمین پر سے برف کی آخری جمی ہوئی تہہ کو بھی بہا لے جاتی تھی۔ یوری آندریے وچ جاگ اٹھا۔ اس نے ٹانگیں پھیلا دیں۔ ایک کہنی پر ٹیک کر ذرا سا

اوپر کو اٹھا اور دیکھنے اور سننے لگا۔

(۲۰)

یہ لوگ جوں جوں معدنی کانوں کے علاقے کے قریب پہونچتے گئے۔ انھیں زیادہ بستیاں نظر آنے لگیں۔ اسٹیشن بھی جلد جلد آنے لگے اور درمیانی فاصلے بھی مختصر ہوتے گئے۔ اب چھوٹے چھوٹے اسٹیشنوں پر خاصے مسافر گاڑی میں سوار ہوتے اور اترتے تھے۔ باقاعدہ جم کر بیٹھنے اور سونے کی بجائے وہ لوگ جنھیں کہیں نزدیک ہی جانا ہوتا تھا۔ کہیں بھی جگہ تلاش کرکے بیٹھ جاتے۔ خواہ وہ دروازے کے پاس ہو یا درمیان میں۔ اور وہاں بیٹھ کر دبی زبان میں مقامی امور پر بات چیت کرنے لگتے جو صرف خود ہی سمجھ سکتے تھے۔ گذشتہ تین روز میں ایسے مقامی مسافروں کی باتوں سے یوری آندرے وچ نے اندازہ لگایا تھا کہ شمال میں سفید روسیوں کو کامیابی حاصل ہوئی تھی اور یوریاتن پر یا تو ان کا قبضہ ہو چکا تھا یا ہونے والا تھا۔ اس کے علاوہ، بشرطیکہ اس نے غلط نہ سنا ہو یا اس کے پرانے دوست کا شاید کوئی ہمنام بھی موجود ہو۔ سفید روسی فوجوں کی قیادت جلیلن کر رہا تھا جسے اس نے آخری مرتبہ میلیوزیویو میں دیکھا تھا۔ اس خیال سے کہ وہ لوگ پریشان نہ ہوں۔ اس نے اپنے گھر والوں سے ان غیر متوقع افواہوں کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

(۲۱)

کوئی آدھی رات کے وقت یوری آندرے وچ کی آنکھ کھلی تو وہ ایک مسرت کے انجانے جذبے سے معمور تھا اور اسی نے اسے بیدار کیا تھا۔ ٹرین خاموش کھڑی تھی۔ اسٹیشن رات کی دودھیا چاندنی میں نہایا ہوا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کافی بلندی پر واقع ہے۔ لوگ آہستہ آہستہ باتیں کرتے ہوئے اور سایوں کی طرح چلتے ہوئے پلیٹ فارم پر ڈبہ کے قریب سے گذر رہے تھے۔ وہ لوگ سوئے ہوئے مسافروں کے لئے اسی ملاحظہ کا اظہار کر رہے تھے۔ جیسا کہ جنگ سے قبل کیا جاتا تھا اور اس چیز کا ژواگو پر کافی اثر ہوا۔ لیکن ڈاکٹر غلطی پر تھا۔ اس پلیٹ فارم پر آوازوں کا ویسا ہی شور تھا اور لوگ اسی طرح پیر پٹخ کر چل رہے تھے جیسا کہ دوسرے اسٹیشنوں پر لیکن نزدیک ہی ایک آبشار تھا۔ اس سے چاندنی رات میں اور زیادہ تازگی اور وسعت پیدا ہو گئی تھی۔ یہی وہ چیز تھی جس نے اسے خواب کے عالم میں بھی مسرت کے جذبے سے سرشار کر دیا تھا۔ آبشار کا مسلسل شور دوسری تمام آوازوں پر غالب تھا اور اسی سے اس نے غلطی

کے پرسکون ہونے کا دھوکا کھایا تھا۔ ڈاکٹر کو اس آبشار کے وجود کا کوئی علم نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی اسے اس کی آواز سے سکون سا ملا اور وہ گہری نیند سو گیا۔ اس کی سیٹ کے پیچھے دو آدمی باتیں کر رہے تھے۔

"اچھا تو کیا اُن کی دُمیں مروڑ دی گئی ہیں؟ اب تو وہ خاموش ہیں؟"

"تمہارا مطلب دوکانداروں سے ہے؟"

"ہاں اناج کے بیوپاری۔"

"دماغ درست ہو گیا۔ جیسے ہی کچھ لوگوں کو مثال کے طور پر پکڑا گیا، دوسرے لوگ خاموش ہو گئے۔ ضلع پر جرمانہ عاید کر دیا گیا ہے۔"

"کتنا ——؟"

"چالیس ہزار"

"جھوٹ کہہ رہے ہو۔"

"مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"چالیس ہزار —— یہ تو مرغیوں کے دانے کے برابر بھی نہیں ہے۔"

"چالیس ہزار روبل نہیں —— چالیس ہزار بُشل —— اناج کے بُشل۔"

"یہ عقلمندی کا کام کیا! - اناج کی ڈھیریوں کی صورت میں جرمانہ کیا۔"

"چالیس ہزار بُشل بہترین قسم کا اناج"

"خیر یہ تو کوئی ایسا معجزہ نہ ہوگا۔ یہ زرخیز زمین ہے۔ اناج پیدا کرنے کے لئے زرخیز ترین خطہ۔ یہاں سے دریائے رتوہا کے کنارے چل کر یوریاتن تک چلے جاؤ۔ ایک گاؤں کے بعد دوسرا، ایک بندرگاہ کے بعد دوسری۔ ایک تھوک فروش کے بعد دوسرا تھوک فروش۔"

"چلا دوست۔ تم دوسرے لوگوں کی بھی نیند خراب کر دگے۔"

"اچھا، ٹھیک ہے۔" اس نے جماہی لی۔

ٹرین اسی جگہ رکی رہی۔ لیکن پیچھے سے ایک اور ٹرین کی گڑگڑاہٹ سنائی دی اور یہ جوں جوں قریب آتی گئی۔ آبشار کی آواز اس کے شور میں دب گئی۔ تھوڑی دیر میں قریب کی لائن پر ایک پرانے فیشن کی ایکسپریس ٹرین پوری رفتار سے تیزی کے ساتھ گذر گئی۔ اس کی عقبی روشنیاں ٹمٹماتی ہوئی نظر

تنے لگیں اور پھر غائب ہو گئیں۔ بات چیت پھر شروع ہو گئی۔

"اب ہم پھنس گئے۔ اب ہم ہرگز نہیں جا سکیں گے۔"

"ہاں جلد تو نہیں جا سکیں گے۔"

"یہ بکتر بند ایکسپریس تھی ــــ یقیناً اسٹربلینکوف کی ہو گی۔"

"ضرور وہی ہو گا۔"

"جو انقلابیوں کے معاملے میں وہ ایک جنگلی بھیڑیا بن جاتا ہے۔"

"وہ جالیئو کا تعاقب کر رہا ہے۔"

"وہ کون ہے؟"

"جلیئو۔ جالیئو کہتے ہیں کہ وہ یوریاتن کے باہر ہے۔ اور ایک چک فوج اس کی مدد کے لئے موجود ہے۔ اس آدمی نے جو عذاب الٰہی بنا ہوا ہے بندرگاہوں پر قبضہ کر لیا ہے اور ابھی تاک میں لگا ہوا ہے۔ یہی جالیئو۔"

"میں نے اس کا نام کبھی نہیں سنا۔"

"ہو سکتا ہے کہ شہزادہ جلیلف ہو۔ مجھے نام ٹھیک طور سے یاد نہیں ہے۔"

"ایسا تو کوئی شہزادہ نہیں ہے۔ یقیناً علی قربان ہو گا۔ تم نے دونوں کے ناموں کو ملا دیا ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ قربان ہی ہو۔"

"اسی کا زیادہ امکان ہے۔"

(۲۲)

صبح ہوتے ہوتے یوری آندرے وچ کی آنکھ دوسری مرتبہ پھر کھل گئی۔ اس نے ایک اچھا خواب دیکھا تھا۔ روحانی مسرت اور آزادی کا احساس ابھی تک باقی تھا۔ ٹرین پھر اسی طرح خاموش کھڑی تھی یا تو اسی اسٹیشن پر یا کسی دوسرے پر۔ پھر ایک مرتبہ آبشار کی آواز سنائی دی جو یا تو کوئی دوسرا آبشار تھا لیکن زیادہ اغلب یہی تھا کہ وہی پہلے والا ہی تھا۔ وہ پھر فوراً ہی سو گیا اور جس وقت اس پر غنودگی کی کیفیت طاری تھی اس نے تیز بھاگتے ہوئے قدموں اور کسی قسم کے ہنگامہ کی مدہم سی آوازیں سنیں۔ کوستو قافلہ کے کمانڈر سے جھگڑ رہا تھا۔ اور وہ دونوں ایک دوسرے پر چیخ رہے تھے۔ ہوا پہلے سے بھی زیادہ خوشگوار تھی۔ اس

میں کسی نئی چیز کی مہک تھی جو پہلے موجود نہیں تھی ــــ کوئی چیز جو سحر انگیز بہار آفریں سفید سیاہی مائل ہلکی اور موم سی۔ مئی کے مہینے میں برف کے گرتے ہوئے گالوں کی مانند جبکہ نم اور پگھلتے ہوئے گالوں کی وجہ سے زمین بجائے سفید کے سیاہ نظر آنے لگتی ہے۔ یہ کوئی شفاف، سیاہی مائل سفید اور بھینی بھینی خوشبو والی چیز تھی ــــ "جنگل کی چیریاں"۔ یوری آندرے یوچ نے غنودگی کے عالم میں سوچا۔

(۲۳)

اگلے روز صبح تونیا نے کہا۔ "واقعی یورا، تم بھی عجیب آدمی ہو۔ تمہاری عادتیں کس قدر متضاد ہیں! کبھی تو تم محض ایک مکھی کی وجہ سے جاگ جاتے ہو اور پھر صبح تک نہیں سو سکتے اور اب تم اس تمام جھگڑے اور شور کے باوجود سوتے رہے۔ اور میرے اٹھانے پر بھی نہیں اٹھے۔ پرتولیف اور واسیا بھاگ گئے ہیں۔ ذرا سوچو تو سہی! اور تیاگونووا اور اوگریزدوا بھی بھاگ گئی ہیں! کیا تم اس کا تصور بھی کر سکتے ہو؟ اور پھر یہی نہیں، وورونیک بھی بھاگ گیا۔ یہ سچ ہے۔ میں تم سے کہہ رہی ہوں وہ بھاگ گیا ہے۔ اب سنو۔ وہ لوگ کس طرح بھاگے؟ ساتھ ساتھ یا علیحدہ علیحدہ اور پہلے کون گیا۔ یہ کسی کو خبر نہیں۔ ورونیک کی بات تو میں سمجھ سکتی ہوں۔ جب اسے یہ معلوم ہوا ہوگا کہ دوسرے لوگ بھاگ گئے ہیں تو اسے بھی اپنی جان بچانے کے لئے بھاگنا پڑا ہوگا۔ لیکن دوسرے لوگوں کا کیا ہوا؟ کیا وہ لوگ واقعی خود اپنی مرضی سے بھاگ گئے یا کسی کو ختم کر دیا گیا؟ مثال کے طور پر اگر عورتوں پر شبہ کیا جائے تو کیا تیاگونووا نے اوگریزدوا کو ہلاک کر دیا یا خود اس کے ہاتھوں ماری گئی؟ کوئی نہیں جانتا۔ محافظ دستہ کا کمانڈر پاگلوں کی طرح ٹرین میں ایک طرف سے دوسری طرف بھاگتا ہوا پھر رہا ہے۔ "تم لوگ ٹرین نہیں چلاؤ گے۔ میں قانون کے نام پر تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم اس وقت تک جنبش نہیں کرو گے جب تک کہ میں اپنے قیدیوں کو نہ پکڑ لوں۔" اور کمانڈنگ افسر جواب دیتا ہے۔ "میں محاذ پر کمک لے کر جا رہا ہوں۔ میں تمہارے قیدیوں کا انتظار نہیں کر سکتا۔ کیا مذاق ہے۔"

پھر وہ دونوں کوستوید کے پاس گئے۔ "تم سنڈیکیٹ کے آدمی ہو، ایک تعلیم یافتہ شخص ہو۔ تم کس طرح خاموشی سے بیٹھے ہوئے دیکھتے رہے اور ایک ناسمجھ بچے کو اس طرح جلد بازی سے کام لینے کی اجازت دیدی۔ اور تم اپنے آپ کو ایک عوامی کارکن کہتے ہو!" اور کوستوید نے انہیں ایسا ہی جواب دیا۔ "بھئی یہ بھی خوب رہی۔" اس نے کہا۔ "قیدی کو اپنے محافظ کی دیکھ بھال کرنی پڑتی ہے۔ کیا وہ ایسا کر سکتا ہے؟ ہاں، واقعی جس دن ایسا ہوا اس دن مرغیاں کوؤں کی بولی بولنا شروع کر دیں گی۔" میں

تمہیں ہلا رہی تھی، جھنجھوڑ رہی تھی۔ 'یورا' میں نے چیخ کر کہا۔ اٹھو۔ کچھ قیدی بھاگ رہے ہیں لیکن تم نہیں جاگے۔ اگر تمہارے کان پر بندوق بھی چل جاتی تو تم اس کی آواز نہ سن سکتے...... لیکن میں باقی باتیں بعد میں تمہیں بتاؤں گی...... دیکھو! ابا! یورا۔ دیکھو! یہ کتنا دلکش منظر ہے!"

کھلی ہوئی کھڑکی میں سے دور دور تک موسم بہار کی آمد کے آثار اور پانی ہی پانی دکھائی دے رہا تھا۔ کہیں کہیں دریا کا پانی کناروں کو توڑ کر پشتوں پر سے بہنے لگا تھا۔ گاڑی سے دیکھنے پر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ٹرین پانی میں چل رہی ہو۔ کہیں کہیں پانی کی ہموار سطح پر نیلی دھاریاں دکھائی دیتی تھیں لیکن اس کی باقی تمام سطح پر سورج سے روشنی کے دھبے پڑے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ پانی کا کوئی بھنور نہیں دکھائی دیتا تھا اور اس میں سفید بانسوں کے ستون ڈوبے ہوئے نظر آتے تھے۔ اور ان کے کنارے کھیتوں، غاروں اور جھاڑیوں سمیت پانی میں غرق تھے۔ اور کہیں پانی کی اس غیر محدود سطح کے درمیان زمین کا ایک تنگ سا ٹکڑا نظر آ رہا تھا جس کے دونوں طرف درختوں کی قطاریں تھیں۔

"دیکھو مرغابیاں!" تونیا نے چلا کر کہا

"کہاں؟"

"جزیرے کے قریب۔ داہنی طرف۔ لعنت ہو' وہ اڑ بھی گئیں۔ ہم نے انھیں ڈرا دیا۔"

"ہاں اب میں انھیں دیکھ سکتا ہوں۔" یوری آندریے وچ نے کہا۔ "میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ الگزینڈر الگزینڈرووچ۔ کسی اور وقت...... جہاں تک جبری بھرتی کے مزدور قیدیوں اور عورتوں کا سوال ہے۔ ان کے لئے اچھا ہی ہوا۔ اب مجھے یقین ہے کہ کوئی قتل نہیں ہوا۔ وہ لوگ پانی کے دھارے کی طرح آزاد ہو گئے ہیں۔"

(۲۴)

رات ختم ہو رہی تھی۔ اب ہر چیز ــ پہاڑ، جھاڑیاں اور نالے ــ صاف دکھائی دے رہے تھے لیکن غیر حقیقی اور مصنوعی معلوم ہوتے تھے۔ جنگل میں، جس میں چیری کے متعدد بوٹے تھے۔ درختوں میں کونپلیں پھوٹ رہی تھیں۔ یہ جنگل ایک اونچی ڈھلوان چٹان کے نیچے پھیلا ہوا تھا۔ آبشار زیادہ دور نہیں تھا۔ لیکن وہ صرف جھاڑیوں سے پرے نالے کے کنارے سے دکھائی دے سکتا تھا۔ واسیا اسے دیکھتے دیکھتے تھک گیا تھا اور اس کی عظمت و ہیبت سے خوفزدہ ہو گیا تھا۔ چاروں طرف کوئی

چیز بھی آبشار کی برابری نہیں کر سکتی تھی۔ کوئی چیز اس کی ٹکر کی نہیں تھی۔ اس بے مثل دلکشی نے اسے ہیبتناک بنا دیا تھا۔ وہ ایک زندہ اور چلتی پھرتی ذی روح ہستی کی مانند تھا۔ ایک مقامی اژدہے یا پردار سانپ کی طرح جو اپنا خراج حاصل کیا کرتا ہے۔ آبشار نیچے ایک چٹان پر گرتا تھا اور وہاں سے دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا تھا۔ وہ اوپر سے تقریباً پرسکوت تھا۔ لیکن نیچے کے دو دھارے ایک طرف سے دوسری طرف کسی قدر ہلتے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔

داسیا اپنی بھیڑ کی کھال زمین پر پھیلا کر جھاڑیوں کے کنارے لیٹا ہوا تھا۔ جب روشنی زیادہ ہو گئی ایک بھاری پروں والا بڑا پرندہ پہاڑ پر سے اڑا۔ اس نے جنگل کے اوپر ایک چکر لگایا اور جہاں داسیا لیٹا ہوا تھا۔ وہیں قریب ہی صنوبر کے ایک درخت پر جا بیٹھا۔ اس نے مسحور کن نظروں سے اس کی نیلی گردن اور بھورے اور نیلے سینہ کو دیکھا۔ اور آہستہ سے اس کا نام لیا۔ یوراک میں اس پرندکو ردتزا کہا جاتا تھا۔ پھر وہ اٹھ بیٹھا۔ اپنی بھیڑ کی کھال اٹھائی۔ اسے اپنے کندھوں پر ڈالا اور صاف جگہ کو عبور کر کے اپنے ساتھی سے بات کرنے چل دیا۔

”اُوخالہ بولیا۔ اوہ تم تو بالکل سرد پڑی ہوئی ہو۔ تمہارے دانت بجنے کی آواز صاف سنائی دے رہی ہے۔ ارے تم تک کیا رہی ہو۔ تم اتنی سہمی ہوئی کیوں ہو؟ ہمیں اب چلنا ہی پڑے گا۔ میں تم سے کہہ رہا ہوں۔ ہمیں کسی گاؤں میں پہونچنا چاہیئے۔ یہاں کے دیہاتی ہمیں چھپا لینگے۔ وہ اپنے ہم وطنوں کو کوئی نقصان نہیں پہونچائیں گے۔ اگر ہم لوگ اسی طرح چلتے رہے تو فاقوں مر جائیں گے۔ ہم نے دو روز سے کچھ نہیں کھایا۔ چچا ورونیک نے بہت غل غپاڑہ مچایا ہوگا اور وہ لوگ ہمیں تلاش کر رہے ہوں گے۔ ہمیں جانا ہی ہوگا خالہ۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ بہتر ہوگا کہ اب ہمیں بھاگنا چاہیئے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا خالہ تمہارا کیا کروں۔ تم دو روز سے ایک لفظ بھی نہیں بولیں۔ خدا قسم۔ تم بہت فکر کرتی ہو۔ تمہیں کس بات کا رنج ہے؟ ایسا تو نہیں ہے کہ تمہارا ارادہ واقعی خالہ کا تیا اوگری زندہ کو کوڑین میں سے دھکا دینے کا تھا۔ وہ تو میں نے اتفاق سے تمہیں دیکھ لیا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو گھاس پر سے اٹھا لیا تھا۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور بھاگ گئی۔ وہ اور چچا پرد خود یقیناً ہم تک پہونچ جائیں گے اور پھر ہم سب ساتھ ہو جائینگے۔ سب سے ضروری بات یہ ہے کہ تم فکر کرنا چھوڑ دو۔ تمہاری زبان تب ہی کھلے گی۔“ تیاگو نودا اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے داسیا کا ہاتھ

تھام لیا اور نرمی سے بولی۔ "ٹھیک ہے آؤ چلیں ننھے بچے!"

(۲۵)

ٹرین پہاڑ پر چڑھ رہی تھی اور اس کے لکڑی کے ڈبے چرچرا رہے تھے۔ کناروں کے نیچے جھاڑیوں کا ایک سلسلہ تھا۔ لیکن ان کی چوٹی ریلوے لائن کی سطح تک نہیں پہنچتی تھی۔ پانی کا ریلا چلا گیا تھا اور گھاس پر ریت اور لکڑی کے ٹکڑے بکھرے پڑے تھے۔ لکڑی کے تختے ضرور کہیں اوپر پہاڑ پر سے بہہ کر آئے ہوں گے۔ جہاں انھیں دریا میں بہانے کے لئے اکٹھا کیا گیا ہوگا۔ پشتہ کے نیچے جنگل ابھی تک ویسا ہی اجاڑ تھا جیسا کہ موسم سرما میں ہوتا ہے۔ وہ کونپلیں جو درختوں میں پھوٹ رہی تھیں باقی تمام پیڑ پودوں سے ہم آہنگ نہیں معلوم ہو رہی تھیں۔ یہاں وہاں صنوبر کا کوئی درخت کھڑا تھا۔ اسکی بچی ہوئی کونپلیں اس طرح معلوم ہو رہی تھیں جیسے کسی شخص کے کانٹے اور تیر چبھے ہوئے ہوں۔ اور درخت پر نظر پڑتے ہی اسکی خوشبو کا احساس ہونے لگتا تھا۔ اس کے چمکدار گوند کی خوشبو جو وارنش بنانے کے کام آتا ہے پھر جلد ہی ریل کی پٹری اسی سطح پر آ گئی جہاں سے لکڑی کے کندے پانی کے ریلے میں بہہ کر آئے ہوں گے۔ جنگل میں ایک کھلی ہوئی جگہ پر سے ریلوے لائن کا موڑ دکھائی دیتا تھا۔ اس پر لکڑی کی چھپٹیاں اور چھیلن پھیلی ہوئی تھی۔ اور درمیان میں لکڑی کا ایک ڈھیر تھا۔ انجن کا بریک لگا۔ اور ٹرین ایکدم کانپ کر پہاڑی کے موڑ پر رک گئی۔ انجن نے کئی بار سیٹیاں دیں لیکن مسافروں کو یہ جاننے کے لئے ان اشاروں کی ضرورت نہیں تھی کہ انجینئر نے ٹرین ایندھن حاصل کرنے کے لئے روکی ہے مال لے جانے والے ڈبوں کے دروازے کھل گئے اور ایک چھوٹے سے قصبہ کی آبادی کے برابر مجمع ان میں سے باہر نکلا صرف ملاح اگلے ڈبوں میں بیٹھے رہے۔ انھیں ہر کام سے معافی ملی ہوئی تھی۔ انجن کی بھٹی میں جھونکنے کے لئے وہاں کافی چھوٹی چھوٹی لکڑیاں نہیں تھیں اور بڑی لکڑیوں کو کاٹ کر چھوٹا کرنا ضروری تھا۔ انجن کے عملے کے پاس دوسرے سامان کے علاوہ آرے بھی موجود تھے۔ اور یہ ان لوگوں کو دیدیئے گئے جنھوں نے اس کام کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا تھا۔ دو دو آدمیوں کو ایک ایک آرا دیا گیا۔ ان لوگوں میں ڈاکٹر اور اس کا نسر بھی شامل تھے۔ ملاحوں نے کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے اپنے سر دروازوں سے باہر نکال لئے۔ ان میں ہر قسم کے لوگ تھے۔ درمیانی عمر کے مزدور جو ہنگامی تربیت حاصل کر کے سیدھے چلے آ رہے تھے۔ اور نو عمر لڑکے جو ابھی بحری فوج کے کارخانے سے نکلے تھے جنھیں دیکھ کر یہ خیال

ہوتا تھا جیسے وہ غلطی سے ان بال بچوں والے آدمیوں میں آگئے ہوں۔ جو اپنے خیالات سے نجات حاصل کرنے کے لئے ان بوڑھے ملاحوں سے ہنسی دل لگی کرتے تھے، انسان کا مذاق اڑاتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک یہ محسوس کرتا تھا کہ اس کی آزمائش کا وقت قریب آگیا ہے۔ کام کرنے والی ٹولیوں کا مذاق اڑایا جا رہا تھا۔ "ارے دادا ابا! میں پیچھے نہیں ہٹ رہا ہوں۔ میں ابھی بہت چھوٹا ہوں۔ میری اناں مجھے کام نہیں کرنے دے گی۔" "او مردار! اپنے ننگے پر تو آرام مت چلا، تجھے سردی لگ جائے گی۔" "او کمسن لڑکی جنگل میں مت جا۔ اس کے بجائے یہاں آکر میری بیوی بن جا۔"

(۲۶)

اس میدان میں لکڑی کی کئی قلفی دار گھوڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ یوری آندریے وچ اور الگزینڈر الگزینڈرووچ ان میں سے ایک کے پاس گئے اور آرا چلانے لگے۔ یہ موسم بہار کا وہ زمانہ تھا جب برف کے نیچے سے زمین تقریباً ویسی ہی نکلتی ہے جیسی کہ چھ مہینہ قبل تھی جب برف گرنی شروع ہوئی تھی۔ جنگل میں سیلن کی بو آرہی تھی اور وہاں پچھلے سال کی پتیوں کے ڈھیر تھے۔ ایک ایسے کمرے کی طرح جہاں لوگ سالہا سال سے خط، بل اور رسیدیں پھاڑ پھاڑ کر پھینکتے رہے ہوں اور وہاں جھاڑو نہ دی گئی ہو۔ "اتنی تیزی سے کام مت کرو، تم تھک جاؤ گے۔" ڈاکٹر نے آہستہ اور رسانیت کے ساتھ آرا چلاتے ہوئے کہا "کیا خیال ہے دم لے لیا جائے؟" دوسرے آرے چلنے کی آواز اور اس کی بازگشت جنگل میں سنائی دے رہی تھی۔ کہیں بہت دور کوئی بلبل چہک رہی تھی اور طویل وقفوں سے کوئل ایسے سیٹی بجا رہی تھی جیسے بانسری میں سے مٹی نکالنے کے لئے اس میں پھونک ماری جاتی ہے۔ انجن کا دھواں بھی بل کھاتا ہوا آسمان کی طرف اٹھ رہا تھا جیسے بچوں کی پرورش گاہ میں انگیٹھی پر دودھ ابل رہا ہو۔ "تم مجھ سے کیا باتیں کرنا چاہتے تھے؟" الگزینڈر الگزینڈرووچ نے پوچھا۔ "تمہیں یاد ہے ہم لوگ جزیرے کے پاس سے گزر رہے تھے، مرغابیاں اڑ گئی تھیں اور اس وقت تم نے کہا تھا کہ تم مجھ سے کچھ بات چیت کرنا چاہتے ہو۔"

"ارے ہاں..... میں یہ نہیں جانتا کہ مختصراً کس طرح بات کہوں۔ میں سوچ رہا تھا کہ ہم لوگ دور سے دور تر چلے جا رہے ہیں۔ اس تمام علاقہ میں شورش پھیلی ہوئی ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ جب ہم وہاں پہونچیں گے تو وہاں حالات کس قسم کے ہوں گے۔ غالباً یہ بہتر ہوگا کہ ہم تبادلہ خیالات کریں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ حالات..... میرا مطلب ہمارے عقائد و نظریات سے نہیں ہے۔ ان کی تشریح یہاں

اس جنگل میں پانچ منٹ کے اندر گرد دینا ایک جہل سی بات ہوگی۔ اس کے علاوہ، ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ تم، میں اور تونیا اور ہم جیسے اور بہت سے لوگ آجکل اپنی دنیا خود بناتے ہیں، ہمارے درمیان فرق اسی قدر ہے کہ ہم اس بات سے کس حد تک واقف ہیں۔ لیکن میں اس کے متعلق بات نہیں کرنا چاہتا۔ میرا مطلب یہ تھا کہ یہ شاید بہتر ہوگا کہ ہم لوگ پہلے سے یہ طے کرلیں کہ بعض خاص حالات میں ہمارا طرز عمل کیا ہوگا۔ تاکہ ہمیں ایک دوسرے کی وجہ سے شرمانا نہ پڑے۔ اور ہم ایک دوسرے کی وجہ سے ندامت نہ محسوس کریں۔"

"میں جانتا ہوں کہ تمہارا کیا مطلب ہے۔ میں تمہارا طریقۂ بیان بھی پسند کرتا ہوں۔ اب سنو، میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کیا وہ رات تمہیں یاد ہے جب موسم سرما میں برف کا طوفان آیا ہوا تھا۔ تم میرے پاس حکومت کے پہلے احکامات لے کر آئے تھے؟ تمہیں یاد ہے کہ وہ احکامات کس قدر ناقابل اعتبار حد تک یک طرفہ اور ڈکٹیٹرانہ تھے؟ اس وقت ہم لوگوں کی یک جہتی کام آگئی۔ لیکن ایسی چیزوں کی اصل پاکیزگی ہی لوگوں کے ذہنوں میں باقی رہتی ہے جنھوں نے انھیں سوچا ہوتا ہے اور وہ بھی صرف اسی روز جب کہ وہ پہلی مرتبہ عوام کے سامنے رکھے جاتے ہیں اگلے روز سیاست کا اجتہاد انھیں بالکل بدل کر رکھ دیتا ہے۔ میں تم سے کیا کہہ سکتا ہوں؟ ان کا فلسفہ میرے لئے اجنبی ہے۔ ان کی حکومت ہماری دشمن ہے۔ مجھ سے یہ نہیں پوچھا گیا کہ آیا میں اس تمام تبدیلی کو تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن مجھ پر اعتماد کیا گیا ہے اور میرے تمام اقدامات، چاہے وہ آزادانہ طور پر نہ کئے گئے ہوں، مجھ پر ایک طرح کی ذمہ داری عائد کرتے ہیں۔"

"تونیا برابر یہی پوچھتی رہتی ہے کہ کیا ہم ایسے وقت وہاں پہونچ جائیں گے کہ سبزیاں بو سکیں۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ میں یورال کی زمین اور آب و ہوا سے بھی واقف نہیں ہوں۔ وہاں گرمی کا موسم اس قدر مختصر ہوتا ہے کہ میری سمجھ میں تو نہیں آتا کہ وہاں کوئی فصل وقت پر پک کس طرح جاتی ہے؟"

"لیکن پھر بھی ہم لوگ یہ طویل فاصلہ محض وہاں جاکر باغبانی کرنے کے لئے تو طے نہیں کر رہے ہیں بہتر ہوگا کہ ہم دیانت داری کے ساتھ سب باتیں سمجھ لیں۔ ہمارا مقصد بالکل مختلف ہے۔ ہم اس بات کی کوشش کرنے جا رہے ہیں کہ جدید حالات کے مطابق گذر بسر کر سکیں اور بورژے کردگی املاک، اس کے کارخانے اور مشینیں اڑانے میں ہم بھی حصہ لے سکیں۔ ہم نے برے سے اسکی قسمت بنانے نہیں جا رہے لیکن تمام دوسرے لوگوں کی طرح اور اسی گذر طریقہ پر ہم بھی اسے ضائع کردینگے۔ اور گذر اوقات کے لئے

ایک کو کپ کمانے کی خاطر اجتماعی طور پر ہزاروں کا نقصان کرنے میں ہاتھ بٹائیں گے۔ یہ نہیں کہ میں جاگیر پرانی شرائط پر واپس لے لوں گا۔ اگر تم مجھ پر سونے کی بارش کر دو تو بھی ایسا نہیں ہوگا۔ یہ ایک ایسا ہی احمقانہ فعل ہوگا جیسے کوئی شخص ننگا بھاگنا شروع کر دے یا حروف تہجی بھلانے کی کوشش کرے۔ نہیں۔ روس میں نجی املاک کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔ اور تاہم، ہم گرد ینکو خاندان کے لوگوں کا اکتساب کا شوق اور ولولہ پچھلی نسل ہی میں جاتا رہا ہے۔"

(۲۷)

ڈبے کے اندر کافی گرمی اور حبس تھا۔ ڈاکٹر کا تکیہ پسینے میں ڈوب گیا تھا۔ احتیاط کے ساتھ تاکہ دوسروں کی آنکھ نہ کھل جائے وہ اپنی نشست سے اترا اور ڈبے کے دروازے کھول دیئے۔ اس نے اپنے چہرے پر گرم ہوا اور چپچپاہٹ سی محسوس کی جیسے وہ کسی تہہ خانے میں چلا گیا ہو۔ "اُف" اس نے سوچا "کل بہت سخت گرمی ہوگی۔ جبھی تو اس وقت ہوا بالکل بند ہے اور گھٹن ہو رہی ہے۔" یہ ایک بڑا اسٹیشن تھا۔ گہرے سکوت کے علاوہ ایک طرح کے کھوکھلے پن اور تغافل کا سا احساس ہو رہا تھا جیسے کہ ٹرین گم ہو گئی ہو۔ اور بھلا دی گئی ہو۔ ٹرین یقیناً اسٹیشن کے سب سے آخری سرے پر کھڑی ہوئی تھی اور اسٹیشن اور ٹرین کے درمیان پٹریوں کا ایک ایسا جال بچھا ہوا تھا کہ اگر یارڈ کے سرے پر زمین پھٹ جاتی اور اسٹیشن اس میں سما جاتا تو ٹرین میں بیٹھے ہوئے کسی شخص کو اس کا علم تک نہ ہوتا۔ دھیمی سی آوازیں دور فاصلے سے آ رہی تھیں۔ ان کے پیچھے سے یکساں وقفے سے چھپ چھپ کی آواز سنائی دے رہی تھی جیسے کوئی کپڑے دھو رہا ہو یا پانی سے بھیگا ہوا جھنڈا بانس سے ٹکرا رہا ہو۔ اور آگے سے گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی جسے سن کر ڈاکٹر نے جو محاذ پر رہ چکا تھا کان کھڑے کر لئے۔ "دور مار توپیں" اس نے گڑگڑاہٹ کی گونج دار آوازیں سنائی دینے کے بعد فیصلہ کیا۔ "ہوں یہ بات ہے؟ ہم تو بالکل محاذ پر پہونچ گئے۔" اس نے اپنا سر ہلایا اور ڈبے سے نیچے کود گیا۔ وہ چلتا ہوا چند قدم آگے گیا تو دو ڈبوں کے بعد ٹرین ختم ہو گئی۔ باقی ڈبے ٹرین سے علیحدہ کر دیئے گئے تھے اور انجن کے ساتھ چلے گئے تھے۔ "ہوں تو کل اسی لئے انھیں بند رکھا گیا تھا۔" ڈاکٹر نے سوچا۔ "انھیں خیال تھا کہ وہاں پہونچتے ہی انھیں محاذ پر بھیج دیا جائے گا۔" وہ سامنے والے ڈبے کے سامنے سے گزر کر دوسری طرف گیا۔ ڈاکٹر ریلوے لائن عبور کر کے اسٹیشن کا اصل حصہ دیکھنا چاہتا تھا۔ لیکن ایک سنتری نے جو رائفل لئے ہوئے تھا۔ اس کا راستہ روک دیا۔

"کہاں جا رہے ہو؟ اجازت نامہ ہے؟"

"یہ اسٹیشن کون سا ہے؟"

"اس کی فکر مت کرو۔ تم کون ہو؟"

"میں ڈاکٹر ہوں۔ ماسکو سے آیا ہوں۔ میرے گھر والے اور میں اس ٹرین میں سفر کر رہے ہیں یہ ہیں میرے کاغذات۔"

"کاغذات پر لعنت بھیجو۔ میں اتنا بیوقوف نہیں ہوں جو اندھیرے میں پڑھنے کی کوشش کروں۔ کہر چھایا ہوا ہے۔ کیا تمہیں نظر نہیں آتا؟ مجھے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ تم کس قسم کے ڈاکٹر ہو کاغذات دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہاں تم ہی جیسے ڈاکٹر بارہ انچ دہانہ کی توپیں ہم پر چلا رہے ہیں ہم تمہیں ختم کر دیتا لیکن ابھی جلدی نہیں ہے۔ چلو بھاگ جاؤ تاکہ صحیح سلامت یہاں سے جا سکو۔"

"اسے مجھ پر کسی اور کا دھوکا ہوا ہے۔" ژواگو نے سوچا۔ ظاہر ہے کہ بحث کرنے سے کوئی فائدہ نہیں اس لئے بہتر یہی ہے کہ فوراً اس کے مشورے پر عمل کیا جائے۔ وہ مڑ کر دوسری طرف چل دیا۔ توپوں کی آواز اب اس کے عقب میں آ رہی تھی۔ اس کی پشت مشرق کی سمت تھی۔ ادھر سورج کہر کے اندر طلوع ہوا۔ اور بھٹکتے ہوئے سایوں کے درمیان سے جھانک رہا تھا جیسے نہانے کے ٹب میں کوئی برہنہ آدمی گرم پانی کی بھاپ کے اندر دکھائی دیتا ہو۔ ژواگو ٹرین کے قریب چلتا ہوا آخر تک چلا گیا۔ اور آخری ڈبہ کے پاس سے گزرا۔ اس کے پاؤں نرم مٹی میں دھنسے جا رہے تھے۔ چھپ چھپ کی آواز اب قریب سے سنائی دے رہی تھی۔ یہاں زمین ایک دم ڈھلوان ہو گئی تھی۔ وہ وہاں رک کر اپنے سامنے نظر آنے والی غیر واضح شکلوں کو پہچاننے کی کوشش کرنے لگا۔ کہر میں وہ شکلیں غیر قدرتی طور پر بہت بڑی نظر آ رہی تھیں۔ ایک اور قدم آگے بڑھ کر اسے اندھیرے میں کشتیوں کے ڈھانچے دکھائی دیئے جو لنگر ڈالے کھڑی تھیں۔ اس کے سامنے ایک چھوٹا سا دریا تھا۔ جس میں اٹھتی ہوئی ہلکی ہلکی لہریں مچھلیاں پکڑنے والی کشتیوں اور گھاٹ کے تختوں سے ٹکرا رہی تھیں۔ ایک سایہ دریا کے کنارے سے نمودار ہوا۔ "تمہیں یہاں گھومنے کی اجازت کس نے دی ہے؟" ایک اور رائفل بردار سنتری نے پوچھا۔

"یہ کونسا دریا ہے؟" یوری آندرے وچ نے پوچھا حالانکہ وہ قطعی یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اب کوئی سوال نہیں کرے گا۔ اس کے جواب میں سنتری نے اپنی سیٹی بجانے کے لئے منہ میں رکھی لیکن اسکے

بجنے کی نوبت نہیں آئی۔ کیونکہ سپاہی سنتری جسے بلانے کے لئے وہ سیٹی بجانے والا تھا شاید خاموشی سے ڈاکٹر کا پیچھا کر رہا تھا اور اب اپنے ساتھی کے پاس پہونچ گیا تھا۔ وہ دونوں کھڑے ہوئے باتیں کر رہے تھے "اب کوئی شبہ نہیں رہا۔ ایسے شخص کو ایک نظر میں پہچانا جا سکتا ہے۔ یہ کون سا اسٹیشن ہے؟ یہ کون سا دریا ہے؟ یہ ہماری آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتا ہے! تم کیا کہتے ہو؟ کیا ہم اسے یہیں سے گودی پر لے چلیں یا پہلے ٹرین پر لے جائیں؟"

"میرے خیال میں ٹرین پر لے چلو۔ دیکھو ہمارا افسر کیا کہتا ہے۔ تمہارے کاغذات" وہ زور سے چلایا۔ کاغذات کا بنڈل ہاتھ میں پکڑ کر اس نے کسی کو آواز دے کر کہا۔ "اس پر نظر رکھنا" پھر وہ پہلے سنتری کے ساتھ اسٹیشن کی طرف چل دیا۔ تیسرا شخص جسے ابھی تک ڈاکٹر پہچان نہیں سکا تھا وہ اس ایک ماہی گیر تھا۔ وہ دریا کے کنارے لیٹا ہوا تھا۔ لیکن اب وہ بڑبڑایا۔ ادھر ادھر ٹہلا اور ڈاکٹر کو صورت حال بتانے لگا۔ "یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ وہ تمہیں افسر کے پاس لے جا رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس طرح تمہاری جان بچ جائے۔ لیکن تمہیں ان کو الزام نہیں دینا چاہیئے۔ وہ تو صرف اپنا فرض ادا کر رہے ہیں۔ مستقل عوام کا بول بالا ہے۔ شاید آخر میں یہ ان کے لئے بہتر ہی ہو۔ حالانکہ ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ انھوں نے غلطی کی ہے۔ یہ لوگ بہت دیر سے ایک خاص آدمی کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں اور اب یہ سمجھے کہ تم ہی وہ آدمی ہو۔ انھوں نے سوچا یہ وہی شخص ہے۔ یہی عوام کی حکومت کا دشمن ہے۔ یہ ہمارے ہاتھ لگ گیا ہے۔ غلط فہمی کی بس یہی بات ہے۔ اگر کچھ گڑبڑ ہو تو افسر سے ملنے پر زور دینا۔ ان دونوں کے ساتھ کہیں ادھر ادھر نہ جانا۔ یہ لوگ سیاسی شعور رکھتے ہیں بس یہی بدقسمتی ہے۔ خدا ہماری مدد کرے یہ لوگ تمہیں ختم کر دینے میں کوئی تامل نہیں کریں گے۔ اس لئے اگر وہ کہیں کہ ہمارے ساتھ آؤ تو تم ہرگز مت جانا تم کہنا کہ میں افسر سے ملنا چاہتا ہوں۔"

ماہی گیر سے باتیں کر کے آندرے ویچ کو معلوم ہوا کہ یہ مشہور دریائے رلو تھا۔ اور دریا کے قریب والے اسٹیشن سے رازدلی کے لئے آمد و رفت ہوتی تھی جو پوریا تن کا نوآبادیاتی صنعتی علاقہ تھا۔ اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ پوریا تن جو دریا کے بہاؤ کی مخالف سمت میں دو میل کے فاصلہ پر واقع تھا اب سفید فوج سے دوبارہ چھین لیا گیا ہے اور یہ کہ رازدلی میں بھی گڑبڑ ہوئی تھی جسے دبا دیا گیا ہے اور چاروں طرف جو سکوت چھایا ہوا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ اسٹیشن کا علاقہ تمام شہریوں سے خالی کر کے اس کے گرد گھیرا ڈال دیا گیا ہے۔ آخر میں اسے معلوم

ہوا کہ اسٹیشن پر کھڑی ٹرینیں فوجی دفاتر کے طور پر استعمال کی جاتی ہیں اور انہی میں فوجی کمیسار اسٹریلنیکوف کی اسپیشل ٹرین بھی تھی اور دونوں سنتری وہیں رپورٹ دینے گئے ہیں۔ جس طرف وہ دونوں سنتری گئے تھے ادھر ہی سے اب ایک تیسرا سنتری آیا۔ وہ ان دونوں سے اس اعتبار سے مختلف تھا کہ اس کی رائفل پیچھے کی طرف لٹک رہی تھی جس کا دستہ زمین پر گھسٹتا جاتا تھا یا وہ اسے اپنے سامنے کر کے چلتا تھا جیسے وہ نشے کے عالم میں ہو اور اسے سہارے کی ضرورت ہو۔ یہ سنتری ڈاکٹر کو کمیسار کے پاس لے گیا۔

(۲۸)

جن دو ملے ہوئے ڈبوں کے پاس سنتری محافظ کو خفیہ اشارہ کر کے ڈاکٹر کو لے گیا تھا۔ ان کے اندر سے قہقہوں اور چلنے پھرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ لیکن ان دونوں کے اندر جاتے ہی یہ آوازیں بند ہو گئیں۔ سنتری ڈاکٹر کو ایک تنگ راہداری کے راستے ایک وسیع مرکزی ڈبے میں لے گیا۔ یہ ایک صاف اور آرام دہ کمرہ تھا جہاں لوگ صاف ستھرے کپڑے پہنے مکمل خاموشی میں کام کر رہے تھے۔ ڈاکٹر کو اسٹریلنیکوف کے پس منظر کے بارے میں بالکل ہی مختلف اندازہ تھا۔ وہ ایک غیر جماعتی فوجی ماہر تھا۔ جس پر سارا علاقہ ناز کرتا تھا اور خوف کھاتا تھا۔ لیکن حقیقت میں اس کی کارروائیوں کا اصل مرکز کسی اور ہی جگہ تھا جو اسٹاف، ہیڈ کوارٹر اور فوجی کارروائیوں کے مرکز سے زیادہ قریب تھا۔ یہ صرف اس کا ذاتی عملہ، نجی دفتر اور رہائش گاہ تھی۔ اسی وجہ سے وہاں سکوت چھایا ہوا تھا اس گرم حمام کی طرح جس کا فرش کارک کا بنا ہوا ہو اور جہاں ملازم نرم اور بے آواز سلیپر پہن کر چلتے ہوں۔ دفتر جس ڈبے میں تھا وہ پہلے کھانے کی گاڑی تھی۔ اس میں قالین بچھے ہوئے تھے اور کئی میزیں لگی ہوئی تھیں۔

"ایک منٹ" ایک نوجوان افسر نے کہا جس کی میز دروازے کے قریب تھی۔ اس نے بے خیالی میں سر ہلا کر سنتری سے واپس جانے کو کہا جو چلا گیا۔ اس کی رائفل راہداری میں فرش پر چڑھے ہوئے دھات کے ٹکڑے سے رگڑتی ہوئی جا رہی تھی۔ اس کے بعد ہر شخص ڈاکٹر کے بارے میں بھول گیا اور اس کی طرف پھر کوئی توجہ نہیں دی۔ وہ دروازے کے قریب جس جگہ کھڑا ہوا تھا وہاں سے وہ اپنے کاغذات کمرے کے دوسرے کونے میں ایک میز پر رکھے ہوئے دیکھ سکتا تھا۔ اس میز پر جو شخص بیٹھا ہوا تھا وہ باقی سب لوگوں کے مقابلہ میں معمر تھا۔ اور ایک پرانی قسم کا کرنل معلوم ہوتا تھا۔ وہ غالباً اعداد و شمار کا فوجی ماہر تھا۔ آپ ہی آپ کچھ بڑبڑاتے ہوئے وہ حوالے کی کتابیں دیکھ رہا تھا۔ جنگی نقشوں کا معائنہ کر رہا تھا اور جانچنے اور مقابلہ کرنے کے

بعد کچھ چیزیں کاٹ کاٹ کر چپکا رہا تھا۔ کمرے میں چاروں طرف سب کھڑکیوں کی جانب دیکھنے کے بعد اس نے کہا۔ "گرمی پڑنے والی ہے۔" جیسے وہ کھڑکیاں دیکھ کر اس نتیجہ پر پہنچا ہو۔ ایک بجلی کا فوجی مستری فرش پر ادھر ادھر گھٹنوں کے بل چل کر ایک ٹوٹے ہوئے تار کی مرمت کر رہا تھا۔ جب وہ دروازے کے قریب والی میز پر پہنچا تو نوجوان افسر اسے جگہ دینے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ اگلی میز پر ایک ٹائپسٹ لڑکی چمڑے کی فوجی جیکٹ پہنے اپنا ٹائپ رائٹر ٹھیک کر رہی تھی۔ مشین کا رولر ایک جگہ اٹک گیا تھا۔ نوجوان افسر اس کے نزدیک کھڑے ہو کر دیکھنے لگا کہ مشین میں کیا خرابی تھی۔ اور بجلی کا مستری رینگ کر اس کی میز کے نیچے گھس گیا اور نیچے سے مشین کا معائنہ کرنے لگا۔ پرانے طرز کا کرنل بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے پاس آ گیا۔ اور وہ چاروں ٹائپ رائٹر ٹھیک کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اسے یہ پوری آنکھ سے دیکھ کر کچھ تو اطمینان ہو گیا۔ خود اس کے متعلق بھی ان لوگوں کو اس سے [illegible] زیادہ بہتر علم ہوگا۔ اس بات کا [illegible] تھا مگر امکان ہو سکتا تھا کہ ایک ایسے شخص کی موجودگی میں جس کی موت ان کے خیال میں یقینی تھی وہ ایسی بے تعلقی کا اظہار کرتے اور معمولی معمولی کاموں میں اس قدر مصروف ہو جاتے۔ "لیکن کیا کہا جا سکتا ہے؟" اس نے سوچا۔ "یہ لوگ اتنے بے تعلق کیوں ہیں؟ توپیں چل رہی ہیں اور لوگ مر رہے ہیں اور یہ اطمینان کے ساتھ گرمی کی پیشینگوئیاں کر رہے ہیں میدان جنگ کی گرمی نہیں بلکہ موسم کی گرمی۔ غالباً یہ لوگ اتنا دیکھ چکے ہیں کہ اب ان میں کوئی احساس ہی باقی نہیں رہا ہے۔" اور پھر وہ سامنے کی کھڑکی سے باہر کی طرف دیکھنے لگا۔

## (۲۹)

اسے ریلوے لائن کا چھور دکھائی دے رہا تھا۔ اور اوپر پہاڑی پر وہ اسٹیشن اور راز ولی کا نواحی علاقہ دیکھ سکتا تھا۔ پلیٹ فارم سے اسٹیشن کی عمارت تک لکڑی کی تین منزلہ بے روغن سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں پٹریوں کے آخری سرے پر پرانے انجنوں کا ایک بڑا قبرستان تھا جہاں کاٹھ کباڑ کے درمیان ٹوٹے ہوئے اور ناکارہ انجن ایک دوسرے سے ملے ہوئے کھڑے تھے۔ یہ انجنوں کا قبرستان اور اوپر انسانوں کا قبرستان تھا۔ ایک طرف [illegible] پڑا ہوا تھا اور دوسری طرف چھوٹا سا زنگ آلود [illegible] اور مضافات کی [illegible] کے بورڈ تھے۔ یہ سب چیزیں مگر سفید آسمان کے نیچے جو سب سے [illegible] گرمی سے [illegible] عدم توجہ اور [illegible] کی تصویر پیش کر رہی تھیں [illegible] میں رہ کر پوری آنکھ [illegible] بھول چکا تھا کہ دوسرے شہروں میں اب بھی دوکانوں پر کتنے بورڈ موجود ہیں۔ اور وہ عمارتوں کا کتنا حصہ گھیرے ہوئے ہیں۔

اس وقت جو بورڈ وہ دیکھ رہا تھا۔ ان میں سے کچھ اتنے بڑے تھے کہ وہاں کھڑے ہوئے وہ انھیں آسانی سے پڑھ سکتا تھا اور یک منزلہ عمارتوں کی کھڑکیوں کے اوپر وہ اس قدر نیچے لگے ہوئے تھے کہ چھوٹے چھوٹے مکانات ان سے تقریباً ڈھک گئے تھے جس طرح گاؤں کے بچوں کے چہرے اپنے بالوں کی ٹوپیوں کے نیچے چھپ جاتے ہیں۔ مغرب کی سمت کہر صاف ہو گیا تھا اور مشرق میں جو تھوڑا بہت باقی تھا وہ بھی بل کھاتا ہوا اسٹیج کے پردے کی طرح پھٹ رہا تھا۔

اور وہاں راز ولی سے اوپر ایک پہاڑ پر جس سے وہ ایک میل آگے ایک بڑا شہر تھا جو ایک صوبائی دارالحکومت کے برابر تھا۔ سورج کی روشنی میں اس کے رنگ نمایاں اور فاصلہ کی وجہ سے نقوش واضح ہو گئے تھے۔ وہ پہاڑ کی چوٹی سے چمٹا ہوا نظر آ رہا تھا۔ ایک ایک مکان اور ایک ایک سڑک درمیان میں چوٹی پر ایک بڑا سا گرجا تھا جیسا کہ کسی صحرائی خانقاہ کی سستی سی رنگین تصویر یا کوہ ایتھوس کی رنگین تصویر میں ہوتا ہے۔ "یوریاتن" ڈاکٹر نے جوش میں آ کر سوچا۔ "وہ شہر جس کا ذکر میں اکثر اینا ایوانوونا اور نرس انتی پووا سے سنا کرتا تھا۔ یہ بات کتنی حیرت انگیز ہے کہ میں اسے ایسے حالات میں دیکھ رہا ہوں۔ اسی وقت فوجیوں کی توجہ نائب رائٹر سے کسی اور چیز کی طرف منتقل ہو گئی جسے وہ ایک اور کھڑکی سے دیکھ سکتے تھے اور ڈاکٹر نے بھی گھوم کر اس طرف دیکھا۔ قیدیوں کی ایک جماعت کو پہرے میں اسٹیشن کی سیڑھیوں سے اوپر لے جایا جا رہا تھا۔ ان میں ایک لڑکا بھی تھا جو اسکول کی یونیفارم پہنے ہوئے تھا اور جس کا سر زخمی تھا۔ اسے ابتدائی طبی امداد دی جا چکی تھی۔ لیکن خون کی ایک دھار پٹی کے اندر سے بہہ رہی تھی اور وہ اسے بار بار اپنے ہاتھ سے اپنے چہرے پر مل لیتا تھا۔ جلوس کے آخر میں سرخ فوج کے دو سپاہیوں کے درمیان چلتے ہوئے وہ نہ صرف اپنے دلیرانہ انداز، اچھی شکل و صورت اور اس کم عمری میں ایک باغی کی حیثیت سے مصائب کا سامنا کرنے کی دل گداز حقیقت سے بلکہ خود اپنے اور اپنے دونوں ساتھیوں کے اشاروں کی حماقت انگیزی سے دوسروں کی توجہ مبذول کرا رہا تھا۔ وہ لوگ اس کے بالکل برخلاف کر رہے تھے۔ جیسا کہ انھیں کرنا چاہیے تھا۔ لڑکا اب بھی اپنی اسکول کی ٹوپی پہنے ہوئے تھا۔ وہ بار بار اس کے پٹیوں سے بندھے ہوئے سر پر سے اتر جاتی اور اسے اپنے ہاتھ میں لے کر چلنے کی بجائے وہ ہر مرتبہ اسے پھر سر پر منڈھ لیتا اور اس طرح پٹی اور زخم کو چھیڑ دیتا۔ اس کام میں اس کے دونوں محافظ بھی فوراً اس کی مدد کرتے تھے۔ اس حماقت میں جو عام عقل و فہم کے خلاف تھی۔

ڈاکٹر کو ایک گہرا اشارہ نظر آیا۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ بھاگ کر باہر چلا جائے اور لڑکے کو ان الفاظ میں مخاطب کرے جو اس کے سینہ میں ابل رہے تھے۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ چلا کر اس سے اور ریل کے ڈبہ میں موجود لوگوں سے کہے کہ نجات کسی خاص قاعدوں سے وفاداری میں نہیں بلکہ ان تحفظات کو ترک کر دینے سے مل سکتی ہے۔ وہ مڑ گیا۔ استریلینیکوف لمبے اور تیز قدموں سے چلتا ہوا اندر آیا اور کمرے کے وسط میں کھڑا ہو گیا۔ یہ کس طرح ممکن تھا کہ وہ جو ایک ڈاکٹر تھا اور جس کے لاتعداد ملاقاتی تھے، آج تک کبھی کوئی ایسی واضح شخصیت نہیں دیکھ سکا تھا جیسی کہ اس شخص کی تھی؟ یہ کس طرح ممکن ہوا کہ ان دونوں کا آج تک ملنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ اور ان کے راستے ایک دوسرے سے نہیں ملے تھے؟

کسی طرح ناقابل وضاحت طور پر یہ بات صاف ظاہر تھی کہ یہ شخص قطعی ایک عزم صمیم کا مظہر تھا۔ وہ اس قدر مکمل طور پر ایک ایسی شخصیت تھا جو وہ خود بننے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اور اس کی ہر بات ناگزیر، دوٹوک اور مکمل معلوم ہوتی تھی۔ اس کا موزوں سر، اس کے چلنے کا پرجوش انداز، اس کی لمبی ٹانگیں۔ اس کے گھٹنوں تک کے جوتے جو کیچڑ میں لتھڑے ہوئے بھی ہو سکتے تھے لیکن جو پالش شدہ نظر آ رہے تھے۔ اور اس کی خاکی سرج کی وردی جس پر شکنیں بھی ہو سکتی تھیں لیکن جو بہترین کپڑے کی بنی ہوئی دکھائی دے رہی تھی جس پر ابھی استری کی گئی ہو۔ اس کی ذکاوت، اس کے غیر تصنع آمیز اطمینان اور روئے زمین پر پیش آنے والے ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کر سکنے کے احساس کا اثر ناقابل مزاحمت تھا۔ یوری آندریے وچ نے سوچا کہ وہ یقیناً غیر معمولی خوبیوں کا حامل ہو گا۔ لیکن یہ ضروری نہیں تھا کہ وہ خوبی جدت پسندی کی ہو۔ یہ صلاحیت جو اس کی ہر نقل و حرکت سے ظاہر ہوتی تھی نقالی کی صلاحیت بھی ہو سکتی تھی۔ ان دنوں ہر شخص اپنے آپ کو کسی اور کا نمونہ بنا کر پیش کرتا تھا۔ لوگ تاریخی سورماؤں کی نقل کرتے تھے۔ یا ان لوگوں کی جنہوں نے محاذ یا سڑکوں پر جنگ میں شہرت حاصل کر کے ان کی قوت تخیل پر اثر ڈالا تھا یا ان کی جو عوام میں مقبول تھے، یا کسی نہ کسی ساتھی کی جس نے نمایاں اعزاز حاصل کیا ہو، یا محض ایک دوسرے ہی کی نقل کرتے تھے۔

استریلینیکوف نے اگر ایک اجنبی کی موجودگی میں کسی قسم کا غصہ یا حیرت محسوس بھی کی تو وہ اس نے ظاہر نہیں ہونے دی۔ وہ اپنے عملے کے لوگوں سے باتیں کرنے لگا اور اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ زدا گو کو بھی اپنے ہی عملے میں سے سمجھ رہا ہو۔ اس نے کہا۔ "مبارک ہو۔ ہم نے انھیں مار بھگایا۔ یہ کوئی سنجیدہ معاملہ

نہیں معلوم ہوتا بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہم جنگ کا کھیل کھیل رہے ہوں۔ کیونکہ وہ لوگ بھی ہماری ہی طرح روسی ہیں۔ صرف ان کی عقلوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔ وہ باز نہیں آئیں گے اس لئے ان کی عقل درست کرنا ضروری ہے۔ ان کا کمانڈر میرا دوست تھا۔ وہ مجھ سے بھی زیادہ پرولتاری ہے۔ ہم دونوں نے ایک ہی گھر میں پرورش پائی ہے۔ اس نے زندگی میں میرے لئے بہت کچھ کیا ہے اور میں اس کا بے حد شکر گذار ہوں لیکن آج میں اس بات کی خوشیاں منا رہا ہوں کہ ہم نے انھیں دریا کے پار دھکیل دیا ہے بلکہ شاید اس سے بھی بہت آگے۔ گوریان، یہ سلسلہ جلدی سے ٹھیک کرو۔ ہمیں ٹیلیفون کی ضرورت ہے ہم صرف پیغمبروں اور تاروں سے کام نہیں چلا سکتے۔ تم نے دیکھا نہیں گرمی کتنی شدید ہے؟ بہرحال میں پھر بھی ایک گھنٹہ تو سو ہی لیا ہے ہاں!" وہ ڈاکٹر کی طرف متوجہ ہوا۔ اسے یاد آگیا کہ اسے اس آدمی کے سلسلے ہی میں سوتے سے اٹھایا گیا تھا۔ "یہ آدمی!" اسٹریلنیکوف نے اسکی طرف غور سے دیکھتے ہوئے سوچا "واہیات! یہ اس سے بالکل بھی مشابہ نہیں ہے۔ گدھے!" وہ ہنسنے لگا اور یوری آندرے وچ سے کہا: "کامریڈ! میں معافی چاہتا ہوں۔ انھوں نے تم پر کسی اور کا دھوکا کھایا ہے۔ میرے سنتریوں کو غلط فہمی ہو گئی۔ تم آزادی سے جا سکتے ہو۔ کامریڈ کے کاغذات کہاں ہیں؟ اوہ، یہ رہے تمہارے کاغذات کیا میں انھیں ایک نظر دیکھ سکتا ہوں..... ژواگو..... ژواگو..... ڈاکٹر ژواگو..... ماسکو..... کیا تم ایک منٹ کے لئے میرے کمرے میں چلو گے؟ یہ دفتر کا کمرہ ہے۔ میں اگلے ڈبے میں رہتا ہوں۔ اس لئے میں تمہیں زیادہ دیر نہیں روکوں گا۔"

(۳۰)

اور یہ اسٹریلنیکوف کون تھا؟

وہ ایک غیر جماعتی آدمی تھا۔ اس لئے اس کا اس پوزیشن پر پہنچنا اور اس عہدہ پر قائم رہنا واقعی حیرت انگیز تھا۔ وہ بالکل غیر معروف رہا تھا، اگرچہ وہ ماسکو میں پیدا ہوا تھا لیکن یونیورسٹی سے سیدھا ایک استاد کی حیثیت سے صوبہ میں چلا گیا۔ جنگ میں اسے قیدی بنا لیا گیا۔ اس کی گمشدگی کی اطلاع ملنے پر یہ یقین کر لیا گیا کہ وہ مارا گیا اور ابھی حال ہی میں جرمنوں کی قید سے چھوٹ کر واپس آیا تھا۔ تیورزن نے، جو ایک ریلوے مزدور تھا جس کے نظریات انتہائی ترقی پسندانہ تھے اور جس کے گھرانے میں اس کا بچپن گزرا تھا اس کی سفارش کی تھی اور ضمانت دی تھی۔ جن لوگوں کے ہاتھ میں تقرریوں کا اختیار تھا وہ اس

سے متاثر ہوئے۔ غیر محتاط مبالغہ آمیز تقریروں اور سیاسی انتہا پسندی کے زمانہ میں اس کا انقلابی جوش جو
بے حد ناقابل ضبط تھا، اپنے کھرے پن کی وجہ سے غیر معمولی نوعیت رکھتا تھا۔ اس کا جنون کسی دوسرے
کی نقالی نہیں بلکہ خود اس کا اپنا تھا۔ جو اس کی سابقہ زندگی کا ایک قدرتی حاصل اور ردعمل تھا۔
اور اسٹریلینکوف پر حکام نے جو اعتماد کیا تھا اس نے اسے صحیح ثابت کر دکھایا۔ گذشتہ چند برسوں میں اسکے
جنگی ریکارڈ میں نزنی کلمز، اور اُست نمدانسک کے مقام پر فوجی کارروائیاں گیبدونسکے کسانوں کی سرکوبی
جنھوں نے اناج کی تحصیل وصولی کے خلاف مسلح بغاوت کی تھی۔ اور ۱۴ ویں پیدل فوج کے سپاہیوں کی سرکوبی
بھی شامل تھی جنھوں نے اناج لے جانے والے ایک قافلہ کو لوٹ لیا تھا۔ اس نے استیپنکا رازن کے
سپاہیوں کے خلاف بھی کارروائی کی تھی جنھوں نے ترکاکوئی کے قصبہ میں بغاوت کر دی تھی اور سفید فوج سے
جا کر مل گئے تھے۔ اس نے "چرکن اُس" کی فوجی بغاوت کو بھی کچلا تھا جہاں ایک فوجی کمانڈر مارا گیا تھا ہر
معرکہ میں وہ اپنے دشمنوں پر اچانک ٹوٹ پڑا تھا۔ اور ہر معاملہ کی خود تحقیقات کی تھی۔ مقدمے چلائے تھے،
سزائیں دی تھیں اور ان سزاؤں پر تیزی، سختی اور استقلال کے ساتھ عملدرآمد کرایا تھا۔ اس نے اس
تمام علاقہ میں فوجیوں کے فرار ہونے کی وبا پر قابو پالیا تھا اور بھرتی کرنیوالی جماعتوں کو کامیابی کے ساتھ از
سرنو منظم کیا تھا۔ اسی کے نتیجہ میں جبری بھرتی کا کام تیزی سے ہو رہا تھا۔ اور سرخ فوج کے بھرتی کے مراکز
زائد وقت کام کر رہے تھے۔ آخرکار جب شمال کی طرف سے سفید فوج کا دباؤ بڑھ گیا اور صورت حال
واقعی سنگین ہو گئی تو اسٹریلینکوف کو نئی فوجی اور جنگی ذمہ داریاں سپرد کی گئیں۔ اور اس کی مداخلت کے
فوری نتائج رونما ہوئے۔ اسٹریلینکوف (شکاری) کو یہ بات معلوم تھی کہ افواہوں کی بنا پر اس کا نام
اسٹریلینکوف جلاد رکھ دیا گیا تھا۔ اس نے اسے بھی قبول کر لیا کیونکہ وہ کسی بات سے پریشان ہونیوالا نہیں
تھا۔ وہ ماسکو کا رہنے والا تھا۔ اس کا باپ ایک مزدور تھا جسے ۱۹۰۵ء کے انقلاب میں حصہ لینے پر جیل بھیج
دیا گیا تھا۔ اس نے اس زمانہ میں انقلابی تحریک میں حصہ نہیں لیا کیونکہ اس زمانہ میں وہ بہت کم عمر لڑکا تھا اور
یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ کیونکہ غریب گھرانوں کے نوجوان امیر گھرانوں کے نوجوانوں کے مقابلہ میں
اعلیٰ تعلیم کی زیادہ قدر کرتے ہیں اور زیادہ محنت کرتے ہیں۔ [illegible] طالب علموں میں جو بے چینی پھیلی
ہوئی تھی وہ اس سے متاثر نہیں ہوا۔ اس نے بہت زیادہ معلومات حاصل کیں [illegible] علم کے مضمون میں
ڈگری حاصل کرنے کے بعد اس نے بعد میں سائنس اور ریاضی میں بھی تربیت حاصل کی۔ اسے فوجی ملازمت

سے مستثنیٰ قرار دیدیا گیا تھا لیکن وہ رضاکارانہ طور پر بھرتی ہو گیا۔ اسے کمیشن مل گیا۔ محاذ پر بھیجا گیا اور وہاں جنگی قیدی بن گیا۔ روس میں انقلاب کی خبر سننے پر وہ ۱۹۱۸ء میں چھپ کر بھاگ نکلا اور گھر واپس آ گیا اس کی دو نمایاں خصوصیات تھیں۔ واضح اور منطقی دلیلیں پیش کرنے کی غیر معمولی طاقت اور ایک عظیم اخلاقی پاکیزگی اور انصاف کا جذبہ۔ وہ ایک پرجوش اور باعزت انسان تھا۔ لیکن وہ ایک ایسا سائنسداں نہیں بن سکتا تھا جو نئی باتیں دریافت کر سکتے ہوں۔ وہ ذہین تھا لیکن اس میں جرأت مندانہ اقدام کرنے کی اہلیت نہیں تھی۔ وہ اتنا دوربین نہیں تھا کہ ایک لمحہ میں غور کرنے کے بعد وہ خشک مگر منطقی دلائل تک پہونچ سکے۔ اور اگر واقعی وہ کوئی بھلائی کرنا چاہتا تو ایسا کرنے کے لئے اسے اپنے اصولوں کے علاوہ ایک ایسے دل کی بھی ضرورت ہوتی جو ان اصولوں کی خلاف ورزی کر سکتا۔ ایک ایسا دل جو عام معاملوں کو نہیں بلکہ خاص معاملوں کو سمجھ سکتا ہو اور جو معمولی معمولی معرکوں میں عظمت حاصل کر سکتا ہو۔ اپنے بچپن ہی سے وہ اعلیٰ تمنائیں رکھتا تھا اور دنیا اس کی نظر میں ایک وسیع اکھاڑہ تھی جہاں ہر شخص معراج کمال پر پہونچنے کے لئے قواعد کی پوری پابندی کے ساتھ مقابلہ میں حصہ لیتا ہے۔ جب اسے معلوم ہوا کہ ایسا نہیں تھا تو یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی کہ عالمی نظام کے بارے میں اس کا نظریہ ضرورت سے زیادہ سہل بھی ہو سکتا تھا۔ اس کی یہ شکایت برقرار رہی اور اسی کے ساتھ ساتھ یہ خواہش بھی کہ وہ زندگی اور ان سیاہ طاقتوں کے درمیان امتیاز کر سکے جو اسے بگاڑتی ہیں اور زندگی کا مقابلہ کرکے اس سے انتقام لے۔ وہ اپنی ناکامیوں کی وجہ سے جو تلخیاں محسوس کرنے لگا تھا ان کے پیش نظر انقلاب نے اسے ایک اچھا موقعہ فراہم کر دیا۔

(۳۱)

"زواگو" اسٹریلینیکوف نے پھر ایک مرتبہ اس کا نام دہرایا۔ وہ دونوں اس کے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ "زواگو۔۔۔ میرے خیال میں تجارت۔۔۔ یا اعلیٰ طبقہ کا فرد۔۔۔۔۔ اچھا، ٹھیک ہے ماسکو کا ڈاکٹر۔۔۔۔ واری کینو جا رہے ہو۔ یہ تعجب کی بات ہے۔ تم ماسکو چھوڑ کر ایک چھوٹے سے صوبائی مقام پر کیوں جا رہے ہو؟"

"یہی تو بات ہے۔ سکون، تنہائی اور گمنامی کی تلاش میں"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ کس قدر سودائی! واری کینو! میں وہاں کے زیادہ تر مقامات سے واقف ہوں۔ وہ کروگر کی جاگیر ہوا کرتی تھی۔ کہیں تم اس کے رشتہ دار تو نہیں ہو؟ کہیں تم اس کے

وارث تو نہیں ہو؟"

"یہ طنز کس لئے؟ اس کا وارث ہونے سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ میری بیوی......"

"اچھا تو یہ بات ہے۔ لیکن اگر تم سفید فوج کو یاد کر رہے ہو تو پھر میں تمہیں مایوس کردوں گا۔ تم دیر سے پہونچے ہو۔ ہم نے پورے ضلع کو سفید فوج سے پاک کر دیا ہے"!

"تم ابھی تک میرا مذاق اڑا رہے ہو؟"

"اور پھر ایک ڈاکٹر۔ ایک فوجی ڈاکٹر۔ اور ہم لوگ جنگ کر رہے ہیں۔ اس کا یقیناً مجھ سے تعلق ہے۔ تم فوجی مفرور ہو۔ انارکسٹ کسان (سبز) لوگ بھی جنگلوں میں پناہ لئے ہوئے ہیں۔ تمہارے وہاں جانے کی وجہ کیا ہے۔ یہ سبز انارکسٹ ہمارے خلاف بھی لڑتے ہیں اور سفید روسیوں کے خلاف بھی"۔ "میں دو مرتبہ زخمی ہوا ہوں اور مجھے معذور سمجھ کر فوج سے علیحدہ کر دیا گیا تھا"۔ ژواگو نے کہا

"اور اب تم مجھے تعلیم یا صحت کے عوامی کمیسریٹ کی طرف سے حوالہ کا خط دو گے۔ تاکہ یہ ثابت کرسکو کہ تم روسی شہری ہو، ہمدرد ہو اور پورے وفادار ہو۔ یہ ہنگامی دور ہے جناب، یہ آخری فیصلہ ہے۔ اس وقت ایسے فرشتوں کی ضرورت ہے جو چمکتی ہوئی تلواریں اٹھائے ہوئے ہوں اور ایسے اڑنے والے خونخوار درندوں کی ضرورت ہے جو تحت الثریٰ سے نمودار ہوئے ہوں۔ اس وقت ہمدردوں اور وفادار ڈاکٹروں کی ضرورت نہیں ہے۔ بہرحال میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ تم آزاد ہو۔ اور میں اپنے الفاظ سے نہیں پھروں گا لیکن یاد رکھو، یہ وعدہ صرف اسی دفعہ کے لئے ہے۔ میں ایسا محسوس کرتا ہوں کہ ہم دونوں پھر ملیں گے، اور پھر ہماری بات چیت مختلف نوعیت کی ہوگی۔ ہوشیار رہنا"۔

یوری آندریے وچ کو اس کی دھمکی یا چیلنج سے کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ اس نے کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ تم مجھے کیا سمجھتے ہو۔ اپنے نقطۂ نظر سے تم ٹھیک ہی سمجھتے ہو۔ لیکن جس مسئلہ پر تم مجھ سے بات چیت کرنا چاہتے ہو۔ وہ ایسا ہے جس پر میں ایک خیالی مدعی سے عمر بھر بحث کرتا رہا ہوں۔ اور حیرت کی بات ہوتی اگر میں اب تک کسی نتیجہ پر نہ پہونچا ہوتا۔ صرف میں اسے دو لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اگر میں واقعی آزاد ہوں تو پھر مجھے اس مسئلہ پر بحث کئے بغیر جانے کی اجازت دو۔ اگر میں آزاد نہیں ہوں تو پھر یہ فیصلہ کر دو کہ تم میرا کیا کرو گے۔ مجھے تم سے کسی قسم کی معذرت کرنے کی ضرورت نہیں ہے"۔ اتنے

میں ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے سے ان کی بات چیت کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ ٹیلیفون لائن کی مرمت ہوگئی تھی
مسٹر ٹلینیکوف نے رسیور اٹھالیا۔

"شکریہ گوریان۔ اب کسی شخص کو یہاں بھیجدو تاکہ وہ کامریڈ زواگو کو ان کی ٹرین تک پہنچا آئے۔ میں نہیں چاہتا کہ اب کوئی حادثہ پیش آئے۔ اور مجھے رازولی چیکا ٹرانسپورٹ ڈپارٹمنٹ کا نمبر ملادو۔"

جب زواگو چلا گیا تو اسٹر ٹلینیکوف نے ریلوے اسٹیشن کو ٹیلیفون کیا۔

"یہ لوگ ایک اسکول کے طالب علم کو لیکر آئے ہیں۔ جو اپنی ٹوپی کانوں پر کھینچے رہتا ہے اور اس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔ یہ بہت شرم کی بات ہے ۔۔ ہاں ٹھیک ہے۔ اگر ضرورت ہو تو اسے طبی امداد دی جائے۔ یقیناً ۔۔ ہاں، بالکل اپنے کلیجے کے ٹکڑے کی طرح، تم ذاتی طور پر مجھے جواب دہ ہوگے۔ کھانا بھی، اگر ضروری ہو۔ ہاں ٹھیک ہے اب کام کی بات کرو۔۔۔۔ میں ابھی بات کر رہا ہوں سلسلہ منقطع مت کرو۔ کیا بیہودگی ہے۔ کوئی اور شخص لائن پر بات کر رہا ہے۔ گوریان! گوریان! انھوں نے میرا ٹیلیفون کا سلسلہ کاٹ دیا ہے۔" اس نے فی الحال ٹیلیفون پر بات مکمل کرنے کی کوشش بند کردی۔ "وہ کوئی میرا پرانا شاگرد بھی ہو سکتا ہے۔" اس نے سوچا۔ "ہم سے جنگ کر رہا ہے، اب وہ بڑا ہوگیا ہے۔" اس نے انگلیوں پر گنا کہ تدریس کا سلسلہ ختم کئے ہوئے اسے کتنے سال ہو چکے ہیں۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ وہ لڑکا اس کا شاگرد ہو سکتا ہے یا نہیں پھر اس نے کھڑکی میں سے دور افق کی طرف دیکھا اور یوریاتن کے اس حصہ کی تلاش کی جہاں وہ رہا کرتے تھے۔ فرض کرو کہ اکی بیوی اور لڑکی اب بھی وہاں موجود ہیں! کیا وہ ان کے پاس نہیں جا سکتا؟ ابھی کیوں نہیں، اسی لمحہ؟ ہاں، لیکن وہ کیسے جا سکتا ہے؟ ان لوگوں کی زندگیاں بالکل مختلف ہیں پہلے وہ یہ زندگی گذار لے ۔۔ یہ نئی زندگی ۔۔ پھر وہ اس زندگی میں لوٹ کر جا سکے گا جس میں رکاوٹ پیدا ہوگئی تھی۔ کسی روز وہ ایسا کرے گا۔ لیکن کب۔ کب؟

آٹھواں باب

# استقبال

(۱)

نزداگو کا خاندان جس ٹرین سے آیا تھا وہ ابھی تک ریلوے اسٹیشن کی عمارت کے سامنے ذرا فاصلے پر دوسری ٹرینوں کی اوٹ میں کھڑی تھی۔ اب ان لوگوں نے پہلی بار محسوس کیا کہ ماسکو سے ان کا جو تعلق قائم تھا وہ اب قطعی طور پر ختم ہو گیا ہے۔ وہ یہاں ایک دوسرے علاقے میں ایک نئی دنیا میں آ گئے ہیں جس کا اپنا ایک الگ مرکز کشش و ثقل ہے۔ صدر مقامات کے مقابلہ میں یہاں لوگ ایک دوسرے سے زیادہ قریب تھے۔ گو اسٹیشن کے علاقے سے شہریوں کو نکال کر مزدور فوج کے دستوں نے اس کا محاصرہ کر رکھا تھا تاہم لوکل ٹرینوں میں سفر کیلئے متعدد افراد نہ جانے کیسے ریلوے لائن تک پہنچ گئے تھے۔ اور ڈبوں میں کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے۔ ان میں سے کچھ دروازوں میں ٹھنسے تھے اور دوسرے چھوٹے چھوٹے گروہوں میں ابھی لائن کے قریب ہی کھڑے تھے۔ بلا استثنیٰ یہ سب ایک دوسرے سے خوب واقف تھے اور جونہی ایک دوسرے کو دیکھتے ہاتھ ہلاتے۔ اشارے کرتے یا قریب سے گذرتے ہوئے سلام کرتے۔ ان کی گفتگو۔ لباس، ان کا کھانا پینا اور آداب غرضیکہ ہر چیز بڑے شہروں کے لوگوں سے مختلف تھی۔ ڈاکٹر سوچ رہا تھا کہ یہ لوگ روزی کیسے کماتے ہوں گے؟ ان کے ذرائع آمدنی کیا ہیں؟ وہ اس پُر آشوب دور میں کیسے گذارہ کرتے ہوں گے اور کس طرح قانون کی زد میں آنے سے خود کو بچاتے ہوں گے۔ لیکن اسے جلد ہی ان تمام سوالوں کا بالکل واضح جواب مل گیا۔

(۲)

ڈاکٹر اس سنتری کی حفاظت میں جو اپنی رائفل کبھی پیچھے کی طرف لڑھکا دیتا اور کبھی اس سے چلنے کی چھڑی کا کام لیتا واپس اپنے ڈبہ میں پہنچ گیا۔ اس وقت کافی حبس تھا۔ ریلوے لائن اور گاڑیوں کی چھتیں دھوپ سے تپ رہی تھیں اور زمین پر تیل کے سیاہ داغ اس طرح چمک رہے تھے کہ ان کی سطح پر سنہری پتوں کا گمان ہونے لگتا۔ سنتری کی رائفل کے کندے سے ریت پر لکیر سی کھنچ گئی۔ اور اب یہ لائن کے درمیان تختوں سے ٹکرا رہی تھی۔ "موسم میں ٹکاؤ پیدا ہو گیا ہے موسم بہار کی فصلیں جو گیہوں اور باجرہ بونے کا بہترین وقت ہے۔ لیکن بڑی گندم کی بوائی کا وقت کچھ دنوں بعد آئے گا۔ ہمارے گاؤں میں بڑی گندم عیہ   اخولینہ   پر بوتے ہیں۔ میں اس علاقہ کا نہیں۔ مورشانسک کا رہنے والا ہوں "تامبوف گورنمنٹ کے علاقہ میں۔ اوہ کامریڈ ڈاکٹر اگر یہاں یہ خانہ جنگی نہ ہوتی اور یہ جوابی انقلاب کا طاعون نہ پھیلتا تو تمہارا کیا خیال ہے میں اسی طرح اس موسم اور اس غیر علاقہ میں وقت ضائع کرتا پھرتا؟۔ ارے یہ طبقاتی جنگ تو ہمارے درمیان یوں چھڑ گئی ہے جیسے وہ لڑائی جھگڑے کی ردا تھی۔ کالی بلی نکل گئی ہو۔ دیکھو تو سہی اس نے ہمارا کیا حلیہ بنا دیا۔

(۳۴)

اسے ڈبے میں کھینچنے کے لئے کئی ہاتھ دروازہ سے باہر بڑھے۔ "شکریہ۔ میں خود چڑھ جاؤں گا" یہ کہتا ہوا یوری آندھے وچ کود کر ڈبے میں آگیا۔ اور ذرا سنبھلتے ہی اپنی بیوی سے بغلگیر ہو گیا۔

"آخر کار۔ خدا کا شکر ہے۔ بلا ٹل گئی"۔ اس کی بیوی نے کہا۔ "لیکن ہمیں معلوم ہو گیا تھا کہ تم بخیریت ہو۔"

"کیا مطلب۔ تمہیں کیا معلوم تھا؟"

"ہمیں سب کچھ معلوم ہو گیا۔"

"کیسے؟"

"سنتریوں نے ہمیں بتا دیا تھا۔ ورنہ ہم تو دیوانے ہو جاتے اب تک۔ میرا اور بابا کا دماغی توازن تو تقریباً بگڑ ہی چکا تھا۔ وہ رہے۔ مزے سے سو رہے ہیں۔ اس تمام ہنگامے کے بعد اب گہری نیند کا مزہ لے رہے ہیں۔ کئی نئے مسافر ڈبے میں آ گئے ہیں۔ میں ابھی تعارف کراتی ہوں۔ لیکن ذرا سنو

تو یہ سب لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔ تمھاری خوش قسمتی پر تمھارے اس طرح بچ کر واپس آنے پر مبارکباد دے رہے ہیں۔ ڈبہ میں ہجوم کے پیچھے کی طرف دھنسے ہوئے ایک آدمی کی طرف اپنے شوہر کو متوجہ کرتے ہوئے اس نے کہا: "یہ رہے۔" اور اجنبی نے خود اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا "سمدیو یاتوف" اور اس نے اپنا ہیٹ لوگوں کے سروں سے اونچا کر کے لہرایا اور بھیڑ کو چیرتا ہوا آگے بڑھا۔ "سمدیو یاتوف!" ڈاکٹر نے سوچا۔ اس قسم کے نام کا آدمی تو کسی روسی رزمیہ نظم کا کردار ہونا چاہیئے تھا۔ جس کی جبار جیسی داڑھی ہوتی۔ وہ عورتوں کی سی قمیص پہنے اور جرمانہ بھی لگائے ہوتا۔ تاہم اس کے بھورے گھنگھریالے بالوں۔ مونچھوں اور بکرے کی سی داڑھی سے مقامی آرٹسٹ ٹکب کا خیال تو آہی جاتا ہے۔

"ہوں! تو کیا۔ استریلنیکوف نے تمھیں خوفزدہ کر دیا تھا؟" سمدیو یاتوف نے پوچھا۔ "سچ بتانا۔"

"نہیں تو؟ کیوں؟ ہماری بہت دلچسپ بات چیت ہوئی۔ واقعی وہ زبردست شخصیت کا مالک ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ مجھے اس کے متعلق کچھ معلوم تو ہے۔ آج کل کے عام برسر اقتدار لوگوں کی طرح وہ بھی اس علاقہ کا نہیں بلکہ تمھارے ماسکو ہی کا رہنے والا ہے۔ آج کل تو ہر کام کے لئے آدمی ماسکو سے درآمد کئے جاتے ہیں۔ ورنہ ہم تو کبھی ان لوگوں کا نام بھی نہ لیتے۔"

"یورو چکا یہ انفیم ایفیمووچ ہے۔ اسے سب کچھ معلوم ہے۔" انتونینا الگزینڈروونا نے کہا۔ "یہ تمھیں اور تمھارے والد کو جانتا ہے یہ میرے نام سے بھی واقف تھا۔ ارے یہ تو سب کو جانتا ہے میرا خیال ہے تم اسکول ٹیچر انتی پووا سے بھی ملے ہوگے۔" یونہی انتونینا کی زبان سے نکل گیا۔ اور سمدیو یاتوف نے بھی فوراً ہی اس کا سرسری جواب دے دیا: "انتی پووا کا کیا ہوا؟"

یوری آندرے وچ بھی یہ باتیں سن رہا تھا مگر خود خاموش رہا۔ اس کی بیوی نے کہا: "انفیم ایفیمووچ بالشویک ہے۔ یورو چکا اس سے ذرا خبردار رہنا۔ اس کی موجودگی میں اپنی زبان کو ذرا قابو میں رکھنا۔"

"واقعی؟ میں تو کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ میں تو اسے زیادہ سے زیادہ کوئی آرٹسٹ سمجھتا" "میرے والد کی ایک سرائے تھی۔" سمدیو یاتوف نے کہا: "اور اس کی سات بگھیاں بھی تھیں۔ ہر بگھی کو تین گھوڑے کھینچتے تھے۔ لیکن میں نے یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی اور یہ صحیح ہے کہ میں

سوشل ڈیموکریٹ ہوں:۔

"یوروچکا ذرا سنو تو انفیم ایفیمووچ نے مجھے کیا کچھ بتایا ہے۔ اور ہاں ذرا جملہ معترضہ کے طور پر۔ اگر تم برا نہ مانو۔ انفیم ایفیمووچ تمھارا نام تو زبان کو مروڑ کر رکھ دیتا ہے۔ ہم بھی واقعی بہت ہی خوش قسمت نکلے۔ یوروچکا ذرا سنو تو۔ ہم تیویاتن میں گاڑی نہیں بدل سکے۔ کیونکہ شہر کے کچھ حصہ میں آگ لگی ہوئی ہے اور پل اڑ گیا اور رستہ بند ہے ہماری گاڑی کو ایک دوسری لائن سے لیجایا جائے گا اور اتفاق دیکھو جس لائن سے گاڑی جائے گی اس پر ہمارا اسٹیشن تورفیانائیہ واقع ہے ہے نا! خوش قسمتی کی بات۔ اب ہمیں نہ گاڑی بدلنی پڑے گی اور نہ اپنا سامان ایک اسٹیشن سے لاد کر دوسرے اسٹیشن تک لیجانا پڑے گا۔ ہاں البتہ یہ ضرور ہے کہ اب ہمارے ڈبوں کو اس لائن تک پہنچانے کے لئے گھنٹوں شنٹنگ میں ادھر سے ادھر لانے لے جانے کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اور اس کے بعد کہیں یہاں سے روانگی کی نوبت آئے گی۔ مجھے یہ سب باتیں انفیم ایفیمووچ نے بتائی ہیں۔

(۴)

انیتونینا الیگزینڈروونا نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ ڈبوں کی جوڑ توڑ کا طویل سلسلہ جاری تھا۔ ٹرین کو مسلسل ڈبوں سے پٹی ہوئی ایک لائن سے دوسری لائن پر کانٹے بدل کر لیجانے کا جو ہنگامہ شروع ہوا تو ختم ہونے میں نہیں آتا تھا۔ شہر زیادہ دور دیہی علاقے کے پیچھے چھپا ہوا تھا مگر کبھی کبھی کسی مکان کی چھت، کسی فیکٹری کی چمنی، گھنٹوں کے میناروں کی صلیبیں افق سے دکھائی دے جاتیں۔ شہر کی ایک نواحی بستی میں آگ لگی ہوئی تھی۔ دھواں آسمان کی جانب اس طرح بلند ہو رہا تھا جیسے ہوا میں گھوڑے کی ایالیں اڑ رہی ہوں۔ ڈاکٹر اور سمدیویاتوف مال گاڑی کے ڈبے کے فرش پر ٹانگیں ایک طرف لٹکائے بیٹھے تھے۔ سمدیویاتوف انگلی کے اشارے سے ڈاکٹر کو بتا رہا تھا کہ سامنے کون کون سے مقامات دکھائی دے رہے ہیں۔ جب گاڑی کو زور کا دھکا لگتا تو شور و غل میں اس کی آواز ڈوب کر رہ جاتی اور وہ جھک کر اپنا منہ ڈاکٹر کے کانوں کے قریب لاتا اور چیخ چیخ کر پوری بات پھر سے دہرانے لگتا تھا۔ "یہ ایک سنیما ہے جب ہم نے ... اسے بھی آگ لگا دی گئی۔ کیڈٹوں نے آخر وقت تک اس پر قبضہ رکھا حالانکہ وہ اس سے پہلے ہی ہتھیار ڈال چکے تھے۔ لیکن ابھی لڑائی ختم نہیں ہوئی۔ وہ سامنے گھنٹے گھر کے مینار پر جو سیاہ دھبے سے نظر آ رہے ہیں نا! وہ ہمارے آدمی ہیں جو چیکوسلاواکیوں کو

پر گولی چلاتے رہتے ہیں۔

"مجھے تو کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ تم اتنی دور سے یہ سب کچھ کیسے دیکھ رہے ہو؟"

"یہ کاریگروں کا علاقہ ہے۔ بکھو کھریکی۔ وہ جو سامنے جل رہا ہے مشہور بازار خوبودیو اس کے آگے ہے۔ مجھے اس لیے دلچسپی ہے کہ ہماری سرائے وہیں پہ ہے۔ خوش قسمتی سے آگ زیادہ نہیں پھیلی ابھی تک بازار بچا ہوا ہے۔"

"کیا کہا تم نے؟ مجھے کچھ سنائی نہیں دیا۔"

"میں کہہ رہا تھا بازار۔ شہر کا بڑا بازار۔ گرجا۔ لائبریری۔ ہمارا خاندانی نام سمدیو یاتوف سان نتانو سے بگڑ کر دیسی زبان میں سمدیو یاتوف ہو گیا۔ ہم دمیدزف کی نسل سے ہیں۔"

"مجھے اب بھی کچھ سنائی نہیں دے رہا۔"

"میں کہہ رہا تھا ہم شہزادہ دمیدزف سان دناتو کی نسل سے ہیں۔ ممکن ہے یہ محض ہماری خاندانی گپ ہی ہو۔ یہ سامنے جو جگہ ہے نا! اس کا نام ہے سیرکا ڈیپ۔ یہاں بڑے ہوادار مکانات اور تفریح کے لئے کارنیوال وغیرہ ہیں لیکن نام خوب ہے اس علاقہ کا۔" ان کے سامنے ہر طرف ریلوے لائنوں کا ایک وسیع جال بچھا ہوا تھا۔ اور دور تک ٹیلیگراف کے کھمبوں کی قطار دکھائی دیتی تھی۔ اور فیتے کی طرح بل کھاتی ہوئی ایک سڑک ریلوے لائن سے اپنی خوبصورتی کا مقابلہ کرتے ہوئے دکھائی دیتی تھی۔ دور افق کے قریب سڑک نظروں سے اوجھل ہو جاتی پھر ایک موڑ پہ اس کا تھوڑا سا حصہ دکھائی دیتا اور اس کے بعد پھر غائب۔ "یہ ہماری مشہور شاہراہ ہے۔ جو پورے سائبیریا سے ہو کر گذرتی ہے۔ کسی زمانے میں قیدی اس پہ گیت گایا کرتے تھے لیکن آج کل یہ ہنگامی فوج کی کارروائیوں کا اڈہ بنی ہوئی ہے۔ تمہیں یہاں کی عام باتیں پسند آئیں گی۔ تم ان چیزوں کے عادی ہو جاؤ گے۔ تم اس شہر کی عجیب و غریب چیزوں کو پسند کرنے لگو گے۔ مثال کے طور پہ ہمارے پانی کے نلوں کو ہی لیلو دوراہے پہ جو تیں پانی بھرنے کے نل لگے ہیں سردی میں وہ اکڑی ہو جاتی ہیں۔ سارے موسم سرما میں یہی جگہ ان کے لیے کھلے کلب کا کام دیتی ہے۔"

"ہم شہر میں نہیں جگہ واری کینو میں رہیں گے۔"

"مجھے معلوم ہے۔ تمہاری بیوی نے مجھے بتا دیا تھا۔ پھر بھی تمہیں کام کاج کے سلسلے میں شہر آنا

ہی پڑے گا۔ میں نے دیکھتے ہی اندازہ لگا لیا تھا کہ تمھاری بیوی کون ہو سکتی ہے۔ ارے وہ تو کرد گر کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ وہی آنکھیں۔ وہی ناک۔ وہی پیشانی۔ بالکل اپنے نانا جیسی۔ یہاں سب اس کو یاد کرتے ہیں۔"

اب وہ تیل کی سرخ ٹنکیوں کے قریب تھے جہاں لکڑی کے بڑے بڑے بورڈوں پر اشتہارات لکھے ہوئے تھے۔ ایک اشتہار کے بورڈ پر ڈاکٹر کی نگاہ ٹک کر رہ گئی لکھا تھا۔

"موریا اینڈ وچکن — بیج بونے کی مشینیں۔ دانے الگ کرنے کی مشینیں۔"

"یہ بہت اچھی فرم تھی۔ ان کی زرعی مشینیں بہت ہی عمدہ ہوا کرتی تھیں۔"

"میں کچھ نہیں سن سکا۔ کیا کہا تم نے؟"

"بہت اچھی فرم تھی۔ سنتے ہو۔ بہت اچھی فرم تھی۔ زرعی مشینری بنتی تھی۔ ان کے ہاں۔ بہت بڑی کمپنی تھی۔ کارپوریشن۔ میرے والد کے پاس بھی اس کے کچھ حصے تھے۔"

"میرے خیال میں تم نے ابھی کہا تھا کہ تمھارے والد کا کاروبار سرائے چلانا تھا۔"

"ٹھیک ہے لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ کسی اور کاروبار کے حصص نہیں خرید سکتا اس نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ دیکھ بھال کر سرمایہ لگایا تھا۔ جائنٹ" میں بھی اس کا حصہ تھا۔

"لیکن تم تو ایسے باتیں کر رہے ہو جیسے تمھیں ان سب باتوں پر فخر ہے۔"

"بالکل۔ جہاں تک میرے والد کی کاروباری سوجھ بوجھ اور قابلیت کا تعلق ہے میں اس پر ضرور فخر کرتا ہوں۔"

"لیکن پھر تمھاری وہ سوشلزم کہاں گئی؟"

"اوہ میرے خدا۔ اس کا یہاں کیا ذکر ہے؟ کیا تعلق ہے؟ یہ کون کہتا ہے؟ کہ اگر کوئی آدمی مارکسٹ ہے۔ مارکس کی منطق کا قائل ہے تو اس کے لئے بچوں کی طرح سادہ لوح اور بے وقوف ہونا بھی ضروری ہے۔ مارکسزم ایک مثبت سائنس ہے۔ حقیقت کی منطق ہے تاریخ کا فلسفہ ہے۔"

"کیا کہا؟ — مارکسزم ایک سائنس ہے؟ لیکن دیکھو یہ خطرہ مول لینے والی بات ہے۔ اور پھر اس آدمی سے اس پر بحث کرنا جسے وہ جانتا بھی نہیں بہرحال خود کو ایک سائنس کہلوانے کے معاملہ میں مارکسزم کی اپنی بنیادیں اور دلیلیں بہت غیر یقینی سی ہیں جن چیزوں کو سائنس کہتے ہیں وہ زیادہ متوازن اور زیادہ واقعیت پسندانہ ہوتی ہیں۔

مارکسزم سے زیادہ خود اپنے ہی مسائل میں الجھی ہوئی اور حقائق سے بعید کوئی دوسری تحریک آج تک میری نظروں سے نہیں گذری۔ عملی امور میں ہر شخص اپنا لوہا منوانے کی فکر میں ہے اور جہاں تک برسراقتدار ٹولوں کا تعلق ہے تو وہ اپنی ہوس اقتدار کو ہی بربریت کی داستان منوانے کی فکر میں اس درجہ منہمک رہتے ہیں کہ وہ سچائی کو نظرانداز کرنے کی ہر امکانی کوشش کرتے ہیں۔ یہ سیاست مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ میں ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جنھیں سچائی کی پرواہ نہ ہو۔"

ڈاکٹر کی اس تقریر کو سمدیو یاتوف بالکل ایسے سمجھا جیسے کسی ذہین حبشی نے کسی کو بیوقوف بنانے کی کوشش کی ہو۔ اُسنے سب باتیں مسکراتے ہوئے سُنیں اور کوئی تردید نہیں کی۔ ٹرین ابھی تک سست رفتاری سے جا رہی تھی۔ ہر مرتبہ جب ٹرین روانگی کے سگنل کے قریب پہنچتی تو ایک بڑھیا جس کی پیٹی میں ٹین کا بنا ہوا چھوٹا سا زنگ آلود ڈبہ لٹک رہا تھا اور جو سمت تبدیل کرنے کی ڈیوٹی پر تھی اپنی بنائی کی چیزیں ایک طرف رکھ کر ذرا جھکتی اور لیور کو ہلا کر گاڑی کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتی۔ جب گاڑی پیچھے کو چلتی تو یہ بڑھیا سیدھی بیٹھ کر اس کو ٹھینگے دکھانے لگتی۔

سمدیو یاتوف اسے ذاتی طور پر اپنی توہین سمجھا اور کہنے لگا "یہ بڑھیا ایسا کیوں کر رہی ہے۔ یہ کوئی نجانی پہچانی عورت دکھائی دیتی ہے۔ کہیں نننت سیوا تو نہیں۔ نہیں میرا خیال ہے۔ یہ گلوشا نہیں ہو سکتی۔ یہ تو بہت بوڑھی ہے لیکن پھر بھی یہ مجھ سے کسی بات پہ ناراض ہے۔ میرا خیال ہے روس اس وقت جس پُر آشوب دور سے گذر رہا ہے۔ اور ریلوے میں جو افراتفری مچی ہوئی ہے اس نے غالباً اس ضعیفہ کو بھی مصیبت و ابتلا میں ڈال دیا ہے۔ اور وہ اب ان حرکتوں سے اس کا غصہ مجھ پر نکال رہی ہے۔ اوہ۔ جہنم میں جائے یہ بڑھیا۔ میں اس پر اپنا مغز کیوں کھپاؤں۔"

آخرکار اس عورت نے جھنڈی ہلا دی۔ چیخ کر ٹرین کے انجینئر سے کچھ کہا اور گاڑی کو سگنلوں سے گذر کر کھلے میں جانے کی اجازت دیدی۔ لیکن جونہی چودھواں ڈبہ اس کے قریب سے گذرا اس نے فوراً ان دونوں آدمیوں کی طرف دیکھ کر جو باتیں کر رہے تھے اور اس کے اعصاب پر سوار تھے انھیں زبان باہر نکال کر ان کا منہ چڑایا۔ سمدیو یاتوف سوچنے لگا کہ آخر یہ کیا قصہ ہے۔!

(۵)

جب اس جلتے ہوئے شہر کے مضافات۔ تیل کی گول ٹنکیاں تار کے کھمبے اور اشتہارات کے بورڈ

دور پیچھے رہ گئے۔ اور ان کی جگہ جنگل، اور چھوٹی پہاڑیوں کے قدرتی مناظر نے لے لی اور کبھی کبھار شاہ بلوط کے ... بھی دکھائی دینے لگا تو سمدیکیا توف نے کہا: "ہمیں اب اپنی جگہ واپس چلنا چاہیے۔ تھوڑی دیر بعد مجھے گاڑی سے اترنا ہوگا اور اس کے بعد اسٹیشن پر تم لوگ اترو گے۔ ذرا خیال رکھنا۔ ایسا نہ ہو اسٹیشن نکل جائے اور تم گاڑی میں ہی رہ جاؤ۔"

"میرا خیال ہے تم اس علاقہ سے پوری طرح واقف ہو؟" ڈاکٹر نے پوچھا۔

"بالکل اپنے گھر کے عقبی احاطہ کی طرح۔ ایکومیں تک ہر طرف معلوم ہے۔ میں وکیل ہوں۔ بیس سال سے وکالت کر رہا ہوں۔ اور ہر روز کام کے سلسلہ میں مجھے کہیں نہ کہیں کا سفر کرنا ہی پڑتا ہے۔"

"کیا اب بھی؟" ——— "ہاں۔ بالکل۔"

"لیکن آج کل تم وکیلوں کے لیے کس قسم کا کام رہ گیا ہے؟"

"ہر قسم کا۔ جو چاہو سمجھ لو۔ پرانے نامکمل سودے۔ تجارتی لین دین اور پھر تجارتی سمجھوتوں کی خلاف ورزیاں۔ بہت کام ہے۔ بہت زیادہ۔"

"لیکن کیا اس قسم کی تمام سرگرمیوں کو ختم نہیں کر دیا گیا؟"

"ہاں ہاں۔ نام کو ہی ختم کی گئی ہیں۔ لیکن عملی طور پر لوگوں سے ہر قسم کا کام کرنے کو کہا جاتا ہے۔ بعض اوقات تو باہم مل کر خاص طور پر ایسا ہوتا ہے۔ تمام صنعتوں کو قومیانے کا اعلان ہو چکا ہے لیکن میونسپل سوویت کو ایندھن کی ضرورت ہے اور صوبائی اقتصادی کونسل کو باربرداری کا انتظام کرنا ہے۔ اور ہر شخص زندہ رہنا بھی چاہتا ہے۔ ہم ایک عبوری دور سے گذر رہے ہیں جبکہ منطق اور اس پر عمل میں ابھی بہت فرق ہے۔ اس زمانہ میں مجھ جیسے ہوشیار، با اثر اور با رسوخ لوگوں کی ضرورت ہے۔ زیادہ بقراط بننا بھی ٹھیک نہیں ہوتا۔ میرے والد کہا کرتے تھے کہ کبھی کبھار جبڑے پہ مکہ پڑ جائے تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہوتا۔ اس صوبے کے آدھے آدمیوں کی روزی کا مجھ پہ دارومدار ہے۔ کچھ دنوں بعد میں لکڑی کے سلسلہ میں وارکینو بھی جاؤں گا۔ ابھی نہیں۔ وہاں بغیر گھوڑے کے جانا مشکل ہے اور میرا گھوڑا آج کل لنگڑا رہا ہے۔ اگر ٹھیک ہوتا تو تم لوگ مجھے اس کھٹارا ٹرین پر نہ پاتے جس کے پہیوں نے ہڈی پسلی ایک کر کے رکھ دی ہے۔ ذرا اس کی چیونٹی چال تو دیکھو۔ اپنے آپ کو ٹرین کہتی ہے۔ میں تمہارے اس میکولتسن کو خوب جانتا ہوں۔ وہاں اگر میں تم لوگوں کے لیے بھی کچھ کر سکا

"تمھیں معلوم ہے ہم وہاں کیوں جا رہے ہیں ہم وہاں جا کر کیا کریں گے؟"

"ہاں تھوڑا بہت اندازہ تو ضرور ہے۔ انسان کی وہی ابدی اور لازوال تمنا کہ وہ واپس دیہات اور جنگل کے پرسکون ماحول میں رہے۔ اپنا خون پسینہ ایک کر کے محنت مشقت سے روزی کمانے کی خواہش۔"

"تو اس میں کیا برائی ہے؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمھیں یہ ناپسند ہے۔"

"سادہ لوحی اور دیہی منظر کشی کا شوق سمجھ لو۔ مگر آخر کیوں نہ ہو۔ میری دعا ہے تم کامیاب رہو۔ ہاں البتہ میں ان تمام باتوں پر ایمان نہیں رکھتا۔ میں اسے بلند خیال رکھنے والوں کی بے عملی سمجھتا ہوں یہ آرٹ اور صناعی وغیرہ۔"

"تمھارا کیا خیال ہے؟ میکولیتن ہمارا کس طرح استقبال کرے گا۔؟"

"وہ تمھیں وہاں گھسنے تک کی اجازت نہیں دے گا۔ وہ جھاڑو لے کر تمھیں مار بھگانے کے لئے پیچھے دوڑے گا۔ اور اس میں اس کا کوئی قصور بھی نہیں ہو گا۔ بحالاتِ موجودہ وہ پہلے ہی کافی پریشان ہے۔ فیکٹریاں خالی پڑی ہیں۔ مزدور غائب۔ ذرائع آمدنی مسدود۔ آدمی گذارہ کیسے کرے؟ کھانے کو کچھ نہیں رہا۔ اور اوپر سے آپ نازل ہوں گے۔ اگر وہ تمھیں قتل کر ڈالے تو جب بھی اسے دوش نہیں دوں گا۔"

"ہوں یہ بات! تم بالشویک ہو۔ اور اس کے باوجود تمھیں اس کا اعتراف ہے کہ اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے وہ حقیقی زندگی نہیں بلکہ پاگل پن اور ایک ڈراؤنا خواب ہے۔"

"بالکل یہی صورت ہے۔ مگر تاریخی اعتبار سے یہ ناگزیر تھا۔ ہمیں اس دور سے تو بہر حال گذرنا ہی تھا۔"

"کیونکر۔ یہ ناگزیر کیوں تھا؟"

"میں کہتا ہوں تم بچے ہو یا بن رہے ہو۔ کیا تم چاند سے نازل ہوئے ہو؟ لالچی۔ پیٹو۔ مفت خور اور طفیلی قسم کے لوگ مزدوروں پر سوار تھے۔ وہ انھیں موت کی طرف لے جا رہے تھے۔ اور تمھارا کیا خیال ہے؟ حالات ایسے ہی رہ سکتے تھے؟ ظلم و زیادتی کے دوسرے طریقوں کو تو خیر چھوڑو۔ قوم جو ناراض ہے کیا اس کے غصے کو تم حق بجانب نہیں سمجھتے۔ انصاف اور صداقت کی شدید اس جذبہ

دور تک پیچھے رہ گئے۔ اور ان کی جگہ جنگل، اور چھوٹی پہاڑیوں کے قدرتی مناظر نے لے لی اور کبھی کبھار [illegible] پھر دکھائی دینے لگا تو سمدیاتوف نے کہا: "ہمیں اب اپنی جگہ سے چلنا چاہیے۔ تھوڑی دیر بعد مجھے گاڑی سے اترنا ہوگا اور اس کے بعد اسٹیشن پر تم لوگ اترو گے۔ ذرا خیال رکھنا، ایسا نہ ہو اسٹیشن نکل جائے اور تم گاڑی میں ہی رہ جاؤ۔"

"میرا خیال ہے تم اس علاقہ سے پوری طرح واقف ہو؟" ڈاکٹر نے پوچھا۔

"بالکل اپنے گھر کے عقبی احاطہ کی طرح۔ ایک سو میل تک ہر طرف معلوم ہے! میں وکیل ہوں۔ بیس سال سے وکالت کر رہا ہوں۔ اور ہر روز کام کے سلسلہ میں مجھے کہیں نہ کہیں کا سفر کرنا ہی پڑتا ہے۔"

"کیا اب بھی؟" ——— "ہاں۔ بالکل۔"

"لیکن آج کل تم وکیلوں کے لئے کس قسم کا کام رہ گیا ہے؟"

"ہر قسم کا۔ جو چاہو سمجھ لو۔ پرانے نامکمل سودے۔ تجارتی لین دین اور پھر تجارتی سمجھوتوں کی خلاف ورزیاں۔ بہت کام ہے۔ بہت زیادہ۔"

"لیکن کیا اس قسم کی تمام سرگرمیوں کو ختم نہیں کر دیا گیا؟"

"ہاں ہاں۔ نام کو ہی ختم کی گئی ہیں۔ لیکن عملی طور پر لوگوں سے ہر قسم کا کام کرنے کو کہا جاتا ہے۔ بعض اوقات تو باہم مل جل کر خاص طور پر ایسا ہوتا ہے۔ تمام صنعتوں کو قومیانے کا اعلان ہو چکا ہے۔ لیکن میونسپل سوویت کو ایندھن کی ضرورت ہے اور صوبائی اقتصادی کونسل کو باربرداری کا انتظام کرنا ہے۔ اور ہر شخص زندہ رہنا بھی چاہتا ہے۔ ہم ایک عبوری دور سے گزر رہے ہیں جبکہ منطق اور اس پر عمل میں ابھی بہت فرق ہے۔ اس زمانہ میں مجھ جیسے ہوشیار، بااثر اور بارسوخ لوگوں کی ضرورت ہے۔ زیادہ بقراط بننا بھی ٹھیک نہیں ہوتا۔ میرے والد کہا کرتے تھے کہ کبھی کبھار جبڑے پر مکہ پڑ جائے تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہوتا۔ اس صوبے کے آدھے آدمیوں کی روزی کا مجھ پر دارومدار ہے۔ کچھ دنوں بعد میں لکڑی کے سلسلہ میں وارکینو بھی جاؤں گا۔ ابھی نہیں۔ وہاں بغیر گھوڑے کے جانا مشکل ہے اور میرا گھوڑا آج کل لنگڑا رہا ہے۔ اگر ٹھیک ہوتا تو تم لوگ مجھے اس کھٹارا ٹرین پر نہ پاتے جس کے ہچکولوں نے ہڈی پسلی ایک کر کے رکھ دی ہے۔ ذرا اس کی چیونٹی چال تو دیکھو۔ اپنے آپ کو ٹرین کہتی ہے۔ میں تمہارے اس میکولتسن کو خوب جانتا ہوں۔ وہاں آکر میں تم لوگوں کے لئے بھی کچھ کر سکوں گا

"تمھیں معلوم ہے ہم وہاں کیوں جا رہے ہیں ہم وہاں جا کر کیا کریں گے؟"

"ہاں تھوڑا بہت اندازہ تو ضرور ہے۔ انسان کی وہی ابدی اور لازوال تمنا کہ وہ واپس دیہات اور جنگل کے پُرسکون ماحول میں رہے۔ اپنا خون پسینہ ایک کر کے محنت مشقت سے روزی کمانے کی خواہش"

"تو اس میں کیا بُرائی ہے؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمھیں یہ ناپسند ہے"

"سادہ لوحی اور دیہی منظر کشی کا شوق سمجھ لو۔ مگر آخر کیوں نہ ہو۔ میری دُعا ہے تم کامیاب رہو۔ ہاں البتہ میں ان تمام باتوں پر ایمان نہیں رکھتا۔ میں اسے بلند خیال رکھنے والوں کی بے عملی سمجھتا ہوں یہ آرٹ اور صناعی وغیرہ"

"تمھارا کیا خیال ہے؟ میکولیتن ہمارا کس طرح استقبال کرے گا۔؟"

"وہ تمھیں وہاں گھسنے تک کی اجازت نہیں دے گا۔ وہ جھاڑو لے کر تمھیں مار بھگانے کے لئے پیچھے دوڑے گا۔ اور اس میں اس کا کوئی قصور بھی نہیں ہوگا۔ بحالاتِ موجودہ وہ پہلے ہی کافی پریشان ہے۔ فیکٹریاں خالی پڑی ہیں۔ مزدور غائب۔ ذرائع آمدنی مسدود۔ آدمی گذارہ کیسے کرے! کھانے کو کچھ نہیں رہا۔ اور اوپر سے آپ نازل ہوں گے۔ اگر وہ تمھیں قتل کر ڈالے میں تو جب بھی اسے دوش نہیں دوں گا"

"ہوں یہ بات! تم بالشویک ہو۔ اور اس کے باوجود تمھیں اس کا اعتراف ہے کہ اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے وہ حقیقی زندگی نہیں بلکہ پاگل پن اور ایک ڈراؤنا خواب ہے"

"بالکل یہی صورت ہے۔ مگر تاریخی اعتبار سے یہ ناگزیر تھا۔ ہمیں اس دور سے تو بہر حال گذرنا ہی تھا"

"کیونکر۔ یہ ناگزیر کیوں تھا؟"

"میں کہتا ہوں تم بچے ہو یا بن رہے ہو۔ کیا تم چاند سے نازل ہوئے ہو؟ لالچی۔ پیٹو۔ مفت خورے طفیلی قسم کے لوگ مزدوروں پر سوار تھے۔ وہ انھیں موت کی طرف لے جا رہے تھے۔ اور تمھارا کیا خیال ہے؟ حالات ایسے ہی رہ سکتے تھے؟ ظلم و زیادتی کے دوسرے طریقوں کو تو خیر چھوڑو۔ قوم جو ناراض ہے کیا اس کے غصے کو تم حق بجانب نہیں سمجھتے۔ انصاف اور صداقت کی شدید پیاس جذبہ

تو کیا تم صحیح نہیں سمجھتے؟ کیا تمہارا خیال ہے کہ پارلیمنٹ کے ذریعے کوئی انقلابی تبدیلی ہو سکتی تھی؟ یا پارلیمانی طریقوں سے؟ کیا ڈکٹیٹرشپ کے سوا اس مسئلہ کا اور کوئی حل ممکن تھا؟"

"ہماری یہ بحث بیہودہ ہے۔ سینکڑوں سال تک بحث کرنے کے بعد بھی ہم ایک دوسرے سے اتفاق نہیں کر سکیں گے۔ میں بھی کبھی بہت بڑا انقلابی تھا لیکن اب میرا خیال ہے کہ محض بہیمانہ طاقت کے بل بوتے پر کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ لوگوں کو اچھا بنکر ہی اچھائی کی طرف کھینچا جا سکتا ہے۔ لیکن اس موضوع کو اب چھوڑنا ہی بہتر ہے۔ ہاں تو پھر وہی میکولیتین ــــ اگر ہمارا وہاں جا کر یہی حشر ہونا ہے تو پھر ہم آخر جا ہی کیوں رہے ہیں۔ ہمیں واپس چلا جانا چاہیئے۔"

"یہ کیا بیہودگی ہے؟ اول تو یہ کہ اس حمام میں اور بھی ننگے ہیں۔ ایک میکولیتین ہی نہیں۔ اور دوسرے یہ کہ میکولیتین رحمدل بھی ہے۔ مجرمانہ حد تک رحمدل۔ ابھی شور کریگا۔ انکار کرے گا مقابلہ کرے گا اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد بچھیا پچھتانے لگے گا۔ وہ اپنے جسم سے کپڑے اتار کر تمہیں دے دیگا۔ اور روٹی کا آخری ٹکڑا تک تمہارے ساتھ بانٹ کر کھائے گا۔" اس کے بعد سمدیویاتوف نے ژواگو کو میکولیتین کی پوری کہانی سنائی۔

میکولیتین کوئی پچیس سال قبل پیٹرزبرگ سے یہاں آیا۔ کسی زمانہ میں وہ ٹیکنولوجیکل انسٹی ٹیوٹ میں پڑھتا تھا لیکن اسے جلاوطن کر کے پولیس کی نگرانی میں رکھا گیا۔ وہ یہاں آیا۔ کروگر کے ہاں منیجری کر لی اور کچھ دنوں بعد اس کی شادی ہو گئی۔ ان دنوں یہاں چار بہنیں تھیں ــــ چیخوف کے ڈرامے سے ایک زیادہ ــــ تننت سیوا خاندان کی لڑکیوں کے نام تھے۔ اگری پینا۔ اودوتیا۔ گلافیرا۔ اور سرافیما۔ بس یوں سمجھو کہ سبھی جوان لڑکے ان لڑکیوں کی نگر میں تھے اور میکولیتین نے سب سے بڑی بہن سے شادی کر لی۔ جلد ہی ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا اور اس کے احمق باپ نے جو آزادی کا پجاری تھا اسے لبریئس کا نام دیا جو بالکل ہی نئی قسم کا نام تھا۔ لبریئس ــــ مختصراً لیوکا ــــ ذرا شوریدہ سر نکلا لیکن اس میں ہر قسم کی غیر معمولی صلاحیتیں تھیں۔ جنگ شروع ہوئی تو وہ پندرہ سال کا تھا۔ اس نے تاریخ پیدائش کے سرٹیفکیٹ میں جعلسازی کر کے اپنی تاریخ بدل ڈالی اور رضاکار بھرتی ہو کر محاذ پر چلا گیا۔ اس کی ماں پہلے ہی ایک دائمی مریض تھی۔ اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکی اور ایسی بیمار پڑی کہ پھر پلٹ کر نہ اٹھی۔ انقلاب سے ذرا قبل ابھی کوئی دو سال پہلے اس کا انتقال ہو گیا۔ جنگ کے خاتمہ پر لبریئس لفٹننٹ بن کر واپس آیا۔ وہ قومی ہیرو تھا۔ اسے تین تمغے ملے تھے اور درحقیقت وہ محاذ سے بالکل سو فیصدی بالشویک بن کر

آیا تھا جسے اچھی طرح تربیت دی گئی تھی۔ کیا تم نے کبھی "فاریسٹ برادری" کا نام سنا ہے۔

"نہیں مجھے افسوس ہے۔ میں نے پہلے یہ نام کبھی نہیں سنا۔"

"تو اس صورت میں تمھیں یہ کہانی سنانے سے کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اس طرح آدھا لطف بھی نہیں آئے گا۔ اور ہاں باہر شاہراہ پر ٹہلتے اس طرح تکنے میں بھی کوئی تک نہیں۔ آخر آج کل اس شاہراہ میں ایسی کیا خاص بات ہے۔ ہنگامی فوج۔ اور یہ ہنگامی فوج کیا ہے؟ خانہ جنگی کے دوران یہ لوگ انقلابی فوج کی پشت پناہ ہیں۔ اس فوج میں طاقت کے لئے دو چیزیں سب سے اہم ہیں سیاسی تنظیم جس نے انقلاب کی قیادت سنبھالی ہے۔ اور معمولی سپاہی جن نے گذشتہ جنگ کے بعد پرانے حکام کے حکم ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ ان دونوں عناصر کی آمیزش سے اس ہنگامی فوج نے جنم لیا۔ اس کی اکثریت درمیانہ قسم کے کاشتکاروں پر مشتمل ہے۔ لیکن اس میں ہر قسم کے آدمی نظر آئیں گے غریب کاشتکار، سابق پادری جو رہبانیت ترک کر چکے ہیں، ٹھگ، کسان جو اپنے والدین کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔ ان میں نظریاتی انتشار پسند ہیں اور غریب لوگ بھی جن کے کوئی سیاسی نظریات ہی نہیں اور اسکولوں سے نکلے ہوئے وہ لڑکے جنھوں نے کمسنی میں ہی لڑکیوں کا تعاقب کرنا شروع کر دیا تھا اور وہ پھر جرمنی اور آسٹریا کے وہ جنگی قیدی بھی ہیں جنھیں آزادی اور وطن واپس بھیجنے کے سبز باغ دکھائے گئے ہیں۔ ہاں تو اس تنظیم قومی فوج کے ایک دستہ کا نام "فاریسٹ برادری" ہے اور اس کی کمان کامریڈ فاریسٹر کرتا ہے اور یہ کامریڈ فاریسٹر دراصل لیوکا یعنی لبریس آورکیوچ ہے جو آوری استیپانووچ میکولتسین کا بیٹا ہے۔"

"نہیں تو؟ کیا واقعی؟"

"ہاں بھئی ہاں! اچھا تو سنو میکولتسین نے اپنی بیوی کی وفات کے بعد پھر شادی کر لی۔ اس کی دوسری بیوی ایلینا پروکلوونا ابھی اسکول میں پڑھ رہی تھی کہ اس کی شادی ہو گئی۔ وہ طبعاً سادہ لوح تو ہے مگر کچھ تصنع سے بھی کام لیتی ہے۔ حالانکہ وہ کافی کم عمر ہے مگر خود کو اس سے بھی زیادہ کم عمر ظاہر کرتی ہے۔ بچوں کی طرح منہ بنا کر باتیں کرتی ہے چہچہاتی ہے چھوٹی بچیوں کا سا رویہ۔ بے فکری ایسی جیسے وہ باغ کی تتلی ہو۔ جونہی آپ کو دیکھے گی فوراً آپ کا امتحان لینا شروع کر دیگی۔ سووروف کب پیدا ہوا؟ مثلثوں کی مساوات کی شرائط گنواؤ۔ اور اگر کہیں آپ جواب نہ دے سکے تو پھر خوش ہو کر خوب چہکے گی۔ ابھی چند گھنٹوں بعد تم خود اسے دیکھ لوگے۔

اور یہ بڑے میاں بھی بہت سی خصوصیات کے حامل ہیں۔ وہ دراصل ملاح بننا چاہتا تھا۔ اسی لیے اس نے جہازوں کی انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کی تھی۔ داڑھی مونچھ صاف۔ منہ سے کبھی پائپ نہیں نکالتا۔ آہستہ دوستانہ لہجے میں اپنے دانتوں کی درزوں میں سے آواز نکالتا ہے۔ عام پائپ نوشوں کی طرح اس کا نچلا جبڑا بھی باہر نکلا ہوا ہے۔ اور آنکھیں بھوری اور بے جان۔ ہاں ایک خاص بات تو بتانا بھول ہی گیا۔ خیر سے سوشل انقلابی ہے اور سابق دستور ساز اسمبلی کا علاقائی ممبر منتخب ہوا تھا۔"

"ارے واقعی؟ یہ تو بہت اہم ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ باپ بیٹا ایک دوسرے کے سیاسی دشمن ہیں۔"

"کہنے کو تو ہیں۔ لیکن عملی طور پر نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ فاریسیٹ کے دستے نے قاری کینو پر کبھی حملہ نہیں کیا۔ ہاں تو کہانی پوری کرنا تو بھول ہی گیا۔ تمنت سیوا خاندان کی باقی ماندہ تمر بہنیں یعنی پہلی شادی کی رو سے میکوبیتن کی سالیاں اب تک یہ یاتن میں رہتی ہیں۔ سب کی سب مسلمہ غیر شادی شدہ لیکن زمانہ بدل گیا ہے اور یہ لڑکیاں بھی۔ سب سے بڑی اور دو بنیا پبلک لائبریری کی لائبریرین ہے۔ رنگ گہرا، خوبصورت۔ بے حد شرمیلی۔ ذرا سے اشتعال پر شرما کر رنگ گلنار کی طرح ہو جاتا ہے۔ لائبریری میں اس کو سخت مشکلات کا سامنا ہے۔ یہاں مقبرہ کی سی خاموشی رہتی ہے اور لڑکی نزلہ زکام کی دائمی مریض۔ بعض اوقات تو چھینکوں کا وہ دورہ پڑتا ہے کہ الامان۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لڑکی مارے شرم کے زمین میں گڑی جا رہی ہے۔ سخت بدحواس۔ دوسری گلافیرا سیویرنیوونا خاندان کے لیے باعث برکت ثابت ہوئی۔ بڑی چلتی پرزہ۔ بہترین کاریگر۔ عمدہ کارکن۔ اسے پرواہ نہیں۔ کوئی بھی کام سپرد کیا جاتا ہے لیوکا یعنی کا مرید فاریسٹر اس کے پیچھے دیوانہ ہے آج وہ درزن ہے اور کہیں موزوں کے کارخانے میں کام کر رہی ہے اور اس سے قبل کہ آپ کو یہ بھی معلوم ہو کہ آپ کہاں ہیں وہ ہیئر ڈریسر بن چکی ہوگی۔ تم نے سرج پر اس عورت کو دیکھا تھا جو ہمیں ٹکٹ دکھا رہی تھی۔ خدا کی قسم میں یہ سوچنے لگا تھا کہ کہیں گلافیرا تو ریلوے میں کام کرنے نہیں آ گئی۔ لیکن میرا خیال ہے یہ گلافیرا نہیں تھی وہ عورت تو بہت معمر تھی۔ اور اب رہی سب سے چھوٹی شموشکا! یہ گھر والوں کے لیے مصیبت بنی ہوئی ہے۔ تعلیم یافتہ لڑکی۔ بہت اچھا مطالعہ۔ شاعری اور فلسفہ سے گہرا شغف تھا لیکن انقلاب کے بعد عام فلاح و بہبود۔ تقریروں اور مظاہروں کے باعث اس کا دماغ چل

گیا ہے۔ اسے مذہب کا جنون ہو گیا ہے۔ دوسری بہنیں جب کام پر جاتی ہیں تو اسے تالہ لگا کر گھر میں بند کر جاتی ہیں لیکن وہ کھڑکی کے راستے گھر سے نکلی اور یہ جا وہ جا۔ لوگوں کو جمع کیا اور لگی حضرتِ عیسیٰ کے ظہورِ ثانی اور دنیا کے خاتمہ کی تبلیغ کرنے۔

اچھا میرا خیال ہے اب مجھے باتیں بند کر دینی چاہئیں۔ یہ آ گیا میرا اسٹیشن۔ اس کے بعد تمہارا اسٹیشن ہے۔ تیار ہو جاؤ۔" سمدنویا توف کے جانے کے بعد انتونینا ایگزینڈر رونا نے کہا "پتہ نہیں تمہاری کیا رائے ہے بہرحال میں تو سمجھتی ہوں کہ خدا کی طرف سے یہ آدمی ہماری رہنمائی کے لئے مامور تھا۔ میرا خیال ہے ہماری زندگی میں یہ کوئی بہتر کردار ہی ادا کرے گا۔"

"بہت ممکن ہے۔ تونیچکا۔ لیکن مجھے اس بات کی فکر ہے کہ یہاں ہر کوئی تمہیں پہچان رہا ہے کہ تم کروگر کی نواسی ہو۔ اور یہاں کروگر سب کو اچھی طرح یاد ہے۔ حتیٰ کہ اسٹریلینیکوف کو بھی۔ میں نے واریکینو کا نام لیا ہی تھا کہ ایکدم کہنے لگا کروگر کے وارث تو نہیں ہو؟ مجھے اصل میں اس بات سے ڈر لگتا ہے کہ ہم ماسکو سے اتنی دور صرف اس لئے آئے ہیں تاکہ دوسروں کی نگاہوں سے بچ کر یہاں امن اور چین سے دن گزار سکیں۔ لیکن یہاں تو ہم ماسکو سے بھی زیادہ نمایاں نظر آئیں گے خیر اب کیا ہو سکتا ہے۔ اب کھیت چگ جانے کے بعد پچھتانے سے کیا فائدہ؟ لیکن بہتر یہی ہوگا کہ ہم گمنامی میں رہیں اور خاموشی کے ساتھ۔ بحیثیت مجموعی میں کوئی زیادہ خوش نہیں ہوں۔ غالباً ہم پہنچ ہی گئے۔ چلو دوسروں کو جگا کر اترنے کی تیاری کریں۔

(۷)

انتونینا ایگزینڈر رونا تورفیانایہ ریلوے اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر کھڑی اپنے خاندان اور سامان کے نگ بار بار گن رہی تھی کہ کہیں کوئی گاڑی میں تو نہیں رہ گیا۔ پلیٹ فارم کی جمی ہوئی ریت مضبوطی کے ساتھ اس کے پاؤں کی گرفت میں تھی لیکن اس پر ابھی تک یہ اندیشہ مسلط تھا کہ کہیں وہ اسٹیشن پر اترنے سے نہ رہ جائیں۔ گاڑی سامنے خاموش کھڑی تھی مگر اس کے کانوں میں چلتی گاڑی کے پہیوں کی کھٹا کھٹ کی آوازیں برابر گونج رہی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ وہ نہ صحیح طور پر دیکھ سکتی تھی۔ نہ سن سکتی تھی اور نہ سوچ سکتی تھی۔ گاڑی کے ڈبے میں جو مسافر آگے جانے والے تھے وہ ہاتھ ہلا ہلا کر اسے خدا حافظ کہہ رہے تھے لیکن اس نے ان کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ نہ ہی اس نے یہ دیکھا کہ گاڑی اب چل پڑی۔ اس کا

احساس اسے اس وقت ہوا جب اس نے لائن کے پار سامنے ہرے بھرے کھیتوں اور نیلے آسمان کو دیکھتے ہوئے محسوس کیا کہ لائن خالی ہے۔ یہ اسٹیشن پتھر کا بنا ہوا تھا اور دروازہ کے دونوں طرف بنچیں تھیں۔ تورفیانایہ پر ژواگو کے خاندان کے علاوہ اور کوئی مسافر نہیں اترا۔ انھوں نے اپنا سامان ایک طرف رکھا اور خود بنچوں پر بیٹھ گئے۔

اسٹیشن کی خاموشی۔ خالی پن اور صفائی دیکھ کر انھیں بہت حیرت ہوئی۔ اسٹیشن کو کوسنے دینے والے سینکڑوں افراد کے ہجوم میں گھرا ہوا نہ دیکھ کر انھیں عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دور دراز کی اس دیہی زندگی سے ابھی تاریخ بہت پیچھے ہے۔ ابھی یہاں بڑے شہروں والی بربریت نہیں پہنچی تھی۔

یہ اسٹیشن صنوبر کے ایک جنگل کے درمیان واقع تھا۔ گاڑی اسٹیشن میں آئی تو ڈبوں میں اندھیرا چھا گیا۔ اب ساکت درختوں کا سایہ ان کے ہاتھوں، چہروں، زمین پر، اسٹیشن کی دیواروں اور چھتوں پر۔ اور پلیٹ فارم کی صاف۔ نم اور زرد ریت پر پڑ رہا تھا۔ درختوں کے اس جھنڈ میں خنکی محسوس ہو رہی تھی اور ہوا اور پرندوں کا گانا بھی خنک محسوس ہوتا تھا۔ بالکل واضح اور معصومیت کی طرح خالص یہ گانا جنگل کی خاموش فضا کو چیرتا ہوا ایک سرے سے دوسرے سرے تک سنائی دے رہا تھا۔ اس کنج سے دو راستے گزرتے تھے۔ ایک ریل کا۔ اور دوسرا ایک دیہاتی ٹریک کا۔ دونوں پر دو رویہ درختوں کی ٹہنیوں کا سایہ رہتا جو لمبی آستینوں کی طرح جھولتی رہتیں۔ اچانک انتونینا الیگزینڈروونا کی آنکھیں کھل گئیں اور کان بھی۔ اسے فوراً ہر چیز کا پورا احساس ہونے لگا۔ چہچہاتے ہوئے پرندوں کی پکار، جنگل کا سکون اور مسلسل بہتی ہوئی خاموشی کے سکوت کا احساس۔ اس نے دل ہی دل میں ایک تقریر تیار کر رکھی تھی "مجھے یقین نہیں آتا تھا کہ ہم واقعی یہاں تک بخیریت پہنچ جائیں گے۔ یہ جو تمہارا اسٹریلنکوف ہے نا جانتے ہو وہاں بڑی فراخدلی کا ثبوت دینے کے بعد یہاں اسٹیشن پہ اترتے ہی ہماری گرفتاری کا تا دے سکتا تھا۔ میرے پیارے! میں ان کے اصلی جذبات کا اعتبار نہیں کر سکتی۔ یہ بالکل مصنوعی معلوم ہوتے ہیں۔" لیکن اس کے سامنے جو مسحور کن منظر تھا۔ اسے دیکھتے ہی بالکل مختلف قسم کے الفاظ اس کی زبان سے نکلے۔ وہ تقریباً چیخ کر بولی: "اوہ۔ کتنا خوبصورت!" اس کے سوا وہ اور کچھ نہ کہہ سکی۔ اس کے آنسو نکل آئے اور آواز اس کے گلے میں اٹک کر رہ گئی۔ وہ رونے لگی۔

اس کے رونے کی آواز سن کر ایک بوڑھا سا آدمی اسٹیشن ماسٹر کی زردی پہنے ان کے پاس آیا۔ اپنی ٹوپی کے بالائی سرخ حصے کو ہلاتے ہوئے اس نے انتہائی خوش اخلاقی کے ساتھ پوچھا: "کیا نوجوان خاتون کوئی مسکن دوا کھائیں گی؟ ہماری ادویات کی پیٹی میں کوئی نہ کوئی سکون بخش دوا ضرور نکل آئے گی۔" تونیا کے والد نے کہا: "بہت بہت شکریہ۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ ایک منٹ میں یہ ٹھیک ہو جائے گی۔"

"ہاں سفر کی صعوبتوں اور تشویش سے ایسا ہو ہی جاتا ہے۔ سب جانتے ہیں۔ اور پھر یہ افریقہ جیسی گرمی۔ جو اس علاقے کے لئے بالکل نئی چیز ہے۔ مزید یہاں یوریاتن کے واقعات کا تو کہنا ہی کیا ہے۔"

"ہاں ہم نے ٹرین میں وہاں سے گذرتے ہوئے آگ لگی دیکھی تھی۔"

"اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو میرا خیال ہے آپ وسطی روس کے رہنے والے ہیں۔"

"ہم قلب روس کے رہنے والے ہیں۔"

"ماسکو۔ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ جبھی تو اس خاتون کے اعصاب اس بری طرح متاثر ہیں۔ کہتے ہیں وہاں تو ایک پتھر تک بھی صحیح سالم نہیں بچا۔"

"نہیں — وہاں حالت اتنی تو خراب نہیں تھی۔ لوگ مبالغہ سے کام لیتے ہیں۔ تاہم وہاں بھی ہم نے بہت برے دن دیکھے۔ یہ میری بیٹی ہے۔ وہ میرا داماد۔ اور یہ ان کا ننھا بیٹا۔ اور یہ ہے اس کی نرس نیوشا۔"

"کہئے کیسے مزاج ہیں۔ بہت خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔ میں تو آپ کا انتظار ہی کر رہا تھا۔ انفیم ایفیموچ سمدیویاتوف نے مجھے ٹیلیفون کیا تھا کہ ماسکو سے ڈاکٹر ژواگو اپنے خاندان سمیت یہاں پہنچ رہے ہیں۔ اس نے کہا تھا کہ میں آپ کی ہر طرح سے مدد کروں۔ تو آپ ہی ڈاکٹر ژواگو ہیں۔ صحیح ہے نا؟"

"نہیں نہیں۔ ڈاکٹر ژواگو میرا داماد ہے۔ وہ رہا۔ میں دیہی اقتصادیات کا پروفیسر ہوں۔ میرا نام گرومیکو ہے۔"

"معاف کیجئے۔ مجھ سے غلطی ہوئی۔ آپ لوگوں سے متعارف ہو کر بے حد مسرور ہوں۔"

"تو تم بھی سمدیو یا نو وونا کو جانتے ہو؟"

"اسے کون نہیں جانتا۔ عجیب و غریب کارکن ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر وہ نہ ہوتا تو ہم کیا کرتے وہ نہ ہوتا تو ہم ایک عرصہ پہلے مر کھپ چکے ہوتے۔ اس نے کہا تھا کہ میں آپ کی ہر ممکن مدد کروں۔ تو کیا آپ کو گھوڑے یا کسی اور چیز کی ضرورت ہے؟ آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

"واری کینو! یہاں سے کافی دور ہے۔"

"واری کینو — یہ بات ہے۔ جبھی تو میں سوچ رہا تھا کہ تمھاری بیٹی کی شکل و شباہت کو دیکھ کر مجھے کس کی یاد آئی تھی — ہوں — تو واری کینو جانا ہے۔ سب سمجھ گیا۔ بوڑھے گرد گرا اور میں نے مل کر یہ سڑک بنائی تھی۔ میں ابھی گھوڑے کا انتظام کرتا ہوں۔ میں اپنے آدمی کو بلا کر پوچھتا ہوں اگر کوئی چھکڑا مل جائے تو بہتر ہے۔ دوناٹ! دوناٹ! فی الحال یہ سامان اٹھا کر ویٹنگ روم میں رکھ دو۔ اور گھوڑے کا کیا ہوا۔ چائے خانہ میں جا کر پوچھو تو۔ آج صبح وہ باکوس یہاں پھر رہا تھا دیکھنا وہ وہاں ہے یا نہیں۔ کہنا واری کینو جانے کے لئے چار مسافر آئے ہیں۔ نووارد ہیں — کہنا ان کے پاس سامان بھی برائے نام ہی ہے۔ جلدی کرو۔ ہاں تو خاتون — کیا میں تمھیں کوئی پدرانہ نصیحت کر سکتا ہوں؟ میں نے دانستہ تم سے نہیں پوچھا کہ ایوان ارنستووچ سے تمھارا رشتہ کتنا قریب ہے اس سلسلہ میں کوئی بات کرو تو بہت محتاط ہو کر۔ آج کل کے ایسے زمانہ میں تم ہر کسی کے ساتھ کھل کر باتیں نہیں کر سکتی۔" باکوس کا نام سنتے ہی مسافروں نے حیرت کے ساتھ ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ انھیں اس ناقابل یقین نوہارے کے متعلق انیا اپولونونا کی کہانیاں یاد آگئیں۔ جس نے اپنے لئے لوہے کی ایسی انتڑیاں بنا رکھی تھیں جنھیں کبھی تباہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ انھوں نے انیا اپولونونا سے اس کے متعلق اور بھی کئی مقامی روایات سن رکھی تھیں۔

(۸)

چھکڑے میں ایک سفید رنگ کی گھوڑی جوتی گئی جس کے ابھی حال ہی میں بچہ ہوا تھا۔ کوچوان ایک بوڑھا آدمی تھا جس کے کان کٹے ہوئے اور بال پریشان تھے۔ وجہ کچھ بھی ہو اس کی ہر چیز سفید تھی، چیتڑے کے چھلکے کے بنے ہوئے نئے جوتوں کا رنگ ابھی گہرا نہیں ہوا تھا اور اس کی ململ کی قمیض اور پتلون کا رنگ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بالکل اڑ چکا تھا۔ گھوڑی کا بچہ چھوٹے قد کا [illegible]۔ اس کی ایال

گھنگھریالی اور رات کی طرح سیاہ تھیں۔ وہ ایک رنگین کھلونے کی طرح اپنی نرم ٹانگوں سے دولتیاں چلاتا ہوا اپنی ماں کے پیچھے پیچھے بھاگ رہا تھا۔ راستے کے کیچڑ میں گاڑیوں کے پہیوں سے جو نالی سی بنی ہوئی تھی۔ اس پر ادھر ادھر پہیوں کے چلنے سے سخت جھٹکے لگتے۔ اور ان سے بچنے کے لئے مسافر گاڑی کے کناروں کو تھامے بیٹھے تھے ویسے یہ لوگ مطمئن تھے۔ ان کے خواب کی تعبیر سامنے تھی۔ اب ان کا طویل سفر ختم ہونے والا تھا۔ دن کے یہ آخری لمحات بہت اطمینان سے آہستہ آہستہ گذر رہے تھے۔ جیسے اس لمحہ کی شان و شوکت کو دانستہ طوالت دی جا رہی ہو۔ کبھی یہ لوگ گھنے جنگل سے اور کبھی کھلے کھیتوں سے گذرتے۔ جنگل میں جب گھوڑا درختوں کی جڑوں پر سے گذرتا تو انھیں شدید جھٹکا لگتا ان کے ماتھے پر بل پڑ جاتے۔ وہ دوہرے ہو جاتے۔ اور پھر ایک دوسرے سے اور قریب ہو کر بیٹھ جاتے۔ کھلے میں پہنچتے ہی وہ سیدھے بیٹھ جاتے اور اطمینان کا سانس لیتے۔ یہ علاقہ پہاڑیوں سے پٹا پڑا تھا۔ دور سے یہ پہاڑیاں سیاہ دکھائی دیتیں۔ متکبر سائیوں کی طرح۔ خاموشی کے ساتھ مسافروں کا جائزہ لیتے ہوئے ایک اطمینان بخش گلابی روشنی کھیتوں میں ان کے پیچھے دکھائی دیتی جو انھیں امید پیغام دے رہی تھی شام کے اس خوبصورت منظر پر یہ سب لوگ حیرت زدہ ہو گئے۔ ان کے عجیب و غریب بوڑھے کوچوان کی مسلسل باتوں نے تو انھیں اور بھی حیرت میں ڈال دیا جس کی تقریر میں الفاظ کی ساخت، بندش قدیم روسی وضع داری۔ تاتاری محاورے اور مقامی بولیاں اس کی اپنی غیر واضح اختراعات کے ساتھ عجیب تاثر پیدا کر رہی تھیں۔

جب بھی گھوڑی کا بچہ پیچھے رہ جاتا تو گھوڑی رک جاتی۔ اور اس کا انتظار کرتی۔ بچہ ہرن کی طرح کودتا ہوا خوبصورت انداز میں اس سے آملتا اور اپنی بھدی لمبی ٹانگوں کے ساتھ ان کے بہت قریب آجاتا۔ اپنی لمبی گردن تان کر چھوٹا سا سر گاڑی کے بم کے نیچے سہلانے کے [illegible] نہیں سمجھ سکتی: انتونینا اینگزینڈروونا نے اس ڈر سے کہ کہیں گاڑی رک کر کسی اچانک جھٹکے اس کی زبان دانتوں میں آ کر نہ کٹ جائے آہستہ سے چیخ کر اپنے شوہر سے کہا کہ [illegible] ہو سکتا ہے جس کے بارے میں امی ہمیں قصے کہانیاں سنایا کرتی تھیں [illegible] لوہار کا قصہ جس کا ایک لڑائی میں پیٹ پھٹ گیا تھا اور اس نے [illegible] تھیں۔ وہی لوہے کا پیٹ والا باگوس۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ شخص [illegible]

اسی آدمی سے تھا؟

کیا یہ وہی باکوس ہے؟

"نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اوّل تو جیسا کہ تم خود کہہ رہی تھیں محض ایک روایت ہے اس کے سوا کچھ نہیں اور پھر امّی نے جب ہمیں یہ کہانی سنائی تھی تو اس وقت کہا تھا کہ یہ کہانی کوئی سو سال سے بھی زیادہ پرانی ہے۔ ہاں مگر دیکھو۔ اتنا زور سے نہ بولو۔ ہم اس بوڑھے آدمی کے جذبات کو مجروح کرنا نہیں چاہتے:

"اے فیودور نفیودرچ" بوڑھے نے گھوڑی کو مردانہ نام سے پکارا حالانکہ اسے اور تمام مسافروں کو معلوم تھا کہ یہ گھوڑا نہیں بلکہ گھوڑی ہے۔ "لعنت ہو اس گرمی پر۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آلِ ابراہیم آتشِ نمرود میں جل رہی ہے نہ سمجھے شیطان۔ میں تم سے کہہ رہا ہوں۔" اس کے بعد وہ اچانک پرانے گیت گنگنانے لگا جو کروگر کے سابق کارخانوں کے مزدور گایا کرتے تھے۔

"الوداع اے کارخانے الوداع —

الوداع اے مشینوں اور کانوں الوداع۔

مالک کی روٹی اب میرے لیے باسی ہو چکی ہے

اور میں صرف پانی پیتے پیتے تنگ آچکا ہوں۔

دریا کے کنارے کے قریب ایک ہنس تیر رہا ہے۔

اس کے تیرنے سے پانی میں لہریں پڑ رہی ہیں۔

شراب میرے قدموں کو نہیں ڈگمگاتی۔

بلکہ میرے قدم لڑکھڑاتے یوں ہیں کہ وا نیا فوج میں جا رہا ہے۔

لیکن میں، ماشا کبھی غلطی نہیں کر سکتا۔

میں بیوقوف نہیں ہوں۔

میں سلیابک کے شہر جاؤں گا۔

اور وہاں سینتیو ریچیمو کے کارخانے میں کام کروں گا۔"

"اے گھوڑے — تم پر خدا کی مار — ذرا اس مردار کو تو دیکھو۔ میں اسے چابک لگا رہا ہوں اور یہ منہ موڑ کے مجھے دانت دکھا رہا ہے۔ ارے فیدیا نفیدیا۔ کیا بھاگنے کا ارادہ ہے؟ یہ جنگل بہت قریب ہے اس کا

تمھیں کہیں سراغ نہیں ملے گا اس میں بسنے والے کسانوں کا شمار بھی بہت مشکل ہے۔" فاریسٹ برادرھڈ" بھی اسی میں ہے۔ او نہیں! ——— نیدیا نفیدیا۔ تم پھر رک گئے شیطان۔" کوچوان نے یہ خرافات بکتے بکتے اچانک مڑ کر امتونیسنا الیگزنیدرووناکو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا۔

"نوجوان خاتون۔ کیا واقعی تمھارا خیال یہی ہے کہ میں تمھیں نہیں جانتا۔ بڑی بھولی ہو ننھی سی ماں میں سمجھتا ہوں۔ ارے تمھیں نہ پہچان سکوں تو مجھے موت آجائے۔ میں نے تمھیں فوراً پہچان لیا تھا۔ لیکن مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آتا تھا۔ ارے تم تو گریگوف (کروگر کے لئے کوچوان کا دیا ہوا نام) کا جیتا جاگتا مجسمہ ہو۔ کیا تم اس کی نواسی نہیں ہو۔ ہو یا نہیں؟ ارے اگر گریگوف کے خاندان کے لوگوں کو میں نہیں پہچانوں گا تو کون پہچانے گا؟ میں نے ساری عمر اس کے ساتھ کام کیا ہے۔ اس کے لئے ہر کام کیا۔ کانوں میں جنگل کا داروغہ رہا۔ زمین پر دُھرے کی چکر گھنی چلائی۔ اور اصطبل میں بھی کام کیا۔ او گھوڑی چلو چلو۔ پھر رک گئی جیسے ٹانگیں ٹوٹ گئی ہوں اس کی۔ اری گھوڑی سن رہی ہو۔ میں تم سے کہہ رہا ہوں۔"

"ہاں۔ تو بھی تم پوچھ رہی تھیں کہ آیا میں وہی لوہار باکوس ہوں۔ ننھی منی ماں۔ تم بہت ہی بھولی ہو اتنی بڑی بڑی آنکھوں والی معزز خاتون۔ مگر نری احمق۔ تمھارا جو باکوس تھا نا اس کا نام تھا پوستانوگوف پوستانوگوف۔ لوہے کے پیٹ والا۔ اسے انتقال کئے کوئی پچاس سال سے بھی زیادہ عرصہ گزر چکا ہے لیکن میرا نام میکونگن ہے۔ ہمارے عیسائی نام وہی ہیں البتہ خاندانی نام مختلف ہیں۔" آہستہ آہستہ اس بڈھے سے بھی ان لوگوں کو میکولتین اور اس کی بیوی اور بیٹے کے متعلق وہی باتیں معلوم ہوئیں جو سمدیویاتوف بتا چکا تھا۔ وہ ان میاں بیوی کو میکولچ اور میکولچنا کہتا تھا۔ اس نے کہا کہ آخر الذکر منیجر کی دوسری بیوی ہے۔ پہلی بیوی تو بالکل فرشتہ تھی فرشتہ۔ جب اس نے ہنگامی فوج کے افسر لبریس کا ذکر کیا اور انھیں معلوم ہوا کہ اس کی شہرت ابھی ماسکو تک نہیں پہنچی اور نہ وہاں کوئی "فاریسٹ برادرھڈ" سے واقف نہیں ہے تو اسے اس کا یقین نہیں آتا تھا۔

"کیا کہا؟ انھوں نے کبھی کامریڈ فاریسٹر کے بارے میں نہیں سنا۔ تو پھر ماسکو والوں کے کان ہیں کس لئے؟" اب شام ہو چکی تھی۔ ان کے سائے طویل سے طویل تر ہو کر ان سے آگے بھاگتے نظر آتے تھے۔ اس وقت ان کا چھکڑا ایک سپاٹ میدان سے گزر رہا تھا جہاں درختوں کا نام و نشان تک نہ تھا۔ کہیں کہیں کچھ جھاڑیاں دکھائی دے جاتی تھیں یا بید کے چھوٹے درخت یا گوکھرو کے پودے

جو پھولوں کے گچھوں سے لدے ہوئے تھے۔ پہاڑی چوٹیوں پر ذرا ذرا فاصلے پر عجیب و غریب ہیئت کے نشیب و فراز کو دیکھ کر یہ گمان ہوتا تھا کہ یہ میدان کی حفاظت کرنے والے چوکیدار پہرہ دے رہے ہیں۔ ان کے سامنے بہت دور میدان اونچی پہاڑیوں کے ایک سلسلے سے ملا ہوا تھا۔ سڑک کے پار یہ پہاڑیاں بالکل دیوار کی طرح دکھائی دے رہی تھیں جس کے پار شاید کوئی گھاٹی تھی یا ندی نالہ۔ ایسا معلوم ہوتا جیسے سامنے آسمان شہر پناہ کے گھیرے میں ہے اور یہ سڑک اس کے صدر دروازہ تک جاتی ہے۔ اب زمین کی سطح بلند ہو رہی تھی اور سامنے چوٹی پر قریب ہی ایک منزلہ سفید مکان دکھائی دیا۔ "وہ دیکھو چوٹی پر۔ یہ ہے وہ مکان جہاں تم لوگ جا رہے ہو۔" باکوس نے کہا۔ "میکوتخین اور اس کی بیوی وہیں رہتے ہیں اور اس کے نیچے ایک تنگ گھاٹی ہے جسے شتما کہتے ہیں۔" اچانک سامنے پہاڑی سے دو گولیاں چلنے کی آواز پھر پہاڑیوں میں اس کی گونج سنائی دی۔

"یہ کیا ہے۔ کہیں ہنگامی فوج والے ہم پر گولیاں تو نہیں چلا رہے۔ اچھے دادا؟"

"نہیں بیٹی نہیں۔ یہ تو استیفانک ہے جو شتما میں بھیڑیوں کو ڈرانے کے لیے گولیاں چلا رہا ہے۔"

(۹)

میکوتخین سے ان کی پہلی ملاقات منیجر کے مکان کے احاطہ میں ہوئی۔ یہ بڑا تکلیف دہ منظر تھا جو کہ خاموشی سے شروع ہو کر شور و غل اور ہنگامہ میں تبدیل ہو گیا۔ ایلینا پروکلوونا ذرا جنگل میں چہل قدمی کر کے احاطے کے اندر گھر واپس آ رہی تھی۔ جنگل میں ایک درخت سے دوسرے درخت تک غروب آفتاب کے وقت اس کے پاؤں جیسی سنہری کرنیں اس کے ساتھ چلی آ رہی تھیں۔ چہل قدمی کر کے اسے پسینہ آ گیا تھا اور وہ رومال سے منہ پونچھنے لگی۔ اس نے گرمیوں کا ہلکا لباس پہن رکھا تھا اور اس کی تنکوں کی ٹوپی پیچھے کی طرف اس کے برہنہ گلے سے الاسٹک کے ذریعے ٹکی ہوئی تھی۔ ادھر دوسری طرف اس کا شوہر جو ابھی گھاٹی چڑھ کر آیا تھا۔ اس سے ملنے کے لئے ادھر آ رہا تھا۔ بندوق اس کے ہاتھ میں تھی جس میں کوئی نقص محسوس کر کے وہ اس کی صفائی کرنا چاہتا تھا اور اس پُرسکون پس منظر میں اچانک اپنا کھڑکھڑاتا ہوا چھکڑا اور اس پر سوار نووارد مسافروں کو لے کر باکوس وہاں پہنچا جس کو میکوتخین اور اس کی بیوی دونوں حیران رہ گئے۔ مسافر چھکڑے سے نیچے اترے اور ایلگزینڈر

الیگزینڈر روڈرچ نے کھنکارتے ہنستے کبھی ہیٹ اتارتے اور پھر دوبارہ سر پر رکھتے ہوئے صورت حال کی وضاحت شروع کی۔

نوواردوں کو دیکھ کر ان کے میزبانوں کے تو ہوش جاتے رہے۔ اور وہ واقعی کئی منٹ تک خاموش کھڑے اجنبیوں کا منہ تکتے رہے۔ یہی حال ان کے پُر خلوص بلکہ خوفزدہ اور غریب مہمانوں کا بھی تھا۔ جو مارے شرم کے ڈوبے جا رہے تھے۔ جو لوگ اس عجیب و غریب منظر سے براہِ راست متعلق تھے ان کے علاوہ ساشنکا۔ نیوشا اور باکوس کا بھی کچھ یہی حال تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گھوڑی کو بھی ان کی اس تکلیف دہ پریشانی کا علم ہو گیا۔ اس کے بچے کو بھی۔ غروب ہوتے ہوئے سورج کی کرنوں کو۔ اور ان مچھروں کو بھی جو اپنا پیٹ کلیوڈیا کے گرد چکر کاٹ کاٹ کر اس کے چہرے اور گردن پر بیٹھے سستا رہے تھے۔ آخرکار میکولیتسن نے اس سکوت کو توڑا۔ "میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ میں نہیں سمجھ سکتا۔ میں کبھی نہیں سمجھوں گا۔ تم اس علاقہ کو کیا سمجھتے ہو؟ یہ جنوبی علاقہ جہاں سفید روسی آباد ہیں۔ کیا یہاں روٹی بہت ملتی ہے؟ تم لوگوں نے ہمارے یاں ہی آنا کیوں پسند کیا؟ ساری دنیا کو چھوڑ کر آخر تم لوگ یہاں کیوں آن کر مرے ہو؟"

"ہاں! کیا تم نے یہ بھی سوچا کہ اب بیچارے ایورگی آستیپانووچ پر کتنی ذمہ داری عائد ہو جائے گی؟"

"بیچ میں مت بولو۔ لینوچکا۔ ہاں وہ ٹھیک تو کہتی ہے۔ تم نے سوچا ہے کہ تم لوگ ہمارے لئے کتنا زبردست بار ثابت ہو گے؟"

"خدا کے لئے۔ ذرا ہماری بھی تو سنو۔ تمھیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہم تمھاری زندگی میں مداخلت کرنے نہیں آئے۔ ہم تمھاری پُرسکون زندگی کو تباہ کرنے تو نہیں آئے۔ ہمیں تو بہت ہی چھوٹی سی چیز چاہیئے۔ بس کسی خالی یا شکستہ عمارت کا ایک ذرا سا کونا۔ اور تھوڑی سی افتادہ اراضی جسے بنجر سمجھ کر چھوڑ دیا گیا ہو جس کی اب کسی کو ضرورت نہ ہو۔ تاکہ ہم اس میں سبزیاں اُگا سکیں۔ اور ہم چپ چاپ ذرا جنگل سے لکڑیوں کا ایک گٹھا بھر کر لے آئیں گے۔ کیا اتنی سی درخواست کوئی بہت بڑا مطالبہ ہے۔ کیا اس سے تمھیں پریشانی ہوگی؟"

"سچ کہتے ہو۔ لیکن یہ دنیا بہت وسیع ہے۔ اس کا ہم سے تعلق؟ کسی دوسرے کی

بجائے آخر یہ اعزاز مہمان نوازی ہمیں ہی کیوں بخشا جا رہا ہے؟

"کیونکہ ہم نے تمہاری تعریف سنی تھی۔ اور ہمیں امید تھی کہ تم نے بھی ہمارے بارے میں سنا ہوگا ہم سمجھتے تھے کہ ہم بالکل ہی اجنبیوں کی طرح یہاں نہیں آئے۔"

"ہوں! تو یہ اشارہ کروگر کی طرف ہے۔ کیونکہ تم اس کے رشتہ دار ہو۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ اس نازک زمانہ میں تم کروگر کے رشتہ دار ہونے کا اعتراف تک کیسے کر سکتے ہو؟"

"میرا خیال ہے تم سمجھے نہیں۔ یہی تو بات ہے۔ تم لوگ چونکہ کروگر کے رشتہ دار ہو اس لئے تمہیں تو بطور خاص یہ چاہیئے کہ ہمیں یہ مہمان نوازی کا اعزاز بخشنے کی کوشش نہ کرتے۔"

"لینو چکا بیچ میں مت بولو۔ لیکن ہاں۔ میری بیوی ٹھیک تو کہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تم چونکہ کروگر کے رشتہ دار ہو اس لئے تمہارا یہاں آنا تو اور بھی غلط ہے۔"

سمدیویاتوف نے میکولتسن کی جو تصویر کھینچی تھی ابھی تک اسے اصل سے ملانے کی آندریے وذرج کو فرصت ہی نہیں ملی تھی۔ تیز گفتاری کے درمیان ڈاکٹر کو اس کا خیال ہی نہیں رہا۔ لیکن جب ذرا بات ٹھنڈی پڑ گئی تو تونا کو حیران تھا کہ واقعی سمدیویاتوف نے اس بوڑھے کی کتنی اچھی تصویر الفاظ میں پیش کی تھی تاہم اس تصویر کشی میں جو تھوڑی بہت خامی رہ گئی تھی اسے بعد میں یوری آندریے وذرج نے پورا کر دیا۔

یوری استیپانووذرج "ل" کی آواز کو پولینڈ والوں کی طرح "و" کی آواز سے بولتا تھا۔ پائپ اس کے چہرہ کا جزو لازم تھا جس سے وہ ایک لمحہ کے لئے الگ نہیں ہوتا تھا۔ اور اسی کی وجہ سے اس کے انداز گفتگو پر اثر پڑا تھا کیونکہ وہ ساری باتیں اور الفاظ پائپ کو دوبارہ سلگاتے ہوئے یا اسے سلگاتے ہوئے سوچنے کا عادی تھا۔ اس کے نقوش بہت واضح اور باقاعدہ تھے۔ وہ بال پیچھے کی طرف رکھتا۔ لمبے لمبے ڈگ بھرتا اور زمین پر اپنے پاؤں پورے کے پورے اور بہت مضبوطی سے جما کر رکھتا۔ گرمیوں میں وہ ریشمی دھاگہ کی جھالر والی روسی قمیص پہنتا۔ یہ کچھ اس قسم کا آدمی تھا جو اگر پہلے زمانہ میں پیدا ہوتا تو دریائے وولگا پر بحری قزاق بن جاتا لیکن ماضی قریب میں اسی قسم کے لوگوں نے خلیفہ خود وہ طبقہ پیدا کیا ہے جو ہمیشہ حصول علم کے خواب دیکھتے دیکھتے خود ہی اکول ماسٹر بن جاتے۔ میکولتسن نے اپنی جوانی تحریک آزادی اور انقلاب کی نذر کر دی تھی اسے ہمیشہ یہ خوف رہتا کہ جب انقلاب کی کامیابی کے بعد آزادی ملے گی تو شاید وہ اس دن کو دیکھنے کے لئے خود زندہ نہ ہوگا۔ اور زندہ رہا بھی تو کہیں یہ انقلاب زبردست اور خونیں ہونے کی بجائے ایسا ہی معمولی سا انقلاب

بن کر نہ رہ جائے۔ لیکن اب اسنے انقلاب دیکھ لیا۔ اس کے بدترین خوابوں سے بھی زیادہ بھیانک لیکن مزدوروں کے حقوق کے اس پیدائشی علمبردار کو جسنے سرمایا تو گویا تج کر سب سے پہلے فیکٹری کمیٹی قائم کی تھی اور پورا کارخانہ کارکنوں کے حوالے کر دیا تھا۔ کچھ نہ ملا۔ سب نے اسے نظرانداز کر دیا انقلاب کا ایک سرگرم کارکن ہونے کی بجائے وہ اس دور دراز کے گاؤں میں گمنامی کی زندگی گذار رہا ہے جہاں سے سارے کارکن جن میں کچھ منشویک بھی تھے بھاگ گئے۔ اور اب سونے پر سہاگہ۔ یہ کیا نئی حرکت؟ کروگر خاندان کے پیچھے پیچھے افراد اسے اپنی قسمت کا سب سے بڑا مذاق سب سے بڑا طنز دکھائی دے رہے تھے۔ ایک دانستہ شرارت جو اس کے لئے قطعی ناقابلِ برداشت تھی۔

"یہ حرکت ہر منطق اور ہر دلیل کی رو سے غلط ہے معلوم ہے تم مجھے کتنے خطرہ میں ڈال رہے ہو؟ فرض کر دیں پاگل ہو جاؤں۔ اوہ! میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔ میری سمجھ میں کبھی کچھ نہیں آئے گا۔"

"تعجب ہے تم لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ ہم تمہارے بغیر ہی یہاں پہلے سے ایک آتش فشاں پر بیٹھے تھے۔"

"ذرا ایک منٹ لینو چکا۔ ہاں میری بیوی ٹھیک ہی کہتی ہے۔ تمہارے بغیر ہی یہاں ہماری حالت بہت خراب تھی۔ کتے کی زندگی۔ پاگل خانہ میں کنوئیں اندھائی کے درمیان پھنس کر رہ گیا ہوں۔ ایک طرف وہ لوگ جنھوں نے زندگی میرے لئے عذاب بنا رکھی ہے کیونکہ میرا بیٹا سرخ ہے بالشویک ہے۔ اور لوگوں میں مقبول ہے۔ اور دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ میں دستور ساز اسمبلی کا ممبر کیوں منتخب ہوا تھا۔ مجھ سے تو کوئی بھی خوش نہیں ہے۔ مدد کے لئے کس کے پاس جاؤں۔ اور اب تم یہ نئی مصیبت بن کر آئے ہو۔ ارے تمہاری وجہ سے تو مجھے وہ سامنے کھڑا کر کے گولیوں کی باڑھ مار دیں گے۔"

"ارے یہ کیا کہتے ہو عقل سے کام لو۔ آخر تمہیں ہو کیا گیا ہے۔" اور تھوڑی دیر بعد وہ واقعی اپنی باتوں پر پچھتا رہا تھا۔ کہنے لگا: "خیر! لیکن یہاں باہر کھڑے ہو کر جھگڑنے سے کیا فائدہ؟ چلو اندر چلیں۔ اس لئے نہیں کہ میں اندر چلنے میں کچھ بھلائی دیکھ رہا ہوں۔ مجھے تو مستقبل ... دکھائی دے رہا ہے۔ لیکن پھر بھی ہم ظالم نہیں ہیں۔ ہم دہریے نہیں ہیں۔ ہم تمہیں ریچھوں کا نوالہ بنانے کے

لئے باہر جنگل میں نہیں نکال دیں گے۔ میرا خیال ہے لنیوچکا فی الحال کام کے کمرہ کے برابر والے کمرہ میں ان کی رہائش کا انتظام کردیں۔ وہی بہتر رہے گا۔ ان کے مستقل قیام کے بارے میں پھر سوچیں گے۔ سامنے چراگاہ میں جگہ نکالی جاسکتی ہے۔ اندر آجاؤ۔ ماکوتس ذرا مہمانوں کا ہاتھ بٹاؤ۔ ان کا سامان اندر لے آؤ۔"

ماکوتس سے جو کہا گیا تھا۔ اس نے بڑبڑاتے ہوئے ایسا ہی کیا: "اوہ۔ مقدس مریم۔ ان لوگوں کے پاس تو زائرین سے بھی کم سامان ہے۔ ایک ٹرنک تک نہیں۔ سب چھوٹی چھوٹی گٹھریاں:"

(۱۰)

رات خنک تھی۔ نہانے دھونے کے بعد عورتوں نے کمرہ سونے کے لئے تیار کردیا۔ ساشنکا کی طفلانہ حرکتوں اور اشاروں پر سارے گھر والے عش عش کر اٹھتے تھے لیکن آج وہ بھی پریشان تھا کیونکہ اس کی دلچسپ حرکتوں پر کسی نے بھی توجہ نہ دی اسے زیادہ مایوسی تو اس بات سے ہوئی کہ گھوڑی کے سیاہ بچہ کو گھر میں کیوں نہیں لایا گیا اور جب اسے ڈانٹ کر خاموش رہنے کو کہا گیا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اس ڈر کے مارے کہ اسے کسی بچوں کی اس دکان میں واپس نہ بھیجدیا جائے جس کے بارے میں اسے باور کرایا گیا تھا کہ اسے وہیں سے خرید کر لایا گیا تھا۔ اس کی یہ تشویش کچھ بے بنیاد بھی نہیں تھی۔ وہ سب کا ساتھ دے رہا تھا لیکن اس موقع پر اس کی دلچسپ خرافات بے اثر ثابت ہوئیں۔ نئے گھر میں پہنچ کر اس نے محسوس کیا کہ اس کے بڑے بہت تیزی کے ساتھ چل پھر رہے ہیں۔ اور خاموشی سے اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہیں۔ ساشنکا کو اس سے بہت دکھ پہنچا وہ روٹھ گیا۔ اسے بمشکل کھانا کھلا کر زبردستی سلایا گیا۔ اور جب آخرکار وہ سو گیا۔ تو میکولتس کی ملازمہ اوستینیا۔ نیوشا کو اپنے کمرہ میں لے گئی اسے کھانا کھلایا اور پھر اسے اس گھرانے کے راز بتانے بیٹھ گئی۔ ادھر میکولتس اور اسکی بیوی نے انیتونیا اور مردوں کو چائے پینے کے لئے بلا لیا۔

الیگزینڈر الیگزینڈروونچ اور یوری آندرے وچ پہلے باہر تازہ ہوا کھانے برآمدہ میں گئے۔ الیگزینڈر نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا: "اوہ! کتنے بیشمار ستارے ہیں:" باہر سخت اندھیرا تھا۔ دونوں آدمی چند قدم کے فاصلے پر کھڑے ایکدوسرے کو بالکل دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ ان کے

پیچھے ایک کھڑکی سے لیمپ کی روشنی چھن چھن کر نیچے گھاٹی کی طرف پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے عمودی حصہ میں جھاڑیاں۔ درخت اور دوسری شکلیں خنک کہر میں بادل کی طرح ابھر رہی تھیں۔ لیکن یہ دونوں آدمی اس روشنی کے حلقہ سے باہر تھے جو اس تاریکی کو اور بھی گہرا بنا رہی تھی۔ "کل صبح سب سے پہلے تو ہم اس حصہ کو دیکھیں گے جو وہ ہمیں دینا چاہتا ہے اور اگر یہ جگہ ٹھیک ہوئی تو ہم اس کی فوراً ہی مرمت شروع کر دیں گے۔ اس کی مرمت مکمل ہونے تک زمین پر سے برف بھی پگھل چکی ہوگی اور ہم بلا تاخیر کیاریاں بنانا شروع کر دیں گے۔ اس نے ہمیں آلو کے بیج دینے کے لئے بھی تو شاید کہا تھا؟"

"ہاں! کہا تھا۔ اور بھی بیج دینے کا وعدہ کیا تھا۔ میں نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے۔ جو جگہ دینے کو اس نے کہا ہے اسے ہم نے چراگاہ پار کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ تمہیں معلوم ہے کہاں ہے یہ؟ یہ گھر کے عقبی حصہ سے ملی ہوئی ہے۔ گیگرو کی بیلوں کی وجہ سے تم اسے مشکل سے ہی دیکھ سکتے ہو۔ یہ مکان تو پتھر کا ہے۔ مگر جو حصہ وہ ہمیں دینا چاہتا ہے وہ لکڑی کا بنا ہوا ہے تمہیں یاد نہیں۔ میں نے اس حصہ کی طرف تمہیں متوجہ تو کیا تھا۔ میرا خیال ہے یہ جگہ تخم ریزی کے لئے بہت اچھی ہے۔ غالباً یہاں کسی زمانہ میں پھولوں کی کیاریاں ہوں گی۔ دور سے تو بہرحال ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا۔ ممکن ہے میں غلطی پر ہوں۔ پھولوں کی کیاریوں کی کھاد ابھی تک اچھی ہوگی۔"

"کچھ کہہ نہیں سکتے۔ صبح دیکھیں گے۔ میرا خیال ہے زمین جڑوں وغیرہ کی وجہ سے سخت ہو گئی ہوگی اس گھر میں کبھی کہیں سبزیوں کا کھیت تو ہوگا۔ ممکن ہے ہم اسے استعمال کر سکیں۔ صبح پتہ چلائیں گے۔ غالباً آج کل بھی صبح کے وقت پانی جم جاتا ہے۔ آج رات یقیناً پالا پڑے گا۔ خیر۔ آخرکار ہم یہاں آ ہی گئے۔ شکر کا مقام ہے۔ جگہ بہت اچھی ہے۔ میں تو اسے بہت پسند کرتا ہوں۔"

"یہ لوگ اور خاص طور پر وہ بڑے میاں تو بہت اچھے آدمی ہیں۔ بیوی کا دماغ ٹھیک نہیں۔ اسے غالباً اپنی بھی کوئی بات پسند نہیں ہے۔ اسی لئے وہ اتنی باتیں کرتی ہے اور جتنی کہ حقیقی وہ ہے اس سے بھی زیادہ بیوقوف ظاہر کرتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سے قبل کہ کوئی اس کے چہرہ کو غور سے دیکھ کر اس کے بارے میں بری رائے قائم کر لے وہ لوگوں کا دھیان بٹانے کی دھن میں رہتی ہے۔ اور وہ جو اس نے ٹوپی سر پر اوڑھنے کی بجائے گلے میں لٹکی چھوڑ دی تھی تا کہ وہ کوئی مخبوط الحواس نہیں تھی وہ دانستہ بن رہی تھی۔"

"میرا خیال ہے ہمیں اندر چلنا چاہیئے۔ کہیں وہ ہمیں بدتمیز نہ سمجھنے لگیں۔"

کھانے کے کمرہ میں جاتے ہوئے جہاں چھت سے لٹکتے ہوئے ایک لیمپ کے نیچے گول میز پہ ان کے میزبان اور انیتو نیتا چائے پی رہے تھے۔ وہ میکولس کے کام کے کمرے سے گذرے جس میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اس میں گھاٹی کی طرف پوری دیوار کے برابر طویل ایک بہت بڑی کھڑکی تھی۔ اس سے پہلے جب ذرا روشنی تھی تو ڈاکٹر نے اس کھڑکی سے جھانک کر اس کھڈ کو اور دور دور تک کے علاقہ کا منظر دیکھا تھا جب وہ باگرتسن کے ساتھ پار کرکے آئے تھے۔ کھڑکی کے ساتھ دیوار کی چوڑائی کے برابر ایک نقشہ نویسی کی بڑی میز رکھی تھی۔ اور اس پر لمبائی کے رُخ ایک بندوق پڑی تھی جس کے بعد بھی میز کے دونوں طرف بہت جگہ تھی اور اس سے میز کی بے پناہ لمبائی کا اندازہ ہوتا تھا۔ اب واپس اندر جاتے وقت یوری آندریئے وچ نے بڑے رشک کے ساتھ کھڑکی کے نظارہ۔ اس کے پاس رکھی ہوئی بڑی میز۔ اور اس کمرہ کی وسعت پر نگاہ ڈالی اور اپنے میزبان کے پاس جاکر سب سے پہلے اسی کمرہ کا تذکرہ کیا۔

"بڑی شاندار جگہ ہے۔ واہ یہ کام اور مطالعے کا کمرہ تو خوب ہے۔ ارے یہاں بیٹھ کر تو خواہ مخواہ ہی کام کرنے کو طبیعت چاہتی ہوگی۔"

"گلاس چاہیئے یا پیالہ۔ ہاں چائے تیز ہوگی یا ہلکی؟"

"یوری چیکا۔ ذرا یہ دیکھو۔ تصویروں کی دوربین۔ ساشا نے اپنے بچپن میں بنائی تھی ——"

"گو اس نے سوویت کے لئے ضلعوں پر ضلعے فتح کر لئے اور کولچاک کو پے در پے شکستیں دی ہیں لیکن وہ ابھی تک بچہ ہے۔ تم کہہ کر بچ ہی نہیں سکتا کہیں۔"

"یہ کولچاک کیا ہے؟"

"حکومت سائبیریا کی فوج۔ جو دستور ساز اسمبلی کی بحالی کے لئے لڑ رہی ہے۔"

"ہم سارے رستے تمہارے بیٹے کی تعریفیں سنتے آئے ہیں۔ تمہیں تو اس پر بہت فخر ہوگا۔"

"وہ دوربین میں یورال کی جو تصویریں ہیں وہ بھی اسی کا کارنامہ ہے۔ اسے گھر کے بنے ہوئے لینز سے یہ تصویریں اتاری تھیں۔"

"اوہ! یہ مٹھائی بہت مزیدار ہے۔ کیا اسکرین سے بنائی ہے؟"

"توبہ کرو توبہ۔ اس جنگل میں ہمیں اسکرین کہاں سے ملیگی۔ یہ تو خالص شکر ہے۔ کیا تم نے مجھے اپنی چائے میں شکر ڈالتے نہیں دیکھا؟"

"ہاں ہاں ٹھیک ہے۔ میں تصویروں کی طرف دیکھ رہی تھی۔ لیکن چائے واقعی چائے ہے۔ ہے نا؟"

"بالکل — یاسمین کی چائے ہے۔ یاسمین میں بسی ہوئی۔"

"لیکن یہ ایسی چائے یہاں کیسے مل گئی؟"

"یہ ایک جادوگر کا کام ہے۔ ہمارا ایک دوست ہے۔ جو آج کے دور کا بہت اہم آدمی ہے بہت زیادہ بائیں بازو کا۔ وہ صوبائی اقتصادی کونسل کا سرکاری نمائندہ ہے۔ وہ ہمارے ہاں سے لکڑیاں شہر لے جاتا ہے اور اپنے دوستوں کے ذریعے ہمیں آٹا اور مکھن وغیرہ بھجوا دیتا ہے۔ سبیورہ کا ذرا شکردان مجھے دینا۔" (وہ ایوگی کو سبیورکا کے نام سے پکارتی تھی)۔ "اور ہاں اب مجھے ذرا یہ بتا دو کہ گریبوئیدوف کا کون سے سن میں انتقال ہوا تھا۔" میزبان کی بیوی نے ڈاکٹر سے پوچھا اور ڈاکٹر نے کہا۔

"وہ غالباً ۱۷۹۵ء میں پیدا ہوا تھا۔ مگر کب مارا گیا مجھے یاد نہیں۔"

"اور چائے چاہیئے۔" — "نہیں بہت بہت شکریہ۔"

"ہاں ذرا ایک سوال اور۔ مجھے معاہدہ نیم دگان کی تاریخ بتاؤ اور یہ کہ اس پر کون کون سے ملکوں نے دستخط کئے تھے؟"

"میری پیاری — ان لوگوں کو پریشان نہ کرو۔ ابھی تو ان کے سفر کی تکان بھی نہیں اتری۔"

"اور اب میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ خوردبین یا کیمرے کے کتنی قسم کے شیشے ہوتے ہیں۔ اور ان میں تصویروں کا عکس۔ اصلی۔ الٹا۔ قدرتی اور اوندھا کب ہوتا ہے؟"

"لیکن تمہیں طبیعات کی اتنی باتیں کہاں سے معلوم ہو گئیں؟"

"یوریاتن میں ہمارا ایک بہت ہی اچھا سائنس ٹیچر تھا۔ وہ لڑکیوں اور لڑکوں دونوں کے اسکولوں میں پڑھاتا تھا۔ بہت ہی اچھا آدمی تھا۔ حیرت انگیز۔ جب وہ کوئی چیز سمجھاتا تو ہم

ایک ایک بات سمجھ جاتے۔ اس کا نام تھا انی توپ۔ اس کی بیوی بھی ٹیچر تھی۔ سب لڑکیاں اس استاد پر عاشق تھیں اور اس کے لئے دیوانی تھیں۔ یہ ٹیچر رضا کارانہ طور پر فوج میں بھرتی ہو کر محاذ پر چلا گیا اور وہاں مارا گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ جو ہمارا خدائی تازیانہ ہے نا! ۔ کومیساد اسٹریلنیکوف۔ یہ وہی انی توپ ہے جس کے متعلق خیال تھا کہ مارا گیا۔ لیکن یہ محض افواہ ہے بہت ہی غیر ممکن سی بات۔ ہاں مگر کیا کہہ سکتے ہیں۔ سب کچھ ممکن ہے۔ اور پیالی دوں؟

## نواں باب

# واری کینو

(۱)

جاڑے کے موسم میں جب یوری کو زیادہ وقت ملا تو اس نے ڈائری لکھنا شروع کی۔ اس کا آغاز اس نے توشیفنک کے ایک اقتباس سے کیا۔

"موسم گرما! یہ بھی کتنا پُرلطف ہے!!

گویا کسی نے جادو کر دیا ہو —

میں تم سے پوچھتا ہوں۔ یہ نعمت ہمیں کیسے میسر آئی۔ گو ہم اس کے نہ متلاشی تھے

نہ مستحق —"

گذشتہ موسم گرما میں بھی میں اکثر ایسے ہی محسوس کیا کرتا تھا۔ اپنے خاندان کے لئے اور اپنے لئے صبح صادق سے جھٹپٹے کے وقت تک کام کرنے۔ ان کے سر پہ چھت کا انتظام کرنے۔ ان کے پیٹ بھرنے کے لئے زمین جوتنے۔ رابنسن کروزو کی طرح اپنی ایک علیحدہ دنیا بنانے اور اپنی زندگی کو یوں گزارنے میں گویا تم خود اپنی ماں کا کردار انجام دے رہے ہو۔ ایک بار نہیں بار بار۔ کتنا مزا ہے۔

"محنت میں مصروف ہونے کے بعد کتنے خیالات ذہن میں آتے ہیں۔ جب تم نے خود کو ایسے کام پر لگا دیا ہو جو محنت سے پورا ہو سکتا ہے۔ اور جو خوشی و کامیابی کی صورت میں اپنا انعام پیش کرتا ہے۔ جب چھ گھنٹے تک مسلسل تم زمین کی کھدائی کرتے ہو یا پھوڑا چلاتے ہو۔ اور آسمان کی زندگی بخش حرارت تمھارے جسم کو جلاتی ہے۔ اور یہ کوئی نقصان نہیں کہ وہ خیالات جو ذہن میں آ کر چلے

جاتے ہیں۔ وہ مثالیں و تشبیہات اور تخیلات کاغذ پر نہیں لکھے جاتے بلکہ بھلا دیئے جاتے ہیں یہ تو دراصل ایک نعمت ہے۔ شہر کا بسنے والا مفکر اپنے خیالات کے گھوڑے دوڑانے کے لئے کافی اور سگریٹ کا سہارا لیتا ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ سب سے زیادہ نشیلی چیز اچھی صحت اور حقیقی ضرورت ہے۔

میں اس سے آگے نہیں بڑھوں گا۔ میں سادہ زندگی اور دوبارہ زمین کی طرف لوٹ جاؤ کے نعروں کی تلقین نہیں کروں گا جو ٹالسٹائے نے پیش کئے تھے۔ میں زرعی مسائل کے سلسلے میں یا ان کے متعلق سوشلسٹوں کے نظریہ کی صحت کے لئے اپنا کوئی حل پیش نہیں کر رہا ہوں۔ میں تو حقیقت بیان کر رہا ہوں۔ میں خود کسی نظام کی بنیاد نہیں ڈال رہا ہوں۔ یہ نظام بہت پیچیدہ ہے اور ہماری معیشت ملی جلی ہے۔ ہم درحقیقت خود مکتفی نہیں۔ ہم جو کچھ خود پیدا کرتے ہیں — آلو اور سبزیاں — وہ ہماری ضرورت کا ایک مختصر حصہ ہے۔ باقی سب کچھ ہمیں دوسری جگہ سے حاصل کرنا پڑتا ہے۔

ہم زمین کا ناجائز طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ ہم نے قانون کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا ہے اور جو کچھ ہم کرتے ہیں اسے حکومت سے پوشیدہ رکھتے ہیں ہم جو لکڑی کاٹتے ہیں وہ چوری کی ہوتی ہے۔ اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ ہم حکومت سے چوری کرتے ہیں یا کر دگر کی جاگیر سے۔ میکولتین ہمیں بچائے رکھتا ہے (وہ خود بھی اسی طرح رہتا ہے جس طرح ہم رہتے ہیں) اور شہر سے دور ہونے کے باعث خدا کا شکر ہے کہ کسی کو علم نہیں ہوتا کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔

میں اپنے ڈاکٹر ہونے کو راز بنائے ہوئے ہوں کیونکہ میں اپنی آزادی پر کسی پابندی کو برداشت نہیں کر سکتا۔ لیکن کسی طرح کسی نہ کسی کو پتہ چل ہی جاتا ہے کہ واری کنو میں ایک ڈاکٹر موجود ہے اس لئے وہ بیسیوں میل چل کر میری تلاش میں آتے ہیں۔ اور کبھی مرغی۔ کبھی انڈے یا مکھن فیس کے طور پر لے آتے ہیں۔ اور میں ان چیزوں کو قبول کرنے سے انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ لوگ مفت کی دوا کو غیر موثر سمجھتے ہیں۔ اس طرح میری پریکٹس بھی کچھ نہ کچھ کمائی کا ذریعہ ہوتی ہے لیکن ہمارا سہارا — میرا اور میکولتن کا — سمدیویاتوف ہے۔

وہ ایک عجیب و غریب شخص ہے۔ میرے لئے اس کو سمجھنا مشکل ہے۔ وہ انقلاب کا حامی ہے اور یقیناً سوویت کے اعتماد کا مستحق ہے۔ اس کو جو اختیارات ملے ہیں ان کے باعث وہ واری کینو کی لکڑی مجھے یا میکولتسن کو بتائے بغیر لے سکتا ہے اور اسے علم ہے کہ ہم اس کو کچھ نہیں بتا سکیں گے

اس کے علاوہ اگر حکومت کو لوٹنا چاہے تو اپنی جیبیں بھر سکتا ہے۔ اور کسی کے لبوں کو جنبش بھی نہ ہوگی اسے کسی کو رشوت دینے یا حصہ بٹانے کی ضرورت نہیں ۔۔۔ پھر کیا بات ہے کہ وہ ہم سب کا ۔۔۔ میکولتسن کا ۔ میرا ۔ اسٹیشن ماسٹر کا اور ضلع کے دوسرے لوگوں کا اس قدر خیال رکھتا ہے؟ کوئی لمحہ نہیں گزرتا کہ وہ کہیں جاتا نہ دکھائی دے اور ہمارے لئے کسی چیز کا انتظام نہ کرتا ہو۔ وہ دوستوسکی کے ناول پر اسی قدر حاوی ہے جس قدر کمیونسٹ منشور پر کیونکہ وہ دونوں کے متعلق برابر کے وثوق کے ساتھ باتیں کرتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر وہ اس وسیع پیمانے پر فیاضی اور اندھا دھند زندگی میں خود کو نہ پھنساتا تو وہ زندگی سے تنگ آجاتا۔

(۲)

کچھ عرصے بعد یوری نے لکھا۔

ہم پرانے مکان کے عقب میں لکڑی کے ایک مکان میں رہتے ہیں جس میں دو کمرے ہیں اینا ایوانوونا کے بچپن میں کروگر گھرانے کے خاص ملازمین کے لئے اسے استعمال کیا جاتا تھا ۔۔۔ درزی ۔ ملازمہ اور بوڑھی آیا کے لئے۔ جب ہم یہاں آئے تو اس کی حالت خستہ تھی مگر ہم نے جلد ہی اس کی مرمت کرلی۔ کچھ ایسے لوگوں کی مدد سے جو کام جانتے ہیں ہم نے چولھے کی مرمت کی جو دونوں کمروں کو گرم بھی رکھتا ہے۔ ہم نے دھوئیں کی نکاسی کا بہتر انتظام کیا اور اب چولھا ٹھیک کام کرتا ہے زمین کے اس حصے میں پرانا باغ غائب ہو چکا ہے اور نئے پودوں نے اسے مٹا دیا ہے۔ لیکن اب جاڑے نے ہر چیز کو مار دیا ہے اور زندہ پودے مرجھائے ہوئے پودوں کو چھپائے نہیں رکھ سکتے۔ برف کے درمیان پرانے باغ کے آثار نمایاں ہیں۔ ہم خوش قسمت رہے کہ خزاں میں گرمی اور خشکی تھی۔ اور ہمیں بارش اور سردی سے پہلے آلو کھود لینے کا وقت مل گیا۔ میکولتسن کو ہم نے کچھ آلو واپس کردیئے۔ یہ کتنے تھے اس کا اندازہ تو نہیں لیکن اس کے بعد ہمارے پاس بیس بورے بچ رہے۔ ہم نے انہیں تہ خانے میں رکھ کر کمبلوں اور سوکھی گھاس سے ڈھانک دیا۔ نمک لگی ہوئی ککڑیوں کے دو پیپے اور تونیا کے بنائے ہوئے اچار کے دو پیپے بھی ہم نے یہاں رکھ دیئے۔ تازہ گوبھی کو باندھ کر لکڑیوں کے ساتھ لٹکا دیا گیا ہے۔ گاجریں خشک ریت میں دبا دی گئی ہیں۔ اور مولی چقندر۔ شلغم۔ مٹر اور دوسری پھلیوں کا ذخیرہ کرلیا گیا ہے۔ ہمارے پاس اتنی لکڑی موجود ہے کہ موسم بہار تک جلانے

کو کافی ہو سکتی ہے۔

تہہ خانے کے اندر سردیوں کے دنوں میں جو گرمی اور خشکی ہوتی ہے وہ مجھے بہت پسند ہے جاڑوں میں صبح سویرے ٹمٹماتا ہوا دیا ہاتھ میں لئے تہہ خانے کا دروازہ کھول کر نیچے جاتے ہوئے مٹی۔ جڑوں اور برف کی جو ملی جلی بُو آتی ہے وہ مجھے ایک خاص لطف دیتی ہے۔ تہہ خانے سے باہر آؤ تو اندھیرا ہوتا ہے۔ دروازہ کھولنے سے آواز ہوتی ہے ۔۔۔ یا چھینک آجاتی ہے۔ یا پیروں تلے برف کے کچلے جانے کی صدا آتی ہے اور باہر گوبھی کے کھیت سے خرگوش کودتے ہوئے بھاگتے ہیں اور برف میں آڑے ترچھے نشانات چھوڑ جاتے ہیں۔ اور کہیں کتے بھونکنے لگتے ہیں اور دیر تک بھونکنے کے بعد خاموش ہو جاتے ہیں۔ مرغوں نے بانگ دینی بند کر دی ہے اور جب ان کے پاس کہنے کو کچھ نہیں رہا۔ تب اُجالا ہونے لگتا ہے۔

خرگوش کی طرح کبھی نہ ختم ہونے والے برفیلے میدان میں سیاہ گوش کے پیروں کے نشان بھی پڑے ہوئے ہیں۔ یہ نشانات صفائی سے موتی کی لڑیوں کی طرح دور تک چلے گئے ہیں۔ سیاہ گوش بلّی کی طرح چلتی ہے اور ایک پنجہ دوسرے کے سامنے رکھتی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ رات میں میلوں تک اسی طرح چلتی جاتی ہے۔ ان کو پکڑنے کے لئے جال لگائے جاتے ہیں مگر غریب خرگوش ان میں پھنس جاتے ہیں۔ اور رات بھر وہ برف میں رہتے ہیں۔ جب انھیں نکالا جاتا ہے تو وہ جم کر اکڑے ہوئے ہوتے ہیں۔

شروع میں بہار اور موسم گرما کے ایام ہم نے نہایت وقت سے گذارے ہم نے اس وقت سخت محنت کی اور اب جاڑے کی شام آرام سے گذارتے ہیں۔ ہم دیا توف میں تیل لا کر دیا گیا ہے ہم چراغ کے گرد بیٹھ جاتے ہیں۔ عورتیں بُنتی یا سیتی ہیں۔ الیگزینڈر الیگزینڈر روونچ یا ہیں بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔ چولھا گرم ہوتا ہے اور میرا کام اس کو کریدتے رہنا اور صحیح وقت پر کھڑکی بند کر دینا ہے تاکہ ذرا سی بھی حدت ضائع نہ جائے۔ اگر کوئی جلا ہوا لکڑی کا ٹکڑا آگ کو بھڑکنے نہیں دیتا تو میں اس لکڑی کو جس سے دھواں نکلتا ہوتا ہے ہاتھ میں لئے باہر جاتا ہوں اور اسے دور بہت دور برف میں پھینک دیتا ہوں۔ یہ مشعل کی طرح ہوا میں اڑتی۔ چنگاریاں اڑاتی اور سوئے ہوئے باغ کے چوکور قطعات کو روشن کرتی برف میں جا گرتی ہے اور چٹ چٹ کے شور کے ساتھ خود

کو دفن کر لیتی ہے۔

ہم باسیاز "جنگ اور امن" سے "یوجین اونیگن" اور پشکن کی دوسری نظمیں پڑھتے ہیں۔ اسٹاندال کے "سرخ و سیاہ" کا روسی ترجمہ۔ ڈکنس کی "دو شہروں کی کہانی" کا ترجمہ اور کلیسٹ کے افسانے پڑھے جاتے ہیں۔

(۳)

موسم بہار قریب پہنچا تو ڈاکٹر نے لکھا۔ میرے خیال میں تو نیا حاملہ ہے۔ میں نے اس سے کہا لیکن اسے یقین نہیں آیا مگر مجھے اس کا پورا یقین ہے شروع کے آثار و قرائن مجھے صاف دکھائی دیتے ہیں اس لئے مجھے بعد کے زیادہ یقینی آثار و قرائن کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس حالت میں عورت کے چہرے میں تبدیلی ہو جاتی ہے۔ یہ نہیں کہ اس کی دلکشی کم ہو جاتی ہے لیکن اپنی شکل و صورت کے اظہار و نمود پر اس کا کوئی اختیار نہیں رہتا اس حالت میں اس پر مستقبل کی حکمرانی ہوتی ہے جو وہ اپنے جسم کے اندر چھپائے پھرتی ہے۔ اب وہ کسی وقت تنہا نہیں ہوتی۔ شکل و صورت کے اظہار و نمود پر اختیار ختم ہو جانے سے وہ جسمانی طور پر کمزور دکھائی دیتی ہے، اس کا چہرہ پھیکا پڑ جاتا ہے کھال سخت ہو جاتی ہے، آنکھوں میں ایک نئی طرح کی چمک آ جاتی ہے۔ وہ اس طرح نہیں چمکتی جیسا کہ وہ چاہتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ یہ تمام باتیں برداشت نہ کر سکتی ہو اور اس نے اپنی طرف سے غفلت برتی ہو۔ تونیا کے اور میرے فطری رجحان میں کبھی اختلاف نہیں ہوا ہے لیکن اس سال کام کے سلسلے میں ہم دونوں ایک دوسرے سے اور بھی قریب آ گئے۔ میں نے دیکھا کہ وہ کس قدر کارگذار مضبوط اور انتھک ہے، وہ اپنے کام کے منصوبے کتنی ہوشیاری سے بناتی ہے تاکہ دو کاموں کے درمیان کم سے کم وقت ضائع ہو سکے۔ میرا ہمیشہ یہی خیال رہا ہے کہ ہر حمل بے داغ ہوتا ہے۔ اور مقدس مریم کے بارے میں اس مذہبی عقیدے سے مادرانہ جذبہ کے نظریے کا اظہار ہوتا ہے۔ بچے کی پیدائش کے وقت ہر عورت کو علیحدگی کا یکساں احساس ہوتا ہے جیسے اسے تنہا چھوڑ دیا گیا ہو۔ اس اہم موقعہ پر مرد کا کردار اتنا غیر متعلق ہوتا ہے جیسے کہ اس سے اس کا کوئی تعلق ہی نہ رہا ہو اور جیسے کہ یہ سب کچھ آسمان سے ٹپک پڑا ہے۔ یہ عورت ہی ہے جو خود اپنی اولاد پیدا کرتی ہے اور اسے لے کر کسی دور دراز کونے میں چلی جاتی ہے جو ایک پنگھوڑے کے لئے پر سکون اور محفوظ جگہ ہو سکتی ہے۔ تنہائی میں خاموشی اور انکساری کے ساتھ وہ بچے کو دودھ

بڑانی ہے اور اس کی پرورش کرتی ہے۔

یسوع مسیح کی والدہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے اور خدا سے دعا کرے اور وہ زبور کے الفاظ میں دعا مانگتی ہیں۔

"میری روح یسوع مسیح کی بڑائی کرتی ہے اور میری روح کو خداوند کریم نے روشنی عطا کی ہے کیونکہ اس نے اپنی بندی کی پست حالی پر نظر کی اور دیکھو اب سے لے کر ہر زمانہ کے لوگ مجھ کو مبارک کہیں گے:" وہ اپنے بچہ کی وجہ سے ایسا کہتی ہے۔ خداوند کریم اسے روشنی عطا کرے گا۔ (کیونکہ اس قادر مطلق نے میرے لئے بہت بڑے بڑے کام کئے ہیں۔) وہی اس کی روشنی ہے۔ خدا کا پرتو اس کے بچہ میں موجود ہے۔"

عظیم انسانوں کی ماؤں کو ضرور اس جذبہ کا احساس رہا ہوگا۔ لیکن پھر بھی تمام عورتیں عظیم انسانوں کی مائیں ہوتی ہیں۔ اگر بعد میں زندگی انھیں مایوس کر دیتی ہے تو اس میں ان کا کوئی قصور نہیں۔"

(۴)

ہم برابر یوجین اونیگن۔ اور نظمیں پڑھتے رہتے ہیں۔ سمدیو یا توف کل آیا اور کئی تحفے لایا۔ کھانے کی اچھی اچھی چیزیں اور لیمپوں کے لئے مٹی کا تیل۔ ہم آرٹ پر مسلسل گفتگو کرتے رہتے ہیں۔

"میرا ہمیشہ یہی خیال رہا ہے کہ آرٹ کوئی صنف نہیں ہے۔ کوئی مملکت نہیں ہے جس میں لاتعداد نظریات اور اخذ کئے ہوئے مظاہرات ہوں۔ لیکن اس کے برخلاف یہ ایک طرح کی مجتمع اور نہایت محدود چیز ہے۔ یہ ایک ایسا اصول ہے جو آرٹ کے ہر نمونہ میں موجود رہتا ہے۔ ایک طاقت جس سے اس میں کام لیا جاتا ہے اور ایک حقیقت جو اس میں پیش کی جاتی ہے۔ اور میں نے کبھی آرٹ کو کسی وجود کی حیثیت سے نہیں دیکھا بلکہ مافیہ کے ایک پوشیدہ اور خفیہ جزو کی حیثیت سے دیکھا ہے۔ یہ سب کچھ مجھ پر روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ میں اسے اپنے جسم کی ہر ہڈی میں محسوس کرتا ہوں۔ لیکن اس نظریہ کا اظہار یا تشریح نہایت مشکل ہے۔ ایک ادبی تخلیق ہمیں مختلف طریقوں سے متاثر کر سکتی ہے۔ اپنے عنوان سے موضوع سے حالات سے اور کرداروں سے لیکن سب سے بڑھ کر وہ ہمیں اس لئے متاثر کرتی ہے کہ اس میں آرٹ موجود ہوتا ہے۔ "جرم و سزا" میں آرٹ کی موجودگی کی وجہ سے ہی ہم اس قدر زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ اس تاثر کی وجہ رسکولینکوف کے

جرم کی داستان نہیں ہے۔ قدیم آرٹ، مصر کا آرٹ، یونان کا آرٹ، یا ہمارا اپنا آرٹ — میں سمجھتا ہوں ہزاروں سال سے یہ سب آرٹ ایک ہی ہیں اور یکساں ہیں۔ آپ اسے ایک تخلیقی زندگی کے متعلق ایک اظہارِ خیال کہہ سکتے ہیں۔ جو آپس میں اتنا زیادہ ہم آہنگ ہوتا ہے کہ اس کے الفاظ ایک دوسرے سے جدا نہیں کئے جا سکتے۔ اور اگر اس کا ایک ذرہ بھی کسی ایسے نمونہ میں موجود ہوتا ہے جس میں دوسری چیزیں بھی شامل ہوں تو پھر یہ تمام دوسرے اجزا پر غالب رہتا ہے اور یہی اس نمونہ کا جوہر قلب و روح ثابت ہوتا ہے۔"

(۵)

"کسی قدر سردی کا اثر، کھانسی اور شاید ہلکا بخار، دن بھر سانس پھولتا رہتا ہے۔ جیسے میرے حلق میں کوئی چیز پھنس رہی ہو میری طبیعت ٹھیک نہیں۔ آثار و قرائن سے پہلی مرتبہ یہ معلوم ہو رہا ہے کہ مجھے بھی دل کی بیماری اپنی ماں سے ورثہ میں ملی ہے۔ وہ زندگی بھر اسی مرض میں مبتلا رہیں۔ کیا واقعی یہی بات ہے؟ اس قدر جلد؟ اگر ایسا ہے تو پھر میری زندگی کم رہ گئی ہے۔ کمرے میں کوئلہ کی ہلکی سی بو ہے جیسے کوئی استری کر رہا ہو۔ تونیا استری کر رہی ہے اور وہ بار بار چولھے میں سے کوئلے نکال کر استری بھرتی ہے اور استری کا ڈھکن اوپر سے اس طرح بند ہو جاتا ہے جیسے دانت بھینچ لئے گئے ہوں۔ بمبو یافتو جو صاحب تحفہ میں لایا تھا۔ اس کی خوشی میں دو دن برابر کپڑے دھلتے رہے ہیں اور سانشنکا شرارتیں کرتا پھر رہا ہے۔ اس وقت جبکہ میں لکھ رہا ہوں وہ میز کے نیچے گھسا بیٹھا ہے اور سمبو یاتو ان کی نقلیں اتار رہا ہے جو اسے اپنی گاڑی میں لے جاتا ہے اور نقلیں اتارتے ہوئے یہ ظاہر کر رہا ہے جیسے وہ اسے گاڑی میں لے جا رہا ہو۔ میری طبیعت جیسے ہی ذرا بہتر ہو گی میں قصبہ کی لائبریری میں جاؤں گا اور اہلِ عراق کی قوموں کے حالات اور تاریخ پڑھوں گا۔ لوگ کہتے ہیں کہ لائبریری کو بعض بڑے بڑے عطیات ملے ہیں اور یہ بہت ہی اچھی لائبریری ہے۔ مجھے لکھنے کی خواہش ہو رہی ہے۔ لیکن مجھے جلد ہی یہ کام کرنا ہو گا۔ موسم بہار بغیر اطلاع کے آ جائے گا۔ اور پھر پڑھنے لکھنے کے لئے کوئی وقت نہیں رہے گا۔

"میرے سر کا درد برابر بڑھتا جا رہا ہے۔ مجھے نیند اچھی طرح نہیں آئی میں نے ایک الجھا ہوا سا خواب دیکھا تھا۔ ویسا ہی خواب جسے آنکھ کھلتے ہی بھول جاتے ہیں۔ مجھے خواب کا صرف وہی حصہ یاد رہ سکا جس سے میری آنکھ کھل گئی تھی۔ یہ ایک عورت کی آواز تھی جو میں نے اپنے خواب

میں ہوا کے ساتھ سنی تھی۔ مجھے وہ آواز یاد رہ گئی اور میرا ذہن برابر اسے سُنتا رہا۔ میں ان عورتوں کی آوازوں پر غور کرتا رہا جو ہماری دوست تھیں۔ میں نے یاد کرنے کی کوشش کی کہ وہ کونسی عورت ہو سکتی ہے جو اتنی بھاری، نرم اور گھٹی گھٹی آواز میں بولتی ہے۔ یہ آواز میری دوستوں میں سے کسی کی نہیں تھی۔ میں نے سوچا ممکن ہے یہ تو تنہائی کی آواز ہو اور یہ کہ میں اس کی آواز سنتے رہنے کا اسقدر عادی ہو گیا ہوں کہ اب اس کے لہجہ پر کوئی غور نہیں کرتا۔ میں نے یہ سمجھنے کی کوشش کی کہ وہ میری بیوی کا ہے اور اسی طرح بے تعلقی کے ساتھ یہ بات معلوم کرنے کی کوشش کی۔ لیکن یہ اس کی آواز بھی نہیں تھی۔ یہ چیز ابھی تک ایک راز ہے۔ خوابوں کے متعلق، عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ ہم اسی چیز کے بارے میں خواب دیکھتے ہیں جس کا دن کے اوقات میں ہم پر بہت گہرا اثر پڑا ہو لیکن میرا خیال اس کے بالکل برعکس ہے۔ اکثر یہ کوئی ایسی چیز بھی ہو سکتی ہے جس پر آپ نے اس وقت کوئی توجہ نہ دی ہو۔ ایک ایسا مبہم سا خیال جس کے متعلق آپ نے آخر تک سوچنے کی پرواہ نہ کی ہو۔ ایسے الفاظ جو بغیر کسی جذبہ کے ادا کئے گئے ہوں اور جن پر کوئی توجہ نہ دی گئی ہو۔ یہی وہ چیزیں ہوتی ہیں جو رات کو گوشت پوست میں سامنے آتی ہیں، اور ہمارے خوابوں کا موضوع بن جاتی ہیں جیسے کہ وہ اس بے توجہی کا ازالہ کر رہی ہوں جو جاگتے وقت کی گئی تھی۔

(۴)

• صاف اور کہر آلود رات۔ ہر دکھائی دینے والی چیز غیر معمولی طور پر روشن اور واضح نظر آ رہی ہے۔ زمین، آسمان، چاند، ستارے۔ کہر کی وجہ سے یہ سب ایک دوسرے سے پیوست دکھائی دیتے ہیں درختوں کے سائے رستوں پر پڑ رہے ہیں اتنے گہرے کہ وہ ابھرے ہوئے اور تراشے معلوم ہوتے ہیں۔ آپ برابر یہ سمجھتے رہتے ہیں کہ آپ گہرے سایوں کو مختلف مقاموں پر حرکت پار کرتے دیکھ رہے ہیں۔ بڑے بڑے ستارے جنگل میں درختوں کی ٹہنیوں کے درمیان نیلی روشنی کی قندیلوں کی طرح لٹک رہے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے ستارے سارے آسمان پر اس طرح بکھرے ہوئے ہیں جیسے گرمی کے موسم میں گل بہار کھیتوں میں بکھرے ہوتے ہیں۔ ہم برابر پشکن کے بارے میں تبادلۂ خیالات کرتے رہتے ہیں۔ اس روز رات کو ہم اس کی ان ابتدائی دور کی نظموں کے متعلق باتیں کر رہے تھے جو اس نے اسکول کے ایک طالب علم کی حیثیت سے لکھی تھیں۔ اس کے اوزان کے انتخاب پر کتنی چیزوں کا انحصار

تھا: طویل مصرعوں کی نظموں میں اس کی امنگیں ارضاء مند کے تعصب سے آگے نہیں بڑھیں۔ وہ بندوں کا ساتھ دینا چاہتا تھا اور اپنے چچا کو اپنی خرافات بھی چوڑی باتوں، فلسفہ اور تصنع سے متاثر کرنا چاہتا تھا اور اس نے قبل از وقت نشو و نما پائے ہوئے خیالات پیش کئے۔ لیکن جیسے ہی اس نے اوسین اور پارنی کی نقل کرنی ختم کردی اور "سارسکوئی سیلو کی یاد" یا "ایک چھوٹا قصبہ" یا "اپنی بہن کے نام خط" یا "اپنی دوات کے نام" (جو بعد میں کشنیف میں لکھی گئی تھی) یا "یودین کے نام" جیسی نظمیں لکھنی شروع کردیں تو مستقبل کا پشکن صاف دکھائی دینے لگا۔

"ہوا، روشنی، زندگی کا ہنگامہ اور حقیقت شروع ہی سے اس کی نظموں میں اس طرح داخل ہو جاتی تھیں جیسے کھلی ہوئی کھڑکی کے راستے یہ چیزیں گھس آئی ہوں۔ بیرونی دنیا، روزمرہ کی چیزیں اور نام اس کی نظموں کے مصرعوں میں اکٹھے ہو جاتے اور ان میں سے مبہم الفاظ کو خارج کر دیتے تھے۔ غرضیکہ رنگا رنگ چیزیں زیادہ سے زیادہ تعداد میں صفحے کے منظوم کالموں میں جمع ہو جاتی تھیں۔

"گویا یہی ـــ پشکن کی چار مصرعوں کے بند والی نظمیں جو بعد میں اتنی زیادہ مشہور ہو گئیں کہ روسی زندگی کو ناپنے کا بہترین آلہ بن گئیں۔ گویا اس کا نمونہ روس کے کل وجود کے مطابق بنایا گیا تھا جس طرح پیر کا ناپ لیا جاتا ہے یا ہاتھ کا سائز بتایا جاتا ہے تاکہ دستانہ یا جوتا ٹھیک آسکے۔ بعد میں بڑی حد تک اسی طرح روسی بول چال کے اوزان اور معمولی بول چال کی لحن آمیزیاں، نیکراسوف کے تین مصرعوں کی نظموں میں بھی بیان کی گئیں۔

(۷)

"میں ایک ڈاکٹر یا ایک کسان کی حیثیت سے کارآمد بننا چاہتا ہوں۔ اور ساتھ ہی ساتھ کوئی ایسا زندہ رہنے والا کام بھی کرنا چاہتا ہوں جو بنیادی ہو جیسے کوئی سائنسی مقالہ یا کوئی ادبی تصنیف ہر انسان پیدائشی فاؤسٹ ہوتا ہے جو اس خواہش کے ساتھ دنیا میں آتا ہے کہ وہ دنیا کی ہر چیز کو سمجھ سکے، تجربہ کر سکے اور بیان کر سکے۔ فاؤسٹ اپنے شائقین اور اپنے ہم عصروں کی غلطیوں کی وجہ سے سائنسدان بن گیا۔ سائنس کی ترقی زہمیت کے قوانین کے تحت ہوتی ہے۔ ہر اگلا قدم موجودہ غلطیوں اور غلط نظریات کی تردید کرکے اٹھایا جاتا ہے۔ فاؤسٹ ایک آرٹسٹ تھا اس کے لئے اس کے اساتذہ کی الہامی مثال اس کے سامنے تھی۔ آرٹ میں جو قدم آگے بڑھایا جاتا ہے وہ قابلیت

کشش کے مطابق بڑھایا جاتا ہے۔ اور یہ اقدام آرٹسٹ کے پسندیدہ سابقین کی نقالی یا حریف کا نتیجہ ہوتا ہے۔ آخر وہ کونسی چیز ہے جو میرے ڈاکٹر یا مصنف بننے میں حارج ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی وجہ ہماری تنگدستی، آوارہ گردی یا ہماری تغیر پذیر زندگیاں نہیں ہیں بلکہ بلند بانگ اور مبالغہ آمیز تقریروں اور تحریروں کی موجودہ روش ہے جو ہر جگہ پھیل گئی ہے۔ "مستقبل کے سورج کا طلوع ۔۔۔ نئی دنیا کی تعمیر ۔۔۔ بنی نوع انسان کے مشعل بردار" جیسے فقرے۔ جب آپ پہلی مرتبہ ایسے فقرے سنتے ہیں تو سوچنے لگتے ہیں کہ کس قدر وسیع تخیل اور شاندار خیال ہے! لیکن حقیقت میں یہ بہت زیادہ بدخود غلط چیز ہے کیونکہ یہ قطعی غیر تخیلی اور گھٹیا چیز ہوتی ہے۔ صرف وہی جانی پہچانی چیزیں جنھیں کوئی غیر معمولی ذکاوت کا انسان تبدیل کر کے پیش کرتا ہے حقیقی معنوں میں عظیم ہوتی ہیں۔ اس کی بہترین مثال پشکن ہے۔ اس کی تصانیف دیانت دارانہ محنت اور ادائیگی فرض اور روزمرہ زندگی کی شان میں ایک طویل قصیدہ ہیں! آج "بھنڈوا" اور "چھوٹے سرمایہ دار" کے الفاظ ایک گالی بن گئے ہیں لیکن پشکن نے اس قسم کی نکتہ چینی کی پیش بندی پہلے ہی اپنی نظم "خاندانی شجرہ" میں کر دی تھی جس میں اس نے فخر کے ساتھ کہا ہے کہ وہ متوسط طبقے سے تعلق رکھتا ہے اور اس کی نظم "اونیگن کا سفر" میں ہم پڑھتے ہیں۔

"اب میرا مطمح نظر گھر والی ہے۔ میری سب سے بڑی تمنا، پر سکون زندگی اور گوبھی
کے شوربے کا ایک بڑا پیالہ۔"

اب میں سارے روسی ادب میں جو چیز سب سے زیادہ پسند کرتا ہوں وہ پشکن اور چیخوف کا بچوں جیسا روسی انداز بیان، اور بنی نوع انسان کے حصول یا خود ان کی اپنی نجات جیسے بلند بانگ معاملوں میں ان کی انکسار پسندی اور تجاہل عارفانہ ہے۔ یہ نہیں کہ انھوں نے ان چیزوں کے بارے میں سوچا ہی نہیں اور اچھی طرح نہیں سوچا بلکہ ایسی چیزوں کا ذکر کرنا بظاہر ان کے نزدیک محض تصنع یا تکبر تھا گوگول، تالستائی اور دستووسکی بے چینی کے ساتھ زندگی کا مطلب سمجھنے کی کوشش کرتے رہے، موت کی تیاری کرتے رہے اور نتائج اخذ کرتے رہے۔ اور پشکن اور چیخوف اپنی زندگیوں کے آخری حصے تک موجودہ اور روزانہ کاموں میں مصروف رہے جن کا پورا کرنا مصنفوں کی حیثیت سے ان کے لئے ضروری تھا اور ان کاموں کو پورا کرتے ہوئے وہ اپنی زندگیاں خاموشی کے ساتھ یہ سمجھ کر گذارتے

رہے کہ ان کی زندگیاں اور تصانیف دونوں ان کی نجی اور ذاتی معاملے ہیں جن سے کسی اور شخص کا کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ اور یہی (غالباً) مسئلہ ہے اس وقت کے بعد ہر شخص کم از کم باعث توجہ بن گئے ہیں اور ان کی تصانیف ان میووں کی طرح جو کچے ہی توڑ لئے گئے ہوں، اب پختہ ہو گئی ہیں اور رفتہ رفتہ ان میں چاشنی اور معنوی لذت پہنچتی جا رہی ہے۔

(۸)

موسم بہار کے ابتدائی آثار تھے۔ برف پگھلنے لگی ہوا میں مکئی کی تازہ خستہ ٹکیوں اور دودھ کی بو بسی ہوئی تھی جب کہ شہر دو ماہ سے ٹھنڈ میں پڑا تھا۔ سورج اپنی نیم وا آنکھیں جنگل پہ جھپکا رہا تھا۔ صنوبر کے درختوں کے کانٹے پلکوں کی طرح جھپک رہے تھے جو ہرطرف کی روشنی سطح دوپہر میں چمک رہی تھی اور میدانوں پر ایک غنودگی سی طاری تھی۔ یوجین اونیگن کے ساتویں باب میں موسم بہار کا ذکر کیا گیا ہے۔ اونیگن کا مکان اس کی غیر موجودگی میں خالی پڑا ہے اور پہاڑ کے دامن میں ندی کے کنارے لینسکی کی قبر ہے۔

بلبل، موسم بہار کا عاشق

رات بھر گاتا ہے جنگلی گلاب کھل جاتے ہیں۔

عاشق کیوں؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ تشبیہ قدرتی اور موزوں ہے۔ بلبل واقعی موسم بہار کا عاشق ہے اس کے علاوہ اسے وزن پورا کرنے کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے میں سوچتا ہوں کہ آیا روس کے مشہور لوک گیت میں اودیکمانتی کے بلبل کی صفت ایک استعارہ تو نہیں ہے جو آواز کی یکسانیت کی وجہ سے استعمال کیا گیا ہو۔ گیت میں اس کا نقشہ کس خوبی سے کھینچا گیا ہے۔

جب وہ بلبل کی طرح سیٹی بجاتا ہے۔

جب وہ جنگل میں زور سے آواز لگاتا ہے

گھاس کانپنے لگتی ہے۔

پھولوں کی پنکھڑیاں بکھر جاتی ہیں

تاریک جنگل زمین پر جھک جاتا ہے۔

اور تمام نیک لوگ بے جان ہو کر گر پڑتے ہیں۔

ہم لوگ موسم بہار کے شروع میں واری کینو آئے تھے۔ جلدی درخت سرسبز ہو گئے۔ صنوبر، بادام، اخروٹ کے درخت اور جنگلی جھاڑیوں کے جھاڑ خاص طور پر شتا کی وادی میں جو میکولتن کے مکان کے پیچھے تھی اور اس کے فوراً بعد ہی بلبلوں نے گیت گانے شروع کر دیئے۔ پھر ایک مرتبہ جیسے میں انھیں پہلی مرتبہ سن رہا ہوں، میں نے بلبل اور دوسرے تمام پرندوں کے گانوں کے فرق پر غور کیا کہ قدرت نے ان کے گانے کو کتنا حسن اور انفرادیت عطا کی ہے۔ کتنا تنوع، طاقت اور گونج! ترگنیف نے کسی جگہ ان کی سیٹیوں کو بانسری کی آواز سے مشابہت دی ہے۔ ان آوازوں میں دو فقرے خاص طور پر نمایاں تھے۔ ایک ٹیوں، ٹیوں، ٹیوں کی سریلی اور مسلسل آواز جیسے سن کر شبنم سے بھیگی ہوئی گھاس اور درخت مسرت سے جھومنے لگتے تھے۔ دوسرا دو لفظوں پر مشتمل ایک سنجیدہ اور التجا آمیز فقرہ تھا جس میں ایک اپیل یا تنبیہ تھی۔ جاگ جاؤ! جاگ جاؤ!!

(۹)

"موسم بہار۔ ہم موسم بہار کی بوائی کی تیاری کر رہے ہیں۔ ڈائری لکھنے کا وقت نہیں ملتا یہ بھی ایک دلچسپ مشغلہ تھا۔ اب مجھے یہ سلسلہ آئندہ موسم سرما تک بند کرنا پڑے گا۔

" اس روز ـــ اور اب یہ واقعی شروع ہو گیا تھا ـــ موسم بہار کے سیلابوں کے دوران ایک بیمار کسان اپنی گاڑی کیچڑ اور دلدل میں چلاتا ہوا صحن میں آیا۔ میں نے اسے دیکھنے سے انکار کر دیا۔ میں نے یہ پیشہ ترک کر دیا ہے۔ میں نے کہا، میرے پاس نہ تو دوائیں ہیں اور نہ سامان ہے لیکن اس نے اصرار کیا۔ میری مدد کرو۔ میری کھال خراب ہو گئی ہے مجھ پر رحم کھاؤ۔ میں بیمار ہوں! میں کیا کر سکتا تھا؟ میرا دل پتھر کا نہیں ہے۔ میں نے اس سے کپڑے اتار لینے کو کہا جس وقت میں اس کا معائنہ کر رہا تھا؟ میری نظر کاربولک ایسڈ کی شیشی پر پڑی جو کھڑکی میں رکھی ہوئی تھی (مجھے مت پوچھیئے کہ وہ کہاں سے آئی تھی۔ اس کے اور بعض دوسری چیزوں کے بغیر میں نہیں رہ سکتا تھا۔ اور ہر چیز سمدیویاتوف کے پاس سے آتی ہے) تب میں نے دیکھا کہ صحن میں ایک اور گاڑی کھڑی ہے۔ پہلے میں نے سوچا کہ کوئی دوسرا مریض ہوگا لیکن وہ میرا بھائی ایوگراف تھا جو بغیر اطلاع کے کہیں سے ٹپک پڑا تھا۔ گھر والوں میں تو نیا سا شغل نکلا۔ انگر، نیدر، انگر، نیدر دونوں نے اس کا خیر مقدم کیا۔ بعد میں میں بھی ان لوگوں کے پاس چلا گیا۔ ہم نے اس پر سوالات کی بھرمار کر دی۔ وہ کہاں سے

آیا ہے؟ کس طرح آیا ہے؟ لیکن وہ حسبِ معمول ٹال مٹول کرتا رہا۔ وہ مسکرا دیتا تھا۔ کندھے جھٹک دیتا اور ہم سے تقریباً پہیلیاں بجھواتا رہا۔ وہ دو ہفتے ٹھہرا اگرچہ وہ یوریاتن جایا کرتا اور پھر اچانک اس طرح غائب ہو گیا جیسے زمین اسے نگل گئی ہو۔ جب وہ ہمارے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا تو میں نے اندازہ لگایا کہ اس کے اثرات سمدیویاتوف سے بھی زیادہ تھے اور اس کے تعلقات اور بھی زیادہ پُر اسرار تھے۔ وہ کیا ہے؟ وہ کیا کرتا ہے؟ وہ اتنا زیادہ طاقتور کیوں ہے؟ اس نے مدد کی اور وہ ہمارے لیے سہولتیں پیدا کر دے گا تاکہ تونیا کو ماسکو جانے کے لئے اور مجھے ڈاکٹری کی پریکٹس اور لکھنے کے لئے زیادہ وقت مل سکے۔ ہم نے اس سے پوچھا کہ وہ کیسے ہماری مدد کرے گا لیکن وہ صرف مسکرا دیا۔

تاہم اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے۔ آثار سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے حالات میں تبدیلی ہونے والی ہے یہ واقعی غیر معمولی بات ہے۔ وہ میرا سوتیلا بھائی ہے۔ ہمارے خاندانی نام ایک سے ہیں۔ لیکن پھر بھی میں اس کے متعلق تقریباً کچھ بھی نہیں جانتا۔ وہ دوسری بار میری زندگی میں میرے اچھے ہمزاد اور نجات دہندہ کی حیثیت سے میری تمام دشواریوں کو دور کرنے کے لئے داخل ہوا ہے۔ شاید ہر زندگی میں دوسرے خاص لوگوں کے علاوہ ایک خفیہ اور نامعلوم طاقت کا موجود ہونا بھی ضروری ہوتا ہے۔ ایک تقریباً ایسی علامتی ہستی جو طلب کئے بغیر مدد کے لئے پہنچ جاتی ہے اور غالباً میرے معاملہ میں میرا بھائی ایوگراف اس پوشیدہ محسن کا کردار ادا کرتا ہے؟

یہاں پہنچ کر یوری آندریے وچ کی ڈائری ختم ہو جاتی ہے اس کے بعد اس نے پھر کبھی ڈائری نہیں لکھی۔

(۱۰)

یوری آندریے وچ نے وہ کتابیں دیکھیں جو اس نے یوریاتن پبلک لائبریری کے دارالمطالعہ سے منگوائی تھیں۔ دارالمطالعہ میں کئی کھڑکیاں تھیں اور اس میں سو آدمی بیٹھ سکتے تھے لمبی لمبی میزوں کی قطاریں کھڑکیوں کے پاس جا کر ختم ہوتی تھیں۔ لائبریری غروب آفتاب کے وقت بند ہوتی تھی موسم بہار میں اس قصبہ میں روشنی نہیں کی جاتی تھی۔ وہ ہمیشہ اندھیرا ہونے سے پہلے ہی واپس آجایا کرتا تھا اور قصبہ میں رات کے کھانے کے وقت کے بعد نہیں ٹھہرتا تھا۔ میکولتن نے اسے جو گھوڑا دے رکھا تھا اسے وہ سمدیویاتوف کی سرائے میں چھوڑ دیتا۔ صبح کا سارا وقت مطالعہ میں گذارتا اور سہ پہر کو

داری کینو واپس آ جاتا۔ جب سے میں نے لائبریری جانا شروع کیا تھا اس سے پہلے بیدی آندرے دو تین
صرف کبھی کبھار ہی یہاں تک آتے تھے وہاں کوئی خاص کام نہیں تھا اور وہ قصبہ سے بہت کم واقف
اب جب کہ دارالمطالعہ رفتہ رفتہ مقامی لوگوں سے بھرتا جا رہا تھا جن میں سے کچھ لوگ اس کے نزدیک
اور کچھ دور بستے رہتے تھے۔ وہ یہ محسوس کرنے لگا تھا کہ وہ قصبے کے ایک اہم مرکز پر موجود رہ کر
اس سے واقف ہوتا جا رہا ہے اور نہ صرف قصبے کے لوگ بلکہ ان کے مکانات اور سڑکیں بھی کمرے
میں نظر آ رہی ہیں۔ تاہم کھڑکیوں میں سے نہیں یوں یہاں تک بھی دکھائی دے سکتا تھا۔ تخیلی نہیں بلکہ حقیقی،
سب سے بڑی اور مرکزی شے کمرے کے سامنے رکھے ہوئے پانی کی ایک ٹنکی تھی جو قارئین مطالعہ میں وقفہ کے
خواہشمند ہوتے وہ اٹھ کر باہر چلے جاتے اور وہاں یا تو تمباکو نوشی کرتے یا پانی پینے کے لئے ٹنکی کے گرد جمع
ہو جاتے اور آخر میں پیالہ کا بچا ہوا پانی پھینک کر کھڑکی میں کھڑے ہوئے قصبہ کا منظر دیکھتے رہتے تھے۔
قارئین دو قسم کے تھے۔ زیادہ تعداد تو متوسط قسم کے ذہین لوگوں کی ہوتی تھی باقی نچلے طبقہ کے ہوتے تھے۔ پہلی قسم کے
دنوں میں زیادہ تر عورتیں تھیں جن کے لباس گھٹیا ہوتے تھے اور ان کی شکلیں اتری ہوئی اور بیماری نظر
آتی تھیں جیسی کسی وجہ سے۔ یا تو بھوک یا بیماری کی وجہ سے پھولی ہوئی ہوتی تھیں وہ مستقل طور پر لائبریری
میں آنے والوں میں سے تھیں اور وہاں کے عملے سے ذاتی طور پر واقف تھیں اور وہاں یگانگت سی محسوس
کرتی تھیں۔

عام لوگ صحت مند اور خوش شکل دکھائی دیتے تھے اور بہترین لباسوں میں نظر آتے۔ وہ لوگ اس
قدر احترام کے ساتھ وہاں آتے جیسے کسی گرجا میں داخل ہو رہے ہوں۔ وہ دوسروں سے زیادہ خلل
مچاتے تھے اس لئے نہیں کہ انہیں وہاں کے قاعدے نہیں معلوم تھے بلکہ اس کوشش میں کہ ان
کی نقل و حرکت سے آواز پیدا نہ ہو وہ اپنے جوتے چرچرانے اور آواز نکلنے پر کنٹرول نہیں رکھ سکتے تھے
مہتمم کتب خانہ اور اس کی دو نائب کھڑکی کے مقابل دیوار کے اندر بنے ہوئے خلا میں ایک ڈائس
پر بیٹھتی تھیں۔ یہ حصہ باقی کمرے سے ایک کاؤنٹر کے ذریعہ علیحدہ کر دیا گیا تھا ان میں سے ایک نائب
عصبیلی قسم کی عورت تھی جو اونی شال اوڑھے رہتی۔ وہ اپنا ایک آنکھ کا چشمہ بار بار گرانی اور اتارتی رہتی
تھی۔ وہ یہ کام ضرورتاً نہیں بلکہ اپنے موڈ کے مطابق کرتی تھی۔ دوسری عورت سیاہ ریشمی بلاؤز
پہنتی تھی۔ اس کا سینہ کمزور معلوم ہوتا تھا کیونکہ سانس لیتے وقت اور بات چیت کرتے وقت بھی

اس کا رومال منہ اور ناک پر ہی رکھا رہتا اور وہ اسے کبھی نہیں ہٹاتی تھی۔ جملے کے پھر بھی نیم پکے ہوئے اور نامکمل تھے جیسے زیادہ تر قافیہ بند تھے اور انہی کی طرح ان کی کھال بھی ڈھیلی ڈھالی مٹیالے اور سبزی مائل رنگ کی تھی۔ عملے کی تینوں خواتین باری باری نئے آنے والے لوگوں کو سرگوشی کے انداز میں وہاں کے قواعد سمجھاتی تھیں، کتابوں کی پرچیاں بھجواتیں، کتابیں نکال کر دیتیں اور پھر چپ رکھ دیتیں اور وقفے کے دوران کسی رپورٹ کی تیاری یا ایسے ہی کسی اور کام میں مشغول ہو جاتیں۔ خیالات کی ناقابل جواز ہم آہنگی جو کمرے سے باہر اس قصبے کے منظر اور کمرے کے اندر کے خیالی منظر اور اس کے چاروں طرف پھیلے ہوئے سبز چہروں سے شروع ہوئی تھی اور جس سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہر شخص کو گلہڑ ہو گیا ہو اور اسے اس اکیلی گوری عورت کا چہرہ اس کی نظروں کے سامنے پھر جاتا جو اس کے یہاں تک پہنچنے والے روز ریلوے سوتی پر کام کر رہی تھی۔ یہ دی آند سے وہ قصبہ کے اندر سے نظر آنے والا منظر اور گاڑی کے فرش پر بیٹھا ہوا سمدیو یاد آ گیا جو ہر چیز پر تبصرہ کرتا جاتا تھا اور اسے ہر بات بتاتا جاتا تھا۔ اس نے ان تمام باتوں کا جو قصبے کے بارے میں اسے قصبے کے باہر ہی معلوم ہوئی تھیں، بیٹھنے کے موجودہ ماحول سے سلسلہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن اسے یاد نہیں رہا تھا کہ سمدیو نے کیا بتایا تھا اور اس کے بارے میں اس کے خیالات زیادہ دیر تک ساتھ نہیں دے سکے۔

(۱۱)

یہ دی آند سے وہ کمرے کے آخری سرے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے مقامی زمینوں کے اعداد و شمار کے بارے میں کئی رپورٹیں اور علاقہ میں بسنے والی قوموں کے متعلق حوالے کی کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے پچاشیفت کی بغاوت کی تاریخ پر بھی دو کتابیں مانگی تھیں لیکن ریشمی بالوں والی لائبریرین نے رومال منہ پر رکھے ہوئے اسے سرگوشی کے انداز میں بتایا تھا کہ کسی شخص کو ایک وقت میں تین سے زیادہ کتابیں نہیں دی جا سکتیں اور یہ کہ اپنی دلچسپی کی دوسری کتابیں حاصل کرنے کے لیے اسے ان میں سے کچھ کتابیں واپس کرنی ہوں گی۔ اس نے اپنے سامنے رکھی ہوئی کتابوں کے ڈھیر میں سے کتابیں نکال کر زیادہ تیزی سے ان کا مطالعہ شروع کر دیا تاکہ ان میں سے وہ کتابیں چھانٹ کر نکال سکے جن کی اسے واقعی ضرورت تھی اور باقی کتابوں کے بدلے میں دو تاریخی کتابیں حاصل کر سکے۔ وہ ان کتابوں کے ورق الٹ

رہا تھا۔ اور ابواب کی سرخیوں پر نظر ڈال رہا تھا وہ کام میں اتنا محو تھا کہ ادھر ادھر نہیں دیکھ رہا تھا۔ پڑھنے والوں کے مجمع کی وجہ سے اس کا کوئی حرج نہیں ہو رہا تھا۔ وہ سب آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کو اچھی طرح دیکھ چکا تھا۔ اس کے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے لوگ اس کے ذہن میں موجود تھے۔ آنکھیں اوپر اٹھائے بغیر اسے اس بات کا علم تھا کہ وہ لوگ وہاں موجود تھے اور اس کا خیال تھا کہ وہ اس سے پہلے وہاں سے نہیں جائیں گے۔ وہ لوگ اسی طرح جمے ہوئے بیٹھے تھے جیسے کھڑکی کے باہر مکانات اور گرجے اپنی اپنی جگہوں سے حرکت نہیں کر سکتے تھے لیکن سورج ضرور ہٹ گیا تھا۔ وہ کمرے کے مشرقی کونے سے ہٹ کر اب جنوبی دیوار کی کھڑکیوں میں سے چمک رہا تھا اور اس کی روشنی نزدیک بیٹھے ہوئے لوگوں کی آنکھوں پر پڑ رہی تھی۔ لائبریرین پر جسے سردی کا اثر تھا ڈائس سے اتر کر کھڑکیوں کے نزدیک گئی۔ ان پر سفید پردے پڑے ہوئے تھے جن کی وجہ سے روشنی ناگوار نہیں گزرتی تھی۔ اس نے آخری کھڑکی کے سوا جو ابھی تک سائے میں تھی باقی تمام کھڑکیوں کے پردے کھینچ دیئے۔ اس کھڑکی کے پاس پہنچ کر اس نے پردہ کھولنے کے لئے ڈوری کھینچی لیکن اسی وقت اسے چھینکیں آنے لگیں اس نے دس یا بارہ مرتبہ چھینکنے کے بعد یوری اینڈریے وچ کو خیال آیا کہ وہ میکلکسن کی سالی تھی اور تمتماتے ہوئے چہرے والی ایک بچی جس کا ذکر سمدیو یاتوف نے کیا تھا۔ دوسرے لوگوں کی طرح اس نے بھی سر اٹھا کر اس عورت کی طرف نہ دیکھا۔ اب اسے کمرے میں ایک تبدیلی نظر آئی۔ اس کے آخری سرے پر ایک نئی عورت آ بیٹھی تھی۔ یوری اینڈریے وچ نے انتی پووا کو فوراً پہچان لیا۔ وہ اس کی طرف پشت کئے بیٹھی تھی اور چھینکنے والی لائبریرین سے دھیمی آواز میں گفتگو کر رہی تھی جو اس کے اوپر جھکی ہوئی کھڑی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے لائبریرین پر گفتگو کا اچھا اثر پڑ رہا تھا۔ اس سے اسے آرام مل گیا نہ صرف پریشان کرنے والے زکام سے بلکہ اعصابی کھچاؤ سے بھی اس لئے شکر گزار نظروں سے انتی پووا کی طرف دیکھتے ہوئے وہ رومال جو اس نے مستقل اپنے منہ اور ناک پر رکھ چھوڑا تھا اپنے چہرے پر سے ہٹا لیا۔ اسے جیب میں رکھا اور آڑ کے پیچھے اپنی جگہ پر چلی گئی وہ خوش، بے تحاشا اور مسکراتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ یہ واقعہ کمرے کے مختلف حصوں میں کئی لوگوں نے دیکھا۔ وہ بھی مسکرا دیئے اور بعضوں نے پسندیدگی کی نظروں سے انتی پووا کو دیکھا۔ ان معمولی سی باتوں سے یوری اینڈریے وچ نے اندازہ لگایا کہ قصبے کے لوگ انتی پووا سے واقف

تھے اور اسے پسند کرتے تھے۔

(۱۲)

ایکدم اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ اپنی کرسی سے اٹھ کر جائے اور اس سے بات کرے۔ لیکن ماضی میں اینی پووا کے ساتھ اس کے تعلقات میں ایک طرح کی شرم اور ہچکچاہٹ سی پیدا ہو گئی تھی جو اس کی فطرت کے خلاف تھی اور اس کی وجہ سے وہ ایسا نہیں کر سکا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اسے پریشان نہیں کرے گا۔ اور نہ اپنا کام چھوڑے گا۔ اسے دیکھنے کی خواہش پر قابو پانے کی غرض سے اس نے اپنی کرسی کا رُخ اس طرح تبدیل کر لیا کہ اب اس کی پُشت تقریباً میز سے لگی ہوئی تھی۔ اس نے کتابوں پر دھیان دینے کی کوشش کی اور ایک کتاب گھٹنے پر رکھ کر دوسری ہاتھ میں اٹھالی۔ لیکن اب اس کا دھیان کتابوں میں نہیں تھا۔ اچانک اسے خیال آیا کہ اس نے ایکمرتبہ واری کینیز میں خواب میں جو آواز سُنی تھی وہ اینی پووا کی تھی۔ یہ خیال آتے ہی وہ مبہوت سا رہ گیا۔ اور اس نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی کرسی کا رُخ پھر ایکمرتبہ تبدیل کر دیا تاکہ وہ اینی پووا کو دیکھ سکے۔ اس کے کرسی کھسکانے سے اس کے قریب بیٹھے ہوئے لوگ چونک پڑے اور وہ اس کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ پیچھے سے اس کا صرف چوتھائی رُخ دیکھ سکتا تھا۔ وہ ہلکے خاکی رنگ کا بلاؤز پہنے ہوئے تھی جس پر میں کسی ہوئی تھی۔ وہ ایک بچہ کی طرح اپنا سر کسی قدر داہنے کندھے پر جھکائے ہوئے مکمل استغراق کے ساتھ مطالعہ کر رہی تھی۔ کبھی کبھی وہ رُک کر کچھ سوچنے لگتی اور چھت کی طرف یا اپنے سامنے دیکھنے لگتی اور پھر اپنا گال ہاتھ پر ٹکا کر اس کتاب میں سے جو وہ پڑھ رہی تھی اقتباسات نقل کرنے لگتی۔ ایسا کرتے ہوئے اس کی پنسل نوٹ بک پر تیزی سے چلتی تھی۔ یوری آندریے وچ کو وہی چیز اب پھر دکھائی دی جو اس نے عرصہ ہوا میلیوزیو میں دیکھی تھی: "وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ حسین دکھائی دے یا لوگ اسے دیکھ کر خوش ہوں"۔ اس نے سوچا: "وہ عورت کی فطرت کے اس پہلو سے نفرت کرتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ اپنے آپ کو خوبصورت ہونے کی سزا دے رہی ہے۔ لیکن اس چیز نے اسے اور بھی دس گنا زیادہ حسین بنا دیا ہے۔ وہ ہر کام کتنی خوبی کے ساتھ کرتی ہے! وہ پڑھتی ہے اس طرح نہیں جیسے کہ مطالعہ سب سے اعلیٰ انسانی مشغلہ ہو بلکہ اس طرح جیسے یہ سب سے آسان کام ہو، ایسا کام جو جانور بھی کر سکتے ہوں۔ بالکل اس طرح جیسے وہ کنوئیں سے پانی لینے

جاری ہو گیا تو پھیل رہی ہو۔ ان خیالات سے اسے بہت سکون ملا۔ اس کی روح ایک انوکھے قسم کا سکون محسوس کرنے لگی۔ اس کا ذہن ایک مضمون سے دوسرے مضمون پر بھٹکنے سے رک گیا۔ وہ اپنی مسکراہٹ نہیں روک سکا۔ انیتی پووا کی موجودگی کا اس پر بھی ویسا ہی اثر ہوا جیسا کہ اس لائبریرین پر ہوا تھا۔

اب اسے نہ تو اپنی کرسی کے رخ کی فکر تھی نہ اپنے خیالات بھٹکنے کی وجہ سے پریشان تھا۔ وہ تقریباً ایک گھنٹے تک اس سے زیادہ توجہ سے کام کرتا رہا جتنا کہ اس کے آنے سے پہلے کر رہا تھا۔ اس نے ان کتابوں میں سے دو اہم مضامین بھی پڑھ ڈالے۔ پھر یہ فیصلہ کرتے ہوئے کہ اس نے کافی کام کر لیا ہے، اس نے اپنی کتابیں اکٹھی کیں اور میز پر واپس لے گیا۔ صاف ضمیر کے ساتھ اور کسی برے احساس کے بغیر اس نے سوچا کہ صبح کو پورے وقت محنت سے کام کر چکنے کے بعد یہ حق حاصل تھا کہ وہ وقت نکال کر ایک پرانی دوست سے ملاقات کرے اور یہ کہ وہ اتنی تفریح تو کر ہی سکتا تھا۔ لیکن جب اس نے کھڑے ہو کر کمرے میں چاروں طرف نظر ڈالی تو اسے معلوم ہوا کہ انیتی پووا وہاں موجود نہیں تھی۔ لارا نے جو کتابیں واپس کی تھیں وہ ابھی تک کاؤنٹر پر اسکی کتابوں کے پاس رکھی ہوئی تھیں۔ وہ مارکس کے نظریہ پر دوری کتابیں تھیں۔ وہ یقیناً پڑھانے کا کام شروع کرنے سے پہلے اپنے آپ کو سیاسی تعلیم دے رہی ہوگی۔ اس نے کتابوں کے لئے جو پرچیاں لکھی تھیں اور جو کتابوں کے صفحوں کے درمیان لگی ہوئی تھیں، ان پر اس کا پتہ موجود تھا۔ یوری آندریوچ نے پتہ لکھ لیا جسے پڑھ کر اسے سخت حیرت ہوئی کیونکہ یہ ایک خاص قسم کا پتہ تھا: "مرچنٹ اسٹریٹ اس مکان کے سامنے جس پر پتھر کے مجسمے بنے ہوئے ہیں" اس نے ایک اور شخص سے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ اور اس کے جواب میں اسے بتایا گیا کہ یوریاتن میں "سنگ تراشی کے کام کا مکان" کا فقرہ اسی طرح مشہور ہے جیسے ماسکو میں سڑکوں کے نام ان پر واقع گرجاؤں کے نام پر رکھے جاتے ہیں یا جس طرح پیٹرزبرگ میں لوگ "پانچ کونوں" سے واقف ہیں۔ وہ مکان جس کا پتہ میں ذکر کیا گیا تھا، ایک گہرے بھورے رنگ کا مکان تھا جس پر عورتوں کے مجسموں سے ستونوں کا کام لیا گیا تھا اور شاعروں کے تخیل کی دیوتاؤں کے مجسمے بنے ہوئے تھے جو اپنے ہاتھوں میں جھانجھ بربط اور مختلف چیزیں اٹھائے ہوئے تھیں۔ یہ مکان گزشتہ صدی میں ایک تاجر نے اپنے نجی تھیٹر

کے طور پر خریدا گیا تھا۔ لیکن اس کے وارثوں نے اسے تاجروں کی جماعت کے ہاتھ فروخت کر دیا جس کے نام پر اس سڑک کا نام رکھا گیا تھا اور وہ تمام علاقہ اس مکان کے نام ہی سے مشہور تھا۔ اب اس مکان میں پارٹی کی شہری کمیٹی کا دفتر تھا اور اس کے نچلے حصے پر جہاں پہلے پوسٹر اور پروگرام آویزاں کئے جاتے تھے اب حکومت کے اعلان اور احکامات چسپاں نظر آتے تھے۔

(۱۳)

مئی کے ابتدائی دنوں کی سہ پہر کافی سرد تھی اور تیز ہوا چل رہی تھی۔ یوری آندرے وچ نے وہ کام ختم کیا جو اسے قصبے میں کرنا تھا۔ اور کتب خانے کے اندر ایک نظر ڈالنے کے بعد اس نے اچانک اپنا ارادہ بدل دیا اور انتی پوو سے ملنے کے لئے جانے کا فیصلہ کر لیا۔ ہوا کی تیزی اور خاک اور ریت کے بگولوں کی وجہ سے اسے راستے میں رک رک جانا پڑا۔ اس نے اپنا منہ پھیر لیا، آنکھیں بند کر لیں اور اسی انتظار میں ٹھہرا رہا کہ دھول اڑنی بند ہو جائے اور پھر اپنے راستہ پر چل دیا۔ لارا مرچنٹ اسٹریٹ کے نکڑ پر گہرے بھورے رنگ کے مکان کے سامنے رہتی تھی جس پر مجسمے بنے ہوئے تھے۔ اس نے یہ مکان پہلی مرتبہ دیکھا۔ مکان ویسا ہی تھا جیسا کہ اس کا نام تھا اور اس میں کوئی عجیب و غریب اور پریشان کن سی بات محسوس ہوتی تھی۔ اس کی اوپری منزل کے سامنے حصہ پر زمانہ قدیم کی عورتوں کی شکلیں بنی ہوئی تھیں جو انسانی قد کے نصف کے برابر تھیں۔ ریت کے دو بگولوں کے درمیان اسے ایسا معلوم ہوا جیسے مکان کی تمام عورتیں باہر بالکونی میں نکل آئی ہیں اور اوپر سے اسے جھانک کر دیکھ رہی ہوں۔ لارا کے مکان میں جانے کے دو دروازے تھے۔ ایک دروازہ مرچنٹ اسٹریٹ میں تھا اور دوسرا مڑ کر گلی میں تھا۔ آندرے وچ نے صدر دروازہ نہیں دیکھا اور گلی والے دروازہ سے اندر گیا۔ وہ جیسے ہی پھاٹک کے اندر داخل ہوا کوڑا کرکٹ ہوا سے اڑنے لگا اور صحن ڈاکٹر کی نظروں سے چھپ گیا۔ اس سیاہ پردے کے اندر سے مرغیاں کڑکڑاتی ہوئی اس کی ٹانگوں کے بیچ میں سے ہو کر بھاگ گئیں۔ ایک مرغا ان کا پیچھا کر رہا تھا۔ جب گرد اڑنی بند ہو گئی تو ڈاکٹر نے لارا کو کنوئیں کے پاس کھڑے دیکھا۔ اس نے دو بالٹیاں بھر کر اپنے بائیں کندھے پر ایک ڈنڈے میں لٹکائی تھیں۔ اس نے اپنے بال لاپرواہی سے ایک رومال سے باندھ رکھے تھے جس میں آگے کی طرف ایک گانٹھ لگی ہوئی تھی تاکہ وہ خاک دھول سے محفوظ رہ سکیں۔ اس نے اپنا اڑتا ہوا سایہ گھٹنوں کے بیچ

میں دبا رکھا تھا۔ وہ گھر کی طرف روانہ ہوئی لیکن ہوا کے ایک آدھ جھونکے نے اسے روک دیا جس سے اس کا رومال سر سے اتر کر اڑتا ہوا احاطے کے آخری سرے پر جا پڑا جہاں مرغیاں ابھی تک کڑ کڑا رہی تھیں۔ یہ زواگو رومال کے پیچھے بھاگا اور اسے اٹھا کر کنوئیں کے نزدیک اس کے پاس لے گیا۔ اپنا عام قدرتی انداز برقرار رکھتے ہوئے لارا نے اپنے منہ سے حیرت کا کوئی جملہ تک ادا نہیں کیا جس سے کسی قسم کی الجھن یا حیرت کا اظہار ہو سکتا۔ اس نے صرف یہی کہا: "زواگو!"

"لاریسا فیودوروونا!"

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"اپنی بالٹیاں رکھ دو۔ یہ میں پہنچا دوں گا۔"

"میں آدھے رستہ میں نہیں رکتی، اپنا کام ادھورا نہیں چھوڑتی۔ اگر تم مجھ ہی سے ملنے آئے ہو تو چلیں۔"

"اور کس سے ملنے آیا ہوں؟"

"یہ میں کس طرح جان سکتی ہوں؟"

"بہر حال یہ بالٹیاں مجھے اٹھا لینے دو۔ میں اس طرح کھڑے رہ کر تمہیں کام کرتے نہیں دیکھ سکتا۔"

"تم اسے کام کہتے ہو؟ بالٹیوں کو چھوڑو۔ تم سیڑھیوں پر پانی گرا دو گے۔ بہتر یہ ہے کہ مجھے یہ بتاؤ تم یہاں کیسے آئے ہو۔ تمہیں آئے ہوئے ایک سال سے زیادہ ہو گیا لیکن اس وقت تک تمہیں یہاں آنے کے لئے وقت نہیں مل سکا۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"بات پھیل ہی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ میں نے تمہیں دار المطالعہ میں بھی دیکھا تھا۔"

"تم نے مجھ سے بات کیوں نہیں کی؟"

"اب مجھ سے یہ تو مت کہو کہ تم نے مجھے نہیں دیکھا تھا۔"

بالٹیوں کے بوجھ سے کمر لچکاتی ہوئی وہ اس کے آگے آگے نیچی سی داخلی محراب سے اندر داخل ہوئی۔ یہاں اس نے جلدی سے دو زانو بیٹھ کر بالٹیاں مٹی کے فرش پر رکھیں، بالٹیاں لٹکانے کا ڈنڈا

کندھے پر سے اتارا ، اٹھ کر سیدھی کھڑی ہوئی اور اپنے ہاتھ ایک چھوٹے سے رومال سے صاف کئے "آؤ میں تمھیں اندر کے راستے میں سامنے والے ہال کمرے میں لے چلوں ۔ وہاں تمھیں ایک منٹ انتظار کرنا ہوگا میں بالٹیاں پچھلے زینہ سے اوپر لے جاؤنگی اور ذرا اپنا حلیہ ٹھیک کرونگی ۔ مجھے دیر نہیں لگے گی ۔ ذرا ہماری یہ سیڑھیاں تو دیکھو ۔ ڈھلے ہوئے لوہے کی بنی ہوئی ہیں اور کتنی خوبصورت ہیں اوپر کی ان سیڑھیوں میں سے ہر چیز دکھائی دیتی ہے ۔ یہ پرانا مکان ہے گولہ باری سے یہ کچھ ہل گیا ہے ۔ جہاں جہاں سے پلستر اکھڑ گیا ہے ۔ وہ تو تم دیکھ ہی سکتے ہو ۔ یہ دیکھو یہاں اینٹوں میں دراڑ پڑ گئی ہے ۔ جب کاتنکا اور میں باہر جاتے ہیں تو ٹلیٹ کی کنجی یہیں رکھ دیتے ہیں ۔ یہ بات ذہن میں رکھنا ہو سکتا ہے کہ تم کسی ایسے وقت آؤ جب کہ میں باہر ہوں ۔ تم دروازہ کھول کر اندر جا سکتے ہو اور بے تکلفی کے ساتھ میری واپسی تک بیٹھ سکتے ہو ۔ دیکھ رہے ہو یہ ہے چابی ۔ لیکن ابھی مجھے اس سے کام لینے کی ضرورت نہیں ہے ۔ میں پچھلے رستے سے باہر جاؤنگی اور اندر سے دروازہ کھول دوں گی ، یہاں صرف چوہوں کی وجہ سے ہمیں پریشانی ہے ۔ بے شمار چوہے ہیں یہاں اور ان سے پیچھا چھڑانا مشکل ہے ۔ تمام دیواریں شکستہ ہیں ۔ سارے مکان میں دراڑیں اور چھید ہیں ۔ میں چوہوں کے جتنے بھی بل نظر آتے ہیں بند کر دیتی ہوں لیکن اس سے کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا ۔ کیا تم کسی روز آکر میری مدد کروگے ؟ دراصل فرش کے تختوں اور کچے فرش کے درمیان کے سوراخ بند کرنے ضروری ہیں ۔ ٹھیک ہے نا ؟ اچھا ، تم یہیں ہال میں ٹھیرو ۔ اور اس کی ترکیب سوچو ۔ مجھے دیر نہیں لگے گی میں تمھیں ایک منٹ میں بلاتی ہوں : وہاں انتظار کرتے ہوئے اس نے چاروں طرف خستہ دیواروں اور ڈھلے ہوئے لوہے کی سیڑھیوں کو دیکھا اس نے اپنے آپ سے کہا ۔ دارالمطالعہ میں مجھے خیال ہوا تھا کہ وہ مطالعہ میں بے انتہا ذوق شوق سے منہمک ہے ۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ دوسری بات بھی ٹھیک ہے ۔ وہ کنوئیں سے پانی بھی اسی قدر ہلکے پن اور کسی کوشش کے بغیر لے آتی ہے جیسے کہ وہ مطالعہ کر رہی ہو ۔ وہ جو کام بھی کرتی ہے اس میں ایک خوش اسلوبی ہوتی ہے ۔ جیسے کہ اس نے ابتدائی زندگی میں جلد ہی کام کرنا شروع کر دیا ہو اور بچپن سے عادی ہو اور اب وہ جو کچھ بھی کرتی ہے وہ اسی عادت کی بنا پر آسانی کے ساتھ اور قدرتی طور پر کرتی ہے یہ صفت اس کی پشت کی ہڈی سے جب وہ جھکی ہوئی ہوتی ہے اور اس کی مسکراہٹ سے جب اسے مجھے

لب کھلتے ہیں اور ٹھوڑی میں گولائی آجاتی ہے، اور ماں کے الفاظ سے اور خیالات سے بھی عیاں ہے۔

"نداگو!" انیتا پولی نے اوپر سے آواز دی۔ اور وہ دوڑ کر چلی گئی۔

(۱۳)

"اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو اور وہی کرو جو میں کہوں۔ ہمیں دو تاریک کمروں سے ہو کر گزرنا ہے جن میں فرنیچر بھرا ہوا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز سے ٹکرا جاؤ اور تمہارے چوٹ لگ جائے۔"

"ٹھیک ہے اور یہ تو بالکل بھول بھلیوں کی طرح ہے۔ میں یہ راستہ کسی طرح نہیں معلوم کر سکتا تھا۔ مگر ایسا کیوں؟ کیا فلیٹ کی نئے سرے سے آرائش ہو رہی ہے؟"

"ارے نہیں یہ بات نہیں۔ یہ فرنیچر کسی اور کا ہے۔ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ کس کا ہے۔ کبھی اس عمارت میں میرا اپنا فلیٹ تھا لیکن جب سکول پر شہر کے محکمہ مکانات کا قبضہ ہو گیا تو وہ تنگ ہو گیا اور مجھے اس مکان کا ایک حصہ دے دیا گیا۔ اس کے مالک جا چکے تھے اور اپنا تمام فرنیچر چھوڑ گئے تھے۔ بہت کافی فرنیچر تھا۔ دوسرے لوگوں کا سامان رکھنا اچھا نہیں لگتا اس لیے میں نے سارا سامان ان دو کمروں میں رکھ دیا اور کھڑکیوں پر سفیدی کرا دی تاکہ دھوپ نہ آسکے۔ میرا ہاتھ مت چھوڑنا ورنہ تم کھو جاؤ گے۔ لو ہم لوگ پہنچ گئے۔ اب ہم دائیں طرف مڑیں گے۔ ہم بھول بھلیوں سے نکل آئے۔ یہ میرے کمرے کا دروازہ ہے۔ ذرا دیر میں روشنی ہو جائے گی۔ سنبھل کر قدم اٹھانا۔"

اس کے پیچھے کمرے میں داخل ہونے پر وہ دروازے کے سامنے والی کھڑکی سے باہر کا منظر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کھڑکی میں سے باہر صحن اور مکانوں کی نیچی چھتیں اور ان سے پرے دریا کے کنارے خالی میدان نظر آرہا تھا۔ وہاں بھیڑیں اور بکریاں چر رہی تھیں اور ان کی اونی دمیں لہنگوں کی طرح زمین پر گھسٹ رہی تھیں۔ سامنے ہی ایک بورڈ بھی دکھائی دے رہا تھا جس پر لکھا تھا: "موریا بیند و سینگن بیج قالین اور جھٹکنے کی مشین"۔ اس بورڈ کو دیکھ کر اسے وہ دن یاد آگیا جب وہ ماسکو سے یہاں پہنچا تھا اور ڈاکٹر نے اس کا حال لارا کو بتانا شروع کر دیا۔ وہ یہ بالکل بھول گیا کہ یہ افواہ بھی گرم تھی کہ اسٹرینیکوف لارا کا شوہر تھا۔ اس نے لارا کو ٹرین میں کومیسار سے اپنی ملاقات کا حال سنایا۔ اس کی گرانی کے اس ستم کا اس پر بہت زیادہ اثر ہوا۔ "تم نے اسٹرینیکوف کو دیکھا تھا؟" اس نے حیرت کے ساتھ پوچھا۔ "میں ابھی تمہیں نہیں بتاؤں گی۔ لیکن واقعی یہ ایک عجیب سی بات ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے

کہ تمھاری ملاقات پہلے سے مقدر میں لکھی ہوئی تھی۔ میں کسی وقت اس کے متعلق تمھیں سب کچھ بتادوں گی اور تم حیران رہ جاؤ گی۔ اگر میں غلطی نہیں کر رہی ہوں تو تم نے اس کے بارے میں بغض نہیں بلکہ اچھی رائے قائم کی ہے۔"

"ہاں۔ مجموعی طور پر مجھے اس سے نفرت کرنی چاہیے تھی۔ کیونکہ ہم اس علاقے میں سے ہو کر گزرے تھے جہاں اس کے ہاتھوں موت اور تباہی نازل ہوئی تھی۔ میرا خیال تھا کہ وہ کوئی سفاک قسم کا سپاہی یا انقلابی دیوانہ ہوگا۔ لیکن وہ ان میں سے کچھ بھی نہیں تھا۔ اگر کوئی شخص تمھاری توقع کے برعکس ہو تو اچھا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ویسا نہیں ہے۔ اگر وہ ایسا ہوتا تو انسان کی حیثیت سے اس کا خاتمہ ہو جاتا۔ لیکن اگر تم اسے کسی خاص قسم میں نہیں رکھ سکتیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کم از کم وہ کسی حد تک ویسا ہی ہے جیسا کہ ایک انسان کو ہونا چاہیے۔ وہ اپنے وجود سے بلند ہو جاتا ہے اور اس میں کسی قدر غیر فانیت آجاتی ہے۔"

"لوگ کہتے ہیں کہ وہ پارٹی کا ممبر نہیں ہے۔"

"ہاں میرے خیال میں یہ صحیح ہے۔ تم نے اس کی بات میں یہ محسوس کیا؟ بعض لوگ اس کی طرح بن جاتے ہیں۔ اس کا کوئی مستقبل نہیں ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ جلد اس کا خاتمہ ہو جائے گا۔ وہ ان تمام گناہوں کا خمیازہ بھگتے گا جو اس نے کیے ہیں۔ وہ انقلابی جو قانون اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں خطرناک ہوتے ہیں۔ اس لیے نہیں کہ وہ مجرم ہوتے ہیں بلکہ اس لیے کہ وہ بے قابو مشینوں کی مانند ہوتے ہیں جن پر قابو نہ پایا جا سکتا ہو۔ اسٹریلنیکوف بھی اتنا ہی پاگل ہے جتنا کہ وہ دوسرے لوگ ہیں۔ ہاں اتنا فرق ضرور ہے کہ اس کا یہ پاگل پن نظریات کی بنا پر پیدا نہیں ہوا بلکہ ان تکالیف سے پیدا ہوا ہے جو اس نے برداشت کی ہیں۔ مجھے اس کا بھید معلوم نہیں ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ کوئی نہ کوئی بھید ضرور ہے۔ بالشویکوں کے ساتھ اس کا تعاون ایک اتفاقی بات ہے۔ جب تک انھیں اس کی ضرورت ہے وہ اسے برداشت کر رہے ہیں۔ اتفاق سے وہ ان کے راستے پر چل رہا ہے لیکن جس وقت بھی انھیں اس کی ضرورت باقی نہیں رہے گی وہ کسی قسم کے افسوس کے بغیر اسے علیحدہ کر دیں گے اور کچل دیں گے جیسا کہ انھوں نے دوسرے فوجی ماہرین کے ساتھ کیا ہے۔"

"تمھارا یہی خیال ہے؟"

"مجھے اس کا یقین ہے۔"

"کیا اس کے لئے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں ہے؟ کیا وہ بھاگ نہیں سکتا؟"

"وہ بھاگ کر کہاں جا سکتا ہے، لاریسا فیودروونا؟ پرانے زمانہ میں ایسا ہو سکتا تھا جبکہ زاروں کی حکومت تھی۔ لیکن اب ذرا کوشش کر کے تو دیکھو!"

"یہ تو بہت بری بات ہے۔ تمھاری باتیں سن کر مجھے اس پر ترس آ رہا ہے۔ ایک بات بتاؤ۔ تم بدل گئے ہو۔ تم انقلاب کے متعلق پہلے زیادہ سکون سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ تم اس کے متعلق اتنی سخت باتیں نہیں کہتے تھے۔"

"یہی تو اصل بات ہے، لاریسا فیودروونا۔ ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔ اس تمام عرصہ میں کوئی ٹھوس کام ہو جانا چاہیئے تھا۔ لیکن اب پتہ چلا کہ جن لوگوں نے انقلاب برپا کیا تھا وہ سوائے تبدیلی اور ہنگامے کے اور کچھ پسند نہیں کرتے۔ وہ کسی ایسی چیز سے خوش نہیں ہوتے جو عالمی سطح پر نہ ہو۔ ان کے لئے عبوری زمانہ، ——— زیرِ تعمیر دنیا بجائے خود ایک مقصد ہیں۔ انھیں کسی اور چیز کی تربیت ہی نہیں ملی وہ اس کے علاوہ اور کچھ جانتے ہی نہیں۔ اور کیا تم جانتی ہو کہ یہ کبھی نہ ختم ہونے والی تیاریاں اتنی بیکار اور لاحاصل کیوں ہوتی ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں میں صحیح صلاحیتیں نہیں ہیں۔ یہ لوگ نااہل ہیں۔ انسان زندہ رہنے کے لئے پیدا ہوا ہے زندگی کا سامان اور اس کی تیاریاں کرنے کے لئے نہیں۔ خود زندگی، زندگی کا مظہر، زندگی کا تحفہ حیرت انگیز حد تک سنجیدہ چیز ہے۔ پھر آخر غیر پختہ ذہنوں کے بچکانہ مسخرے پن کی حرکتوں اور زمانہ طالب علمی سے بھاگ جانے جیسی حرکتوں کو کیوں تسلیم کیا جائے؟ بس بہت ہو چکا۔ اب سوالات کرنے کی میری باری ہے۔ ہم لوگ اسی دن صبح کو یہاں پہنچے تھے جب یہاں مقامی شورش ہوئی تھی۔ کیا اس دن تم شہر ہی میں موجود تھیں؟"

"ہاں! ہمارے چاروں طرف آگ لگی ہوئی تھی۔ مجھے حیرت ہے کہ یہ مکان جلنے سے بچ گیا تاہم یہ بری طرح ہل کر رہ گیا۔ جیسا کہ میں تمھیں بتا چکی ہوں۔ آج تک ایک بغیر پھٹا ہوا گولہ پھاٹک کے اندر صحن میں دبا پڑا ہے۔ لوٹ مار، بمباری، ہر طرح کی دہشت انگیزی ——— جیسا کہ ہر حکومت کے بدلتے وقت ہوا کرتا ہے۔ لیکن اس وقت تک ہم اس کے عادی ہو چکے تھے۔ یہ پہلا موقع نہیں تھا۔ اور سفید روسی فوج نے کیا کچھ نہیں کیا! پرانے حسابات چکانے کے لئے قتل، استحصال بالجبر، بلیک میل۔

— حقیقی خوشیاں! لیکن میں نے تمھیں سب سے زیادہ حیرت انگیز بات نہیں بتائی۔ ہمارا جلیکن! وہ چیک فوجوں کے ساتھ ایک انتہائی اہم شخصیت کی حیثیت سے آیا — ایک طرح کا گورنر جنرل۔

"میں جانتا ہوں۔ میں اس کے متعلق سن چکا ہوں۔ کیا تم اس سے ملیں؟"

ڈاکٹر، تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ اس کی وجہ سے میں نے کتنے لوگوں کو بچا لیا اور کتنوں کو چھپا لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کا طرزِ عمل بہت اچھا اور بہادرانہ تھا۔ ان ٹٹ پونجیے قازق، کپتانوں پولیس والوں اور دوسرے لوگوں جیسا نہیں۔ بدقسمتی سے حالات اچھے لوگوں کے ہاتھوں میں نہیں بلکہ انہی ٹٹ پونجیوں کے ہاتھوں میں تھے۔ جلیکن نے میری بہت مدد کی۔ تم تو جانتے ہو کہ ہم پرانے دوست ہیں۔ جب میں چھوٹی سی بچی تھی تو میں اکثر اس مکان میں جایا کرتی تھی جہاں وہ رہتا تھا، زیادہ تر کرایہ دار ریلوے مزدور تھے۔ بچپن میں میں نے بہت افلاس اور غربت دیکھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انقلاب کے بارے میں میرا نظریہ تمھارے نظریہ سے مختلف ہے۔ میں اس سے زیادہ قریب رہی ہوں۔ میں اس کی بہت سی اندرونی باتیں جانتی ہوں۔ لیکن یہ کہ جلیکن، ایک چوکیدار کا بیٹا سفید فوج کا کرنل بلکہ شاید جنرل بن جائے! میرے خاندان میں کوئی فوجی نہیں ہے اس لئے میں فوجی عہدوں کے بارے میں زیادہ نہیں جانتی اور پیشہ کے اعتبار سے میں تاریخ کی معلمہ ہوں —— بہرحال یہاں ہم دونوں نے بہت کافی لوگوں کی مدد کی۔ میں اس سے ملنے جایا کرتی اور ہم تمھارے متعلق باتیں کیا کرتے۔ ہر حکومت میں میرے دوست اور تعلقات رہے ہیں — اور ان سب سے مجھے تکلیفیں اور مایوسیاں ملی ہیں۔ یہ صرف دقیانوسی کتابوں میں لوگوں کو دو گروہوں میں بانٹ دیا گیا ہے جن کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ حقیقی زندگی میں ہر چیز خلط ملط ہو جاتی ہے! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم عمر بھر ایک بے حقیقت انسان رہو گے اور ایک ہی کردار ادا کرو گے، اس سماج میں تمھارا بس ایک ہی مقام رہے گا اور تم ایک ہی چیز کی حمایت کرتے رہو گے؟ اوہ۔ لو وہ آ گئی!

ایک لڑکی اندر آئی جس کی عمر تقریباً آٹھ سال تھی اس کے بالوں کی مینڈھیاں گندھی ہوئی تھیں اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں شرارت ٹپکتی تھی اور جب وہ ہنستی تھی تو اس کی آنکھیں چھپ جاتی تھیں اسے معلوم تھا کہ کوئی اس کی ماں سے ملنے آیا ہے کیونکہ اس نے آواز دروازہ کے باہر ہی سن لی تھی لیکن پھر بھی اس نے حیرت کا اظہار ضروری سمجھا۔ وہ آداب بجا لائی۔ اور ڈاکٹر کو بے خوفی کے ساتھ پلک جھپکائے بغیر دیکھتی رہی۔ ایک ایسی تنہا بچی کی طرح جس نے شروع زندگی ہی میں غور و فکر شروع کر دیا ہو۔

"میری بیٹی ۔ کاتنکا ۔ میں امید کرتی ہوں کہ تم دونوں دوست بن جاؤ گے!"

"تم نے مجھے اس کی تصویر میلیوزیو میں دکھائی تھی ۔ اب یہ کتنی بڑی سی ہو گئی ہے اور بدل بھی گئی ہے۔"

"میں سمجھی تھی کہ تم باہر گئی ہوئی ہو۔ میں نے تمھارے آنے کی آواز بھی نہیں سنی۔"

"واہ میں نے دراز میں سے چابی نکالی اور اس میں ایک بہت بڑا سا چوہا تھا ۔ اتنا بڑا! تم دیکھتیں کہ میں کتنے زور سے اچھلی! خوفناک! ماں ، میری تو جان ہی نکل گئی ہوتی۔"

اس نے برا سا منہ بنایا ، آنکھیں پھیلا لیں اور منہ سکوڑ لیا۔

"اچھا اب تم جاؤ میں تمھارے چچا کو کھانے کے لئے روک رہی ہوں اور جب کھانا تیار ہو جائیگا تو تمھیں آواز دے لوں گی۔"

"شکریہ! کاش میں ٹھہر سکتا لیکن جب سے میں نے شہر آنا شروع کیا ہے ہم لوگ رات کا کھانا چھ بجے کھا لیتے ہیں اور میں کوشش کرتا ہوں کہ مجھے دیر نہ ہو جائے مجھے گھر پہنچنے میں تین گھنٹے سے زائد لگ جاتے ہیں ۔ تقریباً چار گھنٹے ۔ یہی وجہ ہے میں اتنے سویرے آتا ہوں ۔ افسوس ہے مجھے جلد جانا ہوگا ۔"

"تم آدھ گھنٹہ تو اور ٹھہر سکتے ہو؟"

"ہاں ۔ ہاں ۔ خوشی سے۔"

(۱۵)

"اور اب ، کیونکہ تم نے مجھ سے اس قدر صاف گوئی سے کام لیا ہے اس لئے میں بھی تمھارے ساتھ صاف گوئی سے کام لوں گی ۔ اسٹریلنیکوف جس سے تم ملے تھے میرا شوہر ہے ۔ پاشا ۔ پاول پاولووچ اینتی پوف ، جسے تلاش کرنے کے لئے میں محاذ پر گئی تھی اور جس کی موت کا یقین کرنے سے میں نے انکار کر دیا تھا۔"

"تم نے جو کچھ کہا اس سے مجھے تعجب نہیں ہوا ۔ میں اسی قسم کی کوئی بات سننے کو تیار تو تھا ۔ میں نے یہ افواہ سنی تھی لیکن اس پر یقین نہیں کیا تھا ۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے اس کے متعلق تم سے اس قدر صاف گوئی سے بات کی ۔ افواہ کو نظر انداز کرتے ہوئے جو محض بکواس ہے ۔ میں نے اس آدمی کو دیکھا ہے کون یہ سمجھ سکتا ہے کہ اس کا تم سے کوئی تعلق ہوگا؟ تم میں اور اس میں کونسی چیز مشترک ہے؟" — "لیکن"

پھر بھی صحیح ہے۔ اسٹریلنیکوف، میرا شوہر انتیپوف ہے۔ میں بھی اس عام خیال سے اتفاق کرتی ہوں۔ یہ بات کاتنکا بھی جانتی ہے اور اسے اپنے باپ پر فخر ہے۔ اسٹریلنیکوف اس کا فرضی نام ہے ۔ تمام سرگرم انقلابیوں کی طرح اس نے بھی ایک نام اختیار کر لیا ہے۔ کسی وجہ سے اسے ایک فرضی نام اختیار کر کے زندگی گذارنا اور کام کرنا پڑ رہا ہے۔ یہ وہی تھا جس نے یوریاتن پر قبضہ کیا تھا اور ہم پر گولے برسائے تھے، یہ جانتے ہوئے کہ ہم لوگ یہاں تھے۔ اور ایک مرتبہ بھی یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ ہم زندہ بھی ہیں یا نہیں تاکہ اس کی اصلیت ظاہر نہ ہو سکے۔ یہ واقعی اس کا فرض تھا۔ اگر وہ مجھ سے پوچھتا تو میں بھی اس سے ایسا ہی کرنے کو کہتی۔ ممکن ہے تمہارا خیال ہو۔ کہ میرے بحفاظت رہنے اور شہری سوویت کے مجھے رہنے کے لئے جگہ دینے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خفیہ طور پر ہماری دیکھ بھال کر رہا ہے لیکن یہ بات کہ وہ واقعی یہاں آیا تھا اور ہم سے ملے بغیر چلا گیا۔ ناقابل یقین سی ہے! یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ فطری چیز نہیں ہے۔ قدیم رومیوں جیسی بات ہے۔ لیکن مجھے تمہارے نقطۂ نظر سے متاثر نہیں ہونا چاہیئے۔ میرے اور تمہارے خیالات واقعی یکساں نہیں ہیں۔ جہاں ناقابل فہم چیزوں کا سوال ہوتا ہے تو ہم ایک دوسرے کو سمجھ سکتے ہیں لیکن جب اہم مسائل اور زندگی کے بارے میں ہمارے نقطۂ نظر کا سوال آتا ہے تو ہم ایک دوسرے سے اتفاق نہیں کرتے۔ تو اسٹریلنیکوف کی بات ہو رہی تھی۔ اب وہ سائبیریا میں ہے اور تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں نے سنا ہے کہ اس پر ایسے الزامات لگائے گئے ہیں جن سے میرا خون خشک ہونے لگتا ہے اور وہ وہاں سب سے اگلے محاذ پر ہے اور بیچارے جلیلن سے جنگ کر رہا ہے جو اس کا بچپن کا دوست اور جرمنی کی لڑائی میں اس کا ساتھی رہ چکا ہے۔ جلیلن جانتا ہے کہ وہ کون ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ میں اس کی بیوی ہوں۔ لیکن اس نے معاملے کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے کبھی اس کا ذکر نہیں کیا، حالانکہ مجھے معلوم ہے کہ اسٹریلنیکوف کا نام سن کر وہ غصہ سے پاگل ہو جاتا ہے۔ ہاں وہ سائبیریا میں ہے لیکن یہاں وہ کافی عرصہ تک رہا۔ وہ اس ریل کے ڈبہ میں رہتا تھا جہاں تم نے اسے دیکھا تھا۔ مجھے برابر یہ امید رہی کہ کبھی اتفاق سے میری اس سے مڈبھیڑ ہو جائے گی۔ کبھی کبھی وہ اسٹاف ہیڈ کوارٹر جایا کرتا تھا جو اس عمارت میں تھا جہاں کومچ ۔ دستور ساز اسمبلی کی فوج ۔ کا ہیڈ کوارٹر ہوا کرتا تھا۔ اور اتفاق سے داخلہ کا راستہ عمارت کے اسی حصہ میں ہو کر جاتا تھا۔ جہاں جلیلن مجھ سے ملا کرتا تھا۔ میں ہمیشہ وہاں جاتی رہتی تھی اس سے یہ کہنے کے لئے کہ وہ کسی کی مدد کرے یا کوئی خطرناک قسم کی کارروائی روک دے۔ مثال کے طور پر فوجی اکیڈمی کا ایک معاملہ تھا جس پر اس وقت کافی شور مچا تھا۔ اگر کوئی انسٹرکٹر غیر مقبول ہوتا تو کیڈٹ اسے گھیر کر گولی ما

بیٹے اور یہ کہتے کہ یہ بالشویکوں کا ہمدرد ہے۔ اور پھر اکثر تہ لوگوں نے یہودیوں کو مارنا پیٹنا شروع کر دیا۔ اتفاق سے اگر تم کسی قسم کا ذہنی کام کرتے ہو اور شہر میں رہتے ہو جیسے ہم رہتے ہیں تو تمہارے آدھے سے زیادہ دوست یقینی طور پر یہودی ہوں گے۔ پھر بھی ایسے موقعوں پر جب منظم جماعتی قتل عام ہوتا ہے اور جب اسی طرح کی عوامی اور قابل نفرت حرکتیں ہونے لگتی ہیں تو ہم نہ صرف افسوس، غصہ، اور شرم محسوس کرتے ہیں بلکہ ہم آپس میں تقسیم ہو جاتے ہیں جیسے ہماری ہمدردی دل سے نکلی ہوئی نہیں بلکہ ذہنی ہوں اور بعد میں ریاکاری معلوم ہونے لگے۔ یہ کتنے تعجب کی بات ہے کہ یہ لوگ جنہوں نے اکثر تہ بنی نوع انسان کو بت پرستی کی لعنت سے نجات دلائی تھی اور جن میں سے ایک بڑی تعداد اب بنی نوع انسان کو نا انصافی سے آزادی دلانے کے لئے کام کر رہی ہے خود اپنے آپ کو اس وفاداری سے نجات نہ دلا سکیں جو انھیں اتنی متروک اور دقیانوسی ہمت یا ذات سے ہے اور جس کی تمام اہمیت ختم ہو چکی ہے اور یہ کہ وہ اپنی موجودہ حیثیت سے بلند ہو کر ان تمام باقی لوگوں میں گھل مل نہ سکیں جن کے مذہب کی بنیاد انھوں نے رکھی ہے اور جو ان سے زیادہ قریب آ سکتے ہیں بشرطیکہ وہ انھیں زیادہ بہتر طریقہ پر سمجھ سکیں۔ یہ واقعی سچ ہے کہ ایذا رسانیوں کی وجہ سے وہ لوگ یہ فضول اور تباہ کن رویہ اختیار کرنے اور اسی طرح بے شرمی اور نفس کشی کے ساتھ علیحدگی قبول کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں جس سے انھیں بد نصیبی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن میں سمجھتی ہوں کہ یہ صورت حال کسی حد تک ایک طرح کی اندرونی کہن سالی اور صدیوں پرانی تاریخی اکتاہٹ کی وجہ سے بھی پیدا ہوئی ہے۔ میں ان لوگوں کا تاریکی میں طعن آمیز طریقہ پر سیٹیاں بجانا، ان کا ہمیشہ پا افتادہ اور مردود نظریہ اور ان کے خیالات کا بوداپن پسند نہیں کرتی۔ یہ اسی قدر پریشان کن ہے جیسا کہ بوڑھے آدمیوں کا بڑھاپے کی باتیں کرنا یا بیمار آدمیوں کا اپنی بیماری کا ذکر کرنا۔ کیا تمھارا بھی یہی خیال ہے؟

"میں نے اس پر زیادہ غور نہیں کیا۔ میرا ایک دوست ہے۔ میشا گورڈن۔ اس کا بھی یہی خیال ہے جو تمہارا ہے۔"

"خیر تو میں وہاں اس امید میں جایا کرتی تھی کہ پاشا سے آتے جاتے ہوئے ملاقات کر سکوں گی۔ شکایات: کیا تم نے یہ نوٹس دیکھا ہے؟ یہ شہر کی حسین ترین جگہ ہے۔ اس کے سامنے چوک میں لکڑی کے تختے جڑے ہوئے ہیں اور چوک کے دوسری طرف شہر کا پارک ہے جو اس

علاقہ کے خوبصورت ترین درختوں سے بھرا ہوا ہے۔ دروازے کے باہر سڑک پر ہمیشہ قطار لگی رہتی تھی میں وہاں انتظار کیا کرتی تھی۔ میں نے کبھی زبردستی اندر گھسنے کی کوشش نہیں کی۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ میں اس کی بیوی ہوں۔ ہمارے نام تو مختلف ہیں ہی۔ اور پھر یہ سوچنا بھی غلط ہوگا کہ وہ لوگ کسی قسم کی جذباتی اپیل سے متاثر ہو جائیں گے! ان کے طریقے بالکل مختلف ہیں۔ کیا تم جانتے ہو کہ خود اس کا باپ پاول فیرانوچ تووتح، جو ایک سابق سیاسی جلاوطن اور پرانا کارکن ہے یہاں سے قریب ہی بڑی شاہراہ کے کنارے ایک بستی میں موجود ہے جہاں وہ ایک جلاوطن کی حیثیت سے رہا کرتا تھا۔ اور اس کا دوست تیوِرزن بھی وہیں پر ہے دونوں مقامی انقلابی عدالت کے رکن ہیں کیا تم یقین کر سکتے ہو کہ پاشا اپنے باپ سے ملنے تک نہیں گیا اور اس نے اسے یہ تک نہیں بتایا کہ وہ کون ہے۔ اور اس کے باپ کو اس بات کا یقین ہے۔ اسے ذرا سا بھی صدمہ نہیں ہے۔ اگر اس کا لڑکا غیر معروف رہنا چاہتا ہے تو پھر ایسا ہی ہونا چاہئیے وہ اس سے نہیں مل سکتا بس بات یہاں ختم ہو جاتی ہے۔ ارے یہ لوگ پتھر کے بنے ہوئے ہیں پتھر کے — اپنے تمام اصولوں اور ضابطوں کے باوجود یہ لوگ انسان ہرگز نہیں ہیں۔ اگر میں یہ ثابت بھی کر دیتی کہ میں اس کی بیوی ہوں تو بھی اس سے مجھے کوئی فائدہ نہ ہوتا! ایسے زمانہ میں بیویوں کی ان کے لئے کیا حقیقت ہوتی ہے: یہ عالمی کارکن — کائنات کی تخلیق نَو — یہ ہے اصل بات! لیکن بیوی، محض ایک انفرادی دو پایہ — ان کے لئے ایک جوں یا پسّو سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی! اسکا ایڈی کانگ باہر آکر لوگوں سے پوچھا کرتا تھا کہ وہ اس سے کس لئے ملنا چاہتے ہیں اور ان میں سے کچھ لوگوں کو اندر جانے کی اجازت بھی دے دیتا تھا۔ لیکن میں نے کبھی اسے اپنا نام نہیں بتایا اور جب اس نے مجھ سے پوچھا کہ مجھے کیا کام تھا تو میں نے ہمیشہ یہی کہہ دیا کہ ذاتی کام ہے۔ میں یہ جانتی تھی کہ میں اپنا وقت ضائع کر رہی ہوں۔ ایڈی اپنے کندھے ہلا دیتا اور مجھے مشتبہ نظروں سے دیکھنے لگتا۔ میں نے ایک مرتبہ بھی اسکی شکل نہیں دیکھی۔ میں سمجھتی ہوں تمہارا خیال ہے کہ اسے ہماری فکر نہیں ہے وہ ہم سے محبت نہیں کرتا اور ہمیں بھول گیا ہے؟ لیکن تمہارا یہ خیال غلط ہے۔ میں اسے بہت اچھی طرح جانتی ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ وہ کیا چاہتا ہے اور ایسا محض اس لئے ہے کہ وہ ہم سے محبت کرتا ہے۔ دراصل وہ ہمارے پاس خالی ہاتھ واپس آنا برداشت نہیں کر سکتا۔ وہ ہمارے پاس ایک فاتح کی حیثیت سے واپس آنا چاہتا ہے — اعزاز و اکرام کے ساتھ اور اپنے تمام اعزازات ہمارے قدموں میں ڈال دینا چاہتا ہے۔ ہیں

زندہ جاوید بنانے کے لئے، ہماری آنکھوں کو خیرہ کر دینے کے لئے! بالکل ایک بچّہ کی طرح!

اتنے میں کاٹنکا پھر اندر آئی - لاریسا فیودرووناؔ نے لپک کر اسے پکڑ لیا اور اسے اٹھا کر چاروں طرف گھمانا، گدگدی کرنا اور چومنا شروع کر دیا جس سے بچّی بھی حیرت زدہ ہو کر رہ گئی۔

(۱۶)

پوری آندریے وچ گھوڑے پر داری کینو واپس جا رہا تھا - وہ اسی راستہ سے لاتعداد مرتبہ گزرا تھا - وہ سڑک سے اتنا واقف تھا کہ نہ وہ راستہ کا خیال کرتا تھا اور نہ آگے دیکھتا تھا۔ وہ اب جلد ہی جنگل کے اندر چوراہے پر پہنچ جائے گا جہاں سے راستہ داری کینو جاتا تھا اور ایک اور راستہ ماہی گیروں کی بستی واسی لیوسکوئی کو جاتا تھا جو دریائے سکما پر واقع تھا - یہاں ایک تشہیرا سائن بورڈ لگا ہوا تھا جس پر زرعی مشینوں کا اشتہار تھا معمول کے مطابق وہ غروب آفتاب کے وقت چوراہے پر پہنچ گیا - اس دن کے بعد اب دو مہینے گذر چکے تھے جب یوریاتن سے گھر واپس جانے کی بجائے اس نے رات لاریسا فیودرووناؔ کے یہاں گذاری تھی اور اپنے گھر والوں سے کہہ دیا تھا کہ وہ کسی کام سے شہر رک گیا تھا اور رات کو سمدیویاتوف کی سرائے میں ٹھہرا تھا۔ وہ کافی عرصہ سے لارا کہکر پکارتا اور "تم کی بجائے" "تو" کہتا تھا - حالانکہ وہ ابھی تک اسے ژواگو ہی کہتی تھی - یوری آندریے وچ تونیا کو دھوکا دے رہا تھا — اس کا یہ تعلق زیادہ سنگین ہوتا جا رہا تھا - یہ چیز نفرت انگیز اور غلط تھی۔ کیونکہ وہ تونیا سے محبّت کرتا تھا وہ اس کی پرستش کرتا تھا۔ اس کا ذہنی سکون اسے دنیا میں ہر چیز سے زیادہ عزیز تھا - وہ اس کی عزّت بچانے کے لئے اس کے باپ بلکہ خود اس سے بھی زیادہ کر گزرنے کو تیار تھا - اگر کوئی شخص اس کی بے عزّتی کرتا تو وہ خود اپنے ہاتھوں سے اس کی تکّہ بوٹی کر کے پھینک دیتا۔ لیکن پھر بھی اب وہ خود ہی خطاوار تھا - گھر پر وہ اپنے آپ کو مجرم محسوس کرتا۔ گھر والوں کی لاعلمی، اور ان کی محبت میں کوئی تبدیلی نہ ہونے سے اسے دلی اذیت ہوتی بات چیت کے دوران وہ اچانک اپنے جرم کا خیال کر کے خاموش ہو جاتا تھا اور پھر اسے کچھ سنائی نہ دیتا - اگر کھانا کھاتے وقت ایسا ہوتا تو نوالہ اس کے حلق میں اٹک کر رہ جاتا - وہ اپنا چمچہ رکھ دیتا اور پلیٹ سامنے سے ہٹا دیتا اپنے آنسو روکنے کی کوشش کرتے ہوئے اس کا دم گھٹنے لگتا تھا۔ "تمھیں کیا تکلیف ہے؟" تونیا حیران ہو کر پوچھتی۔ "جب تم شہر گئے تھے تو تم نے یقیناً کوئی بری خبر سنی ہوگی۔ کیا کسی کو گرفتار کر لیا گیا؟ یا گولی مار دی گئی؟ مجھے بتا دو تو سہی۔ اس کا خیال مت

کر دکھ میں پریشان ہو جاؤں گی۔ مجھے بتا دینے سے تمہارے دل کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔" کیا اس کی بے وفائی کی وجہ یہ تھی کہ وہ ایک اور عورت کو پسند کرتا تھا؟ نہیں اس نے کوئی مقابلہ کر کے نہیں دیکھا تھا پسند کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ "آزادانہ محبت" کا خیال اور "محبت کے جائز مطالبات" جیسے فقرے اس کے لئے اجنبی تھے۔ اس قسم کی بات چیت اس کے لئے ذلت آمیز تھی۔ اس نے کبھی اپنے آپ کو فوق البشر نہیں سمجھا تھا جسے خصوصی حقوق اور مراعات حاصل ہوں۔ اب وہ اپنے مجرم ضمیر کے بوجھ سے دبا جا رہا تھا

"اب کیا ہو گا؟" اس نے اکثر سوچا تھا اور یہ امید کی تھی کہ کوئی ناممکن اور غیر متوقع صورت حال پیدا ہو کر اس کا یہ مسئلہ حل کر دے گی۔ لیکن اب وہ غور نہیں کرتا تھا۔ اس نے اس گتھی کو سلجھانے کا فیصلہ کر لیا تھا اور وہ ایک حل سوچ کر گھر جا رہا تھا۔ وہ تونیا سے ہر چیز کا اقبال کرے گا، اس سے معافی مانگے گا اور اب کبھی لارا سے نہیں ملے گا۔ یہ نہیں کہ ہر بات ویسی ہی تھی جیسی کہ ہونی چاہیئے تھی۔ اس نے اب محسوس کیا کہ اس نے لارا سے یہ بات صاف صاف نہیں کہی تھی کہ وہ اس سے ہمیشہ کے لئے قطع تعلق کر رہا ہے۔ اس روز صبح اس نے اسے بتایا تھا کہ وہ سب باتیں تونیا سے کہہ دینا چاہتا ہے اور یہ کہ ان دونوں کو ایک دوسرے سے نہیں ملنا چاہیئے لیکن اب اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اس نے یہ بات نرم الفاظ میں کہی تھی اور ٹھیک طور پر واضح نہیں کی تھی۔ لارا کو معلوم ہو گیا تھا کہ وہ کتنا پریشان تھا اور وہ یہ نہیں چاہتی تھی کہ تکلیف دہ باتیں کر کے اس کی پریشانی میں اضافہ کرے۔ اس نے اس کی تمام باتیں سکون کے ساتھ سننے کی کوشش کی

دونوں سامنے کے ایک ہال کمرے میں باتیں کر رہے تھے۔ رخساروں پر آنسو بہہ رہے تھے لیکن اسے ان کا کوئی احساس نہیں تھا جیسے سڑک کے پار مکان پر بنے ہوئے مجسموں کو اپنے چہروں پر بارش کا پانی بہنے کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ وہ نرم لہجہ میں بار بار یہی کہتی رہی: "وہی کرو جو تم بہتر سمجھتے ہو۔ میری پرواہ مت کرو۔ میں اپنے پر قابو پا لوں گی۔" وہ یہ بات خلوص کے ساتھ کہہ رہی تھی اور اس میں کسی قسم کا تصنع نہیں تھا۔ اسے یہ تک معلوم نہیں تھا کہ وہ رو رہی ہے اور اس نے اپنے آنسو نہیں پونچھے۔ یہ سوچ کر کہ شاید لارا نے اس کی بات غلط سمجھی ہو۔ اور یہ کہ وہ اس کے دل میں غلط خیال اور جھوٹی امیدیں چھوڑ آیا ہے اس نے تقریباً گھوڑے کا رخ موڑ کر اسے واپس بھگا دیا ہوتا وہ تمام باتیں کہنے کے لئے جو اس نے نہیں کہی تھیں اور اس کے علاوہ اس سے زیادہ پر جوش اور محبت بھرے انداز میں رخصت ہونے کے لئے ایک ایسے طریقہ پر جو اس موقعہ کے لئے زیادہ مناسب ہوتا۔ لیکن اس نے

ارادہ بدل دیا اور واری کیبنو کی طرف اپنا سفر جاری رکھا۔ جب سورج غروب ہوا تو جنگل میں سرمئی اور تاریکی پھیل گئی۔ ہوا میں سڑی ہوئی پتیوں کی بُو بسی ہوئی تھی۔ لاتعداد مچھر ہوا میں بھنبھنا رہے تھے جا کر اس کے پسینہ میں شرابور چہرے اور گردن پر بیٹھ جاتے اور وہ انھیں اُڑاتا رہتا گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز کے ساتھ اس کے بھنبھیڑوں کی آواز بھی آرہی تھی، دور فاصلہ پر جہاں شفق پھیلی ہوئی تھی ایک بلبل نے چہکنا شروع کر دیا۔ "جاگ جاؤ! ـــ جاگ جاؤ۔" بلبل بار بار کہہ رہا تھا یہ تقریباً ویسا ہی تھا جیسا کہ ایسٹر کی شام کو کہا جاتا ہے۔ "جاگ! اے میری روح، تو کس لئے خوابیدہ ہے؟"

اچانک یوری آندریے مرچ کو ایک سیدھا سا خیال آیا۔ آخر جلدی بھی کیا ہے؟ وہ اس عہد سے نہیں پھرے گا جو اس نے اپنے آپ سے کیا ہے۔ اعتراف جرم کیا جائے گا۔ یہ کس نے کہا تھا کہ یہ آج ہی ہونا ضروری ہے؟ اس نے ابھی تک تونیا سے کچھ بھی نہیں کہا اور یہ کام شہر کے اگلے سفر تک ملتوی ہو سکتا ہے۔ وہ لارا سے اپنی بات چیت ختم کرے گا، اسی قدر جوش اور محبت کے ساتھ کہ اس سے ان کی تمام بے چینیوں کی تلافی ہو جائے گی۔ یہ کتنی اچھی بات ہے! اور کس قدر تعجب کی بات ہے کہ یہ خیال اسے پہلے نہیں آیا تھا۔ لارا سے پھر ایک مرتبہ ملنے کے خیال سے اس کا دل خوشی میں زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اس نے دل ہی دل میں اس سے اپنی ملاقات کا تصور کیا۔ شہر کے مضافات میں لکڑی کے مکانات اور فٹ پاتھ ـــ وہ اس سے ملنے جا رہا ہے۔ ذرا سی دیر میں وہ فٹ پاتھ چھوڑ کر پختہ سڑک پر چلنے لگے گا۔ مضافات کے چھوٹے چھوٹے مکان کتاب کے ورقوں کی طرح اس کی نظروں کے سامنے سے گذر گئے۔ اس طرح نہیں جب کہ انگلی سے ایک ایک ورق مل جاتا ہے بلکہ اس طرح جبکہ کتاب کا سرا انگوٹھے سے دبا کر تمام ورق اکٹھا الٹ دیئے جاتے ہیں رفتار اور تیز ہو جاتی ہے اور وہ اس کا گھر ہے۔ سڑک کے آخری کونے پر پانی سے لدے ہوئے بادلوں کے درمیان سفید سے خلا کے نیچے جہاں آسمان صاف ہوتا جا رہا ہے، وہ سڑک کے ان چھوٹے مکانوں سے کتنی محبت کرتا ہے جو اس کے مکان کے راستے میں پڑتے ہیں! وہ ان مکانوں کو اٹھا کر چوم لینا چاہتا ہے! ـــ وہ یک چشمی کھپریل کی چھتوں والے مکان جن کی چھتیں ٹوپی کی طرح نیچے کو جھکی ہوئی ہیں اور جوہڑوں میں لیمپوں کی روشنی کا جھلکتا ہوا عکس! اور آسمان کے سفید شگاف کے نیچے اس کا مکان! وہاں وہ پھر ایک مرتبہ خدا کا بنایا ہوا خیرہ کن حسن کا تحفہ خود اس کے خالق کے ہاتھوں سے قبول کرے گا۔ ایک تاریک اور کپڑوں

میں لپٹا ہوا سا یہ دروازہ کھولے گا اور اس کی قربت کا وعدہ جو دنیا میں کسی کی ملکیت نہیں اور شمالی علاقے کی رات کی مانند محفوظ اور سرد، اس تنگ سمندر کی اس پہلی لہر کی مانند پہنچے گی جو تاریکی میں سمندر کے کنارے ریت پر چلتے ہوئے دکھائی دیتی ہے۔ یوری آندریے وچ نے راسیں چھوڑ دیں۔ رکابوں میں آگے کو جھک کر بیٹھ گیا، اپنے بازو گھوڑے کی گردن میں ڈال دیئے اور اپنا چہرہ اس کی ایالوں میں چھپا لیا اس کی اس حرکت کو محبت کا اظہار سمجھ کر گھوڑا جوش میں سرپٹ بھاگنے لگا۔ گھوڑے کے بھاگتے وقت جبکہ اس کے سم مشکل سے زمین سے لگ رہے تھے، یوری آندریے وچ کو ایسا معلوم ہوا جیسے اپنے دل کی مسرت انگیز دھڑکن کے علاوہ وہ کسی کے چلانے کی آوازیں بھی سن رہا ہو۔ لیکن اس نے اسے محض واہمہ قرار دیا۔ اچانک اس کے بالکل نزدیک ہی گولی چلنے کی تیز آواز سنائی دی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا، راسیں ہاتھ میں پکڑ لیں اور انھیں کھینچنے لگا۔ تیز رفتاری کے دوران اچانک رک کے چلنے سے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور گر پڑا وہ واپس ٹھہر آ گیا تھا۔ اس کے سامنے چوراہا تھا۔ ڈوبتے ہوئے سورج کی مدھم روشنی میں "مورو اینڈ وچنکن ہوائی اور کٹائی کی مشین" کا بورڈ چمک رہا تھا۔ تین مسلح گھوڑ سواروں نے اس کا راستہ روک لیا ان میں سے ایک لڑکا تھا جو اسکول کی ٹوپی پہنے تھا اس نے کارتوسوں کی دو پیٹیاں باندھ رکھی تھیں۔ ایک گھوڑ سوار فوج کا آدمی تھا جس نے افسروں کا لمبا کوٹ اور سمور کی ٹوپی پہن رکھی تھی اور ایک موٹا آدمی تھا جس کا لباس مضحکہ خیز تھا جیسے وہ کہیں "فینسی ڈریس" رقص میں جا رہا ہو۔ اس نے روئی بھرا پتلون اور ایک چوڑے چھجے کی کلرکوں والی ٹوپی پہن رکھی تھی جو اس کی پیشانی پر جھکی ہوئی تھی۔

"جنبش مت کرو، کامریڈ ڈاکٹر ژ" گھوڑ سوار فوج کے آدمی نے جو سموری ٹوپی پہنے ہوئے تھا اس سے کہا جو ان تینوں میں سب سے بڑا تھا۔ "اگر تم حکم مانو گے تو ہم اس بات کی ضمانت دیتے ہیں کہ تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اگر تم حکم نہیں مانو گے تو —— برا نہ مانو —— تو ہم تمھیں گولی مار دیں گے۔ ہماری یونٹ کا سرجن مارا گیا ہے اور ہم تمھیں طبی کارکن کے طور پر جبریہ بھرتی کر رہے ہیں۔ اپنے گھوڑے سے اتر آؤ اور اس کی راسیں اس نوجوان کو دے دو اور میں پھر ایک مرتبہ تمھیں خبردار کر دوں۔ اگر تم نے بھاگنے کی کوشش کی تو ہم تمھیں فوراً ٹھکانے لگا دیں گے۔"

"کیا تم کامریڈ فوروسٹر ہو۔ میکم آلنسن کے بیٹے لیبر تیس؟"

"نہیں، میں اس کا اعلیٰ افسرِ رابطہ ہوں۔ میرا نام کامستودورسکی ہے۔"

---

دسواں باب

# شاہراہ

(۱)

شاہراہ پر قصبے، گاؤں اور قازقوں کی بستیاں واقع تھیں۔ یہ پرانی ڈاک کی سڑک تھی، سائبیریا کی سب سے پرانی شاہراہ۔ یہ قصبوں کے درمیان سے چاقو کی طرح گزرتی تھی اور انھیں اس طرح تقسیم کردیتی تھی جیسے ڈبل روٹی کے توس کٹتے چلے جاتے ہیں۔ اور گاؤں کے درمیان سے یہ ان پر نظر ڈالے بغیر گزر جاتی تھی اور مکانوں کی قطاریں اپنے پیچھے چھوڑ جاتی تھی یا ان کے گرد ایک چوڑے توس کی طرح گزرتی تھی۔ اس کے دونوں طرف گاؤں بکھرے ہوئے تھے۔ ماضی قدیم میں جب کہ خوداتسکوئی نقشے میں نہیں آئی تھی، اس وقت ڈاک ٹموں کے ذریعہ شاہراہ کے رستے بھیجی جایا کرتی تھی۔ ایک طرف چائے، روٹی اور کچے لوہے کے کارواں جاتے تھے اور دوسری طرف سے زیرِ حفاظت قیدی پیدل لائے جاتے تھے۔ وہ لوگ قدم ملاکر بیڑیاں ہلاتے ہوئے چلتے تھے۔ گمشدہ روحیں، مایوس انسان جنھیں دیکھ کر دل پر ایک دہشت سی طاری ہوجاتی اور ان کے اردگرد، تاریک اور دشوارگزار جنگل میں درخت سرسراتے رہتے تھے۔ شاہراہ کے کنارے بسنے والے ایک خاندان کی مانند تھے۔ دوستیوں اور شادیوں کے ذریعہ قصبے اور گاؤں آپس میں ایک دوسرے سے منسلک ہوگئے تھے۔ خوداتسکوئی ایسی جگہ واقع تھا جہاں سڑک ریل کی پٹری کو کاٹتی ہوئی گزرتی تھی۔ وہاں انجنوں کی مرمت کے کارخانے اور دوسری ورکشاپس تھیں جن کا تعلق ریلوے لائن کی دیکھ بھال سے تھا وہاں گنجان بارکوں میں مفلس ترین انسان بستے تھے۔ افلاس اور تنگی میں زندگی گزارتے اور مرجاتے تھے۔ سیاسی تارکینِ وطن جو فنی صلاحیتیں رکھتے تھے اور قید بامشقت کی میعاد پوری کرچکے ہوتے

تھے شاق کاریگروں کی حیثیت سے کام کرتے تے اور یہاں آباد ہو جاتے۔ ابتدائی سہولتیں جولائن کے ساتھ ساتھ قائم تھیں، عرصہ ہوا ختم کر دی گئی تھیں۔ کچھ عرصہ تک یہ علاقہ سائبیریا کی عارضی حکومت کے تحت رہا لیکن اب اس پر ایڈمرل کوبچک کا قبضہ تھا جس نے اپنے آپ کو "اعلیٰ حکمراں" کا خطاب دے رکھا تھا۔

(۲)

ایک جگہ سڑک طویل چڑھائی سے گذرتی تھی جہاں سے اور بھی وسیع منظر دکھائی دیتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہ چڑھائی کبھی ختم نہ ہوگی اور افق کی وسعت بھی بڑھتی جائے گی۔ لیکن جب تھکے ہوئے گھوڑے اور مسافر سستانے کے لئے ٹھیرے تو انھیں معلوم ہوا کہ وہ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئے تھے سڑک ایک پل پر سے ہو کر گزرتی تھی جس کے نیچے دریائے کرنابل کھاتا ہوا بہہ رہا تھا۔ دریا کے پار ایک اس سے بھی زیادہ ڈھلوان چڑھائی پر وہ لوگ وادوزنسکی کی خانقاہ کی اینٹوں کی دیواریں دیکھ سکتے تھے۔ سڑک خانقاہ کی پہاڑی کے گرد گھوم کر چکر کاٹتی ہوئی قصبے کے مضافات میں ہو کر گزرتی تھی۔ قصبہ کے وسط میں پہونچ کر وہ پھر ایک مرتبہ خانقاہ کے قریب ہو کر گزرتی تھی۔ خانقاہ کا دروازہ جس پر سبز روغن کیا ہوا تھا بڑے چوک میں کھلتا تھا۔ محراب دار دروازہ کے اوپر بنی ہوئی بزرگوں کی تصویروں کے گرد یہ مقولہ سنہرے الفاظ میں لکھا ہوا تھا: "خوشی مناؤ۔ زندگی بخش صلیب! التقدس کی ناقابل تسخیر فتح دکھا رہی!" یہ ایسٹر کا مقدس ہفتہ تھا اور روزوں کے آخری ایام تھے۔ موسم سرما تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ سڑکوں پر پڑی ہوئی برف سیاہ پڑتی جا رہی تھی جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ برف پگھلنی شروع ہو گئی تھی لیکن چھتوں پر پڑی ہوئی برف ابھی تک سفید تھی۔ جیسے چھتوں نے لمبی لمبی ٹوپیاں اوڑھ رکھی ہوں۔

ان لڑکوں کو جو۔ گھنٹے بجانے والوں کو دیکھنے کے لئے گھنٹہ گھروں پر چڑھ گئے تھے نیچے کے مکان چھوٹے چھوٹے سفید جگنوں اور بکسوں کی طرح دکھائی دے رہے تھے۔ چھوٹے چھوٹے سیاہ سائے جو نقطوں سے کچھ ہی بڑے ہوں گے مکانوں کی طرف جا رہے تھے۔ ان میں سے کچھ کو ان کے چلنے کے انداز کی وجہ سے پہچانا جا سکتا تھا۔ لوگ اعلیٰ حکمراں کے احکامات پڑھنے کے لئے ٹھیر جاتے جو دیواروں پر چسپاں تھے اور جن میں اعلان کیا گیا تھا کہ تین عمروں کے لوگوں کو بھرتی کیا جائے گا۔

(۳)

رات میں کئی غیر متوقع باتیں ہوئی تھیں۔ موسم کے اعتبار سے غیر معمولی گرمی تھی۔ بوندا باندی کی سی

تھی۔ اس قدر ہلکی کہ بوندیں زمین تک پہنچنے سے پہلے ہی کہرے کی طرح ہوا میں تحلیل ہوتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ لیکن یہ محض ایک وہم تھا۔ حقیقت میں بارش کا اتنا پانی تھا کہ وہ زمین پر بہنے لگا تھا جو تمام سیاہ پڑ گئی تھی اور چمک رہی تھی۔ یہ پانی بچی کچی برف کو صاف کر رہا تھا۔ سیب کے درخت جو شگوفوں سے لدے ہوئے تھے باغ کی باڑوں کے اوپر جھک گئے تھے۔ ان میں سے پانی کے قطرات ٹپک رہے تھے اور لکڑی کے فرش پر ان کے ٹپ ٹپ کرتے ہوئے گرنے کی آواز سارے قصبہ میں سنی جا سکتی تھی۔ کتے کا پلّا ٹومک جو رات بھر کے لئے فوڈگراز کے مکان کے صحن میں زنجیر سے باندھ دیا گیا تھا، بھونک رہا تھا اور غرّا رہا تھا اور گالوزن کے باغیچے میں کوا جو شاید اس شور سے گھبرا گیا تھا لگاتار زور زور سے کائیں کائیں کر رہا تھا کہ اس کی آواز سے سارا قصبہ رات بھر جاگتا رہا ہوگا۔ قصبہ کے نچلے حصے میں سامان سے لدی ہوئی تین گاڑیاں نوبیز نوف تاجر کے پاس پہنچیں۔ جس نے ان کا سامان وصول کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ یہ غلطی سے ان کے پاس بھیجی گئی ہیں اور اس نے اس سامان کے لئے کوئی آرڈر نہیں دیا تھا۔ گاڑی بانوں نے یہ کہہ کر کہ رات کافی ہو چکی ہے اس سے درخواست کی کہ وہ انھیں رات بھر کے لئے ٹھہر جانے دے لیکن اس نے انھیں برا بھلا کہہ کر جہنم میں جانے کو کہا۔ اور پھاٹک کھولنے سے انکار کر دیا۔ ان لوگوں کا جھگڑا بھی قصبہ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سنا جا سکتا تھا۔ سات گھنٹے بعد جبکہ گھڑی نے رات کا ایک بجایا تھا، خانقاہ کے گھنٹوں سے ایک مدھم اور سریلی آواز پیدا ہوئی۔ یہ آواز ہوا میں مینہ برسنے کی آواز سے ہم آہنگ ہو گئی اور گھنٹے سے بلند ہو کر ہوا میں پھیل گئی جس طرح دریا کے کنارے سے مٹی کا ٹوٹا ہوا ڈھیر موسم بہار کے طوفانی پانی میں ڈوب کر گھل جاتا ہے۔

آج ایسٹر سے قبل آخری جمعرات کی رات تھی۔ بارش کی بوچھار سے پرے موم بتیاں جن سے کہیں کہیں ایک آدھ چہرہ دکھائی دینے لگتا تھا، خانقاہ کے صحن میں گردش کر رہی تھیں اور چل رہی تھیں لیکن فاصلے سے وہ ٹھیک طور پر نظر نہیں آ رہی تھیں۔ پندرہ منٹ بعد گرجے تک جانے والے چوبی فٹ پاتھ پر قدموں کی چاپ سنائی دی۔ یہ پنساری کی بیوی گالوزینا تھی جو گھر جا رہی تھی۔ حالانکہ عبادت ابھی شروع ہوئی تھی۔ اُس کے قدموں میں لغزش تھی۔ کبھی بھاگنے لگتی، کبھی آہستہ ہو کر رک جاتی۔ اس کا رومال سر پر بندھا ہوا تھا۔ اور اس کے سموری کوٹ کے بٹن کھلے ہوئے تھے۔ گرجا کی گھٹی ہوئی فضا میں اس کا دم گھٹنے لگا تھا اور وہ باہر تازہ ہوا میں نکل آئی تھی۔ لیکن اب اسے افسوس اور شرم محسوس ہو رہی تھی کہ وہ

آخر تک نہیں پھیری۔ اسے اس کا بھی افسوس تھا کہ اس نے دو سال سے ایسٹر کے ان مقدس ایام کے روزے نہیں رکھے تھے۔ لیکن اس کی پریشانی کا اصل سبب یہ نہیں تھا۔ بھرتی کا جو حکم اس روز لگا دیا گیا تھا۔ اس کا اثر اس کے غریب اور بھولے لڑکے تریوشکا پر بھی پڑتا تھا۔ وہ اس خیال کو اپنے ذہن سے نکال دینا چاہتی تھی۔ لیکن تاریکی میں سیاہ دھبے اسے ہر موڑ پر یہ بات یاد دلا دیتے تھے۔

اس کا مکان موڑ پر واقع تھا۔ لیکن وہ باہر رہ کر بہتر محسوس کر رہی تھی۔ اور اندر ان کمروں میں واپس جانے کی اسے کوئی جلدی نہیں تھی جہاں ہوا کا گذر بہت کم تھا۔ وہ غمگین خیالات کی وجہ سے پریشان تھی۔ اگر وہ ان خیالات کو الفاظ کا جامہ پہنانے کی کوشش کرتی تو ایسا کرنے کے لئے نہ تو اسے کافی الفاظ ملتے اور نہ صبح تک کا وقت اس کے لئے کافی ہوتا۔ لیکن یہاں باہر سڑک پر یہ تکلیف دہ خیالات مجتمع ہو کر اس کے ذہن میں آ بسے تھے اور وہ اس مختصر عرصے میں جو اسے خانقاہ کے پھاٹک سے چوک کے موڑ تک کئی مرتبہ جانے اور آنے میں لگا، ان سب خیالات کے متعلق ایک ساتھ سوچ سکتی تھی۔ ایسٹر بالکل قریب آ گیا تھا۔ گھر میں کوئی بھی نہیں تھا۔ سب لوگ اسے تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔ تو کیا وہ اکیلی نہیں تھی؟ یقیناً تھی۔ اسکی منہ بولی بیٹی گوشا کی اس معاملے میں کوئی اہمیت نہیں تھی۔ تاہم وہ کون تھی؟ کسی کے دل کا حال کیا معلوم؟ ہو سکتا ہے کہ کوئی دوست ہو یا شاید دشمن یا پوشیدہ رقیب ہو۔ اسے اس کے شوہر کی پہلی بیوی کی لڑکی سمجھا جاتا تھا جو اس کے پہلے شوہر سے تھی۔ اس کے شوہر ولاس نے کہا تھا کہ اس نے اسے متبنیٰ کر لیا تھا۔ لیکن فرض کرو کہ وہ واقعی اس کی حقیقی بیٹی تھی؟ یا پھر فرض کرو کہ وہ اسکی لڑکی نہیں بلکہ کچھ اور تھی؟ کیا کبھی کوئی مرد کے دل کا حال پڑھ سکتا ہے؟ اگرچہ یہ حقیقت ہے کہ گوشا میں کوئی خرابی نہیں تھی۔ وہ دماغ، اچھی صورت اور سلیقہ رکھتی تھی۔ وہ غریب بیوقوف تریوشکا یا اپنے متبنیٰ کرنے والے باپ سے زیادہ ہی عقل رکھتی تھی۔ تو اس طرح وہ ایسٹر کے مقدس ہفتے میں بالکل تنہا رہ گئی تھی۔ اور دوسرے لوگوں کے جدھر سینگ سمائے چلے گئے۔ اس کا شوہر شاہراہ پر رات میں نئے رنگروٹوں کے سامنے تقریر کر رہا تھا اور انھیں جنگ میں بہادری کے زبردست کارنامے انجام دینے پر ابھار رہا تھا۔ وہ بیوقوف خود اپنے لڑکے کی دیکھ بھال کرنے اور اسے موت کے خطرے سے بچانے کی بجائے یہ کارروائی کرتا پھر رہا تھا۔ ادھر تریوشکا بھی اس تہوار کے موقعہ پر گھر سے کیٹی سیگا دل میں اپنے رشتہ داروں کے پاس چلا گیا تھا تاکہ وہاں تفریح کر سکے۔ اور اپنی پریشانیوں کو بھلا سکے بے چارے لڑکے کو اسکول سے نکال دیا گیا تھا۔ پہلے تقریباً ہر جماعت میں اس نے ایک ایک سال زائد

لگا یا تھا اور اب جبکہ وہ آٹھویں جماعت میں تھا تو اسے اسکول سے نکال دیا گیا۔ اوہ! یہ سب کچھ کتنا پریشان کن تھا! اوہ، خدا ہر کام الٹا کیوں ہو گیا تھا؟ یہ سب اس قدر مایوس کن تھا کہ اب وہ اکتا گئی تھی۔ اب اسے زندہ رہنے کی کوئی خواہش نہیں تھی یہ سب آفتیں کس وجہ سے آئی ہیں؟ کیا انقلاب کی وجہ سے! نہیں نہیں! اس کی وجہ جنگ تھی۔ جنگ میں روس کے گل ہائے نوشگفتہ مرجھا چکے تھے۔ اور اب سوائے ناکارہ آدمیوں کے ملک میں کچھ باقی نہیں رہ گیا تھا۔ اس کے باپ کے زمانہ میں حالات کس قدر مختلف تھے! اس کا باپ ایک ٹھیکیدار تھا۔ سنجیدہ اور تعلیم یافتہ۔ وہ لوگ زمین کی پیداوار سے قوت لایموت حاصل کیا کرتے تھے۔ وہ اور اس کی دو بہنیں پولیا اور اولیا نہایت اچھی اور حسین لڑکیاں تھیں۔ ان کے ناموں کے علاوہ ان کی شکلیں بھی ایک دوسرے سے ملتی جلتی تھیں۔ اور مشاق بڑھئی جن میں سے ہر ایک خوبصورت اور طرحدار تھا۔ ان کے باپ کے پاس رشتے کے لئے آتے تھے۔ ایک زمانہ میں وہ اور اسکی بہنیں کیا کیا باتیں سوچا کرتی تھیں! ان کے ذہنوں میں یہ بات سما گئی تھی کہ وہ چھ رنگوں کے اون سے رومال بنیں اور یقین کیجئے کہ وہ اتنی اچھی بنائی کرتی تھیں کہ ان کے بنے ہوئے رومال سارے صوبہ میں مشہور ہو گئے تھے۔ اور اس زمانہ میں ہر چیز کتنی خوبصورت، دلکش اور موزوں معلوم ہوتی تھی۔ اس کا دل مسرتوں سے معمور تھا۔ حالانکہ اس کے اپنے گھر والے سیدھے سادے لوگ تھے جو کسان اور مزدور طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ اور اس کی مثال بھی ان دنوں ایک ایسی جوان لڑکی کی تھی جو شادی کی عمر کو پہونچ گئی ہو۔ اور ایسے لوگ جو صحیح معنوں میں مرد تھے۔ اس سے شادی کرنے کے خواہشمند تھے۔ اور اس کے لئے سب کچھ کر گزرنے کو تیار تھے۔ روس کے وہ عشاق آجکل کے لوگوں کی طرح بزدل نہیں تھے۔ اب ہر چیز کی نظر فریبی اور کشش ختم ہو چکی ہے اور سوائے شہریوں کے اور کچھ باقی نہیں بچا۔ وکیل اور ٹراٹسکی کے ماننے والے ہیں۔ جن کی زبانیں دن رات چلتی رہتی ہیں۔ بیچارہ ولاسس اور اس کے دوست یہ سمجھتے ہیں کہ وہ لوگ وہ پرانا سنہری دور دعوتوں اور تقریروں کے ذریعہ واپس لا سکتے ہیں۔ لیکن کیا شکست خوردہ محبت کو جیتنے کا یہی طریقہ ہے؟ اس کے لئے تو پہاڑوں سے ٹکر لینی پڑتی ہے!

(۴)

اب وہ چوک کو عبور کر چکی تھی اور کئی بار بازار تک گئی۔ وہاں سے اس کا مکان بائیں ہاتھ کو سڑک پر آگے چل کر تھا۔ لیکن ہر مرتبہ جب وہ اس کے قریب پہونچی تو اندر جانے کا ارادہ تبدیل کر دیتی اور خانقاہ کے قریب گلیوں کے جال میں غائب ہو جاتی تھی۔ کرستو ووزدوزنسک کا بازار ایک بہت بڑے میدان کے

برابر تھا۔ کسی زمانہ میں یہ بازار کسانوں کی گاڑیوں سے بھرا رہتا تھا۔ اس کے ایک سرے پر ایلینکا یہ اسٹریٹ تھا اور دوسرے سرے پر ایک ــــــ دائرہ تھا جس کے کنارے یک منزلہ یا دو منزلہ عمارتیں بنی ہوئی تھیں جو گوداموں، دفتروں اور کارخانوں کے طور پر استعمال ہوتی تھیں۔ اسے یاد تھا کہ پرانے زمانہ میں بردخیانوف جو سخت بدتمیز اور زن بیزار قسم کا آدمی تھا عینک لگاتا اور لمبا فراک کوٹ پہنتا تھا، چمڑے، جو اور چلنے گاڑیوں کے پہیوں اور گھوڑے کے ساز و سامان کی تجارت کیا کرتا تھا۔ وہاں لوہے کے بڑے دروازے کے باہر ایک کرسی پر شان سے بیٹھا ہوا اخبار پڑھا کرتا تھا۔

اور وہاں ایک چھوٹی سی نیم تاریک کھڑکی میں کچھ شادی کی ربن دار موم بتیاں اور نگینے کندہ منقش گتے کے ڈبوں میں رکھے رہتے جن پر گرد جم رہی تھی۔ اور پشت پر ایک چھوٹے کمرے میں جہاں موم کے بڑے بڑے ٹکڑوں کے ڈھیر کے علاوہ اور کوئی فرنیچر یا سامان نہیں تھا ایک کروڑپتی موم بتیاں بنانے والے تاجر کے گمنام ایجنٹ ہزاروں روبل کے سودے چکایا کرتے تھے اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی کہ یہ کروڑپتی رہتا کہاں ہے۔ اُدھر دوکانوں کی قطار کے وسط میں گالوزن کی کرانہ کی بڑی دوکان تھی جس میں تین کھڑکیاں تھیں اس کا کرچوں والا فرش صبح، دوپہر اور رات کو چائے کی استعمال شدہ پتیوں سے صاف کیا جاتا تھا۔ گالوزن اور اس کے اسسٹنٹ دن بھر چائے پیتے رہتے تھے۔ اور یہاں گالوزین جب وہ جوان تھی اور نئی نویلی شادی شدہ عورت تھی اکثر اپنی مرضی سے گولک پر بیٹھا کرتی۔ اس کا مرغوب رنگ ارغوانی تھا یہی رنگ بعض متبرک دنوں پر گرجا کے مذہبی لباسوں کا، لکاٹن کی کلی کا۔ اس کے بہترین مخملی لباس کا اور اس کے شراب کے بلوریں پیالوں کا بھی تھا۔ یہ اسکی مسرت اور خوشگوار یادوں کا رنگ تھا۔ اور اس کے خیال میں انقلاب سے پہلے روس کا رنگ بھی نوخیز ارغوانی کلی کی مانند تھا۔ اسے گولک پر بیٹھنا اچھا معلوم ہوتا تھا کیونکہ دوکان کے اندر ارغوانی جھٹپٹا جس میں نشاستہ، شکر اور شیشے کے مرتبانوں میں رکھی ہوئی مٹھائیوں کی بو بسی رہتی تھی، اس کے پسندیدہ رنگ سے ملتا جلتا تھا۔

اِدھر موربز لکڑی کے گودام کے قریب ایک پرانا بھورے رنگ کا لکڑی کا مکان تھا۔ جو چاروں طرف سے ایک بوسیدہ گاڑی کی طرح سے بیٹھ گیا تھا۔ اس کی دو منزلیں تھیں اور دونوں طرف ایک ایک دروازہ تھا۔ ہر منزل دو حصوں میں بٹی ہوئی تھی۔ نیچے دائیں طرف ذلقند کا دواخانہ اور بائیں طرف ایک علاقائی افسر کا دفتر تھا۔ دواخانے کے اوپر بوڑھا شمیلوچ جو لیڈیز ٹیلر تھا اپنے بڑے خاندان کے ساتھ رہتا تھا۔ اسکے

خانتنے اور عدالتی افسر کے دفتر کے اوپر والے فلیٹ میں بہت سے کرایہ دار بھرے ہوئے تھے، جن کے نام اور پتے ان کارڈوں اور بورڈوں پر لکھے ہوئے تھے جو سارے دروازہ پر لگے ہوئے تھے۔ یہاں گھڑیوں کی مرمت ہوتی تھی، جوتے ٹھیک ہوتے تھے۔ یہاں کنسکی کی دوکان تھی جو کندہ کاری کا کام کرتا تھا۔ اور دو فوٹو گرافر زنگ اور شترودا خ ساجھے میں کام کرتے تھے۔

کیونکہ پہلی منزل کے مکانوں میں بہت زیادہ لوگ رہتے تھے۔ اس لئے نو فوٹو گرافروں کے نوجوان اسسٹنٹوں نے جن میں سے ایک طالب علم بلازین تھا اور دوسرا امیگدمسن تھا جو تصویروں کی اصلاح کرتا تھا صحن میں کوٹھریاں لکنے کے بڑے سائبان کے ایک حصے پر اپنا تاریک کمرہ بنا رکھا تھا۔ تاریک کمرے کی کھڑکی میں جلتے ہوئے سرخ لیمپ کی روشنی سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اس وقت وہاں کام کر رہے تھے۔ اسی کھڑکی کے نیچے کتے کا پلا ٹونگ زنجیر سے بندھا ہوا بھونک رہا تھا۔ اور اس کی آواز ایلنسکایا اسٹریٹ کے آخر تک سنی جا سکتی تھی۔

"وہاں یہ سب لوگ ریوڑ کی طرح سے بھرے ہوئے ہیں۔ سارے کا سارا قبیلہ"۔ گالوزینا نے اس مکان کے قریب سے گزرتے ہوئے سوچا۔ "یہ گندے بھیک منگوں کا اڈا ہے"۔ اور پھر ایک دم اسے خیال آیا کہ یہودیوں کے لئے اس کے شوہر کی نفرت حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ کچھ بھی ہو۔ یہ لوگ اتنے اہم نہیں ہیں جو روس کے مستقبل پر اثر انداز ہو سکیں۔ حالانکہ اگر بوڑھے شیلوچ سے پوچھا جائے کہ اس کے خیال میں ملک کے اندر اتنا ہنگامہ اور بدامنی کیوں ہے تو وہ مڑ کر اپنے بدصورت چہرے کو کھسیانی ہنسی ہنس کر اور زیادہ بگاڑتے ہوئے کہے گا۔ "یہ سب ٹراٹسکی کی چالیں ہیں"۔ ارے، لیکن وہ کیا واہیات باتیں سوچنے میں اپنا وقت ضائع کر رہی ہے؟ کیا ان کی بھی کوئی حقیقت ہے؟ کیا وہی روس کی بدنصیبی کا باعث ہیں؟ اس کی اصل بدنصیبی شہر ہیں۔ یہ نہیں کہ ملک کی ترقی یا تنزل کا دارومدار شہروں پر ہے۔ لیکن شہر کے لوگ تعلیم یافتہ ہیں اور دیہات کے لوگوں کے سر پھر گئے ہیں وہ شہر کے لوگوں کی تعلیم پر رشک کرتے ہیں۔ ان کے طور طریقوں کی نقل کرتے ہیں لیکن ان کے برابر نہیں پہونچ سکتے۔ اس لئے اب ان کا اپنا کوئی مقام نہیں رہا۔ یا شاید معاملہ اس کے برعکس ہے۔ غالباً اصل خرابی عدم واقفیت کی وجہ سے ہے۔ ایک تعلیم یافتہ آدمی پہلے سے سمجھ سکتا ہے کہ آگے چل کر کیا پیش آنے والا ہے۔ وہ ہر بات پہلے ہی سے جان جاتا ہے۔ جبکہ ہم میں سے باقی لوگوں کی مثال ایسے انسانوں کی سی ہے جو تاریک جنگل میں بھٹک گئے ہوں۔ ہمیں اپنی ٹوپیاں اس وقت یاد آتی ہیں جب ہمارے سر کاٹ دیئے جاتے ہیں۔ دیکھو تو وہ لوگ قحط سے تنگ آ کر کس طرح شہروں کی طرف بھاگ

رہے ہیں! یہ سب باتیں کس قدر الجھی ہوتی ہیں۔ شیطان بھی ان کا سر پیر نہیں سمجھ سکتا۔ اور پھر بھی یہ دیہات ہی کے لوگ ہیں جو جینے کا طریقہ جانتے ہیں۔ اس کے رشتہ داروں۔ سلتون۔ شیلا بورن۔ بمفل پانچ اور نبتر پنکراٹ بوتخ کو دیکھو جو سب بھائی ہیں۔ یہ لوگ اپنی محنت اور دماغوں پر بھروسہ رکھتے ہیں اور خود اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ شاہراہ کے کنارے نئے کھیت ایک حسین منظر پیش کر رہے تھے۔ چالیس ایکڑ قابل کاشت زمین جس پر بھیڑیں، گھوڑے، سور اور گائیں تھیں اور کھلیانوں میں اتنا اناج تھا جو آئندہ تین سال کے لئے کافی تھا۔ اور ان کی کھیتی باڑی کی مشینیں! ان کے پاس فصلیں کاٹنے تک کی مشینیں موجود تھیں! کوچک انکو خوشامد درآمد سے اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کر رہا تھا اور کومیار بھی یہی کوشش کر رہے تھے تاکہ انھیں جنگل کی فوج میں بھرتی کر سکیں۔ وہ لوگ سینٹ جارج کراس کے تمغے حاصل کر کے جنگ سے واپس آ رہے تھے اور ہر شخص ان کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ اور انھیں انسٹرکٹروں کی حیثیت سے ملازم رکھنا چاہتا تھا۔ کسی نے فوجی وردی پہن رکھی ہو یا نہیں۔ اگر تم اپنے کام سے واقف ہو تو تمہاری مانگ ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ تم ہمیشہ اپنے پیروں پر کھڑے ہو سکتے ہو۔

لیکن اب گھر جانے کا وقت ہو چکا تھا۔ ایک عورت کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ اتنی رات گئے سڑکوں پر گھومتی پھرے۔ اگر وہ اپنے باغیچے میں ہوتی تو کوئی بات بھی نہیں لیکن وہاں اتنی زیادہ کیچڑ تھی کہ جگہ دلدل سی معلوم ہوتی تھی۔ تاہم اس نے سوچا کہ اب اس کی حالت بہتر ہے۔ اس طرح اپنے خیالات میں الجھی ہوئی جن کا کوئی چھور تک نہیں مل رہا تھا۔ گالوزینا گھر چلی گئی لیکن اندر جانے سے پہلے وہ ایک لمحہ پورچ میں کھڑی ہوئی کچھ اور باتوں پر غور کرتی رہی۔ اس نے ان لوگوں کے بارے میں سوچا جو ان دنوں خود سکونی پر حکومت کر رہے تھے۔ وہ انھیں تھوڑا بہت جانتی تھی۔ یہ وہ لوگ تھے جنھیں دارالخلافوں سے سیاسی جلاوطن بنا کر نکال دیا گیا تھا۔ تیورزن۔ انیتی پروف۔ "سیاہ جھنڈا" وود چینکو، جو انارکسٹ تھا، اور مقامی مستری۔ "پاگل کتا" گورشنی۔ یہ سب انتہائی چالاک تھے اور خوب جانتے تھے کہ انھیں کیا کرنا ہے انھوں نے اپنے زمانہ میں کافی گڑبڑ کی تھی اور یقینی طور پر اب پھر کوئی سازش کر رہے تھے۔ کچھ کئے بغیر وہ لوگ زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔ ان لوگوں کی زندگیاں مشینوں پر کام کرتے ہوئے گزری تھیں اور اتنے ہی بے رحم تھے جتنی کہ مشینیں ہو سکتی ہیں۔ یہ لوگ اپنی جیکٹوں کے نیچے سوئٹر پہنے پھرتے تھے۔ ہڈی کے بنے ہوئے سگریٹ ہولڈروں میں لگا کر سگریٹ پیتے۔ اور اس خوف سے کہ کہیں انھیں کوئی بیماری نہ لگ جائے ابلا ہوا

بات پیار کرتے تھے جو جب وہ اس سے بات وقت ضائع کر رہا تھا یہ لوگ جو چیز کو تبدیل کر دیں گے اور وہی کہیں گے جو وہ چاہتے ہیں۔ پھر اس نے خود اپنے متعلق سوچا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ ایک اچھی عورت ہے۔ عقلمند اور ذہین ہے۔ اس نے دو کو جما کر رکھا ہے۔ مجموعی طور پر وہ ایک بری عورت نہیں تھی۔ لیکن اس عشق مقام پر اس کی کی صلاحیت کی قدر نہیں کی جاتی تھی۔ اسے یہ توقع نہ تھی عورت سینتوریکی کے متعلق وہ سب بول گئے۔ یاد آیا جو سارے یونان میں مشہور تھا۔ لیکن اس سے صرف دو مصرعے ہی نقل کیے جا سکتے ہیں۔

مسز سینتوریکی نے اپنی گاڑی بیچ دی

اور ایک بالا لیکا خرید لیا . . . . . !

اس کے بعد سارا گیت نہایت فحش تھا۔ بے شبہ انگریزی تو ورڈز ورتھ کے بعد سے لوگ اس کو مخاطب کر کے یہ فحش گیت گاتے ہیں۔ اس نے تلخی کے ساتھ ایک گہری سانس لی اور مکان کے اندر چلی گئی۔

(۵)

وہ سیدھی اپنی خواب گاہ میں چلی گئی۔ وہاں پر اپنا کوٹ اتارنے کے لئے بھی نہیں رکی۔ کمرے میں سے باغیچہ دکھائی دیتا تھا۔ کھڑکی کے اندر اور باہر بہت سے پردے پڑے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ پردوں کے لٹکتے ہوئے ڈھیلے ڈھالے سائے باغ کے درختوں سے لٹکتے ہوئے ڈھیلے ڈھالے سایوں کی طرح تھے جن کے خطوط واضح نہیں تھے۔ باغ کی مخملی تاریکی جہاں سردی کا موسم قریب قریب ختم ہو چکا تھا آنے والے موسم بہار کی گری زردیوں سے حرارت حاصل کر رہی تھی جو زمین کے اندر سے پھوٹ رہی تھی۔ اور گرد آلود پردوں والے کمرے کے اندر بھی جہاں گھٹی ہوئی تاریکی کے اثرات آنے والے بہار کے گہرے ارغوانی رنگوں سے متاثر ہو رہے تھے دو مختلف عناصر کا اسی طرح تقابل ہو رہا تھا۔ مجسمے کو اس نے ریشم کے دبلے پتلے ہاتھوں کو چاندی کے ڈھکنے سے آزاد کر کے اوپر اٹھائے ہوئے تھی اور یہ معلوم ہوتا تھا جیسے وہ براہ راست یونانی زبان میں اپنے نام بادشاہ عیسیٰ کا ایک ایک لفظ بکھرے ہوئے ہو۔ یاقوتی رنگ کا ایک لیمپ جو مہرے قلمدان میں رکھی ہوئی روشنائی کی دوات کے نزدیک زیادہ نمایاں تھا اپنی روشنی خواب گاہ میں بچھے ہوئے قالین پر پھیلا رہا تھا۔ اپنا کوٹ اور رومال اتارتے ہوئے کانیزیا کو بہت خفیف سا دھکا سا لگا۔ اور وہ اپنا ذہنی توازن درست محسوس کرنے لگی جو اس کے شانے کے ایک معمولی زخم کے ٹانکوں کے اس نے اسے محسوس کیا کہ اس کے منہ سے ایک خوفناک چیخ نکلی اور وہ آہستہ آہستہ بڑبڑانے لگی۔ تمہیں انسانوں کی طاقتور محافظ یسوع

مسیح کی پاک دامن ماں، مصیبت زدوں کا سہارا، کائنات کی پناہ....." دعا ادھوری ختم کر کے وہ اٹھنے لگی۔ جب درد بند ہو گیا تو اس نے اپنا لباس اتارنا شروع کیا لیکن پشت پر لگے ہوئے ہُک اس کی انگلیوں میں سے پھسل جاتے تھے اور نرم کپڑے کی سلوٹوں میں گم ہو جاتے تھے۔ انھیں تلاش کرنے میں اسے دقت ہو رہی تھی

اس کی سوتیلی بیٹی ہوشا جاگ گئی اور کمرے میں آ گئی۔

"ماں تم اندھیرے میں کیوں ہو؟ میں لیمپ لے آؤں؟"

"نہیں لیمپ مت لاؤ۔ کافی روشنی ہے۔"

"میں تمھارا لباس اتار دوں ماں۔ تم تھک جاؤ گی۔"

"میری انگلیاں سُن ہو گئی ہیں اور اس درزی میں اتنی بھی عقل نہیں تھی کہ وہ ان ہُکوں کو اس طرح سیتا کہ انھیں آسانی سے لگایا اور کھولا جا سکتا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں ان سب کو نوچ کر اس کے بدصورت چہرے پر مار دوں۔"

"خانقاہ میں کتنے اچھے گیت گائے جا رہے تھے! چاروں طرف اس قدر سکوت ہے کہ وہ گیت گھر کے اندر سے سنے جا سکتے ہیں۔"

"گانا تو ٹھیک ہے لیکن میری طبیعت ٹھیک نہیں۔ مجھے وہ درد پھر پریشان کر رہا ہے۔ یہاں اور یہاں ہر جگہ...... کتنا تکلیف دہ ہے میری سمجھ میں نہیں آتا، کیا کروں؟"

"ہومیوپیتھ استیپدوسکی کے علاج سے پچھلی مرتبہ فائدہ ہوا تھا۔"

"لیکن وہ ہمیشہ کوئی ناممکن بات بتلائے گا۔ عطائی ہے یہ تمھارا ہومیوپیتھ۔ یہ تو ایک بات۔ دوسرے یہ کہ وہ یہاں سے چلا گیا ہے۔ اس نے شہر چھوڑ دیا ہے۔ اور صرف وہی نہیں بلکہ سب لوگ چھٹیوں سے پہلے ہی چلے گئے ہیں جیسے ان کے خیال میں زلزلہ آ رہا ہو یا کچھ اور ہونے والا ہو۔"

"اچھا تو پھر وہ ہنگری کا ڈاکٹر کیا ہے گا وہی جو جنگی قیدی ہے! اس کے علاج سے تمھیں فائدہ ہوا تھا۔"

"وہ بھی بیکار ہے۔ میں تم سے کہتی ہوں کہ کوئی باقی نہیں رہا۔ کرینی کیوس ہنگری کے دوسرے باشندوں کے ساتھ جنگ بندی لائن کے دوسری طرف ہے۔ انھوں نے اسے جبری طور پر سرخ فوج میں بھرتی کر لیا ہے۔"

"لیکن ماں تم جانتی ہو کہ تم اسے بہت زیادہ اہمیت دے رہی ہو۔ تمھیں دل کا مرض ہے۔ بہتیرے

جیسے کیس میں مشورے سے بہت زیادہ فائدہ ہو سکتا ہے۔ آخر کسان لوگ بھی تو یہی کرتے ہیں۔ کیا تمہیں دوزجی کی بیوی یاد ہے۔ جس نے جادو کی مدد سے تمہارا درد بند کر دیا تھا؟ اس کا نام کیا تھا؟"

"ہاں واقعی! تم مجھے ایک بدھو اور بیوقوف سمجھتی ہو! اگر تم میری پیٹھ پیچھے "سینیتوسیچا" کالے نگر تو بھی مجھے کوئی تعجب نہیں ہو گا!"

"ہاں! تم ایسی باتیں کیسے کہہ سکتی ہو۔ یہ لوگ جھوٹ۔ تمہیں شرم آنی چاہیئے۔ بہتر ہو گا کہ تم بھی اس عورت کا نام یاد کرنے میں مدد دو۔ وہ میری زبان کی نوک پر رکھا ہے۔ جب تک وہ مجھے یاد نہیں آئے گا، مجھے چین نہیں ملے گا!"

"اس کے نام بھی کوؤں سے بھی زیادہ ہیں۔ میں نہیں جانتی کہ تم کونسا نام یاد کر رہی ہو۔ لوگ اسے کباریخا اور میدویدیخا اور زلداریخا کہتے ہیں۔ اور میں نہیں جانتی کہ اس کے علاوہ اور کتنے نام ہیں۔ لیکن وہ بھی آجکل یہاں نہیں ہے۔ اب وہ ادھر کبھی نہیں آتی۔ وہ جا چکی ہے۔ غالباً وہ کی ہے۔ اسے عورتوں کے حمل گرانے اور کسی قسم کی گولیاں اور پوڈر بنانے کے جرم میں کزمسک جیل میں قید کر دیا گیا تھا۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ جیل میں پڑے پڑے اکتا جاتی، وہ وہاں سے فرار ہو گئی۔ اور مشرق بعید میں کسی جگہ چلی گئی۔ میں تم سے کہتی ہوں کہ ہر شخص بھاگ گیا ہے۔ ولاس، ترویشکا اور تمہاری خالہ پڑکیا — محبت بھرے دل والی خالہ پولیا ہم دونوں کے علاوہ کیونکہ ہم بیوقوف ہیں۔ شہر میں کوئی بھی سمجھدار عورت باقی نہیں رہی ہے۔ میں مذاق نہیں کر رہی ہوں اور کسی طرح کی طبی امداد نہیں ہے۔ اگر کچھ ہو جائے تو کوئی ڈاکٹر بھی نہیں ملے گا۔ لوگ کہتے ہیں کہ یوریاتن میں ایک ڈاکٹر ہے۔ سائبیریا کے ایک بہت مشہور ملک التجار کا لڑکا ہے جس نے خودکشی کر لی تھی لیکن جب میں اسے بلانے کا ارادہ کر رہی تھی تو سرخ فوج نے سڑک بارہ جگہ سے کاٹ دی...... اب تم سونے کے لئے جاؤ اور میں بھی سونے کی کوشش کروں گی۔ ہاں، تمہارے اس طالب علم بلازین نے تمہاری عقل خبط کر دی ہے انکار کرنے سے کیا فائدہ ہو گا — ؟ تم چقندر کی طرح سرخ پڑی جا رہی ہو۔ وہ بے چارہ دل کا رات بھر ان تصویروں پر عرق ریزی کرتا رہا جو میں نے اسے تیار کرنے کو دی ہیں۔ اس مکان کے لوگ سوتے نہیں ہیں اور دوسروں کو بھی نہیں سونے دیتے۔ ان کا کتا ٹومک بھونک رہا ہے۔ اسکے بھونکنے کی آواز سارے شہر میں سنائی دیتی ہے اور میدنیجب کو تو سیب کے درخت پر بیٹھا ہوا کائیں کائیں کرکے دماغ اڑائے دے رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں آج رات پھر نہیں سو سکوں گی...... اب تمہیں کس بات پر غصہ آرہا ہے؟ اتنی زود رنج

مت بھولو اگر ہمالیہ ہمارے لئے نہیں ہے تو زندگیاں انسانی محبت کریں تو پھر کس لئے ہوتے ہیں!

(۶)

"یہ کتا کیوں بھونک رہا ہے؟ جاکر دیکھو کیا بات ہے۔ وہ جانور تو اتنا شور نہیں مچا سکتا۔ ایک منٹ ٹھہرو، میں دیکھ چکا۔ خاموش رہو! نہیں معلوم کرنا کہ یہ کیا معاملہ ہے ورنہ پھر اس سے پہلے کہ ہمیں معلوم ہو سکے بہت دیر ہو چکی ہوگی۔ انتظار، یہاں ٹھہرو اور تم بھی سو جاؤ، وہ تمہارے بغیر کام چلا لیں گے۔" مرکزی کمیٹی کے نمائندے سو چکے تھے۔ ہنگامی فوج کے لیڈر کو یہ کہتے نہیں سنا کہ وہ غائب کیوں ہے اور اس نے اپنی امنگ والی باتیں جاری رکھیں۔ "لوٹ مار، قبضہ کرنے، تشدد گردی چلانے اور دہشت پھیلانے کی پالیسی سامراجیا ہیں۔ بورژوا ذہنی حکومت تیزی سادہ لوح لوگوں کی آنکھیں کھول دے گی۔ وہ نہ صرف مزدور طبقے کے خلاف ہے بلکہ حقیقت میں تمام محنت کش کسانوں کی بھی مخالف ہے۔ سائبیریا اور یورال کے محنت کش کسانوں کو یہ سمجھا چکی ہے کہ صرف شہر کے پرولتاریوں اور فوجیوں کے ساتھ مل کر ہی صرف کرغیز اور بوریات کے غریب کاشتکاروں کے ساتھ مل کر...." آخر کار اسے مداخلت کا احساس ہوا، وہ خاموش ہو گیا، اپنے چہرے پر سے رومال سے پسینہ پونچھا اور تھک کر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

"آرام کرو، تھوڑا پانی پیو۔" ان لوگوں نے کہا جو اس کے بالکل قریب کھڑے ہوئے تھے۔ اس پر ہنگامی فوج کا لیڈر مطمئن ہو گیا۔ "یہ سب شور و غل کس لئے ہے؟ ہر چیز ٹھیک ٹھاک ہے۔ سگنل دینے والا لیمپ کھڑکی میں رکھا ہوا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ ہم لوگ رپورٹ پر بحث جاری کیوں نہ رکھیں۔ اپنی بات جاری رکھو۔" کامریڈ ٹنڈو چکا: "وہ گرانڈ کے صحن میں بڑے کمرے میں رکھی ہوئی کرسی ایک طرف لٹکا دی گئی تھی اور غیر آلودہ تیل اس صاف کی ہوئی جگہ پر ہو رہا تھا جب سے تختہ رکھ دیا گیا تھا۔ ہنگامی صورت حال پیدا ہونے پر بھاگ نکلنے کا راستہ ایک زیر زمین راہداری میں سے ہو کر تھا جو خانقاہ کی پشت پر ایک گلی میں ختم ہوتا تھا۔ مقرر نے جس کی رنگت زرد تھی اور جس کے چہرے پر بکھری ہوئی داڑھی تھی، ایک سیاہ سوتی ٹوپی اپنے گنجے سر پر اوڑھ رکھی تھی۔ اسے گھبراہٹ میں پسینہ آنے لگتا تھا جس میں وہ بالکل نہا جاتا تھا۔ وہ اپنا سگریٹ بار بار تیل سے جلنے والے لیمپ سے جلاتا تھا اور لالچیوں کی طرح اس کے کش لیتا تھا۔ اپنے بکھرے ہوئے کاغذوں پر نیچے کو جھکے ہوئے اس نے انھیں غور سے دیکھا جیسے انھیں سونگھ رہا ہو، اور ہموار اور تیکھی ہوئی آواز میں تقریر جاری رکھی۔ "شہر اور دیہات میں غریبوں کا یہ اتحاد صرف سوویتوں کے ذریعہ حاصل

کیا جا سکتا ہے۔ جیسے بھی ہو سائبیریا کے کسان اب اس مقصد کے حصول کے لئے کوششیں جاری رکھیں گے جس کے لئے سائبیریا نے بہت عرصہ قبل جدوجہد شروع کی تھی۔ ان کا منشا مقصد یہ ہے کہ جرنیلوں اور ایڈمرلوں کی نفرت انگیز استبدادی حکومت کا تختہ الٹ دیا جانے اور مسلح بغاوت کے ذریعہ کسانوں اور فوجیوں کی عارضی سوویتیں قائم کی جائیں۔ سرمایہ داروں کے نوکروں اور بھاڑے کے ٹٹوؤں سے جو بچ رہے ہوں گے ہم باغیوں کو بڑے پیمانہ پر جنگ کرنی ہوگی۔ جدوجہد طویل اور سخت ہوگی۔" وہ ایک مرتبہ پھر کھڑا ہوا، اپنا چہرہ صاف کیا اور آنکھیں بند کرلیں۔ قاعدے کے خلاف حاضرین میں سے کوئی شخص اٹھ کھڑا ہوا اور اپنا ہاتھ اوپر کو اٹھایا جس کا یہ مطلب تھا کہ وہ کچھ کہنا چاہتا ہے۔

ہنگامی فوج کا لیڈر یا یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ ٹرانس بیکال کے ہنگامی فوجی دستوں کے کرنسک گروپ کا کمانڈر مقرر کے سامنے اشتعال انگیز لاپرواہی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ برابر بدتمیزی کے ساتھ اور غیر مہذب طریقہ پر اسکی بات کاٹ دیتا تھا۔ یہ یقین کرنا واقعی مشکل تھا کہ ایک تنومند کم عمر سپاہی جو لڑکا ہی سا معلوم ہوتا تھا۔ تمام فوجیوں کا کمانڈر ہو سکتا تھا اور یہ کہ اس کے سپاہی اس کا خیال رکھتے تھے اور اس کی عزت اور احترام کرتے تھے۔ وہ اپنے ہاتھ اور پیر بغیر لمبے فوجی کوٹ کے دامن میں لپیٹے ہوئے بیٹھا تھا۔ کوٹ کے اوپر کا حصہ کرسی پر پڑا ہوا تھا جس پر اس کے فوجی نشانات دکھائی دے رہے تھے اور شانوں پر سیاہ دھبے تھے جہاں سے فوجی بجے علیحدہ کردئیے گئے تھے۔

اس کے دونوں طرف ایک ایک باڈی گارڈ خاموش کھڑا تھا وہ اسی کے ہم عمر تھے۔ اور بکری کی سفید کھال کا لباس پہنے ہوئے تھے جو کسی قدر بھورا پڑ گیا تھا۔ ان کے خوبصورت اور رنگین چہروں سے سوائے اس کے اور کچھ ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ وہ اپنے کمانڈر سے اندھی عقیدت رکھتے ہیں اور اس کے لئے سب کچھ گزرنے کو تیار رہتے ہیں۔ وہ لوگ بحث میں کوئی حصہ نہیں لے رہے تھے اور ان اہم ترین مسائل پر غور کیا جا رہا تھا ان سے قطعی غیر متاثر تھے۔ وہ نہ تو بات کرتے تھے اور نہ مسکراتے تھے۔ کمرے میں کوئی ایک درجن کے قریب اور لوگ بھی تھے۔ کچھ کھڑے تھے اور کچھ فرش پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ لکڑی کے گول لٹھوں سے بنی ہوئی دیواروں سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے اور ان کی ٹانگیں آگے کو پھیلی ہوئی تھیں یا انہوں نے اپنی ٹھوڑیاں گھٹنوں پر ٹیک رکھی تھیں۔ تین یا چار مہمان سویلین تھے جو کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ پرانے کارکن اور ۱۹۰۵ء کے انقلاب کے آزمودہ کار لوگ تھے۔ انہی میں تیوزن تھا جو اس وقت کے مقابلہ میں پہچانا نہ جا سکتا تھا۔ اس کا حلیہ کافی بدل گیا تھا۔

اور اس کے اندر ردکھا پن آگیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا دوست اینتی پوف بھی تھا جو اس کی ہر بات سے ہمیشہ اتفاق کیا کرتا تھا۔ ان کا شمار ان دیوتاؤں میں ہوتا تھا جن کے قدموں پر انقلاب نے اپنے تحائف اور خاکستر نذرانے چڑھائے تھے۔ یہ لوگ بتوں کی طرح خاموش اور سنجیدہ بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ اتنے زیادہ مغرور ہو گئے تھے کہ اب ان کے اندر عام انسانی جذبات بھی ختم ہو چکے تھے۔ سائبان میں اور بھی قابل ذکر ہستیاں موجود تھیں۔ مثال کے طور پر انھیں میں روسی انارکسزم کا ستون "سیاہ جھنڈے والا" دیوچینکو تھا جو ایک منٹ نچلا نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ وہ فرش پر بیٹھا رہتا، پھر اٹھ کھڑا ہوتا، یا ادھر ادھر ٹہلنے لگتا اور پھر سائبان کے وسط میں ٹھیر جاتا۔ وہ ایک موٹا اور دیو قامت شخص تھا۔ اس کا سر اور دہانہ بہت بڑا تھا اور شیر کی سی ایالیں تھیں۔ اگر ترکی کے ساتھ نہیں تو جاپان کے ساتھ جنگ میں وہ افسر ضرور رہ چکا تھا وہ ایک مفکر تھا جو ہمیشہ اپنے توہمات میں کھویا رہتا تھا۔ اپنی حد سے زیادہ اچھی فطرت اور غیر معمولی جسامت کی وجہ سے وہ اپنے سے چھوٹی چیزوں پر نظر نہیں ڈالتا تھا اور اسی لئے اس نے وہاں جو کچھ ہو رہا تھا، اس پر کوئی توجہ نہیں دی۔ ہر بات کو غلط سمجھا اور اپنے مخالفوں کے خیالات کو غلطی سے اپنے خیالات کے موافق سمجھتے ہوئے ان کی کہی ہوئی ہر بات سے اتفاق کرتا رہا۔ اس کے پاس ہی فرش پر اس کا دوست سوید بیٹھا تھا۔ اگرچہ وہ ہل جوتنے والا کسان نہیں تھا لیکن اس کی ارضی فطرت اس کی گہرے رنگ کی کھلی ہوئی قمیص کے کالر کے اندر سے ظاہر ہو رہی تھی جسے اس نے اس صلیب کے ساتھ جو اس کی گردن میں لٹک رہی تھی مٹھی میں دبا رکھا تھا۔ وہ صلیب کو بار بار کھینچتا تھا اور اس سے اپنا سینہ کھجلانے لگتا تھا۔ وہ ایک نرم دل اور ناخواندہ شخص تھا۔ اس کے سر کے بال پتلی پتلی چوٹیوں میں گندھے ہوئے تھے اور چھدری مونچھیں اور ان سے بھی زیادہ چھدری داڑھی تھی۔ اپنے منگولی خدوخال کی وجہ سے اس کے چہرے سے بڑھاپا ظاہر ہوتا تھا اور اس پر ہمیشہ ایک ہمدردانہ مسکراہٹ دکھائی دیتی تھی۔

مقرر نے، جو مرکزی کمیٹی کی طرف سے ایک فوجی مشن پر سائبیریا کا دورہ کر رہا تھا، اپنے ذہن میں وہ بہت سی باتیں دہرائیں جن پر اسے بولنا تھا۔ اپنے مخاطبوں میں سے زیادہ تر لوگوں میں اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن ایک پرانا انقلابی اور بچپن سے عوام کا ہمدرد ہونے کی حیثیت سے اس نے نوجوان کمانڈر کو جو اس کی طرف منہ کئے ہوئے بیٹھا تھا، تعریفی نظروں سے دیکھا۔ اس نے نہ صرف اس کی بدتمیزی کو معاف کر دیا جو اس کی نظروں میں صحیح انقلابی فطرت کی زبان تھی بلکہ وہ اس کی بدتمیزی کو دیکھ کر خوش ہوا۔ اس طرح ایک

محبت زدہ عورت ایک خودسر عاشق کے گستاخانہ طرزِ عمل سے خوش ہوتی ہے۔ ہنگامی فوج کا کمانڈر میکوستن کارزکا یبرنیس تھا مقررا جماعی مزدور تحریک کا سابق ممبر کوستو دایمر سکی تھا جو کبھی ایک سماجی انقلابی رہ چکا تھا۔ اس نے اپنے نظریات حال ہی میں تبدیل کر دیئے تھے اپنی سابقہ غلطیوں کو تسلیم کر لیا تھا اور کئی مفصل بیانات میں ان کا اعتراف کر چکا تھا۔ اسے نہ صرف کمیونسٹ پارٹی میں شامل کر لیا گیا تھا بلکہ فوراً ہی بعد اسے یہ موجودہ ذمہ داری کا کام سپرد کر دیا گیا تھا۔ اسے اس کام کے لئے منتخب کیا گیا تھا حالانکہ وہ کسی طرح بھی فوجی نہیں تھا۔ اس کی وجہ کسی حد تک اس کی طویل انقلابی خدمات اور زار کے جیل خانوں میں برداشت کی ہوئی صعوبتوں کا اعتراف کرنا تھا۔ اس کے علاوہ اس خیال کے تحت بھی ایسا کیا گیا تھا کہ اجتماعی تحریک کے سابق ممبر کی حیثیت سے وہ مغربی سائبیریا کے باغی علاقہ میں کسانوں کے موڈ کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ اس کے مشن کے لئے اس کی معلومات کو فوجی تربیت سے زیادہ اہم سمجھا گیا تھا۔ اس کے سیاسی عقائد کی تبدیلی کی وجہ سے اس کی صورت، شکل اور طور طریقے اتنے زیادہ بدل گئے تھے کہ اب مشکل سے پہچانے جا سکتے تھے۔ کسی شخص کو یہ یاد تک نہیں تھا کہ پچھلے دنوں میں اس کا سر گنجا تھا یا وہ ڈاڑھی رکھتا تھا لیکن پھر شاید یہ سب کچھ محض بھیس بدلنے کی وجہ سے تھا۔ اسے پارٹی کی طرف سے سخت احکامات ملے ہوئے تھے کہ وہ اپنی سابقہ شخصیت ظاہر نہ کرے۔ اس کے خفیہ نام برینڈی اور کامریڈ نمبر دو کا تھے۔ ذوبچینکو کے قبل از وقت یہ کہنے پر کہ وہ ان تمام ہدایات سے اتفاق کرتا ہے جو ابھی پڑھ کر سنائی گئی ہیں۔ ایک لمحہ کے لئے تھوڑا سا ہنگامہ ہوا جب سب لوگ خاموش ہو گئے تو کوستو نے اپنی تقریر جاری رکھی: "کسانوں کی بڑھتی ہوئی تحریک کا ساتھ دینے کے لئے یہ ضروری ہے کہ پارٹی کی صوبائی کمیٹی کے علاقہ میں کام کرنے والی ہنگامی فوج کے تمام دستوں کے ساتھ فوراً رابطہ قائم کیا جائے۔" پھر اس نے خفیہ جگہوں، خفیہ اشاروں اور مواصلات کے ذرائع کے سلسلہ میں انتظامات کا ذکر کیا اور تمام باتیں تفصیل سے بتائیں۔ "یونٹوں کو سفید فوج کے اسلحہ خوراک اور سامان کے ذخیروں کے متعلق یہ اطلاع دی جانی ضروری ہے کہ وہ کس جگہ واقع ہیں اور انھیں یہ بھی بتایا جانا ہے کہ وہ لوگ اپنی بڑی بڑی رقمیں کہاں رکھتے ہیں اور ان چیزوں کی حفاظت کے لئے کیا کیا انتظامات کرتے ہیں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ہنگامی فوج کے دستوں کی تنظیم ان کے کمانڈروں، پروپیگنڈا تنظیم، تخریبی کارروائیوں بیرونی دنیا کے ساتھ رابطہ، مقامی آبادی کے ساتھ طرزِ عمل، انقلابی فوجی عدالتوں اور دشمن کے علاقہ میں تخریبی کارروائیوں کے متعلق تمام امور کی مکمل تفصیل تیار کی جائے۔ مثال کے طور پر تخریبی کارروائیوں

پلوں، ریلوے لائنوں، دخانی جہازوں، کشتیوں، اسٹیشنوں، ورکشاپوں، تارگھروں، کانوں اور خوراک کے ذخیروں کا تباہ و برباد کرنا شامل ہے۔" پیرکنس اب زیادہ برداشت نہیں کر سکتا تھا جو کچھ بھی کہا گیا تھا، وہ اس کے خیال میں غیر متعلق اور ناتجربہ کاری پر مبنی تھا۔

"بہت اچھی تقریر ہے۔" اس نے کہا۔ "میں اسے ذہن نشین کر لوں گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں کسی قسم کے احتجاج کے بغیر یہ سب کچھ منظور کر لینا چاہئے۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم سرخ فوج کی حمایت کھو بیٹھیں۔"

"ہاں، یقیناً منظور کرنا چاہئے۔"

"اور میرے عجیب و غریب لڑو دیکھا۔ اب مجھے تمہاری اس بچوں جیسی تقریر کا کیا کرنا ہے جبکہ میری فوجیں — تین رجمنٹیں جن میں توپ خانہ اور گھوڑ سوار فوج بھی شامل ہے — مہینوں سے لڑ رہی ہیں اور دشمن کا صفایا کر رہی ہیں۔"

"کتنی بہترین بات! کتنی زبردست طاقت!" کوستو نے سوچا۔

یوزن نے بحث میں مداخلت کی۔ اسے پیرکنس کا گستاخانہ لہجہ پسند نہیں آیا تھا۔ "معاف کرنا کامریڈ اسپیکر۔ ایک ایسی بات ہے جو میں سمجھ نہیں سکا۔ ہو سکتا ہے کہ میں نے ہدایات میں ایک آدھ بات غلط طریقہ پر لکھ دی ہو۔ کیا میں اسے پڑھ سکتا ہوں۔ میں اپنا اطمینان کرنا چاہتا ہوں۔ یہ ضرورت سے زیادہ مناسب ہو گی اگر جنگ کے آزمودہ کار سپاہی جو انقلاب کے وقت محاذ پر تھے یا فوجی جماعتوں میں شامل تھے کمیٹی میں شامل کر لئے جائیں۔ یہ مناسب ہو گا کہ کمیٹی کے ممبروں میں دو ایک نان کمیشنڈ افسر اور ایک فوجی ماہر بھی شامل ہو۔ کیا میں نے یہ بات ٹھیک لکھی ہے، کامریڈ اسپیکر؟"

"قطعی طور پر۔ ایک ایک لفظ۔"

"تب مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے۔ فوجی ماہروں کے متعلق مجھے یہ بات تشویشناک معلوم ہوتی ہے۔ ہم کارکن جنہوں نے شنگھائی کے انقلاب میں حصہ لیا تھا فوج کے آدمیوں پر بھروسہ کرنے کے عادی نہیں ہیں۔ ان میں ہمیشہ جوابی انقلاب برپا کرنے والے عناصر شامل ہوتے ہیں۔" جلسے میں آوازیں بلند ہوئیں: "بس اتنا ہی کافی ہے۔ قرارداد، قرارداد پیش کرو! اب دیر ہو رہی ہے۔ گھر جانے کا وقت ہو گیا ہے۔"

"میں اکثریت سے اتفاق کرتا ہوں۔" وڈوچینکو نے تجارتی آواز میں کہا۔ "شاعرانہ طور پر اسے اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ شہری اداروں کی بنیاد جمہوریت پر رکھی جانی چاہئے۔ انہیں نیچے سے بڑھانا چاہئے۔ ان

بچوں کی طرح جو ڈر سے جاتے ہیں، درختوں میں جڑیں پکڑ لیتے ہیں۔ تم انھیں چار دیواری کے ٹکڑوں کی طرح ادھر سے ادھر نہیں پھینک سکتے جیسا کہ تمھاری تحریک نے بالکل یہی غلطی کی تھی اور یہی وجہ تھی کہ مزید کے ساتھیوں نے کنونشن کو کچل دیا تھا۔"

"یہ روز روشن کی طرح عیاں ہے۔" ایک دوست اور کٹر سوریہ نے اس کی حمایت کی۔ "بچ بچ [illegible] یہی سب سے پہلے سوچنی چاہیے تھی۔ اب اس کا وقت نہیں رہا۔ اب ہمارا کام یہ ہے کہ ہم جنگ کریں اور جیسے کچھ بھی ہو آگے بڑھیں۔ اب جبکہ ہم چل پڑے ہیں تو پھر دیکھئے کس طرح ہٹ سکتے ہیں۔ ہم یہ تجویز پہلی سے جواب میں کھانی ہی پڑے گی۔ تم پانی میں کود پڑے ہو اور اب شکایت نہیں کرنی چاہیے۔"

"قرارداد، قرارداد!" چاروں طرف سے لوگ چلانے لگے۔ انھوں نے کچھ دیر اور باتیں کیں اور انھوں نے جو کچھ بھی کہا وہ پہلے سے بھی زیادہ مہمل اور بے معنی تھا اور آخر کار صبح سویرے جلسہ ختم ہوا اور یہ سب لوگ ایک ایک کر کے حسب معمول احتیاط کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

(۷)

شاہراہ ایک [illegible] جگہ تھی جہاں تیز رفتار چھوٹا دریا پنچ گنی پوسادا اور [illegible] دو گاؤں کے درمیان سے ہو کر گزرتا تھا۔ ایک گاؤں ایک ڈھلوان پہاڑی پر آباد تھا، اور دوسرا اس کے نیچے وادی میں پھیلا ہوا تھا۔ یہیں پر رنگروٹوں کو الوداعی پارٹی دی جا رہی تھی۔ اور [illegible] کرنل ہسٹر کے تحت [illegible] نے ہسٹر کی تفصیل کے بعد اس علاقہ کے رنگروٹوں کا معائنہ شروع کر دیا تھا [illegible] موقع پر گاؤں میں سوار فوج اور [illegible] لگی ہوئی تھی۔ [illegible] کا جو غیر معمولی طور پر [illegible] تھا تیسرا دن تھا۔ موسم بہار کی آمد بھی غیر معمولی طور پر جلد ہو گئی تھی۔ موسم گرم تھا اور ہوا کا نام تک نہیں تھا۔ [illegible] کچھ فاصلہ پر ایک سڑک [illegible] میزیں لگی ہوئی تھیں جن پر رنگروٹوں کے لئے کھانے پینے کا سامان چنا ہوا تھا۔ میزیں ایک سرے سے دوسرے سرے تک لگی تھیں، لیکن ایک قطار میں نہیں تھیں ان سفید میزپوشوں پر رکھے تھے جو نیچے لٹک رہے تھے۔ اس ضیافت کے لئے گاؤں کے لوگوں نے چندہ کیا تھا۔ کھانے کا زیادہ تر سامان وہی تھا جو ایسٹر کے تہوار کا بچا ہوا تھا۔ [illegible] بہت سے [illegible] اور دو [illegible] کیک، مربے کے [illegible] اچار کی پیالیاں [illegible] گھر میں تیار کی ہوئی [illegible] کے [illegible] اندر سے

بھری ہوئی بیسنیں چنی ہوئی تھیں۔ یہ ایسٹر کے انڈے تھے جو گلابی یا ہلکے نیلے رنگے ہوئے تھے۔ میزوں کے گرد نئی اگی ہوئی گھاس پر انڈوں کے گلابی یا ہلکے نیلے رنگ کے چھلکے جن میں اندر کی طرف سفیدی لگی ہوئی تھی پھیلے پڑے تھے۔ نوجوان گلابی اور ہلکے نیلے رنگ کی قمیضیں پہنے ہوئے تھے۔ اور لڑکیوں کے لباس بھی انھیں رنگوں کے تھے۔ اور نیلے آسمان پر گلابی بادل تیر رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آسمان بھی ان کے ساتھ تیر رہا ہو۔

گلابی قمیض اور ریشمی پٹ پہنے ہوئے اور اپنے پنجے دائیں بائیں رکھتا ہوا واس پاخومووچ گوزن کھٹ پٹ کرتا ہوا اپینکن کے مکان کی سیڑھیوں پر سے اترا جو میزوں اور شاہراہ کے اوپر ڈھال پر واقع تھا وہ دوڑتا ہوا میزوں تک آیا اور تقریر شروع کر دی۔

"کیونکہ تشمین موجود نہیں ہے اس لئے میرے بچو میں گھر میں کشید کی ہوئی وودکا سے تمہاری صحت کا جام پیتا ہوں۔ جو نوجوان آج جا رہے ہیں میں ان کے لئے طویل عمر اور سرفراز زندگی کی دعا کرتا ہوں۔ میں دو بھی کوئی جام تجویز کرنا چاہتا ہوں۔ شریف رنگروٹو! کیا تم میری طرف توجہ دو گے؟ سرخ فوج جو ہمارے سامنے پھیلی ہوئی ہے۔ ان لوٹ کھسوٹ کرنے والوں کے خلاف اپنی مادر وطن کے دفاع کا ذریعہ ہے جو اس کے کھیتوں کو اپنے بھائیوں کے خون سے گلنار بناتے ہیں۔ عوام کو یہ امید تھی کہ وہ انقلاب کی فتوحات سے امن کے ساتھ لطف اندوز ہو سکیں گے لیکن بالشویکوں کی جماعت نے جو غیر ملکی سرمایہ داروں کی پٹھو ہے دستور ساز اسمبلی کو توڑ دیا جس سے عوام کی بہت زیادہ امیدیں وابستہ تھیں انھوں نے ایسا کرنے کے لئے سنگینوں کی طاقت استعمال کی۔ اور اب نہتے لوگوں کے خون کے دریا بہہ رہے ہیں۔ وہ نوجوان جو آج روانہ ہو رہے ہیں انھیں روسی فوجوں کی لٹی ہوئی عزت کا بدلہ لینے کا کام سونپا جا رہا ہے! ہم ذلیل ہو چکے ہیں اور اپنے بہادر ساتھیوں کے شرمندہ احسان ہیں۔ کیونکہ نہ صرف سرخ فوج بلکہ جرمنی اور آسٹریا بھی پھر ایک مرتبہ بے غیرتی کے ساتھ اپنے سر اٹھا رہے ہیں۔ لڑکو! خدا ہمارے ساتھ ہے....." وہ بولے جا رہا تھا لیکن اس کی آواز تحسین کے نعروں میں گم ہو گئی۔ اس نے ملی اور گھر میں کشید کی ہوئی وودکا کا گلاس ہونٹوں تک اٹھا کر اسے پی گیا۔ لیکن اس سے اسے کوئی سرور حاصل نہیں ہوا۔ وہ انگوری شراب کا عادی تھا لیکن اسے اس خیال سے اطمینان ہو گیا کہ وہ عوام کے نمائندے کے لئے قربانی دے رہا تھا۔

"یہ تمہارا بڈھا ابھی تقریر کرتا ہے! ادبی میلیوکوف اس کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے" کوسکا رانج

نشیبی آواز میں اپنے دوست ترینی گوزن سے کہا جو اس کے قریب بیٹھا تھا۔ "وہ یقیناً ایک بہترین شخص ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ بغیر کسی وجہ کے اتنی محنت نہیں کر رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ اپنی تقریروں کی وجہ سے تمہیں بھرتی ہونے سے بچا لے گا۔"

"گوشکا شرم کرو۔ تم ایسی بات کیسے سوچ سکتے ہو! مجھے بھرتی ہونے سے ضرور بچا لے گا۔ میں دیکھوں گا وہ ذرا کوشش تو کرے! مجھے میرا حکم اسی روز ملے گا جس روز تم اپنا حکم حاصل کرو گے، اور بالکل ایسا ہی ہوگا۔ ہم دونوں ایک ہی یونٹ میں رہیں گے۔ ان بدمعاشوں نے مجھے اسکول سے نکال دیا ہے۔ ماں بہت زیادہ پریشان ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مجھے ابھی کمیشن نہیں ملے گا...... جہاں تک ابا کا تعلق ہے وہ واقعی تقریر کرنا جانتے ہیں۔ وہ ہر مرتبہ بہترین تقریر کرتے ہیں اور غیر معمولی بات یہ ہے کہ ان کے لئے یہ ایک فطری چیز ہے۔ انھوں نے باقاعدہ کوئی تعلیم حاصل کی تھی؟"

"کیا تم نے سنکا پنتکن کے متعلق سنا ہے؟"

"ہاں، کیا یہ واقعی ایسی ہی خطرناک بیماری ہے؟"

"ناقابل علاج۔ یہ اس کی ریڑھ کی ہڈی تک پہنچ جائے گی۔ یہ اس کی اپنی غلطی ہے۔ ہم نے اسے خبردار کر دیا تھا کہ وہ نہ جائے۔ ہمیں اس بارے میں احتیاط کرنی چاہیئے کہ کس سے ملیں؟"

"اب اس کا کیا ہوگا؟"

"یہ بہت افسوسناک بات ہے۔ وہ اپنے آپ کو گولی مار لینا چاہتا تھا۔ اب اسے بھرتی کر لیا گیا ہے اور اب اس کا طبی معائنہ ہو رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ اسے بھرتی کر لیں گے۔ اس نے کہا تھا کہ وہ ہنگامی فوج میں شامل ہو جائے گا۔ تاکہ سماج کی برائیوں کا بدلہ لے سکے۔"

"تم جانتے ہو گوشکا کہ تم چھوت کی بیماری کی بات کر رہے ہو۔ لیکن اگر تم ان کے پاس نہ جاؤ تو ہو سکتا ہے کہ تمہیں کوئی اور بیماری ہو جائے۔"

"میں جانتا ہوں کہ تمہارا اس سے کیا مطلب ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم یہ بات ذاتی تجربے سے جانتے ہو۔ لیکن وہ کوئی بیماری نہیں بلکہ ایک پوشیدہ عیب ہے۔"

"گوشکا، اگر تم نے ایسی باتیں کیں تو میں تمہاری ناک توڑ دوں گا۔ واہ بھئی تم جیسے آدمی، ایک دوست سے باتیں کرنے کا یہ اچھا طریقہ ہے۔"

«سکون سے کام دیتی ہے۔ یہ تو محض ایک مذاق تھا۔ میں منیجر۔ وہ کیا تھا جو چاہتا تھا وہ یہ تھا۔ میں ایک بیئر پریزننگ کے یہاں گیا تھا اور وہاں ایک۔ مسٹر ہیمن آیا ہوا تھا جو ایک اداکار اور ایک عجیب آدمی تھا۔ اس نے شخصیت کی آزادی کے متعلق باتیں کیں مجھے اس کی باتیں پسند آئیں۔ یہ بہت اچھی باتیں تھیں میں ان آدمیوں کے ساتھ مل جاؤں گا۔ اگر میں ایسا نہ کروں تو مجھ پر لعنت ہے۔ اس نے کہا کہ ہمارے اندر ایک پوشیدہ طاقت ہے۔ اس نے کہا کہ جنس اور کیریکٹر یعنی برق رو کے مظہر ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ ایک انتہائی ذہین آدمی تھا...... لیکن میرا دماغ کافی بھاری ہو رہا ہے۔ لوگ چاروں طرف حلق پھاڑ پھاڑ کر چلا رہے ہیں۔ یہ شور کسی شخص کو بھی ہرا سکتا ہے۔ اب میں اسے زیادہ دیر تک برداشت نہیں کر سکتا اس لئے خاموش ہو جاؤ۔ میں تم سے کہتا ہوں چپ ہو جاؤ۔»

«تم اس برق رو کے متعلق کیا کہہ رہے تھے۔ میں اس کے بارے میں سن چکا ہوں۔ میں پیٹرز برگ سے بجلی کی پیٹی منگوانے کے متعلق سوچ رہا تھا۔ جس کی قیمت کی نقد ادائیگی وصولی پر کی جاتی ہے میں نے اس کا ایک اشتہار دیکھا تھا۔» اپنی قوت میں اضافہ کرنے کے لئے۔ اشتہار میں کہا گیا تھا۔ پھر ایک ادا کار آگیا اور سارا پروگرام درہم برہم ہو گیا۔ دوسرے ہی مسائل پیدا ہو گئے۔ ترنیتی نے ابھی اپنا جملہ ختم بھی نہیں کیا تھا کہ شرابی آوازوں کا شور ایک تیز اور گونج دار دھماکے کی آواز میں دب گیا جو قریب ہوا تھا۔ ایک لمحہ کے لئے میز پر باتیں کرنے والوں کا شور بند ہو گیا۔ پھر پہلے سے بھی زیادہ شور مچنے لگا۔ کچھ لوگ اچھل کر اپنی کرسیوں پر سے اٹھ کھڑے ہوئے اور جو لوگ زیادہ مست نہیں تھے اپنے پیروں پر کھڑے رہے۔ دوسروں نے لڑکھڑاتے ہوئے وہاں سے جانے کی کوشش کی لیکن میزوں کے نیچے ڈھیر ہو گئے اور خراٹے لینے لگے۔ عورتیں چیخنے لگیں۔ ہر طرف ایک شور سا مچ گیا۔ ولاسی یا گومودیف گھبرایا ہوا چاروں طرف مجرم کو تلاش کر رہا تھا۔ پہلے تو اس نے سوچا کہ گڑگڑاہٹ کی آواز دنیا میں کسی جگہ سے آئی تھی۔ غالباً میزوں کے بالکل نزدیک ہی کسی جگہ سے۔ اس کی گردن کی نسیں پھول گئیں۔ اس کا چہرہ زرد پڑ گیا اور وہ زور سے دھاڑا۔ «ہم لوگوں میں یہ غدار کون ہے؟ یہ شرمناک حرکت کس نے کی ہے؟ یہ وہی ہم چاروں طرف کس نے پھینکے ہیں؟ میں اس سانپ کا گلا خود اپنے ہاتھوں سے دبا دوں گا۔ چاہے وہ میرا اپنا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ شہریو! ہم کسی شخص کو اپنے ساتھ ایسا مذاق کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ ہمیں گواہوں کو تیار کر لینا چاہئے۔ ہم اس تخریب پسند کو ڈھونڈ نکالیں گے۔ ہم اسے بھاگنے نہیں دیں گے پہلے وہ

اس کی بات سنتے رہے۔ پھر ان کی توجہ سیاہ دھوئیں کے اس ستون کی طرف منتقل ہو گئی جو مالی اور مولائی میں ضلع کے دفتر کی عمارت سے اٹھ کر آسمان کی طرف بڑھ رہا تھا اور وہ سب کے سب یہ دیکھنے کے لیے ٹیلے کے کنارے تک دوڑتے ہوئے گئے کہ وادی میں کیا ہو رہا ہے۔ عمارت میں آگ لگی ہوئی تھی [illegible] ان میں سے ایک ننگے پیر تھا اور سوائے پتلون کے اور کچھ نہیں پہنے ہوئے تھا۔ کرنل اسٹریس اور بھرتی کرنے والے یہ دو مرد دھوئیں اور شعلوں کے ساتھ عمارت سے نکل کر باہر بھاگے۔ گھوڑ سوار قازق اور میشیا کے پاس اپنے گھوڑوں کی پشت پر جھکے ہوئے اور اپنے چابک [illegible] گاؤں میں ادھر سے ادھر کسی کو تلاش کرتے پھر رہے تھے بہت سے لوگ سڑک [illegible] کی طرف بھاگ رہے تھے۔ ان کے پیچھے گرجا کے گھنٹوں کی تیز آواز آ رہی تھی جو خطرے کا اعلان کرنے کے لیے بجائے جا رہے تھے۔ یکے بعد دیگرے واقعات اتنی تیزی کے ساتھ پیش آتے رہے کہ چھپنے کے وقت کرنل اسٹریس بضد اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ اس کا شکار مولائی سے جا چکا ہے اور اپنے قازقوں کے ساتھ گھوڑے پر پہنچ آیا۔ محافظوں نے گاؤں کا محاصرہ کر لیا۔ ادھر ہر مکان اور فارم کی تلاشی بھی شروع کر دی۔ اس وقت تک آدھے گوریلے نشے میں دھت ہو چکے تھے۔ وہ لوگ دعوت میں شریک رہے۔ اور اب زمین پر پڑے ہوئے یا میزوں پر سر رکھے ہوئے خراٹے لے رہے تھے۔ جب تک یہ معلوم ہو کہ میشیا گاؤں میں پہنچ گئی ہے۔ اس وقت تک اندھیرا ہو چکا تھا کہ وہاں [illegible] رہے ہوتے ہوئے نزدیک کے کھلیان میں بیٹھ گئے۔ اور ایک دوسرے کو دھکیلتے ہوئے دیوار کے نیچے ایک تنگ سی کھلی جگہ میں سے ہو کر اندر کی طرف رینگ گئے۔ اندھیرے اور گھبراہٹ کی وجہ سے انہیں یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ وہ کھلیان کس کا تھا لیکن اب مچھلی اور مٹی کے تیل کی بو سے انہیں یہ اندازہ ہوا کہ یہ ایک ایسا کھلیان تھا جسے گاؤں کا کارکن [illegible] کاشتکار گودام کے طور پر استعمال کرتا تھا۔ ان دیہاتیوں [illegible] اور وہ اس [illegible] سے پیشانی ان کی حالت تھی۔ ان میں سے زیادہ تر بالکل آخری وقت میں بھاگے تھے کیونکہ وہ نشے کے عالم میں تھے۔ اور ان کے سر گھوم رہے تھے۔ ان میں سے کچھ دیہاتی سمجھتے تھے اور اب بھی یہ بات اب مناسب نہیں معلوم ہوتی تھی انہیں یہ اندازہ تھا کہ چھپے بیٹھے پریشان تھیں اس سے نقصان [illegible] کسان کے دوست قریب قریب غائب ہو چکے تھے لیکن کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ وہ جانتے تھے کہ اس زمانہ میں ہر جگہ کسی کی زندگی [illegible] محفوظ نہیں تھی۔ غنڈہ گردی [illegible] علاقہ میں [illegible] دہشت پسندوں کا علاقہ [illegible] جاتا تھا اور سفید فوج کے حملہ آور [illegible] انہیں معلوم ہو گیا [illegible] نہیں لیے تو

لوگ ان سے پہلے ہی وہاں داخل ہو چکے تھے۔ کھلیان کے فرش اور زمین کے درمیان کی جگہ دونوں گاؤں کے لوگ بھرے ہوئے تھے۔ کیتنی کے لوگ نشے میں دھت تھے۔ ان میں سے کچھ خراٹے لے رہے تھے۔ دانت کڑکڑا رہے تھے اور سوتے میں بڑبڑا رہے تھے۔ کچھ لوگوں کو متلی ہو رہی تھی۔ اندر سخت تاریکی تھی۔ ہوا بالکل بند تھی اور بدبو ناقابل برداشت تھی۔ اپنے چھپنے کی جگہ کو پوشیدہ رکھنے کی غرض سے بعد میں آنے والوں نے داخلے کی جگہ کو مٹی اور پتھروں سے بند کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد خراٹے اور بڑبڑاہٹ بند ہو گئی اور مکمل خاموشی چھا گئی۔ جو لوگ نشے میں تھے وہ اب خاموشی سے سو رہے تھے۔ صرف ایک کونے سے برابر کھسر پھسر کی آوازیں آ رہی تھیں۔ یہاں ترینتی اور گوشکا خوف کے عالم میں کوسکانخوانخ سے چھپے ہوئے پڑے تھے جو ارمولانی کا ایک لڑاکا اور بدقماش شخص تھا۔

"اتنے زور سے مت بولو!" گوشکا کہہ رہا تھا۔ "شیطان، تم ہمیں پکڑوا دو گے۔ کیا تم سن نہیں رہے — سنتریس کے آدمی چاروں طرف ہمیں ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ وہ لوگ سڑک کے آخری سرے تک ہو آئے ہیں اور اب واپس آ رہے ہیں۔ وہ دیکھو وہ آ گئے۔ اگر تم نے سانس بھی لیا تو میں تمہارا گلا دبا دوں گا.... یہ تمہاری خوش قسمتی تھی کہ وہ لوگ پاس سے گذر گئے...... تم آخر یہاں کیوں آ گئے؟ بیوقوف تمہیں چھپنے کی کیا ضرورت تھی؟ تمہارے اوپر کون انگلی اٹھا سکتا تھا؟"

"میں نے گوشکا کو چلاتے ہوئے سنا۔ چھپ جاؤ۔ اس لئے میں یہاں گھس آیا۔"

"گوشکا کے پاس چھپنے کے لئے معقول وجہ ہے۔ اس کا پورا خاندان مصیبت میں ہے۔ یہ سب لوگ مشتبہ ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے رشتہ دار خودسکو کے ریلوے یارڈ میں کام کرتے ہیں..... بہت بیوقوف، سیدھے بیٹھے رہو۔ لوگ یہاں اوپر کوڑا کرکٹ اور غلاظت پھینکتے رہے ہیں۔ اگر تم ہلے گے تو تمام غلاظت ہمارے اوپر گر جائے گی۔ کیا تمہیں بدبو نہیں آ رہی ہے؟ جانتے ہو کہ اسٹریس گاؤں میں چاروں طرف کیوں بھاگتا پھر رہا ہے؟ وہ باہر سے آئے ہوئے لوگوں — پرلنک سے آئے ہوئے لوگوں — کو تلاش کر رہا ہے۔"

"یہ سب کچھ کس طرح ہوا گوشکا؟ اس ہنگامہ کی ابتدا کیسے ہوئی؟"

"اس کی ابتدا ستنکا نے کی — ستنکا پتینکن نے۔ ہم سب لوگ بھرتی کے دفتر میں برہنہ قطار لگائے ہوئے ڈاکٹر کا انتظار کر رہے تھے۔ جب ستنکا کی باری آئی تو اس نے اپنے کپڑے اتارنے سے انکار

کر دیا۔ جب وہ وہاں آیا تو کسی قدر نشے کے عالم میں تھا۔ کلرک نے شرافت کے ساتھ اس سے کہا کہ وہ اپنے کپڑے اتار دے۔ یہاں تک کہ اسے "آپ" کہہ کر مخاطب کیا۔ سنکا کا دماغ چل گیا۔ "میں کپڑے نہیں اتاروں گا" اس نے کہا۔ "میں اپنے جسم کے پوشیدہ حصے کسی کو نہیں دکھاؤں گا۔" ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اسے شرم آرہی ہو۔ پھر وہ ڈگمگاتا ہوا کلرک کے پاس گیا اور اس کے جبڑے پر مکا مارا، اور پھر تم یقین کرو یا نہ کرو، پلک جھپکنے سے پہلے سنکا نے دفتر کی میز پایہ پکڑ کر اٹھالی اور الٹ دی۔ میز فرش پر زور سے گری، اور اس پر رکھی ہوئی سب چیزیں قلم۔ دوات، فوجی فہرستیں وغیرہ سب گر گئیں، تب اسٹرلیس چیختا ہوا اندر آیا۔ "میں غنڈہ گردی برداشت نہیں کروں گا۔ میں یہاں بغیر خون بہائے انقلاب نہیں لا رہا ہوں۔ میں تمہیں سکھاؤں گا کہ ایک سرکاری جگہ پر قانون کی بے حرمتی کرنے کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ تمہارا سرغنہ کون ہے؟"

سنکا نے چلا کر کہا۔ "کامریڈ! اپنے کپڑے اٹھاؤ۔ ہم پیچھے نہیں ہٹیں گے۔" اور وہ کھڑکی کے پاس گیا اور اس میں سے کود گیا۔ میں نے کپڑے اٹھالئے اور اس کے پیچھے بھاگا۔ بھاگتے ہی میں کپڑے میں نے پہن لئے۔ وہ بھاگتا ہوا سڑک پر گیا اور ہوا کی طرح دوڑنے لگا۔ میں اس کے پیچھے پیچھے گیا۔ وہ ایک آدمی اور بھی تھے۔ ہم سب لوگ اتنے تیز دوڑے کہ جتنی ہماری ٹانگیں ہمارا ساتھ دے سکتی تھیں۔ اور وہ لوگ چلاتے اور شور مچاتے ہوئے ہمارے پیچھے آئے۔ لیکن اگر تم مجھ سے یہ پوچھو کہ یہ سب معاملہ کیا ہے — تو اس کی وجہ کوئی شخص بھی نہیں بتا سکتا۔"

"لیکن وہ بم؟"

"کیا مطلب؟"

"وہ کس نے پھینکا تھا؟ بم یا دستی بم یا کچھ بھی تھا؟"

"اوہ میرے خدا! تم یہ تو نہیں سمجھ رہے ہو کہ ہم نے پھینکا تھا؟"

"تو پھر کس نے پھینکا تھا؟"

"میں کیسے جان سکتا ہوں؟ یقیناً کوئی اور شخص ہوگا۔ کسی نے یہ سب گڑبڑ دیکھی ہوگی اور سوچا ہوگا کہ اس وقت جبکہ یہ گڑبڑ ہو رہی ہے، میں اس جگہ کو کیوں نہ اڑا دوں۔ یہ لوگ دوسروں پر شبہ کریں گے۔ وہ یقیناً کوئی سیاسی آدمی ہوگا۔ پڑنگ کا کوئی سیاسی آدمی۔ یہ جگہ ان سے بھری ہوئی ہے"...... خاموش! چپ ہو! کیا تم سن نہیں رہے— اسٹرلیس کے آدمی واپس آرہے ہیں۔ بس اب ہمارا خاتمہ ہے۔ خاموش رہو۔ تم

سے آتا ہوں۔ سڑک پر سے آوازیں آتی ہوئی سنائی دے رہی تھیں۔ بوٹوں کی چرچراہٹ اور مہمیز کی آواز۔

"بحث مت کرو۔ تم مجھے بیوقوف نہیں بنا سکتے۔" کرنل کی کھنکتی ہوئی آواز سنائی دی جس کا لہجہ پیٹروگراڈ کے باشندوں جیسا تھا۔ "مجھے یقین ہے کہ اس جگہ کوئی شخص باتیں کر رہا تھا۔" ارمولائی نے کے میز اور تپائی پاز بیٹھنے سے جو ایک بوڑھا ماہی گیر تھا کہا۔ "یور ایکسیلنسی، آپ کو وہم ہوا ہوگا۔ اور پھر گاؤں میں لوگ بات چیت کیوں نہ کریں۔ یہ میرے گھر کا احاطہ تو نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ لوگ باتیں کر رہے ہوں۔ وہ آخر جانوروں کی طرح گونگے تو نہیں ہیں۔ یا ہو سکتا ہے کہ شیطان کسی شخص کو خواب میں پریشان کر رہا ہو۔"

"اچھا اچھا گنواروں جیسی باتیں چھوڑو۔ شیطان، واقعی! تم لوگ اپنے جامے سے باہر ہوتے جا رہے ہو۔ تم آگے چل کر اتنے چالاک ہو جاؤ گے کہ بالشویزم کی باتیں کرنے لگو گے۔"

"خدا رحم کرے، یور ایکسیلنسی مسٹر کرنل آپ یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں! ہمارے گاؤں کے لوگ اتنے سیدھے سادے ہیں کہ وہ دعا کی کتاب تک نہیں پڑھ سکتے۔ بالشویزم سے انھیں کیا حاصل ہوگا؟"

"پکڑے جانے سے پہلے تم سب لوگ ایسی ہی باتیں کرتے ہو۔ اس دوکان کی اوپر سے نیچے تک تلاشی لو۔ ہر چیز الٹ پلٹ کر دیکھو۔ اور اس کا خیال رکھو کہ کاؤنٹر کے نیچے بھی تلاشی لی جائے۔"

"اچھا یور ایکسیلنسی۔"

"میں پتشن، لیانخ اور نخوالنخ کو پکڑنا چاہتا ہوں۔ زندہ یا مردہ۔ مجھے اس کی پرواہ نہیں خواہ تمہیں ان لوگوں کو سمندر کی تہہ سے گھسیٹ کر باہر نکالنا پڑے۔ وہ گلوزن کا پلا بھی۔ مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ اس کا محب وطن باپ کتنی تقریریں کرتا ہے۔ وہ زمین آسمان کے قلابے ملا سکتا ہے لیکن ہمیں دھوکہ نہیں دے سکتا۔ اگر کوئی دوکاندار تقریریں کرنی شروع کر دے تو اس کی ضرور کوئی خاص وجہ ہوگی۔ یہ شبہ کی بات ہے، غیر قدرتی چیز ہے۔ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ گلوزن اور اس کے گھر والے سیاسی مجرموں کو پناہ دیتے ہیں اور کرستو دوزدوزنک میں اپنے مکان میں غیر قانونی جلسے کرتے ہیں۔ مجھے اس چھوکرے کو پکڑ کر دو۔ میں ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کر سکا ہوں کہ اس لڑکے کے ساتھ کیا سلوک کروں گا لیکن اگر اس کے خلاف کوئی بات ہوئی تو میں دوسروں کو سبق دینے کے لئے اسے پھانسی دینے سے بھی گریز نہیں کروں گا۔" تلاشی لینے والے آگے بڑھ گئے۔ جب وہ دکان سے دور نکل گئے تو گرشکا نے کھسر پھسر کرتے ہوئے تیریوشکا سے کہا جو خوف کی وجہ سے نیم جان ہو رہا تھا۔ "تم نے سنا؟"

[illegible] بدلی ہوئی آواز میں زیرِ لب کہا۔ "تو پھر اب میرے، تمہارے، سندگا اور گوفنکا کے لئے صرف ایک ہی جگہ ہو سکتی ہے ـــ اور وہ جنگل ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہمیں ہمیشہ وہیں رہنا پڑے گا۔ صرف اس وقت تک جب تک کہ حالات بہتر نہ ہو جائیں۔ پھر ہم غور کریں گے۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس وقت واپس لوٹ آئیں۔

گیارھواں باب

# فارسیٹ کی فوج

(۱)

یوری آندرے وچ کو ہنگامی فوج کے ہاتھوں قید ہوئے ایک سال سے زائد ہو چکا تھا۔ اس کی آزادی کی حدود نہایت غیر واضح تھیں۔ جہاں وہ قید کیا گیا تھا۔ وہاں چاروں طرف دیواریں نہیں تھیں۔ محافظ نہیں تھے اور کوئی شخص اس کی نقل و حرکت کی نگرانی نہیں کرتا تھا۔ ہنگامی فوج برابر نقل و حرکت کرتی رہتی تھی۔ اور یوری آندرے وچ اس کے ساتھ جاتا تھا۔ فوج مقامی آبادی سے الگ نہیں رہتی تھی۔ جن کی زمینوں اور بستیوں میں سے وہ ہو کر گزرتی تھی۔ اس کے سپاہی ان لوگوں سے گھل مل جاتے تھے۔ بظاہر اس کی یہ قید و بند نہ ہونے کے برابر معلوم ہوتی تھی جیسے کہ ڈاکٹر آزاد ہو اور وہ اس آزادی کا فائدہ نہ اٹھا سکا ہو۔ اس کی یہ قید و بند زندگی کی دوسری مجبوریوں سے مختلف نہیں تھی جو اکثر اسی طرح نہ تو نظر آتی ہیں اور نہ کوئی انھیں سمجھ سکتا ہے اور جو نہ ہونے کی برابر اور محض ایک واہمہ معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن اگرچہ نہ تو اس کے پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔ نہ اس کی نقل و حرکت کی نگرانی ہوتی تھی۔ لیکن پھر بھی ڈاکٹر کو یہ عدم آزادی قبول کرنی پڑتی تھی جو بظاہر خیالی ہی معلوم ہوتی تھی۔ اس نے تین مرتبہ ہنگامی فوج کی قید سے بھاگنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن ہر مرتبہ پکڑ لیا گیا تھا۔ اسے کسی قسم کی سزا نہیں دی گئی تھی۔ لیکن وہ آگ سے کھیل رہا تھا۔ اور پھر اس نے بھاگنے کی کوشش نہیں کی۔ ہنگامی فوج کا اعلیٰ افسر لیبریئس میکولتسن اس کی حمایت کرتا تھا۔ کیونکہ وہ اس کا ساتھ پسند کرتا تھا اور اسے اپنے ہی خیمے میں سلاتا۔ یوری آندری وچ کو یہ زبردستی کا ساتھ پریشان کن معلوم ہوتا تھا۔

(۴)

اس زمانہ میں ہنگامی فوج برابر مشرق کی طرف بڑھ رہی تھی۔ بعض موقعوں پر فوج کی یہ نقل و حرکت کولچک کو مغربی سائبیریا سے مار بھگانے کی مہم کا ایک حصہ ہوتی۔ دوسرے موقعوں پر جب سفید فوج عقب سے حملہ کرتی اور ہنگامی فوج کے گھر جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا تو مشرق کی طرف یہ فوجی پیش قدمی فرار کی صورت اختیار کر لیتی تھی۔ کافی عرصہ تک ڈاکٹر ان باریکیوں کو نہیں سمجھ سکا۔ ہنگامی فوج شاہراہ کے ساتھ ساتھ چلتی اور کبھی کبھی اسے استعمال بھی کرتی۔ اس کے کنارے بسے ہوئے گاؤں اور چھوٹے چھوٹے قصبے جنگ میں کامیابی یا ناکامی کے مطابق سرخ فوج یا سفید فوج کی حمایت کرتے تھے۔ ان پر سرسری نظر ڈالنے پر یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ اس وقت وہ کس کے قبضہ اختیار میں ہیں۔ جب کسان فوج گاؤں اور چھوٹے قصبوں میں ہو کر گزرتی تو اس کے علاوہ ان کی ہر چیز غیر اہم دکھائی دینے لگتی۔ سڑک کے دونوں طرف کے مکانات زمین سے لگتے ہوئے معلوم ہوتے اور گھڑ سوار، گھوڑے، توپیں اور رائفلیں لے کر کیچڑ میں چلنے والے سپاہی مکانوں سے اونچے معلوم ہونے لگتے تھے۔ ایک روز ایک ایسے ہی چھوٹے قصبہ میں ڈاکٹر کو حکم دیا گیا کہ وہ برطانوی ادویات کے اس اسٹاک پر قبضہ کر لے جو جنرل کیپل کے ماتحت سفید فوج کے افسروں کی یونٹ چھوڑ گئی تھی اور جو ہنگامی فوج کے ہاتھ لگ گئی تھیں۔ اس وقت ایک اداس اور ابر آلود سہ پہر تھی اور بارش ہو رہی تھی۔ وہاں صرف دو ہی رنگ دکھائی دے رہے تھے۔ جہاں کہیں بجلی چمکتی تھی وہاں سفید رنگ دکھائی دیتا۔ باقی ہر جگہ سیاہی نظر آتی۔ ڈاکٹر کا موڈ بھی ویسا ہی اداس تھا اور اس میں اس بدلتی ہوئی سفیدی اور سیاہی سے کوئی کمی نہیں ہوئی تھی۔

سڑک جو فوجوں کی متواتر نقل و حرکت سے بالکل تباہ ہو گئی تھی محض سیاہ کیچڑ کا ایک دریا معلوم ہوتی تھی۔ اسے چند مقامات پر عبور کیا جا سکتا تھا جن تک مکانوں کے سہارے سینکڑوں گز کا فاصلہ طے کر کے پہنچ جا سکتا تھا۔ پزنسک میں ایسے ہی حالات میں ڈاکٹر کی ملاقات پلیگیا تیاگولووا سے ہوئی جو اسکو سے ٹرین میں اس کی ہمسفر رہ چکی تھی۔ پہلے اس نے ڈاکٹر کو پہچانا۔ اسے اس عورت کو پہچاننے میں دیر لگی۔ جو سڑک کے پار سے اسے دیکھے جا رہی تھی جیسے کسی نہر کے کنارے پر کھڑی ہوئی ہو۔ اس کے چہرے کے انداز سے ظاہر ہوتا تھا کہ اگر وہ جانتا ہو تو وہ اسے خوش آمدید کہے گی اور اگر نہ جانتا ہو تو اسی طرح گمنام رہے گی۔ آخر کار وہ اسے پہچان گیا اور لدی پھندی مال گاڑی، جبری بھرتی کے مزدوروں اور ان کے محافظوں اور اس عورت کی تصویر کھنچ

جس کی چوٹی اس کے شانہ پر پڑی رہتی تھی۔ اس کے ذہن میں اپنے گھر والوں کی شکلیں پھر گئیں۔ سفر کی ایک بات اور اپنے پیاروں کی شکلیں اسے یاد آنے لگیں جن کی جدائی اب اسے بہت شاق گزر رہی تھی۔ اس نے اشارے سے اس عورت سے کہا کہ وہ سڑک پر اور آگے کی طرف ایک ایسے مقام تک جائے۔ جہاں سے کیچڑ میں سے باہر نکلے ہوئے پتھروں پر چل کر عبور کیا جا سکتا ہو اور پھر خود بھی اسی سمت میں چلتا ہوا دوسری طرف گیا اور اسے خوش آمدید کہا۔

اس عورت نے اسے گذشتہ دو سال کی بہت سی باتیں بتائیں۔ اسے واسیا کی یاد دلائی — وہی خوبصورت لڑکا جسے غیر قانونی طور پر جبریہ بھرتی کر لیا گیا تھا اور جو اس ڈبہ میں ان کے ساتھ تھا۔ اس نے ان کے گاؤں درتینگی میں اس کی ماں کے ساتھ اپنے قیام کا حال بتایا۔ وہ ان لوگوں کے ساتھ بہت خوش تھی لیکن گاؤں کے لوگ اس کے ساتھ اجنبیوں کا سا سلوک کرتے تھے۔ اس پر واسیا کے ساتھ عشق بازی کرنے کا غلط الزام لگایا گیا اور آخر میں اسے وہ گاؤں چھوڑنا پڑا تھا۔ ورنہ وہ جان سے مار دی جاتی۔ وہ اپنی بہن اولگا گالوزینا کے ساتھ کرستووزدوینسک میں رہنے لگی تھی۔ وہ یہ افواہیں سن کر پازنسک آئی تھی کہ پرتولیف کو وہاں قرب و جوار میں کہیں دیکھا گیا ہے۔ لیکن یہ افواہیں غلط ثابت ہوئیں۔ اور وہ اپنے آپ کو اس چھوٹے سے قصبہ میں تنہا پا رہی تھی جہاں بعد میں اسے کام مل گیا تھا۔ اس عرصہ میں اس کے دوستوں کو بدقسمتی نے گھیر لیا۔ خوراک کی فراہمی روک لینے کی پاداش میں درتینگی پر حملہ کیا گیا۔ کہا جاتا تھا کہ واسیا کا مکان جلا دیا گیا، واسیا کے خاندان کا ایک ایک فرد جل کر مر گیا تھا۔ اور کرستووزدوینسک میں پلیگیا کے بہنوئی ولاس گالوزن کو یا تو جیل میں ڈال دیا گیا تھا یا گولی مار دی گئی تھی۔ اور اس کا بھتیجا لاپتہ ہو گیا تھا۔ اس کی بہن نے کچھ عرصہ فاقے کئے تھے لیکن اب اپنی گزر اوقات کرنے کے لئے وزدوینسکایا کے گاؤں میں کسانوں کے ایک گھرانے میں ملازمت کر لی تھی جو اس کے رشتہ دار تھے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ تیاگونووا پازنسک کے دواخانے میں اسسٹنٹ کی حیثیت سے کام کر رہی تھی جس کے اسٹاک پر ڈاکٹر قبضہ کرنے والا تھا۔ اس اقدام سے دواساز کے سب متعلقین کو جن میں وہ بھی شامل تھی بربادی کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن ڈاکٹر مجبور تھا جب ڈاکٹر نے اسٹاک پر قبضہ کیا تو اس وقت تیاگونووا بھی وہاں موجود تھی۔ ڈاکٹر کی گاڑی دوکان کی پشت پر رکی۔ تھیلے، بکس اور بوتلیں باہر نکال کر لائی گئیں۔ ملازمین نے یہ سب کچھ مایوسی کے ساتھ دیکھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ان کے جذبات کا اثر دواساز کی مریل گھوڑی پر بھی پڑ رہا تھا جو افسوس کے ساتھ اپنے اصطبل

سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ بارش کا دن ختم ہونے والا تھا۔ آسمان کسی قدر صاف ہو گیا تھا۔ بادلوں کے درمیان سے ڈوبتے ہوئے سورج نے جھانکا اور اس کی کرنیں صحن پر پڑیں۔ کیچڑ کے ڈھیر بہت بھاری تھے اور ہوا سے ان میں جنبش نہیں ہو سکی۔ لیکن سڑک بارش کے پانی میں عجیب لہریں کھاتی اور سائے چمکاتی دکھائی دے رہی تھی۔ فوج سڑک پر چلتی رہی۔ وہ لوگ زیادہ گہرے گڑھوں کے گرد گھوم کر پیدل یا گھوڑوں پر چل رہے تھے حاصل کی ہوئی ادویات میں کونین کا ایک مرتبان بھی تھا۔ جس کی ہنگامی فوج کے سربراہ کو حال ہی میں لت پڑ گئی تھی۔

(۳)

ڈاکٹر بہت مصروف تھا۔ موسم سرما میں میعادی بخار اور گرمی کے موسم میں پیچش پھیل گئی تھی۔ اور پھر اسکے علاوہ زخمی بھی تھے جن کی تعداد جنگ دوبارہ شروع ہو جانے سے بہت بڑھ گئی تھی۔ ناکامیوں اور پسپائیوں کے باوجود ان بستیوں میں سے جہاں سے کسان فوج گزرتی تھی لوگ برابر آ کر ہنگامی فوج میں شامل ہوتے تھے اور اس کے علاوہ مفرور فوجی بھی اس میں آ کر شامل ہو جاتے تھے۔ ڈاکٹر نے جو اٹھارہ مہینہ کا عرصہ ہنگامی فوج کے ساتھ گزارا تھا۔ اس میں اسکی تعداد دس گنا بڑھ گئی تھی۔ اور اس کی تعداد اتنی ہی ہو گئی تھی جو لیبریئس الیورکیوچ نے کرستو دوزدونسک کے خفیہ جلسے میں ڈینگ مارتے ہوئے بتائی تھی۔ یوری آندرے ویچ کے ساتھ کئی نئے بھرتی کئے ہوئے ڈاکٹر اور دو چیف اسسٹنٹ بھی تھے۔ وہ دونوں سابق جنگی قیدی تھے۔ ان میں سے ایک جس کا نام کرینی لیجوس تھا۔ ہنگری کا ایک کمیونسٹ تھا جو آسٹریا کی فوج میں ڈاکٹر رہ چکا تھا اور دوسرے کا نام انگر تھا جو کروشیا کا رہنے والا تھا جس نے ابھی حال ہی میں ڈاکٹری کی ٹریننگ حاصل کی تھی۔ لیجوس کے ساتھ ڈاکٹر جرمنی زبان میں بات چیت کرتا تھا۔ دوسرا تھوڑی بہت روسی زبان سمجھ لیتا تھا۔

(۴)

ریڈ کراس کے بین الاقوامی کنونشن کے مطابق فوج کے طبی عملے کو فوجی کارروائیوں میں حصہ نہیں لینا چاہیئے۔ لیکن ایک موقع پر ڈاکٹر کو اس قاعدے کی خلاف ورزی کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ وہ محاذ پر تھا کہ لڑائی شروع ہو گئی اور اسے لڑنے والوں کے ساتھ جنگ میں حصہ لیتے ہوئے ذاتی دفاع میں گولی چلانی پڑی۔ محاذ جہاں وہ دشمن کی گولہ باری میں گھر گیا تھا ایک جنگل کے سرے پر تھا۔ وہ یونٹ کے ٹیلیفون افسر کے پاس زمین پر لیٹ گیا۔ جنگل ان کی پشت پر تھا۔ ان کے سامنے ایک میدان تھا۔ اور اس کھلے ہوئے میدان

کے پار سفید فوجیں حملہ کر رہی تھیں۔ سفید فوج کے سپاہی اب اتنے قریب تھے کہ ڈاکٹر ان کی شکلیں دیکھ سکتا تھا۔ یہ لوگ لڑکے ہی سے تھے جو دارالخلافہ کی شہری آبادی سے حال ہی میں رضاکارانہ طور پر شامل ہوئے تھے اور زیادہ عمر کے سپاہی بھی تھے جو محفوظ فوج میں سے بھرتی کئے گئے تھے۔ اصل لڑنے والے کم عمر فوجی تھے جو یونیورسٹیوں کے پہلے سال کے اور ورزش گاہوں کے چوتھے سال کے طالب علم تھے۔ ڈاکٹر ان میں سے کسی کو نہیں جانتا تھا۔ لیکن پھر بھی ان میں سے آدھے سپاہیوں کے چہرے اسے مانوس معلوم ہوتے تھے۔ ان میں سے کچھ کو دیکھ کر اسے اپنے پرانے ہم جماعت لڑکے یاد آ گئے اور وہ سوچنے لگا کہ وہ شاید ان کے چھوٹے بھائی ہوں۔ دوسروں کے متعلق اسے یہ خیال ہوا کہ انھیں اس نے ان لوگوں کے مجمع میں دیکھا تھا جو کافی عرصہ ہوا تھیٹر دیکھنے کی غرض سے سڑک پر جمع تھے۔ ان کی پر معنی اور خوبصورت شکلیں دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اسی طبقے کے لوگ ہوں۔ اپنی سمجھ کے مطابق فرض کی تکمیل کرتے ہوئے انھوں نے جوش و خروش اور غیر معمولی جرأت کا اظہار کیا جو بالکل بے موقع تھا۔ پھیل کر منظم طریقہ پر آگے بڑھتے ہوئے وہ لوگ پریڈ کرتے ہوئے شاہی محافظوں سے بھی زیادہ چست اور چالاک دکھائی دے رہے تھے اور خود دارانہ طریقہ پر سر اٹھا کر چل رہے تھے۔ وہ لوگ نہ تو بھاگتے تھے اور نہ زمین پر لیٹتے تھے اور علاقے کے نشیب و فراز کو نظر انداز کئے ہوئے تھے۔ جس سے فائدہ اٹھا کر وہ اپنے آپ کو آسانی سے چھپا سکتے تھے۔ ہنگامی فوج کی گولیاں انھیں کھیت کی طرح کاٹ رہی تھیں۔ وسیع اور اجاڑ میدان کے درمیان میں ایک بے جان درخت تھا۔ جو بجلی گرنے سے یا آگ لگنے سے جل گیا تھا۔ یا اس سے قبل کسی لڑائی کے دوران گولہ باری سے تباہ ہو گیا تھا۔ ہر رضاکار آگے بڑھتے ہوئے اس درخت کی طرف دیکھتا تھا اور اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی تھی کہ وہ اس کی آڑ میں ٹھیر جائے تاکہ وہاں حفاظت کے ساتھ زیادہ بہتر طریقہ پر نشانہ لگا سکے۔ لیکن وہ اس خواہش کو ترک کر کے آگے بڑھ جاتا تھا۔ ہنگامی فوج کے پاس کارتوسوں کی سپلائی بہت محدود تھی اور ان کو حکم ملا ہوا تھا کہ صرف نزدیک کی چیزوں پر جو صاف دکھائی دے رہی ہوں نشانہ لگائیں۔ یوری آندریے وچ کے پاس کوئی رائفل نہیں تھی۔ وہ گھاس پر لیٹا ہوا لڑائی کا رخ دیکھ رہا تھا اس کی تمام تر ہمدردیاں ان بچوں کے ساتھ تھیں جو بہادروں کی طرح مر رہے تھے۔ اس کی دلی خواہش تھی کہ جنگ میں انہی کو کامیابی ہو۔ وہ ایسے گھرانوں سے تعلق رکھتے تھے جو روحانی، تعلیمی، اخلاقی اور دوسرے اعتبار سے شاید اسی جیسے تھے۔

اسے خیال آیا کہ اٹھ کر میدان کی طرف بھاگ جائے اور اپنے آپ کو ان کے سپرد کر کے رہائی حاصل کرے لیکن

ایسا کرنا خطرناک تھا۔ بہت زیادہ خطرناک۔ کیونکہ اپنے ہاتھ سر سے اونچے اٹھا کر بھاگتے ہوئے اسے دونوں طرف سے گولی ماری جا سکتی تھی، سینے پر بھی اور پشت پر بھی۔ ہنگامی فوج اسے غداری کی سزا دیتی مگر لال اور سفید فوج اس کے مقصد کو نہ سمجھتے ہوئے گولی مار دیتی۔ وہ اس قسم کی صورت حال سے واقف تھا، پہلے بھی اس سے گزر چکا تھا۔ اس نے اس طرح بچ نکلنے کے تمام منصوبوں پر غور کر لیا تھا۔ اور انہیں ناقابل عمل سمجھ کر رد کر چکا تھا۔ لہٰذا اپنے متضاد جذبات دبائے ہوئے وہ وہیں گھاس پر پڑا رہا۔ اس کا رخ میدان کی طرف تھا اور وہ نہتا وہاں لیٹا ہوا جنگ کا رخ دیکھ رہا تھا۔ لیکن ان حالات میں جبکہ چاروں طرف موت اور زندگی کی کشمکش ہو رہی تھی اس طرح ناکارہ لیٹے ہوئے محض دیکھتے رہنا ناممکن اور انسانی شعور کے خلاف تھا۔ سوال ان لوگوں کے ساتھ وفاداری کا جنھوں نے اسے قید کر رکھا تھا یا اپنی حفاظت کا نہیں تھا بلکہ حالات کے مطابق عمل کرنے کا تھا۔ ایک بے تعلق شخص کی طرح رہنا قاعدے کے خلاف تھا۔ اس کے لئے بھی وہی کرنا ضروری تھا جو ہر شخص کر رہا تھا۔ جنگ ہو رہی تھی۔ اس پر اور اس کے ساتھیوں پر گولیاں چلائی جا رہی تھیں۔ اسکے جواب میں گولی چلانا ضروری تھا۔ اسی لئے جب اس کے قریب ہی ٹیلیفون افسر تڑپنے کے بعد ٹھنڈا ہو گیا تو وہ رینگتا ہوا اس کے قریب گیا۔ اس کا کارتوسوں کا تھیلا اور رائفل اٹھائی اور اپنی جگہ پر واپس جا کر لگاتار گولیاں چلانے لگا۔ ان نوجوانوں پر جنھیں وہ پسند کرتا تھا اور جن سے اسے ہمدردی تھی گولی چلاتے ہوئے اسے ترس آتا تھا اور اس کا ہوا میں گولی چلانا انتہائی احمقانہ فعل ہوتا اسی لئے اس نے جلے ہوئے درخت کا نشانہ لیا اور اس وقت گولی چلاتا جب اس کے اور درخت کے درمیان کوئی شخص ہوتا وہ خود اپنے طریقے کے مطابق کام کر رہا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کا نشانہ بہتر ہوتا گیا۔ وہ آہستہ سے لبلبی دباتا جیسے اس کا ارادہ گولی چلانے کا نہ ہو اور گولی خود بخود غیر متوقع طور پر چل جاتی۔ وہ دراصل نہایت صفائی کے ساتھ بے جان درخت کی نچلی شاخوں پر گولی چلا رہا تھا جس سے وہ ٹوٹ ٹوٹ کر درخت کے چاروں طرف گر رہی تھیں لیکن افسوس! گو وہ بہت احتیاط سے کام لے رہا تھا کہ اس کی گولی کسی شخص کے نہ لگے۔ لیکن پھر بھی کوئی نہ کوئی نوجوان حملہ آور سپاہی عین موقع پر اس کے نشانہ کی زد میں آہی جاتا تھا۔ اس نے دو کو زخمی کر دیا اور ایک درخت کے نزدیک ڈھیر ہو گیا، وہ شاید مر گیا تھا۔ آخرکار سفید فوج کے کمانڈر کو جب یہ یقین ہو گیا کہ حملہ لاحاصل ہو گا تو اس نے پسپا ہونے کا حکم دے دیا۔

ہنگامی فوج کے سپاہی بہت کم تھے۔ ان کی اصل فوج کا کچھ حصہ مارچ کر رہا تھا۔ اور دوسرے

نے کچھ فاصلہ پر دشمن کی ایک بڑی فوج کو گھیر رکھا تھا۔ اپنی کمزوری ظاہر نہ کرنے کے خیال سے انھوں نے بھاگتے ہوئے سفید فوج کے سپاہیوں کا تعاقب نہیں کیا۔ آئیگر دو ڈاکٹروں کے ساتھ جو اسٹریچر لئے ہوئے تھے میدان میں ڈاکٹر کے پاس پہونچ گیا۔ ڈاکٹر نے اس سے کہا کہ وہ زخمیوں کی دیکھ بھال کرے۔ اور وہ خود اس امید سے ٹیلیفون افسر پر جھک گیا کہ شاید وہ ابھی سانس لے رہا ہو اور اسے بچایا جا سکے۔ لیکن جب اس نے اس کی قمیض کھول کر اس کے دل پہ ہاتھ رکھا تو معلوم ہوا کہ اسکی دھڑکن بند ہو چکی تھی۔ مردہ آدمی کی گردن میں ریشم کی ڈوری میں ایک تعویذ پڑا ہوا تھا۔ ڈاکٹر نے وہ تعویذ اتار لیا اس کے اندر ایک پرانا اور پھٹا ہوا سا کاغذ تھا جو کپڑے کے ایک ٹکڑے میں سلا ہوا تھا۔

ڈاکٹر کے کھولتے ہی وہ کاغذ تقریباً ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ اس کاغذ پر انجیل مقدس کی ۹۱ ویں مناجات کے اقتباسات تھے جن کے الفاظ کسی قدر بدلے ہوئے تھے جیسے کہ بار بار دہرانے سے دعاؤں کے الفاظ میں ردوبدل ہو جایا کرتا ہے اور وہ اصل عبارت سے مختلف ہو جاتے ہیں۔ یہ دراصل سلاوزبان کی انجیل کا روسی ترجمہ تھا۔ مناجات کے یہ الفاظ "وہ جو ارفع واعلیٰ ہستی کے خفیہ مقام پر رہتا ہے" بدل کر یہ عنوان بن گئے تھے۔ "بلندیوں پر رہتا ہے" یہ شعر "تم نہ رات کو کسی ہیبتناک چیز سے خوفزدہ ہو گے اور نہ دن کے وقت چلنے والے تیر سے" اس طرح تبدیل ہو گیا تھا۔ "جنگ میں چلنے والے تیروں سے خوف مت کھاؤ" جہاں مناجات میں کہا گیا ہے۔ "وہ میرا نام جانتا ہے" اسکی جگہ کاغذ پر لکھا ہوا تھا۔ "وہ میرا نام نہیں جانتا" اور یہ الفاظ "میں مصیبت میں اس کے ساتھ ہوں گا۔ میں اسے بچاؤں گا" بدل کر اس طرح ہو گئے تھے "میں اسے تاریکی سے بچاؤں گا" اس مناجات کے بارے میں یہ عام عقیدہ تھا کہ وہ ایک معجزاتی چیز ہے جو بندوق کی گولیوں سے بچاتی ہے۔ شہنشاہیت کی گذشتہ جنگ میں سپاہی اسے تعویذ بنا کر پہنتے تھے۔ برسوں بعد قیدی اسے اپنے کپڑوں میں سی لیا کرتے تھے اور جب رات کو انہیں پوچھ گچھ کے لئے طلب کیا جاتا تھا تو وہ اسے زیر لب پڑھا کرتے تھے۔

پوری آئیگر نے وہ ٹیلیفون افسر کو چھوڑ کر باہر میدان میں سفید فوج کے اس کم عمر سپاہی کے پاس گیا جسے اس نے ہلاک کر دیا تھا۔ لڑکے کے چہرے پر معصومیت کے آثار نظر آ رہے تھے۔ "میں نے اسے کیوں مار ڈالا؟" ڈاکٹر نے سوچا۔ اس نے لڑکے کا کوٹ کھول کر دیکھا۔ کسی مشاق ہاتھ نے — جو غالباً اس کی ماں کا تھا — اس کا نام سیرلوژا ژرلودچ اندر استر پر خوبصورت الفاظ میں کاڑھ رکھا تھا۔ سیرلوژا

کی کھلی ہوئی قمیض کے اندر سے ایک صلیب ایک لاکٹ اور ایک اور سونے کا چپٹا سا گیس جو نسوار کی ڈبیا جیسا تھا باہر نکل پڑا۔ اس میں ایک ایسا چھید ہو رہا تھا جیسے سمیں کوئی گیس کھونس دی گئی ہو۔ ایک کاغذ اس میں سے نکل پڑا۔ ڈاکٹر نے اسے کھول کر پڑھا اور اسے اپنی آنکھوں پر اعتبار نہیں آیا۔ یہ وہی انجیل مقدس کی ۹۱ ویں مناجات تھی لیکن اس مرتبہ وہ مکمل اور صحیح عبارت میں لکھی ہوئی تھی۔ سلاو زبان میں۔ اسی وقت سیر یوژینے کراہ کر جنبش کی۔ وہ زندہ تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اسے ایک معمولی قسم کے اندرونی زخم کی وجہ سے سکتہ ہو گیا تھا۔ گولی اس کی ماں کے تعویذ نے روک لی تھی اور اس طرح وہ بچ گیا۔ لیکن اب اس بیہوش آدمی کا کیا بنے گا؟

یہ وہ وقت تھا جب کہ دہشت دبربریت پورے شباب پر تھی۔ قیدی زندہ یا سلامت ہیڈکوارٹر تک نہیں پہونچتے تھے اور دشمن کے زخمی ہونے والے سپاہیوں کو میدان جنگ ہی میں چاقو مار کر ہلاک کر دیا جاتا تھا۔ ہنگامی فوج کی موجودہ حالت میں جبکہ اس میں سے کافی لوگ فرار ہو کر دشمنوں سے جا ملتے تھے اور دشمنوں کے سپاہی اس میں شامل ہو جاتے تھے۔ یہ ممکن تھا کہ انتہائی خفیہ طریقہ پر سیر یوژ کو ایک ایسا ساتھی ظاہر کیا جائے جو حال ہی میں بھرتی ہوا ہو۔ یوری آندریے وچ نے مردہ ٹیلیفون افسر کا بھاری لباس اتار لیا۔ اینگر کی مدد سے جسے اس نے سب معاملہ بتا دیا تھا۔ اسے اس لڑکے کے لباس سے تبدیل کر دیا۔ وہ اور اینگر لڑکے کی دیکھ بھال کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ صحت یاب ہو گیا۔ جب وہ ٹھیک ہو گیا تو انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔ حالانکہ اس نے ان سے یہ بات پوشیدہ نہیں رکھی تھی کہ وہ کولچک کی فوج میں واپس جا کر سرخ فوج سے جنگ جاری رکھنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

(۵)

موسم خزاں میں ہنگامی فوج نے ایک ایسی جگہ ڈیرا جما لیا۔ جو ایک ڈھلوان پہاڑی کے اوپر ایک چھوٹا سا جنگل تھا۔ جس کے تین طرف ایک تیز رفتار نالہ زمین کو کاٹتا ہوا بہتا تھا۔ سفید فوج نے گذشتہ سال موسم سرما کا زمانہ اس میں گزارا تھا۔ اور وہاں آس پاس کے گاؤں والوں کی مدد سے خندقیں کھودی تھیں لیکن وہ لوگ موسم بہار میں اپنی قلعہ بندیوں کو تباہ کئے بغیر وہاں سے چلے گئے تھے۔ اب ان کی کھودی ہوئی خندقیں ہنگامی فوج کے کام آ رہی تھیں۔ ڈاکٹر ایک خندق میں لیبرئیس میکولتسن کے ساتھ رہتا تھا جس نے دو رات سے برابر باتیں کر کے اسے سونے نہیں دیا تھا۔ ”نہ جانے میرے محترم والد صاحب قبلہ اس وقت کیا کر رہے

ہوں گے۔"

"خدایا! میں اس مسخرے سے کتنی نفرت کرتا ہوں۔" ڈاکٹر نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر سوچا۔ اور پھر بھی وہ اپنے باپ کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔"

"ہم پہلے جو بات چیت کر چکے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم ان سے اچھی طرح واقف ہو گئے ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے ان کے متعلق خراب رائے قائم نہیں کی ہے۔ پھر اب تم اس معاملہ میں کیا کہتے ہو؟"

"ملبر نس ایور گیورچ۔ کل ہمارا انتخاب سے پہلے کا جلسہ ہے اور پھر ان لوگوں کا مقدمہ بھی آرہا ہے جو وڈکا کشید کرتے رہے ہیں۔ ابھی میری اور لیحوس کی گواہی باقی ہے۔ کل اسی سلسلہ میں مجھے اس سے ملنا ہے۔ میں دو راتوں سے نہیں سویا ہوں۔ کیا ہم یہ بات چیت ملتوی نہیں کر سکتے؟ میں بہت زیادہ تھکا ہوا ہوں۔"

"خیر، مجھے یہ تو بتاؤ کہ اس بوڑھے کھوسٹ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟"

"اول تو تمہارے والد کی عمر ابھی زیادہ نہیں ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم ان کا ذکر ایسے الفاظ میں کیوں کرتے ہو۔ خیر، میں تمہیں بتاتا ہوں۔ جیسا کہ میں تم سے اکثر کہتا رہا ہوں۔ میں سوشلزم کے مختلف نظریات میں تمیز کرنے کے معاملہ میں کمزور ہوں۔ اور مجھے بالشویکوں اور دوسرے سوشلسٹوں میں زیادہ فرق نظر نہیں آتا۔ تمہارے والد ان لوگوں میں سے ہیں جو روس کی حالیہ گڑبڑ اور فسادات کے ذمہ دار ہیں۔ وہ ایک انقلابی قسم کے شخص ہیں۔ ایک انقلاب پسند شخصیت۔ تمہاری طرح وہ بھی روس میں ہنگامہ کے اصول کی نمائندگی کرتے ہیں۔"

"یہ تعریف ہے یا برائی؟"

"میں تم سے پھر ایک مرتبہ درخواست کرتا ہوں کہ یہ بات چیت کسی زیادہ مناسب وقت تک کے لئے اٹھا رکھو۔ اور میں تمہاری توجہ اس طرف بھی دلانا چاہتا ہوں کہ تم اب حد سے زیادہ کوکین استعمال کرنے لگے ہو۔ تم جان بوجھ کر وہ اسٹاک ختم کرتے جا رہے ہو جو میرے چارج میں ہے۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ اس کی دوسرے کاموں کے لئے ضرورت پڑتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ ایک زہر ہے اور میں تمہاری صحت کا ذمہ دار ہوں۔"

"تم کل رات پھر اسٹڈی گروپ میں نہیں گئے۔ تم ایک طرح کا کمزور سماجی نظریہ رکھتے ہو۔ ایک خانخواہ کسان عورت یا ایک سخت قسم کے بورژوا جیسا۔ اور پھر بھی تم ایک ڈاکٹر ہو، کافی پڑھے ہوئے ہو اور میں

سمجھتا ہوں کہ تم لکھتے بھی ہو۔ کیا تم اسکی وضاحت کر سکتے ہو؟"

"کچھ نہیں۔ بظاہر میں اس معاملہ میں بالکل بے بس ہوں۔ تمہیں مجھ پر افسوس کرنا چاہیئے۔"

"یہ مصنوعی شرم کس لئے؟ اگر ایسا طنزیہ لہجہ استعمال کرنے کی بجائے تم یہ معلوم کرنے کی تکلیف اٹھاتے کہ ہم اپنی کلاسوں میں کیا کرتے ہیں تو پھر تم اتنی خود بینی سے کام نہ لیتے۔"

خدایا، لیر نیس ایور کیووچ! میں خود بینی سے کام نہیں لے رہا ہوں۔ میں تمہارے تعلیمی کام کی بہت زیادہ قدر کرتا ہوں۔ میں نے مباحثہ کی وہ تفصیلات پڑھی ہیں جو تم مشتہر کرتے ہو۔ سپاہیوں کے اخلاق کو بہتر بنانے کے متعلق جو تمہارے خیالات ہیں میں ان سے واقف ہوں۔ یہ خیالات بہترین ہیں۔ اس بارے میں تم جو کچھ بھی کہتے ہو کہ ایک سپاہی کا ردیہ عوامی فوج، اپنے ساتھیوں، کمزوروں، بے سہارا گھروں اور عورتوں کے ساتھ اور عفت و پاکیزگی کے متعلق کیا ہونا چاہیئے۔ تقریباً ویسا ہی ہے جس کی تعلیم دخوبور نے دی ہے۔ تالستائی کے ایسے تمام نظریات مجھے حفظ ہیں۔ اپنی جوانی کے زمانہ میں، میں بھی ایک بہتر زندگی کے متعلق ایسے ہی تصورات رکھتا تھا۔ میں ایسی چیزوں کا تمسخر کس طرح اڑا سکتا ہوں؟

"لیکن اول تو سماجی بھلائی کا نظریہ جو اکتوبر کے انقلاب کے بعد سے قائم کیا گیا ہے میرے اندر کسی قسم کا جوش و خروش پیدا نہیں کرتا۔ دوسرے یہ اتنا زیادہ ناقابل عمل ہے۔ اور اس پر محض بحث کرنے ہی سے اتنا کشت و خون ہوا ہے کہ میں نہیں سمجھتا کہ اسی سلسلہ میں جو کچھ بھی کوششیں کی جا رہی ہیں وہ کارگر بھی ثابت ہو سکیں گی۔ اور آخر میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ جب میں لوگوں کو زندگی کو نئے سانچے میں ڈھالنے کی بات چیت کرتے ہوئے سنتا ہوں تو مجھے اپنے اوپر قابو نہیں رہتا اور میں مایوس ہو جاتا ہوں۔

"زندگی کو نئے سانچے میں ڈھالنا! جو لوگ ایسا کہتے ہیں وہ کبھی زندگی کو سمجھ ہی نہیں سکے ہیں۔ وہ نہ تو اسکی سانسوں کو محسوس کر سکے ہیں اور نہ دل کی دھڑکنیں سن سکے ہیں۔ خواہ وہ زندگی میں کچھ ہی کیوں نہ دیکھ اور کر چکے ہوں۔ وہ اسے ایک ایسی خام چیز سمجھتے ہیں جس پر جلا کی ضرورت ہو اور جسے وہ اپنے لمس سے بہتر بنا سکیں۔ لیکن زندگی کوئی ایسی مادی چیز ہرگز نہیں ہے جسے سانچے میں ڈھالا جا سکے۔ اگر تم جاننا ہی چاہتے ہو تو زندگی ذاتی احیاء کا ایک اصول ہے۔ اسکی برابر تجدید ہوتی رہتی ہے اور برابر تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ تمہارے اور میرے ان منفرج نظریات سے کہیں بلند ہے جو ہم نے اس کے بارے میں قائم کر رکھے ہیں۔"

اور پھر بھی تم جانتے ہو کہ اگر تم ہمارے جلسوں میں آؤ۔ اگر تم ہمارے عوام سے میل جول قائم رکھو تو پھر تم اتنی یاسیت محسوس نہیں کرو گے۔ تم اس مالیخولیا میں گرفتار نہیں ہو گے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ کس طرح پیدا ہوتا ہے۔ تم ہمیں ہارتے ہوئے دیکھتے ہو۔ اور تمہیں امید کی کوئی کرن تک نہیں دکھائی دیتی۔ لیکن میرے دوست آدمی کو گھبرانا نہیں چاہیئے۔ میں تم کو اس سے بدتر باتیں بتا سکتا ہوں۔ جن کا خود مجھ سے تعلق ہے اور جو اس وقت ظاہر نہیں کی جا سکتیں ہے۔ اور پھر بھی میرا سر نہیں پھرتا۔ ہماری ناکامیاں محض عارضی ہیں۔ آخر میں کولچک کو شکست ہونی لازمی ہے۔ تم میرے الفاظ یاد رکھو، تم دیکھ لو گے کہ آخر کار ہمیں ضرور فتح ہو گی۔ لو اب خوش ہو جاؤ۔"

"یہ باتیں بیان سے باہر ہیں۔" ڈاکٹر نے سوچا "آخر کوئی شخص اتنا غبی اور بچوں کی مانند کیسے ہو سکتا ہے۔ میں اپنا وقت اسے یہ سمجھانے میں ضائع کرتا ہوں کہ ہمارے نظریات ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ اس نے مجھے زبردستی پکڑ رکھا ہے۔ اور مجھے میری مرضی کے خلاف روکے ہوئے ہے لیکن پھر بھی وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کی ناکامیوں سے مجھے مایوسی ہو گی اور اس کی امیدیں مجھے خوش کر سکیں گی۔ کوئی شخص اتنا اندھا کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کے لئے دنیا کا مستقبل انقلاب کی فتح سے کم اہمیت رکھتا ہے۔"

یوری آندرے وچ نے کچھ نہیں کہا۔ اس نے محض اپنے کندھے جھٹک دیئے اور لبریئس کی سادہ لوحی پر اپنے ناقابل برداشت غصہ کو دبانے [illegible] کوئی کوشش نہیں کی۔ یہ چیز لبریئس سے بھی پوشیدہ نہیں رہ سکی۔

"تم ناراض ہو، جو میر۔ اس لئے تم یقیناً غلطی پر ہو گے۔" اس نے کہا۔

"خدا کے لئے ایک مرتبہ یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ چیز میرے لئے کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ جو میر، اور گھبراہٹ، اور جو کوئی بھی 'الف' کہتا ہے 'ب' ضرور کہے گا۔" اور "مور اپنا کام کر چکا ہے۔ اب مور جا سکتا ہے۔ یہ فقرے اور یہ گھٹیا باتیں مجھے کبھی پسند نہیں آ سکتیں۔ میں "الف" کہوں گا لیکن "ب" نہیں کہوں گا خواہ تم کچھ بھی کیوں نہ کرو۔ میں یہ تسلیم کروں گا کہ تم روس کے نجات دہندہ اور روشن شمع ہو اور یہ کہ تمہارے بغیر روس ختم ہو جائے گا۔ افلاس اور جہالت کے سمندر میں ڈوب جائے گا۔ لیکن اس کے باوجود میں تم میں سے کسی کو بھی ذرا سی اہمیت نہیں دوں گا۔ میں تم لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ تم سب جہنم میں جاؤ۔ جن لوگوں کی تم پرستش کرتے ہو، وہ ضرب الامثال دہراتے ہیں۔ لیکن وہ ایک ضرب المثل بھول چکے ہیں۔ تم گھوڑے کو پانی کے قریب تو لے جا سکتے ہو لیکن اسے پانی پینے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ اور وہ لوگ ایسے لوگوں کو آزادی دلانے اور فائدے

پہنچانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں جنھوں نے ان سے ایسا کرنے کے لئے نہیں کہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں شاید تمہارا یہ خیال ہے کہ مجھے تم سے محبت ہے اور تمہاری محبت سے زیادہ دنیا کی کوئی چیز اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ میں سمجھتا ہوں مجھے تم کو دعائیں دینی چاہئیں کہ تم نے مجھے قید کر رکھا ہے اور تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہیئے کہ تم نے مجھے میری بیوی، میرے بیٹے، میرے گھر، میرے کام اور ان تمام چیزوں سے آزاد کر دیا ہے جو مجھے عزیز ہیں اور جنھوں نے مجھے زندگی کا سبق دیا۔ یہاں ہر طرف ایک افواہ گشت کر رہی ہے کہ کسی نامعلوم فوج نے — جو روسی نہیں ہے — دارو کینو پر حملہ کر کے اسے تباہ و برباد کر دیا ہے۔ کینو دوسکی اس کی تردید نہیں کرتا۔ لوگ کہتے ہیں کہ تمہارے ادیسہ کے لوگ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ بظاہر کوئی چھوٹی آنکھوں والے جنگجو سپاہی تھے جو لمبے کوٹ اور سموری ٹوپیاں پہنے ہوئے تھے۔ سخت برفباری کے دوران دریائے ریلو کو عبور کر کے دل کے قریب پہنچ گئے اور اطمینان کے ساتھ وہاں ہر ذی روح کو گولی مار کر ہلاک کر دیا اور اسی قدر پر اسرار طریقہ پر غائب ہو گئے جس طرح وہ وہاں آئے تھے۔ کیا تم اس کے متعلق کچھ جانتے ہو۔؟ کیا یہ صحیح ہے؟"

"بکواس۔ سب جھوٹ ہے۔ بے بنیاد افواہیں"

"اگر تم اتنے ہی مہربان اور فراخ دل ہو جیسا کہ تم دعویٰ کرتے ہو — جس وقت تم سپاہیوں کا اخلاقی معیار بلند کرنے پر لکچر دیتے ہو — تو پھر مجھے چلا جانے دو۔ میں جا کر اپنے گھر والوں کو تلاش کروں گا۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہیں۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ زندہ بھی ہیں یا مر چکے ہیں۔ اور اگر تم ایسا نہیں کر سکتے تو پھر خدا کے لئے خاموش رہو اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ کیونکہ مجھے اور کسی چیز میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اور اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو پھر میں اپنے کسی فعل کے لئے جوابدہ نہیں ہوں گا۔ عجب مذاق ہے۔ کیا مجھے سونے تک کا حق نہیں ہے"۔

یوری آندریے وچ اپنے پلنگ پر اوندھا لیٹ گیا۔ اس نے اپنا منہ تکیہ میں چھپا لیا اور اس بات کی پوری کوشش کرنے لگا کہ وہ لیبریئس کی باتیں نہ سن سکے جو اپنی صفائی پیش کر رہا تھا۔ اور پھر ایک مرتبہ اطمینان دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ موسم بہار تک انھیں سفید فوج کے مقابلہ میں ضرور فتح حاصل ہو جائے گی۔ خانہ جنگی ختم ہو جائے گی۔ امن، آزادی اور خوشحالی کا دور دورہ ہو گا اور پھر کسی شخص کو اتنی جرات نہیں ہوگی کہ وہ ڈاکٹر کو ایک منٹ بھی روک سکے۔ لیکن ایسا ہونے تک اسے صبر کرنا چاہیئے۔ وہ جن حالات سے گزر چکے ہیں، جو قربانیاں دے چکے ہیں۔ اور انتظار میں جتنا وقت گذار چکے ہیں اس کے بعد اب چند مہینے کی مدت کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ اور پھر بھی موجودہ حالات میں ڈاکٹر کہاں جا سکتا ہے؟ خود اس کی اپنی بہتری اسی میں

ہے کہ اسے تنہا کہیں نہ جانے دیا جائے"۔ جنگلی! بالکل اس طرح بولے چلا جاتا ہے جیسے فونوگراف پر ریکارڈ بج رہا ہو! یوری آندرے وچ نے خاموشی کے ساتھ غصہ کے عالم میں سوچا" وہ اپنی بکواس بند نہیں کر سکتا! آخر اسے سالہا سال سے برابر یہی بکواس کرتے ہوئے شرم کیوں نہیں آتی؟ وہ آخر اسی طرح خود اپنی آواز برابر سنتے رہنا کیسے برداشت کر سکتا ہے؟ اسکی بکواس دن اور رات جاری رہتی ہے۔ خدایا! میں اس سے کتنی نفرت کرتا ہوں! خدا میرا گواہ ہے، میں کسی روز اسے جان سے مار ڈالوں گا۔ تونیا! میری پیاری۔ میرا غریب بچہ۔ تم کہاں ہو؟ کیا تم زندہ ہو؟ خدایا! اس کے تو بہت دن پہلے ہی بچہ ہونے والا تھا۔ اس کا وضع حمل کا زمانہ کس طرح گذرا؟ ہمارے لڑکا ہوا یا لڑکی؟ میرے پیارو، تم سب پر کیا گزر رہی ہے؟ تونیا! میں تم سے ہمیشہ شرمندہ رہوں گا۔ لارا! میں تمہارا نام اس لئے لینے کی ہمت نہیں کر سکتا کہ کہیں ایسا کہتے ہوئے میرا دم نہ نکل جائے۔ اوہ خدا! اوخدا!۔ اور وہ ذلیل بے حس ظالم شخص اب بھی بکواس کئے جا رہا ہے! کبھی ان اکی باتیں ناقابل برداشت ہو جائیں گی۔ اور میں اسے جان سے مار ڈالوں گا ہلاک کر دوں گا!"

(۶)

موسم گرما ختم ہو چکا تھا۔ موسم خزاں کا صاف اور سنہرا دن تھا۔ جنگل کے مغربی سرے پر سفید فوج کی بنائی ہوئی لکڑی کی عمارت کی برجی دکھائی دے رہی تھی۔ یہاں یوری آندرے وچ نے ڈاکٹر لیجوس سے ملنے کے لئے آنا تھا۔ انھیں بعض سرکاری معاملوں پر بات چیت کرنی تھی۔ وہ وقت پر پہونچ گیا اور اپنے دوست کا انتظار کرتا ہوا مٹی کے برتن بنانے والی شکستہ بھٹیوں کے کنارے کنارے چلتا ہوا دیکھ بھال کی چوکی پر چڑھ گیا۔ اور مشین گنوں کے مورچوں میں سے دریا کے پار جنگل کی طرف دیکھنے لگا۔ موسم خزاں کی آمد سے سدا بہار اور دوسری درختوں کا فرق نمایاں ہو گیا تھا۔ سیاہ صنوبر کے درختوں کی قطاروں کے درمیان سنہرے قرمزی رنگ کی سرسبز جھاڑیاں پرانی وضع کے شہروں کی طرح دکھائی دے رہی تھیں جن کے رنگدار سنہری چھتوں والے محل دور ہی سے دکھائی دیتے ہوں۔ ڈاکٹر کے قدموں کے نیچے، خندقوں اور جنگل کی سڑک کی مٹی زمین کی رطوبت سے سخت ہو گئی تھی اور اس پر سوکھی پتیاں بکھری ہوئی تھیں۔ ہوا میں بھوری اور تلخ پتیوں اور بہت سی دوسری چیزوں کی خوشبو بسی ہوئی تھی۔ اس نے ایک گہرا سانس لے کر اس کی ملی جلی خوشبو کو محسوس کیا لیکن اس نے اپنے پیچھے لیجوس کو آتے ہوئے نہیں دیکھا۔ "تمہارا کیا حال ہے، دوست"۔ لیجوس نے جرمن زبان میں کہا۔ پھر وہ کام کی باتیں کرنے لگے۔ "تین باتیں ہیں۔ اول تو ووڈکا شراب کشید کرنے

والوں کا کورٹ مارشل، دوسرے میدان جنگ کی طبی امداد کی گاڑی اور دواخانہ کی نئے سرے سے تنظیم اور تیسرے ذہنی بیماریوں کے علاج کے سلسلہ میں میری تجویز۔ میں نہیں جانتا کہ تم مجھ سے اتفاق کرتے ہو یا نہیں۔ لیکن پیارے نیچوس میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم لوگ پاگل ہوتے جا رہے ہیں۔ اور پاگل پن کا یہ جدید مرض متعدی بیماریوں کی طرح پھیلتا ہے۔ یہ ایک نہایت دلچسپ سوال ہے۔ میں ابھی اس کے متعلق بات کروں گا لیکن پہلے میں اور کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ کیمپ میں بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ لوگوں کی ہمدردیاں ووڈکا کشید کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔ اس کے علاوہ سپاہیوں کو اپنے گھر والوں کی فکر ہے۔ جو سفید فوج سے بچ کر بھاگ رہے ہیں۔ جیسا کہ تم جانتے ہو ایک قافلہ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو لے کر آ رہا ہے اور ہنگامی فوج کے بہت سے سپاہیوں نے اس وقت تک جانے سے انکار کر دیا ہے جب تک قافلہ یہاں نہ پہنچ جائے۔"

"میں جانتا ہوں۔ ہمیں اس قافلہ کا انتظار کرنا ہوگا۔"

"اور یہ سب کچھ ایسے موقعہ پر ہو رہا ہے جبکہ ہم اپنی یونٹ اور کئی دوسری یونٹوں کے لئے ایک مشترکہ کمانڈر کا انتخاب کرنے والے ہیں جو ابھی تک ہم سے علیحدہ ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کامریڈ لیبرٹیس ہی واحد امیدوار ہے۔ لیکن کچھ نوجوان لوگ دودیچنکو کا نام پیش کر رہے ہیں۔ اسکی حمایت ایک ایسا گروپ کر رہا ہے جو نمایاں طور پر ہم سے قریب ہے اور جس کا تعلق ووڈکا کشید کرنے والوں سے ہے۔ دوکانداروں اور سرمایہ داروں کے لڑکے کولچک کی فوج سے بھاگے ہوئے سپاہی۔ ان لوگوں میں خاص طور پر بے چینی پائی جاتی ہے۔"

"تمہارے خیال میں ووڈکا کشید کرنے والوں کا کیا ہوگا؟"

"میں سمجھتا ہوں انھیں گولی مار کر ہلاک کرنے کی سزا دی جائے گی۔ اور پھر معاف کر دیا جائے گا۔"

"اچھا اب کام کی بات کریں۔ اول وہ میدان جنگ میں طبی امداد کی گاڑی کا معاملہ ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن میں تمہیں بتا دوں کہ تم نے جو پاگل پن کے مرض کو دور کرنے کی تجویز پیش کی ہے اس پر مجھے تعجب نہیں ہوا۔ میں خود اسے ٹھیک سمجھتا ہوں۔ ہم دماغی بیماری پھیلنے کے خطرہ سے دوچار ہیں جس کا تعلق موجودہ دور اور حالات سے ہے۔ ایسا ہی ایک کیس ہمارے کیمپ میں بھی ہے — پمفل پالخ، جو پہلے زار کی فوج میں سپاہی تھا، جو طبقاتی تفریق کے متعلق واضح نظریات رکھتا ہے اور انقلاب پر اعتقاد رکھتا ہے اس کی بیماری کی وجہ اس کے یہ خیالات ہیں کہ اگر وہ مر گیا تو اس کے گھر والوں کا کیا حشر ہوگا۔ اور کہیں وہ سفید فوج کے ہتھے نہ چڑھ جائیں۔ اور انھیں اس کے اپنے اعمال کے لئے جواب دہی کرنی پڑے۔ یہ ایک بہت ہی الجھا

ہوا کیس ہے ۔ یہ نہیں کہہ سکتا کہ فاقلہ بی جو لوگ آرہے ہیں۔ ان میں اس کے گھر والے بھی ہیں یا نہیں۔ میں دیسی زبان سے آشنا واقف نہیں ہوں کہ اس سے بات چیت کر سکوں۔ تم انگریا کمینڈ ورسکی سے معلومات کر سکتے ہو۔ اس کا معائنہ ہونا چاہیئے۔"

"میں پالچ کو اچھی طرح جانتا ہوں ۔ فوجی سوویت میں ہم دونوں کی اکثر مڈبھیڑ ہو چکی ہے۔ وہ سیاہ فام، ظالم اور نیچی پیشانی والا آدمی۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ تمھیں اس میں کیا خوبیاں نظر آتی ہیں۔ وہ ہمیشہ حد سے زیادہ تند مزاج اور چڑچڑا رہا ہے۔ میں نے اسے کبھی پسند نہیں کیا۔ اچھا ٹھیک ہے۔ میں دیکھوں گا کہ اس معاملہ میں کیا کر سکتا ہوں۔"

(۷)

آج مطلع بالکل صاف تھا۔ اور سورج چمک رہا تھا۔ پورے ہفتہ موسم پرسکون اور خشک رہا تھا دیسی کیمپ میں حسب معمول شور ہو رہا تھا جیسے دور سے سمندر کی لہروں کا شور سنائی دے رہا ہو۔ لوگوں کے چیخنے چلانے، کلہاڑیوں سے لکڑی کاٹنے، فولادی سندان کی ٹن ٹن، گھوڑوں کے ہنہنانے، کتوں کے بھونکنے، مرغوں کے بانگ دینے کی ملی جلی آوازیں آرہی تھیں۔ سانولی رنگت کے آدمی مسکراتے ہوئے جنگل میں پھر رہے تھے۔ جو لوگ ڈاکٹر کو جانتے تھے وہ اسے دیکھ کر سلام کے لئے سر ہلاتے تھے اور دوسرے بغیر کسی سلام دعا کے گزر جاتے۔ بچانیو نے اس وقت تک ان جھاڑیوں کے علاقے سے جانے سے انکار کر دیا تھا۔ جب تک ان کے گھر والے وہاں نہ پہونچ جائیں۔ لیکن اب تارکین وطن کا قافلہ جلد ہی وہاں پہونچنے والا تھا۔ اور فوج کی روانگی کے انتظامات ہو رہے تھے۔ چیزیں صاف کی جا رہی تھیں۔ مرمت ہو رہی تھی۔ لکڑی کی پیٹیوں میں ٹھونکی جا رہی تھیں۔ گاڑیوں کی گنتی اور جانچ ہو رہی تھی۔ جنگل کے وسط میں ایک بڑی سی کھلی ہوئی جگہ تھی جہاں اکثر جلسے ہوا کرتے تھے وہ ایک طرح کا ٹیلہ سا تھا۔ جس پر اگی ہوئی گھاس پیلی پڑ گئی تھی۔ اس روز وہیں ہم اصلاح کے لئے عام جلسہ بلایا گیا تھا۔ جنگل میں بہت سے درخت ابھی تک بے برگ و بار ہو رہے تھے۔ اور بعض وہ ابھی تک تازہ اور سرسبز تھے۔ تیسرے پہر کا سورج جنگل کے پیچھے غروب ہو رہا تھا۔ اس کی ترچھی کرنیں جگہ جگہ پڑ رہی تھیں اور پتیاں دھوپ میں سبز رنگ کے شفاف شیشہ کی مانند چمک رہی تھیں۔ اپنے خیمے کے سامنے ایک گھاس کی جگہ پر اعلیٰ افسر رابطہ کمینڈروسکی کاغذات جلا رہا تھا۔ یہ وہ ردی کاغذات تھے جو سرخ پیپل کے کاغذات میں سے چھانٹے تھے جو اس کے ہاتھ لگ گئے تھے۔ دوران میں ہنگامی فوج کی فائلوں کے بھی کاغذات تھے جو

ہوتے ہوئے سورج کی روشنی میں آگ بھی پتیوں کی مانند شفاف دکھائی دیتی تھی۔ اس کے بھڑکتے ہوئے شعلے دکھائی نہیں دے رہے تھے اور صرف گرم لپٹوں کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی چیز جل رہی ہو۔ یہاں وہاں جنگل میں پکی ہوئی بیریاں اور مختلف قسم کے پھول چاروں طرف پھیلے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ اور تتلیاں آہستہ آہستہ ادھر سے ادھر اڑتی پھر رہی تھیں۔ ان کے پر بھی شعلوں اور پتیوں کی طرح شفاف تھے۔

اپنے بچپن ہی سے یوری آندرے وچ کو شام کے وقت غروب آفتاب کے ساتھ جنگل کا منظر بہت پسند تھا۔ ایسے لمحات میں وہ محسوس کرتا تھا جیسے روشنی کی نوکیلی کرنیں اس کے جسم سے بھی پار ہو رہی ہوں جیسے زندگی اس کے سینہ میں ابل رہی ہو۔ اور اس کے جسم کو پھاڑتی ہوئی پروں کی طرح اس کے شانوں پر نمودار ہو رہی ہو۔ ہر بچے میں ساری عمر کے لئے جس ابتدائی نمونہ کی تخلیق ہوتی ہے۔ اور جو ہمیشہ اس کی شخصیت کا اندرونی پہلو کا جزو بن جاتا ہے۔ اس میں پوری شدت سے بیدار ہو گیا۔ اور اسے قدرتی منظر، جنگل شفق، غرضیکہ ہر چیز ایک لڑکی کی ایسی ہی بنیادی اور جاذب نظر شبیہ میں تبدیل ہوتا ہوا نظر آنے لگا۔ "لارا" اس نے آنکھیں بند کر کے زیر لب کہا اور اپنے تمام تر وجود کے ساتھ اس کا تصور کرنے لگا۔ اور تمام روئے زمین اور سورج کی روشنی میں جگمگاتی ہوئی فضائے بسیط اس کی نظروں کے سامنے گھوم گئی۔ لیکن روزمرہ کی زندہ حقیقت پھر بھی اس کے سامنے تھی۔ روس اکتوبر کے انقلاب سے گذر رہا تھا اور وہ ہنگامی فوج کی قید میں تھا۔ ایسی ہی کھوئی ہوئی حالت میں وہ کینڈروسکی کے سلگائے ہوئے الاؤ تک گیا۔

"اپنے کاغذات جلا رہے ہو۔ ابھی ختم نہیں ہوئے؟"

"کاغذات اتنے زیادہ ہیں کہ کئی روز تک جل سکتے ہیں۔"

ڈاکٹر نے کاغذات کے ایک ڈھیر کو پیر سے ٹھوکر لگائی۔ وہ سفید فوج کے اسٹاف ہیڈ کوارٹر کی خط و کتابت تھی۔ اسے خیال آیا کہ شاید اسے ان کاغذات میں رنسر یووچ کا کوئی ذکر مل سکے لیکن اسے صرف فضول قسم کے پرانے اعلانات ہی دکھائی دیئے جو خفیہ زبان میں تھے۔ اس نے ایک اور ڈھیر میں ٹھوکر ماری۔ وہ بھی ہنگامی فوج کے جلسوں کی کارروائیوں سے متعلق ویسے ہی فضول سے کاغذات تھے۔ ڈھیر کے اوپر کے ایک کاغذ پر لکھا ہوا تھا۔ "سخت ضروری۔ فرلو کے متعلق۔ بھرتی کرنے والے بورڈ کے ممبروں کا دوبارہ انتخاب حالیہ کارروائی کیونکہ موضع کی اسکول کی استانی کے خلاف الزامات کی تصدیق نہیں ہو سکی ہے۔ اس لئے فوجی سوویت یہ تجویز پیش کرتی ہے کہ.....؟

کمینڈوسکی نے اپنی جیب سے ایک کاغذ نکال کر ڈاکٹر کو دیدیا۔

"یہ تمہاری میڈیکل یونٹ کے روانگی کے احکامات ہیں۔ ہنگامی فوج کے خاندانوں کو لے کر قافلہ قریب پہونچ چکا ہے۔ اور کیمپ کے اندر کے اختلافات کا آج شام تک تصفیہ ہو جائے گا۔ لہٰذا اب ہم کسی روز بھی روانہ ہو سکتے ہیں۔"

ڈاکٹر نے ایک نظر کاغذ پر ڈالی اور شکایتی انداز میں بولا

"لیکن تم نے اس مرتبہ پچھلی مرتبہ کے مقابلے میں مجھے کم گاڑیاں دی ہیں۔ اور زخمیوں کی تعداد بھی بڑھ گئی ہے۔ جو لوگ پیدل چل سکتے ہیں وہ پیدل جائیں گے۔ لیکن ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ جن زخمیوں کو اسٹریچر پر لے جانا ہے ان کا کیا ہوگا؟ اور پھر تمام سامان، بستر ے اور دوسری چیزیں۔"

"تمہیں کسی نہ کسی طرح کام چلانا ہوگا۔ حالات کے مطابق کام کرنا چاہیئے۔ ایک بات اور ہے یہ ہم سب کی طرف سے درخواست ہے۔ کیا تم ہمارے ایک کامریڈ کو دیکھو گے۔ جو ایک آزمودہ شخص تحریک کا ۔ ی ہے اور ایک بہترین سپاہی ہے۔ اسے کچھ ہو گیا ہے۔"

"پلاخ؟ لیجوس نے مجھے بتایا تھا"

"ہاں اسے جا کر دیکھ لو۔ اس کا معائنہ کرو۔"

"لیکن وہ تو دماغی مریض ہے نا؟"

"ہاں میرا بھی یہی خیال ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اسے پرچھائیاں اور اجنبی شکلیں دکھائی دیتی ہیں۔ نیند نہیں آتی۔ سر میں درد رہتا ہے۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔ تو پھر میں ابھی اسے کیوں نہ جا کر دیکھ لوں۔ اس وقت مجھے فرصت ہے۔ جلسہ کس وقت شروع ہوگا؟"

"میرے خیال میں وہ لوگ اب آ رہے ہیں۔ لیکن پریشانی کس بات کی ہے۔ تم دیکھ ہی رہے ہو کہ میں بھی نہیں جا رہا ہوں۔ وہ لوگ ہمارے بغیر بھی کام چلا لیں گے۔"

"تو پھر میں جا کر پلخ کو دیکھتا ہوں۔ حالانکہ میں اپنی آنکھیں بھی مشکل ہی سے کھلی رکھ سکتا ہوں۔ مجھے اتنی زیادہ نیند آ رہی ہے۔ بیرمنس ایدکیوچ رات کو فلسفہ بگھارتا رہا ہے اور میں اس کی بکواس سے تنگ آ گیا ہوں۔ پلخ مجھے کہاں ملے گا؟"

تم نے کوڑے کے ڈھیر کے آگے وہ درختوں کا جھنڈ دیکھا ہے نا؟"

"ہاں میں سمجھتا ہوں۔ مجھے وہ جگہ معلوم ہے۔"

"وہاں تمہیں ایک کھلی جگہ پر کمانڈروں کے کچھ خیمے دکھائی دیں گے۔ ہم نے ان میں سے ایک خیمہ ہمفل کو دیدیا ہے۔ اس کے گھر والے آرہے ہیں۔ وہ لوگ اس قانڈ میں ہیں۔ وہ تمہیں وہیں ملے گا۔ ان میں سے کسی ایک خیمہ میں۔ اسے انقلابی سرگرمیوں کے انعام میں ٹالین کمانڈر کا عہدہ دیدیا گیا ہے۔"

(۹)

ہمفل کے پاس جاتے ہوئے ڈاکٹر پر تکان غالب آگئی۔ یہ کئی روز راتوں کو متواتر جاگتے رہنے کا نتیجہ تھا۔ وہ اپنی خندق میں جاکر لیٹ سکتا تھا لیکن وہ وہاں ٹھیرتے ہوئے ڈرتا تھا۔ کیونکہ لیبر مَیں کسی وقت بھی وہاں آکر اسے پریشان کرسکتا تھا۔ وہ ایک کھلی ہوئی جگہ پر رک گیا جہاں سنہری پتیاں بکھری ہوئی تھیں۔ پتیوں کا زمین پر فرش ہورہا تھا اور وہ سورج کی روشنی میں ایک سنہرے قالین کی طرح چمک رہی تھی۔ ایسی چمک سے انسان کا سر چکرانے لگتا ہے اور اسے نیند آنے لگتی ہے۔ ڈاکٹر ان نرم اور کھڑکھڑاتی ہوئی پتیوں پر لیٹ گیا اس کا سر اس کے بازو پر ٹکا ہوا تھا۔ جس کے نیچے ایک درخت کی کائی لگی ہوئی جڑ تکیہ کا کام دے رہی تھی۔ اس پر ایک دم غنودگی طاری ہوگئی۔ روشنی اور سایہ کی تیزی جس نے اسے سلا دیا تھا اب سے ڈھانکے ہوئے تھی۔ اور اس کا زمین پر پھیلا ہوا جسم سورج کی کرنوں اور پتیوں کی چمک میں بالکل غیرمرئی معلوم ہوتا تھا جیسے اس نے جادو کی کوئی ٹوپی اوڑھ رکھی ہو۔

لیکن فوراً ہی ایک زبردست خواہش اور نیند کی ضرورت نے اسے بیچین کردیا۔ براہ راست اسباب محض ایک حد کے اندر ہی کام کرتے ہیں۔ ان حدود سے باہر نکل کر ان کے اثرات بالکل مختلف ہونے ہیں کی بیدار حس کو کوئی سکون نہیں مل رہا تھا اور وہ برابر کام کررہی تھی۔ خیالات اس کے دماغ میں گردش کررہے تھے اور اس کا ذہن ایک بگڑے ہوئے انجن کی طرح چل رہا تھا۔ اس اندرونی انتشار سے وہ پریشان ہوگیا اور اکتا گیا

"وہ بدمعاش لیبر مَیں" اس نے غصہ میں بھر کر سوچا۔ "جیسے لوگوں کو پاگل کردینے کے لئے اور چیزیں کافی نہ ہوں۔ اس لئے وہ ایک صحیح الدماغ شخص کو قید میں رکھ کر اور اسے اپنی دوستی اور بکواس سے پریشان کرکے پاگل بنادینا چاہتا ہے۔ کسی روز میں اسے جان سے مار ڈالوں گا۔" اپنے رنگین پروں کو کھولتی اور بند کرتی ہوئی ایک حسین سی تتلی کھلی ہوئی جگہ پر اڑتی ہوئی پھر رہی تھی وہ غنودگی کے عالم میں اسے دیکھتا رہا۔ وہ بھورے رنگ کی تتلی اپنے

لئے ہمرنگ جگہ تلاش کرکے صنوبر کے ایک بھورے تنے پر بیٹھ گئی اور اس ہمرنگی کی وجہ سے نظروں سے بالکل غائب ہوگئی جس طرح پوری آندرے وچ دھوپ اور چھاؤں کے اس تانے بانے میں کھو گیا تھا۔

اس کے ذہن میں وہی پرانے خیالات گردش کرنے لگے۔ وہ اپنے کام کے سلسلے میں ان سے دوچار ہو چکا تھا۔ ان خیالات کا تعلق عزم اور مقصدیت نقالی اور ملمع سازی سب سے موزوں تعلق زندگی اور اس مفروضے سے تھا کہ قدرتی انتخاب کا راستہ ہی وہ راستہ ہے جو شعور کو بیدار کرتا ہے۔ اور موضوع کیا ہے؟ مقصد کیا ہے؟ ان کی تشریح کس طرح ہو سکتی ہے؟ ڈاکٹر کے خیال میں ڈاروِن کا نمبر شیلنگ کے بعد آتا تھا اور اس تسلی کا نمبر جدید آرٹ کے بعد۔ اس نے تخلیق، مخلوق، قوتِ تخلیق، تخلیق اور بناوٹ کے جذبہ کے متعلق سوچا۔ وہ پھر سو گیا۔ لیکن ایک لمحہ بعد ہی اٹھ بیٹھا۔ قریب ہی کسی کے آہستہ آہستہ دبی زبان میں باتیں کرنے سے اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔ اس نے بات چیت کے جو چند الفاظ سنے تھے۔ ان سے وہ یہ سمجھ گیا تھا کہ اس کا تعلق کسی خفیہ اور ناجائز منصوبے سے تھا۔ اسے کسی نے دیکھا نہیں تھا اور سازش کرنے والوں کو اس کی وہاں موجودگی کا علم نہیں تھا۔ اگر اس کے ذرا بھی ہلنے جلنے سے اس کی موجودگی ظاہر ہو جاتی تو ممکن تھا کہ اسے اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑتا۔ پوری آندرے وچ اسی طرح خاموش لیٹا ہوا سنتا رہا۔

ان میں سے کچھ آوازیں وہ پہچانتا تھا۔ وہ ہنگامی فوج کی تلچھٹ اور آوارہ آدمی گوشکا۔ سنکا کوسکا اور ان کے ساتھی ترنیتی گلوزن کی آوازیں تھیں۔ یہ سب وہی نکمے قسم کے نوجوان تھے جو ہمیشہ ہر قسم کے ہنگاموں میں حصہ لیتے رہتے تھے۔ ذاکر گورازدخ بھی وہاں موجود تھا۔ وہ ان لوگوں سے بھی زیادہ خبیث آدمی تھا جس کا ووڈکا کشید کرنے کے معاملے سے تعلق تھا۔ لیکن اس پر اس لئے مقدمہ نہیں چلایا جا رہا تھا کیونکہ اس نے اصل مجرموں کی پول کھول دی تھی۔ البتہ پوری آندرے وچ کو سوالیے کی موجودگی سے ضرور حیرت ہوئی جو ہنگامی فوج کی "سلور کمپنی" میں شامل تھا اور کمانڈر کا باڈی گارڈ تھا۔ ان روایات کے بموجب جو استینکا رازن اور یگا شیف کے وقت سے قائم تھیں، یہ شخص کمانڈر کا منظورِ نظر اور راز دار تھا اور اس کا نام "کمانڈر کا کان" پڑ گیا تھا اور پھر بھی وہ اس سازش میں شریک معلوم ہوتا تھا۔ یہ سازشی دشمن کی فوج کے ہراول دستوں کے نمائندوں سے مذاکرات کر رہے تھے۔ ان نمائندوں کی آوازیں سنائی نہیں دے رہی تھیں کیونکہ وہ ان غداروں سے نہایت دھیمی آواز میں بات چیت کر رہے تھے۔ اور جب بھی کھسر پھسر کی آوازوں کے بعد

کچھ دیر کے لئے خاموشی ہو جاتی تو پوری آنند کے درچ سمجھ لیتا کہ اب وہ لوگ بات کر رہے ہیں۔ زیادہ تر باتیں وہی شرابی ڈاکر گورازخ کر رہا تھا جو اپنی بھاری آوازیں بار بار گالیاں بکنے لگتا۔ وہی ان سازشیوں کا سرغنہ معلوم ہوتا تھا۔

"اب تم لوگ میری بات سنو۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہمیں بالکل خاموش رہنا ہے۔ اگر کسی نے ایک لفظ بھی منہ سے نکالا تو پھر ـــــ تم یہ چاقو دیکھ رہے ہو؟ میں اس کی آنتیں نکال لوں گا۔ سمجھ گئے ہونا؟ میری طرح تم سب لوگ بھی جانتے ہو کہ ہم لوگ پھنس گئے ہیں۔ اب ہمارے لئے اور کوئی راستہ نہیں ہے ہمیں معافی حاصل کرنی ہے۔ ہم کو ایسی چال چلنی ہے جو آج تک کسی نے نہ چلی ہو۔ وہ اسے زندہ گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ اب وہ کہتے ہیں کہ ان کا افسر گلیوئے آرہا ہے۔" (انھوں نے اسے بتایا کہ صحیح نام "جلیلن" ہے ـــ لیکن یہ نام اس کی سمجھ میں نہیں آسکا۔ اور وہ "جنرل غالب" کہتا رہا۔) ہمارے لئے بس یہی موقع ہے ایسا موقع پھر نہیں آئے گا۔ ان کے نمائندے یہاں موجود ہیں۔ وہ تمہیں اس کے متعلق سب کچھ بتا دینگے وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں اسکو زندہ پکڑنا ہے۔ اب تم لوگ انھیں بتا دو۔"

اس کے بعد دوسرے آدمیوں یعنی نمائندوں نے بولنا شروع کیا۔ پوری آنند سے ایک لفظ بھی نہیں سن سکا۔ لیکن خاموشی کا وقفہ طویل ہونے سے وہ سمجھ گیا کہ ان لوگوں نے پوری تجویز مفصل طور پر سمجھا دی ہے۔ پھر گورازخ بولنے لگا۔ "لڑکو تم نے سن لیا؟ دیکھتے ہو کہ وہ کتنا اچھا آدمی ہے۔ ہم اس کا خمیازہ کیوں بھگتیں؟ وہ انسان نہیں۔ ایک طرح کا مجوطالحواس' ایک تارک الدنیا یا درویش قسم کا آدمی ہے۔ تم دانت مت نکالو تیر لیونشکا' گدھے ورنہ میں تمہارے دانت توڑ دوں گا۔ میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ وہ ایک درویش ہے۔ اگر تم نے اسے من مانی کرنے دی اور وہ تم سب کو درویش بنادے گا۔ پچھڑے۔ وہ تم سے کیا کہتا ہے؟ گالیاں مت بکو۔ شراب مت پیئو۔ ۔ دعورتوں سے اس قسم کا سلوک کرو۔ تم آخر اس طرح کیسے زندہ رہ سکتے ہو؟ آج رات کو ہم اسے کھاڑی تک لے جائیں گے۔ اس کا انتظام میں کروں گا پھر ہم سب ایک ساتھ مل کر اس پر ٹوٹ پڑینگے۔ یہ کچھ مشکل نہیں ہوگا۔ بالکل نہیں۔ مشکل بات تو یہ ہے کہ لوگ اسے زندہ چاہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اسے باندھ کر لاؤ۔ اچھا تو پھر اگر ایسے کام نہیں چلے گا تو میں خود اس سے نمٹ لوں گا۔ میں خود اپنے ہاتھوں سے اس کا گلا گھونٹ دوں گا۔ یہ لوگ مدد کے لئے اپنے آدمی بھی بھیجنگے وہ سارا منصوبہ سمجھاتا رہا۔ لیکن آہستہ آہستہ آوازیں دور ہوتی گئیں! اور ڈاکٹر انھیں نہیں سن سکا۔

"ارے یہ تو لیبر نیس کو پکڑ کر سفید فوج کے حوالے کرنے یا ہلاک کرنے کی سازش کر رہے ہیں۔ مور؛" اس نے غصہ کے عالم میں سوچا۔ وہ یہ بھی بھول گیا کہ وہ خود کئی مرتبہ یہ خواہش کر چکا تھا کہ اسے اذیتیں پہنچانے والا یہ شخص مر جائے۔ اس کی روک تھام کی جائے۔ اس نے کمیند درسکی کے پاس واپس جانے کا فیصلہ کر لیا تاکہ اسے سازش کے متعلق بتا دے کسی شخص کا نام ظاہر نہ کرے اور لیبر نیس کو بھی آگاہ کر دے۔ لیکن جب وہ واپس پہنچا تو کمیند درسکی جا چکا تھا۔ صرف اس کا اسسٹنٹ سلگتی ہوئی آگ کی نگرانی کر رہا تھا تاکہ وہ کہیں پھیل نہ جائے۔ اس سازش کی تکمیل نہیں ہو سکی۔ اس کا پہلے ہی سے تدارک ہو گیا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ سازش کا پتہ لگ گیا تھا۔ اسی روز اس کی تفصیلات کا انکشاف کیا گیا تھا۔ اور سازشی پکڑ لئے گئے تھے۔ سیوونگی نے ان لوگوں کو اکسانے کا کام کیا تھا۔ آندرے فرح اور بھی زیادہ مایوسی محسوس کرنے لگا۔

(۹)

آج پتہ چلا کہ ہنگامی فوج کے سپاہیوں کے گھوڑے کیمپ کے نزدیک پہونچ گئے ہیں۔ اور صرف دو روز کا سفر باقی رہ گیا ہے۔ ہنگامی فوج کے لوگ ان کے استقبال کی تیاری کر رہے تھے اور اس کے فوراً بعد ہی انھیں آگے بڑھنا تھا۔ پوری آندرے ورچ مفل بارکج کی تلاش میں چل دیا۔ وہ اپنے خیمہ کے دروازے پر مل گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک کلہاڑی تھی۔ اس کے سامنے صنوبر کے کٹے ہوئے تنوں کا ایک اونچا سا ڈھیر پڑا ہوا تھا۔ اس نے وہ درخت کاٹے تھے لیکن ان کی چھال نہیں اتاری تھی۔ کئی درخت تو وہیں گر گئے تھے جہاں وہ کھڑے ہوئے تھے اور پورے بوجھ کے ساتھ گرنے کی وجہ سے ان کی ٹوٹی ہوئی ٹہنیاں نم زمین کے اندر گھس گئی تھیں۔ کچھ درخت وہ کچھ فاصلے سے کھینچ کر لایا تھا اور ان کا وہیں ڈھیر لگا دیا تھا۔ یہ درخت اس طرح نہ تو بالکل زمین پر پڑے ہوئے تھے اور نہ ایک دوسرے کے قریب تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اپنے بازو پھیلا کر مفل کو روک رہے ہوں جس نے انھیں کاٹا تھا۔ اور ان کی ٹہنیوں اور پتیوں نے اس کے خیمہ کا راستہ روک رکھا تھا۔

"یہ میرے پیارے مہمانوں کے لئے ہے۔" مفل نے بتایا۔ میری بیوی اور بچے۔ خیمہ بہت نیچا ہے بارش کا پانی اندر آتا ہے۔ میں نے یہ چھت بنانے کے لئے کاٹے ہیں۔"

"میں نہیں سمجھتا کہ وہ تمھیں اس بات کی اجازت دیں گے کہ تم انھیں اپنے خیمہ میں رکھ سکو۔ یہ کہیں نہیں سنا کہ شہریوں، عورتوں اور بچوں کو فوجی کیمپ میں رہنے کی اجازت دی گئی ہو؟ وہ لوگ اپنی گاڑیوں

کے ساتھ کہیں باہر ٹھیرینگے۔ تم اپنے فرصت کے اوقات میں جب بھی چاہوگے ان سے مل سکوگے لیکن میں نہیں سمجھتا کہ انھیں تمہارے خیمہ میں رہنے کی اجازت دی جائے گی۔ ہاں! میں اس لئے تو نہیں آیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ تم دبلے ہوتے جا رہے ہو۔ نہ تمہیں بھوک لگتی ہے نہ نیند آتی ہے۔ کیا یہ ٹھیک ہے؟ میں تو سمجھتا ہوں کہ تم اچھے بھلے دکھائی دے رہے ہو۔ مگر تمھیں اپنے بال ضرور کٹوانے چاہئیں۔" میفل ایک لمبا تڑنگا آدمی تھا اس کے لمبے سیاہ بال اور داڑھی تھی اور اٹھی ہوئی پیشانی تھی جو دوہری معلوم ہوتی تھی۔ سامنے کی ہڈی چوڑی تھی جیسے کوئی فولادی گول سی کڑی اس کی کنپٹیوں پر دبا دی گئی ہو۔ جب انقلاب کے شروع میں یہ اندیشہ تھا کہ ۱۹۰۵ء کی طرح یہ جدوجہد صرف تعلیم یافتہ اعلیٰ طبقوں کی تاریخ میں مختصر رہے گی اور سوسائٹی کی جڑ دل تک نہیں پہونچے گی تو عوام میں انقلابی پروپیگنڈا پھیلانے کے لئے ہر ممکن کوشش کی گئی تھی تاکہ انھیں بیدار کیا جاسکے۔ جھنجھوڑا جاسکے اور جوش دلایا جاسکے۔ ان ابتدائی دنوں میفل پاپ جیسے لوگوں کو جنھیں ذہین لوگوں اور امرا اور اعلیٰ طبقہ کے افراد کے خلاف نفرت دلانے کے لئے کسی کوشش کی ضرورت نہیں تھی۔ بائیں بازو کے پرجوش اور ذہین لوگ ایک نادر اور قابل قدر شخصیت سمجھتے تھے۔ ان کی اس انسانیت دشمن طبقاتی تفریق کے احساس کا مظہر۔ ان کی بربریت۔ پرولتاری طاقت اور انقلابی شعور کا نمونہ سمجھی جاتی۔ انہی خصوصیات کی بنا پر میفل نے شہرت حاصل کی اور ہنگامی فوج کے اعلیٰ افسر اور پارٹی لیڈر اس کی بہت زیادہ عزت کرتے تھے پوری آندلسے وچ کو یہ آدم بیزار بے روح اور تنگ نظر دیوقامت انسان عام انسانوں سے گھٹیا بلکہ تقریباً ذلیل معلوم ہوتا تھا۔

"خیمہ کے اندر آجاؤ" میفل نے کہا

"نہیں یہ کیوں؟ باہر فضا زیادہ خوشگوار ہے۔ میں اندر نہیں آسکوں گا"

"اچھا ٹھیک ہے جو تم چاہو وہی کرو۔ یہ جگہ بھی گندی ہے اور تاریک ہے۔ ہم یہاں درختوں پر بیٹھ سکتے ہیں"

وہ دونوں صنوبر کے کٹے ہوئے درختوں پر بیٹھ گئے اور میفل نے ڈاکٹر کو اپنی داستان حیات سنائی۔ "لوگ کہتے ہیں کہ کہانی جلد ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن میری کہانی بہت طویل ہے۔ میں اسے تین سال میں بھی ختم نہیں کرسکوں گا۔ میں نہیں جانتا کہ شروع کہاں سے کروں۔

"بہرحال میں کوشش کروں گا۔ میری بیوی اور میں جوان تھے۔ وہ گھر کی دیکھ بھال کرتی تھی میں

کھیتوں میں کام کرتا تھا۔ ہماری زندگی بری نہیں گزر رہی تھی۔ ہمارے بچے بھی تھے۔ انھوں نے مجھے فوج میں بھرتی کر لیا۔ اور پھر جنگ پر بھیج دیا۔ جہاں تک جنگ کا سوال ہے میں تمہیں جنگ کے متعلق کیا بتاؤں؟ تم دیکھ ہی چکے ہو کامریڈ ڈاکٹر۔ پھر انقلاب آیا۔ مجھے روشنی کی کرن دکھائی دی۔ سپاہیوں کی آنکھیں کھل گئیں۔ جرمن ہمارے دشمن نہیں تھے بلکہ ہمیں میں سے کچھ لوگ ہمارے دشمن تھے۔ عالمی انقلاب کے سپاہیو! اپنی رائفلیں رکھ دو گھر جاؤ۔ بورژواؤں کو پکڑو! اور ایسی ہی باتیں تم یہ سب کچھ خود جانتے ہو۔ کامریڈ فوجی ڈاکٹر۔ بہر حال پھر خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ میں ہنگامی فوج میں شامل ہو گیا۔ اب مجھے بہت سی باتیں چھوڑنی پڑیں گی، ورنہ میں بات ختم نہیں کر سکوں گا۔ ان تمام باتوں کے بعد اب میں اس وقت کیا دیکھ رہا ہوں؟ وہ ڈاکو، لٹیرا، وہ روسی محاذ سے دو ستاوروپول کی رجمنٹیں لایا ہے اور اورنبرگ قازق رجمنٹ اس کے علاوہ ہے۔ میں کوئی بچہ تو نہیں ہوں؟ کیا میں سمجھتا نہیں ہوں؟ کیا میں فوج میں نہیں رہ چکا ہوں؟ ڈاکٹر ہم لوگ مصیبت میں گرفتار ہیں۔ ہم ختم ہو چکے ہیں۔ وہ سور یہی چاہتا ہے کہ ان رجمنٹوں کی مدد سے ہم پر ٹوٹ پڑے۔ وہ ہمیں گھیرے میں لینا چاہتا ہے لیکن میری بیوی اور بچے ہیں۔ اگر فتح اسکی ہوتی ہے تو پھر وہ لوگ کس طرح بھاگ سکیں گے؟ وہ لوگ بے قصور ہیں۔ ان کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن وہ یہ کچھ نہیں سوچے گا۔ وہ میری بیوی کو رسی سے باندھ دے گا اور میری بجائے اسے ایذائیں پہنچا کر ہلاک کر دے گا۔ وہ میرے بیوی بچوں کی ہڈیاں پسلیاں ایک کر دے گا۔ ان کا ایک ایک عضو جسم سے علیحدہ کر دے گا۔ اور تم پوچھتے ہو کہ میں سوتا کیوں نہیں؟ آدمی فولاد کا بنا بھی ہو سکتا ہے لیکن ایسی چیزوں سے تمہارا دماغ بھی خراب ہو سکتا ہے۔"

"تم بھی کیسے عجیب آدمی ہو میغل۔ میں تمہیں سمجھ ہی نہیں سکتا۔ تم ان سے برسوں سے علیحدہ رہے ہو تم یہ تک نہیں جانتے تھے کہ وہ کہاں ہیں اور تمہیں کوئی پریشانی نہیں تھی۔ اب تم دو ایک روز میں ان سے ملنے والے ہو اور اس پر خوش ہونے کی بجائے تم اس قسم کا مظاہرہ کر رہے ہو جیسے ان کے جنازہ میں شریک ہو۔"

"یہ پہلے کی باتیں ہیں۔ اب معاملہ مختلف ہے۔ وہ ہمیں دبا رہا ہے۔ سفید فوج کا 'سور' میں اپنے متعلق بات نہیں کر رہا ہوں۔ میں جلد ہی مر جاؤں گا۔ لیکن میں اپنے بچوں کو تو دوسری دنیا میں اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا یا لے جا سکتا ہوں؟ وہ یہیں رہیں گے اور وہ اس کے ہتھے چڑھ جائیں گے۔ وہ ان کے جسموں کا سارا خون قطرہ قطرہ کر کے نچوڑ دے گا۔"

"کیا تمہیں اسی لیے منحوس شکلیں دکھائی دیتی ہیں؟ مجھے بتایا گیا تھا کہ تمہیں ایسی شکلیں نظر آتی ہیں۔"

"ڈاکٹر! میں نے تمھیں سب کچھ نہیں بتایا ہے۔ میں نے سب سے اہم بات پوشیدہ رکھی ہے۔ اب اگر تم چاہو تو میں تمھیں تمام باتیں صحیح صحیح بتا دوں گا۔ میں تمہارے منہ پر کہوں گا لیکن تم اسے میرے خلاف استعمال مت کرنا۔ میں نے تم جیسے بہتوں کو ختم کر دیا ہے۔ میرے ہاتھ بہت سے افسروں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ بہت سے سرمایہ داروں کے خون سے اور میں اس کی وجہ سے کبھی پریشان نہیں ہوا۔ میں خون پانی کی طرح بہاتا رہا۔ میں ان لوگوں کے نام اور تعداد بھی بھول گیا ہوں۔ لیکن ایک ایسا بھی شخص ہے جسے میں اپنے ذہن سے نہیں بھلا سکتا۔ میں نے اس نوعمر شخص کو ہلاک کر دیا تھا اور میں یہ بات نہیں بھول سکتا۔ میں نے اسے آخر کیوں مار ڈالا؟ اس نے مجھے قہقہے لگانے پر مجبور کیا اور میں نے مذاق ہی مذاق میں بیوقوفوں کی طرح اسے فضول ہی مار ڈالا۔ یہ واقعہ فروری کے انقلاب کا ہے جو کرنسکی کے تحت ہوا تھا۔ ہم نے بغاوت کر دی تھی۔ ہم ایک ریلوے اسٹیشن کے قریب تھے۔ ہم محاذ سے آ گئے تھے۔ انھوں نے ایک نوجوان، ایک انتشار پسند کو ہم سے بات چیت کر کے واپس جانے پر آمادہ کرنے کے لئے بھیجا تاکہ ہم آخر دم تک لڑ سکیں۔ تو وہ نوجوان کیڈٹ ہم سے یہ کہنے کے لئے آیا کہ ہم معقولیت کا ثبوت دیں۔ وہ بالکل بھولا بھالا سا تھا۔ "آخر دم تک لڑتے رہو" یہی اس کا نعرہ تھا۔ وہ پانی کے ایک پیپے پر یہ نعرہ لگاتا ہوا چڑھ گیا۔ پانی کا پیپا پلیٹ فارم پر تھا۔ وہ وہاں چڑھ گیا تاکہ زیادہ بلندی پر سے جنگ کا نعرہ لگا سکے اور اچانک ڈھکنا الٹ گیا اور وہ اندر جا پڑا۔ پانی کے اندر۔ تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ وہ کس قدر مضحکہ خیز دکھائی دے رہا تھا۔ میرے پیٹ میں ہنستے ہنستے بل پڑ گئے۔ میں ایک رائفل تھامے ہوئے تھا اور ہنستے ہنستے میرا سر چکر کھانے لگا تھا۔ ہنسی رکنے میں ہی نہیں آتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ میرے گدگدی کر رہا ہو۔ اور پھر میں نے نشانہ باندھ کر اسے وہیں ہلاک کر دیا۔ میں نہیں جانتا کہ یہ کس طرح ہوا۔ جیسے کسی نے مجھے دھکا دے دیا ہو۔ اور یہی ہے میرا وہ بھیانک خواب جو مجھے دکھائی دیتا رہتا ہے۔ مجھے وہ اسٹیشن راتوں کو دکھائی دیتا ہے۔ اس وقت یہ سب مذاق تھا لیکن اب مجھے افسوس ہے۔"

"کیا یہ واقعہ میلوزلوو کے شہر کے قریب بروچی اسٹیشن پر پیش آیا تھا؟"

"یاد نہیں۔"

"کیا تم زینوشینو کی بغاوت میں شریک تھے؟"

"یاد نہیں۔"

"تم کون سے محاذ پر تھے؟ کیا وہ مغربی محاذ تھا؟ کیا تم مغرب میں تھے؟"

"ہاں کچھ ایسا ہی تھا۔ ہو سکتا ہے کہ مغرب ہی ہو۔ مجھے یاد نہیں۔"

# فرار

## (۱)

ہنگامی فوج کے سپاہیوں کے گھر والوں کا قافلہ جس کے ساتھ بچے اور سامان بھی تھا کافی عرصے سے ہنگامی فوج کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ قافلے کے ساتھ گاڑیوں کے پیچھے مویشیوں کا ریوڑ تھا جس میں زیادہ تر گائیں تھیں ان کی تعداد کئی ہزار تھی۔ عورتوں کے آنے کے بعد کیمپ میں ایک نئی ہستی داخل ہوئی یہ زلدرنجا یا کیارنجا تھی جو ایک فوجی کی بیوی تھی، اور مویشیوں کا علاج کرتی تھی اور خفیہ طریقے پر جادو ٹونے بھی کیا کرتی تھی وہ ایک چھوٹا سا ہیٹ اوڑھے جو اس کے سر پر ایک طرف کو ٹیکا رہتا تھا۔ اور رائل اسکاٹ فزیلیرز کا لمبا کوٹ پہنے ہوئے جو اس سامان میں سے تھا جو برطانیہ نے اعلیٰ حکمراں کو دیا تھا ادھر ادھر گھومتی پھرتی تھی۔ وہ ہر شخص کو یہ یقین دلاتی رہتی تھی کہ اس نے وہ دونوں چیزیں ایک قیدی کی ٹوپی اور یونیفارم میں سے بنائی تھیں اس نے کہا کہ سرخ فوج نے اسے زمسک کی جیل سے رہا کرایا تھا۔ جہاں کسی نامعلوم وجہ کی بنا پر کولچک نے اسے رکھ چھوڑا تھا۔ ہنگامی فوج نے اب اپنا کیمپ ایک نئی جگہ منتقل کر لیا تھا۔ خیال تھا کہ وہ اس وقت تک وہاں ٹھیریں گے۔ جب تک کہ آس پاس کے علاقہ کا جائزہ لیا جائے اور موسم سرما کے لئے رہنے کے واسطے موزوں جگہ تلاش نہ کر لی جائے۔ لیکن غیر متوقع حالات کی بنا پر اب انھیں سردیوں کا موسم اسی جگہ گزارنا تھا۔ نیا کیمپ کسی طرح پرانے کیمپ جیسا نہیں تھا۔ اس کے چاروں طرف گھنا جنگل تھا۔ اور ناقابل عبور جھاڑیاں تھیں۔ ایک طرف کیمپ اور شاہراہ سے ہٹ کر جنگل کافی فاصلہ تک چلا گیا تھا۔ شروع زمانہ میں جب خیمے گاڑے جا رہے تھے۔ اور یوری آندریئے وچ کے پاس آرام کرنے کے لئے زیادہ وقت تھا وہ مختلف سمتوں میں جنگل کے اندر گھومتا پھرتا تھا اور اسے معلوم ہو گیا تھا کہ کوئی شخص بھی اس کے اندر غائب ہو سکتا ہے۔ جنگل

میں گھومتے ہوئے اسے دو جگہیں خاص طور سے پسند آئی تھیں اور وہ اس کے ذہن میں باقی رہ گئی تھیں۔ ایک جگہ تو جھاڑیوں کے پرے کیمپ کے بالکل باہر ہی تھی۔ موسم خزاں کی وجہ سے جنگل میں تمام درختوں کا پت جھڑ ہو گیا تھا۔ اور اس میں کھلے ہوئے پھاٹک کی طرح دور دور تک دیکھا جا سکتا تھا۔ البتہ صرف ایک برفانی درخت ایسا دکھائی دے رہا تھا۔ جس کے پتے نہیں جھڑے تھے۔ یہ درخت دلدل کے کنارے ایک ٹیلے پر اگا ہوا تھا اور اسکی ٹہنیاں آسمان کی طرف کافی بلندی تک پھیلی ہوئی تھیں۔ چمکدار اور رنگین پروں والی ننھی ننھی چڑیاں درخت پر آ کر بیٹھتی تھیں اور گردن آگے کو بڑھا کر اس کی سب سے بڑی ٹہنی پر چونچ مارتی تھیں اور پھر چونچ اوپر اٹھا کر اسے نگلنے کی کوشش کرتی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ان چڑیوں اور اس درخت کے درمیان کوئی پرانا رشتہ قائم ہو اور وہ عرصے سے انھیں دیکھتا رہا ہو اور ان کے لئے کچھ کرنے سے انکار کر دیا ہو لیکن آخر کار بعد میں اسے ان پر ترس آ گیا ہو۔ اور اس نے ان کے لئے خوراک بہم پہنچانے کا انتظام کر دیا ہو جیسے کوئی دایہ بلاؤز کے بٹن کھول کر بچّے کو دودھ پلا رہی ہو۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ درخت مسکرا مسکرا کر کہہ رہا ہو۔ "اچھّا اچھا۔ مجھے کھا کر اپنا پیٹ بھر لو۔" دوسری جگہ اس سے بھی زیادہ دلکش تھی۔ یہ مقام بلندی پر واقع تھا جس کے ایک طرف ڈھلوان تھا۔ نیچے دیکھنے پر یہ محسوس ہوتا تھا جیسے وہ جگہ چوٹی سے بالکل مختلف ہو گی اور وہاں یا تو کوئی نالہ ہو گا یا نشیب ہو گا اور کوئی کھیت ہو گا جس میں جنگلی گھاس اگ رہی ہو گی۔ لیکن دراصل وہاں اس بے پناہ گہرائی میں بھی وہی منظر تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے جنگل اور اسکے تمام درخت نیچے کو دھنس گئے ہوں۔ اور اب ان درختوں کی چوٹیاں قدموں کے نیچے دکھائی دے رہی ہوں۔ وہاں کسی زمانے میں زمین یقیناً نیچے کو دھنس گئی ہو گی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہ وہ زبردست جنگل بادلوں کی سطح پر چلتے ہوئے لڑکھڑا گیا ہو اور بغیر سنبھلے ہوئے نیچے لڑھک گیا ہو اور محض کسی معجزے کی بنا پر زمین کے اندر دھنس جانے سے بچ گیا ہو۔ یہی وجہ تھی جو اب وہ جنگل نیچے صحیح سلامت موجود تھا۔

لیکن جنگل کے اندر اس بلند مقام کی دلکشی کا باعث کوئی اور ہی چیز تھی۔ چاروں طرف اس کے کناروں پر پتھر کی چٹانیں تھیں جو ماقبل تاریخ کے غاروں میں رہنے والے انسانوں کی طرح دکھائی دیتی تھیں۔ جب یوری آندرے وچ پہلی بار اس پتھریلی سطح پر پہنچا تو وہ یہ قسم کھانے کو تیار تھا کہ وہ قدرتی نہیں تھی اور اس میں انسان کی صنّاعی دکھائی دے رہی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ جنگلوں کی کسی قدیمی عبادت

گاہ کے آثار ہوں۔ جہاں کسی زمانہ میں نامعلوم افراد نے عبادت کی ہو اور قربانیاں دی ہوں۔ یہی جگہ ایک سردار اور اس صبح کو سازش کے گیارہ سرغنوں اور دو مزدوروں کو گولی ماری گئی تھی۔ جنھیں ناجائز طور پر دودھ کا شراب کشید کرنے کے جرم میں سزا دی گئی تھی۔ بیس انتہائی وفادار سپاہی جن میں کمانڈر کے باڈی گارڈ کا ایک دستہ بھی شامل تھا سزا یافتہ مجرموں کو یہاں لے کر آئے تھے۔ پھر دستہ کے سپاہی ان کے گرد نیم دائرہ کی شکل میں رائفلیں لے کر کھڑے ہو گئے اور تیز قدموں سے ان کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے انھیں چبوترے کے کنارے تک لے گئے تھے، جہاں ان کے لئے سوائے لامحدود گہرائیوں کے بچاؤ کا اور کوئی راستہ نہ تھا۔ جولائی ہی۔ طویل قید اور سخت برتاؤ کی وجہ سے وہ لوگ شکل و صورت سے انسان نہیں دکھائی دیتے تھے۔ ان کے چہرے سیاہ پڑ گئے تھے، بال بڑھ گئے تھے اور وہ لوگ صورت سے بالکل بھوت دکھائی دیتے تھے۔

گرفتاری کے وقت ان کے اسلحہ ان سے لے لئے گئے تھے اور کسی شخص کو سزائے موت دینے سے پہلے ان کی دوبارہ تلاشی لینے کا خیال تک نہیں آیا تھا۔ اس قسم کی تلاشی فضول ہوتی اور اس کا یہ مطلب ہوتا جیسے ان لوگوں کا جو موت سے اس قدر قریب تھے تمسخر اڑایا جا رہا ہو۔ لیکن اب اچانک وودیچینکو کے ایک دوست زانیتسکی نے جو اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا اور جو اسی کی طرح پرانا انارکسٹ تھا محافظوں پر تین مرتبہ گولی چلا کر سوالی کو نشانہ بنانے کی کوشش کی۔ وہ ایک اچھا نشانہ باز تھا لیکن جوش کی وجہ سے اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے اس لئے نشانہ ٹھیک نہیں بیٹھ سکا۔ پھر ایک مرتبہ سمجھ بوجھ سے کام لیتے ہوئے اور پرانے ساتھیوں پر ترس کھا کر محافظوں نے اس کی اس حرکت پر نہ تو مار کر نیچے گرایا اور نہ گولی مار کر ہلاک کیا۔ زانیتسکی کے ریوالور میں تین گولیاں اور تھیں لیکن اپنی ناکامی پر غصہ میں پاگل ہو کر یا شاید زیادہ جوش کی وجہ سے وہ یہ بھول گیا کہ وہ لوگ وہاں موجود تھے اور اس نے اپنا ریوالور چٹانوں پر دے مارا۔ ریوالور چوتھی مرتبہ چل گیا اور اس کے چلنے سے ایک قیدی پچکولیا کا پیر زخمی ہو گیا۔ پچکولیا کی چیخ نکل گئی۔ اس نے اپنا پاؤں پکڑ لیا اور درد کی وجہ سے چیختا ہوا زمین پر گر گیا۔ اس کے قریب کھڑے ہوئے دو آدمیوں نیتکن اور گورازچ نے اسے اٹھایا اور بازوؤں سے سہارا دے کر چلنے لگے تا کہ وہ کہیں خود اپنے ساتھیوں کے پیروں تلے آ کر نہ کچل جائے کیونکہ اب ان لوگوں کو یہ احساس تک نہیں رہا تھا کہ وہ کیا کر رہے ہیں وہ اپنا پیر نیچے نہیں رکھ سکتا تھا اس لئے وہ کودتا اور لنگڑاتا ہوا پتھریلے کنارے کی طرف بڑھ رہا تھا جہاں سزا یافتہ مجرموں کو دھکیلا جا رہا تھا اور وہ برابر درد کی وجہ سے چیخے جا رہا تھا۔ یہ وحشیانہ چیخیں بھیانک معلوم ہو رہی تھیں جیسے کوئی اشارہ کیا گیا ہو اور اشارہ ہوتے ہی ہر شخص کی قوت

برداشت جواب دے گئی ہو۔ اس کے بعد کا منظر ناقابل بیان تھا۔ ان لوگوں نے زور زور سے گالیاں بکنا، رحم کی التجائیں کرنا اور دعائیں مانگنا شروع کر دیا۔

نوجوان گلوزین ابھی تک اپنی اسکول کی زرد کناروں والی ٹوپی پہنے ہوئے تھا۔ اس نے ٹوپی اتاری، گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور اسی طرح دو زانو بیٹھے ہوئے باقی لوگوں کے پیچھے ان خطرناک چٹانوں کی طرف کھسکنے لگا۔ وہ بار بار محافظوں کے سامنے زمین پر جھک کر اور چیختے ہوئے بغیر سوچے سمجھے کہے جا رہا تھا۔ "ساتھیو مجھے معاف کر دو۔ مجھے افسوس ہے۔ اب پھر میں ایسا نہیں کروں گا۔ مہربانی کر کے مجھے چھوڑ دو۔ مجھے مت مارو ابھی میں نے زندگی میں دیکھا ہی کیا ہے۔ میں ابھی کچھ عرصہ اور زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ میں اپنی ماں سے ایک دفعہ اور ملنا چاہتا ہوں۔ مجھے چھوڑ دو ساتھیو۔ مہربانی کر کے مجھے معاف کر دو۔ میں تمہارے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔ میں تمہارے قدموں کے نیچے کی زمین کو بوسہ دوں گا۔ مدد مدد، ماں میں ختم ہو گیا۔" ان میں سے کوئی اور شخص جو مجمع میں چھپا ہوا تھا برابر کہے جا رہا تھا۔ "اچھے ساتھیو، مہربان ساتھیو، کیا یہ ممکن ہے؟ دو جنگوں میں ہم ساتھ ساتھ لڑے تھے! ہم ایک ہی مقصد کے لئے اٹھے تھے اور اسی کے لئے لڑے تھے! ہمیں چھوڑ دو ساتھیو، ہم پر ترس کھاؤ۔ ہم تمہاری عنایتوں کا بدلہ چکا دیں گے۔ ہم ساری عمر تمہارے احسانمند رہیں گے ہم تمہیں یہ بات ثابت کر کے دکھا دیں گے۔ کیا تم بہرے ہو۔ پھر کیا بات ہے؟ تم جواب کیوں نہیں دیتے؟ کیا تم لوگ عیسائی نہیں ہو؟"

دوسرے لوگ چلا چلا کر سوالکی سے کہہ رہے تھے۔ "او یہودا! یسوع مسیح کے قاتل! اگر ہم لوگ باغی ہیں تو تم ہم سے تین گنا زیادہ باغی ہو سکتے۔ خدا کرے کہ تجھے گلا گھونٹ کر مارا جائے۔ تو نے اپنے زار کو مارا تھا جس کی وفاداری کی تو نے قسم کھائی تھی۔ تو نے ہم سے بھی وفادار رہنے کی قسم کھائی تھی اور تو نے ہمیں دھوکہ دیا۔ جا اپنے اس شیطان فورسٹر کو بھی دھوکہ دینے سے پہلے بوسہ دے! تو اسے بھی دھوکا دے گا!" موت کو سامنے دیکھتے ہوئے بھی دردیچینکنے ضبط و تحمل کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ اس نے اپنا سر اونچا اٹھا رکھا تھا۔ اس کے سفید بال ہوا میں اڑ رہے تھے۔ اس نے ایک انارکسٹ کی طرح دوسرے انارکسٹ سے باتیں کرتے ہوئے زانتسکی کو مخاطب کیا۔ اس کی آواز تیز تھی جو ہر شخص سن سکتا تھا۔ "اپنے آپ کو ذلیل مت کرو۔ تمہارا احتجاج ان پر کوئی اثر نہیں کرے گا۔ یہ خونی درندے یہ نئے دور کے جلاد تمہاری بات نہیں سمجھیں گے۔ لیکن ہمت مت ہارو۔ تاریخ یہ بات ثابت کر دے گی کہ کون سچائی پر تھا۔ آنے والی نسلیں ان خونی بھیڑیوں

ایوان کے کرتوتوں پر تھوکیں گی۔ ہم لوگ عالمی انقلاب طلوع ہوتے وقت اپنے مقاصد کی خاطر شہیدوں کی طرح جا دے رہے ہیں۔ روح انقلاب زندہ باد! عالمی انارکی زندہ باد!" بیس گولیوں کی باڑھ کسی ناقابل سماعت حکم پر چلائی گئی جو صرف محافظ سپاہی سن سکے تھے۔ اور آدھے قیدی گولی کھا کر نیچے گر گئے۔ ان میں سے کچھ فوراً ہی ہلاک ہو گئے۔ باقی قیدیوں کو دوسری باڑھ چلا کر مار ڈالا گیا۔ کم عمر تیرتوسکا گلوزین زیادہ دیر تک تڑپتا رہا لیکن آخر میں وہ بھی ٹھنڈا پڑ گیا۔

(۳)

سردی کے موسم میں شرق کی سمت منتقل ہونے کے خیال کو آسانی سے ترک نہیں کیا گیا۔ گشتی دستے جائزہ لینے کے لئے شاہراہ کے دوسری طرف بھیجے گئے۔ لیبرتین اکثر غائب رہتا اور ڈاکٹر اکیلا رہ جاتا لیکن اب ہنگامی فوج کے منتقل ہونے کا وقت نہیں رہا تھا۔ اور پھر کوئی ایسی جگہ بھی نہیں تھی۔ جہاں وہ جا سکتے یہ ان کی ہزیمت کا بدترین وقت تھا۔ سفید فوج نے انھیں مکمل طور پر تباہ کرنے سے پہلے ان کے جنگل کے دستوں کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دینے کا فیصلہ کرتے ہوئے انھیں گھیرے میں لے لیا تھا اور ہر طرف سے دبا رہے تھے۔ اگر گھیرا زیادہ تنگ ہوتا تو ہنگامی فوج کے لئے صورت حال نہایت نازک ہو گئی ہوتی۔ گھیرا وسیع ہونے کی وجہ سے وہ لوگ بچ گئے کیونکہ آنے والے موسم سرما کی وجہ سے جھاڑیوں کو عبور کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ اور دشمن اپنا گھیرا تنگ نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن وہاں سے منتقل ہونا ناممکن ہو گیا تھا۔ اگر فوجی اعتبار سے کوئی منصوبہ مفید معلوم ہوتا تو وہ یقیناً گھیرے کو توڑ کر نکل گئے ہوتے۔ لیکن ایسا کوئی منصوبہ تیار نہیں کیا گیا تھا۔ سپاہیوں کی قوت برداشت جواب دے رہی تھی۔ چھوٹے افسر ہمت ہار چکے تھے اور اسی کے ساتھ ماتحتوں پر ان کا اثر بھی ختم ہو چکا تھا۔ روزانہ رات کو اعلیٰ کمانڈروں کا جلسہ ہوتا اور مختلف قسم کے حل پیش کئے جاتے۔ آخر میں کیمپ کو منتقل کرنے کا خیال ترک کر دیا گیا۔ اور اسکی بجائے یہ طے کیا گیا کہ جھاڑیوں کے بیچ میں دفاعی مورچوں کو مضبوط بنایا جائے۔ انھیں ایک یہ فائدہ حاصل تھا کہ برف کی گہری تہہ جم جانے کی وجہ سے جھاڑیوں کو عبور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ خاص طور پر اس لئے کہ سفید فوج کے پاس برف پر پھسلنے کا سامان نہیں تھا۔ فوری ضرورت اس بات کی تھی کہ خندقیں کھود کر مورچہ بندی کر لی جائے اور زیادہ سامان اکٹھا کر لیا جائے۔ کیمپ کے کھانے کے انچارج افسر لیبورین نے رپورٹ پیش کی کہ آٹے اور آلوؤں کی شدید قلت پیدا ہو گئی ہے تاہم مویشی بہت کافی تعداد میں موجود تھے اور اس کا خیال تھا کہ موسم سرما میں اصل خوراک دودھ اور گوشت ہو گی

گرم کپڑوں کی بھی کمی تھی۔ بہت سے سپاہیوں کے پاس پورا لباس تک نہیں تھا۔ کیمپ میں تمام کتوں کو مار ڈالا گیا۔ اور جن لوگوں کو سمور کے ملبوسات بنانے کا تجربہ تھا انھیں کتوں کی کھال کی جیکٹیں بنانے کے کام پر لگا دیا گیا جو بالوں والا حصّہ اوپر رکھ کر پہنی جا سکتی ہوں۔ ڈاکٹر کو گاڑیاں استعمال کرنے سے روک دیا گیا۔ گاڑیاں زیادہ اہم ضرورتوں کے لیے رکھی گئیں۔ آخری مرتبہ جب ہنگامی فوج کا کیمپ منتقل ہوا تھا تو زخمیوں کو تین میل تک اسٹریچروں پر لے جایا گیا تھا۔ اس کے پاس جو دوائیں باقی بچی تھیں ان میں صرف کونین، کچھ نمک اور آیوڈین تھا۔ آیوڈین منجمد ٹکیوں کی شکل میں تھا اور اسے استعمال سے پہلے شراب میں حل کرنا ضروری تھا۔ دودھ کا کشید کرنے کی بھٹی کو برباد کر دینے پر اب افسوس کیا جا رہا تھا اور جن کشید کرنے والوں کو مقدمہ میں چھوڑ دیا گیا تھا، ان سے کہا گیا کہ وہ اس بھٹی کی مرمت کریں یا ایک نئی بھٹی بنائیں۔ ڈاکٹری ضرورتوں کے لئے شراب کی کشید پھر شروع کر دی گئی۔ جب کیمپ میں یہ بات مشہور ہوئی تو لوگوں نے ایک دوسرے کو معنی خیز انداز میں دیکھ کر سر ہلائے۔ لوگ پھر شراب کے نشہ میں بدمست نظر آنے لگے۔ اور اخلاقی معیار پھر گر گیا۔ اس مرتبہ جو شراب تیار کی گئی تھی وہ آیوڈین کو حل کرنے اور کونین کا ٹنکچر تیار کرنے کے لئے موزوں تھی۔ موسم سرما کی آمد پر جب ٹائیفس بخار پھر پھیلا تو کونین کا ٹنکچر ہی اس کے علاج کے لئے کام میں لایا گیا۔

(۳)

اس وقت ڈاکٹر، ممفل اور اس کے گھر والوں کو دیکھنے گیا۔ اس کے بیوی اور بچوں نے گرمی کا سارا موسم گردآلود سڑکوں پر کھلے آسمان کے نیچے گزارا تھا۔ انھیں جن خطرناک حالات سے گزرنا پڑا تھا اور جن حالات کے ابھی پیش آنے کی توقع تھی ان کی وجہ سے وہ نہایت خوفزدہ ہو گئے تھے۔ ان کی نہ ختم ہونے والی آوارہ گردی کے اثرات ان پر باقی رہ گئے تھے۔ ممفل کی بیوی، دو لڑکیوں اور چھوٹے لڑکے کے بال گہرے بھورے رنگ کے تھے جن کا رنگ دھوپ کی تمازت سے اڑ گیا تھا۔ ان کے چہروں پر موسمی تغیرات اپنے نقوش چھوڑ گئے تھے لیکن بچے ابھی اپنے تجربات کو سمجھنے کے لئے قابل نہیں تھے۔ مگر ان کی ماں کا چہرہ بالکل بے جان ہو گیا تھا۔ تکان اور خوف کی وجہ سے اس کے ہونٹوں پر پپڑیاں جم گئی تھیں اور وہ بالکل سکڑ گئے تھے اور اس کے چہرے پر تکلیفوں اور مصائب برداشت کرنے کی وجہ سے ایک طرح کی سختی اور روکھا پن ظاہر ہونے لگا تھا۔ ممفل کو اپنی بیوی اور بچوں سے بے پناہ محبت تھی۔ اس نے اپنی کلہاڑی کو تیز کر کے اس کی مدد سے ان کے کھیلنے کے لئے لکڑی کے خرگوش مرغ اور ریچھ بنائے تھے اور ڈاکٹر اس کی یہ صنعت کاری دیکھ

کر حیران رہ گیا۔ اپنے گھر والوں کے آجانے سے اس میں بھی بشاشت آگئی تھی اور اس کی صحت اب بہتر ہوتی جارہی تھی۔ لیکن اب یہ خبر گشت کررہی تھی کہ گھر والوں کی موجودگی کو ضابطے کے اعتبار سے برا سمجھا جارہا ہے اور ان لوگوں کو حفاظتی دستے کے ساتھ کیمپ سے کچھ فاصلے پر موسم سرما کی رہائش گاہ پر بھیجا جارہا ہے۔ اور اس طرح ان لوگوں کے چلے جانے سے کیمپ کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔ تیاریوں کے مقابلے میں باتیں زیادہ ہورہی تھیں اور ڈاکٹر کا خیال تھا کہ اس منصوبہ پر کبھی عمل نہیں کیا جائے گا۔ لیکن پھر بھی یہ خبریں سنکر نیفل کا دل بجھ گیا اور اسے خیالی سائے پھر دکھائی دینے لگے۔

(۴)

سردی کے شباب پر پہونچنے سے قبل کیمپ کے لوگوں کو ہنگامہ کے ایک دور سے گزرنا پڑا۔ جو پریشانیوں غیر یقینی کیفیتوں، الجھنوں اور خطرناک حالات سے بھرپور تھا۔ اور اس دوران متعدد حادثات بھی پیش آئے سفید فوج نے منصوبے کے مطابق محاصرہ مکمل کرلیا تھا۔ ان کی قیادت تین جنرل ولسن، قادری، اور سابلیکو کررہے تھے جو اپنے پختہ عزم اور سختی کے معاملے میں دور دور تک مشہور تھے اور جن کے نام ہی سنکر کیمپ کے پناہ گزیں اور محاصرہ کرنے والی فوج کے عقب کے گاؤں کے پرامن باشندے خوفزدہ ہوگئے۔ دشمن کے پاس اپنا گھیرا تنگ کرنے کے ذرائع نہیں تھے۔ اس لئے ہنگامی فوج کو اس وجہ سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں تھی دوسری طرف ان کے لئے یہ بھی ناممکن تھا کہ دبکے کار بیٹھے رہیں۔ انھیں اس بات کا احساس تھا کہ اگر انھوں نے اپنی صعوبتوں کو خاموشی سے تسلیم کرلیا تو اس سے دشمن کی ہمتیں بلند ہو جائیں گی۔ وہ اس جال کے اندر خواہ کتنے ہی محفوظ کیوں نہ ہوں۔ ان کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ ایک ایک حملہ ضرور کریں خواہ وہ حملہ فوجی مظاہرے کے طور پر ہی کیوں نہ کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے فوج کا ایک مضبوط حصہ علیحدہ کردیا گیا۔ اور اسے دائرے کے مغربی قطر پر لگا دیا گیا۔ کئی روز کی شدید جنگ کے بعد ہنگامی فوج نے سفید فوج کو شکست دیدی اور گھیرا توڑ کر ان کے عقب میں پہنچ گئی۔ یہ راستہ کھل جانے سے جھاڑیوں کے اندر کیمپ تک پہونچنے کا راستہ نکل آیا۔ اور اس راستہ سے مزید پناہ گزیں اندر داخل ہوگئے۔ یہ سب لوگ ہنگامی فوج کے آدمیوں کے عزیز نہیں تھے۔ سفید فوج کی تخریبی کاروائیوں سے خوفزدہ ہوکر اس پاس کے دیہات کے تمام کسان اپنے گھروں سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے اور اب ہنگامی فوج سے آکر مل گئے تھے جنھیں وہ اپنا قدرتی محافظ سمجھتے تھے۔ لیکن کیمپ والے پہلے ہی اپنے متعلقین کو وہاں سے بھیجدینا چاہتے تھے اس لئے ان

کے پاس ان نئے لوگوں اور اجنبیوں کے لئے کوئی جگہ نہیں تھی۔ ان پناہ گزینوں کے پاس کچھ لوگوں کو بھیجا گیا تھا کہ وہ ان سے ایک گاؤں کی طرف جانے کو کہیں جو دریائے جہلکا پر واقع تھا۔ گاؤں کا نام وہدی تھا کیونکہ اس کے گرد فارم واقع تھے۔ پناہ گزینوں کو موسم سرما میں وہیں بسانے کی تجویز تھی اور وہیں ان کو وہ سامان پہنچانا تھا جو ان کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ جس وقت یہ اقدامات کئے جا رہے تھے اس وقت واقعات معمول کے مطابق پیش آ رہے تھے اور کیمپ کی کمان بیشتر ان واقعات کی رفتار کا ساتھ نہیں دے سکتی تھی۔ دشمن کی فوجوں میں جو رخنہ پیدا ہو گیا تھا اسے پُر کر دیا گیا اور جو ہنگامی فوج اس رخنہ کو عبور کر کے دوسری طرف پہونچ گئی تھی وہ اب جھاڑیوں کے علاقہ میں نہیں آ سکتی تھی۔ پناہ گزیں عورتیں بھی قابو سے باہر ہوئی جا رہی تھیں۔ ان جھاڑیوں کے اندر کوئی شخص بھی کھو سکتا تھا۔ جن آدمیوں کو پناہ گزینوں کو واپس کرنے کے لئے بھیجا جاتا تھا وہ اکثر انھیں ڈھونڈنے میں ناکام رہتے اور عورتیں جنگل کے اندر پھیل جاتی تھیں۔ جہاں وہ درخت کاٹتی تھیں، پل اور سڑکیں بناتی تھیں اور کار آمد کام کرتی تھیں۔ یہ سب کچھ ہنگامی فوج کی کمان کے منصوبہ کے خلاف تھا اور لیبرٹیس کے بنائے ہوئے منصوبہ میں اس سے خلل پیدا ہو رہا تھا۔

(۵)

یہی وجہ تھی کہ اسے اتنا سخت غصہ آ رہا تھا۔ وہ ایک شخص سویرید سے شاہراہ کے قریب کھڑا ہوا باتیں کر رہا تھا۔ وہاں شاہراہ جھاڑیوں کے جنگل کے پاس سے ہو کر گذرتی تھی۔ اس کے کئی افسر شاہراہ پر کھڑے ہوئے اس بات پر بحث کر رہے تھے کہ آیا ریل کی اس لائن کو کاٹ دیا جائے یا نہیں جو سڑک کے کنارے کنارے ہو کر گزرتی تھی۔ اس کا آخری فیصلہ لیبرٹیس کو کرنا تھا لیکن وہ اس شخص سے باتیں کرنے میں مشغول تھا اور دوسرے لوگوں کو برابر یہ اشارے کر رہا تھا کہ وہ اس کا انتظار کریں۔ سویرید کو ود دیجینکو کے گولی مار دیئے جانے کا بہت افسوس تھا۔ اس کا جرم صرف اتنا تھا کہ وہ بھی لیبرٹیس کے برابر اثر رکھتا تھا۔ اور اس کی وجہ سے کیمپ میں مخالفتیں پیدا ہو گئی تھیں۔ سویرید کی خواہش تھی کہ وہ ہنگامی فوج کو چھوڑ کر اپنی پرانی نجی اور آزاد دنیا میں واپس چلا جائے۔ لیکن اس کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ اس نے خود اس کا انتخاب کیا تھا اور اگر وہ فارسیٹ کی فوج کو چھوڑ کر جاتا تو اسے غدار قرار دیکر گولی مار دی جاتی۔ موسم بے انتہا خراب تھا تیز اور کاٹتی ہوئی ہوا چل رہی تھی۔ اور آسمان پر سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے۔ تیز بارش بس ہونے ہی والی تھی۔ پھر ایک ہی لمحہ کے اندر وسیع میدان میں ایک سفید چادر پھیل گئی۔ دوسرے لمحہ میں یہ سفید چادر غائب ہو گئی اور سیاہ

آسمان کے نیچے کوئلہ جیسی سیاہ زمین نکل آئی جس پر دور بارش ہوتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ اب زمین زیادہ پانی جذب نہیں کر سکتی تھی۔ پھر بادل اس طرح چھٹ گئے جیسے کھڑکی کھول دی گئی ہو تاکہ آسمان کو ہوا لگ سکے جو بادل چھٹ جانے پر چمکتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ اس وقت زمین پر ٹھہرے ہوئے پانی کے گڑھوں میں بھی لہریں اور بلبلے اٹھتے تھے جو کہ آسمان کی طرح چمک رہے تھے۔ پانی سے اٹھتے ہوئے ابخرات دھوئیں کے بادل کی طرح جنگل پر چھا گئے۔ ان درختوں کے کانٹوں اور تاروں کے سلسلوں پر پانی کے قطرے موتیوں کی طرح ٹھہرے ہوئے تھے۔ سویرید ان لوگوں میں سے تھا جنھیں پناہ گزیں عورتوں کے پاس بھیجا گیا تھا۔ وہ اپنے اعلیٰ افسر کو وہ تمام باتیں بتا دینا چاہتا تھا جو اس نے دیکھی تھیں، اس گڑبڑ کے بارے میں جو متضاد احکامات کی وجہ سے پیدا ہو گئی تھی۔ ایسے احکامات جن میں سے کسی پر عمل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اور ان مظالم کے بارے میں جو عورتوں کے قافلے کی کمزور ترین عورتوں تک نے توڑے تھے کیونکہ سب سے پہلے مایوسی کا احساس انھیں کے دلوں میں پیدا ہوا تھا۔ پیدل چلتے ہوئے بھاری بوریاں، بنڈل اور اپنے بچوں کو اٹھائے ہوئے نوجوان ماؤں نے جن کا دودھ خشک ہو چکا تھا اور جو سفر کی صعوبتوں کی وجہ سے اپنا ذہنی توازن تک کھو بیٹھی تھیں اپنے بچوں کو راستہ میں پھینک دیا تھا۔ اپنی بوریوں میں سے اناج پھینک کر وہ واپس پلٹ گئی تھیں انھوں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ فاقوں سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے سے فوری موت کہیں بہتر ہو گی۔ بجائے اس کے کہ جنگل میں کوئی وحشی درندے انھیں پھاڑ ڈالیں دشمن کے ہتھے چڑھ جانا زیادہ بہتر تھا۔ دوسری عورتیں جو زیادہ مضبوط تھیں۔ ہمت اور ضبط کا ایک ایسا نمونہ تھیں کہ مرد بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ سویرید اپنے اعلیٰ افسر کو اور بھی بہت سی باتیں بتا سکتا تھا۔ وہ اسے ایک نئی بغاوت کے خطرے سے آگاہ کرنا چاہتا تھا جو جڑ پکڑتی جا رہی تھی اور جو اس بغاوت سے کہیں زیادہ خطرناک ہو گی جسے کچل دیا گیا تھا لیکن بیرتیس نے اس سے کہا کہ وہ جلد جلد تمام باتیں بتائے اور اسی لئے اسکی بولنے کی قوت ختم ہو گئی۔ بیرتیس بار بار سویرید کی بات صرف اس لئے نہیں کاٹ رہا تھا کہ اس کے دست شاہراہ پر سے اسے اشارہ کر کر کے بلا رہے تھے بلکہ اس لئے بھی کہ پچھلے دو ہفتوں میں اسے ایسی ہی تنبیہ بار بار کی جا چکی تھی اور اسے یہ سب باتیں زبانی یاد ہو گئی تھیں۔

"کامریڈ چیف مجھے وقت دیجئے۔ مجھے صحیح الفاظ نہیں مل رہے ہیں۔ الفاظ میرے حلق میں اٹک رہے ہیں اور میرا دم گھٹنے لگتا ہے۔ میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ پناہ گزینوں کے کیمپ تک جائیے اور ان عورتوں

سے کہیے کہ وہ یہ لغویت بند کردیں۔ ورنہ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ان تمام باتوں کا کیا مطلب ہوسکتا ہے۔ سب کو تحریک کے خلاف ہیں؟ یا عورتوں کے اندر خانہ جنگی پھیلی ہوئی ہے؟"

"اب چکو سو برید، تم دیکھ رہے ہو کہ مجھے کام ہے۔ الفاظ چبا ؤ مت۔"

"اور پھر وہ بھتنی زلیدرنجا بھی تو ہے۔ خدا ہی کو علم ہے کہ وہ کیا ہے۔ وہ کہتی ہے۔" مجھے مویشیوں کی حفاظت کے لیے رہنے دو....."

"تمہارا مطلب مویشیوں کے ڈاکٹر سے ہے؟"

"ہاں میرا یہی مطلب ہے۔ مویشیوں کی عورت ڈاکٹر۔ لیکن اب نہ مویشیوں کی دیکھ بھال نہیں کرتی ہے۔ وہ تو بالکل چڑیلوں کا سا غنصر معلوم ہوتی ہے۔ ڈنگاں کے لئے دعائیں کرتی ہے اور جوان پناہ گزین عورتوں کو ان کے کام سے روکتی ہے۔ تم پر جو بصیتیں آرہی ہیں ان کے ذمہ دار تم لوگ خود ہی ہو۔ وہ ان سے کہتی ہے اپنے پانچے چڑھا کر سرخ جھنڈے کے پیچھے بھاگنے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ اب ایسا مت کرنا۔"

"تم کن پناہ گزینوں کے متعلق بات کر رہے ہو۔ ہمارے کیمپ کے پناہ گزینوں کے متعلق یا کسی اور قسم کے پناہ گزینوں کے بارے میں؟"

"نئے پناہ گزین۔ وہی جو اجنبی ہیں؟"

"لیکن انھیں تو وودری جانے کا حکم دیا گیا تھا۔ وہ یہاں کیسے پہنچ گئے؟"

"وودری! یہ بھی خوب رہی۔ تمہارا وودری تو جل گیا۔ پل وغیرہ سب کچھ جل گئے اور جل کر راکھ ہوگئے جب وہ لوگ ادھر آرہے تھے تو انھوں نے ایسا ہی دیکھا تھا۔ وہاں ایک بھی متنفس نہیں تھا۔ ان میں سے آدھے پاگل ہوگئے اور چیخنے چلانے لگے اور سیدھے سفید فوج کی طرف واپس چلے گئے اور باقی آدھے ادھر چلے آئے۔"

"لیکن وہ لوگ جھاڑیوں، جنگل اور دلدلوں میں سے کیسے گزرے؟"

"آرے اور کلہاڑیاں کس کام آتی ہیں؟ ہمارے کچھ آدمیوں نے جو ان کی نگرانی کے لئے بھیجے گئے تھے ان کی تھوڑی بہت مدد کی۔ وہ کہتے ہیں کہ انھوں نے ۲۵ میل لمبی سڑک بنائی ہے۔ پل وغیرہ سب کچھ! رہا عورتوں کا سوال! تو انھوں نے ایسے کام کئے ہیں جس کے لئے پورے تیس دن چاہئیں۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ بیس میل لمبی سڑک! اور تم گدھے، تم اتنے خوش کیوں نظر آرہے ہو؟

سفید فوج یہی تو چاہتی ہے۔ جھاڑیوں کے جنگل میں سے گذرنے کا راستہ! اب انھیں صرف اتنا ہی کرنا ہو گا کہ وہ اپنی توپیں لے آئیں!"

"سڑک کی حفاظت کے لیئے فوج بھیج دیجئے۔"

"شکریہ میں وہی کروں گا جو میری سمجھ میں آئے گا اور مناسب سمجھوں گا!"

(۶)

اب دن چھوٹے ہوتے جا رہے تھے۔ شام کو ۵ بجے ہی اندھیرا ہو جاتا تھا۔ جھٹپٹے کے وقت یوری آندرے ویچ نے شاہراہ کو اسی مقام پر عبور کیا جہاں چند روز قبل لیبریس سویریدسے باتیں کر رہا تھا۔ وہ کیمپ واپس جا رہا تھا۔ اس کھلی جگہ کے قریب جہاں ٹیلہ اور برفانی درخت واقع تھا اور جہاں سے کیمپ کی حد شروع ہوتی تھی۔ اس نے دوشیزوں کی معالج کبارنجا کی کھنک دار تیز آواز سنی جسے وہ مذاق میں اپنا "حریف" کہا کرتا تھا وہ ایک دلچسپ گیت گا رہی تھی اور اس کی آواز میں ایک خاص قسم کی کھنک تھی۔ اس کے گیت کے درمیان میں تعریفی قہقہوں کی آوازیں سن کر یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہاں مردوں اور عورتوں کا مجمع تھا جو اس کا گیت سن رہے تھے۔ اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ لوگ یقیناً چلے گئے ہوں گے۔ اپنے آپ کو تنہا سمجھتے ہوئے کبارنجا نے ایک مختلف گیت گانا شروع کیا۔ وہ اس طرح گا رہی تھی جیسے وہ خود ہی سن رہی ہو۔ یوری آندرے ویچ جو اس جھٹپٹے میں احتیاط کے ساتھ تنگ راستہ پر چل رہا تھا جو دلدل کے گرد گھوم کر برفانی درخت کے سامنے سے گزر رہا تھا چلتے چلتے ٹھیر گیا۔ کبارنجا ایک پرانا روسی گیت گا رہی تھی لیکن وہ۔ اس سے واقف نہیں تھا کیا پھر وہ اس میں تبدیلیاں کر رہی تھی؟ ایک پرانا روسی لوک گیت ایسا ہوتا ہے جیسے پانی کو بند باندھ کر روک دیا جائے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ پرسکوت ہو اور بہہ نہ رہا ہو لیکن گہرائیوں میں وہ بند کے پھاٹک سے ہو کر گزر رہا ہو اور اس کی پرسکون سطح محض ایک دھوکا ہو۔ ہر ممکن طریقہ، تکرار اور تشبیہات کی مدد سے گیت کا اتار چڑھاؤ رفتہ رفتہ دھیما پڑ جاتا ہے اور اس کا ترجیعی سُر واضح ہونے لگتا ہے۔ گیت کے دردناک جذبات اسی طرح ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ ایسا گیت دراصل اپنے بولوں کے ذریعہ وقت کو روکنے کی ایک مجنونانہ کوشش ہوتی ہے۔

کبارنجا یہ گیت بیک وقت گا بھی رہی تھی اور پڑھ بھی رہی تھی۔

"ایک خرگوش وسیع دنیا میں دوڑتا پھر رہا تھا!

وسیع دنیا میں، سفید برف پر،
وہ بھاگا، لمبے کانوں والا خرگوش، ایک برفانی درخت کے پاس سے،
ایک برفانی درخت کے پاس سے، اور اس سے شکایت کی:
اس نے کہا "کیا میرا دل نازک نہیں ہے"؟
ایک نازک دل، اتنا ننھا سا اور کمزور؟
اس نے کہا، مجھے جنگلی درندوں سے ڈر لگتا ہے،
جنگلی درندوں سے، بھیڑیئے کے بھوکے پیٹ سے،
مجھ پر ترس کھا، او برفانی جھاڑ! او خوبصورت برفانی درخت!
اپنا حسن بدطینت دشمن کو نہ دے،
بدطینت دشمن کو، بدطینت پہاڑی کوے کو،
اپنے سرخ پھل ہوا میں منتشر کر دے،
ہوا میں، وسیع دنیا میں، سفید برف پر،
انھیں پھینک دے، لڑھکا دے میرے آبائی شہر تک
سڑک کے دوسرے سرے تک، آخری مکان تک،
سڑک کے آخری مکان تک، آخری کھڑکی تک، آخری کمرے تک
جہاں وہ بند ہو گئی ہے،
میری محبوبہ، میری عزیز محبوبہ۔
میری سوگوار محبوبہ سے سرگوشی کر، میرے ننھے پرند
ایک گرم اور پرجوش لفظ۔
میں ایک سپاہی، قید و بند میں پڑا ہوں۔
وطن کی یاد میں، میں ایک غریب سپاہی ہوں، جو غیر ملک میں آ گیا ہوں۔
میں اس قید و بند سے آزاد ہو جاؤں گا،
میں اپنے ننھے سرخ پھل کے پاس جاؤں گا، اپنے ننھے پرند کے پاس"

(۷)

مُغل کی بیوی اگیفیا فیتونا اپنی بیمار گائے کو کبارینجا کے پاس لے کر آئی تھی۔ گائے کو گلہ سے علیحدہ کر کے اس کے سینگوں میں ایک رسی ڈال کر ایک درخت سے باندھ دیا گیا تھا۔ اس کی مالکہ گائے کے پاس ہی ایک درخت کی ٹھونٹھ پر بیٹھی تھی اور کبارینجا گائے کی پچھلی ٹانگوں کے پاس ایک دودھ دوہنے کے اوٹل پر۔ باقی گلہ کے لاتعداد جانور ایک چراگاہ میں پھیلے ہوئے تھے۔ چاروں طرف گھنا جنگل تھا۔ جس کے درخت پہاڑوں کی طرح بلند تھے اور ان کی نچلی ڈالیاں اس طرح پھیلی ہوئی تھیں جیسے وہ زمین پر پھیلے ہوئے بیٹھے ہوں۔ گائیں زیادہ تر سیاہ رنگ کی تھیں اور ان پر سفید دھبے تھے۔ یہ گائیں سوئیزر لینڈ کی نسل کی تھیں جو سائبیریا میں بہت مقبول تھیں۔ گائیں بھی اپنے مالکوں کی طرح غذا کی کمی، زیادہ چلنے اور جگہ کی کمی کی وجہ سے پست ہو رہی تھی۔ وہ ایک دوسری میں جُتی ہوئی کھڑی رہتی تھیں اور جگہ کی کمی کی وجہ سے گھبرا کر اپنی جنس کا لحاظ کیے بغیر ایک دوسری پر چڑھ جاتی تھیں۔ ان کے تھنوں کو کھینچتی تھیں اور سانڈوں کی طرح ڈکرانے لگتی تھیں۔ ان کے بچھڑے جو ان کے نیچے دبے ہوئے ہوتے تھے نیچے سے نکل کر جنگل کی طرف بھاگ کھڑے ہوتے۔ بھاگتے ہوئے ان کی دُمیں ہوا میں کھڑی رہتی تھیں اور ان کے کُھروں سے تمام گھاس اور ٹہنیاں کچل جاتی تھیں۔ ان کے گلہ بان۔ بوڑھے، ادھیڑ، بچے۔ چیختے چلّاتے ہوئے ان کے پیچھے بھاگتے تھے جیسے وہ بھی ایک تنگ دائرے میں محدود کر دیئے گئے ہوں۔ سیاہ اور سفید بادل بھی درختوں کی چوٹیوں کی درمیان گایوں کی طرح بھاگتے پھرتے تھے۔ جو لوگ دیکھنے کے شوق میں کچھ فاصلہ پر کھڑے ہوئے تھے ان پر گایوں کی معالجہ کو غصہ آ رہا تھا اور وہ انھیں سر سے پیر تک غصّہ کی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ لیکن ایک ذنکار کی مانند وہ یہ سمجھتی تھی کہ یہ چیز اس کے وقار کے منافی ہوگی کہ وہ اس بات کو تسلیم کرے کہ وہ لوگ اسے پریشان کر رہے ہیں۔ وہ یہ ظاہر کر رہی تھی جیسے اس نے انھیں دیکھا تک نہ ہو۔ ڈاکٹر مجمع کے پیچھے سے اسے دیکھ رہا تھا جہاں سے وہ اسے نہیں دیکھ سکتی تھی یہ پہلا موقعہ تھا کہ اس نے اسے غور سے دیکھا۔ وہ معمول کے مطابق اپنی انگریزی ٹوپی اور سبز رنگ کا لمبا کوٹ پہنے ہوئے تھی جس کا کالر سِلا ہوا تھا۔ لیکن اس کے چہرے کے تند اور جذبات انگیز اثرات سے اس عورت کی جو جوانی کی حدود سے گزر رہی تھی، آنکھوں میں جوانی کی گرمی اور شوخی پیدا ہو گئی تھی جس سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی تھی کہ وہ اس بات کی مطلق پرواہ نہیں کرتی کہ وہ کیا پہنے ہوئے ہے اور کیا نہیں پہنے ہے۔ پوری ہمارے مریض کو جس چیز پر حیرت ہوئی وہ مغل کی بیوی میں پیدا ہونے والی تبدیلی تھی۔ وہ اسے شکل ہی

سے پہچان سکا۔ گزشتہ چند روز کے اندر ہی اس کی عمر بہت زیادہ معلوم ہونے لگی تھی۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں باہر کو نکلی پڑتی تھیں اور اس کی گردن گائے کے دھڑے کی طرح پتلی اور لمبی تھی۔ اس کے اندر وہی اندیکو کا اس پر یہ اثر پڑا تھا۔ "یہ بالکل دودھ نہیں دیتی ہے۔" وہ کہہ رہی تھی۔ "میں سمجھتی تھی کہ شاید وہ گیابھن ہو لیکن پھر بھی اب تک اس کے دودھ ہو جانا چاہیے تھا۔ مگر اب بھی نہیں ہوا۔"

"وہ گیابھن کیسے ہو سکتی ہے۔ تم اس کے تھنوں پر یہ کھرنڈ دیکھ سکتی ہو۔ میں تمہیں جڑی بوٹیوں کا ایک مرہم اس پر ملنے کے لئے دوں گی اور پھر میں اس پر ٹوٹکا بھی کروں گی۔"

"اس کے علاوہ مجھے دوسری فکر اپنے شوہر کی طرف سے ہے۔"

"میں اس پر منتر پھونک دوں گی۔ پھر وہ نہیں بہکے گا۔ یہ آسان سی بات ہے۔ وہ تمہارے لئے دیوانوں کی طرح پھرے گا۔ تم اس سے پیچھا نہیں چھڑا سکو گی۔ تمہاری تیسری پریشانی کیا ہے؟"

"بات یہ نہیں ہے کہ وہ بہکنے لگتا ہو۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ بدقسمتی تو یہ ہے کہ وہ مجھ سے اور بچوں سے اتنا زیادہ مانوس ہے کہ اس سے اس کا دل ٹوٹنے لگتا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ وہ کیا سوچتا رہتا ہے اس کا خیال ہے کہ کیمپ توڑ دیئے جائیں گے اور ہم لوگوں کو ایک طرف اور اسے دوسری طرف بھیج دیا جائے گا اور یہ کہ ہم لوگ لابلیگ کے آدمیوں کے ہتھے چڑھ جائیں گے اور وہ خود وہاں نہیں ہوگا اور ایسی صورت میں کوئی شخص ہماری حفاظت نہیں کر سکے گا۔ میں اس کے خیالات سے واقف ہوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ خودکشی کرے گا۔"

"میں اسکے متعلق سوچوں گی۔ میں تمہاری پریشانی کو دور کرنے کا طریقہ نکالوں گی۔ تمہاری تیسری پریشانی کیا ہے؟"

"مجھے اور کوئی پریشانی نہیں ہے۔ بس یہی دو پریشانیاں ہیں — میری گائے اور میرا شوہر۔"

"پیاری تم غموں سے نڈھال ہو رہی ہو۔ دیکھو خدا تم پر کتنا مہربان رہا ہے۔ تم سمجھ بھی نہیں سکتیں تمہیں صرف دو غم ہیں۔ اور ان میں سے ایک اپنے چاہنے والے شوہر کا ہے! اچھا تو اب بات کرو۔ تم مجھے گائے کے لئے کیا دو گی؟"

"تم کیا لو گی —؟"

"میں ایک روٹی اور تمہارے شوہر کو لوں گی۔" وہاں کھڑے ہوئے لوگ قہقہے لگانے لگے۔

"کیا تم مذاق کر رہی ہو؟"

"کیا یہ بہت زیادہ ہے؟ اچھا ٹھیک ہے۔ میں دو ہی تمہیں لوں گی۔ میں صرف تمہارے شوہر پر ہی معاملہ کروں گی۔" قہقہے اور تیز ہو گئے۔

"کیا نام ہے؟ تمہارے شوہر کا نہیں، گلے کا۔"

"حسینہ"

"آدھے گلے کی گایوں کا یہی نام ہے۔ اچھا ٹھیک ہے۔ اب ہم پہلے دعا کریں گے۔"

اس نے گلے کے لئے منتر پڑھا۔ شروع میں وہ واقعی گلے کی وجہ سے پریشان تھی۔ لیکن کچھ دیر بعد وہ بہک گئی اور اس نے اگیفیا کو جادو ٹونوں کے بارے میں تفصیلی ہدایات دیں۔ پوری آندرے وچ دم بخود ہو کر سنتا رہا اسی طرح جیسے یورپی روس سے سائبیریا پہنچنے پر اس نے کو جوان بالوں کی بکواس سنی تھی۔ عورت کہہ رہی تھی! "خالہ مارگسٹا آؤ اور ہماری مہمان بنو، بدھ کے دن آؤ، کیڑے کو لے جاؤ، اثر کو ختم کر دو۔ کھرنڈ کو لے جاؤ۔ دادا کے جما ہیمو بچھڑے کے تھنوں کو چھوڑ دو۔ خاموش کھڑی رہو، حسینہ، اپنا کام انجام دو۔ بالٹی مت لڑھکاؤ۔ پہاڑ کی طرح ساکت کھڑی رہو۔ دودھ کی دھاریں بہنے دو۔ خوف، دہشت، اپنا زور دکھاؤ۔ کھرنڈ کو لے جاؤ۔ انھیں کانٹے دار جھاڑیوں میں پھینک دو۔ جادوگر کے الفاظ میں بہت طاقت ہوتی ہے۔"

"تم دیکھتی ہو اگیفیا۔ تمہیں سب کچھ جاننا ضروری ہے۔ حکم دینا اور منع کرنا، کہنے کے الفاظ اور حفاظت کرنے کے الفاظ۔ مثال کے طور پر اب تم ادھر دیکھو اور اپنے آپ ہی کہو: وہاں ایک جنگل ہے لیکن وہاں تو شیطانی فوجیں ہیں جو فرشتوں سے لڑ رہی ہیں وہ اسی طرح لڑ رہی ہیں جیسے تمہاری فوج کے لوگ لبا لیگر کے آدمیوں سے لڑ رہے ہیں۔ یا تم ایک اور مثال لو۔ ادھر دیکھو جدھر میں اشارہ کر رہی ہوں۔ پیاری، تم غلط سمت میں دیکھ رہی ہو۔ اپنی آنکھوں سے کام لو، الٹی کھوپڑی سے نہیں۔ دیکھو میری انگلی کدھر اشارہ کر رہی ہے۔ ہاں اب ٹھیک ہے، اب بتاؤ تمہارے خیال میں وہ کیا ہے؟ تم سمجھ رہی ہو کہ وہ دو شاخیں ہیں جو ہوا کی وجہ سے آپس میں پھنس گئی ہیں یا کوئی چڑیا ہے جو اپنا گھونسلہ بنا رہی ہے؟ تو ان دونوں میں سے کوئی بھی چیز نہیں ہے۔ وہ حقیقی معنوں میں شیطان کا کارنامہ ہے۔ ایک بار جو سمندری چڑیل نے اپنی بیٹی کے لئے گوندھنا شروع کیا تھا اس نے لوگوں کو آتے سنا اور ڈر گئی۔ لہٰذا اس نے اسے ادھورا چھوڑ دیا۔ لیکن وہ اسے آج ہی کل میں رات کو پورا کرے گی تم دیکھ لو گی یا پھر اپنا سرخ جھنڈا لو۔ تم سمجھتی ہو کہ یہ جھنڈا ہے؟ جو تم سمجھ رہی ہو یہ وہ نہیں ہے۔ یہ جھنڈا نہیں ہے۔ یہ موت کی دیوی کا

ارغوانی لباس ہے۔ وہ اسے لوگوں کو بہکانے کے لئے استعمال کرتی ہے۔ اور بہکانے کے لئے کیوں؟ وہ اسے لہراتی ہے اشارے کرتی ہے۔ سر سے اور آنکھوں سے اور نوجوانوں کو رجھاتی ہے وہ آئیں اور مارے جائیں۔ پھر وہ قحط اور طاعون بھیجتی ہے۔ وہ یہی تو ہے اور تم چلی گئیں اور اس پر یقین کر لیا۔ تم نے سوچا کہ وہ جھنڈا تھا۔ تم نے سوچا کہ یہ وہی تھا۔ دنیا کے تمام غریبو اور پرولتاریو میرے پاس آؤ۔ اگیفیا، میری بچی۔ تمہیں آجکل سب کچھ جاننا ہوتا ہے۔ ہر ایک بات۔ ہر پرند، پتھر اور جڑی بوٹیوں کے متعلق۔ مثال کے طور پر وہ پرندہ نقلیں اتارنے والا ہے اور وہ جنگلی جانور بجو کی قسم کا ہے۔ اب ایک اور بات۔ فرض کرو کہ تم کسی کو پسند کرتی ہو۔ تم بس مجھے بتا دو۔ میں اسے تمہارا غلام بنا دوں گی۔ چاہے وہ کوئی بھی ہو۔ تمہارا فورسٹر جو فوج کا افسر اعلیٰ ہے یا اگر تم پسند کرو تو کولچک یا انون زار یوچ — کوئی بھی سہی۔ تم سمجھتی ہو کہ میں ڈینگیں مار رہی ہوں؟ میں ڈینگ نہیں مار رہی ہوں۔ اچھا اب دیکھو۔ میں تمہیں بتاتی ہوں جب سردی کا موسم آئے گا۔ ہوا کے جھکڑ چلیں گے۔ برف باری ہوگی اور میدان میں برف جم جائے گی تو میں برف کے ایک تودے میں چاقو بھونک دوں گی دستے تک اور پھر جب میں اسے باہر نکالوں گی تو وہ خون میں ڈوبا ہوا ہوگا۔ کیا تم نے ایسی بات کبھی سنی ہے؟ تو دیکھ لینا! اور تم سمجھ رہی تھیں کہ میں ڈینگ مار رہی تھی۔ اب تم مجھ سے کہو گی کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ برف کے تودے میں سے خون نکلے؟ یہی تو بات ہے پیاری، وہ برف کا تودا نہیں ہوگا۔ وہ ایک جادو کا بھیڑیا ہوگا جو برف میں تبدیل ہو گیا ہے جس کا بچہ کھو گیا ہے اور وہ اسے تلاش کر رہا ہے، وہ اسے تلاش کرتا ہوا اور روتا ہوا میدان میں جاتا ہے۔ میں اپنا چاقو اسی میں تو بھونکتی ہوں اور یہی وجہ ہے کہ اس پر خون ہوتا ہے۔ اب اس چاقو میں سے کسی بھی آدمی کے پیر کا نشان کاٹ سکتی ہوں اور اسے ریشمی دھاگے سے تمہارے قمیض کے دامن پر سی سکتی ہوں، اور وہ آدمی، خواہ وہ کوئی بھی ہو، کولچک یا استریلنیکوف۔ یا کوئی نیا زار جسے وہ تخت پر بٹھائیں۔ تمہارے پیچھے پیچھے رہے گا، خواہ تم کہیں بھی جاؤ۔ اور تم سوچ رہی تھیں کہ میں جھوٹ بول رہی ہوں، تم سمجھ رہی تھیں کہ یہ وہ تھا۔ "دنیا کے تمام غریبو اور پرولتاریو، میرے پاس آؤ!" اور بھی بہت سی چیزیں ہیں جیسے کہ آسمان سے پتھر برسنے لگیں، جیسے کہ کوئی شخص اپنے مکان سے باہر جائے اور اس پر پتھروں کی بارش ہونے لگے یا جیسا کہ اکثر لوگوں نے دیکھا ہے۔ آسمان پر سوار گھوڑے دوڑانے لگیں گھوڑوں کے سُم مکانوں کی چھتوں کے اوپر ہوں یا جیسا کہ پرانے زمانہ میں جادوگروں نے پیشنگوئی کی تھی۔ اس عورت میں اناج ہے۔ اس میں شہد اور تیسری میں کمر اور فوجی سردار نے عورت کا شانہ اس طرح کھول دیا جیسے وہ

کوئی خندق تھی ہو اور اپنی تلوار سے اس کے شانے کے اندر سے ایک پیالہ اناج ناپ کر نکال لیا، یا ایک گلہری بزدل کی یا شہد کا چھتا۔"

کبھی کبھی ہمارے اندر گہرے اور طاقت ور جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ ایسے جذبے میں ترس کا جذبہ ضرور شامل ہوتا ہے۔ ہم جتنی زیادہ محبت کریں اتنا ہی زیادہ ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ ہمارا محبوب مظلوم ہے۔ بعض آدمیوں کے معاملے میں ایک عورت کے لئے ہمدردی کا جذبہ بہت زیادہ ہوتا ہے اور وہ اسے ایک غیر حقیقی اور تخیلی عالم کی ہستی سمجھنے لگتے ہیں۔ ایسے آدمی اس ہوا تک سے حسد کرتے ہیں جس میں وہ سانس لیتی ہے، قدرت کے قوانین سے اور ان تمام واقعات سے جو اس کی پیدائش سے قبل رونما ہوئے تھے۔ یوری آندرے وچ اتنا پڑھا لکھا تھا کہ اسے یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ کباریخا نے جو آخری الفاظ کہے تھے وہ کسی قدیم کتاب کے ابتدائی الفاظ تھے لیکن نقالوں اور عوامی گویوں نے انہیں اتنا زیادہ تبدیل کر دیا تھا کہ صدیوں سے ادا کرتے کرتے ان کا اصل مطلب بالکل خبط ہو گیا تھا۔ پھر وہ اس داستان سے اتنا زیادہ متاثر کیوں ہو گیا تھا؟ اس بیہودہ اور لغو بکواس کا اس پر یہ اثر کیوں ہوا تھا جیسے اس میں حقیقی واقعات بیان کئے گئے ہوں؟ لارا کا بایاں شانہ کاٹ کر کھول دیا گیا تھا۔ اس طرح جیسے چابی سے کسی خفیہ تجوری کا تالا کھولا جاتا ہو۔ تلوار نے اس کے شانے کی ہڈی کو کاٹ دیا تھا اور اس کی روح کی گہرائیوں میں جو راز پوشیدہ تھے وہ ظاہر ہو گئے تھے۔ غیر مانوس شہر، سڑکیں، کمرے، دیہات ایک فلم کی طرح نظروں کے سامنے سے گزر رہے تھے جس کی ریلوں کے ساتھ ساتھ ان کے مناظر سامنے آنے لگتے تھے۔ وہ اس سے کتنی محبت کرتا تھا! وہ کتنی حسین تھی! بالکل اسی طرح جیسے وہ ہمیشہ سوچا کرتا تھا، خواب میں دیکھا کرتا تھا اور خواہش کرتا رہا تھا! پھر بھی وہ کیا چیز تھی جس نے اسے اتنا حسین بنا دیا تھا؟ کیا وہ کوئی ایسی چیز تھی جس کا کوئی نام ہو اور جس کی تشریح کی جا سکے؟ نہیں ہزار بار نہیں! وہ ان سادے اور بے مثل خطوط کی وجہ سے حسین تھی جو خالق نے بیک جنبشِ قلم اس کے چاروں طرف کھینچ دیئے تھے اور اسی مرئی شکل میں وہ اس کی روح کی گہرائیوں میں داخل ہو گئی تھی۔ اور اب اسے کیا ہو گیا تھا۔ وہ کہاں تھا؟ سائبیریا کے ایک جنگل میں ہنگامی فوج کے ساتھ جسے گھیرے میں لے لیا گیا تھا اور جس کے انجام میں اسے بھی شریک ہونا تھا۔ کس قدر ناقابلِ یقین اور لغو اندیشہ! پھر ایک مرتبہ اس کے دماغ اور اس کی نظروں کے سامنے ہر چیز الجھ کر رہ گئی اور دھندلی پڑ گئی۔ اسی لمحہ برفباری ہونے کی بجائے جیسا کہ خیال تھا بارش شروع ہو گئی۔ ایک بہت بڑے جھنڈے کی طرح جو شہر کی سڑک کے

ایک طرف سے دوسری طرف پھیلا ہوا تھا۔ اس کی نظروں کے سامنے ہوا میں جنگل کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک دھندلا سا حیرت انگیز سایہ سا نظر آنے لگا۔ وہ سایہ رو رہا تھا اور بارش جو اب زیادہ تیز ہو گئی تھی اس کے بوسے لے رہی تھی اور اسے دھو رہی تھی۔

"اچھا اب جاؤ۔" ساحرہ نے انگیفیلے سے کہا۔ "میں نے تمہاری آگاہی پر ٹیکا کر دیا ہے۔ وہ ٹھیک ہو جائے گی۔ مقدس ماں سے دعا کرو جو روشنی کا سرچشمہ ہے اور زندہ جاوید ہدایتوں کا مجموعہ۔"

(۸)

جنگل کے مغربی سرے پر لڑائی ہو رہی تھی۔ لیکن جھاڑیاں اتنی گھنی تھیں کہ یہ لڑائیاں ایسی ہی معلوم ہوتی تھیں جیسے کسی بڑی مملکت کی سرحدوں پر ہو رہی ہوں اور جنگل کے وسط میں چھپے ہوئے کیمپ میں اتنے زیادہ لوگ تھے کہ خواہ ان میں سے کتنے ہی لڑنے کے لئے چلے جاتے پھر بھی وہاں ہمیشہ زیادہ ہی لوگ دکھائی دیتے تھے۔ لڑائی فاصلہ پر ہونے کی وجہ سے اس کا شور مشکل ہی سے کیمپ میں سنائی دیتا تھا اچانک جنگل میں کئی بار گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ گولیاں یکے بعد دیگرے بہت کم وقفوں سے چلائی گئی تھیں اور پھر اچانک ایک بھگدڑ سی مچ گئی۔ لوگ گھبرا کر اپنے اپنے خیموں یا گاڑیوں کی طرف بھاگنے لگے اور ایک عام ہلچل سی مچ گئی ہر شخص لڑائی کے لئے تیار ہو گیا لیکن یہ خطرے کا جھوٹا اعلان ثابت ہوا پھر ایک بڑا ہجوم اس مقام کی طرف بڑھنے لگا جہاں گولیاں چلائی گئی تھیں۔ یہ لوگ ایک شخص کے قریب کھڑے ہوئے تھے جو زمین پر پڑا تھا اور جس کا داہنا بازو اور بائیں ٹانگ کاٹ دی گئی تھی۔ یہ بات ناقابل فہم تھی کہ وہ صرف ایک بازو اور ایک ٹانگ کے ساتھ کس طرح گھسٹتا ہوا کیمپ تک آ گیا تھا۔ کٹا ہوا بازو اور ٹانگ جن سے خون ٹپک رہا تھا اس کی پشت پر بندھی ہوئی تھی اور لکڑی کا ایک چھوٹا سا تختہ بھی ان سے منسلک تھا اس تختہ پر ایک طویل عبارت لکھی ہوئی تھی جو گالیوں سے بھرپور تھی اور وہ عبارت یہ تھی کہ یہ ظلم و تشدد ایسے ہی ظلم و تشدد کے بدلے میں کیا گیا تھا جو سرخ فوج کے ایک دستے نے کیا تھا۔ ایک ایسا دستہ جس کا فارسٹ کی فوج سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ ایسا ہی سلوک ہنگامی فوج کے تمام سپاہیوں سے کیا جائے گا تاوقتیکہ وہ ایک مقررہ تاریخ تک ہار نہ مان لیں اور اپنے اسلحہ جنرل وِکٹن کے فوجی دستوں کے نمائندوں کے حوالے نہ کر دیں۔

زیادہ خون ضائع ہو جانے کی وجہ سے اس پر غشی کے دورے پڑ رہے تھے مرتے ہوئے آدمی نے

انھیں لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں اس ظلم و تشدد کی داستان سنائی جو دشمن کے تحقیقاتی اور سزا دینے والے دستوں نے اس پر توڑے تھے۔ اس کی اپنی موت کی سزا اب تخفیف کردی گئی تھی اور بجائے پھانسی دینے کے انھوں نے اس کا بازو اور ٹانگ کاٹ دی تھی تاکہ اسے کیمپ میں بھیج کر ہنگامی فوج میں دہشت پھیلا سکیں۔ وہ لوگ اسے کیمپ کے پہرے تک لے آئے تھے جہاں انھوں نے اسے اتار دیا تھا اور گھسٹنے کا حکم دیا تھا۔ انھوں نے ہوائی فیر کرکے اسے آگے گھسٹنے پر مجبور کیا تھا۔ وہ اپنے ہونٹ بھی مشکل سے ہلا سکتا تھا۔ اسکی ناقابل سماعت آواز سننے کے لئے مجمع کے لوگ اس کے چاروں طرف نیچے کو جھک گئے تھے وہ کہہ رہا تھا "ساتھیو، چوکنے رہو، وہ اندر گھس آیا ہے۔"

"گشتی دستے کافی تعداد میں بھیج دیئے گئے ہیں بڑے پیمانہ پر لڑائی ہو رہی ہے۔ ہم اسے روک دینگے۔"

"وہاں ایک خلا بھی ہے۔ وہ اچانک حملہ کرنا چاہتا ہے۔ میں جانتا ہوں۔۔۔۔ اب میں زیادہ نہیں بول سکتا۔ میں خون تھوک رہا ہوں۔ میں ایک لمحہ کے اندر مر جاؤں گا۔"

"تھوڑا آرام کرو۔ خاموش رہو۔ کیا تم لوگ یہ نہیں دیکھ رہے ہو کہ یہ اس کے لئے بُرا ہے۔ بے رحم درندو!"

اس آدمی نے پھر کہنا شروع کیا۔ "اس نے مجھ پر عمل شروع کر دیا۔ شیطان! اس نے کہا 'تم اپنے خون میں نہاؤ گے تاوقتیکہ تم مجھے یہ نہ بتا دو کہ تم کون ہو۔ اور میں اسے کیسے بتا سکتا تھا۔ میں بھی ایک مفرور کی طرح ہوں؟ میں اس کے پاس سے بھاگ کر یہاں آ رہا تھا۔"

"تم یہی کہے جا رہے ہو کہ 'وہ' وہ کون تھا جس نے تمہارے ساتھ یہ سلوک کیا؟"

"مجھے ذرا سانس تو لینے دو۔۔۔ میں تمہیں بتاؤں گا۔ ہٹ مین بجشن۔ کرنل اسٹریس دشمن کے آدمی یہاں تم لوگ نہیں جانتے کہ حالات کیا ہیں۔ سارا شہر کراہ رہا ہے۔ وہ لوگوں کو زندہ ابال دیتے ہیں۔ وہ انکی بوٹیاں کاٹتے ہیں۔ وہ تمہاری گردن پکڑ کر اندر دھکیل دیتے ہیں تم یہ بھی نہیں جانتے کہ کہاں ہو، وہاں سخت اندھیرا ہوتا ہے۔ تم چاروں طرف ٹٹولتے ہو اور اپنے آپ کو ایک پنجرے میں پاتے ہو۔ ایک مال گاڑی کے ڈبے کے اندر۔ اس پنجرے میں چالیس سے زیادہ آدمی ہوتے ہیں اور سب صرف جانگیوں میں۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد وہ لوگ دروازہ کھولتے ہیں اور جو کوئی سامنے پڑتا ہے اسے نکال لیتے ہیں۔ بالکل ایسے ہی جیسے چوہے کو حلال کرنے کے لئے پکڑا جاتا ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کچھ کو وہ پھانسی دیدیتے ہیں

مجھ کو گولی مار دیتے ہیں۔ مجھ سے سوالات کرتے ہیں۔ وہ مار مار کر بھرکس نکال دیتے ہیں۔ وہ زخموں میں نمک بھر دیتے ہیں اوپر کھولتا ہوا پانی ڈالتے ہیں۔ جب کوئی قے کرتا ہے یا کسی کو اجابت ہو جاتی ہے تو وہ اسے کھا لینے پر مجبور کرتے ہیں۔ اور جہاں تک بچوں اور عورتوں کا سوال ہے۔ او خدا!"

وہ بدنصیب شخص آخری سانس لے رہا تھا۔ اس نے ایک چیخ ماری اور جملہ ختم کئے بغیر مر گیا۔ کسی نہ کسی طرح ان سب کو یہ بات فوراً ہی معلوم ہو گئی اور سب نے اپنی ٹوپیاں اتاریں اور سینوں پر صلیب کا نشان بنایا۔ اسی طرح رات کو ایک اس سے بھی زیادہ دہشتناک حادثہ کی خبر کیمپ میں پھیل گئی۔ میقل اس مجمع میں موجود تھا جو مرتے ہوئے آدمی کے گرد جمع تھا۔ اس نے اسے دیکھا تھا۔ اس کے الفاظ سنے تھے اور تختے پر لکھی ہوئی عبارت پڑھی تھی اسے جو برابر یہ خوف تھا کہ اس کے مر جانے پر اس کے گھر والوں کا کیا ہوگا' اب اس میں اور اضافہ ہو گیا۔ اس نے تصور کے عالم میں دیکھا کہ انھیں اذیتیں پہنچائی جا رہی ہیں اس نے ان کے چہروں پر تکلیف اور کرب کی علامتیں دیکھیں اور مدد کے لئے ان کے چیخنے چلانے کی آوازیں سنیں انتہائی یاس انگیز کرب کے عالم میں ان کی آئندہ کی تکالیف کو روکنے اور اپنی تکلیفوں کا خاتمہ کرنے کے لئے اس نے انھیں خود ہلاک کر دیا اور اپنی بیوی اور تین بچوں کو اسی تیز دھار کلہاڑی سے ہلاک کر دیا جس سے وہ اپنی دو چھوٹی لڑکیوں اور لڑکے کے لئے کھلونے بنایا کرتا تھا۔ یہ تینوں بچے اسے بہت عزیز تھے۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اس نے خود اس کے فوراً بعد ہی خودکشی نہیں کی۔ وہ کیا سوچ رہا تھا؟ اب وہ کس چیز کی توقع رکھتا تھا؟ اس کے کیا ارادے اور کیا منصوبے ہو سکتے تھے؟ یہ خرابیٔ دماغ کا کھلا ہوا کیس تھا اور اب اسے کسی طرح نہیں بچایا جا سکتا تھا۔ لیبر مینیں' ڈاکٹر اور فوجی سوویت کے ممبر اس سوال پر غور کر رہے تھے کہ اس کے ساتھ کیا کارروائی کی جائے۔ اور وہ آزادی کے ساتھ کیمپ میں گھومتا پھرتا تھا اس کا سر نیچے کو جھکا ہوا تھا۔ اور اس کی گدلی اور زرد آنکھیں چمکتی رہتی تھیں۔ غیر انسانی اور ناقابل تجزیہ کرب و اذیت کے اثرات اس کے چہرے پر ہمیشہ موجود رہتے تھے۔ کسی شخص کو اس پر ترس نہیں آتا تھا۔ ہر شخص اس سے بچتا تھا۔ کچھ لوگ کہتے تھے کہ اسے پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے لیکن ان کا یہ مشورہ قبول نہیں کیا گیا اب اس کے لئے دنیا میں کچھ بھی باقی نہیں رہ گیا تھا۔ صبح سویرے وہ کیمپ سے غائب ہو گیا جیسے کوئی پاگل کتا خود اپنے آپ سے دور بھاگتا ہے۔

(۹)

سردی کا سخت موسم آ گیا۔ اور شدید برف گرنے لگی۔ برفانی کہر میں سے غیر متعلق آوازیں اور شکلیں ابھرنے

لگیں جو ساکت رہتی تھیں، پھر نقل و حرکت کرتی تھیں اور غائب ہو جاتی تھیں۔ سورج اب وہ سورج نہیں رہا تھا جس کی زمین عادی تھی۔ وہ اس کی تبدیل شدہ شکل معلوم ہوتی تھی۔ اس کا سرخ گولا جنگل کے اوپر لٹکا رہتا تھا اور اس کے اندر سے آہستہ آہستہ دبی دبی کرنیں خواب آلود کیفیت یا پریوں کی داستان کی طرح درختوں پر پھیلتی رہتی تھیں۔ نظر نہ آنے والے قدم جنھوں نے فیلٹ بوٹ پہن رکھے تھے اور جو نرم تلووں سے زمین پر چل رہے تھے۔ لیکن اس کے باوجود ان کے چلنے سے ہر قدم پر برف چٹخنے لگتی تھی، ہر طرف پھر رہے تھے جبکہ ان کے ہٹے کٹے ہوئے سر اور سمور کی جاکٹوں میں ملبوس جسم بالائی فضا میں غیر مرئی وجودوں کی مانند تیرتے پھر رہے تھے۔ دوست رک کر آپس میں باتیں کرتے تھے۔ ان کے چہرے ایک دوسرے کے قریب ہوتے تھے اور وہ جذبات کی شدت سے اس قدر سرخ ہوتے تھے جیسے تیز گرم پانی سے غسل کیا ہو۔ ان کے منہ سے تیز بھاپ نکلتی تھیں جو ان الفاظ کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہوتی تھیں جو وہ اپنے منہ سے ادا کرتے تھے۔ فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے ڈاکٹر کی ملاقات لبیرئیس سے ہو گئی۔

"ہیلو! اجنبی! آج شام کو میری خندق میں آؤ۔ رات وہیں گذارنا۔ ہم باتیں کریں گے۔ کچھ خبریں بھی ملی ہیں۔"

"کیا ہرکارہ واپس آ گیا؟ واری کینو سے کوئی خبر آئی؟"

"تمہارے یا میرے گھر والوں کے متعلق کوئی خبر نہیں ملی۔ اسی سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ وہ یقیناً وقت پر بچ کر نکل گئے ہوں گے۔ ورنہ ہمیں ضرور کچھ نہ کچھ خبر ملتی۔ ہم آج رات کو اس کے متعلق باتیں کریں گے۔ میں تمہارا انتظار کروں گا۔" اسی روز شام کو لبیرئیس کی خندق میں جا کر ڈاکٹر نے اپنا سوال دہرایا۔ "تم نے ہمارے گھر والوں کے متعلق کیا سنا ہے؟ بس مجھے اتنا بتا دو۔"

"تم اپنی ناک سے آگے کچھ نہیں دیکھنا چاہتے۔ جہاں تک میں جانتا ہوں وہ لوگ محفوظ اور بخیریت ہیں۔ لیکن اصل بات تو یہ ہے کہ یہ خبر بہت رنگین ہے۔ کچھ ٹھنڈا گوشت کھاؤ۔"

"نہیں شکریہ۔ اچھا اب بتاؤ بھی، ٹالو مت۔"

"کیا تم واقعی نہیں کھاؤ گے؟ خیر میں تھوڑا سا کھا لوں گا۔ اگرچہ ہمیں اصل میں روٹی اور سبزیوں کی ضرورت ہے۔ فساد خون کا مرض کافی پھیلا ہوا ہے۔ ہمیں گرمیوں میں زیادہ اخروٹ اور بیریاں اکٹھی کر لینی چاہئیے تھیں جبکہ یہاں عورتیں بھی پھل وغیرہ توڑنے کے لئے موجود تھیں۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا ہمارے حالات

بہت اچھے ہیں۔ میں ہمیشہ جو پیشینگوئی کرتا رہا ہوں۔ وہ صحیح ثابت ہو رہی ہے: تکلیف کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔ سارے محاذ پر کولچک کی فوجیں پسپا ہو رہی ہیں۔ انھیں بالکل تباہ کر دیا گیا ہے۔ بچے تم میں ہمیشہ تم سے کیا کہا کرتا تھا۔؟ کیا تمھیں یاد ہے کہ تم کس طرح بسور اکرتے تھے؟"

"میں کب بسورتا تھا؟"

"ہمیشہ۔ خاص طور پر جب دشمن کی فوجیں ہمیں دبا رہی تھیں۔"

ڈاکٹر کو خزاں کا وہ موسم یاد آ گیا جب غداروں کو گولی ماری گئی تھی۔ ہیفل نے اپنی بیوی اور بچوں کو ہلاک کر دیا تھا۔ قتل و غارت گری کا سلسلہ جس کا کوئی خاتمہ ہوتا نظر نہیں آتا تھا۔ سفید اور سرخ فوجیں مظالم کرنے میں ایک دوسرے سے بازی لے جانا چاہتی تھیں۔ ایک ظلم سے دوسرا ظلم پیدا ہوتا تھا۔ خون کی بو اسکی ناک اور گلے میں بھر گئی تھی ، اس سے اس کا دم گھٹنے لگتا تھا۔ متلی ہونے لگی تھی، وہ اس کے دماغ کو چڑھ گئی تھی اور اس کا سر چکرانے لگا تھا۔ وہ بسورتا تو نہیں تھا۔ وہ ایک بالکل ہی مختلف چیز تھی لیکن وہ یہ سب کچھ لبریئس کو کس طرح سمجھا سکتا تھا۔ خندق میں لکڑی کی بنی ہوئی مشعلوں سے روشنی ہو رہی تھی جو ایک دھات کے بنے ہوئے ہولڈر میں لگی ہوئی تھیں۔ ان میں سے تارکول کی بو آ رہی تھی۔ جب ایک مشعل جل جاتی اور اس کا بجھا ہوا انگارہ نیچے پانی کے بھرے ہوئے ایک برتن میں گر جاتا، تو لبریئس ایک نئی مشعل جلا دیتا تھا۔

"دیکھتے ہو، مجھے کیا جلانا پڑتا ہے؟ تیل بالکل نہیں ہے اور لکڑیاں بالکل سوکھ گئی ہیں اور بہت جلد جل جاتی ہیں۔ کیا تم واقعی یہ گوشت نہیں کھاؤ گے؟ فساد خون کے متعلق تم اسٹاف میٹنگ بلا کر ہمیں اس کے متعلق لکچر کیوں نہیں دیتے اور یہ کیوں نہیں بتاتے کہ اس کا علاج کیا ہو سکتا ہے؟"

"خدا کے لئے مجھے پریشان مت کرو۔ تم ہمارے گھر والوں کے متعلق کیا جانتے ہو؟"

"میں تمھیں بتا چکا ہوں۔ رپورٹ سے کوئی یقینی بات معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن میں نے تمھیں وہ بڑی بات نہیں بتائی جو مجھے تازہ ترین اعلانات سے معلوم ہوئی ہے۔ خانہ جنگی ختم ہو چکی ہے۔ کولچک کی فوجیں تباہ کر دی گئی ہیں۔ سرخ فوج کا دوسرا حصہ تیزی کے ساتھ اس طرف آ رہا ہے۔ اور ہم ان کے ساتھ مل کر عقب میں کافی تعداد میں سفید فوج کا صفایا کر دیں گے جو منتشر ہو چکی ہے۔ تمام جنوبی روس کا علاقہ دشمن سے پاک ہو چکا ہے۔ ارے، تم خوش کیوں نہیں ہو؟ کیا یہ تمھارے لئے کافی نہیں ہے؟"

"میں تو خوش ہوں۔ لیکن ہمارے گھر والے کہاں ہیں؟"

"وادی کینو میں نہیں ہیں اور یہ خوش قسمتی کی بات ہے۔ یہ نہیں کہ اس مجنونانہ کارروائی کی تصدیق ہو گئی ہے جس کے متعلق کینڈوورسکی نے تمہیں بتایا تھا۔ تم نے گذشتہ گرمیوں میں وہ افواہ سنی تھی جس میں بتایا گیا تھا کہ پراسرار قسم کے اجنبی لوگوں نے وادی کینو پر حملہ کر دیا تھا؟ میرا ہمیشہ یہی خیال رہا تھا کہ وہ سب بکواس تھی۔ لیکن گاؤں خالی پڑا ہے اس لئے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کچھ نہ کچھ ہوا ضرور تھا اور یہ بہت اچھی بات ہے کہ وہ لوگ بروقت وہاں سے نکل گئے اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ واقعی چلے گئے۔ وہاں جو چند لوگ باقی رہ گئے ہیں۔ میری اطلاع کے مطابق ان لوگوں کا یہی خیال ہے!"

"اور یوریاتن؟ وہاں کیا ہوا؟ وہاں کس کا قبضہ ہے؟"

"یہ ایک اور لغویت ہے۔ یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔"

"کیا؟"

"سنتے ہیں کہ سفید فوج ابھی تک وہیں ہے۔ لیکن یہ بات قطعی ناممکن معلوم ہوتی ہے۔ میں یہ ثابت کر دوں گا۔ تم خود دیکھ لو گے۔" اس نے ہولڈر میں ایک اور مشعل لگائی اور ایک پھٹا ہوا نقشہ نکال کر اسے اس طرح تہہ کیا کہ جس ضلع کا وہ ذکر کر رہا تھا وہ اوپر کی طرف رہا۔ پھر اس نے پنسل ہاتھ میں لے کر صورت حال سمجھائی۔

"دیکھو۔ یہ وہ حصے ہیں جہاں سفید فوج کو پیچھے دھکیل دیا گیا ہے۔ یہاں، اور یہاں، اور یہاں۔ اس تمام علاقہ میں۔ کیا تم سمجھ رہے ہو؟"

"ہاں"

"تو ان لوگوں کے یوریاتن کے قریب ہونے کا امکان نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ان کا مواصلاتی نظام کٹ جانے کی وجہ سے وہ لوگ ضرور پکڑے جاتے۔ یہ بات تو ان کے کمانڈر بھی سمجھ سکتے ہیں۔ خواہ وہ کتنے ہی نااہل کیوں نہ ہوں۔ تم اپنا کوٹ کیوں پہن رہے ہو؟ کہاں جا رہے ہو؟"

"میں ابھی واپس آتا ہوں۔ یہاں بہت دھواں ہے اور میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔ میں ذرا باہر ہوا میں سانس لینے جا رہا ہوں۔" باہر نکل کر ڈاکٹر نے لکڑی کے اس کندے پر سے برف جھاڑی جو خندق کے دروازے پر رکھا ہوا تھا اور اس پر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنی کہنیاں گھٹنوں پر ٹکا کر اپنا

سر ہاتھوں سے تھام لیا۔ جنگلی جھاڑیاں، کیمپ اور اٹھارہ مہینہ کا وہ زمانہ جو اس نے ہنگامی فوج کے ساتھ گزارا تھا۔ یہ سب اس کے ذہن سے نکل گئے۔ وہ ان کے بارے میں سب کچھ بھول گیا۔ اس کا ذہن محض اپنے پیاروں کی یاد سے معمور تھا اور تمام دوسرے خیالات اس کے دماغ سے نکل گئے تھے اس نے ان کے انجام کے بارے میں سوچا اور ان کی شکلیں اس کی نظروں کے سامنے پھر گئیں ہر ایک شکل پہلی شکل سے کہیں زیادہ بھیانک تھی۔ اس نے تونیا کو برف کے شدید طوفان میں ایک کھیت میں چلتے ہوئے دیکھا، وہ ساشا کو گود میں لئے ہوئی تھی۔ اور اسے بار بار کمبل میں لپیٹتی جاتی تھی اور اس کے پیر گہری برف میں دھنسے جا رہے تھے، وہ بمشکل چل سکتی تھی۔ وہ اپنا پورا زور لگاتی لیکن برف کا طوفان اسے آگے نہیں بڑھنے دیتا تھا، وہ لڑکھڑا کر گر پڑتی پھر اٹھ کھڑی ہوتی۔ کمزوری کی وجہ سے وہ پیروں پر کھڑی بھی نہیں ہو سکتی تھی، ہوا کے جھکڑ اسے گرائے دیتے تھے اور برف اسے ڈھانکے دیتی تھی ارے! لیکن وہ بھول رہا ہے، اس کے ساتھ دو بچے ہیں اور وہ چھوٹے بچے کو دودھ پلا رہی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ گھرے ہوئے ہیں، چلکا کے ان مفرور قیدیوں کی طرح جو تھک کر گر گئے تھے اور رنج اور تکان کی وجہ سے پاگل ہو گئے تھے۔ اس کے دونوں ہاتھ گھرے ہوئے ہیں اور قریب میں کوئی بھی اس کی مدد کرنے کو نہیں ہے۔ ساشا کا باپ غائب ہو گیا۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے۔ وہ کہیں گیا ہوا ہے، وہ ہمیشہ ہی غائب رہتا ہے۔ تمام عمر وہ ان لوگوں سے علیحدہ رہا۔ وہ کیسا باپ ہے؟ کیا ایک حقیقی باپ کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ ہمیشہ علیحدہ رہے؟ اور اس کے اپنے باپ کا کیا ہوا؟ الیگزینڈر الیگزینڈرووچ کہاں ہے؟ اور نیوشا؟ یہ سب لوگ؟ نہ پوچھو تو بہتر ہے۔ بہتر ہے کہ اس کے متعلق سوچا ہی نہ جائے ڈاکٹر اٹھ کھڑا ہوا اور خندق میں واپس جانے کے لئے مڑا۔ اچانک اس کے خیالات نے دوسرا رخ اختیار کیا اور اس نے لیبریئس کے پاس واپس جانے کا ارادہ بدل دیا۔

کافی عرصہ قبل اس نے برف پر پھسلنے کے تختے۔ بسکٹوں کا ایک تھیلا اور دوسری چیزیں چھپا کر رکھی تھیں جن کی اسے چھپ کر فرار ہونے کی صورت میں ضرورت پڑ سکتی تھی۔ اس نے یہ سب چیزیں کیمپ کے باہر ایک درخت کی جڑ میں برف میں گاڑ دی تھیں۔ اس نے وہاں ایک نشان بھی بنا دیا تھا تاکہ انھیں آسانی سے تلاش کر سکے۔ اب وہ مڑ کر پگڈنڈی پر ہوتا ہوا اس طرف گیا جہاں اس نے اپنا یہ خزانہ دفن کیا تھا۔ آسمان بالکل صاف تھا اور چاند نکلا ہوا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ سنتری کس جگہ تعینات تھے اور

شروع میں وہ کامیابی کے ساتھ ان سے بچ کر نکل گیا۔ لیکن جب وہ اس کھلی ہوئی جگہ پر پہنچا جہاں وہ ٹیلہ اور برفانی درخت واقع تھا تو ایک سنتری نے کچھ فاصلہ سے اسے للکارا۔ وہ اپنے برف پر پھسلنے والے تختوں پر بھاگتا ہوا ادھر آیا اصاف پر سیدھا کھڑا ہو کر اس کی طرف بڑھا۔

"ٹھیر جاؤ ورنہ میں گولی مار دوں گا۔ تم کون ہو؟ شناخت کا لفظ؟"

"تمہیں کیا ہو گیا ہے بھئی؟ کیا تم مجھے نہیں جانتے؟ میں کیمپ کا ڈاکٹر ہوں، ژواگو"

"معاف کرنا، کامریڈ ژیواگ۔ میں نے تمہیں پہچانا نہیں تھا۔ میرا مطلب بدتمیزی کرنا نہیں تھا پھر بھی تم ژیواگ ہو یا نہیں ہو، میں تمہیں اس سے آگے جانے کی اجازت نہیں دوں گا۔ حکم تو حکم ہی ہے"

"جیسا تم چاہو۔ شناخت کا لفظ "سرخ سائبیریا" ہے اور اس کا جواب ہے "مداخلت کرنے والوں کی تباہی"۔"

"اب ٹھیک ہے۔ جاؤ آگے جاؤ۔ تم اتنی رات گئے کس فکر میں ہو؟ کیا کوئی بیمار ہے۔"

"میں پیاسا تھا اور مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ باہر جا کر ہوا میں سانس لوں اور تھوڑی سی برف کھاؤں۔ پھر میں نے یہ برفانی درخت اور اس کی برف میں دبی ہوئی بیریاں دیکھیں میں جا کر تھوڑی سی بیریاں توڑنی چاہتا ہوں۔"

"جیسے یہ بھی شریف آدمیوں کا سا نظریہ ہو! کبھی کسی کو سردیوں کے موسم میں بیریاں توڑتے ہوئے نہیں سنا! ہم لوگ تین سال تم سب لوگوں کی عقلوں کا فتور دور کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ لیکن تم لوگ اب بھی ویسے ہی ہو۔ اچھا ٹھیک ہے۔ جاؤ اور جا کر اپنی بیریاں توڑو، پاگل آدمی میں اسکی کیا پرواہ کرتا ہوں؟"

اور جس تیزی سے وہ آیا تھا اتنی ہی تیزی کے ساتھ بھاگتا ہوا سنتری واپس چلا گیا اور اپنے برف پر پھسلنے والے تختوں پر سیدھا کھڑا ہو کر برف پر چلتا ہوا دور فاصلہ پر غائب ہو گیا۔ ڈاکٹر پگڈنڈی پر چلتا ہوا برفانی درخت تک پہنچا جس کا ابھی اس نے ذکر کیا تھا۔ آدھا درخت برف میں دبا ہوا تھا اور آدھا برف میں جمی ہوئی پتیوں اور بیریوں سے لدا تھا اور اسکی دو سفید شاخیں اسکی طرف پھیلی ہوئی تھیں جنھیں دیکھ کر اسے لارا کی توانا اور سفید باہیں یاد آ گئیں اور اس نے وہ ٹہنیاں پکڑ کر اپنی طرف کھینچیں۔ اس کے جواب میں درخت نے برف کو اس کے اوپر جھاڑ دیا۔ بغیر یہ محسوس کئے

کہ وہ کیا کہہ رہا تھا، وہ بڑبڑایا۔ "میں تمہیں ڈھونڈھ لوں گا، میری حسینہ، میری محبوبہ، میری برفانی دیوی میری زندگی۔" آسمان بالکل صاف تھا۔ اور چودھویں کا چاند چمک رہا تھا۔ وہ جھاڑیوں کے گھنے جنگل میں دور تک چلا گیا۔ نشان لگے ہوئے درخت تک گیا۔ اپنی چیزیں کھود کر نکالیں اور کیمپ سے فرار ہو گیا

تیرؔھواں باب

# اس گھر کے سامنے

(۱)

مرچنٹ اسٹریٹ یوریاتن کے بالائی حصہ میں مکانوں اور گرجا گھروں کے قریب سے ہوتی ہوئی سانپ کی طرح بل کھاتی گذرتی تھی۔ ایک کونے میں وہ سیاہی مائل عمارت تھی جس پر عورتوں کے مجسمے بنے ہوئے تھے۔ اس عمارت کے نچلے حصے کے چوکور پتھروں پر حکومت کے تازہ اعلانات اور اخبارات کے صفحات چسپاں تھے۔ اور قریب ہی کچھ لوگ خاموش کھڑے ان اعلانات کو بغور پڑھنے میں مصروف تھے۔ برف پگھلنے کے بعد اب موسم خشک اور کہر آلود تھا۔ اب دن کے اس حصہ میں بھی روشنی ہوتی تھی جبکہ چند ہفتے قبل اس وقت سخت اندھیرا ہوا کرتا تھا۔ موسم سرما کے خاتمے سے جو خلا پیدا ہوا تھا اسے شام کی اس روشنی نے پُر کر دیا۔ لیکن یہ روشنی لوگوں کے دلوں میں عجیب بے چینی سی پیدا کر دیتی۔ ایسا معلوم ہوتا کہ دور سے کسی کی پکار سن کر ہر کوئی چوکنا سا ہو جاتا ہے۔ سفید روسی حال ہی میں شہر کا قبضہ چھوڑ کر گئے تھے اور اب شہر سُرخ فوج کے قبضہ میں تھی۔ بمباری، خون خرابہ اور زمانہ جنگ کے تفکرات ختم ہو چکے تھے۔ لیکن لوگ موجودہ صورت حال سے بھی پریشان تھے بالکل اسی طرح جیسے موسم سرما کے خاتمہ پر دن طویل ہو جانے کے بعد لوگوں کو ایک نئی فکر دامنگیر ہوتی ہے۔ دیوار پر جو اعلانات چسپاں تھے ان میں سے ایک میں کہا گیا تھا؟

"مستحق افراد مزدوری کی کتابیں (ورک بک) پچاس روبل فی کس ادا کر کے دفتر خوراک۔ یوریاتن سوویٹ۔ ۵ اکتوبر اسٹریٹ (سابق گورنر اسٹریٹ) کمرہ ۱۳۷ سے حاصل کر سکتے ہیں۔ جب کسی کے پاس

ورک بک نہیں ہوگی یا جو کوئی اس میں غلط اندراج کرے گا یا (اور بھی مصیبت میں پھنسنے کے لئے) دانستہ غلط بیانی سے کام لے گا یا فراڈ کرے گا اسے زمانہ جنگ کے قوانین کے تحت سخت ترین سزا دی جائے گی۔ ورک بک کے صحیح استعمال کی ہدایات سالِ رواں کے گزٹ ۸۶ (۱۰۱۳) میں شائع کردی گئی ہیں اور یوریاتن کے دفتر خوراک کمرہ ۱۳۷ میں آویزاں ہیں۔" ایک اور حکمنامہ میں کہا گیا تھا کہ شہر میں کافی اشیائے خوراک موجود ہیں لیکن بعض بورژوا (سرمایہ داروں) نے تقسیم اجناس کا کام درہم برہم کرنے اور انتشار پھیلانے کے لئے اناج چھپا رکھا ہے۔ حکمنامہ کے آخری الفاظ یہ تھے: "اگر کوئی خوراک کو چھپا کر جمع رکھنے کا مجرم پایا گیا تو اسے فوراً موقع پر ہی گولی ماردی جائے گی۔"

ایک تیسرے حکمنامہ میں کہا گیا تھا: "جن لوگوں کا تعلق سرمایہ دار طبقے سے نہیں ہے انھیں صارفوں کی انجمن کا ممبر بنایا جائے گا۔ تفصیلات دفتر خوراک۔ یوریاتن سوویٹ۔ ۵ اکتوبر اسٹریٹ (سابق گورنمنٹ سٹریٹ) کمرہ ۱۳۷ سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔" سابق فوجیوں کو اعلان میں خبردار کیا گیا تھا: "جو لوگ اپنے اسلحہ حکام کو واپس نہیں کریں گے یا نئے اجازت ناموں کے بغیر اسلحہ لے کر چلیں گے ان کے خلاف سخت ترین قانونی کاروائی کی جائے گی۔ نئے اجازت نامے دفتر یوریاتن انقلابی ملٹری کمیٹی۔ ۶ اکتوبر اسٹریٹ کمرہ ۶۳۳ سے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔"

(۲)

اس عمارت کے سامنے جو لوگ جمع تھے ان میں ایک ایسا آدمی بھی آکر شامل ہوگیا جو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی ابھی جنگل سے آیا ہے۔ سوکھ کر کانٹا۔ ملے دلے غلاظت کے اس کا رنگ سیاہ پڑا ہوا تھا۔ اس نے کندھے پر ایک تھیلا ڈال رکھا تھا اور ہاتھ میں ایک چھڑی لئے ہوئے تھا۔ اس کے سر کے گندے اور گھنے بالوں میں ابھی کوئی سفید بال نمودار نہیں ہوا تھا تاہم اس کی داڑھی کے سرخی مائل نوکیلے اور سخت بال کہیں کہیں سے رنگ بدل رہے تھے۔ یہ تھا یوری آندریے وچ۔ اس کی پوستین یا تو کسی نے راستے میں چھین لی تھی یا پھر اس نے کھانے پینے کی اشیا حاصل کرنے کے لئے خود ہی اس کا سودا کر ڈالا تھا۔ اس کا پتلا۔ چیتھڑے لگا اور آدھی آستینوں کا کوٹ جو اسے سردی تک سے نہیں بچا سکتا تھا غالباً اسی تبادلہ اجناس کی یادگار تھا۔ اس کے تھیلے میں ایک روٹی کی بچی کھچی اور ذرا سی گردے کی چربی رہ گئی تھی۔ ڈبل روٹی شہر کے قریب ہی کسی نے اسے بطور خیرات دی تھی۔ وہ کوئی ایک گھنٹہ قبل یوریاتن کے مضافات میں پہنچ گیا تھا مگر

وہاں سے یہاں تک پہنچنے میں اسے اتنا وقت لگ گیا۔ گذشتہ چند روز کی تھکاوٹ کے بعد اب نقاہت کا یہ عالم تھا کہ اس کے لئے ایک ایک قدم سو سو من کا ہو رہا تھا۔ وہ جگہ جگہ رکا۔ اور گرتے بال بال بچا۔ بار بار اس کے دل میں خیال آیا کہ وہ گھٹنوں کے بل جھک کر اس شہر کے پتھروں کو بوسہ دے جسے دوبارہ دیکھنے سے وہ تقریباً مایوس ہو چکا تھا۔ اس شہر کو دیکھ کر وہ مارے خوشی کے پھولا نہیں سمایا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اسے اس کا عزیز ترین دوست مل گیا ہو۔ اپنے طویل پیدل سفر میں آدھا راستہ اس نے ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ چل کر طے کیا۔ لائن زیرِ استعمال نہیں تھی اور برف میں دبی پڑی تھی۔ جگہ جگہ اسے ریل گاڑیاں ملیں جو سفید روسی چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ یہ گاڑیاں بیکار کھڑی تھیں۔ کولچک کی شکست، ایندھن کی قلت اور برف کے طوفان نے انھیں بیکار کر دیا تھا۔ اب یہ گاڑیاں بعض اوقات میلوں تک برف تلے دبی ہوئی تھیں۔ ان میں سے بعض لٹیروں کی کمین گاہ بنی ہوئی تھیں یا بھاگے ہوئے مجرموں یا سیاسی مفروروں کی پناہ گاہ — یہ آخرالذکر طبقہ اس زمانہ میں آوارہ گردی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور تھا لیکن بیشتر برف پوش گاڑیاں اس علاقہ میں سردی اور ٹائفس سے مرنے والوں کا قبرستان بنی ہوئی تھیں۔ ٹائفس لائن کے ساتھ ساتھ دیہات کے دیہات کا صفایا کر چکا تھا۔

یہ وہ زمانہ تھا جس نے اس قدیم محاورہ کی واقعی تصدیق کر دی تھی کہ "انسان۔ انسان کیلئے بھیڑیے کی حیثیت رکھتا ہے"۔ مسافر دوسرے مسافر کو دیکھ کر فوراً سڑک سے ہٹ جاتا۔ اجنبی دوسرے اجنبی کو دیکھتے ہی ہلاک کر دیتا تاکہ کہیں دوسرا اسے قتل نہ کر ڈالے۔ کہیں کہیں مردم خوری کے واقعات بھی پیش آئے تھے۔ انسانی تہذیب کے قوانین معطل ہو چکے تھے، ہر طرف جنگل کے قانون کا دور دورہ تھا۔ آج انسان قبل از تاریخ کے دھات اور پتھر کے زمانے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ کہیں کہیں یوری آندرے وچ کو بھی خندق پار کرتے یا سڑک سے گذرتے ہوئے کوئی تاریک انسانی سایہ دکھائی دے جاتا۔ جہاں تک ممکن ہوتا وہ ان سے بچ کر نکلنے کی کوشش کرتا۔ مگر بعض اوقات ان میں کوئی جانی پہچانی صورت دکھائی دے جاتی۔ اسے خیال آتا کہ اس نے ان میں سے اکثر کو ہنگامی فوج کے کیمپ میں دیکھا ہے۔ بسا اوقات اسے دھوکا ہوتا لیکن ایک مرتبہ تو وہ بالکل صحیح نکلا۔ برف میں دبی ہوئی ایک ریل گاڑی کے ڈبہ سے ایک لڑکا برآمد ہوا تو یوری نے اسے پہچان لیا کہ وہ ترفاریسٹ

کی فوج کا سپاہی تارینی گاوزین ہے جس کے متعلق عام خیال یہ تھا کہ اسے گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا ہے درحقیقت وہ گولی لگنے سے صرف شدید زخمی ہو کر بے ہوش ہو گیا تھا۔ جب اسے ہوش آیا تو وہ رینگتا ہوا اس جگہ سے کھسک گیا جہاں اسے اور اس کے ساتھیوں کو گولی ماری گئی تھی۔ وہ زخموں کے بھرنے تک جنگل میں روپوش رہا اور اب اپنا ایک فرضی نام رکھ کر یتیوو ژ دوژنسک جا رہا تھا۔ وہ دور سے کسی انسان کی آہٹ سنتا تو برف میں دبی ہوئی ریل گاڑی میں چھپ جاتا۔ یہ مناظر اور یہ واقعات ایک مبہم سی اجنبیت کے حامل تھے جیسے کسی ایسے سیارہ کی زندگی کی جھلکیاں ہوں جو اب کسی نہ کسی طرح لڑھکتا ہوا کرۂ ارض پر آ گیا ہو۔ صرف فطرت ہی تاریخ کی کسوٹی پر پوری اتری اور اس نے جدید آرٹ کا روپ دھار لیا۔

کبھی کبھی پُرسکون شام آتی جبکہ شفق پھولتی صنوبر کے درخت جو جھٹپٹے میں سیاہ سایوں کی طرح دکھائی دیتے اور سیاہ زنجمت کے نالے میں سیاہی مائل برف۔ بڑے بڑے سفید برف کے تودوں کے درمیان بہتی اور بہتے ہوئے پانی سے ان تودوں میں جس جگہ گڈھا پیدا ہوا تھا وہ سیاہ ہو گئی تھی۔ ایک آدھ گھنٹہ کے اندر یوریاتن میں ایسی ہی شام ہونے والی تھی۔ کہر آلود، بھوری، شفاف اور نرم جیسے بلی کی ملائم جلد۔ ڈاکٹر کا ارادہ مجسموں والے مکان پر چسپاں کئے ہوئے نوٹس پڑھنے کا تھا لیکن اس کی نظریں برابر بھٹک کر سڑک کے پار والے مکان کی تیسری منزل کی کھڑکیوں پر پڑتی رہیں یہ کھڑکیاں ان کمروں کی تھیں جن میں سابق کرایہ داروں کا چھوڑا ہوا فرنیچر بھرا تھا اب ان کھڑکیوں کے شیشوں پر سفیدی نہیں تھی بلکہ ان میں سے دوسری طرف کی چیزیں دکھائی دے رہی تھیں۔ اس کا کیا مطلب؟ کیا پرانے کرایہ دار واپس آ گئے ہیں؟ کیا لارا چلی گئی؟ اور اس کی جگہ کوئی دوسرے لوگ آ گئے جنہوں نے کمروں کی اس ترتیب کو بدل ڈالا؟

ژواگو کے لئے یہ غیر یقینی ناقابل برداشت ہو گئی۔ وہ فوراً سڑک پار کر کے لارا کے مکان تک پہنچنے کے لئے تیزی کے ساتھ زینہ چڑھنے لگا جو اسے بے حد عزیز تھا۔ اس نے جنگل کے کیمپ میں بارہا اس فولادی قدمچوں والے زینہ کو یاد کیا تھا۔ تہہ خانہ کا کمرہ زینہ سے دکھائی دیتا تھا جہاں ٹوٹی ہوئی کرسیاں پرانے برتن اور ٹین کے ٹب وغیرہ ٹھنسے ہوئے رکھے تھے۔ یہ سب چیزیں جوں کی توں رکھی تھیں ان میں اس دوران کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ زینہ نے اس طرح ماضی سے جس وفاداری کا اظہار کیا تھا

اس پر ڈاکٹر زینہ کا واقعی شکر گزار تھا کسی زمانے میں دروازہ پر گھنٹی بجا کرتی تھی مگر ڈاکٹر کی گرفتاری سے قبل ہی اس گھنٹی نے کام کرنا بند کر دیا تھا۔ وہ کنڈی کھٹکھٹانے ہی والا تھا کہ اس نے دیکھا کہ دروازہ پر ایک تالا پڑا ہوا ہے جو خستہ حال دروازے کے نقشین تختوں میں زنجیروں سے جکڑا ہوا ہے۔ پرانے زمانہ میں اس قدر مکمل تباہی کا کوئی تصور تک نہیں کر سکتا تھا۔ تالے ہوتے تو دروازے میں باقاعدہ لگے ہوتے اگر خرابی ہوتی تو دوبارہ مرمت کرا لی جاتی۔ لیکن یہاں تالا زنجیروں میں لٹک رہا ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ اس کی عدم موجودگی میں یہاں صورت حال اور بھی کتنی خراب ہو گئی۔ ڈاکٹر کو یقین تھا کہ لارا اور کاتنکا گھر پر نہیں ہیں۔ ممکن ہے وہ یوریاتن ہی میں نہ ہوں اور کیا خبر زندہ بھی ہیں یا نہیں؟ وہ بدترین خبر سننے کو تیار تھا۔ تاہم اس نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھنے کا فیصلہ کرتے ہوئے دیوار کے شگاف میں چابی تلاش کرنا شروع کر دی جہاں کسی زمانہ میں کاتنکا ایک بڑے چوہے کی موجودگی سے بری طرح خوفزدہ ہو گئی تھی۔ اس نے زور سے دیوار پر ٹانگ ماری تاکہ اگر اب بھی دیوار کی دراڑ میں کوئی چوہا ہو تو وہ وہاں سے بھاگ جائے۔ اسے یہاں کسی قسم کی کامیابی کی کوئی امید نہیں تھی۔ دیوار کے شگاف میں ایک اینٹ رکھی تھی جسے اس نے ہٹا دیا اور اندر ہاتھ ڈال کر ٹٹولنے لگا۔ اوہ! معجزہ۔ واقعی معجزہ۔ شگاف سے چابی نکل آئی اور اس کے ساتھ ایک رقعہ بھی۔ یہ رقعہ بہت طویل تھا۔ زینہ کے قریب کھڑکی کے پاس کھڑے ہو کر اس نے رقعہ پر نظر ڈالی تو ایک اور معجزہ دکھائی دیا۔ یہ خط اس کے اپنے نام تھا۔ اس نے تیزی سے پڑھنا شروع کیا۔

"اوہ میرے خدا۔ کس قدر مقام مسرت ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ تم زندہ ہو۔ واپس آگئے ہو۔ ایک آدمی نے تمہیں شہر کے قریب دیکھا اور فوراً بھاگا ہوا میرے پاس بتانے آیا۔ میرا خیال ہے تم سیدھے واری کینو جاؤ گے۔ لہٰذا میں بھی کاتنکا کو ساتھ لے کر واری کینو جا رہی ہوں۔ لیکن اگر ضرورت پڑی تو چابی میں اس جگہ رکھے جا رہی ہوں جہاں یہ ہوتی ہے۔ میرا انتظار کرنا۔ ادھر ادھر نہ ہو جانا۔ تم دیکھو گے کہ اب میں سامنے والے کمرے استعمال کر رہی ہوں۔ فلیٹ کا حد تک خالی پڑا ہے کیونکہ مجھے بہت سا فرنیچر فروخت کر دینا پڑا۔ میں کچھ کھانے کی چیزیں خاص طور پر ابلے ہوئے آلو چھوڑے جا رہی ہوں۔ پتیلی کے ڈھکن کو وزن رکھ کر دبائے رکھنا ورنہ چوہے کھا جائیں گے۔ میں خوشی سے دیوانی ہوئی جا رہی ہوں۔"

اس نے یہ خط صفحہ کے آخر تک پڑھا مگر الٹ کر دوسری طرف نہیں دیکھا حالانکہ دوسری طرف بھی کچھ

لکھا ہوا تھا۔ اس نے رقعہ کو بوسہ دے کر لپیٹا اور چابی کے ساتھ اپنی جیب میں رکھ لیا۔ اس خوشی کے عالم میں اس نے شدید درد و کرب بھی محسوس کیا۔ کیونکہ لارا داری گینو تو جا رہی ہے مگر اس نے رقعہ میں تو بتایا ہی نہیں کہ وہاں کیوں جا رہی ہے۔ غالباً اس کا خاندان وہاں نہیں تھا۔ یہ سوچتے ہی کہ اس کے بھائی بچے وہاں نہیں ہیں ژواگو کچھ اُداس سا ہو گیا اور اسے ایک قسم کی تشویش دامنگیر ہو گئی۔ اس نے سوچا آخر لارا نے ان لوگوں کے بارے میں کیوں نہیں لکھا؟ اس نے تو ایسا سمجھا ہے جیسے ان کا وجود ہی نہ ہو۔ لیکن اب تاریکی بڑھنے لگی تھی اور اسے دن کی روشنی ختم ہونے تک دو چار ضروری کام کرنے تھے۔ ایک ضروری کام تو یہ تھا کہ وہ سامنے دیوار پر چسپاں سرکاری اعلانات پڑھنا چاہتا تھا۔ اس زمانہ میں ان نئے قواعد و ضوابط سے بے خبر رہنا بڑی مہلک بات تھی۔ ریگولیشن سے بے خبری کی وجہ سے آپ کسی وقت بھی موت کے گھاٹ اتارے جا سکتے تھے۔ وہ نہ مکان میں گیا اور نہ اُس نے تھیلا اپنے شانوں سے اتارا بلکہ سیدھا زینہ اُتر کر سڑک کی دوسری جانب پہنچا اور سرکاری اعلانات پڑھنے لگا۔

دیوار پر اخبارات کے مضامین، جلسوں میں تقریروں کے متن اور اعلانات چسپاں تھے۔ یوری آندرے وچ نے سرخیوں پر نظر ڈالی: "صاحب املاک افراد کی جائداد پر قبضہ۔ قیمت کا تخمینہ اور ٹیکس۔ مزدوروں کے کنٹرول کا قیام۔ فیکٹری اور پلانٹ کمیٹیاں۔" یہ تھے وہ ریگولیشنز جو نئے حکام نے شہر میں داخل ہوتے ہی اس وقت کے رائج قواعد کی جگہ نافذ کئے تھے۔ یوری آندرے وچ نے سوچا کہ نئے قواعد کا نفاذ اس لئے عمل میں آیا ہے تاکہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ نئی حکومت اپنے اصولوں پر کوئی مفاہمت نہیں کرے گی اور اگر سفید روسیوں کے دورِ حکومت کے بعد لوگ یہ حقیقت بھول گئے ہیں تو یاد دہانی کرا دی جائے لیکن یہ ایک ہی جیسے اعلانات بار بار پڑھ کر اس کا سر چکرا گیا۔ وہ سوچ رہا تھا آخر ان کا کس دور سے تعلق ہے؟ یہ پہلی شورش کے زمانے کے اعلانات ہیں یا کہ سفید روسیوں کی بغاوت کے بعد کی حکومت کے؟ کیا یہ اعلانات سالِ گذشتہ مرتب کئے گئے تھے یا اس سے بھی ایک سال قبل۔ زندگی میں صرف ایکبار اس نے عقیدہ کی اس سختی اور یکسوئی پر خود کو پُرجوش پایا تھا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ صرف اتنے سے جرم کی پاداش میں، جو اب اعلانات و مطالبات کی صورت میں سامنے آ رہا ہے۔ وقت کے ساتھ یہ بلند بانگ نعرے اور دعوے پہلے سے بھی زیادہ کھوکھلے ہوتے جا رہے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ اس نے صرف ایک لمحہ کے لئے اس نظریہ کی جو حمایت کی تھی اس کی بنا پر اب اسے ساری زندگی اس کی غلامی

کرنی ہوگی۔ تقریر کے ایک حصہ پر پہنچ کر اس کی آنکھوں میں چمک سی پیدا ہو گئی تھی لکھا تھا۔

"قحط کی رپورٹوں سے مقامی اداروں کی ناقابل یقین ناکارکردگی کا پتہ چلتا ہے۔ وسیع پیمانہ پر رشوت کھیلا جارہا ہے۔ بدعنوانیاں کی جارہی ہیں لیکن ہماری علاقائی میونسپل فیکٹری کمیٹیاں کیا کر رہی ہیں۔ یوریاتن اور رازدیلی کے صنعتی علاقہ میں بڑے پیمانہ پر تلاشیوں، دہشت گردی کی انتہا۔ اور سٹہ بازوں کو فوراً موقع پر گولی مار دینے سے ہی ہمیں اس قحط سے نجات مل سکتی ہے۔" ڈاکٹر نے یہ پڑھ کر دل ہی دل میں سوچا: قابل رشک اندھا پن! عرصہ ہوا روٹی اس روئے زمین سے ناپید ہو چکی۔ اور یہ لوگ ہیں کہ اب روٹی کی باتیں کرتے ہیں۔ اب سٹہ بازوں اور صاحب املاک لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے جبکہ اس سے پہلے ہی قانونی طور پر ان لوگوں کا وجود ختم کیا جا چکا ہے۔ اب کسانوں اور دیہاتوں کا چرچا ہے۔ حالانکہ عرصہ ہوا ان کا وجود تک نہیں رہا کیا ان لوگوں کو اپنے منصوبوں اور اقدامات کا بھی علم نہیں ہے جس نے زندگی کی ہر چیز کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے؟ آخر یہ کس قسم کے لوگ ہیں جو برسہا برس سے ان باتوں کی رٹ لگائے ہوئے ہیں۔ جن کا وجود تک نہیں رہا۔ عرصہ ہوا یہ موضوعات ختم ہو گئے۔ یہ لوگ کچھ جاننے اور دیکھنے کی کوشش تک نہیں کرتے۔ ڈاکٹر کا سر بری طرح چکرا رہا تھا۔ آخر وہ وہیں سڑک کے کنارے بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب اسے ذرا ہوش آیا تو لوگوں نے اس کی مدد کرنا چاہی اور کہا کہ وہ جہاں جانا چاہتا ہے وہ اسے وہیں پہنچا دیں گے لیکن اس نے شکریہ کے ساتھ ان کی یہ پیش کش رد کرتے ہوئے کہا کہ اسے صرف سڑک پار جانا ہے

(۴)

زواگو پھر اوپر گیا اور اب کے اس نے لارا کے مکان کا تالا کھول لیا۔ زینہ میں ابھی تک معمولی روشنی تھی۔ ڈاکٹر خوش ہوا کہ سورج غروب کے معاملہ میں جلد بازی سے کام نہیں لے رہا۔ دروازہ کھلنے کی چرچراہٹ کے ساتھ ہی مکان میں زبردست ہنگامہ شروع ہو گیا۔ اس ویران فلیٹ میں اس کے داخلہ پر استقبال اس طرح ہوا کہ کئی جگہ سے ٹین کے برتن کھڑکھڑائے۔ چوہوں نے برتنوں کی الماریوں سے فرش پر چھلانگیں لگاتے ہوئے ایک افراتفری مچا دی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ یہ چوہے یہاں ہزاروں کی تعداد میں پروان چڑھ رہے ہیں۔ ڈاکٹر نے خود کو چوہوں کے اس طوفان کا مقابلہ کرنے میں بالکل بے بس محسوس کر کے ایک برابر کے کمرہ میں خود کو محصور کرنے کا فیصلہ کر لیا جس کے دروازے اچھی طرح بند ہو سکتے تھے۔ اور جہاں وہ چوہوں کے بلوں کو شیشے کے ٹکڑوں سے بند کر سکتا تھا۔

اس گھر کے سامنے

زوگو اب مکان کے بائیں حصے کی طرف گیا جسے اس نے اب تک نہیں دیکھا تھا۔ تاریک راستہ سے گذر کر وہ ایک روشن کمرہ میں آیا جس کی دو کھڑکیاں سڑک کی طرف کھلتی تھیں۔ ایک کھڑکی کے بالکل سامنے وہ عورتوں کے مجسموں والی بھوری عمارت تھی اور بہت سے آدمی اس کی طرف پشت کئے اعلانات پڑھنے میں مصروف تھے۔ کمرہ میں بھی وہی روشنی تھی جو باہر تھی نئی تازہ اور اوائل بہار کی سحر رنگین روشنی اس سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ کمرہ بھی سڑک کا ہی ایک حصہ ہے فرق صرف یہ تھا کہ لارا کے سونے کے کمرہ میں جہاں وہ کھڑا تھا سڑک سے بھی زیادہ سردی تھی اس دن بعد دوپہر ایک دو گھنٹے قبل جب وہ پیدل چلتا شہر میں داخل ہوا تھا اور اس وقت اس پر نقاہت کا جو دورہ پڑا تھا اس پر غور کرکے اس نے سوچا کہ وہ بیمار ہو گیا ہے۔ یہ سوچتے ہی وہ اچانک سہم کر رہ گیا لیکن کمرہ اور سڑک پر ایک جیسی روشنی کے احساس سے وہ کچھ پُرجوش سا ہو گیا۔ وہ خود کو ان لوگوں میں سے ہی ایک سمجھنے لگا جو باہر کھڑے سردی میں ٹھٹھر رہے تھے۔ وہ اس دور میں دنیا کی عام زندگی اور اس شہر کے مزاج سے خود کو زیادہ قریب محسوس کرنے لگا اور اس طرح اس کے دل سے خوف دور ہو گیا۔ اب اس کے دماغ سے یہ بات نکل گئی تھی کہ کہیں وہ بیمار نہ ہو جائے۔ موسم بہار کی صاف شفاف شام۔ روح میں سرایت کرنے والی روشنی کو اس نے نیک فال سمجھا اور محسوس کیا کہ اس کی دور رس اور موہوم امیدیں ضرور پوری ہوں گی۔ اس نے سوچا سب ٹھیک ہو جائے گا۔ زندگی میں اس کی تمام تمنائیں پوری ہوں گی۔ اسے تمام اسباب راحت حاصل ہوں گے وہ بُرے خیالات کو دل و دماغ سے نکال کر خوش آئند باتیں سوچے گا۔ اور اپنے ان خوابوں کی صحیح تعبیر دیکھنے کے ثبوت میں وہ اب لارا کو دیکھنے کے لئے بُری طرح بے چین تھا۔ اب نقاہت اور مایوسی کی جگہ وہ بہت جوش اور ناقابل برداشت بے چینی محسوس کر رہا تھا۔ دراصل یہ صورت حال ذرا دیر پہلے کی نقاہت سے بھی زیادہ اس بات کی علامت تھی کہ وہ بیمار پڑنے والا ہے۔ چنانچہ اس نے ایک بار پھر محسوس کیا کہ اس کا دل گھر سے باہر جانے کو چاہتا ہے۔ دراصل وہ چاہتا تھا کہ آرام کرنے سے قبل حجامت بنوا لے تاکہ اسے بڑھی ہوئی داڑھی سے نجات مل سکے۔ شہر میں داخل ہوتے ہی اس نے باربر کی دکان تلاش کرنے کی کوشش کی تھی مگر وہ تمام دکانیں جہاں پہلے باربر تھے۔ اب خالی دکھائی دیں یا پھر ان میں دوسرے دکاندار تھے یا ان میں تالے پڑے ہوئے تھے اس کے پاس اپنا کوئی اُسترا نہیں تھا۔ وہ قینچی سے بھی داڑھی کاٹ لیتا لیکن لارا کے سارے مکان اور ڈریسنگ ٹیبل کو اس نے

۴۴۳

چھان مارا مگر کوئی قینچی نہیں ملی۔ اچانک اسے خیال آیا کہ اسپا سکی اسٹریٹ میں ایک درزی کی دکان ہوا کرتی تھی اگر اب بھی یہ دکان ہوئی اور وہ دکان بند ہونے سے پہلے وہاں پہنچ گیا تو ممکن ہے اسے وہاں قینچیوں کا جوڑا مل جائے۔ یہ سوچ کر وہ دکان سے چل پڑا۔

(۵)

ڈاکٹر کی یادداشت نے اسے دھوکا نہیں دیا تھا۔ درزی کا کارخانہ اب تک وہیں تھا جس کا راستہ سڑک کی طرف تھا اور ایک بہت لمبی کھڑکی بھی اس طرف کھلی تھی۔ راہگیروں کو آتے جاتے درزنیں کام کرتی ہوئی صاف دکھائی دیتی تھیں اور تو اور کارخانہ کا آخری کمرہ تک سڑک سے دکھائی دے رہا تھا ہر طرف درزنوں کی ریل پیل تھی۔ ان کے علاوہ کچھ بوڑھی عورتیں بھی تھیں جو غالباً ہاتھ کی سلائی جانتی تھیں اور صرف اس لئے یہاں آکر کام کرنے لگی تھیں تاکہ وہ بھی اس "ورک بک" کی مستحق ہو جائیں جس کا ذکر سامنے کی بھوری عمارت کی دیوار پر چسپاں حکم نامہ میں کیا گیا تھا۔ یہ عورتیں باقاعدہ کام کرنے والی درزنوں سے الگ صاف پہچانی جاتی تھیں۔ اس کارخانہ میں صرف فوجی کپڑے۔ موٹی موٹی پتلونیں عام کوٹ پارٹی کے خاص اورنگ کے کوٹ بنتے تھے۔ یہ آخرالذکر مختلف قسم کے کتوں کی کھالوں سے بنتے تھے اور آندرے وتیح نے ہنگامی فوج کے سپاہیوں کو ایسے کوٹ پہنے دیکھا تھا۔ یہ کام دراصل سمور فروشوں کا تھا جو اب یہاں اناڑیوں سے لیا جا رہا تھا جن کی انگلیاں ان کپڑوں کی مڑی ہوئی مغزی اور حاشیہ کو مشین سے گذارتے سوج کر رہ گئی تھیں۔ یوری آندریے وتیح نے کھڑکی کھٹکھٹائی اور اشارے کئے کہ وہ اندر آنا چاہتا ہے۔ عورتوں نے اندر سے اشاروں ہی میں جواب دیا کہ پرائیویٹ آرڈر قبول نہیں کئے جاتے۔ ڈاکٹر نے پھر بھی اصرار کیا۔ لیکن عورتوں نے اشارتاً اسے سمجھایا کہ وہ یہاں سے چلا جائے کیونکہ انھیں فوری کام مکمل کر کے دینا ہے۔ ان میں سے ایک عورت نے ناراض ہو کر عجیب و غریب شکل بنائی۔ ہاتھ اوپر اٹھا کر پوچھا کہ آخر وہ چاہتا کیا ہے؟ اس نے دو انگلیوں سے قینچی کی شکل بنا کر اس پر اپنا مقصد واضح کیا لیکن عورت کچھ نہیں سمجھی۔ عورتوں نے سمجھا کہ یہ شخص کچھ بدتمیزی کر رہا ہے مسخرہ پن کی حرکتوں سے انھیں چھیڑ رہا ہے۔ باہر عجیب حلیہ میں پھٹے پرانے کپڑے پہنے اور اس طرح اشارے کرتے ہوئے وہ بالکل پاگل دکھائی دے رہا تھا۔ لڑکیاں اب قہقہے لگا کر اس کی طرف اشارے کرنے لگیں اور آخر کار ڈاکٹر نے عقبی حصہ سے صحن کے اندر جا کر دروازہ کھٹکھٹانے کا فیصلہ کر لیا۔

اس گبھ کے سامنے

(۶)

گندمی رنگ - دراز قامت اور ایک سخت رو عورت نے جو گہرے رنگ کا لباس پہنے ہوئے تھی اور غالباً بڑی درزن معلوم ہوتی تھی آکر دروازہ کھولا "تم تو جونک بن گئے ہو - کیا چاہیئے تمھیں - جلدی بتاؤ کیا مصیبت ہے" اس نے ڈاکٹر سے پوچھا - زواگو نے فوراً کہا "مجھے قینچی چاہیئے - ہاں لیکن حیران ہونے کی ضرورت نہیں - مجھے اپنے سر کے بال اور داڑھی کاٹنے کے لئے دو قینچیوں کی ضرورت ہے - میں اس جگہ بال بنا کر قینچیاں واپس کر دوں گا - بس ایک منٹ لگے گا - بڑی مہربانی ہو گی تمھاری" - عورت نے شک اور حیرانی کی نظر سے اسکو دیکھا - وہ اسے بالکل دیوانہ سمجھ رہی تھی - ڈاکٹر نے بھانپ لیا اور بولا "میں بہت طویل سفر کے بعد ابھی یہاں پہنچا ہوں - میں بال بنوانا چاہتا تھا مگر ایک بھی حجام کی دکان کھلی نہیں ہے - میں خود بال کاٹ لیتا مگر میرے پاس قینچی نہیں - کیا تم میری مدد نہیں کرو گی ؟"

"اچھا اچھا - میں تمھارے بال بنا دیتی ہوں - لیکن ایک بات اچھی طرح سمجھ لو - اگر تمھارے دل میں کچھ اور ہے - یعنی تم سیاسی وجوہات کی بنا پر اپنا حلیہ بدلنا چاہتے ہو یا اسی قسم کی کوئی اور حرکت کرنا چاہتے ہو تو ہم تمھاری رپورٹ کر دیں گے - پھر ہمیں برا بھلا مت کہنا - ہم تمھاری خاطر اپنی جانیں خطرہ میں نہیں ڈال سکتے" - "اوہ خدا کے لئے یہ بھی خوب رہی" ڈاکٹر نے جواب دیا اور اس کے بعد درزن اسے ایک بغلی کمرہ میں لے گئی جو ایک بڑی الماری سے ذرا ہی بڑا ہو گا - وہ کرسی پر بیٹھ گیا اور درزن نے اس کی گردن کے گرد کپڑا لپیٹ کر اس کا آخری حصہ ٹھوڑی کے نیچے کپڑوں میں بالکل حجاموں کی طرح ٹھونس دیا - اب درزن باہر گئی اور قینچیاں - کنگھا - استرا اور دھار تیز کرنے والی چمڑے کی پٹی لے کر آئی - اپنے گاہک کی حیرانی کو دیکھ کر اس نے کہا "میں نے اپنی زندگی میں ہر کام کیا ہے - ایک زمانہ ہوا میں حجام کا کام کرتی تھی - دوسری جنگ کے دوران نرس کا کام کرتے ہوئے میں نے بال کاٹنا اور شیو بنانا سیکھا تھا - پہلے میں ذرا اس لمبی داڑھی کے بال قینچی سے کاٹ لوں - بعد میں شیو کریں گے"

"میں بہت ہی چھوٹے بال چاہتا ہوں - مہربانی کر کے"

"میں پوری کوشش کروں گی - لیکن تم ایک پڑھے لکھے معقول آدمی ہو کر ایسے جاہل سے دکھائی دینے کی کوشش کیوں کر رہے ہو - کیا تمھیں خبر نہیں کہ اب ہم وقت کا حساب دس روز کے تناسب سے کرتے ہیں ہفتے سے نہیں - اور آج مہینے کی سترھویں تاریخ ہے اور باربروں کی ہر اس تاریخ کو چھٹی

ہوتی تھی ہے جبکہ آخری ہندسہ سات کا ہو۔"

"ارے واقعی ۔ مجھے اس کا بالکل علم نہیں ۔ میں نے بتایا نا! میں ابھی لمبے سفر سے واپس آیا ہوں مجھے کسی معاملہ میں پڑنے یا بہانہ بنانے کی کیا ضرورت ہے ؟"

"اب نچلے بیٹھے رہو۔ ورنہ استرا لگ جائے گا۔ یوں تو تم بھی ابھی آئے ہو۔ لیکن آئے کیسے ؟"

"اپنے پاؤں سے چل کر۔"

"اس بڑی شاہراہ پر ؟"

"ہاں کچھ راستہ شاہراہ کے ساتھ اور کچھ ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ طے کیا ہے ۔ نہ جانے میں نے راستے میں کتنی ٹرینیں دیکھیں لیکن سبھی سب برف میں دبی ہوئی شاندار گاڑیاں ۔ اسپیشل ٹرینیں غرضیکہ ہر قسم کی ٹرین کا یہی حال تھا ۔"

"بس ایک ہاتھ رہ گیا۔ پھر حجامت ختم۔ کیا کاروباری خاندان سے تعلق ہے ؟"

"اوہ نہیں۔ میں امداد باہمی کی ایک سابق یونین کا ٹریولنگ انسپکٹر تھا۔ انھوں نے مجھے مشرقی سائبیریا کے دورہ پر بھیجا تھا اور میں وہاں اٹک کر رہ گیا۔ تم جانتی ہو۔ ٹرین ملنے کا تو سوال ہی نہیں تھا۔ لہٰذا مجبوراً پیدل ہی سفر کرنا پڑا۔ چھ ہفتے میں یہاں پہنچا ہوں۔ اوہ ۔ راستہ میں جو کچھ دیکھا ہے وہ بتانا مشکل ہے ۔ حالانکہ میں بتانا چاہتا ہوں۔"

"اگر میں تمھاری جگہ ہوتی تو اس قسم کی کوئی بات نہ کرتی۔ میرا خیال ہے تمھیں ایک دو باتیں ضرور بتانی پڑیں گی پہلے ذرا اپنے آپ پر ایک نظر تو ڈال لو۔ یہ رہا آئینہ۔ ذرا کپڑے کے نیچے سے ہاتھ نکال کر آئینہ لے لو۔ ٹھیک ہے نا ؟"

"میرا خیال ہے بال زیادہ چھوٹے نہیں کٹے۔ کچھ اور بال کم نہیں ہو سکتے ؟"

"اگر اور چھوٹے کٹے تو بال صاف نہیں رہیں گے ۔ ہاں تو میں کہہ رہی تھی کہ اب کچھ اور بتانے کی کوشش نہ کرنا۔ خاموش ہی رہو تو اچھا ہے ۔ امداد باہمی کی انجمن ۔ شاندار گاڑیاں ۔ انسپکشن کے دورے ان سب چیزوں کو بھول جاؤ۔ اب ان باتوں کا وقت نہیں رہا۔ کہیں مصیبت میں نہ پھنس جانا۔ تم تو یہ بہانہ بناؤ کہ تم ڈاکٹر ہو یا اسکول ٹیچر ——— ہاں تو ڈاڑھی کے بال کٹ گئے۔ اب شیو بنائیں گے۔ بس اس کے بعد تم اپنی عمر سے دس سال چھوٹے دکھائی دینے لگوگے۔ میں جا کر ذرا برتن میں پانی گرم

کرتی ہوں۔"

یوری آنڈرتے وقت سوچ رہا تھا: "آخر یہ کون عورت ہوسکتی ہے؟" اسنے محسوس کیا کہ اس کا اس عورت سے کوئی تعلق ضرور ہے۔ اس نے کچھ دیکھا ہے یا اس کے بارے میں کچھ سنا ہے۔ اسے دیکھ کر کوئی یاد آرہا ہے۔ تاہم وہ یہ نہیں سوچ سکا کہ وہ ہے کون۔ اتنے میں وہ گرم پانی لے کر وہاں آگئی۔ اور آتے ہی بولی: "ہاں۔ تو اب ہم شیو بنائیں گے۔ میں کہہ رہی تھی کہ خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔ بات چاندی ہے تو خاموشی سونا ہے۔ اور یہ مقولہ بالکل صحیح ہے۔ اسے اپنی امداد باہمی کی انجمنوں اور اسپیشل ٹرینوں کی جگہ کوئی اور بات سوچو۔ یہ کہو کہ تم ڈاکٹر یا ٹیچر ہو۔ جو کچھ دیکھو بس دیکھ کر خاموش ہو جاؤ۔ اس زمانے میں تم کس کو متاثر و مرعوب کرنا چاہتے ہو۔ کیا تمھیں تکلیف ہو رہی ہے؟

"ہاں — کچھ۔ کچھ۔"

"ہاں ذرا کھرچ لگتی ہے۔ مگر کیا کروں۔ عزیز دوست ذرا صبر سے کام لو۔ تمھاری جلد استرے کی عادی نہیں ہے اور تمھاری داڑھی ویسے بھی بہت سخت ہے۔ بس اب زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ ہاں اب کوئی ایسی بات نہیں رہ گئی جو لوگوں نے نہ دیکھی ہو۔ لوگ ہر قسم کے مصائب و آلام سے گذر چکے ہیں ہماری بھی خاصی مصیبتیں تھیں۔ سفید روسیوں کے زمانہ میں بھی ہم نے بہت مصیبتیں جھیلیں۔ قتل زنا با لجبر۔ اغوا۔ تلاشیاں اور پکڑ دھکڑ۔ ایک افسر تھا جو ایک علمبردار سے ناراض ہو گیا۔ اس نے سپاہیوں کو اس کے پیچھے بھیجا تاکہ اسے شہر کے باہر کا نوپوسکی کے مکان کے قریب حملہ کیا جائے۔ چنانچہ ان لوگوں نے اسے گرفتار کر کے نہتہ کر دیا اور مسلح پہرہ میں اسے رازدیلی لے گئے۔ ان دنوں رازدیلی سے وہی کام لیا جاتا تھا جو آج کل علاقہ چیکا سے یعنی لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کا۔ ارے تم اپنی گردن کو اس بری طرح کیوں جھٹک رہے ہو؟ استرے کی کھرچ لگ رہی ہے نا؟ عزیز دوست مجھے معلوم ہے مگر کیا کروں؟ تمھارے بال تو سور جیسے نوکیلے اور سخت ہیں۔ بس ذرا اس جگہ مشکل پڑ رہی ہے۔ ہاں تو علمبردار کی بیوی پر تو دورے پڑنے لگے۔ وہ چیخنے لگی "کولیا۔ کولیا۔ میرے کولیا کا کیا بنے گا"۔ وہ سیدھی اعلیٰ ترین افسر جنرل جلبلین کے پاس فریاد لے کر گئی۔ بس یوں سمجھو کہ وہ اس تک سیدھی پہنچ سکی۔ اس کے لئے تو تار ہلانے پڑتے ہیں نا! وہاں سامنے۔ اس گلی میں کوئی جانتا تھا کہ اس جنرل تک کیسے پہنچا جاتا

ہے۔ بہت ہی رحمدل، ہمدرد و احساس انسان ہے وہ۔ دوسروں کی طرح نہیں۔ اس نے ہمیشہ لوگوں کا ساتھ دیا۔ تمھیں خبر نہیں یہاں کیا کچھ ہوا۔ لوگوں کو سنگسار کیا گیا۔ مظالم۔ حسد و رقابت کے ڈرامے بالکل ہسپانیہ کے ناولوں کی طرح۔"

یوری آندرے وچ نے سوچا: "ارے یہ تو لارا کے بارے میں کہہ رہی ہے۔" لیکن وہ جان بوجھ کر خاموش رہا۔ اور تفصیلات کے سلسلہ میں سوال تک نہیں کیا۔ لیکن اس نے ہسپانیہ کے ناولوں کا جو حوالہ دیا تھا اس سے پھر اسے کوئی بات یاد آنے لگی۔ اس فقرہ کی حماقت اور غیر متعلقہ پن سے لیکن وہ اب تک یہ نہیں سمجھ سکا کہ بات کیا تھی؟ "لیکن اب حالات بالکل مختلف ہیں۔ یہ تو ماننا پڑے گا کہ کسی حد تک تفتیش۔ مخبری۔ اور شوٹنگ وغیرہ کا سلسلہ جاری ہے۔ لیکن اب مقصد بالکل مختلف ہے۔ اول تو یہ کہ یہ ایک نئی حکومت ہے۔ ابھی ابھی برسرِ اقتدار آئی ہے ابھی اس کا کام ٹھیک طرح سے نہیں چلا۔ اور پھر خواہ تم کچھ بھی کہو بہرحال یہ حکومت عوام کا ساتھ دے رہی ہے۔ یہی دراصل ان کی طاقت ہے۔ ہم چار بہنیں ہیں۔ مجھ سمیت۔ اور چاروں کی چاروں محنت کش طبقہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ قدرتی بات ہے کہ ہمارے لئے ان ہی کشش ہے۔ ایک بہن مر گئی۔ اس کا شوہر ایک سیاسی جلاوطن تھا جو ایک مقامی فیکٹری میں منیجر تھا۔ ان کا بیٹا یعنی میرا بھتیجہ ہنگامی فوج کا سردار ہے۔ بہت بڑا اور مشہور آدمی ہے۔"

"ہوں تو یہ وہی ہے۔" یوری آندرے وچ نے دل میں کہا۔ "لیبریئس کی خالہ۔ میکولیتسن کی سالی۔ اور سالی بھی وہ جو شیطان کی طرح ہر کام کرنے میں ماہر کی حیثیت سے مشہور ہے۔ بار بر ہے۔ درزن ہے۔ سگنل پر ڈیوٹی دیتی ہے۔ ہرفن مولا۔ لیکن اپنا راز رکھنے کے لئے اس نے کچھ نہ کہنے کا فیصلہ کر لیا۔ عورت نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "میرا بھانجہ ہمیشہ عوام کا ساتھ دیا کرتا تھا۔ بچپن سے ہی اس کے دل میں عوام کے لئے بہت درد تھا۔ وہ فیکٹری میں مزدوروں کے درمیان پلا اور بڑھا۔ غالباً تم نے واری کینو کی فیکٹریوں کے بارے میں تو ضرور کچھ سنا ہوگا۔ ارے ارے۔ دیکھو مجھ بیوقوف نے کیا کر ڈالا۔ آدمی تھوڑی تو بالکل صاف ہے مگر آدھی کھردری رہ گئی۔ باتیں کرنے سے یہی تو ہوتا ہے۔ تم نے مجھے کیوں نہیں روکا۔ اب صابن کے جھاگ خشک ہو گئے اور پانی بھی ٹھنڈا پڑا ہے۔ اب دوبارہ پانی گرم کرنا پڑے گا۔"

جب وہ واپس آئی تو یوری آندرے وچ نے پوچھا: "واری کینو تو یہاں شہر سے چند میل کے فاصلہ پر

ہی واقع ہے نا؟ اس پُر آشوب دور میں یہ جگہ تو محفوظ رہی ہوگی؟

"نہیں۔ بالکل محفوظ تو نہیں رہی۔ بعض اعتبار سے تو وہاں شہر سے بھی زیادہ مصیبت نازل ہوئی۔ وہاں کچھ مسلح گروہوں نے حملے کئے تھے۔ لیکن کسی کو کچھ معلوم نہیں کہ یہ حملہ آور کون تھے۔ یہ لوگ ہماری زبان تک نہیں بولتے تھے۔ گھر گھر میں گھس کر انھوں نے جو بھی سامنے آیا اسے گولی ماردی اور بھاگ نکلے۔ لاشیں برف میں عرصہ تک پڑی رہیں۔ سردیاں تھیں نا! لیکن یہ گردن کے جھٹکے بند کردو۔ یہ نے تقریباً تمھاری کھال کاٹ ہی ڈالی تھی۔"

"تم کہہ رہی تھیں کہ تمھارا بہنوئی واری کینو میں رہتا تھا۔ جب یہ قیامت آئی تو کیا اس وقت بھی وہ وہاں پر ہی تھا؟"

"نہیں۔ خدا بڑا رحیم و کریم ہے۔ وہ اور اس کی بیوی عین وقت پر وہاں سے نکل بھاگے۔ میرا مطلب ہے اس کی دوسری بیوی۔ اب کہاں ہیں یہ کسی کو معلوم نہیں لیکن یہ بات تو یقینی ہے کہ وہ بال بال بچے۔ وہاں کچھ اجنبی بھی رہتے تھے۔ ماسکو سے آئے تھے۔ وہ ان سے بھی پہلے واری کینو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ ان میں دو مرد تھے جن میں سے چھوٹا آدمی جس کے بیوی بچے بھی تھے۔ وہ اب تک غائب ہے۔ لیکن وہ تو ایک بات بنانے کا طریقہ ہے۔ لوگوں کا خیال کہ "گمشدہ" ہی بتایا جاتا ہے۔ ظاہر ہے وہ کبھی کا مرچکا قتل کردیا گیا ہوگا اس کے گھر والے عرصہ تک اس کا انتظار کرتے رہے مگر وہ لوٹ کر نہیں آیا۔ دوسرے کو جو دونوں میں بڑا تھا ماسکو واپس بلا لیا گیا۔ وہ دیہی اقتصاد کا پروفیسر تھا۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ حکومت نے اسے واپس بلا لیا ہے۔ سفید روسیوں کے دوبارہ شہر پر قبضہ سے کچھ روز پہلے ہی یہ لوگ ماسکو جانے سے یوریاتن آئے تھے۔ لو۔ اب تم نے پھر گردن ہلانی شروع کردی۔ تم تو میرے ہاتھوں اپنا گلا کٹواؤ گے۔ میرے عزیز۔ تم نے جو خرچ کیا ہے وہ پورا وصول کرلیا ہے اس بار سے۔"

ہوں۔ تو وہ ماسکو میں ہیں۔

فولادی زینہ کے ہر قدمچہ پر تیسری مرتبہ اوپر جاتے ہوئے بار بار اس کے دل میں یہ الفاظ گونج رہے تھے: "ماسکو میں۔ ماسکو میں۔" خالی مکان میں وہ داخل ہوا تو چوہوں نے ہڑبڑاہٹ کے ساتھ دھم مچا کر اس کا استقبال کیا۔ یوری آندرے وچ سمجھ رہا تھا کہ گو وہ بہت تھکا ہوا ہے لیکن جب تک وہ اس "چوہا داں کے خلا" اپنی نفرت کا خیال دل سے نہیں نکال دے گا اسے ہرگز نیند نہیں آئے گی۔ لہٰذا پہلا

کام یہ تھا کہ چوہوں کے بل بند کئے جائیں۔ خوش قسمتی سے دوسرے کمروں کے مقابلہ میں سونے کے کمرے میں چوہے کے بلوں کی تعداد بہت کم تھی۔ دوسرے کمروں میں فرش کے تختوں اور ان کے کناروں کی حالت بے حد خستہ تھی مگر اندھیرا ہو رہا تھا۔ اسے جلدی سے کام کرنا چاہیئے۔ یہ صحیح ہے کہ باورچی خانہ کی میز پر ایک لیمپ رکھا تھا جو غالباً اس کی آمد کی توقع میں بریکٹ سے اتار کر مٹی کا تیل بھرنے کے بعد یہاں رکھا گیا تھا اور قریب ہی ایک ماچس اور چند تیلیاں رکھی تھیں۔ لیکن مٹی کا تیل اور ماچس کو بچانا ہی بہتر تھا۔ ڈاکٹر نے سوچا۔ سونے کے کمرہ میں ایک چھوٹا سا دیا رکھا تھا جس کا تیل چوہے چٹک گئے تھے تاہم ابھی تھوڑا سا تیل باقی تھا۔ فرش پر کئی جگہ سے کونے ادھڑے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر کو بلوں اور سوراخوں کو شیشے کے ٹکڑوں سے بھرنے میں کوئی ایک گھنٹہ لگ گیا۔ دروازہ پورا بند ہونے کے بعد کمرہ چوہوں سے محفوظ ہو گیا۔ کمرہ کے ایک کونے میں ولندیزی طرز کا آتش دان تھا جس کی خاصی بلند کارنس تھی۔ باورچی خانہ میں لکڑیوں کی ایک ڈھیری رکھی تھی۔ ڈاکٹر نے سوچا کہ چلو لارا کی کچھ لکڑیاں ہی ضائع کی جائیں۔ لہٰذا اس نے کچھ لکڑیاں اٹھائیں اور انھیں آتشدان کے پاس رکھ کر آتشدان میں جھانکنے لگا۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ کیسی حالت میں ہے۔ وہ کمرہ کو مقفل کرنا چاہتا تھا مگر چٹخنی ٹوٹی ہوئی تھی۔ اس نے دروازے میں کاغذ ٹھونس کر اسے ٹھیک طرح بند کیا۔ پھر اطمینان کے ساتھ آتشدان میں آگ روشن کر دی۔ جب وہ بعد میں اور لکڑیاں چولھے میں ڈال رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ بعض لکڑیوں پر "ک۔ ڈ" کے حروف پڑے اسے سخت حیرت ہوئی مگر وہ پہچان گیا۔ کروگر خاندان کے زمانہ عروج میں جب فیکٹریوں کی رد کی ہوئی لکڑی عام ایندھن کے طور پر فروخت ہوتی تھی تو تنے پر لکڑی کٹنے سے پہلے مہر لگا دی جاتی تھی تاکہ یہ پتہ چل سکے کہ یہ لکڑی کہاں سے آئی ہے۔ "ک۔ ڈ" کا مطلب وارائکینو کا کلڈرش ڈویژن تھا۔ ڈاکٹر یہ بات معلوم کر کے سخت پریشان ہو گیا۔ لارا کے گھر میں ان لکڑیوں کا مطلب یہ ہے کہ اس کا سمدیویاتوف سے تعلق ہے اور اسی نے یہ لکڑیاں لارا کو دی ہیں جیسا کہ وہ ڈاکٹر اور اس کے گھر والوں کو بھی تمام ضروریات زندگی فراہم کرتا رہا ہے۔ اور اسے سمدیویاتوف سے مدد قبول کرنا بہت ہی تکلیف دہ معلوم ہوتا۔ سمدیویاتوف کے زیر بار احسان ہونے کے ساتھ ساتھ اب اس کے لئے کچھ اور الجھن بھی پیدا ہو گئی تھی۔ یہ کیسے ممکن ہو سکتا تھا کہ سمدیویاتوف صرف ہمدردی کے جذبے میں آ کر لارا کی مدد کرتا رہا ہے جس نے سمدیویاتوف کے آزاد اور مطمئن طور طریقوں پر نظر ڈالی۔ اور بحیثیت ایک عورت کے

لارا کی تیزی پر غور کیا اور اس نتیجہ پر پہونچا کہ ان دونوں کے درمیان کوئی تعلق ضرور ہے۔ دال میں کچھ کالا دکھائی دیتا ہے۔ لیکن وہ ہر طرف سے اتنا پریشان تھا۔ اسے اتنے دکھوں نے گھیر رکھا تھا کہ ایک کے بعد دوسرا خیال اسے پریشان کرتا رہا۔ وہ اپنے شکوک و شبہات سے نجات حاصل نہ کر سکا۔ اس کا دماغ ایک موضوع سے دوسرے موضوع کی طرف برابر منتقل ہو رہا تھا۔ کبھی اسے اپنے خاندان کا خیال آتا اور پھر ناقابل یقین رقیبانہ جذبات اس کے دل و دماغ پر چھا جاتے۔ نہیں۔ تو میرے پیارو۔ تم سب ماسکو میں ہو۔ لے ایسا محسوس ہوتا جیسے اس درزن نے اسے یقین دلا دیا ہے کہ وہ سب خیریت سے ماسکو پہنچ گئے ہیں۔ گو تم نے یکبارگی پھر وہ طویل مسافت طے کی ہے۔ لیکن اب کے اس سفر میں تمہارے ساتھ میں نہیں تھا۔ تمہارا یہ تھکن سفر کیسے کٹا؟ الیگزینڈر الیگزینڈرووچ کو واپس کیوں بلایا گیا؟ کیا وہ اکیڈمی میں پھر واپس بلا لیا گیا ہے؟ تم لوگوں نے گھر کو کس حالت میں پایا؟ ارے میں بھی ایک بے وقوف ہوں؟ مجھے تو یہ تک خبر نہیں کہ وہ مکان ابھی تک موجود بھی ہے یا نہیں۔ او میرے خدا! یہ سب کتنا تکلیف دہ ہے۔ کاش میں سوچنا بند کر سکتا۔ میں کوئی بات ٹھیک سے نہیں سوچ سکتا۔ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ تونیا؟ میرا خیال ہے میں بیمار ہوں۔ ہمارا کیا حشر ہوگا؟۔ تمہارا کیا بنے گا تونیا۔ میری جان تونیا؟ اور ساشنکا۔ الیگزینڈر الیگزینڈرووچ؟ اور میں؟ او میرے نورِ ابدی۔ تو نے مجھے فراموش کیوں کر ڈالا؟ او میرے پیارو! بتاؤ۔ بتاؤ۔ ہم ہمیشہ ایک دوسرے سے دور کیوں رہتے ہیں جدا کیوں رہتے ہیں؟ تمہیں ہمیشہ مجھ سے الگ کیوں کر دیا جاتا ہے؟ نہیں نہیں۔ ہم پھر ملیں گے ہم ایکبار پھر مل جل کر رہیں گے۔ ٹھیک ہے نا؟ میری جان۔ میں تمہیں ڈھونڈ نکالوں گا خواہ مجھے ساری دنیا میں پیدل ہی کیوں نہ چلنا پڑے۔ میں تمہیں ڈھونڈ کر رہوں گا۔ ہم ایک دوسرے کو ضرور دیکھیں گے۔ ہم ضرور ملیں گے۔ ہم پھر پہلے کی طرح رہیں گے۔ ٹھیک ہے نا؟ لیکن یہ زمین مجھے نگل کیوں نہیں لیتی۔ میں بھی کتنا ظالم ہوں کہ بار بار یہ بھول جاتا ہوں کہ تونیا کے دوسرا بچہ بھی ہونے والا تھا۔ اور یقیناً یہ بچہ ہو چکا ہے۔ یہ پہلا موقع نہیں کہ میں اسے بھول گیا ہوں۔ اس نے اپنے ایام زچگی کیسے گذارے ہوں گے؟ وہ سب ماسکو جاتے ہوئے یہاں یوریاتن میں بھی ٹھہرے تھے۔ یہ صحیح ہے کہ لارا ان سے واقف نہیں تھی لیکن یہ ایک بالکل اجنبی اور غیر متعلق سی عورت یہ درزن۔ یہ ہیر ڈریسر۔ اس نے ان کے متعلق سب کچھ سن رکھا ہے۔ حیرت ہے لارا نے اپنے

خط میں ان کا ذکر تک نہیں کیا۔ لارا اتنی بے پرواہ اور اتنی بے فکر کیسے ہو سکتی ہے یہ بھی اسی قدر حیرت انگیز ہے جتنا کہ سمریو یاتوف سے اس کی واقفیت۔

یوری آندریے وچ نے اب ایک نئی فہم و نکتہ رسی کے ساتھ کمرہ میں چاروں طرف نظر دوڑائی اس کا تمام ساز و سامان اس نامعلوم کرایہ دار کا تھا جو عرصہ سے غائب اور شاید روپوش ہے اس میں لارا کا کچھ بھی نہیں تھا۔ یہ سامان اسے اس کے ذوق کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتا سکتا۔ دیواروں پر تصویریں اجنبیوں کی تھیں غالباً یہی وجہ تھی کہ وہ ان اجنبی مردوں اور عورتوں کی نگاہوں کی تاب نہ لاکر کچھ پریشان سا ہو رہا تھا۔ اسے بے ڈھنگے فرنیچر سے مخالفت کے آثار دکھائی دینے لگے وہ اس سونے کے کمرہ میں خود کو اجنبی اور بن بلایا مہمان محسوس کرنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ میں بھی کتنا بے وقوف ہوں۔ ہمیشہ اس گھر کو بری طرح یاد کرتا رہا۔ میں کتنا احمق ہوں۔ اس کمرہ میں اس طرح نہیں آیا جیسے کسی عام کمرہ میں آیا جاتا ہے۔ بلکہ میں نے تو اس میں قدم رکھتے ہوئے کچھ ایسے محسوس کیا ہے جیسے لارا کی یاد سے معمور دل میں قدم رکھا ہو میں نے۔ کسی دوسرے کو معلوم ہو جائے کہ میں کس طرح سوچتا ہوں تو وہ کیا کہے گا؟ سمریو یاتوف جیسے مضبوط۔ عملی۔ محنتی اور خوبصورت آدمیوں کے رہن سہن۔ بولنے اور کام کرنے کا طریقہ کتنا مختلف ہے۔ تو پھر لارا سے یہ توقع کیونکر کی جا سکتی ہے کہ وہ مجھ جیسے آدمی کو ترجیح دے جو کمزور و نحیف۔ مبہم۔ تاریک اور غیر قدرتی زبان میں اظہار محبت کرتا ہو؟۔ کیا لارا کو ان سب پیچیدگیوں اور الجھنوں کی کوئی ضرورت ہے؟ میرے لئے جو کچھ لارا ہے کیا وہ خود بھی وہی کچھ بننا چاہتی ہے؟ اور پھر وہ میری ہوتی کون ہے؟ اوہ۔ اس سوال کا تو میں ہر وقت جواب دے سکتا ہوں۔

موسم بہار کی شام ہر طرف بکھری ہوئی آوازوں سے معمور تھی۔ دور نزدیک ہر طرف سے کھیلتے ہوئے بچوں کی صدائیں آتی رہی تھیں جو اس امر کا ثبوت تھیں کہ ابھی اس خطہ میں زندگی کے آثار باقی ہیں۔ اور یہ وسیع خطہ مادر روس ہے۔ فقید المثال۔ جس کا شہرہ چار دانگ عالم میں ہے روس۔ شہیدوں کا گہوارہ۔ سخت جان۔ سخاوت کی انتہا۔ پاگل پن اور غیر ذمہ داری اور محبت کا گہوارہ۔ وہ روس جو ابدی طور پر شان و شکوہ۔ تباہی و بربادی اور غیر متوقع حادثات و کارگذاریوں کا مرکز بنا رہا ہے۔ اوہ! زندہ رہنا بھی کتنی پیاری چیز ہے۔ زندہ رہنے اور زندگی سے محبت

کرنے میں بھی کتنا لطف آتا ہے؟ زندگی کا شکریہ ادا کرنے کی ابدی تمنا۔ خود اپنے وجود سے اظہار تشکر بالکل ایسے جیسے ایک آدمی کسی دوسرے آدمی کا شکریہ ادا کر رہا ہو۔ اور یہی وہ چیز تھی جس کا نام تھا لارا۔ زندگی اور اپنے وجود سے باتیں نہیں کی جاسکتیں۔ لیکن یہ لارا ان کی نمائندہ تھی۔ ان کا اظہار تھی۔ اس کی ذات میں زندگی کا بے زبان اصول حساس اور قابلِ تخاطب صورت اختیار کر گیا تھا۔ اس نے ابھی دل ہی دل میں اسے جو برا بھلا کہا تھا وہ صحیح نہیں تھا۔ یہ شکوک و شبہات ہزار مرتبہ غلط تھے۔ اس کی تو ہر بات مکمل۔ ہر بات تمام خامیوں سے مبرا تھی۔

ژواگو کی آنکھوں میں محبت اور پچھتاوے کے آنسو بھر آئے۔ اس نے آتشدان کا در کھول کر آگ کو ہلایا جو لکڑیاں پوری طرح جل کر کوئلہ بن رہی تھیں انھیں اس نے کھینچ کر پیچھے ہٹایا اور کم آنچ دینے والی لکڑیوں کو آگے کی طرف کھینچ کر۔ آتشدان کا در کھلا چھوڑ کر وہ شعلوں کے سامنے آگ تاپنے بیٹھ گیا۔ وہ اس روشنی کے کھیل اور اپنے چہرہ اور ہاتھوں کی تمازت سے خوب محظوظ ہو رہا تھا۔ اس حدت و روشنی سے وہ پوری طرح ہوش میں آگیا۔ اسے لارا ناقابل برداشت حد تک یاد آنے لگی اور لارا سے اپنی فوری ملاقات کے خیال سے وہ بری طرح بیتاب ہو کر رہ گیا۔ اس نے لارا کا لکھا ہوا رقعہ جواب چرمر ہو چکا تھا اپنی جیب سے نکالا۔ مڑا ہوا رقعہ اس طرح تھا کہ اس کا پچھلا حصہ باہر اور دوسرا حصہ جو وہ پڑھ ہو چکا تھا اندر کی طرف تھا۔ اب اس نے دیکھا کہ رقعہ کی دوسری طرف بھی کچھ لکھا ہوا ہے۔ رقعہ کو سیدھا کر کے اس نے لکڑیوں کی پھڑ پھڑاتی روشنی میں اسے پڑھنا شروع کیا۔ لکھا تھا۔

—" یقیناً تمھیں معلوم ہوگا کہ تمھارے خاندان پر کیا گذری۔ یہ سب لوگ ماسکو میں ہیں۔ تونیا کے ننھی سی بیٹی پیدا ہوئی تھی" اس کے بعد کئی سطریں لکھ کر کاٹ دی گئی تھیں اور پھر لکھا تھا۔ "میں نے جان کر یہ سطریں کاٹی ہیں کیونکہ اس قسم کی باتیں لکھنا بے وقوفی ہوگی۔ ملاقات ہونے پر ہم پوری طرح بات کریں گے۔ میں جلدی میں ہوں۔ باہر جا رہی ہوں۔ مجھے گھوڑے کی سخت تلاش ہے۔ اگر گھوڑا نہ ملا تو کیا ہوگا؟ کاتنکا کا مسئلہ بھی تو ہے —" باقی کا فقرہ پڑھا نہیں جاسکا۔ یوری آندریے وتچ نے اطمینان سے سوچا۔ "سمدیویاتوف سے اسکو گھوڑا مل گیا ہوگا۔ اگر وہ کچھ چھپانا چاہتی تو وہ اس کا تذکرہ ہرگز نہ کرتی"

(۸)

جب آتشدان گرم ہوگیا تو اس نے ہوادان بند کر دیا اور کچھ کھانے کی فکر کی۔ اس کے بعد اسے اتنی زور کی نیند آئی کہ وہ کپڑے بدلے بغیر ہی صوفے پر لیٹا اور فوراً ہی سو گیا۔ دیوار اور دروازے کے پار اسے چوہوں کا پریشان کن شور و غل قطعاً سنائی نہیں دیا۔ اور اس عرصے میں اسے یکے بعد دیگرے دو بھیانک خواب آئے۔ اس نے دیکھا کہ وہ ماسکو میں ایک ایسے کمرہ میں ہے جس کا دروازہ شیشے کا ہے۔ اور اس پر تالا لگا ہوا ہے۔ زائد حفاظت کے طور پر اس نے ہینڈل سے اسکو پکڑ کر اپنی طرف کھینچ رکھا تھا۔ دوسری طرف اس کا ننھا سا بیٹا ساشنکا ایک ملاح کی وردی اور ٹوپی پہنے دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے اندر آنے کے لئے منت و سماجت کر رہا تھا بچے کے پیچھے ایک آبشار تھا جس کا پانی اڑ کر بچے اور دروازہ کو تر بتر کر رہا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی زبردست شور بھی ہو رہا تھا۔ یا تو یہ پانی کسی پھٹے ہوئے پائپ سے آ رہا تھا جیسا کہ اس زمانہ میں یہ ایک عام بات تھی یا پھر یہ دروازہ کسی خوفناک جنگل یا پہاڑی غار سے مکان کو جدا کرتا تھا۔ ایسے غار سے جس میں پانی کی گھڑگھڑاہٹ سردی اور تاریکی انتہا کو پہنچی ہوئی ہو۔ بلندی سے گرتے ہوئے پانی کے شور سے لڑکا بہت سہما ہوا تھا اور اس شور میں لڑکے کی چیخیں گم ہو کر رہ گئیں۔ یوری آندرے وِ ترچ اندازہ سے دیکھ رہا تھا کہ وہ بار بار کچھ اس طرح منہ بنا رہا ہے کہ اسے "ڈیڈی۔ ڈیڈی" کہہ کر پکار رہا ہے۔ دل شکستہ آندرے وِترچ پوری شدت کے ساتھ چاہتا تھا کہ وہ لڑکے کو اپنے بازوؤں میں لے کر اسے بھینچ کر سینے سے لگائے اور جتنا بھی تیز ہو سکے اسے اپنے ساتھ لے کر بھاگ جائے لیکن اس کے باوجود آنسو اس کی آنکھوں سے بہتے رہے۔ اس نے مقفل دروازہ کا دستہ مضبوطی سے اپنے ہاتھوں میں تھامے رکھا۔ باہر کھڑے ہوئے بچے کو اس نے عزت و غیرت کے جھوٹے تصور پر۔ اور ایک دوسری عورت کی طرف سے اپنے آپ پر عائد ہونے والی مبینہ ذمہ داری پر قربان کر دیا۔ اس عورت کی خاطر جو اس بچے کی ماں نہیں تھی اور جو غالباً کسی بھی وقت دوسرے کمرہ سے اس کے کمرہ میں داخل ہو سکتی تھی۔ اتنا خواب دیکھ کر اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ پسینے اور آنسوؤں میں تر بتر تھا۔ اس نے سوچا "مجھے بخار ہو گیا ہے۔ میں بیمار ہوں۔ یہ ٹائفس نہیں ہے۔ یہ تو ایک قسم کی انتہائی نقاہت ہے جو کسی خطرناک بیماری کی صورت اختیار کر رہی

ہے۔ بیماری بھی ہذیانی نوعیت کی۔ کسی بھی سنگین چھوت کی بیماری کی طرح۔ اور سوال صرف یہ ہے کہ جیتے گا کون۔ زندگی یا موت؟ لیکن مجھے سخت نیند آ رہی ہے۔ اب میں کچھ نہیں سوچ سکتا۔" اور وہ پھر سو گیا۔

اس نے پھر خواب دیکھا۔ ماسکو کے ایک مصروف بازار میں موسم سرما کی تاریک صبح کا وقت تھا علی الصبح کے ٹریفک۔ ٹرالیوں کی گھنٹیوں۔ اور برف پوش میلے بازار پر لیمپ کی زردی مائل روشنی سے اندازہ ہوتا تھا کہ یہ انقلاب سے پہلے کا زمانہ تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا مکان ہے جس کی بے شمار کھڑکیاں ہیں جو سب مکان کی ایک ہی جانب کھلتی تھیں۔ مکان کی بلندی سہ منزلہ عمارت سے زیادہ نہیں تھی اور اس کے پردے نیچے فرش تک کھینچے ہوئے تھے۔ مکان کے اندر لوگ بالکل مسافروں کی طرح پورے کپڑے پہنے سو رہے تھے۔ اور یہ کمرے ریل کے ڈبہ کی طرح غلیظ تھے جس میں مرغی کی چچوڑی ہوئی ٹانگیں اور دوسری ہڈیاں۔ کھانے پینے کی بچی کھچی اشیا اخباروں کے چکنے کاغذوں پر ادھر ادھر بکھری پڑی تھیں۔ اس مکان میں بسیرا کرنے والے تمام دوستوں۔ رشتہ داروں۔ ملاقاتیوں اور بے گھر لوگوں کے جوتے جو انھوں نے رات کے وقت سونے کے لئے کھول دیئے تھے فرش پر پھیلے ہوئے تھے۔ میزبان لارا جس نے جلدی میں اپنی کمر کے گرد گاؤن باندھ لیا تھا ایک سے دوسرے کمرے میں تیزی اور خاموشی کے ساتھ آجا رہی تھی۔ وہ برق رفتاری سے گھر کے کام کاج کر رہی تھی اور وہ (ڈاکٹر) اس کے پیچھے پیچھے واہیات اور بے تکی باتیں بڑبڑاتا ہوا پھر رہا تھا اور بالکل مسخرہ دکھائی دیتا تھا۔ لیکن لارا کو اس بات کی ذرا بھی فرصت نہ تھی کہ وہ اس کی غیر متعلق بڑبڑاہٹ کو سنتی یا اہمیت دیتی۔ ہاں البتہ کبھی کبھی وہ اس کی طرف ذرا مڑ کر دیکھتی یا پھر بہت اطمینان کے ساتھ کچھ الجھی ہوئی نظر سے اس کی طرف دیکھ کر ایک بے مثال۔ مخلصانہ اور نقرئی قہقہہ بلند کر دیتی۔ دونوں کے درمیان اگر کوئی بے تکلفی باقی رہ گئی تھی تو بس صرف اسی حد تک۔ اور یہ عورت۔ اُف۔ خدا کی پناہ۔ اس سے کتنی دور تھی۔ کتنی سرد مہر تھی۔ کتنی خوبصورت اور پرکشش تھی۔ اس نے اس عورت پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا۔ اس نے دنیا کی ہر چیز پر اس عورت کو ترجیح دی تھی اس کے سامنے اس عورت کے مقابلہ پر دنیا کی ہر چیز ہیچ تھی۔

(۹)

اس کے اندر جو چیز رو رہی تھی۔ سسکیاں بھر رہی تھی وہ خود اس کی ذات نہیں تھی بلکہ اس کی ذات سے بھی کوئی عظیم تر چیز تھی جو تاریکی میں فاسفورس کے بے روشن الفاظ میں چمک رہی تھی۔ اس گریہ کناں لوح کے ساتھ اس نے بھی رونا شروع کر دیا۔ اسے اپنے آپ پر ترس آنے لگا۔ نیند۔ ہذیان۔ اور بے ہوشی کے درمیان جب اسے ذرا دیر کے لئے ہوش آتا تو وہ محسوس کرنے لگتا: "میں بیمار ہوں۔ مجھے کسی خاص قسم کا ٹائفس ہو گیا ہے جس کا کتابوں میں ذکر نہیں ہے۔ جس کے بارے میں ہم نے کچھ نہیں پڑھا۔ مجھے کچھ کھانا چاہیئے ورنہ میں بھوکا مر جاؤں گا۔" لیکن جونہی وہ اپنی کہنیاں ٹیک کر رکھنے کی کوشش کرتا اسے پتہ چلتا کہ وہ تو حرکت تک کرنے کے قابل نہیں رہا۔ اس کے بعد وہ بے ہوش ہو جاتا یا اسے پھر نیند آ جاتی۔ اسی طرح ایک دفعہ جو اسے ہوش آیا تو اس نے سوچا: "میں یہاں کتنی دیر سے لیٹا ہوا ہوں؟ کتنے گھنٹے سے؟ کتنے دنوں سے؟ جب میں لیٹا تھا تو موسم بہار کا آغاز تھا۔ لیکن اب کھڑکیوں پر اتنی گہری برف کی تہہ جمی ہوئی ہے کہ کمرہ میں تاریکی ہو گئی۔" ادھر باورچی خانہ سے چوہوں کے دوڑنے بھاگنے کی آوازیں آ رہی تھیں جو دیواروں اور فرش پر اچھلتے کودتے اکتا دینے والی عورت جیسی مہین آوازیں نکال رہے تھے۔ وہ پھر سو گیا۔ اور جب دوبارہ آنکھ کھولی تو دیکھا کہ برف سے ڈھکی ہوئی کھڑکی سے گلابی روشنی چھن چھن کر آ رہی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شیشے کے گلاس میں سرخ شراب چھلک رہی ہے۔ وہ سوچ رہا تھا یہ صبح سویرے کا وقت ہے یا شام کا جھٹپٹا۔ ایک مرتبہ اس نے محسوس کیا جیسے اس کے قریب سے آوازیں آ رہی ہوں۔ وہ سہم کر رہ گیا۔ اس نے سمجھا کہ وہ پاگل ہو رہا ہے۔ اپنے آپ پر ترس کھا کر روتے ہوئے اس نے بے آواز سرگوشی کے انداز میں شکایت کی کہ قدرت نے اسے اکیلا چھوڑ دیا ہے "اے نورِ ابدی۔ تو نے مجھے بھٹکنے کے لئے کیوں چھوڑ دیا ہے۔ تو نے مجھے جہنم کی اس تاریکی میں کیوں دھکیل دیا ہے؟" معاً اس نے محسوس کیا کہ اس پر ہذیان کی کیفیت طاری نہیں ہے۔ اس نے محسوس کیا کہ اس نے وہ کپڑے نہیں پہن رکھے جو اس نے لیٹتے وقت پہن رکھے تھے۔ اس نے محسوس کیا کہ اس کا منہ ہاتھ دھلایا گیا ہے۔ اس کو نئی قمیص پہنائی گئی ہے۔ وہ صوفہ پر نہیں بلکہ ایک نئی مسہری پر لیٹا ہوا ہے۔ اس نے محسوس کیا کہ اس کے قریب۔ اس پر جھکے ہوئے۔ اس کے بالوں سے اپنی دراز زلفوں کو مَس کرتے ہوئے اور اپنی آنکھوں سے آنسو ڈھلکاتے ہوئے

لارا وہاں بیٹھی تھی۔ مارے خوشی کے وہ غش کھا گیا۔

(۱۰)

اس نے ابھی ابھی شکایت کی تھی کہ قدرت نے اسے بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ لیکن اب قدرت کے تمام کرشمے اس کے بستر علالت پر جلوہ گر تھے۔ زمین و آسمان اس پر جھکے ہوئے تھے۔ اور یہ بھی اس صورت میں کہ ایک حسینہ کے سفید اور مضبوط بازو اسے تھامے ہوئے تھے۔ مارے خوشی سے اس کا سر چکرا گیا۔ غش کھا جانے والے آدمی کی طرح وہ سکون و اطمینان کے اتھاہ سمندر میں ڈوب کر رہ گیا۔ اس نے ساری زندگی بے حد مصروف گذاری تھی۔ گھر کے کام کاج کئے۔ مریضوں کی دیکھ بھال کی۔ سوچتا رہا۔ پڑھتا رہا اور لکھتا رہا۔ لیکن اب سارے کام ترک کر کے۔ جدوجہد اور سوچنے کی زحمت گوارا کرنے سے نجات حاصل کر کے کتنا اطمینان نصیب ہو رہا تھا۔ ہر کام قدرت پر چھوڑنے میں بھی کتنا مزا ہے۔ یہ ساری دنیا قدرت کی بنائی ہوئی اور اسی کی ذمہ داری ہے۔ یہ ساری دنیا اسی کے خوبصورت۔ شاندار اور مترحم ہاتھوں کا کارنامہ ہے۔

ژواگو تیزی کے ساتھ صحت مند ہو گیا۔ لارا اسے کھانا کھلاتی۔ اس کے آرام و آسائش کا انتظام کرتی۔ لارا چوبیس گھنٹے اسکی تیمارداری میں گذارتی۔ وہ ہر وقت چکاچوند کر دینے والے حسن کے جلوے لئے کبھی سوال کرتی۔ کبھی جواب دیتی۔ یا پھر کبھی اپنی ملائم اور گرم سانسوں کی آواز میں سرگوشیاں کرتے ہر وقت اس کے اردگرد منڈلاتی رہتی۔ ان کی دبی دبی باتیں جو کبھی کبھار ہوتی تھیں اتنی ہی معنی خیز تھیں جتنے کہ افلاطون کے مکالمات۔ ان کی بہت سی باتیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی تھیں۔ باقی دنیا سے وہ جتنے مختلف تھے اتنے ہی وہ آپس میں مشترک تھے۔ انھیں آج کے روایتی جدید انسان سے نفرت تھی۔ طوطے کی رٹ کی طرح ان کے تعریف کرنے کے طریقہ سے نفرت تھی۔ ان کے چیخ و پکار سے بھرے جوش و خروش سے نفرت تھی۔ وہ ادب کے میدان میں اور سائنس کے میدان میں جس طرح متضاد قول و فعل کی علمبرداری کرتے تھے اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ صحیح معنوں میں جنیس قسم کے افراد کی تعداد کو بے حد محدود رکھنا چاہتے ہیں۔ دونوں کو ایک دوسرے سے گہری محبت تھی۔ بیشتر افراد اس جذبہ کی خصوصیات سے باخبر ہوئے بغیر ایک دوسرے سے محبت کرنے لگتے ہیں لیکن ژواگو اور لارا عام لوگوں سے بہت مختلف تھے۔ ان پر جب جوش محبت غالب

آتا۔ اور ابدیت کے ایک سانس کی طرح ان کے انسانی وجود پر چھا جاتا تو ان کے لئے یہ ایک الہامی دور ثابت ہوتا وہ اس مختصر سے وقفہ میں مسلسل اپنے آپ اور زندگی کے متعلق نئی نئی باتیں دریافت کرتے۔

(۱۱)

"ہاں ہاں۔ ضرور۔ تمھیں اپنے خاندان کے پاس واپس جانا چاہیے۔ میں ضرورت سے زیادہ تمھیں ایکدم بھی یہاں نہیں روکوں گی۔ لیکن ذرا یہ تو غور کرو کہ ہو کیا رہا ہے؟ جونہی ہم سوویت روس کا حصہ بنے ہمیں اسکی تباہیوں نے چوس لیا۔ خود کو زندہ رکھنے کے لئے وہ ہم سے سب کچھ لے جاتے ہیں۔ تمھیں نہیں معلوم کہ تمھاری بیماری کے دوران ہی یوریاتن کا شہر کتنا بدل گیا ہے۔ ہماری رسد کا سارا سامان ماسکو بھیجدیا جاتا ہے اور ان کے لئے تو یہ سمندر میں ایک قطرہ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ یہ سارا سامان ایک گہرے گڑھے میں گر جاتا ہے اور ادھر ہمارے لئے کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ ڈاک غائب۔ مسافروں کی آمد و رفت کا سلسلہ بند۔ ساری کی ساری گاڑیاں روٹی اِدھر سے اُدھر پہنچانے کے لئے استعمال کی جا رہی ہیں۔ شہر میں ایکبار پھر اسی طرح چیخ دیکار کر رہے ہیں جس طرح ہیدا کی بغاوت کے زمانہ میں ہوا تھا۔ اور ایک بار پھر ٹالسٹائی کے شاگرد معمولی سی بے چینی کو کچلنے کے لئے آمادہ ہیں۔ لیکن تم سفر کیسے کر سکتے ہو۔ تم تو ہڈیوں کا پنجر بنے ہوئے ہو۔ کیا تم پیدل سفر کرنے کی سوچ رہے ہو؟ کبھی نہیں پہنچ پاؤ گے۔ ذرا جان آجائے پھر چلے جانا۔ میں تمھیں نصیحت تو نہیں کر سکتی۔ تاہم پھر بھی یہ ضرور کہوں گی کہ اگر میں تمھاری جگہ ہوتی تو فی الحال کہیں کام کاج کی تلاش کرتی۔ تم ڈاکٹری کرو۔ یہاں یہ لوگ ابھی اسے پسند کرتے ہیں۔ ممکن ہے تمھیں علاقائی محکمہ صحت میں کوئی کام مل جائے۔ تمھیں کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔ تمھارا باپ سائبیریا کا ایک کروڑپتی تھا جس نے خودکشی کرلی۔ تمھاری بیوی ایک مقامی زمیندار اور صنعت کار کی بیٹی ہے۔ تم ہنگامی فوج کے ساتھ تھے اور وہاں سے بھاگ آئے۔ تمھارا مسئلہ بہت ٹیڑھا ہے۔ تم انقلابی فوج سے بھاگ کر آئے ہو۔ تم مفرور فوجی ہو۔ تمھیں تو کسی بھی صورت میں بے کار نہیں پھرنا چاہیئے۔ میری حالت خود کچھ زیادہ اچھی نہیں ہے۔ مجھے بھی کوئی کام ضرور کرنا ہو گا۔ یوں سمجھو کہ میں تو ایک آتش فشاں کے دھانہ پر بیٹھی ہوں۔"

"تمھارا کیا مطلب ہے اس سے؟ اسٹریلنیکوف کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟"

"اسی کے باعث تو یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ میں نے تمھیں پہلے ہی کہا تھا کہ اس کے بہت سے دشمن ہیں۔ اب جب کہ سُرخ فوج کو فتح حاصل ہو چکی ہے وہ سپاہی اور افسر جو کمیونسٹ پارٹی کے ممبر نہیں تھے مگر فوجی لیاقت اور فتوحات کے باعث چوٹی تک پہنچ گئے تھے اور جنھیں سب کچھ معلوم تھا اب ان کی مصیبت آ گئی ہے۔ ان کی تو یہی خوش قسمتی ہو گی کہ انھیں صرف برطرف کر دیا جائے۔ خطرہ ہے کہ کہیں ان کا نام و نشان مٹانے کے لئے انھیں قتل نہ کر دیا جائے۔ پاشا کی حالت تو اور بھی خراب ہے۔ اسے زبردست خطرہ کا سامنا ہے۔ تمھیں معلوم ہے وہ مشرقی محاذ پر آ گیا تھا۔ اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ بھاگ کر کہیں روپوش ہو گیا ہے۔ اور یہ لوگ اس کی تلاش میں ہیں۔ مگر نہیں۔ ہمیں اس کا تذکرہ بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ مجھے رونے سے سخت نفرت ہے۔ لیکن اگر میں نے اب اس کے بارے میں ایک بھی بات اور کی تو میں دھاڑیں مار مار کر رونے لگوں گی۔"

"تمھیں اس سے بے حد محبت تھی۔ اب بھی ہے نا؟"

"میں نے اس سے شادی کی۔ یوری چکا! وہ میرا شوہر ہے۔ وہ ایک صاف گو آدمی اور تابناک شخصیت کا حامل ہے۔ سارا قصور میرا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں نے اسے کبھی کوئی نقصان پہنچایا۔ یہ کہنا تو بالکل غلط ہو گا وہ ایک ممتاز۔ منفرد۔ اور عظیم آدمی ہے۔ وہ بہت مضبوط کردار کا آدمی ہے۔ لیکن میں بہت بُری ہوں۔ اس کے مقابلہ میں میری تو کوئی حیثیت ہی نہیں یہی دراصل میرا قصور ہے۔ لیکن نہیں نہیں۔ ہمیں اس کے بارے میں باتیں کرنے کی ضرورت نہیں میں وعدہ کرتی ہوں۔ پھر کبھی میں تمھیں اس سلسلہ میں سب کچھ بتا دوں گی۔ اور ہاں! تمھاری تونیا کتنی پیاری لڑکی ہے۔ تمھارے بچہ کی پیدائش کے موقع پر میں وہاں گئی تھی۔ ہم دونوں میں خوب گاڑھی چھنی۔ لیکن میرا خیال ہے فی الحال ہمیں اس موضوع پر بھی بات نہیں کرنی چاہیئے۔

ہاں! تو میں کہہ رہی تھی کہ ہم دونوں کو ملازمت ڈھونڈنی چاہیئے۔ ہم ہر روز صبح کام پر جایا کریں گے اور مہینے کے آخر میں ہم کروڑوں اربوں روبل کی تعداد میں تنخواہیں وصول کیا کریں گے۔ جانتے ہو ابھی کچھ دن پہلے تک سائبیریا کے پرانے بنک نوٹ یہاں چل رہے تھے پھر انھیں

منسوخ کر دیا گیا اور اس پورے عرصہ میں جب کہ تم بیمار تھے ہمارے پاس نام کو بھی کرنسی نہیں تھی۔ ذرا سوچو تو لیکن ہم نے پھر بھی کسی نہ کسی طرح گذارہ کر ہی لیا۔ اب ان لوگوں کا کہنا ہے کہ نئے نوٹوں سے لدی ہوئی ایک پوری ریلوے ٹرین یہاں پہنچ گئی ہے۔ ریل کے چالیس ڈبوں میں یہ نوٹ بھرے ہوئے تھے۔ یہ نوٹ کاغذ کے بڑے بڑے پرچوں پر سرخ اور نیلے رنگوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ اور ان پہ ڈاک کے ٹکٹوں کی طرح چھوٹے چھوٹے چار خانے بنے ہوتے ہیں۔ ہر نیلے خانے کی قیمت پچاس لاکھ روبل ہے اور ہر سرخ خانے کی مالیت ایک کروڑ روبل۔ چھپائی بے حد خراب ہے۔ اور رنگ جلدی ہی اڑنے لگتا ہے۔"

"ہاں۔ ہاں۔ میں نے یہ نوٹ دیکھے ہیں۔ ماسکو سے ہماری روانگی سے چند روز قبل ہی یہ نوٹ جاری کئے گئے تھے۔"

(۱۲)

"تم واری کینو میں اتنی دیر تک کیوں رہیں۔؟ وہاں کوئی رہتا ہے کیا؟ میرا خیال تو تھا کہ وہاں اب کوئی بھی نہیں رہا۔ یہ جگہ سنسان پڑی ہے آخر تمہیں وہاں اتنی دیر کیوں لگی؟"

"میں کاتنکا کے ساتھ مل کر وہاں تمہارا مکان صاف کر رہی تھی۔ میرا خیال تھا سب سے پہلے تم وہاں جاؤ گے اور نہیں چاہتی تھی کہ تم اسے ناگفتہ بہ حالت میں دیکھو۔"

"کیا مطلب؟ ناگفتہ بہ حالت۔ آخر کیوں؟"

"اس لئے کہ یہ مکان بہت خراب خستہ اور گندہ تھا۔ میں نے جا کر اسے صاف کر دیا۔"

"تم اس اختصار سے کام لیتے ہوئے مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو۔ کوئی بات ہے جو تم مجھے بتانے سے گریز کر رہی ہو۔ بہر حال جو تمہاری مرضی۔ میں تمہیں کوئی بات بتانے پر مجبور نہیں کروں گا مجھے تونیا کے بارے میں تو بتاؤ۔ ننھی منی بیٹی کا انھوں نے کیا نام رکھا ہے؟"

"ماشا۔ تمہاری والدہ کی یاد میں۔"

"اب مجھے ان لوگوں کے متعلق ذرا تفصیل سے بتاؤ۔"

"نہیں نہیں۔ ابھی نہیں۔ میں پہلے ہی بتا چکی ہوں۔ ابھی تک میں روئے بغیر اس موضوع پر بات نہیں کر سکتی۔"

"یہ سمدیویاتوف۔ جس نے تمہیں گھوڑا دیا تھا۔ بہت ہی دلچسپ آدمی ہے۔ کیا رائے ہے

تمھاری؟"

"ہاں۔ بہت دلچسپ"

"معلوم ہے میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ جب ہم وہاں رہتے تھے تو وہ اکثر آتا تھا۔ ہم نئے نئے آئے تھے اور اس نے وہاں ہمیں آباد کرنے میں بہت مدد دی۔"

"مجھے خبر ہے۔ اس نے مجھے سب کچھ بتا دیا تھا۔"

"تم دونوں ایک دوسرے کے بہت قریبی دوست ہو گئے۔ کیا وہ تمھاری بھی مدد کرنے کی کوشش کر رہا ہے؟"

"ہاں۔ اس نے مجھ پر عنایتوں اور مہربانیوں کی بارش ہی کر رکھی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کے بغیر میرا کیا حشر ہوتا۔"

"میں سمجھتا ہوں۔ میرا خیال ہے تمھارے اس سے بہت بے تکلفانہ اور کامریڈوں جیسے تعلقات ہیں۔ کیا وہ ہر وقت تمھارے پیچھے بھاگتا ہے۔ تمھاری خدمت کرتا ہے؟"

"ہر وقت۔ قدرتی بات ہے۔"

"اور تم بھی اسے پسند کرتی ہو۔ معاف کرنا۔ مجھے تم سے یہ سوال نہیں پوچھنا چاہیے تھا۔ مجھے اس قسم کے سوالات کرنے کا کوئی حق نہیں ہے بہت زیادتی ہوئی مجھ سے۔ میں معافی چاہتا ہوں۔"

"ارے نہیں۔ کوئی بات نہیں۔ میرا خیال ہے تم دراصل یہ پوچھنا چاہتے ہو کہ ہمارے تعلقات کس نوعیت کے ہیں؟ کیا ہمارے درمیان محض دوستی سے زیادہ بھی کوئی بات ہو سکتی ہے؟ یقین کرو اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ اس نے میرے لئے بہت کچھ کیا ہے۔ میں اس کی ممنونِ احسان ہوں لیکن اگر وہ میرے وزن کے برابر تول کر سونا بھی دے۔ اگر وہ اپنی جان بھی دے دے تو بھی میں اس سے زیادہ ایک قدم اس کے اور قریب نہیں ہوں گی۔ میں نے اس قسم کے لوگوں کو ہمیشہ ناپسند کیا ہے۔ اس قسم کے لوگوں سے میری کوئی بات مشترک نہیں ہے۔ یہ با اثر۔ خود اعتمادی سے بھرپور کاریگر قسم کے افراد عملی طور پر بہت عمدہ و اعلیٰ ہوتے ہیں مگر احساسات کے معاملہ میں اس گستاخی اور مردانہ برتری سے زیادہ بھیانک کسی دوسری شے کو نہیں سمجھتی۔ لیکن یہ سمجھ لو زندگی اور محبت کے متعلق یہ میرا فلسفہ نہیں

ہے۔ ہاں اخلاقی اعتبار سے نعیم کے ذکر سے مجھے کسی اور کی یاد آگئی۔ ایک ایسے آدمی کی بات جس سے مجھے اور بھی نفرت ہے۔ یہ اسی کا قصور ہے کہ آج میری یہ حالت ہے جو تم دیکھ رہے ہو:

"میں سمجھا نہیں۔ تم اپنے آپ کو کیا سمجھتی ہو؟ تمہارا مسئلہ ہے کیا؟ مجھے بتاؤ تم تو دنیا کی بہترین شخصیت ہو۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو۔ پرویز چچا! میں سنجیدگی سے بات کر رہی ہوں۔ اور تم میری تعریفیں کر رہے ہو۔ جیسے ہم کوئی رسمی ملاقات کرنے ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوں۔ میں ہوں کیا؟ میں کیسی ہوں؟ میرے اندر احساس شکست انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ میری ساری زندگی کچھ شکست خوردہ سی ہو کر رہ گئی ہے۔ ٹوٹ کر رہ گئی ہے۔ میں نے زندگی کی اصل کو وقت سے پہلے ہی پالیا۔ مجھے اس پر مجبور کر دیا گیا تھا مجھے زندگی کو اس کے بدترین پہلو سے دیکھنے پر مجبور کر دیا گیا تھا۔ زندگی کا گھٹیا اور مسخ پہلو — اور وہ بھی ایک خود غرض استاد۔ معمر مغنی نورے کی آنکھوں سے جس نے ہر چیز سے پورا فائدہ اٹھایا اور جو اس کے جی میں آیا اس کے ساتھ کیا:

"میرا خیال ہے میں سمجھ گیا ہوں۔ میں سوچ رہا تھا کہ کچھ نہ کچھ ہے ضرور۔ ہاں لیکن ذرا ٹھہرو۔ میں تمہارے بچپن کے آلام کا تصور کر سکتا ہوں۔ ایک ایسا ابتلا جو اس وقت تمہاری عمر سے کہیں زیادہ تھا۔ تمہاری ناتجربہ کاری کی تباہ کاریاں۔ ایک نوعمر لڑکی کے جذبۂ عفت شعاری کے لئے بدترین صدمات۔ مجھے ان سب کا احساس ہے۔ میں جانتا ہوں۔ مگر یہ سب گئی گذری باتیں ہیں۔ میں اب صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اب تمہیں ان پرانی باتوں کو سوچ کر اداس نہ ہونا چاہیئے۔ خود کو رنج و غم میں مبتلا نہ کرنا چاہیئے۔ یہ کام تو ان لوگوں کا ہے جو تم سے محبت کرتے ہیں۔ مجھ جیسے لوگوں کا۔ اے لارا یہ تو مجھے چاہیئے کہ میں اپنے بال نوچ لوں۔ اس بات کا تصور کر کے کہ اگر تم واقعی ماضی سے پریشان ہو تو اس وقت میں کیوں نہ وہاں ہوا۔ میں کیوں نہ وہاں پہنچ کر تمہیں بچا سکا۔

عجیب بات ہے یہ بھی — میرا خیال ہے میں انتہائی خطرناک حد تک حاسد رقیب ہو سکتا ہوں۔ لیکن اپنے سے گھٹیا لوگوں سے۔ ان لوگوں سے جن کی مجھ سے کوئی بات مشترک نہیں ہے۔ ان لوگوں سے جن کو دیکھ کر مجھ میں عجیب و غریب جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ میرا خیال ہے اگر کوئی ایسا آدمی جسے میں جانتا ہوں اور پسند کرتا ہوں اس عورت سے محبت کرے جس سے مجھے بھی محبت ہے تو پھر مجھے زیادہ

شکایت نہ ہوگی۔ بیما اس سے کبھی جھگڑنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ بلکہ اس کے برعکس میں اس کو ایک اندوہناک ہمدردانہ تعلق محسوس کروں گا۔ اور یہ بات تو قدرتی طور پر واضح ہے کہ میں اس عورت کی محبت میں جسے میں چاہتا ہوں دوسرا حصہ دار یا شریک برداشت نہیں کروں گا۔ لیکن میں اسے چھوڑ سکتا ہوں۔ اور پھر میری جو حالت ہوگی وہ ایک رقیب سے بالکل مختلف ہوگی۔ اس میں غصہ اور جوش کا عنصر بہت کم ہوگا۔ اسکی ایک مثال یوں سمجھو کہ میری ملاقات ایک ایسے آرٹسٹ سے ہوتی ہے جو وہی کام کر رہا ہے جو میں کر رہا ہوں۔ بلکہ وہ یہ کام مجھ سے بہتر کر رہا ہے غالباً اس کے بعد میں اپنی کوششوں کو ترک کر دوں گا۔ میں اسکی کاوشوں کو دہرانا پسند نہیں کروں گا اور اگر وہ آرٹسٹ تصویر مجھ سے بہتر بنا رہا ہے تو ویسے بھی میرے لئے یہ کہاں کی عقلمندی ہوگی کہ میں اس تصویر پہ دماغ سوزی کرتا رہوں؟ لیکن ہم اس موضوع پر تو بات نہیں کر رہے تھے۔ اگر تم اس قسم کی شکایات نہ کرتیں اور اتنا افسوس ظاہر نہ کرتیں تو شاید میں تم سے اتنی محبت نہ کرتا جتنی کہ اب کرتا ہوں۔ میں ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جنھوں نے کبھی کوئی غلطی نہ کی ہو جو کبھی ٹھوکر کھا کر نہ گرے ہوں۔ ایسے لوگوں کی خوبیاں بے جان ہیں۔ ان کی کوئی قیمت نہیں۔ زندگی نے ان پر اپنے جمال و رعنائی کو آشکار نہیں کیا۔"

"اسی حسن و رعنائی کے بارے میں تو میں سوچ رہی تھی۔ میرا خیال ہے اسے دیکھنے کے لئے مضبوط قوت خیال کی ضرورت ہے۔ بصیرت بچے کی سی ہونی چاہیئے۔ اور اسی چیز سے مجھے محروم کر دیا گیا تھا۔ اگر میں شروع ہی سے کسی کے بیہودہ نظریات کے تصور کا شکار نہ ہوتی تو شاید پھر میں ابتدا ہی سے زندگی کے متعلق اپنا کوئی معقول نظریہ قائم کر سکتی۔ اور پھر یہی نہیں۔ میری عمر کے پہلے حصہ میں ایسے غلط، مخرب اخلاق اور خود غرض عناصر کے نفوذ پا جانے کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ بعد میں جب میں نے ایک ایسے آدمی سے شادی کی جو واقعی ایک بڑا آدمی تھا اور خوبیوں کا مالک تھا اور جو مجھ سے محبت کرتا تھا اور جس سے میں محبت کرتی تھی تو ہماری شادی پھر بھی ناکام ہو کر رہ گئی۔"

"اس سے پہلے کہ تم اپنے شوہر کی مجھ سے بات کرو۔ ذرا ٹھہر جاؤ۔ میں اس سے قطعاً نہیں جلتا۔ میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ میں صرف ان لوگوں سے جلتا ہوں جو مجھ سے گھٹیا ہیں

اپنے برابر والوں سے میں کبھی نہیں جلتا۔ ہاں تو ذرا مجھے اس آدمی کے متعلق بتاؤ۔

"کون سے آدمی کے متعلق؟"

"وہ خبیث جس نے تمھاری زندگی کو تباہ کیا۔ کون تھا؟"

"ماسکو کا ایک خاص مشہور وکیل۔ میرے باپ کا ایک دوست۔ جب ہمارے والد کا انتقال ہو گیا اور ہماری حالت بہت خراب ہو گئی تو اس نے میری والدہ کو مالی امداد پہنچائی۔ یہ آدمی حیرت انگیز شادی شدہ اور امیر تھا۔ میں نے اسکی اتنی برائیاں کر کر کے غالباً اسے کہیں زیادہ دلچسپ بنا دیا ہے جتنا کہ وہ واقعی ہے لیکن وہ کوئی عام آدمی بھی نہیں تھا۔ اگر تم چاہو تو میں تمھیں اس کا نام بھی بتا دوں۔"

"اسکی ضرورت نہیں۔ مجھے معلوم ہے۔ میں نے اسے ایک مرتبہ دیکھا تھا۔"

"واقعی؟"

"ہوٹل کے ایک کمرہ میں جب تمھاری ماں نے زہر کھایا تھا۔ بہت رات گئے کا واقعہ ہے۔ تم اور میں دونوں ان دنوں اسکول میں پڑھتے تھے۔"

"اوہ — مجھے یاد آیا۔ تم کسی دوسرے شخص کے ساتھ وہاں آئے تھے۔ اور ہال کے راستے میں تم لوگ ذرا سایہ میں کھڑے تھے۔ شاید میں خود یہ یاد نہ رکھ سکتی لیکن میرا خیال ہے کہ تم نے ایک مرتبہ غالباً مجھے اس کی یاد دلائی تھی۔ شاید یہ مولکنیز یوو کی بات ہے۔"

"کوماروسکی تھا وہاں پر۔"

"کیا واقعی؟ بہت ممکن ہے۔ ہم دونوں کے لئے ایک ہی جگہ موجود ہونا کوئی انوکھی بات نہیں تھی۔ ہم اکثر ایک دوسرے سے ملتے جلتے رہا کرتے تھے۔"

"لیکن تم شرما کیوں رہی ہو؟"

"کوماروسکی کا نام تمھاری زبان سے سن کر۔ میں اب یہ نام سننے کی عادی نہیں ہوں۔ میں تو حیرت میں رہ گئی۔"

"اس رات میرا ایک ہم جماعت میرے ساتھ گیا تھا اور اس نے ہوٹل میں جب مجھے یہ سب کچھ بتایا تھا۔ اس نے کوماروسکی کو پہچان لیا اور کہا کہ اس نے پہلے بھی اس شخص کو دیکھا ہے۔ اس لڑکے

نے اپنے بچپن میں ایک ریل گاڑی میں سفر کرتے ہوئے میرے کروڑپتی صنعت کار والد کو خودکشی کرتے دیکھا تھا۔ اس لڑکے کا نام بیشا آگارڈن تھا۔ وہ بھی اسی گاڑی میں تھے۔ میرے والد دانستہ چلتی ریل گاڑی سے کود پڑے اور ہلاک ہو گئے۔ اس سفر میں گیمارڈ وسکی ان کے ساتھ تھا۔ یہ شخص میرے والد کا وکیل تھا۔ اس نے میرے باپ کو خوب شراب پلائی۔ اس کے کاروبار کو تباہ کرایا۔ اسے دیوالیہ پن کی حد تک پہنچایا۔ اور آخر کار اسے خودکشی پر مجبور کر دیا۔ یہ اس شخص گیمارڈوسکی کا قصور تھا کہ میرے والد نے خودکشی کی اور میں یتیم ہو کر رہ گیا۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ ناممکن ہے۔ کیا واقعی یہ سچ ہے۔؟ تو تمھاری مصیبتوں کے باعث بھی یہی شخص ہے۔ اب ہم ایک دوسرے سے اور بھی قریب آ گئے ہیں۔ قدرت کو یہی منظور تھا۔"

"ہاں یہی وہ آدمی ہے جس سے میں ہمیشہ ہمیشہ جلتا رہوں گا۔ اس کا کوئی علاج نہیں۔ میں پاگل پن کی حد تک اس سے نفرت کرتا رہوں گا۔"

"تم ایسی باتیں نہیں کہہ سکتے۔ صرف یہی نہیں کہ میں اس سے محبت نہیں کرتی بلکہ میں تو اس سے نفرت کرتی ہوں۔"

"کیا تم اپنے آپ سے اتنی ہی واقف ہو؟ انسانی نفرت اور خاص طور پر عورت کی نفرت تو بے حد پر اسرار ہے۔ متضاد باتوں سے لبریز غالباً تمھاری اس نفرت میں کوئی ایسی بات بھی پوشیدہ ہے جو تمھیں اس سے مرعوب کئے رکھتی ہے اس شخص سے بھی زیادہ تم اس کی غلام ہو جس سے تم بغیر کسی دباؤ کے اپنی مرضی سے محبت کرتی ہو۔"

"کیسی خوفناک باتیں کر رہے ہو تم۔ لیکن تم جس طرح اطمینان کے ساتھ یہ باتیں کہہ رہے ہو خواہ یہ کتنا ہی غیر قدرتی کیوں نہ ہو۔ تاہم معلوم ہوتا ہے کہ تم بالکل صحیح ہو۔ لیکن کتنی بھیانک ہے یہ حقیقت!"

"گھبراؤ نہیں۔ میری باتوں پر نہ جاؤ۔ میرا مطلب یہ تھا کہ میں ایک تاریک۔ بے خبر اور غافل عنصر خلاف عقل و منطق۔ اور کسی اتھاہ چیز سے جلتا ہوں۔ خار کھاتا ہوں۔ میں تمھارے سامان آرائش کا رقیب ہوں۔ تمھاری جلد پر پسینے کے قطروں کو دیکھ کر جلتا ہوں۔ میں ان جراثیم سے جلتا ہوں جو تمھاری سانسوں کے ساتھ تمھارے جسم میں جا کر تمھارے خون میں گھل مل جاتے ہیں اور زہر کا مادہ پیدا

کرتے ہیں اور میں کو ماروڈکی سے حسد کرتا ہوں ایسے سمجھ کر جیسے وہ متعدی مرض ہو۔ ایک نہ ایک دن وہ تمھیں مجھ سے چھین کر لے جائے گا۔ اتنے ہی یقین کے ساتھ جتنے یقین کے ساتھ موت ایک ایک دن ہمیں ایکدوسرے سے الگ کر دیگی۔ اس وقت یہ امکان بہت دھندلا اور الجھا ہوا دکھائی دے رہا ہوگا لیکن میں اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ اسے بیان نہیں کر سکتا۔ میں جنون کی حد تک تم سے محبت کرتا ہوں۔ میرا عشق عقل و منطق کے خلاف ہے بے پایاں اور بے حد و حساب ہے۔

(۱۳)

"مجھے اپنے شوہر کے متعلق کچھ اور بتاؤ"

"وہ جو میری بدقسمتی کا نوشتہ بن گیا ہے" —— جیسا کہ شیکسپیئر نے کہا ہے۔

"اس نے یہ کہاں کہا ہے؟"

"رومیو جولیٹ میں"

"میں نے ملیزیو میں تمھیں بہت کچھ بتا دیا تھا جب کہ میں اسکی تلاش میں تھی۔ اور پھر دوبارہ یہاں جب مجھے معلوم ہوا کہ کس طرح اس کے آدمیوں نے تمھیں گرفتار کیا اور تمھیں اس کی ٹرین میں لے گئے میں تمھیں بتانا چاہتی ہوں اور شاید میں تمھیں پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ میں نے ایکبار کیسے اسے دور سے اس وقت دیکھا جبکہ وہ اپنی کار میں سوار ہو رہا تھا۔ مگر تم سمجھ سکتے ہو کہ اس کے گرد کتنے باڈی گارڈ ہوں گے۔ میں نے دیکھا اور محسوس کیا کہ اس میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ وہی خوبصورت۔ ایماندارانہ، اور پرعزم چہرہ۔ میں نے اپنی زندگی میں اس سے زیادہ ایماندار چہرہ نہیں دیکھا۔ وہی مردانہ۔ اور با غیرت کردار۔ اور قد و قامت۔ کسی سے عقیدت مندانہ لگاؤ یا تصنع نام کو نہیں۔ اس کے باوجود میں نے ایک فرق محسوس کیا جس سے میں پریشان ہو کر رہ گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی غیر مرئی یا خیالی چیز اس کے چہرے پر سے گذر گئی ہو۔ اور اس کا چہرہ اب بالکل بے رونق ہو کر رہ گیا تھا۔ ایسا دکھائی دیتا تھا کہ کسی انسان کا ایک زندہ چہرہ کسی اصول کا مظہر۔ یا کسی نظریہ کا مجسمہ بن گیا ہے یہ دیکھتے ہی میرا دل ڈوبنے لگا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کا یہ حشر اس لئے ہوا ہے کیونکہ اس نے خود کو ایک اعلیٰ طاقت کے سپرد کر دیا ہے۔ ایک ایسی طاقت کے سپرد جو بے رحم اور ہلاکت خیز ہے اور آخر کار اسے بھی نہیں بخشے گی مجھے ایسا دکھائی دیا کہ اسے پہلے ہی سے منتخب کر لیا گیا ہے۔ اور یہ کہ اسکی قیمت پر مہر لگ چکی ہے لیکن

ممکن ہے کہ اس سلسلہ میں میرے خیالات کچھ الجھے ہوئے ہوں۔ ممکن ہے مجھ پر ان باتوں کا اثر ہو جو تم نے اس سے اپنی ملاقات کے بارے میں مجھے بتائی تھیں۔ بہر حال یہ تو ایک حقیقت ہے کہ ہم ایک دوسرے کے بارے میں جو محسوس کرتے ہیں اس سے قطع نظر میں بہت سی باتوں میں تم سے متاثر ضرور ہوتی ہوں۔"

"مجھے یہ بتاؤ کہ انقلاب سے پہلے تم نے اس کے ساتھ اپنی زندگی کس طرح گذاری؟"

"شروع شروع میں جب کہ میں بالکل ہی بچہ تھی پاکدامنی اور نیکی میرا نصب العین اور میرا نظریہ تھا، اور وہ ان خوبیوں کا مظہر تھا۔ تمہیں شاید معلوم نہیں ہم تقریباً ایک ہی گھر میں پروان چڑھے وہ۔ جلیلن۔ اور میں۔ وہ ابھی بہت کمسن لڑکا تھا کہ مجھ پر دل و جان سے فریفتہ ہو گیا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ تقریباً غش کھا جاتا۔ مجھے شاید اس طرح باتیں نہیں کرنا چاہئے۔ لیکن یہ ظاہر کرنا اور بھی برا ہوگا کہ مجھے ان باتوں کا علم نہیں تھا۔

یہ دراصل بچپن کا ایک انتہائی معصوم جذبہ محبت تھا جو بچے صرف اسلئے چھپائے رکھتے ہیں تاکہ ان کی خودداری پر حرف نہ آئے۔ ہم اکثر ایک دوسرے سے ملتے تھے۔ اس میں اور مجھ میں اتنا ہی فرق تھا جتنا کہ ہم اور تم ایک دوسرے سے قریب تر ہیں۔ میں نے اسکو اسی وقت اپنے دل میں جگہ دیدی میں نے فیصلہ کر لیا کہ ذرا سیانی ہوتے ہی میں اس سے شادی کروں گی۔ میں نے اسی وقت سے یوں محسوس کرنا شروع کر دیا جیسے میری اس شاندار لڑکے سے منگنی ہو چکی ہے۔ تمہیں غالباً اس کی قابلیت کا علم نہیں ہے اس کا باپ ریلوے میں سگنل مین یا کراسنگ گارڈ تھا۔ اس نے محض اپنی محنت اور خداداد قابلیت کی بدولت اتنی کامیابی حاصل کی کہ تحصیل علم کے میدان میں وہ انتہا کو پہنچ گیا اور کلاسکیس اور ریاضیات میں نام پیدا کر لیا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔"

"لیکن پھر تمھاری شادی کا یہ حشر کیوں ہوا جبکہ تم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔؟"

"آہ! اس کا جواب دینا بہت مشکل ہے۔ بہر حال میں کوشش کروں گی۔ لیکن کیا عجیب سی بات نہیں ہے کہ مجھ جیسی ایک معمولی عورت تمھارے سامنے اس کی وضاحت کرے۔ تم جو ایک انتہائی ذہین و عقلمند آدمی ہو اسے یہ بتاؤں کہ آج روس میں عام انسانی زندگی اور خاص طور پر زندگی کی اعلیٰ قدروں کا کیا حشر ہو رہا ہے اور کس طرح خاندان تباہ ہو رہے ہیں"

اس میں تمہارے اور میرے دونوں کے خاندان شامل ہیں۔ آہ! یہ اندر کا سوال نہیں ہے کہ وہ مزاج میں ایک۔ جیسے ہیں یا مختلف محبت کے قابل ہیں یا نہیں۔ اس معاشرہ کی اس تنظیم نو اور ہنگامہ آرائی میں ہر چیز خاک میں مل گئی ہے۔ اسمیں رسم و رواج۔ ہماری طرز زندگی اور ہمارے گھر اور زندگی سے متعلق ہر چیز شامل ہے۔ پوری انسانی زندگی کا ڈھانچہ تباہ و برباد ہو گیا ہے اب جو کچھ باقی رہ گیا ہے وہ محض ایک برہنہ روح انسانی ہے جس کے جسم سے تار تار اُتار دیا گیا ہے۔ جس کے لئے کوئی فرق نہیں پڑا۔ کیونکہ یہ ہمیشہ سے ٹھٹھرتی اور کانپتی ہوئی تھی اور اپنے قریب ترین ہی ہمسایہ کے پاس پہنچ جاتی تھی جو خود بھی اتنا ہی اداس اور ٹھٹھرا ہوا ہوتا۔ تم اور میں۔ ہم دونوں تو آدم و حوا کی طرح ہیں۔ اس کرہ ارضی کے قیام کے بعد پہلے دو انسان جن کے پاس تن ڈھانپنے تک کو کچھ موجود نہ تھا۔ اور آج جب کہ دنیا کا خاتمہ قریب ہے اس وقت بھی ہم اتنے ہی برہنہ اور بے گھر ہیں۔ آدم و حوا سے لے کر ہمارے اس دور تک کے ہزاروں سالوں کے درمیان دنیا میں جو بھی بے پناہ عظمت پیدا ہوئی ہے ہم اور تم اس کی آخری یادگار آخری نشانی ہیں اور ان تمام غائب ہو جانے والے عجائبات کی یاد ہیں ہم زندہ ہیں۔ محبت کرتے ہیں۔ لڑتے ہیں اور ایک دوسرے سے چمٹ جاتے ہیں۔"

ایک لمحہ کیلئے وہ خاموش رہا۔ اس کے بعد اس نے پھر زیادہ اطمینان کے ساتھ بولنا شروع کر دیا۔

"میں تمہیں بتاتی ہوں۔ اگر اسٹرینیکوف دوبارہ پاشنکا بن جائے۔ اگر وہ اپنا جوش و خروش اور بغاوت ختم کر دے اگر پھر پہلا وقت لوٹ آئے۔ اگر کسی معجزہ کی بنا پر میں دوبارہ اپنے گھر کی چمکتی ہوئی کھڑکی دیکھ لوں۔ پاشا کی میز اور اس کی کتابوں پر لیمپ کی روشنی دیکھ لوں۔ تو خواہ پھر یہ زمین کا دوسرا سرا ہی کیوں نہ ہو۔ میں اپنے گھٹنوں کے بل رینگتی ہوئی وہاں تک پہنچ جاؤں گی۔ میرے جسم کا ہر حصہ میری روح غرضیکہ مجھ میں ہر چیز پوری طرح مستعد ہو جائے گی۔ ماضی اور وفاداری کی پکار کے سامنے کچھ بھی نہیں رہ سکتی۔ اس پکار میں اپنی قیمتی سے قیمتی چیز بھی قربان کر دوں گی۔ حتیٰ کہ میں تمہیں بھی اس پر قربان کر ڈالوں گی۔ اپنی محبت کو بھی اس پر بھینٹ چڑھا دوں گی جو کہ اتنی بے نیاز اتنی اچانک اور اتنی قدرتی سی چیز ہے۔ اوہ لیکن مجھے معاف کر دو۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ یہ صحیح نہیں ہے۔"

اتنا کہنے کے بعد اس نے سسکیاں لیتے ہوئے خود کو اس کے بازوؤں کے درمیان گرا دیا۔

لیکن جلد ہی اُس نے خود کو سنبھالا اور اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بولی: "کیا یہ وہ احساس ذہن نہیں ہے جو تمہیں واپس تو دنیا کی طرف لے جا رہا ہے۔ او میرے خدا۔ کتنے مصیبت زدہ ہیں ہم لوگ۔ ہمارا کیا حشر ہوگا۔ ہم کیا کریں؟" لیکن وہ فوراً ہی سنبھل گئی اور پھر کہنے لگی: "لیکن میں نے ابھی تمہارے اس سوال کا جواب نہیں دیا کہ آخر وہ کونسی چیز تھی جس نے ہماری مسرتوں کو پامال کر دیا۔ مجھے کچھ عرصہ بعد اس کا واضح طور پر احساس ہوا۔ اور میں تمہیں ضرور بتاؤں گی۔ لیکن یہ صرف ہماری ہی کہانی نہیں۔ یہ ہماری ہی بپتا نہیں۔ دنیا کے بھی بہت سے لوگوں کا یہی حشر ہوا ہے۔"

"مجھے بتاؤ میری جان۔ تم کتنی ذہین اور عقلمند ہو۔"

"جنگ سے دو سال پہلے ہماری شادی ہوئی۔ ہم نے ابھی اپنی زندگی کا آغاز ہی کیا تھا۔ ہم نے ابھی اپنا گھر آباد ہی کیا تھا کہ جنگ چھڑ گئی۔ اب میرا یہ ایمان ہے کہ یہ سب تباہی اس جنگ کی وجہ سے ہم پر نازل ہوئی۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا اور مستقبل کے لئے ہمیں جو مصائب دکھائی دے رہے ہیں ان کی ذمہ داری بھی اسی جنگ پر عائد ہوتی ہے۔ ابھی تو ہماری آئندہ نسلوں کو بھی اس کے نتائج بھگتنے پڑیں گے۔ مجھے اپنے بچپن کا زمانہ خوب یاد ہے۔ جبکہ ہم گزشتہ صدی کے پُرامن ماحول پر نظریں ڈال کر اپنی جگہ خود کو بہت مطمئن پاتے تھے۔ ہر شخص سمجھتا تھا کہ لوگ عقل و دلائل کی باتوں کو سمجھتے ہیں۔ اپنے ضمیر کے مطابق سوچتے اور کام کرتے ہیں کوئی برائی نہیں۔ کسی شخص کے دوسرے کے ہاتھوں قتل ہونے کی وارداتیں کبھی کبھار سننے میں آتی تھیں۔ قتل کی وارداتیں زیادہ تر ڈراموں، اخباروں یا جاسوسی ناولوں میں ہوتی تھیں۔ روزمرہ زندگی میں نہیں۔ اور پھر ہم ایک ہی جست میں اس پُرامن، پُرسکون اور رواداری کے ماحول سے خونی انسانیت پاگل پن۔ اور ہر روز۔ اور ہر لمحہ کی ذہنی قتل و غارتگری کی دنیا میں پہنچ گئے جس کا انجام ملتا ہے ہمارا خیال ہے لوگوں کو اپنی چیزوں کی ہمیشہ قیمت ادا کرنا پڑتی ہے۔ اس انتشار کی ابتدا کے بارے میں تمہیں مجھ سے زیادہ علم ہونا چاہیے۔ تم جانتے ہو کس طرح اچانک ہر شعبہ زندگی مفلوج ہو رہ گیا۔ ریلوے کی ٹرینیں۔ شہروں میں اشیائے خورد و نوش۔ خاندانوں کی اساسیں اور بنیادی ادب اور معیارِ اخلاق۔ سب کچھ تباہی کی نذر ہونے لگا۔"

"سلسلۂ کلام جاری رکھو۔ مجھے معلوم ہے اسکے بعد تم کیا کہنے والی ہو۔ ان تمام حالات پر تمہاری کتنی گہری نظر ہے۔ اور تمہاری باتیں سن کر طبیعت کتنی خوش ہوتی ہے۔"

"چنانچہ یہ تھا وہ وقت جب کہ ہماری اس سرزمین روس پر چھوٹی باتوں نے قدم جمائے۔ ہماری سب سے بڑی بدقسمتی ان سب برائیوں کی جڑ یہ تھی کہ لوگوں کی انفرادیت مٹ گئی اور اس کے ذہن سے اعتماد اٹھ گیا۔ لوگ یہ سوچنے لگے کہ ان کی اپنی اخلاقی قدروں پر عمل کرنا اب فرسودہ بات ہو گئی۔ کہ ان سب کو دوسروں کی شکل میں ڈھل جانا چاہیے اور دوسرے لوگوں کے نظریے کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہیے اور نظریات بھی ایسے جو مار مار کر لوگوں کے حلق سے نیچے اتارے جا رہے تھے۔ اور پھر چمکدار فقروں اور مرعوب کرنے والے نعروں کا دور شروع ہوا۔ پہلے زار کے زمانہ میں اور پھر انقلابی دَور میں۔ یہ سماجی برائی ایک وبا کی صورت اختیار کر گئی۔ جو تیزی کے ساتھ پھیلنے لگی۔ چھوت کی بیماری کی طرح۔ اس نے ہر چیز پہ اثر کیا۔ قومی زندگی کا کوئی شعبہ کوئی عنصر یا کوئی فرد اس سے محفوظ نہیں رہا۔ ہمارے اپنے گھر میں بھی یہ وبا پھیل گئی۔ ہمارے گھرانے میں اچانک کچھ گڑبڑ ہونے لگی۔ ہم قدرتی حالات کے مطابق زندگی بسر کرنے کے عادی تھے مگر اب ہم نے احمقانہ طور پہ ایک دوسرے کے ساتھ برخود غلط قسم کا رویہ اختیار کر لیا۔ ہماری بات چیت پر تکلف ہو گئی۔ بناوٹ اور حالات کے دباؤ کا ملمع چڑھ گیا۔ بعض عالمی امور میں بات چیت کے دوران ہر کوئی محسوس کرتا تھا کہ اسے بہت ہوشیاری کے ساتھ بات کرنی چاہیے۔ ہماری زندگیوں میں یہ جو بناوٹ اور فریب واقعی پیدا ہو گیا تھا۔ آخر پاشا جیسا آدمی انھیں محسوس کئے بغیر کیسے رہ سکتا تھا؟ وہ پاشا جو اتنا محتاط۔ روادار اور ظاہر و باطن میں امتیاز کرنے کا ماہر سمجھا جاتا تھا۔"

لارا نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اور اسی مرحلہ پر اس نے ایک مہلک، ایک بھیانک غلطی کی۔ اس نے زمانہ کی اسپرٹ۔ معاشرہ اور عالمی برائی کو ایک پرائیویٹ اور خانگی معاملہ سمجھ لیا۔ وہ ہماری ادبی خرافات کو سنتا رہا۔ وہ ہمارے سرکاری لب و لہجہ کو دیکھتا رہا۔ اور اس نے سمجھ کہ چونکہ وہ اعلیٰ پایہ کا آدمی نہیں۔ وہ کوئی بڑی شخصیت نہیں لہٰذا اسی لئے ہم اس سے ایسی باتیں کرتے ہیں۔ میرے خیال میں تم اس بات پہ یقین بھی نہیں کرو گے کہ اس قسم کی چھوٹی چھوٹی باتیں ہماری شادی شدہ زندگی میں اتنی زیادہ اہمیت اختیار کر گئی تھیں۔ تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ یہ بات کتنی اہم تھی۔ ان احمقانہ باتوں نے اسے کس حد تک بچوں جیسی بیہودہ باتیں کرنے پہ مجبور کر دیا۔ البتہ کسی نے جنگ پہ جانے کو نہیں کہا تھا۔ وہ محض اس لئے لڑائی پہ گیا کیونکہ وہ اپنے آپ کو ہم پہ

ایک بوجھ سمجھتا تھا۔ اور میں اس سے نجات دلانا چاہتا تھا۔ اور اس سارے پاگل پن کی ابتدا یہی تھی — عنفوانِ شباب کی بے راہ روی اور خود نمائی کے جذبے سے مغلوب ہوکر وہ ان باتوں سے برہم ہوگیا جن پہ اسے پہلے کبھی غصہ نہیں آیا کرتا تھا۔ وہ حالات و واقعات کی رفتار سے بہت آزردہ اور پریشان تھا۔ اس نے تاریخ سے جھگڑا مول لیا۔ وہ آج تک تاریخ سے اپنا حساب چکانے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ پاگل پن کی حد تک آمادہ بغاوت ہے۔ یہی وہ احمقانہ خواہش ہے جو اسے موت کے منہ میں دھکیل رہی ہے۔ او خدا! کاش میں اسے بچا سکتی۔"

"اس کے لئے تمھاری محبت کتنی قوی اور کتنی پاکیزہ ہے۔ محبت کرتی رہو۔ اس سے محبت کرتی رہو۔ میں خود کو اس کا رقیب نہیں سمجھتا۔ کبھی نہیں سمجھوں گا۔ میں تمھاری راہ میں کبھی حائل نہیں ہوں گا۔"

(۱۵)

موسم گرما آیا اور آنکھ جھپکتے ہی گذر بھی گیا۔ ڈاکٹر صحت یاب ہوگیا۔ ماسکو جانے کا منصوبہ تیار کرنے کے ساتھ ساتھ اس نے نہ صرف ایک بلکہ تین جگہ بیک وقت ملازمت اختیار کرلی۔ سکے کی قیمت روز بروز گرنے کی وجہ سے گذارہ کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ ہر روز وہ علی الصبح اٹھ بیٹھتا۔ گھر سے چل کر مرچنٹ اسٹریٹ پہنچ جاتا جو "سنیما" کے قریب سے گذر کر یورال کاسک آرمی کے چھاپہ خانہ تک جاتا۔ اب جس کا نام "ریڈ کمپوزیٹر" تھا۔ سٹی اسٹریٹ کے کونے پر ٹاؤن ہال کے دروازہ پر "شکایات" کا نوٹس آویزاں تھا۔ وہ چوک پار کر کے بیانودکا اسٹریٹ کی طرف مڑا اور ہسپتال پہنچتے ہی عقبی دروازہ سے فوجی ہسپتال کے بیرونی مریضوں کے شعبہ میں چلا گیا جہاں وہ کام کرتا تھا۔ یہی اس کا اصل اور بڑا کام تھا۔ لارا کے گھر سے ہسپتال تک بیشتر راستہ پہ گھنے درختوں کا سایہ تھا۔ ارد گرد عجیب و غریب لکڑی کے مکان ہوتے۔ ان کی چھتیں دونوں طرف ڈھلوان ہوتیں۔ دروازے سجے ہوئے اور کھڑکیوں کے گرد کچھ نقش و نگار دکھائی دیتے۔ ہسپتال کے برابر والا مکان جو ایک باغیچہ کے وسط میں تھا۔ ایک تاجر کی بیوی گورجگلیا ذودا کا تھا۔ ماسکو کے قدیمی مکانوں کی طرح اس کا سامنے کا حصہ صاف شفاف اور چمکیلی ٹائلوں کا بنا ہوا تھا۔ ہفتہ میں تین یا چار مرتبہ یوری آندرے وچ۔ میاسکی اسٹریٹ میں لوریاتن ہیلتھ

مردوں کے بورڈ کے جلاس میں شریک ہوتا۔ شہر کے دوسرے کنارے عورتوں کی بیماریوں کی سابق انسٹی ٹیوٹ کی عمارت تھی جو سمدیو یا ترفن کے والد نے اپنی بیوی کی یاد میں قائم کی تھی۔ وہ ایک بچہ کی پیدائش کے وقت مر گئی تھی۔ اب اس عمارت کا نام روز انکسمبرگ انسٹی ٹیوٹ تھا جہاں یوری آندرے وچ بیماریوں کی ابتدا اور کچھ دوسرے موضوعات پر لیکچر دیتا جو میڈیکل اور سرجری کے ایک مختصر کورس کا ایک حصہ تھا۔ رات گئے تھکا ماندہ اور بھوکا۔ جب وہ گھر پہنچتا تو لارا کو گھریلو کاموں میں مصروف پاتا۔ وہ پکائی یا دھلائی میں مصروف ہوتی۔ ہر روز گھر کے کام کرتے ہوئے جب وہ اسے بے کیف اور غیر شاعرانہ حالت میں دیکھتا یعنی اس کے بال الجھے اور بکھرے ہوئے ہوتے۔ وہ اپنی آستینیں چڑھا لیتی۔ اپنا سایہ ذرا اوپر کو اڑس لیتی۔ اور ڈاکٹر اس کے اس شاہانہ جلال سے سہم کر رہ جاتا۔ اگر وہ رقص کی کسی محفل میں جانے کے لئے اونچی ایڑی کا جوتا اور تنگ طویل اور کھڑکھڑ کرتا ہوا سایہ پہن کر اس کے سامنے آتی تب بھی وہ اتنی حسین و جمیل دکھائی نہ دیتی جتنی کہ اس گھریلو حلیہ میں دکھائی دیتی تھی۔ بالکل قاتل وہ کھانا پکاتی۔ کپڑے دھوتی — اور صابن کے جھاگ والے پانی سے فرش صاف کرتی یا خانگی سے بستروں کی چادروں کی مرمت کرنے لگتی۔ یا جب کھانا پکانے دھلائی اور صفائی کے کام ختم ہو جاتے تو وہ کاتنکا کو پڑھانے بیٹھ جاتی۔ یا خود کتب بینی کے بعد اپنی سیاسی تعلیم کو دھرانے لگتی تاکہ وہ کسی نئے اسکول میں ٹیچر کی جگہ حاصل کر سکے۔

یہ عورت اور اسکی بیٹی اس سے جتنا زیادہ قریب آتے اتنا ہی کم وہ ان کو اپنے خاندان کے افراد سمجھتا۔ اپنے خاندان کی طرف سے اسپر عائد ہونے والے فرائض اور اس کے شکستہ عماد کے دکھ کا اسکے خیالات پر گہرا اثر تھا۔ اسکے خیالات ان حقائق کی گرفت میں تھے۔ اس کی ان مجبوریوں کو سمجھتے ہوئے لارا اور کاتنکا نے کبھی برا نہیں مانا۔ اسکے برعکس اس کے اس رویہ میں عزت و احترام کی ایک دنیا پوشیدہ تھی جس میں بیہودگی کا شائبہ تک نہیں تھا لیکن اسے اس کا درد دل اور اس کا رنج و غم کھائے جا رہا تھا۔ وہ بالکل اسی طرح اس کا عادی ہو گیا تھا جیسے کوئی اس زخم کا عادی ہو جاتا ہے جو کبھی نہیں سوکھتا اور وقفوں کے بعد ہرا ہوتا رہتا ہے۔

(۱۶)

اسی طرح دو تین مہینے گذر گئے۔ اکتوبر کا مہینہ تھا کہ ایک دن یوری آندرے وچ نے

لاریسا فیودوروونا سے کہا: "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مجھے اپنی اس جگہ سے استعفیٰ دینا پڑے گا۔ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ بار بار ایسا ہی ہوتا ہے۔ پہلے پہل تو ہر چیز بہت شاندار ہوتی ہے۔ کہتے ہیں: "آؤ۔ آجاؤ۔ ہم اچھے اور ایماندارانہ کام کی قدر کرتے ہیں۔ ہم نئے کام سوچنے والوں کو اچھا سمجھتے ہیں۔ ہمیں اور کیا چاہئے اپنا کام اپنی جدوجہد جاری رکھو۔ کام کرتے رہو۔ یہ تو پہلے پہل کی باتیں ہیں لیکن بعد میں ان سے واسطہ پڑتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ نئی باتوں سے انکی مراد بے معنی اور خالی الفاظ ہیں۔ نئی حکومت اور انقلاب کی مدح وثنا میں دھوم دھام کا نام نئے خیالات اور نئی باتیں ہیں میں اس سے تنگ آچکا ہوں۔ میں اس قسم کے کام کے لئے بالکل بے کار ہوں۔ ہاں میرا خیال ہے وہ اپنے نقطۂ نظر سے ایک طرح صحیح بھی ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ میں ان کے ساتھ نہیں ہوں۔ میں یہ کبھی تسلیم نہیں کر سکتا کہ یہ لوگ تاریخ کے ہیرو ہیں اور میں ایک چھوٹا سرمایہ دار ظالم اور ترقی کا مخالف۔ کیا تم نے کبھی نکولائی ودیاناپن کا نام سُنا ہے؟"

"ہاں ہاں۔ کیوں نہیں۔ تم سے ملاقات سے پہلے بھی اور پھر تم نے خود بھی مجھے اس کے بارے میں بتایا تھا۔ سیما تنت سیوا بھی اکثر اس کا ذکر کرتی ہے۔ وہ اسکی مُرید ہے۔ میں بہت شرمندہ ہوں کہ میں نے نکولائی کی کوئی کتاب نہیں پڑھی۔ میں خالص فلسفہ کی کتابیں پڑھنا پسند بھی نہیں کرتی میرا خیال ہے زندگی اور آرٹ کو ذرا پختگی بخشنے کے لئے اس میں ذرا سا فلسفہ شامل کر دینا چاہئے لیکن فلسفہ کو ہی اپنی خصوصیت قرار دے لینا ایسا ہے جیسے کوئی صرف گھوڑے کے چارہ کی مولیاں کھا کھا کر ہی گذارہ کر رہا ہو۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے اپنی خرافات سے تمہاری توجہ اصل بات سے ہٹا دی ہے۔"

"نہیں! حقیقت یہ ہے کہ میں کچھ اس طرز پر سوچتا ہوں۔ ہاں تو جہاں تک میرے کاموں کا تعلق ہے عام خیال یہی ہے کہ مجھے اسی کے اثر نے بگاڑا ہے۔ میرا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ میں وجدان والہام کا قائل ہوں۔ اور دیکھو کتنی مضحکہ خیز بات ہے یہ۔ لوگ کہتے ہیں کہ میں بہترین نباض اور تشخیص کا ماہر ہوں۔ اور کسی حد تک یہ بھی صحیح کہ مرض کی تشخیص میں بہت کم غلطی کرتا ہوں۔ ہاں تو موجودہ صورت حال کیلئے آخر یہ لوگ وجدانی والہامی کیفیات کی مخالفت نہیں کر رہے تو کیا کر رہے ہیں؟ دوسری بات یہ ہے کہ یہ نقالی اور اندھی تقلید کا معاملہ مجھے بار بار ستا رہا ہے۔ کسی ہیئت اجتماعی کو تصرف سے کام لے کر

اس کے گرد و پیش کے رنگ کے مطابق سمجھنے یا پیش کرنے کا مرض۔ میرا خیال ہے کہ علم حیاتیات کا ادراک ہی داخلی اور بیرونی دنیا کے تعلق کے موضوع پر کوئی روشنی ڈال سکتا ہے۔ میں نے اپنے لیکچروں میں انہی معاملات کو زیر بحث لانے کی کوشش کی تھی۔ فوراً ایک شور مچ گیا۔ یہ تو تصوریت ہے۔ تصوف ہے۔ گوئٹے کا فلسفہ قدرت ہے شلنگ ازم کی نئی صورت ہے۔ میرا خیال ہے میں یہ کام چھوڑ دوں۔ میں ہسپتال میں البتہ اس وقت تک کام کرتا رہوں گا جب تک کہ وہ مجھے خود نہیں نکال دیتے۔ لیکن انسٹی ٹیوٹ اور ہیلتھ سروس سے میں استعفیٰ دے دوں گا۔ میں تمھیں پریشان کرنا نہیں چاہتا لیکن کبھی میرے دل میں یہ خیال ضرور آتا ہے کہ ممکن ہے کسی نہ کسی دن وہ مجھے گرفتار کرلیں:

"خدا نہ کرے۔ یوری چکا! خوش قسمتی سے ابھی حالات اتنے نہیں بگڑے۔ مگر تمھارا خیال صحیح ہے۔ زیادہ محتاط رہنے میں کوئی حرج نہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ یہ لوگ جب بھی برسر اقتدار آتے ہیں تو یہ دو بعض باقاعدہ طے شدہ مرحلوں سے گزرتا ہے پہلے مرحلے میں تو لے عقل و استدلال کی فتح۔ روح تنقید کی کامیابی اور تعصبات کے خلاف جنگ کی فتح اور اسی قسم کی دوسری باتیں کہا جاتا ہے۔ پھر دوسرا مرحلہ آتا ہے۔ یہ لوگ جو خود کو ان کا ہمدرد اور ان کا شاگرد ظاہر کرتے ہیں ان کی مذموم سرگرمیاں شروع ہوتی ہیں۔ مخبروں۔ سازشوں اور منافقت کا دور تمھارا خیال ہے ہم اس دوسرے دور کے ابتدائی مراحل سے دوچار ہیں۔ اس کا ثبوت تلاش کرنے کے لئے ہمیں دور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مقامی انقلابی عدالت میں دو ممبر خود ستگوئی سے تبدیل ہو کر آئے ہیں۔ یہ پرانے دور کے دو سزایافتہ مزدور تیوورزن اور انتی پوف ہیں۔ دونوں مجھ سے خوب واقف ہیں اور ان میں سے ایک تو میرا خسر ہے۔

اس کے باوجود جب سے یہ دونوں آئے ہیں اسی دن سے میں اپنی بیٹی کا تنکا اور خود اپنی جان کے لئے خطرہ محسوس کرنے لگی ہوں۔ ان لوگوں سے کوئی کام بعید نہیں۔ انتی پوف مجھے پسند نہیں کرتا۔ اور ان سے یہ بھی بعید نہیں کہ وہ اعلیٰ انقلابی انصاف کے نام پر مجھے اور حتیٰ کہ پاشا کو بھی تباہ کرڈالیں:

اور اس بات چیت کے عواقب بھی جلد ہی دیکھنے میں آگئے۔ ہسپتال کے برابری نمبر ۴۸ بیاوندگا اسٹریٹ پر رات کے وقت گولیجکیا دو دانا می بیوہ کے مکان کی تلاشی لی گئی۔ یہاں اسلحہ کا ذخیرہ اور ایک جوابی۔ انقلابی ادارہ پکڑا گیا کئی آدمی حراست میں لئے گئے اور اس کے بعد تلاشیوں اور گرفتاریوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔ یہ افواہیں بھی سننے میں آئیں کہ بعض مشتبہ افراد بچ کر دریا پار بھاگ گئے

ہیں۔ مگر لوگ کہتے تھے: "ارے اس سے کیا فائدہ۔ یہاں تو دریا ہی دریا ہیں۔ بند گووشٹنگ میں دریائے امور ہے مثال کے طور پر۔ چھلانگ لگا کر تیرنے لگو۔ یہ تو چین پہنچ گئے۔ یہ ہے دریا تو۔ یہ بات ہوئی کچھ۔"

لارا نے کہا: "سارا ماحول دھمکیوں سے پُر ہے۔ اب ہماری خیر نہیں۔ یہ لوگ تمھیں۔ مجھے اور تمھیں دونوں کو گرفتار کر لیں گے۔ لیکن کاتینکا کا کیا ہوگا۔ میں ماں ہوں۔ میں یہ نہیں ہونے دونگی کہ میری بچی تباہ ہو جائے۔ مجھے سوچ سمجھ کر کوئی حل تلاش کرنا ہوگا۔ اوہ۔ میں پاگل ہوئی جا رہی ہوں۔"

"ہاں ہاں۔ آؤ اس پہ ذرا سوچیں۔ لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں؟ کیا ہم اس آنے والی مصیبت کو ٹال سکتے ہیں؟ کیا یہ قسمت کا معاملہ نہیں ہے؟"

"ہم لازمی طور پر بچ کر نہیں نکل سکتے۔ جگہ کوئی نہیں ہے جانے کے لئے۔ تاہم یہ ہو سکتا ہے کہ ہم ذرا سایہ میں، ذرا پس منظر میں ذرا ایک طرف ہو کر بیٹھ جائیں۔ مثال کے طور پہ واری کینو چلیں۔ مجھے بار بار دہاں کا مکان یاد آ رہا ہے۔ بڑا اداس اور اجاڑ سا مکان ہے لیکن یہاں سے محفوظ رہے گا۔ یہاں سب ہمیں دیکھتے ہیں وہاں ہم لوگوں کی نظروں سے دور رہیں گے۔ مجھے موسم سرما وہاں گذارنے پہ کوئی اعتراض نہیں۔ سردیوں کا موسم سر پہ آن پہنچا۔ اتنی دیر میں کہ وہ ہم تک پہنچیں ہم اس زندگی کا تقریباً ایک سال اور گذار چکے ہوں گے۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔ سمدیویاتوف ہمارے اور شہر کے درمیان رابطہ کا کام انجام دے گا۔ ممکن ہے وہ ہمیں روپوش کرنے میں بھی کچھ مدد پہنچائے۔ تمھارا کیا خیال ہے؟ یہ صحیح ہے کہ یہ جگہ بالکل اجاڑ بیابان ہے۔ کوئی دوسرا شخص وہاں نہیں ہوگا۔ کم از کم گذشتہ مارچ میں جبکہ میں وہاں گئی تو اس وقت یہی صورت تھی۔ سنتے ہیں وہاں بھیڑیئے ہوتے ہیں۔ بڑی دہشتناک بات ہے یہ تو۔ لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ تیموزن اور انتی پوف جیسے آدمی تو بھیڑیوں سے بھی زیادہ خوفناک ہیں۔"

"مجھے نہیں خبر میں کیا کہوں۔ لیکن کیا تم اس دوران مجھے مستقل ماسکو جانے کے لئے نہیں کہتی رہیں اور یہ کہ مجھے ماسکو جانے کا ارادہ ترک نہیں کرنا چاہیئے۔ اب یہ کام آسان ہے۔ میں نے اسٹیشن سے تحقیقات کی تھی۔ بظاہر انھیں بلیک مارکیٹ کرنے والوں کی اب کوئی فکر نہیں۔ جن لوگو کے پروانہ راہ داری درست نہیں ہوتے ان میں سے اب ہر آدمی کو گاڑی سے نہیں اُتارا جاتا

یہ لوگ تھک گئے ہیں اور بہت کم لوگوں کو گولی مارتے ہیں لیکن مجھے تشویش اس بات کی ہے کہ مجھے ماسکو سے اپنے خط کا کوئی جواب نہیں ملا۔ مجھے وہاں جا کر معلوم کرنا چاہیئے کہ ان لوگوں پر کیا بیت رہی ہے۔ تم خود بھی تو مجھ سے یہی کہتی رہتی ہو۔ لیکن واری کنو کے بارے میں تم جو کہہ رہی ہو اسے کیا کروں؟ تم خود بھی ایسی الگ تھلگ جگہ جانا پسند نہیں کرو گی۔"

"ظاہر ہے۔ نہیں۔ تمہارے بغیر میرا اکیلے وہاں جانا تو بالکل ناممکن ہے۔"

"اور پھر بھی تم مجھ سے کہہ رہی ہو کہ میں ماسکو چلا جاؤں؟"

"ہاں۔ ہاں۔ تمھیں جانا چاہیئے۔"

"ٹھہرو۔ میں تمھیں بتاتا ہوں۔ میں نے ایک شاندار ترکیب سوچی ہے۔ آؤ ہم اکٹھے چلیں۔ ہم تینوں"

"کیا کہا، ماسکو چلیں؟ پاگل ہو گئے ہو تم؟ میں ماسکو جا کر کیا کروں گی؟ نہیں! مجھے تو اسی جگہ قیام کرنا ہو گا۔ مجھے اس جگہ کے آس پاس ہی رہنا چاہیئے۔ میرے پاشا کی قسمت کا تو اسی جگہ فیصلہ ہوگا۔ مجھے یہاں اس کا انتظار کرنا ہو گا تاکہ اگر اسے میری ضرورت پڑے تو میں بآسانی اس تک پہنچ سکوں۔"

"اچھا۔ تو پھر ہمیں اب کاتنکا کے بارے میں سوچنا چاہیئے۔"

"میں اس کے متعلق سیما سے بات کر رہی تھی۔ سیما تنت سیوا سے جو کبھی کبھار مجھ سے ملنے یہاں آیا کرتی ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔ میں نے اسے کئی بار دیکھا ہے۔"

"ارے! مجھے تو تم پر حیرت ہے۔ واقعی! تمھاری جگہ میں ہوتی تو فوراً اس پر عاشق ہو جاتی۔ مجھے نہیں خبر تم مرد اپنی آنکھیں کہاں رکھتے ہو۔ اسے جانتے ہو کتنی بلا کی حسین۔ دلربا۔ شاندار۔ ذہین۔ تعلیم یافتہ رحمدل اور واضح دل و دماغ کی مالک ہے وہ۔"

"جس دن میں یہاں پہنچا تھا اسی دن اس کی بہن نے میرے بال کاٹے تھے۔" یگلافیرا درزن نے:

"معلوم ہے۔ یہ دونوں اپنی بڑی بہن اودوتیا کے ساتھ رہتی ہیں جو کہ لائبریرین ہے۔ اچھے اور محنت کرنے والوں کا خاندان ہے یہ۔ میں سوچ رہی تھی کہ ان سے بات کروں۔ اگر برا وقت آ ہی جاتا ہے اگر تم اور میں گرفتار ہو جاتے ہیں ـــ کیا وہ کاتنکا کی دیکھ بھال کی ذمہ داری لے لیں گی؟ ابھی تک میں کوئی فیصلہ نہیں کر پائی۔"

لیکن صرف اسی صورت میں جبکہ دوسرا کوئی اور طریقہ نہ رہے - خدا سے دعا کرو کہ ایسا وقت نہ آئے "

"سیما کچھ عجیب و غریب دماغ کی عورت ہے - کچھ گڑبڑ ہے اسکے دماغ میں - لیکن دراصل یہی وجہ ہے کہ وہ بے حد حقیقت و صلیت پسند ہے وہ کوئی مفکر نہیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے بے حد تعلیم یافتہ ہو - نظریات کے اعتبار سے وہ تم سے ملتی جلتی ہے - میرا خیال ہے اگر وہ کاتنکا کی پرورش کرے تو میں بہت خوش ہونگی "

(۱۷)

وہ ایکبار پھر ریلوے اسٹیشن گیا اور خالی ہاتھ واپس آگیا - ابھی کسی بات کا کوئی فیصلہ نہیں ہوا تھا اسے اور لارا کو کچھ خبر نہ تھی کہ آگے چل کر کیا پیش آنے والا ہے - پہلی برفباری سے قبل جیسا موسم ہوتا ہے ویسے ہی اسوقت سخت سردی اور تاریکی پھیلی ہوئی تھی -

یوری آندرے وچ جب گھر آیا تو دیکھا کہ سیما لارا سے باتیں کر رہی ہے - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سیما اپنی میزبان کو بھی لیکچر پلا رہی ہے - یوری آندرے وچ دونوں کے انہماک میں مخل ہونا نہیں چاہتا تھا - اور پھر وہ خود بھی ذرا کیلئے میں خاموش بیٹھنا چاہتا تھا - عورتیں بیٹھی اگلے کمرے میں باتیں کر رہی تھیں دو دونوں کمروں کا درمیانی دروازہ کھلا تھا - اسمیں پردہ لٹکا ہوا تھا - اور وہ اگر دونوں عورتوں کی باتیں صاف سُن سکتا تھا - لارا کہہ رہی تھی -

"میری پیاری سیما - میں سلائی جاری رکھوں گی بلکہ تم اسکی پرواہ نہ کرو - میں سن رہی ہوں طالبعلمی کے زمانہ میں ہم فلسفہ کے لیکچر سنا کرتی تھیں تمھارے سوچنے کا طریقہ مجھے بہت دلچسپ معلوم ہوتا ہے - اس کے علاوہ تمھاری باتیں سن کر ویسے بھی بڑا اطمینان ہوتا ہے - ہمیں کاتنکا کی بڑی فکر ہے اور پچھلی کئی راتوں سے ہم پوری طرح سو بھی نہیں سکے ہیں - اگر ہمیں کچھ ہو جاتا ہے تو ایسی صورت میں بحیثیت ماں میرا یہ فرض ہے کہ ابھی سے اپنی بیٹی کی حفاظت کی کوئی فکر کروں - مجھے اطمینان اور عقل کے ساتھ اس مسئلہ پر غور کرنا ہے مگر میں خود کو اسکا زیادہ اہل نہیں پاتی - اس بات کا خیال کرتے ہی میں اداس اور رنجیدہ ہو جاتی ہوں - تکان اور بے خوابی سے میری حالت بہت خستہ ہو گئی ہے - تمھاری باتیں سُن کر ذرا میری ڈھارس بندھتی ہے - اور اب شاید کسی بھی وقت برفباری شروع ہو جائے - برفباری کے دوران طویل اور پُر مغز باتیں سننے میں بہت مزا آتا ہے - برفباری کے وقت

اگر تم کنکھیوں سے کھڑکی کی طرف دیکھو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی سامنے صحن سے دروازہ کی جانب آ رہا ہے۔ تم نے محسوس کیا ہے کبھی؟ سیما پیاری اپنی بات جاری رکھو۔ میں سُن رہی ہوں:

"ہاں تو ہم نے اپنی بات اس سے پہلے کہاں چھوڑی تھی؟"

پیری آندرے وِق نے لارا کا جواب نہیں سُنا۔ البتہ سیما جو کہہ رہی تھی وہ اسے سُنائی دے رہا تھا

"کلچر۔ اور یادگار زمانے جیسے الفاظ استعمال کرنا آسان ہے۔ لیکن ان الفاظ کے معانی متعدد مختلف طریقوں سے سمجھے جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کے معنی بہت مبہم ہیں۔ میں یہ الفاظ استعمال نہیں کروں گی میں ان کی جگہ دوسرے الفاظ سے کام لوں گی۔ میں کہوں گی کہ انسان دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک خدا اور دوسرا کام روحِ انسانی کے ارتقا میں ایک کے بعد کی ہر منزل کی یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ نسل در نسل ایک بڑا کام بڑی سُست رفتاری سے ہوتا ہے اور طویل عرصے کے بعد آخر کامیابی کی منزل تک پہنچتا ہے۔ مصر بھی ایک ایسی ہی تخلیق تھی۔ دوسری مثال یونان ہے۔ اور تیسری مثال انجیل مقدس کے پیغمبر اور ان کی دینیات ہے۔ یہ آخری چیز تھی جس کا کوئی بدل نہیں آیا اور یہ عیسائیت ہے۔ اب اس کی مثال پیش کروں کہ کس طرح اس نے ساری دنیا کو تازگی بخشی۔ اس طرح نہیں جس طرح جاننے اور سُننے کی تم عادی ہو بلکہ اس سے مختلف براہ راست طریقے سے۔ میں عیسائیوں کی کتاب آدابِ نماز کے چند حوالے دوں گی۔ صرف چند ایک کے اور وہ بھی بہت مختصر ——— عبادات کے طریقوں کی تفصیلات پرانے اور نئے مذہبی تصورات کو قریب تر لا کر ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ رکھ دیتی ہیں۔ مثال کے طور پر جلنے والی جھاڑیاں۔ مصر سے ہجرت۔ آتشِ نمرود کی داستان کا ہیرو اور حضرت یونسؑ اور وہیل مچھلی کے واقعات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ زندہ ہونے کے عقیدہ کے ساتھ ساتھ پیش کیے جاتے ہیں۔ اس قسم کے مقابلے کرنے سے میرے خیال میں یہ واضح ہو جاتا ہے کہ سابقہ مذہبی کتب واقعی پرانی ہیں اور انجیل نئی ہے۔ بہت سی آیات میں حضرت مریم کے ماں بننے کے واقعہ کا یہودیوں کے بحیرہ قلزم کو پار کرنے سے مقابلہ کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر یہ آیت جو اس طرح شروع ہوتی ہے: "بحیرہ قلزم کنواری دلہن کی طرح ہے۔" اس میں آگے چل کر کہا گیا ہے کہ "اسرائیلیوں کے پار جانے کے بعد جس طرح یہ سمندر ناقابل عبور بن گیا تھا اسی طرح مقدس مریم حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے بعد اتنی ہی کنواری رہ

عفت آب مقیس جنتی کر ان کی پیدائش سے پہلے" یہاں بھی دو واقعات کو ایک ساتھ پیش کیا گیا ہے لیکن یہ واقعات کس قسم کے ہیں۔ دونوں غیر تمدنی۔ معجزات۔ تو اس طرح دونوں قصوں میں اصل میں کونسی چیز کو معجزہ سمجھا جارہا ہے۔ ایک سلطنت روما کے زمانہ سے قبل پیش آیا اور دوسرا بعد میں۔

پہلے معجزہ میں تو حضرت موسیٰ ہیں جو سمندر کے پانی کو ایک اشارہ سے چیر کر بیچ میں سے راستہ نکال لیتے ہیں اور ایک پوری قوم کے لاکھوں افراد اس راستے سے سمندر کو پار کرتے ہیں۔ اور جب یہ سب لوگ پار چلے جاتے ہیں اور آخری آدمی گذر جاتا ہے تو یہ رستہ بند ہو جاتا۔ سمندر کا پانی پھر ٹھاٹھیں مارنے لگتا ہے اور مصریوں کو غرق کر دیتا ہے۔ سارا قصہ بہت ہی قدیم دکھائی دیتا ہے۔ زندگی کے عناصر سحر کے تابع دکھائی دیتے ہیں۔ بالکل ایسے جیسے روستہ الکبرای کی لاکھوں فوج ایک قوم اور ایک لیڈر کی طرح آگے بڑھ رہی ہو۔ ہر چیز نظر آتی ہے۔ ہر بات سنائی دیتی ہے۔ سب سحر کن معلوم ہوتا ہے۔

دوسری صورت میں ہمارے سامنے ایک لڑکی کی مثال ہے ـــ ایک عام لڑکی جس پر دور قدیم میں کوئی توجہ نہ دیتا ـــ مگر جس نے خاموشی سے خفیہ طور پر ایک بچے کو جنم دیا جس نے زندگی بخشی اور زندگی کا معجزہ دکھوایا، ایسا معجزہ جسے بعد میں "تمام عالم کی زندگی" کہا گیا ہے۔ اس کے بچے کی پیدائش نہ صرف یہودیوں کی مذہبی تصنیفات کی رو سے بلکہ قانون فطرت کے اعتبار سے ناجائز بھی اسنے بچے کو ضرورت کی خاطر نہیں بلکہ معجزہ کے طور پر جنم دیا۔ اور اس کے بعد سے زندگی کی بنیاد جبر پر نہیں رہی بلکہ روحانیت پر قائم ہوئی ـــ اور انجیل نے بھی یہی سب کچھ پیش کیا ـــ عام چیزوں کی جگہ غیر معمولی باتیں۔ اکتا دینے والے حالات کی بجائے مسرت۔ جبر کی جگہ روحانیت۔

تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ کسقدر زبردست تبدیلی تھی۔ ایک عام انسانی واقعہ کو جو پرانی قدروں کے لحاظ سے بالکل غیر اہم تھا پوری انسانیت کی تبدیلی کا ذریعہ کیسے سمجھا جا سکتا ہے؟ اور خدا کی نظر میں اسکی اتنی اہمیت کیوں ہے؟ کیونکہ اسی کی نظر سے اس کا فیصلہ ہوتا ہے اور یہ واقعہ اسی معبود کی نظروں کے سامنے اور یکتائے روزگار ہونے کی حیثیت سے خود اپنے تقدس کی بدولت ظہور پذیر ہوتا ہے۔

اس کے ساتھ دنیا میں عظیم تبدیلی رونما ہوئی تھی۔ روم کا آخری دور اس کے ساتھ ساتھ آپہونچا تھا۔ تعداد کی حکومت ختم ہو چکی تھی۔ افواج پر ایک قوم اور ایک فرد کی طرح رہنے کا

جو فرض عائد کیا گیا تھا ختم ہو چکا تھا اور اقوام اور لیڈروں کا دور ماضی بن چکا تھا۔

انکی جگہ آزادی اور شخصیت کے اصول نے لے لی تھی۔ انسانی زندگی کی داستان خدائی کی داستان بن کر پورے عالم پر چھا چکی تھی۔ مریم کے پاس جبرئیل امین کے آنے کی یادگار کے طور پر جو رسم منائی جاتی ہے اس موقع پر پڑھی جانے والی دعاؤں میں کہا جاتا ہے کہ حضرت آدم نے دیوتا بننے کی کوشش کی مگر ناکام رہے اور اب دیوتا کو آدمی بنا کر بھیجا گیا تاکہ آدم کو دیوتا کا درجہ حاصل ہو۔

میں اس کا ذکر پھر کروں گی، تسیا نے کہا۔ میں اس موضوع کو ذرا بدلنا چاہتی ہوں — مزدوروں کی بہبودی۔ ماؤں کی حفاظت۔ سرمایے کے دور کے خلاف جدوجہد کے لحاظ سے ہمارا یہ انقلابی دور نئی، دیرپا اور مستقل کارگزاریوں کا دور ہے۔ لیکن جہاں تک زندگی اور خوشی کے فلسفے کا تعلق ہے جس کی یہ دور تلقین کرتا ہے۔ یہ باور کرنا ناممکن ہے کہ اس معاملے میں ہم اس پر یقین کر سکتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ دور مضحکہ خیز حد تک ماضی کی یادگار رہے۔ اگر لیڈروں اور عوام کے متعلق تقریروں اور تحریروں سے تاریخ کو بدلا جا سکتا تو ہزاروں سال پیچھے انجیل کے زمانہ کے گڈریوں اور قبائلی زندگی کے دور میں جا پہنچتے۔ لیکن خوش قسمتی سے یہ بات ممکن نہیں ہے۔

اب میں یسوع مسیح اور میری میگڈلین کے متعلق کچھ بتاؤں گی۔ میں یہ باتیں یسوع مسیح کی زندگی سے متعلق کتابوں سے بیان نہیں کر رہی ہوں بلکہ ایسٹر سے پہلے کے تقدیس ہفتہ میں کسی ایک دن — غالباً منگل یا بدھ کو جو دعائیں پڑھی جاتی ہیں ان میں یہ باتیں موجود ہیں۔ لارسیا فیودرونا تمکو تو یہ سب کچھ معلوم ہوگا۔ میں تو تمھیں صرف ایک بات یاد دلانا چاہتی ہوں۔ تمھیں سبق پڑھانا نہیں چاہتی۔

تم جانتی ہو کہ سلاو زبان میں لفظ "جذبہ" کا مطلب سب سے پہلے حضرت یسوع مسیح کی لگن — اور ان مصائب و ابتلا سے ہے جن میں سے انھیں گذرنا پڑا — "یسوع اپنے دور آزمائش میں داخل ہوتے ہیں۔" بعد میں روسی دعاؤں میں بھی ان الفاظ کو "لالچ" اور "برائی" کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔ "میری روح جذبات کی غلام بن کر رہ گئی ہے۔ میں جنگل کے درندہ کی طرح بن گیا ہوں۔" "جنت سے نکالے جانے کے بعد ہمیں اپنے شوق۔ جذبات اور ولولوں پر قابو پا کر خود کو پھر جنت میں جانے کا اہل ثابت کرنا چاہیے" ممکن ہے میں غلطی پر ہوں لیکن میں ایسٹر کے چالیس روزہ مجاہدۂ نفس کے سلسلہ میں آیات کی قائل نہیں ہوں کہ ہم اپنے ہوش وحواس اور جسم کے مردہ ہو جانے کا تصور

ختم کر دیں۔ یہ احکام دوسری روحانی تحریروں کے بغیر بہت بے جان اور بھونڈے معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے ہمیشہ یہی سوچا ہے کہ موٹے موٹے تارک الدنیا راہبوں نے یہ آیات گھڑی ہیں۔ یہ وجہ نہیں کہ اگر انھوں نے خود قواعد کی خلاف ورزی کر کے دوسرے لوگوں کو دھوکہ دیا ہے تو مجھے اس کی کوئی پرواہ ہے یا انھوں نے اپنے ضمیر کے مطابق زندگی گذاری ہے — یہ بات نہیں جس پر مجھے تشویش ہے مجھے تو اگر کسی چیز کی پروا ہے تو وہ خود ان آیات اور ان کے معانی سے ہے۔ توبہ کے یہ تمام اقتباسات جسم کے بہت سے روگوں اور اس کے بد اپن کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ یہ جسم فاقہ زدہ ہو یا موٹا فربہ دونوں صورتوں میں قابل نفرت بن جاتا ہے۔ یہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی غلیظ۔ غیر اہم اور بے نتیجہ چیز کو اتنا وقار دیا جا رہا ہے جس کی وہ مستحق نہیں ہے۔ اس انحراف تجاوز اور لغزش کے لئے میں معافی چاہتی ہوں۔

میں ہمیشہ اس امر پر تعجب کرتی رہی ہوں کہ آخر ایسٹر کے قریب آنے پر ہمیشہ میری میگڈ الین کا ذکر بالکل اس طرح کیوں کیا جاتا ہے جس طرح موت یا یسوع مسیح کے دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے کے وقت میری سمجھ میں اسکی وجہ نہیں آتی لیکن یسوع مسیح کی حیات نو سے ذرا دیر پہلے ان کے وصل کے وقت اس قسم کی یاد دہانی کہ زندگی کیا ہے بہت برمحل معلوم ہوتی ہے۔ اور اب ذرا سنو کہ یہ یاد دہانی کس طرح کرائی جاتی ہے۔ پورے خلوص اور جوش اور جذبہ کے ساتھ اسمیں کتنی فصاحت ہے۔ یہ یاد دہانی کتنی صاف اور واضح ہے۔ اس میں بھی کچھ شبہ ہے کہ آیا اس حوالہ کا تعلق میگڈ الین سے ہے یا کسی اور میری سے۔ بہر حال کچھ بھی ہو میگڈ الین دعا مانگتی ہے "مجھے میرے گناہوں سے آزاد کر دو جس طرح میں اپنے بال کھول کر بکھیر دیتی ہوں"۔ کیا پچھتاوے اور پشیمانی کے لئے کوئی دوسری اصطلاح کیا عفو و درگذر اور توبہ کے لئے اس سے جامع اور ٹھوس کوئی دوسرے الفاظ ہو سکتے ہیں؟ اور پھر اس دن کی دعا میں آگے چل کر ایک اور مفصل ٹکڑا ہے اور اس میں قطعی واضح طور پر میری میگڈ الین کا حوالہ دیا گیا ہے۔" وہ اپنے ماضی پر پھر بہت کھل کر پچھتاتی ہے اور یہ کہتے ہوئے کہ ہر رات کو اس کا جسم اسکی دیرینہ دشمن جانی عادات کے باعث جلنے لگتا ہے۔" کیونکہ رات میرے لئے شہوانی جذبات کی برانگیخت اور گناہ کے تاریک جوش کی مظہر ہے۔" وہ یسوع مسیح سے التجا کرتی ہے کہ وہ اسکے آنسو جو پشیمانی اور پچھتاوے کی علامت ہیں قبول فرمائے اور اس کی آہوں

کے خلوص کا اثر قبول کر لے۔ تاکہ وہ یسوع مسیح کے پاک پاؤں کو اپنے بالوں سے دھوئے۔ اس کے ساتھ ہی اسے یہ بھی یاد دلاتے ہوئے کہ اماں حوّا نے اپنی لہراتی زلفوں میں اس وقت پناہ لی تھی جبکہ جنت میں اس پر خوف و ندامت کا غلبہ تھا۔" مجھے اپنے انتہائی پاک قدموں کو چومنے دو۔ مجھے اپنے آنسوؤں سے اپنے پاک قدموں کو دھونے دو۔ مجھے اپنے بالوں سے اپنے پاک قدموں کو خشک کرنے دو۔ عورت کے وہ بال جن میں منہ چھپا کر جنت میں ایک دن اماں حوّا نے پناہ لی تھی؛ اور اپنے بالوں کا یہ سب تذکرہ کرنے کے فوراً بعد وہ کہتی ہے:" میرے گناہوں کی گہرائی اور تیرے رحم و کرم کی وسعت کا کوئی ایک اندازہ کر سکتا ہے۔ دونوں بے پناہ ہیں۔ خدا اور زندگی۔ خدا اور فرد۔ خدا اور عورت کے درمیان کوئی مشابہت اور کیا برابری نہیں ہو سکتی۔"

(۱۸)

پوری اسٹیشن سے تھک کر گھر واپس لوٹا تھا۔ آج اسکی چھٹی تھی اور وہ چھٹی کے دن خوب سوتا تاکہ دس دن کے ہفتہ میں باقی کے ۹ دن وہ جی لگا کر محنت کر سکے وہ صوفہ پر لیٹا ہوا سیما کی باتوں سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔" یہ باتیں اسنے ماموں کو لیا کی کتاب سے لی ہیں۔" اسنے سوچا۔" پھر بھی یہ لڑکی کتنی ذہین اور کتنی قابل ہے۔" وہ اٹھ کر کھڑکی کی طرف چلا جو دوسرے کمرہ کی طرح مکان کے احاطہ کی طرف کھلتی تھی۔ اب تاریکی پھیلنے لگی اور برفباری شروع ہو گئی دو نیل کنٹھ پھڑپھڑاتے ہوئے باہر سے آئے اور اپنے بچنے کے ٹھکانے کی تلاش میں ادھر اُدھر اڑنے لگے۔ آخر وہ کوڑے کرکٹ کے ڈبے کے ڈھکنے پر بیٹھ گئے۔ پھر تار پر سے اڑ کر زمین پر ادھر اُدھر پھدکنے لگے۔ پوری نے سوچا "نیل کنٹھ برفباری کی خبر دیتے ہیں۔" اس کے ساتھ ہی برابر کے کمرے سے سیما کے زور سے بولنے کی آواز سنائی دی۔" نیل کنٹھ خبر لاتے ہیں۔ تمہارے مہمان آنے والے ہیں یا پھر کوئی خط آئے گا۔" تھوڑی دیر بعد کسی نے دروازہ کی گھنٹی بجائی جسکی پوری نے مرمت کر دی تھی۔ لارا برٹے کے پیچھے سے نکل کر بڑے کمرے سے گذرتی ہوئی دروازہ کھولنے کے لئے گئی اور پوری نے اسے سیما کی بہن گلا ئیرا سے باتیں کرتے ہوئے سنا۔

" تم اپنی بہن کی تلاش میں آئی ہو؟ ہاں وہ یہاں موجود ہے۔"

" نہیں میں اسکے لئے نہیں آئی۔ تاہم اگر وہ تیار ہے تو ہم دونوں اکٹھی گھر چلی جائیں گی۔ میں

تمھارے دوست کے لئے خط لے کر آئی ہوں۔ یہ اسکی خوش قسمتی ہے کہ میں کچھ عرصہ ڈاک خانہ میں کام کر چکی ہوں نہ جانے یہ خط اب تک کتنے ہاتھوں سے گذر چکا ہے۔ ماسکو سے آیا ہے اور وہاں سے چلے ہوئے خط کو پورے پانچ مہینے ہو گئے۔ کسی کو مکتوب الیہ کا پتہ ہی نہیں ملا۔ آخر کار انھیں مجھ سے دریافت کرنے کی سوجھی اور مجھے معلوم تھا۔ کیونکہ وہ میرے ہاں ایک مرتبہ حجامت بنوانے آیا تھا۔"

یہ خط بہت طویل اور کئی صفحات پر پھیلا ہوا تھا۔ جو خستہ حال لفافہ میں بری طرح چُڑ مُڑ ہو گئے تھے۔ یہ خط جو ڈاک خانہ میں کھولا بھی جا چکا تھا اس کی بیوی تونیا نے بھیجا تھا۔ یوری نے خط اپنے ہاتھ میں لے لیا یہ محسوس کئے بغیر کہ یہ اس کے ہاتھوں تک کیسے پہنچا۔ اس نے لارا کو یہ خط دیتے ہوئے نہیں دیکھا۔ جب اُس نے خط پڑھنا شروع کیا تو اس وقت تک اسے یوریاتن میں اپنی موجودگی کا احساس تھا۔ اسے احساس تھا کہ وہ لارا کے مکان میں ہے لیکن جوں جوں وہ خط پڑھتا گیا اس کا یہ احساس بھی ختم ہوتا چلا گیا۔ سیما باہر آئی اور اسے خدا حافظ کہہ کر چلی گئی۔ یوری نے بھی جواباً رسمی کلمات ادا کئے مگر اس طرح کہ اس نے اسکی طرف ذرا بھی دھیان نہیں دیا اور یہ تک نہیں دیکھا کہ وہ کب وہاں سے گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد، وہ اپنے گردوپیش اور اپنے موجودہ ماحول کو بالکل ہی بھول گیا۔

تونیا نے لکھا تھا: "یورا۔ کیا تمھیں معلوم ہے کہ ہماری ایک بیٹی بھی ہے۔ ہم نے تمھاری والدہ کی یاد میں اس کا نام ماشا رکھا ہے۔ اب ایک اور بات سنو۔۔۔ کئی سرکردہ آدمی جن میں کیڈٹ پارٹی اور دائیں بازو کی سوشلسٹ پارٹی کے لوگ شامل ہیں ملیکوف۔ کز ویتر۔ کسکووا۔ اور کئی دوسرے جن میں تمھارے ماموں کولیا میرے والد اور ہم سب شامل ہیں روس سے ملک بدر کئے جا رہے ہیں۔ بڑی بدقسمتی کی بات ہے یہ خاص طور پر تمھاری عدم موجودگی میں۔ لیکن ہمیں ہر حال پر صابر و شاکر رہنا چاہئے۔ اور خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس سخت ترین دور میں ہماری جلاوطنی بہت ہلکی اور نرم معلوم ہوتی ہے جبکہ ہمارے لئے اس سے بھی کہیں سنگین صورت حال پیدا کی جا سکتی تھی۔ اگر تم یہاں ہوتے تو تم بھی ہمارے ساتھ چلتے۔ لیکن تم ہو کہاں؟ میں یہ خط انتی پووا کے پتہ پر بھیج رہی ہوں۔ اگر تم اسے مل گئے تو وہ یہ خط ضرور تم تک پہنچا دے گی۔ مجھے سب سے زیادہ تکلیف تو اس بات کی ہے کہ ابھی تک ہمیں یہ معلوم نہیں کہ ہمیں ملک سے روانگی کا جو اجازت نامہ دیا جا رہا ہے اسمیں بعد کو تمھارا نام بھی شامل کیا جا سکتا ہے کہ نہیں کیونکہ خدا نے چاہا تو ایک نہ ایک دن تمھارا بھی کچھ پتہ چل ہی جائے گا۔ میں نے ابھی تک یہ خیال

کرنا نہیں چھوڑا کہ تم زندہ ہو اور تمھارا کھوج ضرور مل جائے گا۔ میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ یہ صحیح ہے جب تم واپس آؤ گے غالباً اس وقت حالات کافی بہتر ہو چکے ہوں گے۔ اور شاید تم اپنے لئے الگ دنیا حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ۔ اور سب ایک بار پھر ایک جگہ مل بیٹھیں گے۔ لیکن یہ سطور لکھتے ہوئے میرا دل گھبرا رہا ہے۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ ہمیں واقعی اتنی خوشیاں دیکھنی نصیب ہوں گی۔ میری اصل مصیبت یہ ہے کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں اور تمھیں مجھ سے محبت نہیں ہے۔ میرے بارے میں تم نے جو یہ فیصلہ کیا ہے۔ تم نے جو رائے قائم کی ہے میں اس پر برابر غور کرتی رہتی ہوں کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ ایسا کیوں ہوا؟ اور میں اس فیصلے اس رائے کو حق بجانب قرار دینے کی کوشش بھی کرتی رہتی ہوں میں اپنے آپ پر ناقدانہ نظر ڈالتی ہوں۔ ہم نے جو زندگی مل کر گذاری ہے میں اس پوری زندگی کا جائزہ لیتی ہوں۔ مجھے اپنے بارے میں جو کچھ معلوم ہے اس کو خوب پرکھتی ہوں لیکن مجھے یاد نہیں پڑتا کہ آخر میں نے کیا قصور کیا تھا جس کی یہ سزا مجھے ملی ہے "خدایا جس خطا کی یہ سزا ہے وہ خطا کیا ہے" میں سمجھتی ہوں کہ تم نے میرے بارے میں غلط رائے قائم کی ہے۔ تم میرے بارے میں غیر ہمدردانہ رویہ رکھتے ہو۔ تم مجھ پر ایسی نظر ڈالتے ہو جیسے کوئی آدمی اس آئینے میں جھانکے جس میں خد و خال اور بگڑے ہوئے دکھائی دیتے ہیں

جہاں تک میرا تعلق ہے۔ تو میرے پیارے! میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ کاش تمھیں معلوم ہوتا کہ مجھے تم سے کتنی محبت ہے۔ مجھے تمھاری ہر خصوصیت سے محبت ہے۔ ہر اچھائی ہر برائی۔ تمھارے کردار کی ہر معمولی سی جھلک جس کا خصوصی امتیاز مجھے اتنا عزیز ہے۔ تمھارے چہرے پر تمھارے علم کے وقار سے محبت ہے جو بصورت دیگر بہت خوبصورت دکھائی دیتا ہے مجھے تمھاری ذہانت تمھاری قابلیت سے محبت ہے جس کی جگہ کاش قوت ارادی لے لیتی جس کی تم میں کمی ہے۔ مجھے تمھاری ہر بات پیاری لگتی ہے اور میں نہیں سمجھتی کہ تم سے بہتر کوئی دوسرا انسان ہو سکتا ہے۔

لیکن سنو معلوم ہے کیا؟ اگر تم مجھے اتنے عزیز نہ ہوتے۔ اگر میں تمھیں اتنا پسند نہ کرتی تب بھی میری تشویشناک بے اعتنائی سرد مہری اور رکھائی کا راز مجھ پر بھی فاش نہ ہوتا۔ تب بھی مجھے اس بات کا یقین ہوتا کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ محبت کرنے میں ناکامی کی رسوائی اور تباہ کن خوف کے باعث میں لاشعوری طور پر یہ احساس تک اپنے دل سے نکال دیتی کہ مجھے تم سے محبت ہے۔ نہ تمھیں

اور نہ مجھے اس کا کبھی احساس بھی نہ ہوتا۔ میرا دل اس بات کو خود مجھ سے چھپائے رکھتا۔ کیونکہ محبت کرنے میں ناکام رہنا قتل کے مترادف ہے۔ اور میں کبھی کسی پر قاتلانہ حملہ کرنے کی اہلیت نہیں رکھتی۔ ابھی کسی بات کا کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہوا لیکن ہم یہاں سے غالباً پیرس جا رہے ہیں۔ اب میں اس روز میں جا رہی ہوں جہاں کبھی تم نے اپنے بچپن کے دن گزارے تھے۔ جہاں تمھارے والد اور میرے چچا پروان چڑھے تھے۔ والد تمھیں یاد کرتے ہیں۔ سٹا خاصا بڑا ہو گیا ہے۔ زیادہ خوبصورت تو نہیں لیکن بہت قد آور لانبا تڑنگا لڑکا ہے۔ جب بھی ہم تمھارا ذکر کرتے ہیں۔ بری طرح رونے لگتا ہے اور کسی بات سے نہیں بہلتا۔ بس اب ضبط کا یارا نہیں۔ رونا ہے کہ چلا آتا ہے۔ میں اسے نہیں روک سکتی۔ میں اب اور نہیں لکھ سکتی۔ اچھا خدا حافظ ذرا میں تمھیں اپنے تصور میں لا کر تم پر صلیب کا نشان بنا دوں۔ تمھارے لئے دعائیں مانگ لوں۔ یہ مفارقت نہ جانے کتنی طویل ہوگی۔ نہ جانے ہم سب کو کیا کیا مصائب برداشت کرنے پڑیں۔ کن کن غیر یقینی حالات سے گزرنا پڑے۔ میری جان تمھاری راہ بہت کٹھن اور تاریک ہے جاؤ تمھیں خدا کو سونپا۔ میں تمھیں کسی بات پر دوش نہیں دیتی۔ میں تمھیں برا نہیں کہتی۔ اپنی زندگی سنوارنے کے لئے جو چاہو کرو۔ اگر تم خوش ہو تو میں بھی خوش ہوں۔" تیری خوشی میں خوش ہوں میں مجھ کو ملال کچھ نہیں "

ہاں جب ہم تیدا لسے روانہ ہوئے ـــــ اوہ یہ جگہ کتنی منحوس اور خوفناک ثابت ہوئی ـــ تو میری لارا سے خاصی اچھی واقفیت ہو گئی تھی۔ وہ میرے ایام زچگی میں ہر وقت میرے پاس رہی۔ اس نے جس طرح آڑے وقت میں میرا ساتھ دیا ہے اس کے لئے میں اس کی بے حد مشکور ہوں۔ مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ وہ اچھی عورت ہے۔ مگر میں فریب سے کام نہیں لوں گی۔ یوں سمجھو کہ وہ مجھ سے بالکل برعکس ہے۔ میں اپنی پیدائش سے لے کر اب تک زندگی کو سادہ اور پرسکون بنانے اور مسائل کو ہوشمندی سے سلجھانے کی قائل رہی ہوں۔ لیکن لارا زندگی کو الجھانے اور پیچیدگیاں پیدا کرنے کی عادی ہے۔ اوہ مجھے اب رک جانا چاہیئے۔ خدا حافظ۔ خط لے جانے والے آ گئے ہیں۔ اور مجھے اب سامان باندھنا ہے۔ اوہ تیدا۔ میرے پیارے۔ میری جان تیدا۔ میرے عزیز شوہر۔ میرے بچوں کے ابا۔ یہ ہمارا کیا حال ہو رہا ہے؟ کیا تمھیں اس امر کا احساس ہے کہ اب ہم شاید کبھی ایک دوسرے سے نہ مل سکیں گے؟ میں نے یہ لکھ دیا ہے۔ سمجھتے ہو اس کا کیا مطلب ہے؟ سمجھتے ہو تم؟ سمجھتے ہو نا؟ یہ لوگ مجھ سے اصرار کر رہے ہیں کہ لیے میں جلدی کروں۔ جلدی۔ اوہ تیدا۔ یوں دکھائی دیتا ہے جیسے یہ لوگ مجھے موت کے منہ میں

لیجاتے ہیں - اوہ یورا - میرے پیرو -

یوری آندرے وچ ژواگو نے کھوئی کھوئی - بے نم - صدمے سے خشک - اور غم و اندوہ سے پامال، نظریں خط سے ہٹا کر اوپر کی طرف خلا میں دیکھا - اسے اپنے گرد کچھ نظر نہیں آ رہا تھا - اسے کسی چیز کا احساس نہیں تھا - باہر برفباری ہو رہی تھی - تیز و تند ہوائیں برف کو اڑا رہی تھیں - برف تیز سے تیز تر اور پہلے سے زیادہ دبیز ہوتی جا رہی تھی - ایسے دکھائی دیتا تھا کہ اس کے قریب سے گذرتے ہوئے نیچے جانے والے برف کے گالے نہیں، بلکہ خط کے سیاہ الفاظ کے درمیان کے خالی سفید حصے ہیں - سفید سفید بے انتہا - بے انتہا -

غیر ارادی طور پر اس کے گلے سے کراہنے کی آواز نکلی اور اس نے صدمہ سے نڈھال ہو کر دونوں ہاتھوں سے اپنا سینہ تھام لیا - اس نے محسوس کیا کہ وہ غش کھانے والا ہے - لڑکھڑاتا ہوا چند قدم چل کر صوفے تک پہنچا - اور غش کھا کر گر پڑا -

---

چودھواں باب

# گوشۂ تنہائی

(۱)

موسم سرما شباب پر تھا۔ جس وقت یوری آندرے وچ ہسپتال سے واپس روانہ ہوا تو برف تیزی سے گر رہی تھی۔ لارا اسے ہال میں ملی۔ "کوماروسکی یہیں ہے۔" اس نے دھیمی اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا وہ اس طرح گھبرائے ہوئے عالم میں کھڑی ہوئی اسے دیکھ رہی تھی جیسے وہ بہت ہوگئی ہو۔

"کہاں؟ یہاں؟"

"نہیں، یہاں نہیں۔ وہ آج صبح آیا تھا اور اس نے کہا ہے کہ آج رات پھر آئے گا۔ وہ اب آتا ہی ہوگا۔ وہ تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

"وہ کیوں آیا ہے؟"

"اس نے جو کچھ کہا تھا۔ وہ میں نہیں سمجھ سکی۔ اس نے کہا تھا کہ وہ مشرق بعید جا رہا ہے اور ہم سے ملنے کے لئے یہاں چلا آیا ہے۔ خاص طور پر تم سے اور پاشا سے ملنے کے لئے۔ وہ تم دونوں کی بہت باتیں کرتا تھا۔ اس نے یہ بات زور دے کر کہی کہ ہماری جانیں خطرے میں ہیں۔ ہم تینوں کی۔ تمہاری، پاشا کی اور میری۔ اور یہ کہ صرف وہی ہمیں بچا سکتا ہے۔ بشرطیکہ ہم اس کے کہنے پر عمل کریں۔"

"میں باہر جا رہا ہوں۔ میں اس سے ملنا نہیں چاہتا۔" لارا رونے لگی۔ اس کے آنسو بہہ رہے تھے۔ اور اس نے اپنے آپ کو اس کے قدموں میں گرا دینے کی کوشش کی اور اس کے گھٹنے پکڑ لئے لیکن اس نے اسے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ "مہربانی کر کے مت جاؤ، میری خاطر" اس نے خوشامد کرتے ہوئے کہا۔ "یہ بات نہیں کہ اس کے ساتھ تنہا رہنے سے مجھے خوف محسوس ہوتا ہے لیکن یہ چیز کتنی تکلیف دہ ہے۔ مجھے

اس تکلیف سے بچالو جو کیلے ہیں اس سے مل کر ہوگی۔ اس کے علاوہ وہ ایک عملی اور تجربہ کار انسان ہے اور ممکن ہے کہ وہ واقعی ہمیں کچھ مشورہ دے سکے۔ تمہارا اسے پسند نہ کرنا قدرتی بات ہے۔ لیکن مہربانی کرکے جذبات سے کام نہ لو۔ مت جاؤ۔"

"تمہیں کیا ہوگیا ہے جانِ من! اتنی پریشان مت ہو۔ تم کیا کر رہی ہو؟ میرے پیر مت پکڑو۔ اب کھڑی ہو جاؤ۔ اور مسکرا دو۔ تمہیں واقعی اس خیال کو اپنے دل سے نکالدینا ہوگا جو تم پر مسلط ہے۔ اس کا خوف ساری عمر کے لئے تم پر مسلط ہوگیا ہے۔ تم جانتی ہو کہ میں تمہارے پاس ہوں۔ اگر ضرورت پڑی تو میں اسے جان سے مار دوں گا۔ صرف تمہارے اشارے کی دیر ہے۔"

کوئی آدھ گھنٹہ بعد رات ہو گئی۔ اب مکمل تاریکی تھی۔ چوہوں کے تمام بل بند کئے ہوئے چھ مہینے ہو چکے تھے۔ یوری آندرے وچ نے نئے بل تلاش کئے تھے اور انھیں بھی بروقت بند کر دیا تھا۔ اب انھوں نے ایک بڑی سی بالوں والی بلی بھی پال رکھی تھی جو اپنا وقت بے جلے بغیر ایک جگہ بیٹھ کر غور و فکر میں گزارتی تھی مکان میں چوہے اب بھی موجود تھے لیکن اب وہ زیادہ چوکنے ہو گئے تھے۔ کومارووسکی کا انتظار کرتے ہوئے لارا نے راشن کی سیاہ روٹی کے توس کاٹے اور کچھ اُبلے ہوئے آلوؤں کی ایک پلیٹ میز پر رکھدی انھوں نے اس سے پرانے کھانے کے کمرے میں ملاقات کرنے کا فیصلہ کیا تھا جہاں وہ اب بھی کھانا کھایا کرتے تھے۔ بڑی بھاری سیاہ بلوط کی میز اور نعمت خانہ۔ یہ دونوں پرانی چیزیں تھیں۔ میز پر کاسٹر آئل کی ایک لیمپ بتی رکھی تھی جس میں ایک بتی پڑی ہوئی تھی اور اسے وہ لیمپ کے طور پر استعمال کرتے تھے کومارووسکی دسمبر کی تاریک رات میں برف میں لت پت پیدل چل کر آیا۔ برف کے گالے اس کے ہیٹ۔ کوٹ اور بڑے بڑے بوٹے جوتوں پر سے گر رہے تھے۔ اور فرش پر گر کر پگھل جاتے تھے۔ اس کی داڑھی اور مونچھوں پر بھی برف جمی ہوئی تھی جس کی وجہ سے اس کی شکل مسخروں جیسی بن گئی تھی (پہلے اس کی داڑھی مونچھیں بالکل صاف ہوا کرتی تھیں) اس نے ایک اچھا سوٹ پہن رکھا تھا۔ اس کا پتلون دھاریدار اور استری شدہ تھا۔ اپنے میزبانوں سے سلام دعا کرنے سے پہلے اس نے کافی دیر تک اپنے چمکدار بالوں میں کنگھا کیا اور اپنی مونچھیں اور بھنویں ایک رومال سے خشک کیں۔ پھر خاموشی کے ساتھ پُروقار طریقہ پر اس نے اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھائیے۔ بایاں ہاتھ لارا کی طرف اور دایاں یوری آندرے وچ کی طرف۔

"میرا خیال ہے ہم پرانے ملاقاتی ہیں" اس نے یوری آندرے وچ سے کہا۔ "تمہارے والد سے میری

کافی دوستی تھی، جیسا کہ شاید تم جانتے ہو۔ انھوں نے میرے بازوؤں میں جان دی تھی۔ میں برابر تمھاری طرف یہ معلوم کرنے کے لئے دیکھ رہا ہوں کہ تم میں ان کی کچھ مشابہت ہے یا نہیں۔ لیکن میں نہیں سمجھتا کہ تم میں ان کی مشابہت ہے۔ وہ ایک وسیع القلب اور جذباتی آدمی تھے۔ تم یقیناً اپنی ماں سے زیادہ ملتے ہو۔ وہ ایک شریف خاتون تھیں جو اپنے خیالات میں گم رہا کرتی تھیں۔"

"لاریسا فیودرووناؔ نے مجھ سے کہا تھا کہ میں تم سے مل لوں۔ اس نے کہا تھا کہ تمھیں مجھ سے کچھ کام ہے۔ میں نے منظور کر لیا۔ لیکن ہماری یہ ملاقات میری خواہش پر نہیں ہو رہی ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ ہم ایک دوسرے سے واقف ہیں، تو پھر کیا ہم معاملے کی بات کریں؟ تمھیں مجھ سے کیا کام ہے؟"

"میرے پیارو، تم سے مل کر مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔ میں سب کچھ سمجھتا ہوں، اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ میری اس جرأت کو معاف کرنا، لیکن تم دونوں ایک دوسرے کے لئے بہت موزوں ہو، ایک بہترین جوڑا۔"

"مجھے قطع کلام کرنا پڑے گا۔ مہربانی کرکے تم ان معاملوں میں دخل مت دو جن کا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم نے تم سے ہمدردی کی درخواست نہیں کی ہے۔ تم اپنے آپ کو بھول رہے ہو۔"

"نوجوان، اتنے زیادہ حساس مت ہو۔ شاید تم واقعی اپنے باپ ہی کی طرح ہو۔ انھیں بھی اسی طرح غصہ آنے لگتا تھا۔ تو میرے بچو، تمھاری اجازت سے اب میں تمھارے لئے اپنی نیک تمناؤں کا اظہار کرتا ہوں۔ بدقسمتی سے تم لوگ ابھی تک بچے ہو — محض لفظی طور پر نہیں — ایسے بچے جو ہر چیز سے ناواقف ہوں اور کچھ نہ سوچ سکتے ہوں۔ میں تمھارے بارے میں اتنا زیادہ جانتا ہوں جتنا کہ تم خود بھی نہیں جانتے اور نہ شبہ ہی کر سکتے ہو۔ بغیر جانے بوجھے تم لوگ ایک خطرناک غار کے۔ اوپر چٹان کے کنارے چل رہے ہو اگر تم نے اس سلسلے میں کچھ نہیں کیا تو تمھاری آزادی اور غالباً تمھاری زندگی کے دن بھی کم رہ جائیں گے۔ یوری آندرے ییوچ! کمیونسٹوں کا ایک خاص اسٹائل ہے۔ بہت کم لوگ اس پر پورے اترتے ہیں۔ لیکن کوئی شخص اس طریقۂ حیات کی اس طرح تحقیر نہیں کرتا جس طرح کھلم کھلا طریقے پر تم کرتے ہو! میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم خطرات سے کیوں کھیلتے ہو۔ تم اس سارے نظام کا تمسخر اڑاتے ہو اور اس کی توہین کرتے ہو۔ اگر تمھارا ماضی تمھارے لئے ناز ہو تو ہو — لیکن ماسکو کے بہت سے لوگ تمھیں اچھی طرح جانتے ہیں۔ مقامی کمیونسٹ حکام تم دونوں کو بالکل پسند نہیں کرتے۔ کامریڈ انتی پوف اور تیورزن اپنے پنجے تیز کر رہے ہیں اور کسی وقت بھی تم پر اد

لاریسا نیودرروونا پر جھپٹ سکتے ہیں۔ لیکن، یوری آندریے وچ تم ایک مرد ہو۔ تم اپنی مرضی کے مالک ہو اور تمہیں اس بات کا پورا پورا حق حاصل ہے کہ اگر تم چاہو تو اپنی زندگی کا جوا کھیل سکتے ہو۔ لیکن لاریسا نیودرروونا اپنی مرضی کی مالک نہیں ہے وہ ایک ماں ہے، اس کے ہاتھوں میں ایک بچہ کی زندگی ہے اور وہ اس طرح خوابوں کی دنیا میں نہیں رہ سکتی۔ آج صبح میں نے اسے صحیح صورت حال سمجھانے کی بہت کوشش کی۔ لیکن وہ میری ایک نہیں سنتی۔ کیا تم اپنا اثر استعمال نہیں کروگے؟ اسے اپنی بیٹی کی زندگی سے کھیلنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اسے میری اس دلیل کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔" یوری نے اس کے جواب میں کہا۔ "میں نے اپنی زندگی میں کبھی کسی کو اپنے خیالات ماننے پر مجبور نہیں کیا۔ یقیناً ان لوگوں کو تو ہرگز نہیں جو مجھ سے قریب ہیں۔ لاریسا نیودرروونا کو اس بات کی پوری آزادی ہے کہ اگر وہ چاہے تو تمہارے کہنے پر عمل کر سکتی ہے۔ یہ اس کا اپنا معاملہ ہے۔ اس کے علاوہ، میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ میں نے ابھی تک تمہاری کوئی دلیل نہیں سنی۔"

"واقعی، تم مجھے اپنے باپ کی یاد دلاتے ہو۔ بالکل ویسے ہی غیر اثر پذیر۔ اچھا، میں تمہیں بتاتا ہوں لیکن یہ کافی پیچیدہ معاملہ ہے۔ اس لئے تمہیں صبر کے ساتھ بغیر بولے میری بات سننی ہوگی۔ اعلیٰ حلقوں میں کافی تبدیلیوں کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔ ہاں واقعی مجھے یہ بات ایک نہایت ہی باوثوق ذریعے سے معلوم ہوئی ہے اور تم یقین کر سکتے ہو کہ یہ صحیح ہے۔ جو بات ان لوگوں کے ذہن میں ہے وہ یہ ہے کہ زیادہ جمہوری طریقہ اختیار کیا جائے۔ قانون کے مطابق چلا جائے۔ اور ایسا بہت جلد کیا جائے گا۔ لیکن محض اسی وجہ سے وہ تعزیری ادارے، جنھیں ختم کیا جانے والا ہے، یہ چاہیں گے کہ اپنے مقامی معاملات جلد سے جلد طے کر دیں۔ اور اس لئے وہ اور بھی زیادہ بیرحمی سے کام لیں گے تباہی تمہارے لئے مقدر ہو چکی ہے یوری آندریے وچ۔ تمہارا نام فہرست میں موجود ہے۔ میں یہ بات تمہیں انتہائی سنجیدگی کے ساتھ بتا رہا ہوں۔ میں نے وہ فہرست خود دیکھی ہے۔ وقت گزر جانے سے پہلے ہی تمہیں اپنے بچاؤ کی فکر کر لینی چاہیئے۔ لیکن یہ تو سب کچھ برسبیل تذکرہ ہے۔ میں اصل موضوع کی طرف تو اب آرہا ہوں۔

وہ سیاسی طاقتیں جو اب تک عارضی حکومت کی وفادار ہیں اور مجلس دستور ساز جسے توڑ دیا گیا ہے اس کی حامی ہیں، بحرالکاہل کے ساحل پر منگولیا کے صوبہ میں اکٹھی ہو رہی ہیں۔ سابق ممبر پارلیمنٹ اور اضلاعی اسمبلیوں کے اراکین۔ اور دوسری مشہور شخصیتیں، تاجر اور صنعت کار اکٹھے ہو رہے ہیں۔ وہ بچی کھچی فوجیں

جنہوں نے سرخ فوج کے خلاف جنگ کی تھی وہاں جمع کی جا رہی ہیں۔ ان لوگوں کا ارادہ مشرق بعید کی ایک جمہوریہ قائم کرنے کا ہے اور سوویت حکومت بھی اس کی طرف سے چشم پوشی کر رہی ہے کیونکہ فی الحال یہ چپّہ اس کے لئے زیادہ موزوں ہوگی کہ بیرونی دنیا اور سرخ سائبیریا کے درمیان ایک فاصل مملکت قائم ہو جائے۔ جمہوریہ میں ایک مخلوط حکومت قائم کی جائے گی۔ ماسکو کے زور دینے پر آدھی سے زیادہ نشستیں کمیونسٹوں کو ملیں گی۔ وہ جب بھی مناسب سمجھیں گے وہاں فوجی بغاوت کرا دیں گے اور جمہوریہ کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں گے۔ یہ اسکیم صاف ظاہر اور روشن ہے لیکن اس طرح ہمیں کم از کم دم مارنے کا وقت تو مل جاتا ہے اور ہمیں اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ انقلاب سے قبل ایک زمانہ میں، میں مرکولوف، ار خاروف بھائیوں اور متعدد دوسرے بینکوں اور تجارتی اداروں کے معاملات کی ولاڈی واسٹک میں دیکھ بھال کیا کرتا تھا۔ وہاں لوگ مجھ سے واقف ہیں اور عارضی کابینہ کا ایک نمائندہ مجھ سے ملنے کے لئے آیا تھا۔ انہوں نے مجھے آئندہ قائم ہونے والی حکومت میں وزیر انصاف کے عہدے کی پیشکش کی ہے۔ یہ کام خفیہ طور پر لیکن سوویت حکومت کی غیر سرکاری منظوری سے ہو رہا ہے۔ میں نے یہ پیشکش منظور کر لی ہے، اور اب میں وہاں جا رہا ہوں۔ میں نے ابھی جو کچھ تمہیں بتایا ہے وہ سوویت حکومت کی منظوری سے ہو رہا ہے۔ لیکن اتنے کھلم کھلا طریقہ پر نہیں اس لئے اس کے متعلق زیادہ بات کرنا دانشمندی کا کام نہیں ہوگا۔

میں تمہیں، ورلارلیا فیودرو دنا کو اپنے ساتھ لے جا سکتا ہوں۔ وہاں سے تم آسانی سے جہاز میں بیٹھ کر سمندر پار اپنے گھر والوں کے پاس جا سکتے ہو۔ یہ بات تو تمہیں یقیناً معلوم ہوگی کہ انہیں ملک بدر کر دیا گیا ہے۔ اس معاملہ کی کافی شہرت ہوئی تھی اور سارے ماسکو میں ابھی تک اس کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ میں نے لارلیا فیودرو دنا سے وعدہ کر لیا ہے کہ میں اسٹریلینکوف کو بچا لوں گا۔ ایک خود مختار رکن کی حیثیت سے جسے ماسکو نے تسلیم کر لیا ہے۔ میں اسے مشرقی سائبیریا میں تلاش کر کے اپنے خود مختار علاقہ میں چلے آنے میں مدد دے سکتا ہوں۔ اگر وہ بچ نکلنے میں کامیاب نہ ہوا تو پھر میں یہ تجویز پیش کر دوں گا کہ اس کا تبادلہ کسی ایسے شخص سے کر لیا جائے جو اتحادیوں کے قبضہ میں ہو، اور جسے ماسکو کی حکومت اہم سمجھتی ہو۔" لارلیا فیودرو دنا کو ماردوکی کی باتیں مشکل ہی سے سمجھ سکی تھی لیکن جب اس نے ڈاکٹر اور اسٹریلینکوف کے بچاؤ کے انتظامات کا ذکر کیا تو اس نے اپنے کان کھڑے کر لئے۔ کسی قدر شرماتے

ہوئے اس نے کہا۔

"تم دیکھتے ہو یورد چکا، یہ سب تمہارے اور پاشا کے لیے کس قدر اہم ہے؟"

"پیاری تم بہت جلد ہر کسی پر اعتبار کر لیتی ہو۔ ایک ادھورے منصوبے کو مسلمہ حقیقت تو نہیں سمجھا جاسکتا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ کوماردوسکی جان بوجھ کر ہمیں دھوکہ دے رہا ہے۔ لیکن اب تک اس نے جو کچھ بھی ہمیں بتایا ہے وہ محض ہوائی قلعے ہیں۔ جہاں تک میرا تعلق ہے" اس نے کوماردوسکی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں اس تمام دلچسپی کے لئے تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں جو تم میرے معاملات میں لے رہے ہو۔ لیکن واقعی تم یہ تو نہیں سمجھ رہے ہو کہ میں تمہیں اپنے معاملات چلانے کی اجازت دیدوں گا؟ اور جہاں تک اسٹرلینکوف کا تعلق ہے۔ لارا کو اس کے متعلق سوچنا پڑے گا۔"

"ان تمام باتوں کا مطلب یہ نکلتا ہے" لارا نے کہا "کہ آیا ہم اس کے ساتھ جائیں گے یا نہیں یہ بات تو تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں تمہارے بغیر ہرگز نہیں جاؤں گی؟" کوماردوسکی نے وہ پانی میں ملی ہوئی شراب پی جو یوری آندرے ویچ ہسپتال سے لایا تھا۔ ابلے ہوئے آلو کھائے اور زیادہ بہکنے لگا۔

(۳)

رات زیادہ ہوتی جارہی تھی۔ ہر مرتبہ جب بتی ٹھیک کی جاتی تو وہ بھڑک کر تیزی سے جلنے لگتی جس سے کمرہ روشن ہو جاتا تھا۔ پھر لو دھیمی پڑ جاتی تھی اور سائے دکھائی دینے لگتے تھے۔ میزبانوں کو نیند آرہی تھی، وہ آپس میں کچھ باتیں کرنا اور پھر سو جانا چاہتے تھے لیکن کوماردوسکی رکا رہا۔ اس کی موجودگی اس قدر پریشان کن ہوتی جارہی تھی جتنی دہشتناک بلوط کا بھاری نعمت خانہ اور کھڑکیوں کے باہر دسمبر کی رات کی تاریکی معلوم ہورہی تھی۔ وہ ان دونوں کی طرف نہیں بلکہ ان کے سروں کے اوپر دیکھ رہا تھا اور اس کی بوجھل آنکھیں دور کسی نقطہ پر جمی ہوئی تھیں۔ اور اس کی بہکی ہوئی زبان سے برابر بے ربط الفاظ نکل رہے تھے۔ اب اس کی توجہ کا مرکز مشرق بعید تھا۔ وہ منگولیا کی سیاسی اہمیت بیان کر رہا تھا۔ یوری آندرے ویچ اور لارلیا فیودروونا کو اس موضوع میں دلچسپی نہیں تھی اور انھیں یاد بھی نہیں رہا تھا کہ اس نے یہ موضوع کہاں سے شروع کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کی تمام طویل گفتگو اور بھی اکتاہٹ کا باعث بن گئی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "سائبیریا، حقیقت میں ایک نیا امریکہ ہے جیسا کہ اسے عام طور پر کہا جاتا ہے۔ وہاں بہت وسیع امکانات ہیں۔ وہ روس کی مستقبل کی عظمت کا گہوارہ ہے اور جمہوریت سیاسی اور اقتصادی صحت

کی طرف ہماری ترقی کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے۔ ہمارے عظیم مشرق بعید کے ہمسایہ بیرونی منگولیا میں مستقبل کے لئے اس سے بھی زیادہ امکانات ہیں۔ تم اس کے متعلق کیا جانتے ہو؟ تم جاہیاں لے رہے ہو اور بے شرمی سے آنکھیں جھپکا رہے ہو۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ منگولیا کا رقبہ دس لاکھ مربع میل سے زائد ہے اور وہاں بے اندازہ معدنی دولت ہے وہ ایک ایسا ملک ہے جس کے وسائل کو ابھی تک کام میں نہیں لایا گیا ہے اور چین، جاپان اور امریکہ کی لالچی نظریں اس پر لگی ہوئی ہیں۔ وہ سب ہمارے روسی مفادات کا خیال کئے بغیر اسے ہڑپ کر لینے کی فکر میں ہیں۔ جب کبھی بھی روئے زمین کے اس دور دراز علاقہ کو مفادات کے لحاظ سے تقسیم کرنے کا سوال پیدا ہوا ہے۔ تو ان مفادات کو ہمارے مخالفین تک نے تسلیم کیا ہے۔ چین، لاماؤں اور دوسری مذہبی شخصیتوں پر اپنے اثرات سے کام لے کر منگولیا کی جاگیرداری اور مذہبی پسماندگی سے ناجائز فائدے اٹھاتا ہے۔ جاپان مقامی شہزادوں، ہوشنوں کا ساتھ دیتا ہے۔ روس کو بھی ایک ساتھی مل گیا ہے اور وہ منگولیا کے باغی گلہ بانوں کی ایک انقلابی جماعت ہے۔ میں خود یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ منگولیا حقیقی طور پر خوشحال ہو جائے اور وہاں ایک آزادانہ منتخب حکومت قائم ہو جائے۔ تمہیں ذاتی طور پر یہ بات دلچسپ معلوم ہوگی کہ جونہی تم سرحد پار کر کے منگولیا میں داخل ہو گے۔ دنیا تمہارے قدموں میں ہوگی اور تم ایک پرند کی مانند آزاد ہو گے۔"

اسکی لفاظی کا اثر لارلیا فیودرووناکے اعصاب پر ہونے لگا۔ آخر کار اکتاہٹ کی وجہ سے اسکی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ بہت زیادہ تھک گئی تھی۔ اس نے اپنا ہاتھ اسکی طرف اٹھا کر انتہائی تلخ لہجہ میں کہا۔ "اب رات زیادہ ہو گئی ہے اور تمہارے جانے کا وقت ہو چکا ہے۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔"

"مجھے امید ہے تم اس قدر بد اخلاقی سے کام نہیں لوگی کہ مجھے اتنی رات گئے اپنے مکان سے نکال دو۔ میں سمجھتا ہوں کہ مجھے رات بھی نہیں ملے گا۔ میں شہر سے واقف نہیں ہوں اور تاریکی بھی بہت زیادہ ہے۔"

"تمہیں یہ بات پہلے ہی سے سوچنی چاہیئے تھی اور اتنی دیر تک نہیں بیٹھنا چاہیئے تھا۔ تم سے کسی نے بھی اتنی دیر تک ٹھیرنے کو نہیں کہا تھا۔"

"تم مجھ سے اتنی ناراض کیوں ہو؟ تم نے تو مجھ سے یہ تک نہیں پوچھا کہ میرے ٹھیرنے کا کوئی انتظام کہیں ہوا بھی ہے یا نہیں؟"

"مجھے اس سے ذرا سی بھی دلچسپی نہیں ہے۔ تم اپنی دیکھ بھال خود بخوبی کر سکتے ہو۔ اگر تم اس کوشش میں ہو کہ تمہیں رات یہاں گزارنے کی دعوت دی جائے تو میں تمہیں یقیناً اس کمرے میں نہیں ٹھہراؤں گی جہاں ہم لوگ اور کاتنکا سوتے ہیں اور دوسرے کمروں میں چوہے بہت ہیں۔"

"میں چوہوں سے نہیں ڈرتا۔"

"اچھا، ٹھیک ہے، تو جیسا تم چاہو کرو۔"

(۳)

"کیا بات ہے، پیاری؟ تم راتوں کو بالکل نہیں سوتی ہو۔ کھانے کو ہاتھ تک نہیں لگاتی اور پاگلوں کی سی شکل بنائے پھرتی ہو۔ تم ہر وقت کچھ سوچتی رہتی ہو۔ تمہیں کیا پریشانی ہے؟ تمہیں اپنی پریشانیوں پر قابو پانے کی کوشش کرنا چاہیئے۔"

"وہ تمہارے ہسپتال کا چوکیدار ۔ عزت ۔ پھر آیا تھا۔ وہ نیچے والی دھوبن سے عشق کرتا ہے۔ یہاں بھی چلا آیا اور مجھے ایک اچھی سی خبر سنائی، 'یہ بہت راز کی بات ہے' اس نے کہا۔ تمہارے دوست کو جیل ہونے والی ہے۔ کسی روز بھی۔ اور پھر تمہاری باری ہے بے چاری عورت۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ میں نے پوچھا اسے یہ تو یقینی بات ہے۔ میں نے اپنے ایک دوست سے سنا تھا جو مسخروں کے ساتھ کام کرتا ہے۔ اس کا مطلب یقیناً انتظامی کمیٹی سے تھا۔ وہ اسی کو مسخرے کہہ رہا تھا۔" وہ دونوں قہقہے مار کر ہنسنے لگے۔ "وہ بالکل ٹھیک کہتا ہے،" یوری آندریے وچ نے کہا۔ "خطرہ بالکل قریب آگیا ہے اب ہمیں فوراً غائب ہو جانا چاہیئے۔ سوال یہ ہے کہ کہاں جائیں۔ ماسکو جانے کا تو کوئی سوال ہی نہیں ہے ہم خاموشی کے ساتھ سفر کی تیاریاں بھی نہیں کر سکتے۔ لوگوں کو معلوم ہو جائے گا۔ ہمیں اس طرح جانا چاہیئے کہ کوئی شخص ہمیں جاتے ہوئے نہ دیکھ سکے۔ تم جانتی ہو، میری جان، ہم وہی کریں گے جیسا کہ پہلے تم نے سوچا تھا۔ ہم لوگ واری کینو جا کر غائب ہو جائیں گے۔ چلو! ایک دو ہفتہ یا مہینہ بھر کے لئے وہیں چلیں۔"

"شکریہ، پیارے، بہت بہت شکریہ، اوہ، میں کتنی خوش ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ تم اسے ناپسند کرتے ہو۔ لیکن ہم لوگ تمہارے مکان میں نہیں رہیں گے۔ تم اسے برداشت نہیں کر سکو گے۔ خالی کمرے، ضمیر کی ملامت، ماضی کی یادیں۔ میں یہ بات اچھی طرح سمجھتی ہوں کہ دوسروں کی تکلیفوں سے خود خوشی

حاصل کرنے کا مطلب کیا ہوتا ہے۔ اور اس چیز کو جو کسی دوسرے کو عزیز اور قابلِ عزت ہو قدموں کے نیچے مَسَل دینے کے کیا معنی ہوتے ہیں۔ میں تمہاری طرف سے ایسی قربانی ہرگز قبول نہیں کروں گی۔ پھر تمہارے مکان کی حالت ایسی ہو رہی ہے کہ اس کے کمروں کو قابلِ رہائش بنانا بھی مشکل ہوگا۔ میں اس مکان کے متعلق سوچ رہی تھی جہاں میکولٹسن اور اس کے گھر والے رہتے تھے۔"

"ہاں یہ بالکل صحیح ہے۔ میں تمہارا شکر گذار ہوں کہ تم میرا اتنا خیال کرتی ہو۔ لیکن ایک منٹ ٹھیرو۔ میں برابر تم سے دریافت کرنے کے متعلق سوچ رہا ہوں لیکن بھول جاتا ہوں۔ کوماروسکی کا کیا ہوا؟ وہ ابھی تک یہیں ہے یا چلا گیا؟ جب سے میرا اس سے جھگڑا ہوا ہے اور میں نے اسے نکال باہر کیا ہے اس کے بعد سے مجھے اس کا کوئی پتہ نہیں چلا۔"

"مجھے بھی کچھ معلوم نہیں۔ ہمیں اس کی کیا پرواہ ہے؟ تمہیں اس سے کیا کام ہے؟"

"میں اب یہ سوچتا ہوں کہ ہمیں اس کی تجویز فوراً مسترد نہیں کر دینی چاہیئے تھی۔ میرا مطلب ہم دونوں سے ہے۔ ہم دونوں کی پوزیشن یکساں نہیں ہے۔ تمہیں اپنی لڑکی کے بارے میں سوچنا ہے۔ اگر تم میرا ساتھ دینا بھی چاہو اور میرے انجام کی شریک ہونا بھی چاہو تو تمہیں اس کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ لیکن جہاں تک واری کینو کا سوال ہے، یہ بات یقینی ہے کہ جاڑوں میں بغیر کھانے پینے کے سامان، طاقت، یا امید کے اس سنسان مقام پر چلا جانا قطعی حماقت ہوگا۔ لیکن کیوں نہیں جانِ من! اگر ہمارے لئے پاگل پن کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں رہ گیا ہے تو ہم ایک بار پاگل ہی کیوں نہ ہو جائیں۔ ہم پھر ایک مرتبہ اپنی شان اور مرتبہ کو بھول کر سمدیویاتوف سے درخواست کریں گے کہ وہ ہمیں ایک گھوڑا دیدے اور ہم اس سے کہیں گے، یا اس سے نہیں بلکہ ان سٹہ بازوں سے جو اس کے دستِ نگر ہیں کہیں گے کہ وہ ہمیں آٹا اور آلو قرض دیدیں، اگر وہ ہماری بات پر بھروسہ کر سکتے ہوں۔ اور ہم اسے اس بات پر آمادہ کریں گے کہ وہ اپنی اس مہربانی کا جو وہ ہمارے ساتھ کرے گا فائدہ اٹھاتے ہوئے فوراً ہی ہم سے ملنے کے لئے نہ آئے بلکہ کچھ عرصہ انتظار کرے۔ اس وقت تک نہ آئے جب تک کہ اسے اپنے گھوڑے کی ضرورت نہ پڑے۔ چلو، ہم دونوں کچھ عرصہ تنہا رہیں۔ جانِ من! چلو چلیں۔ اور ہم ایک ہفتہ میں اس سے زیادہ لکڑیاں کاٹ کر استعمال کریں گے جتنی کہ ایک سمجھدار گھریلو عورت پرامن زمانہ میں ایک جہینہ میں کر سکتی ہے۔ میں ایک بار پھر یہی کہوں گا کہ میری ان الجھی ہوئی باتوں کو معاف کر دو۔ میں کتنا چاہتا

ہوں گا اس طرح احمقانہ سنجیدگی سے بات کرنے کی بجائے تم سے سیدھے سادے طریقہ پر بات کر سکوں لیکن پھر بھی یہ حقیقت ہے کہ ہمارے سامنے اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ تم اسے خواہ کچھ بھی کہو لیکن یہ حقیقت ہے کہ موت ہمارے دروازے پر دستک دے رہی ہے۔ ہمارا وقت قریب آ پہنچا ہے۔ اس لئے ہم کیوں نہ اس قلیل مدت سے اپنے طور پر فائدہ اٹھائیں۔ آؤ ہم ان مختصر ایام کو زندگی سے رخصت ہونے کے لئے استعمال کریں۔ اور جدا ہونے سے پہلے آخری مرتبہ اپنا تمام وقت ایک دوسرے کے ساتھ گذاریں۔ ہم ہر اس چیز کو الوداع کہہ دیں گے جو ہمیں عزیز ہے اور اس طریقہ کو بھی جس سے ہم ان چیزوں کو دیکھنے کے عادی ہیں، اس طریقہ کو جس کے مطابق ہم زندگی گزارنا چاہتے تھے اور اسے، جو کچھ بھی ہمارے ضمیر نے ہمیں سکھایا ہے۔ اور اپنی تمام امیدوں کو اور ایک دوسرے کو۔ ہم پھر ایک مرتبہ آپس میں وہی راز دارانہ سرگوشیاں کریں گے جو ہم راتوں کو کرتے ہیں۔ عظیم اور وسیع باتیں۔ بحر الکاہل کے مانند وسیع و بے پایاں۔

تم بلاوجہ ہی تو میری زندگی کے آخری دور میں میرے پاس نہیں آ گئی ہو، میری حسین حور، ایسے وقت جبکہ آسمان پر جنگ اور مصیبتوں کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ تم پھر میرے پاس آ گئی ہو۔ جو بچپن کے پُرامن زمانہ میں میری زندگی کے ابتدائی دور میں داخل ہوئی تھیں۔ اس رات کو جب تم ایک نوخیز لڑکی تھیں اور اپنا اسکول کا خاکی یونیفارم پہنے ہوئے تھیں۔ ہوٹل کے نیم روشن کمرے میں تم بالکل ایسی ہی معلوم ہو رہی تھیں جیسی کہ اب ہو، کتنی حسین اور دلکش۔ اس کے بعد سے اب تک میں برابر اس سحر انگیز کیفیت کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہا ہوں۔ جو اس رات تمہیں دیکھنے کے بعد مجھ پر طاری ہوئی تھی، وہ مدہم سی چمک، وہ دور سے سنی جانے والی صدائے بازگشت، جو بعد میں میرے تمام وجود پر چھا گئی اور جو میرے لئے دنیا کی ہر ایک چیز کو سمجھنے کا ذریعہ بن گئی۔ جب تم اس کمرے کی تاریکی میں ابھریں، ایک سایہ کی مانند جس نے اسکول کی لڑکی کا یونیفارم پہن رکھا تھا تو میں جو ایک لڑکا تھا اور تمہارے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا تھا، تمہیں پہچان گیا، اس تمام جوش اور جذبے کے ساتھ جو میرے اندر پیدا ہو گیا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ سوکھی اور دُبلی چھوٹی سی لڑکی اپنے اندر برقی کشش رکھتی ہے اور اس میں نسوانی حسن کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اگر میں نے تمہیں اپنی انگلی کے ایک پور سے بھی چھو لیا ہوتا تو کمرے میں ایک ایسا شعلہ بھڑکتا جس سے یا تو میں وہیں ختم ہو جاتا یا پھر عمر بھر میرے اندر رنج اور خواہش کی مقناطیسی لہریں دوڑتی رہتیں۔ میری آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں۔ اور میرا دل دھڑکنے لگا۔ مجھے، جو ایک لڑکا ہی تھا، اپنے

اور ترس آرہا تھا۔ اور اس سے بھی زیادہ تم پر، جو ایک چھوٹی سی لڑکی تھیں۔ میرا تمام وجود حیرت زدہ تھا اور پوچھ رہا تھا۔" اگر محبت کرنا اور اس برقی رو کو برداشت کرنا اتنا ہی تکلیف دہ ہے تو پھر ایک عورت ہونا ایک برقی رو ہونا اور محبت کے جذبات ابھارنا اس سے بھی کس قدر زیادہ تکلیف دہ ہوگا۔ بس مجھے جو کہنا تھا وہ کہہ چکا۔ ایسی باتیں کسی کو بھی پاگل کر سکتی ہیں۔ یہ میرے تمام وجود کا مظہر ہیں۔"

لاریسا فیودرووناباقاعدہ لباس پہنے ہوئے اپنے پلنگ کے گدے پر لیٹی ہوئی تھی۔ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اور اس نے سکڑ کر اپنے آپ کو ایک شال سے ڈھانک رکھا تھا۔ یوری آندریے وچ اس کے قریب ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور آہستہ آہستہ رک رک کر باتیں کر رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ کہنی ٹیک کر اوپر کو ہو جاتی، اپنی ٹھوڑی ہاتھ پر ٹکادیتی اور حیرت سے منہ کھولے اسے تکتی رہی۔ کبھی کبھی وہ اپنا منہ اس کے کندھے پر رکھ کر مسرت کے جذبے کے ساتھ چپکے چپکے رونے لگتی۔ اسے اپنے آنسوؤں کا احساس تک نہیں ہو رہا تھا۔ آخر میں اس نے بستر پر سے جھک کر اپنے بازو اس کے گرد حمائل کر دیئے اور پر مسرت لہجہ میں بول اٹھی۔

" یورو چکا! یورو چکا! تم کتنے عقلمند ہو! تم ہر بات جانتے ہو، سب کچھ سمجھ سکتے ہو، یورو چکا تم میری طاقت اور میرا سہارا ہو۔ خدا میرا یہ کفر معاف کرے۔ او، میں کتنی خوش ہوں۔ چلو چلیں، میرے پیارے، چلو چلیں، وہاں پہونچ کر میں تمہیں ایک بات بتاؤں گی جو میرے ذہن پر بوجھ بنی ہوئی ہے۔"

وہ سمجھ گیا کہ وہ یقیناً اپنے حمل کے متعلق کہہ رہی ہے، جو غالباً جھوٹا حمل ہے، اور اس نے کہا۔" میں جانتا ہوں۔"

(۴۲)

وہ دونوں موسم سرما کی ایک تاریک صبح کو شہر سے روانہ ہو گئے۔ اس دن چھٹی کا دن نہیں تھا۔ لوگ اپنے دھندوں کے سلسلے میں سڑکوں پر چل پھر رہے تھے۔ ان میں سے بہتوں کے چہرے جانے پہچانے تھے۔ چوراہوں پر وہ عورتیں جن کے گھروں میں کنویں نہیں تھے پرانے نلکوں کے پاس قطاریں لگائے کھڑی تھیں، ان کی بالٹیاں ان کے قریب ہی زمین پر رکھی ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر ان کے پاس سے احتیاط کے ساتھ گھومتا ہوا نکلا، وہ سمدیویا توف کے شوخ گھوڑے کو قابو میں رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ گاڑی سڑک کے ڈھال پر سے برابر پھسلتی چلی جارہی تھی جس پر برف اور کیچڑ تھی اور بار بار سڑک سے ہٹ کر دکانوں کے

کھمبوں اور کنارے پر لگے ہوئے پتھروں سے ٹکرا جاتی تھی۔ پوری رفتار سے گھوڑا بھگاتے ہوئے وہ گپ سمپولیا توف کے پاس پہونچ گئے جو سڑک پر پیدل جا رہا تھا اور اس کے قریب سے تیزی کے ساتھ گزر گئے۔ پیچھے مڑ کر دیکھے بغیر کہ آیا اس نے انھیں اور اپنے گھوڑے کو پہچانا بھی یا نہیں، یا وہ ان سے کچھ کہنا تو نہیں چاہتا۔ کچھ اور آگے چل کر وہ کومارووسکی کے قریب سے گزرے اور اسے سلام کیے بغیر آگے بڑھتے چلے گئے۔ گلافیرا تنت سیو نے سڑک کے دوسری طرف سے چلا کر ان سے کہا۔ "لوگ بھی کتنا جھوٹ بولتے ہیں! لوگ کہہ رہے تھے کہ تم کل جا چکے ہو۔ آلوؤں کی فکر میں جا رہے ہو؟" اور پھر اس نے اشارے سے انھیں بتایا کہ ان کا جواب وہ نہیں سن سکی اور اشارے ہی سے خدا حافظ کہہ دیا۔ سیما سے ملنے کے لئے انھوں نے گاڑی کی رفتار کم کر دی۔ یہ ایک خطرناک ڈھلوان تھا اور وہاں گاڑی روکنا ناممکن تھا۔ گھوڑا برابر لگامیں کھینچ رہا تھا۔ سیما جو سر سے پیر تک کئی شالوں میں لپٹی ہوئی تھی اور لکڑی کے کندے کی طرح سخت اور اکڑی ہوئی دکھائی دے رہی تھی انھیں خدا حافظ کہنے کے لئے بیچ سڑک پر آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"جب تم واپس آؤ گے تو ہم دونوں ضرور کچھ باتیں کریں گے۔" اس نے یوری آندرے یوچ سے کہا۔ آخر کار وہ لوگ شہر کو پیچھے چھوڑ آئے۔ اگرچہ ڈاکٹر موسم سرما میں اس سڑک پر سے گزرا تھا لیکن اسے زیادہ تر سڑک کا وہ نقشہ یاد تھا جو گرمیوں کے موسم میں ہوا کرتا تھا، اس لئے وہ اب اسے مشکل ہی سے پہچان سکتا تھا۔ انھوں نے اپنے کھانے پینے کے سامان کے تھیلے اور دوسرے بنڈل گاڑی کے سامنے کے حصے میں خشک گھاس کے اندر رکھ دیے تھے اور انھیں رسیوں سے باندھ دیا تھا۔ یوری آندرے یوچ مقامی کاشتکاروں کی طرح گاڑی کے فرش پر سیدھا جھک کر یا پھر بیٹھ کر اس طرح گاڑی ہانک رہا تھا کہ اس کے دونوں پیر جن میں اس نے سمپولیا توف کے فلیٹ کے جوتے پہن رکھے تھے دونوں طرف لٹکتے رہے۔ تیسرے پہر جبکہ سورج غروب ہونے سے کافی دیر قبل دن ختم ہوتا ہوا معلوم ہو رہا تھا جیسے کہ موسم سرما میں عام طور پر ہوا کرتا ہے۔ یوری آندرے یوچ نے گھوڑے کو بے رحمی کے ساتھ کوڑے مارنا شروع کر دیئے۔ وہ تیر کی مانند دوڑنے لگا۔ گاڑی غیر ہموار سڑک پر ہچکولے کھاتی ہوئی چل رہی تھی جیسے جہاز طوفان میں چلتا ہے۔ لارا اور کاتنکا اپنے سموری کوٹوں میں لپٹی ہوئی بیٹھی تھیں۔ اور مشکل ہی سے ہل جل سکتی تھیں۔ موڑ پر مڑتے وقت اور گڑھوں میں ہچکولے کھاتے وقت وہ لڑھک کر ایک طرف سے دوسری طرف گر جاتی تھیں اور کبھی سوکھی

گھاس کے بنڈلوں پر جا پڑتی تھیں، جس پر وہ ہنستے ہنستے دوہری ہو جاتی تھیں۔ کبھی کبھی ڈاکٹر مذاق کے طور پر جان بوجھ کر گاڑی سڑک کے کناروں پر جہاں برف کی تہہ چڑھی ہوئی تھی چڑھا دیتا تھا اور وہ دونوں برف پر لڑھک پڑتی تھیں۔ گھوڑا کچھ دور گاڑی کو گھسیٹتا ہوا لے جاتا اور پھر وہ لگامیں کھینچ کر اسے روک دیتا گاڑی کو سیدھا کرتا۔ اور لارا اور کاتیا ہنستی ہوئی اور بجتی ہوئی پھر گاڑی پر سوار ہو جاتی تھیں۔

"میں تمہیں وہ جگہ دکھاؤں گا جہاں ہنگامی فوج کے آدمیوں نے مجھے روکا تھا۔" لیکن وہ اپنا یہ وعدہ پورا نہیں کر سکا کیونکہ موسم سرما میں جنگل کے اجاڑ پن، سکوت اور تنہائی نے پورا منظر تبدیل کر دیا تھا۔ "یہ ہی وہ جگہ" وہ فوراً ہی چلا آیا۔ وہ موریو اینڈ ویچنکن کے پہلے بورڈ سے دھوکا کھا گیا تھا جو ایک کھیت میں لگا ہوا تھا۔ وہ اسے وہ بورڈ سمجھا تھا جو اس نے جنگل میں اس وقت دیکھا تھا جب اسے پکڑ لیا گیا تھا۔ جب وہ گاڑی کو تیز بھگاتے ہوئے دوسرے بورڈ کے قریب سے گزرے جو ابھی تک پرانی جگہ سکما کے چوراہے پر لگا ہوا تھا تو وہ اسے برف کی وجہ سے پہچان نہیں سکے اور بورڈ بھی انھیں نظر نہیں آیا۔ جس وقت یہ لوگ واری کینو پہنچے تو دن ختم نہیں ہوا تھا اور کیونکہ پہلے ژواگو کا مکان پڑا اس لئے وہ اس کے سامنے رک گئے۔ وہ لوگ چوروں کی طرح اندر داخل ہوئے، انھیں جلدی اس لئے تھی کہ پھر جلدی ہی اندھیرا ہونے والا تھا۔ لیکن اندر پہلے ہی تاریکی تھی اس لئے یوری آندرے وچ اس کی تباہی اور بربادی کا آدھا منظر بھی نہیں دیکھ سکا۔ جو فرنیچر اسے یاد تھا اس میں سے آدھا ابھی تک وہاں موجود تھا۔ واری کینو بالکل اجاڑ تھا اور وہاں لوگ اس تباہی کو مکمل کرنے کے لئے موجود نہیں رہ گئے تھے۔ اسے کوئی ذاتی سامان نہیں دکھائی دیا۔ لیکن چونکہ وہ اس وقت وہاں موجود نہیں تھا جبکہ اس کے گھر والے وہاں سے روانہ ہوئے تھے۔ اس لئے وہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کیا کیا چیزیں اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ اس وقت لارا کہہ رہی تھی۔

"ہمیں جلدی کرنی چاہیئے۔ ابھی ایک منٹ میں اندھیرا ہو جائے گا۔ ہمارے پاس کھڑے ہو کر سوچنے کے لئے وقت نہیں ہے۔ اگر ہمیں یہیں ٹھہرنا ہے تو پھر گھوڑے کو کھلیان میں بھیج دینا چاہیئے۔ کھانے کا سامان کوٹھری میں رکھ دینا چاہیئے اور ہمیں اپنے لئے یہ کمرہ ٹھیک کر لینا چاہیئے۔ لیکن میں اس کے خلاف ہوں۔ ہم اس بارے میں پہلے ہی بات چیت کر چکے ہیں۔ یہ چیز تمہارے لئے اور تمہاری وجہ سے میرے لئے بھی تکلیف دہ ہو گی۔ یہ کونسا کمرہ تھا تمہاری خواب گاہ؟ نہیں بچوں کا کمرہ۔ وہ تمہارے

لڑکے کا پالنا رکھا ہے۔ یہ کاتیک کے لئے تو بہت چھوٹا ہوگا۔ اس کے علاوہ کھڑکیاں سلامت ہیں۔ دیواروں یا چھت میں دراڑیں نہیں ہیں اور انگیٹھی بہترین ہے۔ جب میں آخری بار یہاں آئی تھی تو میں نے اس کی تعریف کی تھی۔ لہذا اگر تم یہاں ٹھہرنے پر اصرار کرو۔ حالانکہ میں اس کے خلاف ہوں ــــ تو پھر میں اپنا کوٹ اتار دوں۔ اور فوراً کام میں لگ جاؤں۔ پہلا کام تو انگیٹھی سلگانا ہے۔ ہمیں اس کو چوبیس گھنٹے جلانا پڑے گا۔ لیکن میرے پیارے، کیا بات ہے؟ تم نے کوئی جواب نہیں دیا؟

"ایک منٹ میں۔ میں بالکل ٹھیک ہوں...... نہیں، غالباً ہمیں میکولتسن کا مکان دیکھنا ہوگا۔ وہ زیادہ بہتر رہے گا۔" اور وہ لوگ گاڑی میں بیٹھ کر چل دیئے۔

(۵)

میکولتسن کے مکان کے دروازے کو تالا لگا کر کیل ٹھونک دی گئی تھی۔ یوری آندریے وچ نے تالا مع قبضوں اور لکڑی کے اکھاڑ کر پھینک دیا۔ اور یہاں بھی وہ لوگ تیزی سے اندر داخل ہوئے وہ سیدھے اندر کے کمروں میں گئے۔ انھوں نے اپنے کوٹ، ٹوپیاں اور فیلٹ کے جوتے بھی نہیں اتارے انھوں نے یہ بات فوراً محسوس کر لی کہ اندر کا کچھ حصہ بہت صاف ستھرا تھا، خاص طور پر میکولتسن کے مطالعہ کا کمرہ۔ یقیناً کوئی نہ کوئی اب تک وہاں رہ رہا تھا، لیکن کون؟ کیا وہ میکولتسن کے خاندان کا کوئی آدمی تھا۔ وہ لوگ کہاں چلے گئے۔ اور انھوں نے اپنی چابیاں استعمال کرنے کی بجائے دروازہ پر کیل کیوں ٹھونک دی؟ اس کے علاوہ اگر میکولتسن کے گھر والے یہاں زیادہ عرصہ تک برابر رہتے رہے تھے تو پھر بجائے چند حصوں کے پورا مکان صاف ستھرا کیوں نہیں تھا؟ ہر بات سے ظاہر ہوتا تھا کہ کوئی باہر کا آدمی وہاں رہ رہا تھا۔ لیکن وہ کون ہو سکتا تھا؟ نہ توڈاکٹر نے اور نہ لارا ہی نے اس معمہ کی طرف کوئی دھیان دیا۔ انھوں نے اسے حل کرنے کی بھی کوشش نہیں کی۔ چاروں طرف اب بہت سے ایسے مکان تھے جنھیں لوٹا گیا تھا اور بہت سے پناہ گزین بھی تھے۔ "سفید فوج کا کوئی مفرور افسر" انھوں نے ایک دوسرے سے کہا۔ "اگر وہ آیا تو ہم کوئی نہ کوئی بندوبست کر لیں گے۔"

پہلے کی طرح پھر ایک مرتبہ یوری آندریے وچ تحیر زدہ کیفیت میں مطالعے کے کمرے کے دروازے میں کھڑا ہوا تھا۔ یہ کمرہ بہت بڑا اور آرام دہ تھا۔ اور کھڑکی کے پاس ایک بڑی سی میز رکھی ہوئی تھی اور پھر ایک مرتبہ اس نے سوچا کہ ایک پر سکون ماحول اطمینان سے لکھنے پڑھنے کا کام کرنے کے لئے بہت

ہت اچھا رہے گا۔ صحن کی دوسری بیرونی عمارتوں میں ایک اصطبل بھی تھا جو کھلیان کے قریب تھا لیکن س میں تالا پڑا ہوا تھا۔ اور یوری آندریے وچ نے اس خیال سے تالا نہیں توڑا کہ ممکن ہے وہ قابل استعمال ہو۔ گھوڑا رات کے وقت کھلیان میں باندھا جا سکتا تھا جو آسانی سے کھل گیا۔ اس نے گھوڑے کی زین تاری اور جب وہ سستا لیا تو اسے پینے کے لئے پانی دیا۔ جو اسے کنویں پر مل گیا تھا۔ وہ اسے خشک ھاس دینا چاہتا تھا جو وہ اپنے ساتھ لایا تھا لیکن وہ پیروں کے نیچے کچل گئی تھی۔ خوش قسمتی سے کھلیان کے اندر بھی کافی گھاس موجود تھی۔ یہ لوگ کپڑے تبدیل کئے بغیر ہی لیٹ گئے۔ انھوں نے اپنے سموری کوٹ کمبلوں کی بجائے اوپر ڈال لئے اور بچوں کی مانند فوراً ہی سو گئے جو دن بھر کھیلنے کے بعد تھک کر سو جاتے ہیں۔

(۶)

جس وقت سے وہ سو کر اٹھے تھے یوری آندریے وچ برابر اس میز کو دیکھے جا رہا تھا جو کھڑکی کے قریب رکھی ہوئی تھی۔ اس کی انگلیاں کاغذ اور قلم کے لئے بے چین ہو رہی تھیں۔ لیکن اس نے لکھنے کا کام اس وقت تک کے لئے ملتوی کر دیا جب تک کہ لارا اور کاتیا سونے کے لئے نہ لیٹ جائیں۔ اس وقت تک اسے بہت کام کرنا ہوگا۔ کم از کم دو کمروں کو تو رہائش کے قابل بنانا ہی تھا۔ اسے شام کا انتظار تھا جس کی وجہ سے اس کے ذہن میں کوئی اہم کام نہیں تھا۔ بات صرف یہ تھی کہ لکھنے کا شوق اور جذبہ اس پر غالب آ رہا تھا۔ اسے کچھ نہ کچھ ضرور لکھنا تھا۔ شروع میں وہ اپنے خیالات کاغذ پر منتقل کرے گا تا کہ وہ لکھنے کی ابتدا کر سکے۔ اسے امید تھی کہ بعد میں اگر لارا اور وہ وہاں ٹھہر سکے تو کوئی نیا اور اہم کام شروع کر سکے گا۔

"کیا تم مصروف ہو؟ تم کیا کر رہے ہو؟"

"آگ سلگا رہا ہوں۔ برابر آگ سلگائے جا رہا ہوں۔"

"مجھے کپڑے دھونے کے لئے ایک ٹب چاہیئے۔"

"اگر ہم لکڑیاں اسی قدر تیزی سے جلاتے رہے تو یہ تین دن میں ختم ہو جائیں گی۔ مجھے جا کر لکڑی کے گودام میں دیکھنا چاہیئے۔ ممکن ہے وہاں کچھ لکڑیاں باقی رہ گئی ہوں۔ اگر ہوئیں تو میں لے آؤں گا۔ یہ کام میں کل کروں گا۔ تم ٹب کو کہہ رہی تھیں۔ مجھے یقین ہے کہ میں نے کہیں نہ کہیں ایک ٹب دیکھا ضرور تھا۔ یاد

نہیں پڑتا کہ کہاں؟"

"میں نے بھی دیکھا ہے۔ اور مجھے بھی یاد نہیں پڑتا کہ کہاں دیکھا تھا۔ یقیناً کسی ایسی جگہ رکھا تھا جہاں اس کا کوئی کام نہیں تھا۔ اسی لئے میں بھول گئی ہوں۔ خیر چھوڑو بھی۔ میں دھونے دھلانے کے لئے کافی پانی گرم کر رہی ہوں۔ جو پانی بچ رہے گا۔ اس سے میں اپنے اور کاتیل کے کچھ کپڑے دھوؤں گی تم بھی اپنے کچھ کپڑے مجھے دے سکتے ہو۔ ہم لوگ کام ختم کر لینے کے بعد شام کو نہائیں گے، سونے سے پہلے۔"

"شکریہ۔ ہم اب اپنی چیزیں لے آؤں۔ میں نے تمام بھاری فرنیچر دیواروں کے پاس سے ہٹا دیا ہے جیسا کہ تم چاہتی تھیں۔"

"ٹھیک ہے۔ چونکہ ٹب نہیں ملتا، اس لئے میں رکابیاں دھونے کا برتن کپڑے دھونے کے کام میں لاؤں گی۔ لیکن وہ چکنا ہو رہا ہے۔ اس لئے اسے مانجھنا پڑے گا۔"

"جیسے ہی انگیٹھی ٹھیک سے جلنے لگے گی۔ میں باقی درازیں بھی دیکھوں گا۔ مجھے میز اور الماری میں برابر بہت سی چیزیں مل رہی ہیں۔ صابن، ماچس، کاغذ، پنسل، قلم اور روشنائی۔ اور میز پر رکھا ہوا لیمپ مٹی کے تیل سے بھرا ہوا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میکولتن کے یہاں کوئی لیمپ نہیں ہوگا۔ اس لئے یہ یقیناً کسی اور جگہ سے آیا ہوگا۔"

"قسمت کی بات ہے! یہ یقیناً یہاں رہنے والے پراسرار شخص کا کام ہوگا۔ لیکن اب ہم پھر گپ اڑانے لگے اور میرا پانی کھول رہا ہے۔" اب یہ لوگ سرگرمی کے ساتھ ایک کمرے میں پھرنے لگے۔ اور تیزی سے کام میں مصروف ہو گئے۔ وہ بار بار ایک دوسرے سے ٹکرا جاتے تھے یا کاتر کا ان کے پیروں میں آ جاتی تھی۔ وہ ادھر سے ادھر گھومتی پھر رہی تھی۔ اور ان کے کام میں اکثر اسکی وجہ سے رکاوٹ پیدا ہونے لگتی تھی جس پر وہ اسے ڈانٹنے لگتے تھے۔ وہ کانپ رہی تھی اور سردی کی شکایت کر رہی تھی۔

"یہ بے چارے نئے زمانے کے بچے۔" ڈاکٹر نے سوچا۔ "جو ہماری خانہ بدوش زندگی کا شکار ہیں۔ بے چارے ننھے خانہ بدوش" اس نے بلند آواز سے کہا۔ "لڑکی خوش ہو جاؤ۔ تمہیں ہرگز سردی نہیں لگ سکتی۔ انگیٹھی کتنے زور سے سلگ رہی ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ انگیٹھی گرم ہو لیکن میں ٹھنڈی پڑی ہوں۔"

"تو پھر تمہیں آج شام تک صبر کرنا ہوگا۔ میں زوردار آگ جلاؤں گا اور تم نے ماں کو کہتے سنا ہوگا

کہ وہ تمہیں گرم پانی سے نہلائیں گی۔ اور لو اب تم ان سے کھیلو۔ وِلیکو۔" اور اس نے لیبر نیس کے تمام پرانے کھلونے اسٹور سے نکال کر فرش پر ڈال دیئے۔ ان میں سے کچھ صحیح سلامت تھے، کچھ ٹوٹے ہوئے تھے اور وہ ان میں ہر طرح کے کھلونے تھے۔ "تم کیا سوچ رہے ہو، لیوری آندرے وچ؟" کاتیا نے بڑوں کے سے انداز میں کہا۔" یہ میرے کھلونے نہیں ہیں۔ اور پھر یہ ننھے بچوں کے لئے ہیں۔ میں تو کافی بڑی ہوں۔" لیکن دوسرے ہی لمحہ وہ آرام سے قالین کے درمیان میں بیٹھی ہوئی تھی اور اس نے تمام کھلونوں سے اپنی گڑیا ننکا کے لئے ایک مکان بنا دیا تھا جسے وہ شہر سے ساتھ لائی تھی۔ یہ مکان ان عارضی رہائش گاہوں سے کہیں زیادہ بہتر اور دیرپا قسم کا تھا جس میں اس نے اپنی زندگی کا زیادہ وقت گذارا تھا۔ لارا باورچی خانے سے اسے دیکھ رہی تھی۔" اس کے گھریلوپن کے جذبہ کو دیکھو، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مکان اور امن کی خواہش کسی چیز سے تباہ نہیں ہو سکتی۔ بچے زیادہ راست باز ہوتے ہیں۔ وہ سچائی سے نہیں ڈرتے لیکن ہم یہ ظاہر کرتے ہوئے خوف محسوس کرتے ہیں کہ ہم اس دور سے تعلق نہیں رکھتے۔ یہاں تک کہ ہم ان چیزوں تک کو قربان کر دیتے ہیں جو ہمیں عزیز ہوتی ہیں اور ان چیزوں کی تعریف کرتے ہیں جن سے ہمیں کراہت آتی ہے اور ہر اس بات پر ہاں کہہ دیتے ہیں جو ہماری سمجھ تک میں نہیں آتی۔"

"یہ رہا تب" یوری آندرے وچ نے تاریک ہال کمرے سے نکلتے ہوئے کہا۔" یہ یقیناً اپنی صحیح جگہ پر نہیں تھا۔ یہ چھت کے نیچے اس جگہ رکھا ہوا تھا جہاں چھت ٹپکتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ گذشتہ موسم خزاں کے وقت سے ہی وہاں رکھا تھا۔

(۷)

لارا نے کھانے پینے کا وہ سامان استعمال کرنا شروع کر دیا تھا جو وہ لوگ اپنے ساتھ لائے تھے رات کے کھانے پر اس نے آلوؤں کا شوربہ، بھنا ہوا گوشت اور آلو تیار کئے تھے۔ کاتنکا نے اتنا زیادہ کھایا کہ اس کے پیٹ میں گنجائش باقی نہیں رہی۔ وہ کھلکھلائے جا رہی تھی اور اس کی شوخیاں بڑھتی جا رہی تھیں۔ آخر میں جب اس کا پیٹ بھر گیا اور اسے گرمی پہنچی تو وہ صوفے کے اوپر اپنی ماں کی شال میں سکڑ کر لیٹ گئی اور فوراً سو گئی۔ لاریسا فیودرووناجو ابھی چولھے کے پاس سے اٹھ کر آئی تھی، تھکان اور گرمی محسوس کر رہی تھی۔ اسے بھی اپنی لڑکی کی طرح بہت نیند آرہی تھی۔ وہ اپنا کھانا پکانے کی کامیابی پر بھی خوش تھی۔ اسے پلیٹیں صاف کرنے کی کوئی جلدی نہیں تھی۔ اس لئے وہ کچھ دیر سستانے کے لئے بیٹھ گئی۔ یہ اطمینان

کرلینے کے بعد کہ کاتنکا سوچ چکی ہے۔ اس نے میز پر آگے کو جھک کر اپنی ٹھوڑی اپنے ہاتھ پر ٹکادی اور کہنے لگی:۔

"میں تمہاری لونڈی بن کر بھی خوش ہوں گی اگر صرف مجھے اتنا معلوم ہو جائے کہ اس کا کوئی نتیجہ نکلے گا اور یہ سب کچھ بیکار نہیں ہوگا۔ تمہیں بار بار مجھے یہ یاد دلانا ہوگا کہ ہم لوگ یہاں ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کے لئے آئے ہیں۔ مجھے خوش رکھو اور سوچ بچار نہ کرنے دو۔ کیونکہ اگر تم دیانت داری کے ساتھ اس پر غور کرو تو سوچو گے کہ ہم لوگ کیا کر رہے ہیں اور یہ سب کچھ کیا ہے؟ ہم کسی دوسرے کے مکان میں گھس آئے ہیں اور یہاں آگر اس طرح رہنے لگے ہیں جیسے یہ ہمارا اپنا ہی مکان ہو اور ہم اب چاروں طرف پاگلوں کی طرح پھر رہے ہیں تاکہ ہم یہ محسوس کر سکیں کہ یہ اصل زندگی نہیں ہے، یہ ایک اسٹیج ہے یہ حقیقی نہیں ہے اور یہ سب ایک بہانہ ہے، بچوں کا سا کھیل ـــ مضحکہ خیز۔"

"لیکن پیاری، کیا خود تم نے ہمارے یہاں آنے پر اصرار نہیں کیا تھا؟ کیا تمہیں یاد نہیں رہا کہ میں آخر تک اسکی مخالفت کرتا رہا؟"

"یقیناً میں نے ایسا کیا تھا۔ میں اس سے انکار نہیں کرتی۔ تو اب غلطی میری ہے! تمہارے لئے تو یہ ٹھیک ہے کہ تم سوچ بچار سے کام لو۔ اور تامل کرو لیکن مجھے تو مستقل طور پر سمجھ بوجھ اور اصول سے کام کرنا ضروری ہے! تم اندر آئے۔ تم نے اپنے لڑکے کا پالنا دیکھا اور تم پر بیہوشی طاری ہونے لگی۔ تمہیں یہ حق حاصل ہے۔ لیکن مجھے یہ بھی حق حاصل نہیں ہے کہ کسی بات کی فکر کروں۔ کاتنکا کا خیال کروں، مستقبل کے بارے میں سوچوں، میرے لئے ہر چیز کو تمہارے لئے اپنی محبت پر قربان کر دینا ضروری ہے۔"

"لارا ہوش میں آؤ۔ سوچو ابھی دیر نہیں ہوئی ہے۔ تم اپنا فیصلہ تبدیل کر سکتی ہو۔ سب سے پہلے میں نے ہی تم سے کہا تھا کہ مارو یکی کے بتائے ہوئے منصوبہ پر سنجیدگی سے غور کرو۔ ہمارے پاس گھوڑا موجود ہے اگر تم چاہو تو ہم لوگ کل ہی سیدھے یوریاتن جا سکتے ہیں۔ کومارو یکی ابھی تک وہیں ہے۔ ہم نے اسے دیکھا تھا اور اتفاق سے، میں سمجھتا ہوں کہ وہ ہمیں نہیں دیکھ سکا۔ مجھے یقین ہے کہ ہم اسے اب بھی ڈھونڈھ لیں گے۔"

"میں نے تو ایک لفظ بھی نہیں کہا اور تم ناراض دکھائی دے رہے ہو۔ لیکن مجھے بتاؤ تو سہی کیا میں

اتنی ہی غلطی پر ہوں؟ اگر ہم لوگ اس سے زیادہ بہتر طریقہ پر نہیں چھپ سکتے تھے تو ہم پھر یہاں نہیں رہ سکتے تھے۔ اگر ہم واقعی اپنے آپ کو بچانا چاہتے تھے تو ہمیں کوئی معقول اسکیم بنانی چاہیئے تھی جو کافی سوچ بچار کے بعد تیار کی جاتی۔ اور پھر کوماروسکی نے بھی تو ایسی ہی اسکیم ہمارے سامنے رکھی تھی۔ خواہ ہم اس سے نفرت کرتے ہوں لیکن وہ ایک عملی آدمی ہے اور ہر بات کی خبر رکھتا ہے۔ ذرا سوچو تو! ہم لوگ ایک وسیع اور ہموار میدان میں تنہا پڑے ہوئے ہیں! اگر رات کو برفباری میں ہم لوگ مکان کے اندر دب جائیں تو صبح کو اپنے آپ باہر بھی نہیں نکل سکیں گے! یا فرض کرو کہ ہمارا وہ پراسرار کرمفرما، جو ہم سے پہلے اس مکان میں آ کر رہا تھا، کوئی ڈاکو ہے اور وہ آ کر ہمارے گلے کاٹ دیتا ہے! تمہارے پاس تو بندوق بھی نہیں ہے۔ تو دیکھا تم نے؟ مجھے دراصل تمہاری لاپرواہی سے خوف آتا ہے اور تم نے مجھے بھی ایسا ہی بنا دیا ہے۔ میں سیدھی بات سوچ ہی نہیں سکتی۔"

"لیکن تم کیا چاہتی ہو؟ تم اب مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"میں خود نہیں جانتی کہ کیا کہوں۔ مجھے ہر وقت اپنے اثر میں رکھو۔ مجھے بار بار یہ یاد دلاتے رہو کہ میں تمہاری محبت کرنے والی لونڈی ہوں۔ اور یہ کہ کچھ سوچنا یا بحث کرنا میرا کام نہیں ہے میں تمہیں بتاتی ہوں۔ تمہاری دنیا اور میرا پاشا ہم دونوں سے ہزار گنا بہتر ہیں۔ لیکن اصل بات یہ نہیں ہے اصل بات تو یہ ہے کہ محبت کا تحفہ بھی دوسرے تحفوں کی طرح ہے۔ وہ خواہ کتنا ہی عظیم کیوں نہ ہو لیکن وہ دعاؤں کے بغیر پرورش نہیں پا سکتا۔ جہاں تک میرا اور تمہارا تعلق ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہمیں جنت میں پیار کرنا سکھایا گیا ہو اور پھر یہ دیکھنے کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ زمین پر بھیج دیا گیا ہو کہ ہمیں جو کچھ سکھایا گیا تھا وہ ہمیں یاد بھی ہے یا نہیں۔ یہ ایک ایسی ہم آہنگی ہے جس کی کوئی حدود نہیں ہیں۔ کوئی درجہ نہیں ہے۔ ہر چیز یکساں قیمت رکھتی ہے، ہر چیز سے خوشی حاصل ہوتی ہے اور ہر چیز ایک جوہر بن گئی ہے لیکن اس پُرخطر جذبے میں جو ہر لمحہ ہمارا منتظر رہتا ہے۔ ایک بچپنا ہے — ناقابل ضبط اور غیر ذمہ دارانہ۔ یہ ایک دیدہ و دانستہ تباہ کن عنصر ہے جو گھریلو مسرت اور ایسی محبت کا دشمن ہے۔ یہ میرا فرض ہے کہ میں اس سے خوف کھاؤں اور اس پر اعتبار نہ کروں۔"

اس نے اپنی باہیں زواگو کے گلے میں ڈال دیں اور آنسو پینے کی کوشش کرنے لگی۔

"کیا تم دیکھ نہیں سکتے کہ میری وہ حیثیت نہیں ہے۔ تمہیں پر دیئے گئے تھے تاکہ بادلوں کے

اوپر پرواز کر سکو، لیکن میں ایک عورت ہوں، مجھے یہ پَر اس لئے دیئے گئے ہیں تاکہ میں زمین پر بھی رہوں اور اپنے بچوں کی حفاظت کروں۔"

لارا کے الفاظ سے وہ بہت زیادہ متاثر ہوا لیکن اس نے یہ چیز ظاہر نہیں ہونے دی کہ کہیں وہ جذبات کی رَو میں بہک نہ جائے۔ "یہ بالکل صحیح ہے کہ اس کیمپ جیسی زندگی میں تصنع سا معلوم ہوتا ہے۔ تم بالکل ٹھیک کہتی ہو۔ لیکن یہ ہماری پیدا کی ہوئی تو نہیں ہے۔ اس افراتفری کا ہر شخص شکار ہے، یہ وقت کی بات ہے۔"

"میں خود تمام دن اس کے متعلق سوچتا رہا ہوں۔ میں اس بات کی ہر ممکن کوشش کرنے کو تیار ہوں کہ کچھ عرصہ یہاں رہ سکوں۔ میں تمہیں بتا نہیں سکتا کہ میرے دل میں کام کرنے کی کس قدر خواہش پیدا ہو رہی ہے۔ میرا مطلب کھیتی باڑی سے نہیں ہے۔ ہم پہلے یہاں پر یہی کیا کرتے تھے۔ گھر کے سب لوگ مل جل کر اور اس میں ہمیں کامیابی بھی ہوتی تھی۔ لیکن اب میرے اندر اتنی زیادہ طاقت باقی نہیں رہی۔ کہ میں پھر یہ کام کر سکوں۔ میرے ذہن میں کچھ اور ہی بات ہے۔ حالات رفتہ رفتہ معمول پر آتے جا رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ لوگ اب بھی پھر کتابوں کی اشاعت شروع کر دیں۔ میں یہی سوچ رہا تھا کیا ہم سمدیویاتو سے معاملہ نہیں کر سکتے؟ ہمیں اس کے سامنے منافع بخش شرائط رکھنی ہوں گی۔ تاکہ وہ ہمیں اپنے خرچ پر چھ مہینہ تک یہاں رکھے۔ اس شرط پر کہ میں یہ سارا وقت کتاب لکھنے میں صرف کروں گا مثال کے طور پر ڈاکٹری پر کوئی درسی کتاب۔ کوئی ادبی کتاب، نظموں کا مجموعہ۔ یا ہو سکتا ہے کہ میں کسی کلاسک کا ترجمہ کر دوں۔ میں مختلف زبانیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ ابھی اس روز میں نے ایک اشتہار دیکھا تھا۔ پیٹرزبرگ میں ایک ناشر ہے جو صرف ترجمے ہی شائع کرتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ایسی کتاب کے اچھے پیسے مل سکیں گے۔ اس قسم کا کوئی کام کرنے سے مجھے بہت خوشی ہو گی۔"

"اچھا ہوا تم نے مجھے یاد دلا دیا۔ میں خود بھی آج کچھ ایسی ہی بات سوچ رہی تھی۔ لیکن یہاں رہ کر مجھے اپنے مستقبل پر بھروسہ نہیں ہے۔ اس کے برخلاف مجھے یہ اندیشہ کہ ہم لوگ اس بہاؤ میں کہیں اور پہنچ جائیں گے اس سے بھی کہیں دور دراز مقام پر۔ جب تک ہمیں کم از کم اتنا سکون حاصل ہے میں تم سے ایک مہربانی کی خواستگار ہوں۔ کیا تم آئندہ چند روز تک شام کو چند گھنٹے صرف کر کے وہ تمام نظمیں کاغذ پر اتار دو گے جو میں نے مختلف اوقات میں تم سے سنی ہیں؟ ان میں سے آدھی تم نے

ضائع کردی ہیں۔ اور باقی تم نے لکھی ہی نہیں ہیں۔ اس لئے مجھے اندیشہ ہے کہ تم انھیں بھی بھول جاؤ گے اور وہ بالکل ضائع ہو جائیں گی۔ اور خود تمہارے کہنے کے مطابق پہلے بھی اکثر ایسا ہو چکا ہے۔"

(۸)

دن ختم ہوتے ہوئے ان دونوں نے گرم پانی سے خوب اچھی طرح غسل کیا۔ اور لارا نے کاتنکا کو نہلایا۔ یوری آندرے وچ اپنے آپ کو نہایت صاف اور پاکیزہ محسوس کر رہا تھا۔ وہ کھڑکی کے سامنے میز کے قریب بیٹھ گیا۔ اس کی پشت کمرے کی طرف تھی جہاں لارا کاتنکا کو بستر پر لٹا رہی تھی۔ اور اس کے اوپر کمبل ڈال رہی تھی۔ اس نے غسل کا بڑا تولیہ لپیٹ رکھا تھا۔ اور اس کے جسم سے صابون کی مہک آرہی تھی۔ اس نے اپنے بال ایک تولیہ میں لپیٹ کر اسے پگڑی کی طرح سر پر باندھ رکھا تھا۔ وہ جو کام شروع کرنے والا تھا اس سے ابھی سے لطف اندوز ہونا شروع کر دیا تھا اور نہایت توجہ کے ساتھ اپنے چاروں طرف کے ماحول کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس وقت رات کا ایک بجا تھا جب کہ لارا، جو پہلے بناوٹی نیند ظاہر کر رہی تھی، واقعی سو گئی۔ اس کا اور کاتنکا کا شب خوابی کا لباس بستر کی سفید اور شفاف چادروں کی مانند صاف اور چمکدار دکھائی دے رہا تھا۔ ان دنوں میں بھی لارا کسی نہ کسی طرح کلف کا بندوبست کر ہی لیتی تھی۔ یوری آندرے وچ کے چاروں طرف جو سکوت طاری تھا۔ اس میں مسرت اور زندگی محسوس ہو رہی تھی۔ لیمپ کی زرد اور مدھم روشنی کاغذ کے سفید ورقوں پر پڑ رہی تھی اور دوات کے اندر روشنائی کی سطح اس روشنی میں چمک رہی تھی۔ باہر موسم سرما کی رات ہلکی نیلی دکھائی دے رہی تھی۔ رات کا نظارہ کرنے کی غرض سے یوری آندرے وچ قریب کے کمرے میں گیا جو سرد اور تاریک تھا اور کھڑکی سے باہر جھانکا۔ چودھویں کے چاند کی روشنی جو باہر برف سے ڈھکے ہوئے میدان پر پڑ رہی تھی وہ انڈے کی سفیدی یا گہرے سفید روغن کی مانند گاڑھی تھی۔ برفانی رات کا حسن ناقابل بیان تھا۔ اس کا دل مکمل سکون محسوس کر رہا تھا وہ اندر کے گرم اور روشن کمرے میں واپس چلا گیا اور لکھنا شروع کر دیا۔ وہ چاہتا تھا کہ اپنے ہاتھ کی نقل و حرکت اور زندگی کو اپنی تحریر میں منتقل کر دے تاکہ وہ ظاہری طور پر بھی اپنی انفرادیت نہ کھو سکے اور بے حس اور بے جان نہ ہو جائے۔ اس لئے وہ آہستہ آہستہ ان میں اصلاح کی کوشش کرتا رہا۔ اور اس کے نتیجہ میں وہ جیسے جیسے ان کی نقل کرتا گیا اصل نظموں سے ان کی مطابقت کم ہوتی گئی۔ وہ نظمیں جو اسے اچھی طرح یاد تھیں اور اس کے ذہن میں محفوظ تھیں۔

"کرسمس کا ستارہ"۔ "موسم سرما کی رات" اور ایسی ہی بہت سی دوسری نظمیں ــــ جو بعد میں بھلا دی گئیں۔ کھو گئیں اور پھر کبھی نہ مل سکیں۔

ان پرانی اور تکمیل شدہ نظموں کے بعد وہ دوسری نظموں کی طرف متوجہ ہوا جو اس نے شروع کی تھیں اور نامکمل چھوڑ دی تھیں۔ وہ ان کی روح میں داخل ہونے کی کوشش کر رہا تھا اور ان کے آخری حصوں کی طرف توجہ دے رہا تھا حالانکہ اسے اس بات کی ذرا سی بھی امید نہیں تھی کہ وہ اب انھیں مکمل کر سکے گا۔ آخر کار وہ جوش میں آ کر جذبات کی رَو میں بہہ گیا اور اس نے ایک نئی نظم لکھنی شروع کر دی۔ دو تین بند لکھنے اور خیال آرائیاں کرنے کے بعد جن سے وہ خود بھی متاثر تھا۔ اس پر خیالات کا غلبہ ہونے لگا اور آمد ہونے لگی۔ ایسے موقعوں پر ان طاقتوں کا تعلق جو فنکارانہ تخلیقات کا باعث ہوتی ہیں۔ برعکس ہو جاتا ہے۔ ایسے وقت شاعر پر اُس کی ذہنی کیفیت کا غلبہ نہیں باقی رہتا جس کا وہ اظہار کرنا چاہتا ہے بلکہ وہ ان الفاظ کے چکر میں پڑ جاتا ہے جن میں وہ اپنے خیالات کو ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ الفاظ جو حسن و معانی کا مخزن ہوتے ہیں اپنی راہ خود پیدا کر لیتے ہیں۔ انسان کے خیالات کے اظہار کا ذریعہ بن جاتے ہیں اور موسیقی میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور یہ شوکتِ الفاظ کے اعتبار سے نہیں ہوتا بلکہ دل سے نکلی ہوئی آواز کے جوش اور روانی کے اعتبار سے پھر ایک تیز رو، اور طاقتور دریا کی طرح جو پتھروں سے ٹکراتا ہوا بہتا ہے اور جس کے بہاؤ سے پہیے گردش کرنے لگتے ہیں۔ الفاظ کے بہاؤ سے خود اس کے اپنے قواعد کے مطابق تال، سُر اور بہت سی دوسری باتیں پیدا ہونے لگتی ہیں جو کہیں زیادہ اہم ہوتی ہیں لیکن ابھی تک جنھیں سمجھا نہیں جا سکا ہے، پورے طور پر پہچانا نہیں گیا ہے اور کوئی نام نہیں دیا گیا ہے۔

ایسے موقعوں پر یوری آندریے وچ سوچا کرتا تھا کہ اصل کام وہ خود نہیں بلکہ کوئی اعلیٰ طاقت کر رہی ہے جو اس کے اوپر ہے اور اسے ہدایت دیتی ہے۔ یعنی وہ عالمی تخیل اور شاعری کی موجودہ اور آنے والے تاریخی دور کی تحریک۔ اور وہ محسوس کرتا تھا کہ وہ محض اس تحریک کا ایک ذریعہ ہے۔ اس خیال سے اس کی ندامت ذاتی ناکامی اور کم مائیگی کا احساس کچھ دیر کے لئے ختم ہو گیا۔ اس نے نظر اٹھا کر دیکھا اور چاروں طرف نگاہ ڈالی۔ اس نے دو سر شفاف تکیوں پر رکھے ہوئے دیکھے جو محوِ خواب تھے۔ ان کے نقش و نگار۔ بستر کی سفید دھلی ہوئی چادروں اور تکیوں، صاف کمرے، رات،

برف، چاند اور چاند ستاروں کی پاکیزگی نے اس کے دل پر معنی خیز طریقہ پر اثر کیا۔ اور اسے انسانی وجود کی پاکیزگی کا احساس کر کے مسرت کا بے پایاں احساس ہونے لگا۔ "معبود! معبود!" اس نے زیرِ لب کہا "اور یہ سب کچھ میرے لئے ہے؟ تو نے مجھے اتنا کچھ کیوں دیدیا ہے؟ تو نے اپنا وجود مجھ پر کیوں عیاں کر دیا ہے۔ اپنی دنیا میں، اپنے خزانوں میں، اپنے ستاروں کے نیچے، بھٹکنے اور اپنی ناکام، غیر جذباتی اور غیر شاکی محبت کے قدموں میں گرنے کی اجازت کیوں دیدی ہے۔ وہ محبت جو میری آنکھوں کو دائمی نور بخشتی ہے"! صبح تین بجے پیوتر آندریے وچ نے کاغذات پر سے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ وہ اپنے دور دراز اور بے لوث خیالات کے دھلکے سے نکل کر اپنے آپ میں اور قطعی دنیا میں واپس آ گیا، وہ اب اپنے آپ کو مسرور، توانا اور پرسکون محسوس کر رہا تھا۔ اچانک باہر کے کھلے ہوئے میدان کا سکوت جو کھڑکی سے دور تک پھیلا ہوا تھا ایک درد انگیز آواز سے ٹوٹ گیا۔

وہ قریب کے تاریک کمرہ میں گیا۔ تاکہ کھڑکی میں سے جھانک کر دیکھ سکے لیکن جب وہ کام میں مصروف تھا اس وقت کھڑکی کے شیشوں پر برف جم گئی تھی اس نے قالین کا وہ بنڈل کھینچ کر ہٹایا جو دروازے کے پاس برفانی ہواؤں کو روکنے کے لئے لگا دیا گیا تھا، اپنا کوٹ کندھوں پر ڈالا اور باہر چلا گیا۔ سفید برف پر چاند کی تیز روشنی سے اس کی آنکھوں میں چکا چوند ہونے لگی اور پہلے تو اسے کچھ بھی نظر نہیں آسکا۔ پھر طویل اور تند غراہٹ ایک مرتبہ سنائی دی جو فاصلہ کی وجہ سے مدھم پڑ گئی تھی اور اس نے چار طویل سائے دیکھے جو میدان کے دوسرے سرے پر محض پنسل کے خفیف نشانات کی مانند دکھائی دے رہے تھے۔ بھیڑیئے ایک قطار میں کھڑے ہوئے تھے انھوں نے اپنے سر اٹھا رکھے تھے اور ان کی تھوتھنیاں مکان کی طرف تھیں، وہ چاند کی طرف یا کھڑکی پر اس کی روپہلی کرنوں کو دیکھ کر غرا رہے تھے۔ لیکن ابھی پیوتر آندریے وچ کو مشکل ہی سے اس کا احساس ہوا تھا کہ وہ بھیڑیئے ہیں کہ وہ واپس مڑ کر کتوں کی طرح بھاگ کھڑے ہوئے جیسے انھوں نے اس کے خیالات کا اندازہ کر لیا ہو۔ قبل اس کے کہ وہ یہ دیکھ سکتا کہ وہ کس سمت میں گئے ہیں وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

"بس اب تو انتہا ہو گئی۔ پانی سر سے اونچا ہو گیا" اس نے سوچا "کیا ان بھیڑیوں کے بھٹ قریب ہی ہیں؟ ہو سکتا ہے کہ میدان کے اس سرے پر ہوں؟ کس قدر خوفناک! اور سمیدیویاتوف

کا گھوڑا کھلیان میں بندھا ہوا ہے۔ انھوں نے یقیناً اسکی بو سونگھ لی ہوگی۔" اس نے طے کرلیا کہ وہ فی الحال لارا کو یہ نہیں بتائے گا ورنہ وہ کہیں پریشان نہ ہو جائے۔ واپس آکر اس نے سرد کمروں اور مکان کے گرم حصّوں کے درمیان کے تمام دروازے بند کردیئے۔ برفانی ہواؤں کو روکنے کے لئے دروازوں پر قالین اور کپڑے لگا دیئے اور اپنی میز پر واپس چلا گیا۔ لیمپ کی روشنی پہلے کی طرح تیز تھی اور اسے خوش آمدید کہہ رہی تھی۔ لیکن اب وہ لکھنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ وہ اب جم کر نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ اسے اس وقت بھیڑیوں اور آنے والے خطرات اور ہر قسم کی پیچیدگیوں کے علاوہ اور کسی چیز کا خیال نہیں آرہا تھا۔ اس کے علاوہ وہ اب تھک بھی گیا تھا۔ لارا جاگ گئی۔ "میری روشن شمع! کیا تم ابھی تک جل رہی ہو؟" اس نے نیند میں ڈوبی ہوئی ہلکی آواز میں کہا۔ "یہاں آکر ایک منٹ کے لئے میرے پاس بیٹھ جاؤ۔ میں تمہیں اپنا خواب سناؤں گی۔"

یوری آندرے وچ نے روشنی گل کردی۔

(۹)

ایک اور دن خواب کی طرح گذر گیا۔ انھیں مکان میں بچّوں کی ایک گاڑی مل گئی۔ کاتنکا جو خوشی سے گلنار ہو رہی تھی اور اپنے کوٹ میں لپٹی ہوئی تھی، خوشی سے قہقہے لگاتی ہوئی برف کے تودے پر سے لڑھک رہی تھی۔ جو یوری آندرے وچ نے برف کو ایک جگہ اکٹھا کرکے اس کے لئے بنا دیا تھا۔ وہ ادھر ادھر پگڈنڈیوں پر بھاگتی پھرتی بار بار برف کے تودے پر چڑھتی اور گاڑی کو ایک ڈوری کی مدد سے اوپر کھینچ لیتی۔ اسکی مسکراہٹ اور قہقہوں کا سلسلہ بہت دیر تک جاری رہا۔ فضا میں اب انجماد پیدا ہو رہا تھا۔ ہوا میں سردی بڑھتی جا رہی تھی۔ لیکن سورج نکلا ہوا تھا۔ دوپہر کو برف میں پیلاہٹ پیدا ہو گئی اور غروب آفتاب کے وقت اس کا رنگ نارنجی ہو گیا۔ لارا نے ایک دن قبل جو دھلائی اور صفائی کی تھی، اس سے مکان میں نمی ہو گئی تھی۔ بھاپ تمام کھڑکیوں پر جم گئی تھی اور دیوار پر لگے ہوئے کاغذ پر سیاہ دھبے پڑ گئے تھے کمرے تاریک اور سنسان تھے۔ یوری آندرے وچ لکڑیاں اٹھا کر لایا، پانی بھرا اور پھر مکان کا جائزہ لینے لگا۔ اس تلاشی کے دوران اسے اور بہت سی چیزیں وہاں پر ملیں۔ اس نے لارا کے بھی بہت سے کاموں میں ہاتھ بٹایا۔ کوئی کام کرتے ہوئے ان کے ہاتھ ایک دوسرے سے مل جاتے

تھے اور پھر وہ دونوں وہ چیزیں رکھ دیتے تھے جو وہ اٹھائے ہوئے ہوتے۔ وہ ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیٹھ جاتے۔ ان کے جذبات ان پر حاوی ہو جاتے۔ اور تمام دوسرے خیالات ان کے ذہنوں سے محو ہو جاتے۔ لمحات اسی طرح گزرتے رہے۔ یہاں تک کہ کافی دیر ہو گئی۔ اور ان دونوں کو یاد آیا کہ انھوں نے کاتنکا کو بہت دیر سے اکیلا چھوڑ رکھا ہے، یا یہ کہ انھوں نے گھوڑے کو دانہ پانی نہیں دیا ہے۔ اور اپنی بھول کی تلافی کرنے کے لئے وہ تیزی سے پھر کام میں لگ جاتے تھے۔ یوری آندرے وچ زیادہ دیر نہیں سو سکا جس کی وجہ سے اس کا سر بہت بھاری تھا، جیسے اس پر نشہ طاری ہو۔ وہ سارے جسم میں عجیب سی نقاہت محسوس کر رہا تھا۔ اب وہ بے چینی سے رات کا منتظر تھا تاکہ وہ اپنے لکھنے پڑھنے کا کام پھر شروع کر سکے جس میں رکاوٹ پڑ گئی تھی۔ اس سلسلہ میں ابتدائی تیاریاں اس کے شعور سے باہر ہوئی جا رہی تھیں۔ اس اونگھ کے عالم میں جس نے اس کے ماحول اور خیالات پر پردہ سا ڈال دیا اسے ہر چیز دھندلی دکھائی دے رہی تھی جس کے بعد وہ ان چیزوں کے صحیح اور پورے خدوخال دیکھنے والا تھا۔ جس طرح پہلا مسودہ لکھنے سے پہلے ذرا دیر کے لئے خیالات میں ذرا الجھن سی رہتی ہے۔ دن بھر کے تھکا دینے والے معمولات لازمی طور پر رات کی تیاریوں میں شامل تھے۔ اگرچہ وہ بہت تھکا ہوا تھا لیکن پھر بھی اس نے کوئی کام ادھورا یا نامکمل نہیں چھوڑا۔ ہر چیز بدلی جا رہی تھی۔ تبدیل کی جا رہی تھی۔ یوری آندرے وچ نے محسوس کیا کہ اس کا یہ خواب صحیح ثابت نہیں ہوگا کہ وہ واری کینو میں رہے۔ اسے لارا سے جدا ہونے کی گھڑی یاد آ رہی تھی۔ وہ لازمی طور پر اسے کھو دے گا اور اس کے ساتھ ہی زندہ رہنے کی خواہش بلکہ شاید خود زندگی ہی ختم ہو جائے گی۔ اس کا دل مغموم تھا لیکن اسے زیادہ تکلیف رات کی آمد کا انتظار کرنے میں ہو رہی تھی۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ اپنے رنج و غم کا اظہار اس طرح کرے جسے سن کر ہر شخص کی آنکھوں میں آنسو بھر آئیں۔

وہ بھیڑیئے جن کا خیال اسے دن بھر آتا رہا تھا۔ اب چاند کی روشنی میں میدان میں کھڑے ہوئے بھیڑیئے نہیں رہے تھے، وہ ایک تصور بن گئے تھے۔ ایک موضوع۔ وہ ایک ایسی تباہ کن طاقت کی علامت بن کر ظاہر ہوئے تھے جو اسے اور لارا کو تباہ کر دینے اور واری کینو سے بھگا دینے پر آمادہ معلوم ہوتی تھی۔ اس دشمنی کا خیال اس کے دل میں برابر جگہ پکڑتا جا رہا تھا۔ اور شام تک اس نے ایک ما قبل تاریخ کے وحشی جانور یا کسی زبردست اژدھا کی شکل اختیار کر لی، ایک ایسے اژدھے کی جس کے قدموں

کے نشانات دریا کے کنارے پائے گئے ہوں اور جو اس کے خون کا پیاسا ہو اور لارا کو حاصل کرنے کی ہوس میں بے چین ہو۔

آخر رات آگئی اور ڈاکٹر نے میز پر رکھا ہوا لیمپ پھر جلا دیا۔ لارا اور کاتنکا پچھلی رات کے مقابلہ میں آج جلد ہی سو گئیں۔ اس رات اس نے جو کچھ لکھا تھا۔ وہ دو حصوں میں تھا۔ صاف نقلیں پچھلی نظموں میں بہتر ترمیم کے ساتھ بہترین خط میں کی گئیں۔ نئی نظمیں اس طرح بے ربط اور الجھے ہوئے انداز میں لکھی گئیں کہ ان کا پڑھنا بھی دشوار تھا۔ ان مسودوں کو پڑھتے ہوئے اسے حسب معمول مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ پچھلی رات کو انھیں پڑھ کر اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے اور ان کے بعض حصوں کو پڑھ کر وہ خود حیرت زدہ رہ گیا تھا۔ لیکن اب وہی حصے اسلوب بیان کے اعتبار سے بھاری اور بوجھل معلوم ہو رہے تھے۔ زندگی بھر وہ یہ خواب دیکھتا رہا کہ وہ اس قدر برمحل اور اچھوتے انداز میں ایسی اپج کے ساتھ لکھے کہ اس کی موجودہ اور مروجہ شکل میں کوئی اسے پہچان نہ سکے۔ اپنی زندگی بھر وہ ایک ایسا اسٹائل اختیار کرنے کی کوشش کرتا رہا تھا جو اس قدر محتاط اور بے ادعا ہو کہ اس کا پڑھنے والا یا سننے والا یہ جانے بغیر کہ اس نے انھیں کس طرح جانا اس کا مطلب اچھی طرح سمجھ سکے۔ وہ برابر ایک ایسا اسٹائل پیدا کرنے کی کوشش کرتا رہا تھا جس میں کسی طرح کی خودنمائی نہ ہو اور اسے یہ جان کر مایوسی ہوئی کہ وہ اب بھی مقصد سے کتنا دور تھا۔ پچھلی رات کو اس نے اتنے سہل الفاظ میں جو تقریباً بچوں جیسے معلوم ہوتے تھے اور جن پر لوری کا دھوکا ہو سکتا تھا، اپنی محبت اور خوف اور خواہش اور ہمت کے جذبات کو اس طرح پیش کرنے کی کوشش کی تھی کہ لفظوں کو قطع نظر کرتے ہوئے یہ جذبات خود اپنے آپ کو ظاہر کر سکیں۔

اب ان مسودات پر نظر ڈالتے ہوئے اسے معلوم ہوا کہ ان کے لئے ایک مشترکہ تھیم کی ضرورت ہے جن سے اشعار میں ربط پیدا ہو سکے اور جس کے نہ ہونے کی وجہ سے تمام اشعار علیحدہ علیحدہ اور بے ربط ہو گئے تھے۔ اس نے جو کچھ لکھا تھا وہ قلم زد کر دیا۔ اور اب سینٹ جارج اور اژدہے کا قصہ اسی طرز پر لکھنے لگا۔ شروع میں اس نے ایک بڑی بحر استعمال کی۔ دھن کی یکسانیت جس کا اس کے معانی سے کوئی تعلق نہیں تھا اور جو اس کے وزن سے ظاہر ہوتی تھی، اپنے تصنع کی وجہ سے اسے تنگ کرنے لگی اس نے بڑے بند لکھنا چھوڑ کر اب ہر بند میں صرف چار اشعار رہنے دیئے جس طرح نثر میں فضول الفاظ

قلم زد کر دیئے جاتے ہیں۔ اس کا کام اب پہلے سے زیادہ مشکل لیکن دلچسپ ہو گیا۔ اس کا نتیجہ بھی زیادہ جاندار نکلا لیکن ابھی تک قصہ طولانی تھا۔ اب اس نے اس سے بھی چھوٹی بحر میں لکھنے کی کوشش کی بہت سے الفاظ تین اشعار کے بند میں جمع ہو گئے۔ اور یوری آندریے وچ پہلے سے زیادہ جوش و خروش محسوس کرنے لگا۔ چھوٹے چھوٹے اشعار کو پُر کرنے کے لئے صحیح الفاظ ان کے وزن کے اعتبار سے اس کے ذہن میں آنے لگے۔ وہ چیزیں جن کا اشعار میں مشکل ہی سے ذکر کیا گیا تھا اب واضح شکلیں اختیار کرنے لگیں۔ اس نے اپنے اشعار میں گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں سنیں جس طرح شوپن کے بیلے میں سنی جا سکتی ہیں، سینٹ جارج وسیع مرغزار میں گھوڑا دوڑاتے ہوئے جا رہے تھے، وہ انھیں دیکھ سکتا تھا اور وہ دور فاصلے پر کم ہوتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ اس نے نہایت تیزی کے ساتھ لکھنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے ذہن میں آنے والے الفاظ کے دھارے کا ساتھ بھی نہیں دے سکا۔ جو ہمیشہ برمحل ہوتے تھے اور اس لفظ کی جگہ کے لئے موزوں ہوتے جہاں انھیں لکھا جاتا تھا۔

اس نے لارا کو بستر سے اٹھ کر میز کے نزدیک آتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ اپنے لمبے شب خوابی کے لباس میں وہ بہت دبلی اور اپنے اصل قد سے لمبی دکھائی دے رہی تھی۔ جب وہ اس کے قریب آئی تو اس نے بہت حیرت کے ساتھ اس کی طرف دیکھا۔ وہ زرد اور خوفزدہ معلوم ہو رہی تھی۔ اس نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا کر سرگوشی کے لہجہ میں کہا۔ "کیا تم سن رہے ہو؟ باہر کتا بھونک رہا ہے۔ میرے خیال میں شاید دو ہوں۔ اوہ، کس قدر خوفناک! یہ بدشگونی ہے۔ جیسے بھی ہو۔ ہم صبح تک اسے برداشت کریں گے اور پھر یہاں سے چلے جائیں گے۔ ہم لوگ چلے جائیں گے۔ اب میں ہرگز یہاں نہیں ٹھہروں گی۔"

ایک گھنٹہ بعد کافی سمجھانے بجھانے پر وہ پُرسکون ہو گئی اور سو گئی۔ یوری آندریے وچ باہر گیا بھیڑیئے پچھلی رات کے مقابلہ میں اب زیادہ نزدیک آ گئے تھے۔ اس مرتبہ وہ اور بھی زیادہ تیزی سے غائب ہو گئے۔ اور وہ یہ دیکھ بھی نہیں سکا کہ وہ کس سمت میں گئے۔ بھیڑیئے ایک غول کی شکل میں کھڑے ہوئے تھے اور اسے اتنا وقت بھی نہیں مل سکا کہ وہ انھیں گن سکتا۔ لیکن بظاہر اسے ایسا معلوم ہوا کہ ان کی تعداد پہلے سے زیادہ تھی۔

(۱۰)

واری کینو میں ان کے قیام کا تیرھواں دن تھا۔ آج کوئی نئی یا خاص بات نہیں تھی۔ بھیڑیئے

چند روز غائب رہنے کے بعد پچھلی رات کو پھر شور مچاتے رہے۔ لارا نے پھر ایک مرتبہ ان پر کتوں کا دھوکا کھاتے ہوئے اور بد شگونی سے خوف محسوس کرتے ہوئے پہلے کی طرح یہ کہہ دیا کہ وہ اگلے روز وہاں سے جا رہی ہے۔ اس کا ضبط و سکون، فکر اور پریشانی کی وجہ سے ختم ہو گیا تھا جیسا کہ ایک ایسی عورت کے لئے بالکل قدرتی امر ہوتا ہے جو دن بھر اپنے جذبات کا اظہار کرتے رہنے کی عادی نہ رہی ہو یا جسے بے پناہ محبت برداشت کرنے کی عادت نہ ہو۔ وہی مناظر بار بار دہرائے گئے یہاں تک کہ جب اس روز صبح کو، جیسا کہ اس سے قبل بھی کئی مرتبہ ہو چکا تھا، لارا نے واپسی کے سفر کے لئے سامان باندھنا شروع کیا تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہاں ان کے قیام کا تیرھواں دن آیا ہی نہ ہو۔ کمروں کے اندر پھر نمی اور تاریکی تھی۔ اس مرتبہ اس لئے کہ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ سردی نسبتاً کم تھی اور تاریک اور نیچے بادلوں کو دیکھ کر یہ اندازہ کیا جا سکتا تھا کہ کسی لمحہ بھی برف باری شروع ہو سکتی ہے کئی راتوں کی مسلسل بے خوابی کی وجہ سے، جسمانی اور ذہنی تھکان کے باعث یوری آندریے وچ بالکل نڈھال ہو رہا تھا۔ اس کی ٹانگیں لڑکھڑا رہی تھیں اور خیالات الجھے ہوئے تھے۔ وہ سردی سے کانپ رہا تھا اور اپنے ہاتھ مل رہا تھا۔ وہ ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں ٹہلتا پھر رہا تھا تاکہ یہ دیکھ سکے کہ لارا کیا فیصلہ کرتی ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں خود اسے کیا کرنا ہو گا۔

لارا خود بھی کچھ نہیں جانتی تھی۔ اس وقت وہ اپنی بے کیف آزادی کو ایک ایسی زندگی سے بدلنے کے لئے سب کچھ دیدینے کو تیار تھی جو خواہ کتنی مشقت آمیز ہی کیوں نہ ہو لیکن جس کے نتیجہ میں وہ آئندہ ہمیشہ کے لئے ایک معقول، دیانت دارانہ اور اچھی زندگی بسر کر سکیں۔ اس نے اپنا یہ دن بھی معمول کے مطابق بستر ٹھیک کرنے، جھاڑ دینے، صفائی کرنے اور ناشتہ تیار کرنے سے شروع کیا۔ پھر اس نے سامان باندھنا شروع کیا اور ڈاکٹر سے کہا کہ وہ گھوڑے پر زین کس دے۔ اس نے وہاں سے چلے جانے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا۔ یوری آندریے وچ نے کوئی بحث نہیں کی۔ شہر واپس جانا پاگل پن تھا کیونکہ وہاں گرفتاریوں کی تعداد اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہو گی لیکن یہاں ٹھیرنا بھی اتنا ہی پاگل پن تھا موسم سرما میں اس اجاڑ علاقہ میں تنہا اور غیر مسلح۔ اس کے علاوہ کھلیان یا سائبان میں خشک گھاس بھی تقریباً بالکل ختم ہو چکی تھی۔ اگر واقعی وہاں طویل عرصہ تک قیام کرنا ممکن ہوتا تو ڈاکٹر ادھر ادھر گھوم پھر کر کھانے پینے کا سامان اور چارہ تلاش کرنے کی کوشش کرتا۔ لیکن چند روز کے غیر یقینی قیام کے لئے اتنی تگ

دو دو کرنا فضول تھا اس نے یہ خیال ترک کر دیا اور گھوڑے پر زین کسنے کے لئے چلا گیا۔

اسے یہ کام اچھی طرح نہیں آتا تھا۔ سمدیو یا توف نے اسے زین کسنا سکھایا ضرور تھا۔ لیکن وہ ہر بار بھول جاتا۔ پھر بھی اس نے کسی نہ کسی طرح زین کس ہی دی۔ اور اسے گاڑی میں جوت کر گھوڑے کی لگام پکڑ کر پورچ تک لے گیا۔ اس نے گھوڑے کو وہاں باندھ دیا اور لارا کو بلانے اندر چلا گیا۔

لارا اور کاتنکا نے کوٹ پہن لئے تھے اور تمام سامان باندھا جا چکا تھا۔ لیکن لارا بہت زیادہ پریشان اور فکرمند تھی۔ وہ اپنے ہاتھ برابر مسل رہی تھی اور اسکی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ اس نے ڈاکٹر سے کہا کہ وہ ایک لمحے کے لئے بیٹھ جائے۔ وہ خود ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ پھر اٹھ کھڑی ہوئی اور کانپتی اور لڑکھڑاتی آواز میں رک رک کر کہنے لگی۔ ”تمہارا کیا خیال ہے؟“ وہ یہ الفاظ بار بار کہتی۔ اس نے بے ربط باتوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ ”میں بالکل مجبور ہوں۔ میں نہیں جانتی کہ یہ کیسے ہو گیا، لیکن تم خود دیکھ سکتے ہو کہ اب ہم لوگ جا نہیں سکتے۔ اتنی دیر ہو گئی، بہت جلد اندھیرا ہو جائے گا۔ اور ہم تاریکی میں جنگل میں پھنس جائیں گے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟ میں وہی کروں گی جو تم مجھ سے کہو گے۔ لیکن میں جانے کا فیصلہ نہیں کر سکتی۔ جیسے کوئی مجھ سے کہہ رہا ہو کہ میں نہ جاؤں۔ لیکن تم وہی کرو جو تم بہتر سمجھو۔ تمہارا کیا خیال ہے؟ تم کچھ بولتے کیوں نہیں؟ ہم نے آدھا دن ضائع کر دیا، خدا جانے کس طرح؟ کل ہم زیادہ سمجھداری اور احتیاط سے کام لیں گے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟ تم انگیٹھی جلا دینا اور ایک اور شام بیٹھ کر لکھنا۔ پھر ہم لوگ ایک رات اور یہاں گذاریں گے۔ ٹھیک ہے نا میری جان، اوہ خدا، میں نے پھر کوئی غلطی کر دی ہے؟ تم کچھ بولتے کیوں نہیں؟“

”تم مبالغے سے کام لے رہی ہو۔ ابھی تو سویرا ہے۔ دن ختم ہونے میں کافی دیر ہے۔ لیکن تم جو چاہو کرو۔ ہم آج یہیں ٹھہر جائیں گے۔ اپنی حالت ٹھیک کرو۔ پریشان مت ہو۔ اچھا اب آؤ۔ کوٹ اتار دیں اور سامان کھول ڈالیں۔ کاتنکا کہہ رہی ہے اسے بھوک لگی ہے۔ ہم لوگ کچھ کھائیں گے۔ تم ٹھیک کہتی ہو۔ اس طرح اچانک اور بغیر کسی تیاری کے چل دینا ٹھیک نہیں ہے۔ لیکن اتنا پریشان مت ہو۔ رونا بھی ٹھیک نہیں۔ میں ابھی ایک منٹ میں انگیٹھی سلگائے دیتا ہوں۔ لیکن ایسا کرنے سے پہلے میرے خیال میں یہ بہتر ہو گا کہ میں گاڑی لے کر جاؤں اور اپنے لکڑی کے گودام میں سے بچی ہوئی لکڑیاں لے آؤں۔ لکڑیاں بالکل ختم ہو چکی ہیں۔ اب دو دنت

میں جلد ہی واپس آجاؤں گا۔"

(۱۱)

زواگو کے مکان میں لکڑی کے گودام تک گاڑی کے کئی راستے تھے۔ جو یوری آندرے وچ نے اپنی گذشتہ آمد و رفت میں بنائے تھے۔ اور اس کے دو روز قبل کے آخری سفر کے نتیجہ میں راستہ پر برف کی تہہ ٹوٹی ہوئی اب تک موجود تھی۔ آسمان جس پر صبح سے بادل چھائے ہوئے تھے اب صاف ہو چکا تھا۔ سردی پھر بڑھ گئی تھی۔ پرانا پارک گودام کے بالکل قریب تک آگیا تھا۔ اور ڈاکٹر کے ذہن میں پرانی یادیں بیدار ہو گئیں۔ اس سال موسم سرما میں برف کی تہہ زیادہ گہری تھی۔ گودام کے آگے برف کی اونچی سی تہہ جمی ہوئی تھی۔ اور چھت کے سرے پر برف اس طرح جم گئی تھی کہ وہ تقریباً ڈاکٹر کے سر تک آگئی۔ اس کے اوپر ہی نیا چاند نظر آرہا تھا جس کے ہلالی کونے برف کو چھوتے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ اگرچہ ابھی سہ پہری ہوئی تھی اور دن نکلا ہوا تھا لیکن پھر بھی ڈاکٹر کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کہ وہ رات گئے اپنی زندگی کے تاریک جنگل میں کھڑا ہو۔ اس کی روح کی تاریکی اور مایوسی اتنی ہی بڑھ چکی تھی۔ نیا چاند جو تقریباً آنکھوں کی سطح کے سامنے ہی دکھائی دے رہا تھا۔ جدائی کا شگون اور تنہائی کی علامت تھا۔ وہ اتنا زیادہ تھکا ہوا تھا کہ اب مشکل ہی سے کھڑا ہو سکتا تھا۔ اس نے سائبان میں سے تھوڑے تھوڑے سے لکڑی کے گٹھے اٹھا اٹھا کر گاڑی میں ڈالے۔ اگرچہ وہ دستانے پہنے ہوئے تھا لیکن پھر بھی وہ یخ بستہ لکڑی کو اٹھانے میں تکلیف محسوس کر رہا تھا۔ کام کرنے سے بھی اس کے اندر حرارت نہیں آئی۔ اس کے اندر کوئی چیز ٹوٹ گئی تھی اور ساکت ہو گئی تھی۔ اس نے اپنی شومئی قسمت کو کوسا اور خدا سے دعا کی کہ وہ اس حسین، غمگین اور نیک دل عورت کی زندگی بچالے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ اور نیا چاند کھلیان کے اوپر بغیر کسی گرمی کے اور روشنی پہنچائے بغیر چمکتا رہا۔

گھوڑا اپنا سر سیویتن کے مکان کی طرف موڑ کر ہنہنایا۔ پہلے آہستہ آہستہ اور پھر زور زور سے۔

"یہ کیوں ہنہنا رہا ہے؟" یوری آندرے وچ نے سوچا" خوف کی وجہ سے تو نہیں ہو سکتا۔ خوفزدہ گھوڑا ہنہناتا تو نہیں اور وہ اتنا بے وقوف بھی نہیں کہ بھیڑیوں کی بو سونگھ کر

انھیں خود ہی اشارہ کردے اور پھر اتنی خوشی کے ساتھ۔ وہ یقیناً گھر جانے کے انتظار میں ہوگا
اچھا، ایک منٹ ٹھہرو۔ ہم ابھی چلتے ہیں۔"

اس نے انگیٹھی سلگانے کے لئے لکڑی کے چھوٹے چھوٹے گٹھے بھی گاڑی میں رکھے، اوپر سے انھیں بوریوں سے ڈھانک دیا اور پھر رسّی سے گاڑی سے باندھ دیا اور گھوڑے کے آگے آگے چلتا ہوا واپس جانے کے لئے مڑا۔ گھوڑا پھر ہنہنایا۔ اس مرتبہ وہ کسی دوسرے گھوڑے کے جواب میں ہنہنایا تھا جس کی آواز فاصلہ سے آرہی تھی۔ "یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ وادی کینو اتنا اجاڑ نہ ہو جیسا کہ ہم سمجھتے ہیں؟" اسے یہ خیال تک نہیں آیا کہ ان کے یہاں مہمان آئے ہوئے ہیں یا دوسرے گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز میکو لتسن کے مکان کی طرف سے آرہی تھی۔ وہ گاڑی کو فارم کی عمارت کے گرد گھما کر لے گیا اور کیونکہ مکان برف کے ڈھکے ہوئے اونچے نیچے میدان کی وجہ سے اس کی نظروں سے چھپا ہوا تھا اس لئے وہ اس کے سامنے کا دروازہ نہیں دیکھ سکا۔ اس نے اطمینان کے ساتھ لکڑی گاڑی سے اتاری گھوڑے کو کھولا اور گاڑی کھلیان میں چھوڑ دی، آخر اسے جلدی بھی کیا تھی؟ پھر وہ گھوڑے کو اصطبل تک لے گیا اور اسے بالکل آخری سرے پر باندھ دیا جہاں برفانی ہواؤں کی شدت زیادہ نہیں تھی پھر باقی تھوڑی سی بچی کھچی خشک گھاس اس کے سامنے ڈال دی۔

جس وقت وہ مکان کی طرف جا رہا تھا تو وہ ایک طرح کی بے چینی سی محسوس کر رہا تھا۔ پورچ کے سامنے کسانوں کی ایک بڑی سی گاڑی کھڑی تھی جس میں ایک مُشکی گھوڑا جُتا ہوا تھا۔ اور ایک موٹا تازہ اجنبی شخص گھوڑے کے پاس ٹہل رہا تھا، جو گھوڑے کی پشت تھپتھپاتا جاتا تھا۔ مکان کے اندر سے آوازیں آرہی تھیں۔ یوری آندریے وچ نہ تو چھپ کر باتیں سننی چاہتا تھا اور نہ وہ اتنا قریب ہی تھا کہ ایک آدھ لفظ سے زیادہ سن سکتا۔ پھر بھی وہ غیر ارادی طور پر آہستہ آہستہ چلنے لگا اور پھر ایک دم رک گیا۔ اس نے کوماروسکی کی آواز پہچان لی۔ جو لارا اور کاتنکا سے باتیں کر رہا تھا۔ بظاہر وہ لوگ دروازے کے قریب والے پہلے کمرے میں تھے اور کسی بات پر بحث کر رہے تھے۔ لارا کی آواز سنکر یہ اندازہ ہوتا تھا جیسے وہ پریشان ہو اور رو رہی ہو، کبھی وہ سختی سے اس کی بات کاٹ دیتی اور کبھی اتفاق کرنے لگتی۔ یوری آندریے وچ کو کسی وجہ سے یہ خیال ہوا کہ اس وقت کوماروسکی اسی کے متعلق بات کر رہا تھا اور کچھ ایسی باتیں کہہ رہا تھا جن کا مطلب یہ نکلتا تھا کہ اس پر اعتماد نہیں

کرنا چاہیئے (دو مالکوں کی خدمت کرنے والا) اسے یہ خیال ہوا کہ شاید یہ الفاظ اسے سنائی دیئے تھے) اس کے متعلق یہ بات بھی یقین سے نہیں کہی جا سکتی کہ وہ لارا سے زیادہ محبت کرتا ہے یا اپنے گھر والوں سے۔ یہ کہ لارا کو اس پر ہرگز بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ اگر اس نے ایسا کیا تو وہ اپنے لئے زبردست خطرہ مول لے لے گی۔ اور تباہی کے گڑھے میں جا پڑے گی۔ یوری آندرے وچ اندر چلا گیا۔ جیسا کہ اس کا خیال تھا، وہ لوگ دائیں ہاتھ کے پہلے کمرے میں تھے۔ کوماردوسکی نے سمور کا ایک لمبا کوٹ پہن رکھا تھا جو اس کے ٹخنوں تک چلا گیا تھا۔ لارا نے کاتنکا کے کوٹ کا کالر پکڑ رکھا تھا جسے وہ بند کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن اسے اس کا ہک نہیں مل رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ کاتنکا کو ڈانٹتی جا رہی تھی کہ وہ سیدھی بیٹھی رہے۔ اس پر کاتنکا کہہ رہی تھی، "آہستہ امی، میرا دم گھٹا جا رہا ہے۔" وہ تینوں اپنے جانے کے لباس پہنے ہوئے تھے، جیسے جانے کے لئے تیار ہوں۔ یوری آندرے وچ کے اندر داخل ہوتے ہی لارا اور کوماردوسکی اس کی طرف لپکے اور وہ دونوں ایک ساتھ بولنے لگے۔

"تم اتنی دیر کہاں رہے؟ ہم تمہارا انتظار کر رہے تھے!"

"ہلو، یوری آندرے وچ تم دیکھ رہے ہو کہ آخری ملاقات کے موقعہ پر ایک دوسرے سے تلخ کلامی کے باوجود میں پھر تم سے ملنے آ گیا ہوں۔ حالانکہ تم نے مجھے بلایا نہیں تھا۔"

"ہلو، دکتر ژیواگو وچ۔"

"تم کہاں چلے گئے تھے؟ لارا نے پھر پوچھا۔ "اچھا سنو یہ کیا کہہ رہے ہیں اور فوراً ہم دونوں کی طرف سے فیصلہ کرو۔ وقت بالکل نہیں ہے۔ ہمیں جلدی کرنی ہوگی۔"

"لیکن ہم سب کھڑے کیوں ہیں؟ بیٹھ جاؤ۔ دکتر اپولیتو وچ۔ پیاری، اس سے تمہارا کیا مطلب ہے کہ میں کہاں چلا گیا تھا؟ تم تو جانتی ہی ہو کہ میں لکڑیاں لینے گیا تھا اور اس کے بعد میں نے گھوڑے کو کھول کر اصطبل میں باندھا۔ دکتر اپولیتو وچ مہربانی کرکے بیٹھ جاؤ۔"

"اچھا، تو کیا کوماردوسکی کو یہاں دیکھ کر تمہیں کوئی حیرت نہیں ہوئی؟ تمہارے چہرے پر حیرت کے آثار کیوں نہیں ہیں؟ یہاں ہم لوگ تو اس بات پر افسوس کر رہے تھے کہ یہ چلا گیا ہے اور یہ کہ ہم نے اس کی پیشکش قبول نہیں کی۔ اور اب یہ خود ہی ہمارے سامنے موجود ہے اور تم اس پر کسی قسم کی حیرت بھی ظاہر نہیں کر رہے! لیکن اب جو بات یہ ہمیں بتا رہا ہے۔ وہ اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز

ہے۔ اب یوری کو بتاؤ ناڈاکٹر اِیولیتووچ۔"

"میں نہیں جانتا کہ لاریسا فیودرودونا کے ذہن میں کیا بات ہے۔ ایک بات کی وضاحت میں ضرور کردینی چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں نے جان بوجھ کر یہ افواہ پھیلا دی تھی کہ میں وہاں سے چلا گیا ہوں لیکن میں وہاں اس لئے رک گیا تھا تاکہ تمہیں اور لاریسا فیودرودونا کو ان باتوں پر غور کرنے کے لئے زیادہ وقت مل جائے جو ہم نے آپس میں کی تھیں اور ہو سکتا ہے کہ پھر ہم اطمینان سے کسی نتیجہ پر پہونچ سکیں۔"

"لیکن اب ہم زیادہ عرصہ تک ملتوی نہیں کر سکتے۔" لارا نے مداخلت کی "روانہ ہونے کے لئے یہ بہترین وقت ہے۔ اور کل صبح ..... لیکن خود ڈاکٹر اِیولیتووچ ہی تمہیں بتلائے گا۔"

"ایک منٹ، لارا پیاری۔ مجھے معاف کرنا، ڈاکٹر اِیولیتووچ۔ ہم سب آخر اپنے کوٹ پہنے ہوئے کیوں کھڑے ہیں؟ ہمیں چاہیئے کہ کوٹ اتار دیں اور بیٹھ جائیں۔ ہم جو باتیں کرنے والے ہیں وہ کافی سنجیدہ قسم کی ہیں۔ ہم ایک منٹ میں تو کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ مجھے افسوس ہے ڈاکٹر اِیولیتووچ کہ ہماری بات چیت نے کسی قدر ذاتی نوعیت اختیار کر لی ہے۔ اس لئے اس کے متعلق کسی قسم کی بات چیت فضول اور پریشان کن ہوگی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ میں نے خود کبھی تمہارے ساتھ جانے کے سوال پر غور نہیں کیا ہے۔ لیکن لارا کا معاملہ قطعی مختلف ہے۔ ان چند مواقع پر جبکہ ہمارے تعلقات ایسے نہیں تھے اور جب ہم یہ سمجھتے تھے کہ ہماری ہستیاں ایک نہیں بلکہ دو ہیں میں ہمیشہ لارا سے یہی کہتا رہا ہوں کہ اسے تمہارے مشورے پر زیادہ سنجیدگی سے غور کرنا چاہیئے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ اس تجویز کو بھولی نہیں ہے اور بار بار اس کا ذکر کرتی رہی ہے۔"

"لیکن صرف اسی شرط پر کہ تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔" لارا نے بات کاٹی۔

"ایک دوسرے سے جدائی کا خیال تمہارے لئے بھی اتنا ہی مشکل ہے۔ جتنا کہ میرے لئے ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اپنے جذبات کو علیحدہ رکھتے ہوئے یہ قربانی دینی ہی چاہیئے۔ کیونکہ میرے جانے کا تو کوئی سوال ہی نہیں ہے۔"

"لیکن تم نے تو ابھی کچھ سنا ہی نہیں ..... تمہیں معلوم ہی نہیں ..... سنو تو ڈاکٹر اِیولیتووچ کیا کہہ رہا ہے۔ کل صبح ..... ڈاکٹر اِیولیتووچ۔"

"لاریسا فیودرودونا شاید اس خبر کے بارے میں سوچ رہی ہے جو میں لے کر آیا ہوں۔ اور اسے

سنا چکا ہوں۔ یوریاتن کی عقبی ریلوے لائن پر مشرق بعید کی حکومت کی ایک سرکاری ٹرین تیار کھڑی ہے۔ ٹرین کل ماسکو سے وہاں پہنچی ہے اور کل مشرق کی طرف روانہ ہو رہی ہے۔ یہ ٹرین ہماری وزارت مواصلات کی ہے۔ آدھے ڈبے مال کے ہیں جنھیں سفر کے قابل بنا لیا گیا ہے۔ مجھے اسی ٹرین سے جانا ہے متعدد نشستیں مجھے میرے ماتحتوں کے لئے دیدی گئی ہیں۔ ہم بہت آرام سے سفر کر سکتے ہیں۔ ایسا موقع اب پھر کبھی نہیں مل سکے گا۔ میں جانتا ہوں کہ تم فضول باتیں کرنے کے عادی نہیں ہو۔ تم ایسے آدمی نہیں ہو جو اپنا فیصلہ بدل دو، اور تم ہمارے ساتھ نہ جانے کا فیصلہ کر چکے ہو، لیکن پھر بھی کیا تمہیں لارا لیسا فیودروونا کی خاطر اپنے فیصلہ پر نظر ثانی نہیں کرنی چاہیئے؟ تم نے اسے یہ کہتے ہوئے سن لیا ہے کہ وہ تمہارے بغیر نہیں جائے گی۔ ہمارے ساتھ چلو۔ اگر ولادی واسٹک نہیں تو کم از کم یوریاتن تک ہی۔ اور پھر وہاں ہم دیکھیں گے کہ کیا کرنا ہے۔ لیکن ہمیں جلدی کرنی چاہیئے۔ ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا جا سکتا۔ میرے ساتھ کوچوان ہے۔ میں خود گاڑی نہیں چلاتا۔ اور میری گاڑی میں پانچ آدمیوں کے لئے گنجائش نہیں ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے پاس سمدیویاتوف کا گھوڑا ہے۔ کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ تم اسے لے کر لکڑیاں لانے گئے تھے؟ کیا اس پر اب بھی زین کسی ہوئی ہے؟"

"نہیں، میں نے اس کی زین اتار دی ہے۔"

"اچھا، تو پھر اس پر فوراً ہی دوبارہ زین کس دو۔ میرا کوچوان تمہاری مدد کرے گا.... حالانکہ اگر دیکھا جائے تو کیا ہے کو یہ جھگڑا ابھی مول لو۔ اپنی گاڑی کو چھوڑ دو۔ سب لوگ میری ہی گاڑی میں دب دبا کر بیٹھ جائیں گے۔ لیکن خدا کے لئے جلدی کرو، تمہیں سفر کے لئے صرف ضروری سامان تیار کرنا چاہیئے۔ جو کچھ بھی جلدی میں ہاتھ لگ جائے۔ سامان باندھنے میں دیر کا مقام تو نہیں ہے کیونکہ یہ ایک بچے کی زندگی کا سوال ہے۔"

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا، وکٹر الولئیو وچ۔ تم تو ایسے باتیں کر رہے ہو جیسے میں تمہاری بات سے اتفاق کر رہا ہوں۔ جاؤ میں تمہاری خوش نصیبی کی دعا کرتا ہوں۔ اور لارا کو بھی۔ اگر وہ چاہے اپنے ساتھ لے جاؤ۔ تمہیں مکان کی فکر نہیں کرنی چاہیئے۔ میں اس کی صفائی کر کے تمہارے جانے کے بعد بند کر دوں گا۔"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو، یورا؟ یہ سب کیا حماقت ہے جس پر تم خود بھی یقین نہیں رکھتے؟ اگر لارا چاہے، یہ بھی اچھی رہی! جیسے کہ تمہیں یہ خبر ہی نہیں کہ میں تمہارے بغیر نہیں جاؤں گی اور خود اپنے آپ کوئی فیصلہ کبھی نہیں کرتی۔ تو پھر تمہارے مکان بند کرنے کا کیا ذکر ہے؟"

"تو تم اپنی بات پر جمے ہوئے ہو۔" کوماروِدسکی نے کہا۔ "ایسی صورت میں لارلیسا فیودرووِنا کی اجازت سے میں تم سے علیحدگی میں دو ایک باتیں کروں گا۔ اگر ہو سکے تو تنہائی میں۔"

"ضرور۔ ہم لوگ باورچی خانہ میں جا سکتے ہیں۔ پیاری، تمہیں تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

(۱۲)

"استریلنیکوف پکڑ لیا گیا۔ اسے موت کی سزا سنا کر گولی مار دی گئی۔"

"کس قدر خوفناک! کیا تمہیں واقعی یقین ہے؟"

"مجھے یہی بتایا گیا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ یہ صحیح ہے۔"

"لارا کو مت بتانا۔ وہ پریشان ہو جائے گی۔"

"نہیں، میں ہرگز نہیں بتاؤں گا۔ اسی لئے تو میں نے تم سے علیحدہ بات چیت کرنے کو کہا تھا۔ اب جبکہ یہ واقعہ پیش آچکا ہے اور اس کی لڑکی کو فوری خطرہ درپیش ہے۔ انھیں بچانے میں تمہیں میری مدد کرنی چاہیئے۔ کیا تم واقعی ہم لوگوں کے ساتھ نہیں جاؤ گے؟"

"قطعی نہیں۔ میں پہلے ہی تم سے کہہ چکا ہوں۔"

"لیکن وہ تمہارے بغیر نہیں جائے گی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کیا جائے۔ تمہیں دوسرے طریقہ سے میری مدد کرنی ہوگی۔ تمہیں تصنع سے کام لینا ہوگا۔ اس پر یہ ظاہر کرنا ہوگا کہ جیسے تم اپنا ارادہ بدلنے کو تیار ہو، ایسا ظاہر کرنا ہوگا جیسے تم زیادہ اصرار کرنے پر چلنے کے لئے تیار ہو گئے ہو۔ میرے خیال میں وہ یہاں یا یوریاتن کے اسٹیشن پر تمہیں آسانی سے خدا حافظ کہہ کر جانے کے لئے تیار نہیں ہوگی۔ تمہیں اس کو یہ یقین دلانا ہوگا کہ تم چلو گے ضرور۔ ابھی نہیں تو بعد میں، جب مجھے جانے کا انتظام کرنے کے لئے دوسرا موقع مل جائے گا۔ تمہیں یہ ظاہر کرنا ہوگا کہ تم ایسا کرنے پر آمادہ ہو۔ تمہیں اسکو یہی یقین دلانا ہوگا۔ خواہ اس کے لئے تمہیں جھوٹ ہی بولنا پڑے۔ اگرچہ یہ میری طرف سے خالی

خوبی پیشکش نہیں ہے۔ میں تم سے اپنی عزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہاری طرف سے پہلا اشارہ ملتے ہی میں تمہیں یہاں سے مشرق میں بلوا لوں گا اور وہاں سے تم جس جگہ بھی جانا چاہو گے تمہیں بھجوانے کا انتظام کر دوں گا۔ لیکن لارلیسا فیودروونا کو یہ اطمینان دلانا ضروری ہے کہ تم کم از کم ہم لوگوں کو رخصت کرنے کے لئے ضرور آ رہے ہو۔ تمہیں اس کو یہ یقین ضرور دلانا ہوگا۔ مثال کے طور پر تم یہ ظاہر کر سکتے ہو کہ تم اپنی گاڑی جوتو گے۔ اور پھر ہم سے کہو کہ ہمیں فوراً روانہ ہو جانا چاہیئے، اور تمہارا انتظار نہیں کرنا چاہیئے۔ وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ کہہ دینا کہ تیار ہوتے ہی تم ہم لوگوں سے آملو گے۔"

"استریلنیکوف کے متعلق خبر سنکر میرے اعصاب پر اتنا زیادہ اثر پڑا ہے کہ میں اپنے حواس مجتمع نہیں کر سکتا۔ تم نے جو کچھ کہا ہے وہ سب میں نہیں سمجھ سکا۔ مگر تم ٹھیک ہی کہتے ہو اب جبکہ انھوں نے اس سے اپنا حساب چکا لیا ہے تو ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ حالات کے پیش نظر لارلیسا فیودروونا اور کاتیا کی زندگیاں بھی خطرے میں ہیں۔ وہ یا میں یقینی طور پر گرفتار کر لئے جائیں گے اور اس طرح ہماری جدائی بہر حال یقینی ہے۔ اس لئے یہی بہتر ہے کہ تم ہی ہم لوگوں کو جدا کر دو اور انھیں اپنے ساتھ لے جاؤ، جتنی دور بھی ممکن ہو سکے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں۔ لیکن اس سے کچھ زیادہ فرق نہیں پڑے گا۔ حالات ابھی تمہارا ساتھ دے رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ آخر میں میں بالکل ہی ہمت ہار بیٹھوں۔ اور اپنی شان، شیخی اور خودداری کو بھول کر گھسٹتا ہوا تمہارے پاس جا پہنچوں اور تم سے اس کی۔ اپنی زندگی کی اور اپنے گھر والوں کے لئے سمندری سفر کا انتظام کرنے کی اور خود اپنی نجات کی بھیک مانگوں اور یہ سب کچھ تمہارے ہاتھوں سے قبول کر لوں۔ لیکن اس کے متعلق سوچنے کے لئے تمہیں مجھ کو وقت دینا ہوگا۔ یہ خبر سن کر میں دم بخود رہ گیا ہوں۔ میں اتنا زیادہ پریشان ہوں کہ نہ تو ٹھیک طور پر سوچ سکتا ہوں۔ نہ سمجھ سکتا ہوں۔ غالباً اپنے آپ کو تمہارے ہاتھوں میں دے کر میں ایک خطرناک غلطی کر رہا ہوں۔ اور یہ غلطی عمر بھر مجھے پریشان کرتی رہے گی۔ لیکن میری عقل اتنی ماؤف ہو چکی ہے کہ اس وقت میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا کہ آنکھیں بند کر کے تمہاری ہر بات سے اتفاق کروں اور تمہاری ہر بات مانوں...

اچھا تو پھر اس کی خاطر، اب میں باہر جا کر اس سے کہتا ہوں کہ میں گاڑی تیار کروں گا اور تم لوگوں

کو راستہ میں پکڑ لوں گا، لیکن حقیقت میں میں پیچھے ہی رہ جاؤں گا...... ہاں ایک بات ضرور ہے۔ تم اب کس طرح جا سکتے ہو جبکہ جلد ہی اندھیرا ہو جائے گا۔ سڑک جنگل میں سے ہو کر گزرتی ہے اور اس میں بھیڑیئے ہیں۔ ان کا خیال رکھنا۔"

"میں جانتا ہوں۔ فکر مت کرو۔ میرے پاس ایک بندوق اور ریوالور ہے۔ ہاں میں تھوڑی سی شراب بھی ساتھ لایا ہوں تاکہ سردی سے بچا جا سکے۔ کیا تم تھوڑی سی لو گے؟ میرے پاس بہت کافی شراب ہے۔"

(۱۳)

"میں نے کیا کر دیا؟ میں نے کیا کر دیا؟ میں نے اسے چھوڑ دیا، اپنے سے علیحدہ کر دیا، مجھے ان لوگوں کے پیچھے بھاگنا چاہیئے لارا! لارا! وہ میری آواز نہیں سن سکتے۔ ہوا مخالف ہے اور وہ لوگ غالباً ایک دوسرے سے چلا چلا کر باتیں کر رہے ہیں۔ اسے خوش ہونا بھی چاہیئے۔ اسے اس بات کا شبہ تک نہیں ہے کہ میں نے اسے دھوکا دیا ہے۔ وہ سوچ رہی ہے۔ تمام باتیں کتنے اچھے طریقہ پر طے ہو گئی ہیں۔ اس سے بہتر صورت نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کا احمق، ضدی یوری آخر راضی ہو گیا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اب ہم ایک اچھی اور محفوظ جگہ جا رہے ہیں۔ جہاں لوگ ہم سے زیادہ سمجھدار ہیں۔ جہاں یہ اطمینان ہو سکتا ہے کہ وہاں امن و امان ہو گا۔ اگر فرض کر بھی لیا جائے کہ وہ کل اس ٹرین پر نہیں جاتا تو کوماروسکی اسے لانے کے لئے ایک اور ٹرین بھیج دے گا۔ اور وہ جلد ہی ہم سے آملے گا اس وقت وہ اصطبل میں ہو گا۔ جلدی اور گھبراہٹ میں زین کو درست کر رہا ہو گا۔ اور پھر وہ پوری رفتار سے ہمارے پیچھے روانہ ہو جائے گا اور ہمارے جنگل میں داخل ہونے سے پہلے ہی ہم سے آ ملے گا وہ ضرور یہی سوچ رہی ہو گی۔ اور ہم دونوں نے ایک دوسرے کو ٹھیک طریقہ پر الوداع بھی نہیں کہا میں نے صرف اسے جاتے دیکھ کر ہاتھ ہلا دیا اور واپس پلٹ آیا۔ اور اپنے صدمہ کو اس طرح نگلنے کی کوشش کرنے لگا جیسے وہ کوئی سیب کا ٹکڑا ہو جو میرے حلق میں پھنس گیا ہو اور جس سے میرا دم گھٹ رہا ہو۔"

وہ برآمدے میں کھڑا تھا۔ اس کا کوٹ اس کے ایک کندھے پر پڑا ہوا تھا اور دوسرے ہاتھ سے وہ لکڑی کا نازک ستون تھامے ہوئے تھا۔ اس کی تمام توجہ دور فاصلہ پر ایک نقطہ پر مرکوز تھی

وہاں سڑک کا کچھ حصہ پہاڑی پر چڑھتا ہوا دکھائی دیتا تھا جس کے دونوں طرف صنوبر کے درخت تھے۔ ڈوبتے ہوئے سورج کی کرنیں اس کھلے ہوئے حصہ پر پڑ رہی تھیں۔ اور وہاں گاڑی جو ایک گہرائی میں گم ہو گئی تھی۔ ابھی نمودار ہونے والی تھی۔

"الوداع۔ الوداع۔" اس نے ایک لمحہ کے انتظار میں کئی بار کہا۔ یہ الفاظ اس کے منہ سے بہت آہستہ آہستہ سے نکلے جو سنے بھی نہیں جا سکتے تھے۔ "الوداع میری محبوبہ۔ میری ہمیشہ کے لئے جدا ہونے والی محبوبہ"۔

"وہ آ رہے ہیں، وہ آ رہے ہیں"۔ اس نے سوکھے ہوئے ہونٹوں سے سرگوشی کے لہجہ میں کہا عین اس وقت گاڑی گہرائی کے اندر سے ایک تیر کی مانند نمودار ہوئی۔ اور صنوبر کے درختوں کے درمیان سے ہو کر آگے بڑھتی گئی۔ اس کی رفتار آہستہ آہستہ کم ہوتی گئی اور ۔۔ اور ہوا ۔۔ آخر وہ آخری درخت سے پہلے ہی رک گئی۔

اس کا دل انتہائی جوش کے ساتھ اتنے زور سے دھڑکنے لگا کہ اسکی ٹانگیں کانپنے لگیں اور وہ کمزوری اور غشی سی محسوس کرنے لگا۔ اس کا تمام جسم ڈھیلا پڑ گیا اور کوٹ اس کے کندھے پر سے پھسل گیا۔ "او خدا، کیا تیری یہی رضا ہے کہ تو اسے مجھ کو واپس دیدے؟ کیا بات ہو سکتی ہے؟ وہاں غروب ہوتے ہوئے سورج کے قریب کیا ہو رہا ہے؟ اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ وہ لوگ خاموش کیوں کھڑے ہیں؟ نہیں، ختم ہوا، وہ لوگ روانہ ہو گئے۔ وہ مکان پر آخری نظر ڈالنے کے لئے ٹھہری ہو گی۔ یا شاید یہ اطمینان کرنا چاہتی ہو کہ میں روانہ ہو گیا ہوں یا نہیں؟ یہ کہ میں ان کے پیچھے پیچھے جا رہا ہوں یا نہیں؟ اب وہ لوگ چلے گئے۔

اگر قسمت نے ساتھ دیا اور سورج پہلے ہی غروب نہیں ہو گیا (اندھیرے میں وہ انھیں نہیں دیکھ سکے گا) تو وہ لوگ پھر ایک مرتبہ سامنے سے گذریں گے۔ آخری مرتبہ، ندی کے دوسری طرف اس میدان کے پار جہاں دو رات قبل بھیڑیئے کھڑے ہوئے تھے۔ اور پھر یہ لمحہ بھی آیا اور چلا گیا۔ گہرے سرخ رنگ کا سورج اب بھی ایک گیند کی طرح افق پر برف کے اوپر جما ہوا تھا جس کی قرمزی روشنی میدان میں پھیلی ہوئی تھی اور برف میں جذب ہو رہی تھی، جبکہ گاڑی پھر ایک مرتبہ نمودار ہوئی اور غائب ہو گئی۔ "الوداع۔ لارا۔ اس وقت تک کے لئے جبکہ ہم دوسری دنیا میں ملینگے

رخصت، میری جان، میری ختم نہ ہونے والی اور زندہ جاوید مسرت۔ میں اب پھر کبھی تمہیں نہیں دیکھ سکوں گا۔ میں اب کبھی تمہیں نہیں دیکھوں گا۔"

اب اندھیرا ہوتا جارہا تھا۔ دھوپ کی سرخی برف پر پھیل کر بالکل ختم ہو گئی۔ غروب آفتاب کی تاریکی سارے میدان میں چھا گئی۔ اور سڑک کے کنارے درختوں پر ایک تاریک کہر سا چھا گیا اور آسمان پر شفق کی سرخی پھیل گئی۔ صدمہ کی وجہ سے پوری آندرے فِچ کی حس تیز ہو گئی اور اس کا ادراک بڑھ گیا تھا۔ اس کے چاروں طرف کے ماحول میں ایک ندرت اور انفرادیت تھی۔ سرما کی شام میں زندگی اور ہمدردی کے آثار پائے جاتے تھے جیسے اس نے بھی ایک دوست کی طرح یہ تمام منظر دیکھا ہو۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے غروب آفتاب کا ایسا منظر پہلے نہ دیکھا گیا ہو۔ اور اب اسے اکی تنہائی اور صدمہ کے عالم میں ڈھارس دینے کے لئے رات پہلی مرتبہ آ رہی ہو۔ جیسے کہ وادی کے چاروں طرف پہاڑیوں اور درختوں کا یہ حصار پہلے سے موجود نہ ہو بلکہ یہ درخت ابھی نمودار ہوئے ہوں تاکہ اپنی موجودگی سے اسے تسکین دے سکیں۔ اس نے اس دقتی حسن کو تقریباً نظر انداز کر دیا۔ جو ایک ہمدرد دوست کے مانند تھا۔ جیسے وہ اس سے یہ کہہ رہا ہو "شکریہ۔ تم سب کا شکریہ۔ میں ٹھیک ہو جاؤں گا۔"

وہ ابھی تک برآمدے ہی میں کھڑا تھا اور اب بند دروازہ کی طرف مڑا جیسے اس نے دنیا سے منہ موڑ لیا ہو۔ "میرا روشن سورج غروب ہو گیا۔" وہ دل ہی دل میں بار بار کہتا رہا۔ جیسے وہ یہ الفاظ اپنے ذہن پر نقش کر لینا چاہتا ہو۔ اسمیں اتنی طاقت باقی نہیں رہ گئی تھی کہ وہ یہ الفاظ زبان سے ادا کر سکتا۔ وہ مکان کے اندر چلا گیا۔ اس کے ذہن میں دو قسم کے خیالات آ رہے تھے، دو متضاد خیالات۔ ایک خشک اور کاروباری قسم کے اور دوسرے وہ جن کی مخاطب لارا تھی۔

"اب میں ماسکو چلا جاؤں گا۔" اس نے سوچا "پہلا کام تو یہ ہے کہ زندہ رہا جائے مجھے زبردستی سونے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ اس کے بجائے مجھے رات بھر کام کرنا چاہیئے۔ یہاں تک کہ میں تھک کر گر پڑوں۔ ہاں! اور ایک بات اور، خواب گاہ میں انگیٹھی فوراً جلا دینی چاہیئے۔ اکی کوئی وجہ نہیں ہے کہ میں آج رات سردی میں سکڑتا رہوں۔"

لیکن ان کے علاوہ دوسرے خیالات بھی تھے۔ "میری ناقابلِ فراموش مسرت، میں کچھ عرصہ

تمہارے پاس ٹھہروں گا، اس وقت تک جب تک میرے بازوؤں اور میرے ہاتھوں اور میرے ہونٹوں میں تمہاری یاد باقی ہے۔ میں اپنے تمام رنج و غم کو ایک ایسے شاہکار میں تبدیل کر دوں گا جو زندہ رہیگا اور تمہارے قابل ہوگا۔ میں تمہاری یاد کو کرب انگیز محبت اور رنج کے ساتھ ایک سانچے میں ڈھال دوں گا میں یہ کام ختم ہونے تک یہاں ٹھہروں گا۔ پھر میں بھی چلا جاؤں گا۔ میں تمہارا نقشہ اس طرح کھینچوں گا میں تمہارے خد و خال کا عکس کاغذ پر ایک ایسے سمندر کی شکل میں پیش کروں گا۔ جو ایک خوفناک طوفان کا زور ختم ہو جانے پر، ایک ایسی زبردست لہر کی شکل اختیار کر لیتا ہے جو اپنے نشان ساحل کی ریت پر چھوڑ آتی ہے۔ سمندری پودے، گھونگے، رنگین پتھر، سیپیاں اور ایسی تمام نازک اور چھوٹی چھوٹی چیزیں جو وہ سمندر کی تہہ سے نکال کر لاتی ہے اور پھر شکستہ حالت میں ساحل پر چھوڑ دیتی ہے۔ ان چیزوں کا سلسلہ دور دراز فاصلہ تک چلا جاتا ہے جو لہر کی آخری حد تک ہوتی ہے۔ اسی طرح زندگی کے طوفان نے تمہیں بھی میرے ساحل پر لا ڈالا تھا، آؤ میری زندگی، میں تمہاری ایسی ہی تصویر کھینچوں گا"۔

وہ اندر گیا، جاتے ہوئے اس نے دروازہ بند کر دیا، اور پھر اپنا کوٹ اتارا۔ جب وہ خوابگاہ میں گیا جسے لارا نے اسی روز صبح کو اتنے سلیقے کے ساتھ صاف اور آراستہ کیا تھا اور جہاں بعد میں جلدی سے سامان باندھنے کی وجہ سے افراتفری سی مچ گئی تھی اور جب اس نے الٹے پلٹے بستر اور ادھر ادھر بے ترتیبی سے کرسیوں اور فرش پر پھیلی ہوئی چیزوں کو دیکھا تو وہ ایک چھوٹے سے بچے کی طرح دو زانو ہو کر بیٹھ گیا۔ اپنا سینہ مسہری کی پٹی پر ٹکا دیا، منہ بستر کی چادروں میں چھپا لیا اور بچوں کی طرح زور زور سے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ لیکن وہ زیادہ دیر تک اس حالت میں نہیں رہا۔ وہ جلد ہی اٹھ بیٹھا۔ اپنے آنسو خشک کئے اور حیرت سے چاروں طرف دیکھنے لگا جیسے اس کا ذہن کام نہ کر رہا ہو۔ پھر اس نے ووڈکا کی بوتل نکالی جو کوماروسکی چھوڑ گیا تھا، اس کی ڈاٹ کھولی، آدھا گلاس بھرا اور اس میں پانی اور برف ملا کر لالچیوں کی طرح مزے لے کر لمبے لمبے گھونٹوں سے پی گیا۔

(۱۴)

یوری آندریوچ کو نہ جانے کیا ہو رہا تھا۔ اس کا ذہن آہستہ آہستہ ماؤف ہوتا جا رہا تھا۔ اس سے پہلے کبھی اس کی یہ حالت نہیں ہوئی تھی۔ اس نے مکان پر توجہ دینی چھوڑ دی، اسے خود اپنی کوئی پرواہ نہیں رہی۔ اس نے رات کو بھی دن میں تبدیل کر دیا اور لارا کے جانے کے بعد اسے وقت کا احساس ہی

بالکل ہی نہیں رہا تھا۔ وورڈکاپی کردہ لارا کے متعلق لکھنے لگا۔ لیکن وہ اپنے پہلے کے لکھے ہوئے کو کاٹ کر جتنا زیادہ دوبارہ لکھتا اس کی نظموں اور بیاض کی لارا، اصل اور جیتی جاگتی لارا سے اسی قدر مختلف ہوتی جاتی۔ لارا جو کاتیا کی ماں تھی اور جو اب اپنی لڑکی کے ساتھ دور سفر پر جارہی تھی۔ دوبارہ لکھنے اور اصلاح کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ زیادہ صحیح اور موثر طریقہ پر اظہار خیال کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اس کی وجہ وہ خیالات اور اندرونی ہچکچاہٹ بھی تھی جو اسے ذاتی تجربات اور ماضی کے حقیقی واقعات کا زیادہ آزادانہ طریقہ پر اظہار کرنے سے باز رکھتی تھی تاکہ وہ کہیں ایسا کرکے ان لوگوں کو ناراض نہ کردے یا ان کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچائے جو ان میں براہِ راست طریقہ پر حصہ لے چکے تھے۔ نتیجے کے طور پر اس کے جذبات جن میں اب بھی گرمی اور زندگی کی دھڑکن موجود تھی، رفتہ رفتہ اس کی شاعری سے مفقود ہوتے گئے۔ اور رومانی افسردہ خیالی کی جگہ ایک وسیع اور پاک تخیل نے لے لی جس نے ایک خصوصی چیز کو اسکی سطح سے بلند کرکے عالمی اور مانوس سطح پر پہنچا دیا۔ وہ دانستہ طور پر اس مقصد کا خواہاں نہیں تھا۔ لیکن یہ وسیع خیالی خود بخود پیدا ہوگئی اور اس سے اسے سکون بھی ملا جیسے کہ یہ ایک ایسا پیغام ہو جو لارا نے سفر کے دوران اسے بھیجا ہو، جیسے وہ دور سے اسے خوش آمدید کہہ رہی ہو، جیسے وہ اسے خواب میں نظر آرہی ہو۔ یا وہ اس کے ہاتھ کا لمس اپنی پیشانی پر محسوس کررہا ہو وہ اس پُرعظمت نقش سے محبت کرتا تھا۔

لارا کی یادیں نوحہ لکھنے کے ساتھ ہی ساتھ وہ ان یادداشتوں کو بھی مکمل کررہا تھا جو اس نے گذشتہ برسوں میں فطرت، انسان اور دوسری چیزوں کے بارے میں اکٹھی کی تھیں، جیسا کہ لکھتے وقت ہمیشہ اس کے ساتھ ہوا کرتا تھا۔ اس وقت بھی ایک فرد کی زندگی اور سوسائٹی کے متعلق متعدد خیالات اس کے ذہن میں مجتمع ہوگئے۔ اس نے پھر ایک مرتبہ سوچا کہ وہ تاریخ کے بارے میں، اس چیز کے بارے میں جو تاریخ کا دھارا کہلاتا ہے۔ مسلمہ طریقہ پر نہیں بلکہ نباتات کی دنیا میں مطابقت کے اعتبار سے سوچا کرتا ہے۔ موسم سرما میں جب برف باری ہوتی ہے تو جنگل میں درختوں کی بغیر پتیوں کی شاخیں پتلی اور کمزور ہوتی ہیں۔ جس طرح کسی بوڑھے شخص کی چاند پر بال ہوتے ہیں۔ لیکن موسم بہار شروع ہوتے ہی جنگل کی ہیئت ہی بدل جاتی ہے۔ درختوں کی چوٹیاں آسمان سے باتیں کرنے لگتی ہیں اور کوئی بھی شخص اس کے پتوں کی بھول بھلیوں میں چھپ سکتا ہے۔ یا گم ہوسکتا ہے۔ یہ

تبدیلی اس تبدیلی کے مقابلے میں کہیں زیادہ سرعت سے ہوتی ہے جو جانوروں میں ہوا کرتی ہے۔ کیونکہ جانوروں کی پرداخت اتنی تیزی سے نہیں ہوتی جیسی کہ پودوں اور درختوں کی ہوتی ہے۔ لیکن پھر بھی ہم درختوں کی اس نشوونما کو محسوس نہیں کر سکتے۔ جنگل اپنی جگہ تبدیل نہیں کرتا۔ ہم اس کا انتظار نہیں کر سکتے کہ اسے تبدیل ہوتے ہوئے دیکھ سکیں۔ جب بھی ہم اسے دیکھتے ہیں وہ ساکت و جامد ہوتا ہے۔ اور اسی طرح ہماری آنکھیں ہمیشہ ترقی کرتی ہوئی اور متواتر تبدیل ہوتی ہوئی تاریخ کی تبدیلی کو بھی نہیں دیکھ سکتیں اور نہ سماجی زندگی کی ان نظر نہ آنے والی تبدیلیوں کو محسوس کر سکتی ہیں۔

ٹالسٹائی نے بھی اس کے بارے میں اسی انداز میں سوچا تھا لیکن اس نے یہ سب باتیں اس قدر صاف طریقہ پر بیان نہیں کیں۔ اس نے اس بات کی تردید کی کہ نپولین یا کسی دوسرے حکمراں یا جنرل نے تاریخ کا رخ موڑ دیا تھا۔ لیکن اس نے اپنے اس نظریہ کو منتہائے منطق پر نہیں پہنچایا کوئی واحد شخص تاریخ نہیں بنا سکتا۔ تاریخ کی تبدیلی کو کوئی شخص اس طرح نہیں دیکھ سکتا جیسے گھاس کو اگتے ہوئے نہیں دیکھا جا سکتا۔ لڑائیاں۔ انقلابات یا بادشاہ تاریخ کے عملی نمائندے اور اس کا خمیر ہیں۔ لیکن انقلابات ایسے جنونی اور عملی قسم کے انسان لاتے ہیں۔ جن کی ذہنی رو ایک ہی سمت میں چلتی ہے۔ ایک اعلیٰ ذہنیت والے لوگ جو اپنی صلاحیت کو ایک ہی شعبہ میں محدود کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ پرانے نظام کو چند گھنٹوں یا چند روز میں الٹا کر رکھ دیتے ہیں۔ مکمل تبدیلی میں چند ہفتے یا چند سال لگتے ہیں لیکن اس جنون کی جو اس تغیر و تبدل کی روح رواں ہوتا ہے آئندہ برسہا برس بلکہ صدیوں تک پرستش کی جاتی ہے۔

لارا کی یاد میں آنسو بہاتے ہوئے اس نے اس موسم گرما کی یاد میں بھی آنسو بہائے جو اس نے میلیوزیوو میں گزارا تھا جبکہ انقلاب کو ایک آسمانی اوتار سمجھا گیا تھا جو آسمان سے زمین پر نازل ہوا تھا۔ موسم گرما کا دیوتا جبکہ ہر شخص اپنی اپنی جگہ دیوانہ ہو گیا تھا اور جبکہ ہر شخص کو زندہ رہنے کا حق حاصل تھا اور وہ محض کسی بہتر پالیسی کو جائز ثابت کرنے کے لئے زندہ نہیں رہتا تھا۔

جس وقت وہ منطقی طریقہ پر یہ یادداشتیں سپرد قلم کر رہا تھا اس نے ایک یادداشت میں اپنے اس عقیدہ کا بھی اظہار کر دیا کہ آرٹ ہمیشہ حسن کی خدمت کرتا ہے اور حسن وجودی اعتبار سے ایک مسرت ہے۔ اور وجود فطری کلید زندگی ہے۔ کیونکہ کوئی ذی روح چیز اس کے بغیر قائم نہیں

سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ آرٹ کے ہر نمونہ میں، جس میں المیہ بھی شامل ہے، وجود ہی مسرت کا اظہار ہوتا ہے ولے اپنے خیالات اور یادداشتوں سے بھی مسرت حاصل ہوتی، ایک المیہ مسرت، ایسی مسرت جو نسوؤں سے لبریز تھی۔ جس نے اسے بالکل پست کر دیا۔ اور اس کا سر چکرانے لگا۔

سمدیویاتوف اس سے ملنے کے لیئے آیا۔ وہ اس کے لیئے اور ووڈکا لایا اور اسے بتایا کہ اینتی پودا ام کی لڑکی کو ماردوبکی کے ساتھ کس طرح گئی تھیں۔ وہ ریلوے کی ٹرالی میں آیا تھا۔ اس نے ڈاکٹر ڈانٹا کہ اس نے گھوڑے کی اچھی طرح نگہداشت نہیں کی۔ اور کہا کہ وہ گھوڑا اپنے ساتھ واپس لے جا رہا ہے۔ یوری آندریے وچ کی خواہش پر بھی اس نے گھوڑے کو وہاں مزید تین یا چار دن چھوڑنا منظور نہیں کیا۔ لیکن اس نے اسی ہفتہ کے اندر پھر آنے کا وعدہ کر لیا اور کہا کہ وہ اسے خود داری کینو سے ہمیشہ کے لیئے لے جائے گا۔

کبھی کبھی اپنے کام میں غرق ہو جانے کے بعد یوری آندریے وچ کو اچانک لارا یاد آ جاتی اس طرح جیسے وہ اس کے سامنے موجود ہو اور وہ اس کی جدائی پر رنج اور محبت کے جذ... ن کی شدت سے نڈھال ہو جاتا۔ جس طرح اپنے بچپن میں اسے اپنی ماں کی موت کے بعد چڑیوں کی چہکار میں اند کولوگریوف کے باغیچہ میں بہار کے دلکش موسم میں ماں کی آواز سنائی دیتی تھی۔ اسی طرح اب کی سماعت جو لارا کی آواز کی عادی ہو گئی تھی اور اس کی زندگی کا جز بن چکی تھی اسے دھوکے دیا کرتی اور وہ یوں محسوس کرتا جیسے لارا برابر کے کمرے سے اسے "یوروچکا" کہہ کر پکار رہی ہے۔ اسی ہفتہ میں سے اور بھی توہمات پیش آئے۔ ہفتہ کے آخر میں رات کو وہ ایک مضحکہ خیز قسم کا خواب دیکھ کر جاگ گیا۔ جس میں اس نے دیکھا تھا کہ مکان کے نیچے ایک اژدھا ایک غار میں رہتا ہے۔ اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ گھاٹی میں ایک روشنی چمکی اور اس نے رائفل چلنے کی آواز سنی۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس قدر غیر معمولی واقعہ پیش آنے کے چند ہی لمحہ بعد وہ پھر سو گیا اور صبح کو اس نے اپنے آپ کو یہ کہہ کر دلاسا دیا کہ یہ بھی ایک خواب تھا۔

(۱۵)

یہ وہ واقعہ ہے جو ایک یا دو روز بعد پیش آیا۔ ڈاکٹر نے آخر کار دل ہی دل میں فیصلہ کیا کہ اسے سمجھداری سے کام لینا چاہیئے۔ یہ کہ اگر وہ اپنے آپ کو ہلاک ہی کر دینا چاہتا ہے۔ تو وہ ایسا کرنے

کے لئے وہ طریقہ بھی اختیار کر سکتا ہے جس میں زیادہ دیر نہ لگے اور جو اس قدر تکلیف دہ بھی نہ ہو۔ اس نے اپنے آپ سے وعدہ کیا کہ جیسے ہی سمویو یا توفن اسے لینے کے لئے آئے گا۔ وہ وہاں سے چل دیگا۔ سورج غروب ہونے سے کچھ ہی دیر پہلے، جبکہ تھوڑی بہت روشنی باقی تھی۔ اس نے باہر برف پر بھاری قدموں کی آوازیں سنیں۔ کوئی شخص مضبوطی اور آہستگی کے ساتھ اطمینان سے چلتا ہوا مکان کی طرف آ رہا تھا۔

”حیرت ناک بات ہے! یہ کون ہو سکتا تھا؟ سمویو یا توفن کے پاس اس کا گھوڑا موجود تھا اور وہ پیدل نہیں آ سکتا۔ اور واری کینو بالکل اجاڑ ہے۔ وہ لوگ مجھے پکڑنے کے لئے آ پہنچے“ یوری آندریے وچ نے یہ فیصلہ کیا۔ ”شہر یا شہر واپس جانے کا حکم۔ یا پھر وہ مجھے گرفتار کرنے آئے ہیں۔ نہیں یہ دو آدمیوں کا کام ہے اور مجھے ساتھ لے جانے کے لئے ان کے پاس سواری کا انتظام ہونا چاہیئے۔ یہ میکولتسن ہوگا۔ اس نے خوش ہو کر سوچا اور اسے خیال ہوا کہ اس نے قدموں کی چاپ پہچان لی ہے۔ اجنبی نے جو ابھی تک نہیں پہچانا جا سکا تھا، دروازہ کی ٹوٹی ہوئی چٹخنی کو ٹٹولا جیسے اسے وہاں تالا موجود ہونے کی امید تھی، پھر وہ اطمینان سے اندر داخل ہوا۔ وہ راستہ سے واقف تھا اس نے کمروں کے درمیان کے دروازے کھولے اور پھر اندر آنے کے بعد احتیاط سے بند کر دیئے۔

یوری آندریے وچ میز کے قریب بیٹھا ہوا تھا اس کی پشت دروازہ کی طرف تھی۔ جب وہ اٹھ کر دروازہ کی طرف مڑا تو اجنبی پہلے ہی دروازہ پر موجود تھا جہاں وہ بالکل ساکت کھڑا ہوا تھا۔

”تم کس سے ملنا چاہتے ہو؟“ ڈاکٹر نے یہ رسمی الفاظ کچھ سوچے بغیر قدرتی طور پر کہے اور جب اسے کوئی جواب نہ ملا تو اس پر اسے کوئی حیرت نہیں ہوئی۔

اجنبی ایک طاقت ور اور تندرست قسم کا شخص تھا جس کا چہرہ کافی دلکش تھا۔ اس نے سمور کی جیکٹ، پتلون اور بکری کی کھال کے گرم جوتے پہن رکھے تھے اور اس کے کندھے پر ایک رائفل لٹک رہی تھی۔

صرف اسکی آمد کے وقت پر ڈاکٹر کو حیرت ہوئی۔ خود اس کے وہاں آنے پر کوئی تعجب نہیں ہوا۔ مکان کی حالت سے ظاہر ہو چکا تھا کہ کوئی وہاں رہتا تھا۔ اس لئے وہ اس کے لئے

پہلے سے تیار تھا۔ یہی شخص یقیناً ان چیزوں کا مالک تھا جو اسے وہاں ملی تھیں اور جو وہ جانتا تھا کہ میکو لستن وہاں چھوڑ کر نہیں گیا ہوگا۔ یہودی آندریے دچ کو اس میں کوئی چیز مانوس سی معلوم ہوئی اور اس نے محسوس کیا کہ وہ اسے پہلے بھی دیکھ چکا ہے اور وہ اجنبی بھی یہودی آندریے دچ کو وہاں پا کر اتنا حیرت زدہ نہیں دکھائی دیتا تھا جیسا کہ اسے ہونا چاہیئے تھا۔ غالباً اسے بتا دیا گیا تھا کہ مکان میں کوئی رہ رہا ہے بلکہ شاید یہ بھی بتا دیا گیا ہوگا کہ کون رہتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے ڈاکٹر کو پہچان لیا ہو۔

" وہ کون ہے؟ وہ کون ہے؟" ڈاکٹر نے اپنے دماغ پر زور دیا۔" میں نے اسے کہاں دیکھا ہے؟ یقیناً نہیں..... مئی کی ایک گرم صبح کو خدا جانے کس سال۔ رازدلی کے اسٹیشن پر۔ کوئلہ کا کارٹی کا ڈبہ۔ کچھ زیادہ پتہ نہیں چلتا۔ واضح اور خشک نظریات، خیالات کی ایک ہی رو، سختی اور دیانت داری....... استریلنیکوف!"

(۱۶)

وہ دونوں گھنٹوں سے باتیں کر رہے تھے۔ اسی طرح جیسے روسی باشندے روس میں باتیں کیا کرتے ہیں۔ خاص طور پر جس طرح اس زمانہ میں کیا کرتے تھے جبکہ خوف اور پریشانی کے ان دنوں میں وہ بالکل مایوس اور گھبرائے ہوئے تھے۔ رات آ رہی تھی۔ اور تاریکی بڑھتی جا رہی تھی۔ گھبراہٹ اور باتونی پن کے علاوہ جو اس زمانہ میں ایک عام بات تھی۔ استریلنیکوف کے زیادہ لگاتار باتیں کرنے کی ایک ذاتی وجہ بھی تھی۔ وہ بولتا رہا۔ برابر بولتا رہا۔ اور بات چیت کو جاری رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتا رہا تاکہ وہ تنہائی نہ محسوس کر سکے۔ کیا وہ اپنے ضمیر سے خائف تھا؟ یا ان رنجدہ یادوں سے جو اس کا پیچھا کر رہی تھیں؟ یا ناکامی کے احساس سے اسے تکلیف ہو رہی تھی جو انسان کو خود اپنی ہی نزدیک اس قدر ناقابل برداشت اور قابل نفرت بنا دیتا ہے کہ وہ شرم سے مر جانے کو بھی تیار ہو جاتا ہے؟ یا اس نے کوئی خوفناک اور اٹل فیصلہ کر رکھا ہو جس کی وجہ سے وہ اب تنہا نہیں رہنا چاہتا تھا اور ڈاکٹر کے ساتھ باتیں کر کے اور اس کے ساتھ وقت گذار کر اس فیصلہ پر عمل درآمد کرنے میں تاخیر پیدا کر رہا تھا؟۔

خواہ کوئی بھی وجہ ہو۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کوئی ایسا راز چھپا رہا ہے جو اس

کے لئے بوجھ بنا ہوا تھا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ ہر دوسرے موضوع پر دل کھول کر باتیں بھی کرتا تھا!

یہ ایک بیماری تھی۔ اس دور کا انقلابی پاگل پن۔ کہ ہر شخص دراصل اس سے کہیں مختلف ہوتا تھا جیسا کہ وہ لبظاہر صورت شکل سے یا گفتگو سے نظر آتا تھا۔ کسی شخص کا ضمیر صاف نہیں تھا۔ ہر شخص بجا طور پر یہ محسوس کر سکتا تھا کہ وہ مجرم ہے، ایک خفیہ ملزم، ایک ایسا دھوکہ باز جسے کوئی نہ پہچان سکا ہو۔ ایک معمولی سی وجہ بھی اس کے لئے کافی تھی کہ کوئی شخص اپنی ذات کو ایذا پہنچانے لگے۔ اپنی قوتِ واہمہ کے ہاتھوں مجبور ہو کر لوگ نہ صرف خوف کی وجہ سے بلکہ ایک اعنوبہ اور تباہ کن تحریک کی وجہ سے اپنی مرضی سے مابعد الطبیعی وجدان کی کیفیت میں، خود اپنے آپ کو غلط طریقہ پر موردِ الزام ٹھیراتے اور وہ ایسا فناتی ملامت کے جذبہ کے تحت کرتے جس پر ایک مرتبہ شروع ہو جانے کے بعد قابو نہیں پایا جا سکتا۔ ایک اہم فوجی افسر کی حیثیت سے جس نے بارہا فوجی عدالتوں کی صدارت کی تھی استریلینکو نے ایسے لاتعداد مجرموں کے اعتراف سنے یا پڑھے ہوں گے جنھیں موت کی سزا دی گئی تھی۔ اب اس میں بھی وہی جذبہ ابھر رہا تھا کہ وہ خود کو بے نقاب کر دے اپنی ساری زندگی کا ازسرِ نو جائزہ لے۔ اور اپنے جوش میں بہہ کر ہر چیز کو غلط رنگ دیکر اپنے آپ کو پیش کرنے کی کوشش کرے۔

وہ بے ربط طریقہ پر بول رہا تھا اور ایک غلطی کا اعتراف کرنے کے بعد فوراً ہی دوسری غلطی کا اعتراف کرنے لگتا تھا۔

"یہ سب کچھ چیتا کے قریب ہوا۔ کیا تمہیں ان تمام عجیب چیزوں کو دیکھ کر حیرت ہوئی تھی جو تمہیں درازوں اور الماریوں میں ملی تھیں؟ وہ سب چیزیں ہمیں اس وقت ملی تھیں جب سرخ فوج نے مشرقی سائبیریا پر قبضہ کیا تھا۔ یہ سب چیزیں میں خود یہاں نہیں لایا تھا۔ میرے ساتھ ہمیشہ قابلِ اعتماد اور جاں نثار قسم کے لوگ رہے ہیں۔ اس معاملہ میں زندگی مجھ پر ہمیشہ مہربان رہی ہے۔ یہ موم بتیاں، ماچس، کافی، چائے، لکھنے کا سامان اور دوسری چیزیں سب اس سامان میں سے ہیں جو فوج نے حاصل کیا تھا، ان میں سے کچھ سامان چیکوسلواکیہ کا۔ کچھ انگلینڈ کا، اور کچھ جاپان کا ہے۔ کیا تم اسے حیرت انگیز نہیں سمجھتے؟..... تمہارا کیا خیال ہے؟ یہ میری بیوی کا خاص جملہ تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم نے بھی اسے نوٹ کیا ہوگا۔ جب میں یہاں پہنچا تھا۔ اس وقت تک میں نے

یہ فیصلہ نہیں کیا تھا کہ تمہیں بتاؤں یا نہ بتاؤں۔ لیکن اب بہتر یہی ہے کہ میں یہ بات تسلیم کروں۔ میں اس سے اور اپنی بچی سے ملنے کے لئے آیا تھا مجھے یہ پیغام کہ وہ دونوں یہاں تھیں بہت دیر سے ملا۔ اسی لئے میں ان سے نہیں مل سکا۔ جب اس سے تمہارے قریبی تعلقات کی اطلاعات اور افواہیں مجھ تک پہنچیں اور مجھے ڈاکٹر ژواگو کا نام بتایا گیا تو کسی ناقابل بیان وجہ سے ان ہزاروں شکلوں میں سے جو میں گذشتہ برسوں میں دیکھ چکا ہوں مجھے اس نام کا ایک ڈاکٹر یاد آ گیا جسے ایک مرتبہ پوچھ گچھ کے لئے میرے پاس لایا گیا تھا۔"

"اور کیا تمہیں افسوس ہوا کہ تم نے مجھے گولی کیوں نہیں مار دی تھی؟"

اسٹریلینکوف نے یہ سوال ٹال دیا۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے یہ بات سنی ہی نہ ہو۔ وہ اپنے خیالات میں گم برابر اسی طرح بولتا رہا۔ "قدرتی بات ہے۔ میں بہت جلا۔ اور اگر سچ پوچھو تو یہ حسد اب بھی موجود ہے اور تم توقع بھی کیا کر سکتے تھے؟ میں اس ضلع میں صرف چند مہینے قبل آیا تھا جبکہ مشرق بعید میں میری تمام پناہ گاہوں کا پتہ چل گیا تھا۔ ایک غلط الزام لگا کر مجھ پر فوجی عدالت میں مقدمہ چلایا جانے والا تھا۔ اس کا نتیجہ سمجھ لینا کچھ مشکل نہیں تھا۔ میں مجرم نہیں تھا۔ میں نے سوچا ممکن ہے آئندہ کسی بہتر موقعہ پر مجھے اپنا دفاع کرنے اور باعزت طور پر بری ہونے کی امید ہو سکے لہٰذا میں نے طے کر لیا کہ جب تک بھی چھپ سکتا ہوں چھپا رہوں۔ قبل اس کے کہ وہ لوگ مجھے گرفتار کریں۔ اس لئے میں اس وقت چھپتا پھرتا ہوں اور راہبوں کی سی زندگی گذارتا ہوں۔ میں کسی ایک جگہ نہیں ٹھہرتا۔ اگر ایک بدمعاش نوجوان میرا اعتماد حاصل کر لینے کے بعد مجھے دھوکا نہ دیتا تو ممکن تھا مجھے اس میں کامیابی ہو جاتی۔ یہ اس وقت ہوا جب میں پیدل چلتا ہوا، لوگوں سے بچتا اور فاقے کرتا سائبیریا کو عبور کرتا مغرب کی طرف آ رہا تھا۔ میں برفانی میدانوں یا ریل کے ڈبوں میں سویا کرتا تھا۔ ڈبوں کی ایک طویل قطار ساری لائن پر برف سے دبی ہوئی کھڑی تھی۔ تو میری ملاقات اس لڑکے سے ہوئی جس نے کہا کہ وہ ہنگامی فوج کے گولی مارنیوالے دستے سے بچ کر بھاگ آیا ہے۔ انھوں نے بہت سے دوسرے سزا یافتہ لوگوں کے ساتھ اسے ایک قطار میں کھڑا کر دیا تھا۔ لیکن وہ صرف زخمی ہوا اور مردہ لاشوں کے ڈھیر کے نیچے سے رینگ کر نکل آیا۔ پھر جنگل میں چھپا رہا اور اس کا زخم بھی اچھا ہو گیا اور اب وہ میری طرح ایک جگہ سے

دوسری جگہ چھپتا پھر رہا ہے۔ یہ تھی اسکی کہانی۔ وہ بالکل نکما تھا، بد طینت اور پسماندہ ، اسے اسکی کند ذہنی کی وجہ سے اسکول سے نکال دیا گیا تھا۔"

اسٹریلینکوف نے اس لڑکے کی جتنی زیادہ تفصیلات بتائیں، اتنا ہی ڈاکٹر کو یقین ہوتا گیا کہ وہ اس لڑکے کو جانتا ہے۔

"کیا اس کا نام ترنتی گلوزین تھا؟"

"ہاں"

"تو پھر اس نے ہنگامی فوج اور گولی مارے جانے کے متعلق جو کچھ بھی کہا تھا صحیح تھا۔ اس نے ایک لفظ بھی غلط نہیں کہا۔"

"اس میں صرف ایک اچھی بات یہ تھی کہ وہ اپنی ماں پر جان چھڑکتا تھا۔ اس کے باپ کو ایک باغی کی حیثیت سے گولی ماری گئی تھی اور اس کی ماں جیل میں تھی اور اس کا بھی شاید یہی حشر ہونے والا تھا جب اس نے یہ سنا تو اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اسے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔ وہ مقامی چیکا میں گیا۔ اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دیا اور ان کے لئے کام کرنے کی پیشکش کی۔ انھوں نے اس شرط پر اسے موقع دینا منظور کر لیا کہ وہ کوئی اہم مخبری کرے۔ اس نے انھیں بتا دیا کہ میں کہاں چھپا ہوا تھا۔ لیکن خوش قسمتی سے میں وقت پر بچ نکلا۔ تحیر خیز کوشش اور انتہائی ہمت سے کام لے کر میں نے سائبیریا کو عبور کیا اور یہاں اس حصہ میں پہنچا۔ مجھے یہاں لوگ اچھی طرح جانتے ہیں اس لئے میں نے سوچا کہ انھیں یہ شبہ بھی نہیں ہوگا کہ میں یہاں موجود ہوں۔ وہ خیال بھی نہیں کر سکیں گے کہ میں اتنی ہمت کر سکوں گا۔ اور یہ حقیقت بھی ہے کہ وہ لوگ کافی عرصہ تک مجھے چیتا کے آس پاس تلاش کرتے رہے جبکہ میں اس مکان میں یا دو ایک دوسرے مکانوں میں جنھیں میں محفوظ سمجھتا تھا چھپا ہوا تھا لیکن اب جبکہ یہ بات ظاہر ہو چکی ہے۔ وہ لوگ میرا پیچھا کر رہے ہیں۔ سنو۔ اندھیرا ہو رہا ہے اور میں اسے پسند نہیں کرتا کیونکہ میں عرصہ دراز سے سو نہیں سکا ہوں۔ تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ کتنی اذیت ہوتی ہے۔ اگر میری موم بتیوں میں سے ایک آدھ باقی رہ گئی ہے۔ ٹھیک ہے اچھی ہے نا۔ خالص چربی کی۔ تو پھر آؤ کچھ دیر اور باتیں کریں۔ اس وقت تک جب تک کہ برداشت کر سکو۔ ساری رات۔ آرام سے۔ موم بتیوں کی روشنی میں۔"

"موم بتیاں سب کی سب موجود ہیں۔ میں نے صرف ایک بکس کھولا ہے۔ میں مٹی کا تیل جلاتا رہا ہوں۔ یہ بھی غالباً تم ہی چھوڑ گئے تھے؟"

"کیا تمہارے پاس روٹی ہے؟"

"نہیں۔"

"تو پھر تم کیا کھا کر زندہ رہے ہو؟ لیکن یہ بھی کیسا حماقت کا سوال ہے ظاہر ہے آلو!"

"ہاں۔ آلو بہت زیادہ تعداد میں موجود ہیں۔ جو لوگ یہاں رہا کرتے تھے: وہ اچھے خانہ دار رہتے کے لوگ تھے۔ وہ جانتے تھے کہ آلوؤں کو حفاظت سے کس طرح رکھا جاتا ہے۔ تمام آلو گودام میں بحفاظت موجود ہیں۔ نہ تو گلے سڑے ہیں اور سب اچھے ہیں۔"

اچانک گفتگو کا رخ بدل کر استرلینکوف انقلاب کی باتیں کرنے لگا۔

(۱۶)

"تمہارے لئے یہ تمام باتیں بے معنی ہوں گی۔ تم نہیں سمجھ سکو گے۔ تمہاری پرورش مختلف طریقہ پر ہوئی تھی۔ مضافاتی علاقوں۔ ریلوں۔ غلیظ اور گندی آبادیوں اور کچے مکانوں کی بھی ایک دنیا تھی۔ گرد و غبار، بھوک، بھیڑ بھاڑ، انسان کی حیثیت سے مزدور کی تذلیل اور عورتوں کی بے حرمتی کی دنیا۔ اور دوسری دنیا ماؤں کے لاڈلوں، چاق و چوبند طالب علموں اور دولت مند تاجروں کے لڑکوں کی تھی۔ ہر الزام سے بری۔ بے شرمی۔ گستاخی اور گناہ کی دنیا۔ ان دولتمندوں کی دنیا جو غریبوں کے آنسوؤں کا تمسخر اڑاتے تھے اور ان لوگوں کا بھی جنھیں لوٹا جاتا تھا، جن کی بے عزتی کی جاتی تھی اور عصمتیں لوٹی جاتی تھیں۔ لیٹروں اور غاصبوں کی حکومت جن کی وجہ خصوصیت صرف یہ تھی کہ وہ کبھی کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ دنیا کو کبھی کچھ نہیں دیتے تھے اور نہ اپنے پیچھے کچھ چھوڑ کر جاتے تھے۔ لیکن ہمارے لئے زندگی ایک مہم تھی۔ ان لوگوں کی خاطر جن سے ہم محبت کرتے تھے ہم پہاڑوں تک کو ہلا دیتے تھے اور ہم اگر سوائے رنج کے انھیں اور کچھ نہیں دے سکتے تھے تو اس پر وہ ہمیں مورد الزام نہیں ٹھہراتے تھے کیونکہ آخر میں ہم ان سے بھی زیادہ تکلیفیں اٹھاتے تھے۔ لیکن اپنی بات جاری رکھنے سے پہلے میں تمہیں ایک بات بتا دینی چاہتا ہوں۔ اصل بات یہ ہے کہ تمہیں جلدی کینو چھوڑ دینا ہوگا۔ اگر تمہیں اپنی زندگی عزیز ہے تو اس میں دیر مت کرنا۔ وہ لوگ مجھے گھیرنے کے لئے آگے بڑھ رہے

ہیں۔ اور مجھے جو کچھ بھی پیش آئے گا۔ اس میں تم بھی پھنس جاؤ گے۔ تم پہلے ہی پھنس چکے ہو محض اس وجہ سے کہ تم اس وقت مجھ سے باتیں کر رہے ہو۔ اور دوسری چیزوں کے علاوہ یہاں آس پاس لاتعداد مخبر پھیلے ہیں۔ اس روز رات کو شہر میں سے ہو کر نکلنے کے لئے مجھے گولی چلانی پڑی تھی۔"

"تو اس روز گولی تم نے چلائی تھی؟"

"ہاں، تم نے تو آواز سنی ہی ہوگی۔ میں ایک اور پناہ گاہ کی طرف جا رہا تھا۔ لیکن وہاں پہنچنے سے قبل ہی مجھے مختلف ایسی علامتیں دکھائی دیں جن سے میں سمجھ گیا کہ اس کا پتہ چل گیا ہے۔ وہاں جو لوگ تھے انھیں غالباً گولی مار دی گئی ہے۔ میں تمہارے ساتھ زیادہ عرصہ نہیں ٹھہروں گا۔ میں صرف رات یہاں گزاروں گا۔ اور صبح کو چلا جاؤں گا..... ہاں چلا جاؤں گا۔ اگر جا سکا۔"

اس کے بعد استریلینیکوف نے پھر تقریر شروع کر دی۔

"تو در اصل ایسا صرف ماسکو یا روس ہی میں نہیں تھا۔ اور صرف یہیں یہ شاندار قسم کی تویرسکایا یمسکایا نام کی سڑکیں نہیں تھیں جن پر بھڑکدار لباسوں میں ملبوس عیاش نوجوان گاڑیوں میں اپنی محبوباؤں کے ساتھ تفریح کرتے پھرا کرتے تھے۔ ایسی سڑکیں، سڑکوں کے رات کے ہنگامے۔ گذشتہ صدی کی شبینہ زندگی اور ریس کے گھوڑے اور تماشبین دنیا کے ہر شہر میں موجود تھے۔ لیکن انیسویں صدی کو کیا خصوصیت حاصل تھی اور ایک تاریخی دور کی حیثیت سے وہ منفرد کیوں ہے؟ سوشلسٹ نظریہ کی پیدائش کے باعث۔ انقلابات۔ مورچوں پر جانیں دیتے ہوئے نوجوان۔ مصنف جو دولت کے زور کو گھٹانے کے لئے اور غریبوں کے انسانی وقار کو بچانے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ مارکس کا عقیدہ سامنے آیا۔ اس نے برائیوں کی جڑ کو بے نقاب کر دیا۔ اور ان کا علاج بتایا۔ وہ صدی کی سب سے بڑی طاقت بن گیا۔ اور شاندار سڑکیں وہی سب کچھ تھیں اور خاک دھول اور بہادری۔ گناہ اور غلیظ اور گندے علاقے اور اعلانات اور مورچے۔"

"تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ وہ بچپن میں کس قدر حسین تھی، جب وہ اسکول میں پڑھا کرتی تھی تمہیں کچھ معلوم نہیں۔ اسکول میں اس کی ایک دوست تھی جو ہمارے مکان کے قریب ہی ایک کرایہ کی عمارت میں رہتی تھی۔ اس عمارت کے زیادہ تر کرایہ دار ریلوے کے ملازم تھے جو برلیسٹ لائن پر کام کرتے تھے۔ ان دنوں اس کا نام برلیسٹ لائن تھا۔ اس کے بعد سے اس کا نام کئی مرتبہ بدلا جا چکا

ہے۔ میرے والد ــــ وہ اب یوریاتن کی انقلابی عدالت کے ممبر ہیں ــــ اس زمانہ میں ریلوے اوورسیر تھے۔ میں اس مکان میں جایا کرتا اور اس سے ملا کرتا تھا۔ وہ اس وقت بچی ہی تھی۔ لیکن پھر بھی اس زمانہ کی ہوشیاری، دوربینی اور بے چینی ــــ یہ سب اس میں موجود تھی۔ اور اسے تم اسکے چہرے اور آنکھوں میں پڑھ سکتے تھے۔ اس صدی کے تمام موضوعات۔ تمام آنسو، اہانتیں اور امیدیں نفرت اور شان کے ملے جلے اثرات اس کے چہرے اور صورت شکل سے ظاہر تھے۔ جس سے لڑکیوں جیسی شرم اور خود اعتمادی اور تمکنت عیاں تھی۔ وہ اس دور کی جیتی جاگتی تصویر تھی۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ یہ نوشتۂ قسمت ہے۔ ایک ایسی چیز جو قدرت نے اسے ودیعت کی تھی۔ ایک ایسی چیز جو اس کا پیدائشی حق تھی۔"

"تم اس کا تذکرہ کتنی خوبصورتی سے کرتے ہو۔ میں نے بھی اس زمانہ میں اسے دیکھا تھا۔ ویسا ہی جیسا کہ تم نے بتایا ہے۔ اسکول میں پڑھنے والی لڑکی۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ ایک غیر بچکانہ ڈرامہ کی خفیہ ہیروئن۔ دیوار پر اس کا جو عکس پڑتا تھا وہ بے چارگی لیکن چوکنے پن کے ساتھ خود حفاظتی کا عکس تھا۔ میں نے اسے ایسے ہی دیکھا اور وہ مجھے اب تک اسی طرح یاد ہے۔ تم نے اس کا تذکرہ نہایت موزوں طریقہ پر کیا ہے۔"

"تم نے دیکھا اور یاد رکھا؟ اور تم نے کیا کیا؟"

"یہ ایک بالکل علیحدہ کہانی ہے۔"

"اچھا خیر، تو تم نے دیکھا۔ یہ پوری انیسویں صدی۔ پیرس میں اس کے انقلابات۔ نسل در نسل روسیوں کی جلاوطنی کا سلسلہ جو ہرزن سے شروع ہوا تھا۔ ناردوں کے قتل۔ جن میں سے کچھ کے محض منصوبے ہی بنائے گئے تھے اور کچھ پر عمل درآمد بھی کیا گیا تھا۔ دنیا کے مزدوروں کی ساری تحریک۔ یورپ کی پارلیمانوں اور یونیورسٹیوں میں مارکسزم کی تحریک۔ یہ سارا جدید تصوراتی نظام اپنی تمام ترجدت کے ساتھ۔ اس کا اس قدر تیزی سے اختتام پذیر ہونا۔ اس کا طنز اور اس کا بے رحمانہ علاج جو ہمدردی کے بھیس میں کیا جاتا ہے۔ لینن، ان سب چیزوں کا مظہر تھا جو پرانے نظام پر اس طرح ٹوٹ پڑا جیسے وہ انسانی شکل میں نمودار ہو کر اسے اس کے گناہوں کی سزا دینے آیا ہو اور اس کے ساتھ ہی ساتھ دنیا کی نظروں کے سامنے روس کا عظیم ہیولہ شعلوں کی مانند چمکا، جیسے اور

نجات کی روشنی ہو جو بنی نوع انسان کو تمام بدنصیبیوں اور مصیبتوں سے چھٹکارا دلانے آئی ہو لیکن آخر میں تمہیں یہ سب کچھ کیوں بتا رہا ہوں؟ تمہارے نزدیک تو یہ سب کچھ محض ایک مجیرے کی آواز ہوگی۔ سنہرے الفاظ۔

اس لڑکی کی خاطر میں نے تعلیم حاصل کی۔ استاد بن گیا اور یوریاتن چلا گیا۔ جس سے میں اس وقت واقف نہیں تھا۔ اسکی خاطر میں نے ڈھیروں کتابیں پڑھ ڈالیں اور بہت زیادہ علم حاصل کیا تاکہ ضرورت پڑنے پر اس کی مدد کر سکوں۔ شادی کے تین سال بعد اس لڑکی کو واپس جیتنے کے لئے میں لڑائی پر چلا گیا۔ اور جنگ ختم ہونے پر میں قید سے واپس آیا۔ مجھے مُردوں کی فہرست میں شامل کر دیا گیا تھا۔ اس سے میں نے فائدہ اٹھایا اور ایک نیا فرضی نام اختیار کر کے انقلاب میں شریک ہو گیا تاکہ ان تمام مصیبتوں کی تلافی کر سکوں جو اسے برداشت کرنی پڑی تھیں۔ تاکہ اس کے ذہن سے وہ تمام یادیں دھو ڈالوں تاکہ پھر ماضی میں واپس جانے کا امکان باقی نہ رہے تاکہ تیور سکایا یمسکایا قسم کی سڑکیں باقی نہ رہیں۔ اس تمام عرصہ میں وہ میری بیوی اور لڑکی میرے قریب ہی تھیں۔ وہ دونوں یہاں موجود تھیں! مجھے ان سے آ کر ملنے اور انہیں دیکھنے کی خواہش کو دبانے کے لئے کس قدر صبر سے کام لینا پڑا لیکن پہلے میں اپنا زندگی کا کام ختم کر لینا چاہتا تھا۔ اوہ، اب انھیں صرف ایک نظر دیکھنے کی بھی بڑی سے بڑی قیمت دینے کو تیار ہوں۔ جب وہ گھر میں آتی تھی تو ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے دریچہ کھل گیا ہو اور کمرہ ہوا اور روشنی سے معمور ہو گیا ہو۔"

"میں جانتا ہوں کہ تم اس سے کس قدر محبت کرتے تھے۔ لیکن مجھے معاف کرنا۔ کیا تمہیں اس کا بھی کوئی اندازہ ہے کہ اسے تم سے کتنی محبت تھی؟"

"معاف کرنا۔ تم نے کیا کہا؟"

"میں نے تم سے پوچھا ہے۔ کیا تمہیں اس کا بھی کوئی اندازہ ہے کہ اسے تم سے کتنی محبت تھی۔ دنیا میں ہر شخص سے زیادہ؟"

"تم یہ کیوں کہہ رہے ہو؟"

"کیوں کہ اس نے یہ بات خود مجھ سے کہی تھی۔"

"اس نے یہ بات کہی تھی؟ تم سے؟"

"ہاں"

"معاف کرنا، میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات دریافت کرنا مناسب نہیں ہے۔ لیکن اگر یہ بات انتہائی نا سمجھی کی نہیں ہے اور اگر تم بتا سکتے ہو۔ تو کیا تم وہی الفاظ میرے سامنے دہراؤ گے جو اس نے تم سے کہے تھے؟"

"خوشی سے۔ اس نے کہا تھا کہ تم ان چیزوں کا مظہر ہو جو کہ انسان کو ہونا چاہیئے۔ ایک ایسا انسان جس کی برابری کر سکنے والا کوئی دوسرا شخص اسے کبھی نہیں ملا۔ یہ کہ تم اپنی راست بازی میں منفرد تھے۔ اور یہ کہ اگر وہ اس مکان تک واپس جا سکتی جہاں وہ تمہارے ساتھ رہا کرتی تھی تو وہ دنیا کے دوسرے سرے سے گھٹنوں کے بل گھسٹتی ہوئی وہاں جانے کو تیار تھی۔"

"معاف کرنا۔ لیکن اگر تم اس کا مطلب یہ نہ سمجھو کہ میں کسی انتہائی نجی معاملہ میں دخل دے رہا ہوں تو کیا تم یہ بتا سکتے ہو کہ اس نے یہ الفاظ کس موقعہ پہ کہے تھے؟"

"وہ اس کمرے کو صاف کر رہی تھی اور قالین جھاڑنے کے لئے باہر گئی تھی۔"

"معاف کرنا کونسا قالین؟ یہاں دو قالین ہیں۔"

"وہ بڑا والا۔"

"یہ تو اس کے لئے بہت زیادہ بھاری ہو گا۔ کیا تم نے اس کا ہاتھ بٹایا تھا؟"

"ہاں۔"

"تم دونوں نے اس کا ایک ایک سرا تھام رکھا تھا اور وہ اپنے دونوں بازو اوپر اٹھا کر پیچھے کو جھک گئی تھی۔ جیسے جھولا جھولتے وقت ہوتا ہے اور اڑنے والے گرد و غبار سے بچنے کے لئے اپنا منہ دوسری طرف پھیر کر اور اپنی آنکھیں ملتے ہوئے قہقہہ لگایا تھا؟ کیا یہ واقعہ اسی طرح پیش نہیں آیا میں اس کی تمام عادتوں سے کتنی اچھی طرح واقف ہوں! اور پھر تم دونوں نے مل کر بھاری قالین کو تہہ کیا، پہلے دوہرا، پھر چوہرا۔ اور اس نے دل لگی کی باتیں کیں اور منہ بنائے۔ کیا اس نے نہیں کیا؟ کیا اس نے ایسا نہیں کیا؟"

وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور دو مختلف کھڑکیوں کے نزدیک گئے اور مختلف سمتوں میں دیکھنے لگے۔ کچھ دیر بعد استر بلیگوف یری آندریئے وچ کے پاس آیا۔ اس کے دونوں ہاتھ تھام لئے اور انہیں اپنے سینہ سے لگا لیا اور پھر اسی طرح جلد جلد کہنے لگا۔

"مجھے معاف کر دو۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں ایسی باتوں کا ذکر کر رہا ہوں جنھیں تم عزیز اور مقدس سمجھتے ہو۔ لیکن اگر تم مجھے اجازت دو تو میں تم سے کچھ اور سوالات کروں گا۔ مہربانی کر کے جاؤ مت۔ مجھے اکیلا مت چھوڑو۔ میں خود بھی جلد ہی چلا جاؤں گا۔ ذرا سوچو تو ـــــ جدائی کے چھ سال۔ ناقابل یقین نفس کشی کے چھ سال۔ لیکن میں برابر یہ سوچتا رہا کہ ابھی آزادی پورے طور پر نہیں جیتی گئی ہے۔ میں نے سوچا کہ جب میں آزادی جیت لوں گا تو میرے ہاتھ کھل جائیں گے اور میں اپنے گھر والوں کا ہو کر رہ سکوں گا۔ لیکن میرے تمام اندازے غلط نکلے۔ وہ لوگ کل مجھے گرفتار کر لیں گے۔ تم اسکے قریب ہو اور اسے عزیز بھی ہو۔ شاید تم کبھی نہ کبھی اس سے ملو اور ..... لیکن میں یہ کیا کہہ رہا ہوں! میں پاگل ہو گیا ہوں ـــ وہ مجھے گرفتار کریں گے اور مجھے اپنے دفاع میں ایک لفظ بھی نہیں کہنے دیں گے۔ وہ سب تنے کھینچے ہوئے مجھے پکڑنے کو آئیں گے اور مجھے بے دست و پا کر دیں گے۔ کیا میں یہ نہیں جانتا کہ یہ سب کچھ کس طرح ہوا کرتا ہے؟"

(۱۸)

آخر کار یوری آندریے وچ بہت اطمینان سے سو گیا۔ کئی راتوں کے بعد پہلی مرتبہ وہ لیٹتے ہی فوراً سو گیا۔ استریلنیکوف نے بھی رات وہیں گذاری۔ ڈاکٹر نے اسے دوسرے کمرے میں ٹھیرا دیا۔ چند مرتبہ جب ڈاکٹر کی آنکھ کھلی، اس نے کروٹ لی، یا کمبل اوپر تک کھینچ کر اوڑھا تو اسے سونے سے حاصل ہونے والی فرحت کا احساس ہوا اور وہ پھر خوش خوش سو گیا۔ صبح ہوتے ہوتے اس نے کئی چھوٹے چھوٹے خواب اپنے بچپن کے متعلق دیکھے، اتنے مفصل اور منطقی قسم کے کہ وہ انھیں حقیقت ہی سمجھا

مثال کے طور پر اس نے خواب میں دیکھا کہ اسکی ماں کی رنگوں سے بنی ہوئی تصویر کی اطالوی اوپیرا میں کسی جگہ نمائش ہو رہی تھی اور تصویر اچانک دیوار پر سے گر پڑی اور شیشہ ٹوٹنے کی آواز سے اسکی آنکھ کھل گئی۔ "نہیں یہ بات نہیں ہو سکتی،" اس نے سوچا۔ "یہ انیتی پوف ہی، لارا کا شوہر ـــ استریلنیکوف، جو تساریں بھیڑیوں کو ڈرا رہا ہے جیسا کہ باکوس کہے گا۔" "مگر نہیں" "کیا حماقت ہے! یہ تصویر ہی تھی۔ وہ وہاں فرش پر ٹوٹی ہوئی پڑی تھی۔ اس نے خواب دوبارہ دیکھتے ہوئے اپنے آپ کو یقین دلایا۔

وہ دیر سے سو کر اٹھا۔ زیادہ دیر تک سونے سے اس کے سر میں درد ہو رہا تھا۔ کچھ دیر تک وہ یہ

نہیں سمجھ سکا کہ وہ کون تھا یا کہاں تھا۔؟

پھر اسے یاد آگیا۔ "استریلینیکوف یہاں موجود ہے۔ دیر ہو گئی۔ مجھے کپڑے تبدیل کر لینے چاہئیں وہ اب تک یقیناً اٹھ گیا ہو گا۔ اگر نہیں اٹھا تو میں اسے اٹھا دوں گا۔ اور تھوڑی سی کافی بناؤں گا اور ہم دونوں ساتھ بیٹھ کر پئیں گے۔"

"پاول پاولووچ!" اس نے آواز دی۔

کوئی جواب نہیں ملا۔ "وہ ابھی تک سو رہا ہے۔ بہت غافل سوتا ہے۔" اس نے کسی عجلت کے بغیر کپڑے تبدیل کئے اور دوسرے کمرے میں گیا۔ استریلینیکوف کا سموری کوٹ میز پر رکھا ہوا تھا۔ لیکن اس کا مکان میں کہیں پتہ نہیں تھا۔ "ضرور ٹہلنے کے لئے گیا ہو گا۔ اور اپنا ہیٹ لئے بغیر شاید پنی صحت ٹھیک کر رہا ہے۔ مجھے واری کینو سے چلا جانا چاہیئے۔ لیکن اب کافی دیر ہو چکی ہے۔ میں پھر دیر تک سوتا رہا۔ ہر روز یہی ہوتا ہے۔"

اس نے باورچی خانہ کی انگیٹھی سلگائی، ایک بالٹی اٹھائی۔ اور کنوئیں کی طرف چل دیا۔ دروازہ سے چند گز کے فاصلے پر استریلینیکوف راستہ میں پڑا ہوا تھا۔ اس کا سر برف میں دبا ہوا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو گولی ماری تھی۔ اس کی بائیں کنپٹی کے قریب جہاں سے خون بہا تھا تمام برف سرخ ہو گئی تھی۔ بلتے ہوئے خون کے جو قطرے برف میں مل گئے تھے۔ وہ سرخ موتیوں کی طرح دکھائی دے رہے تھے جو برفانی درخت کی بیریوں کی مانند تھے۔

## پندرھواں باب

# دمِ واپسیں

اب صرف ژواگو کی زندگی کے آخری آٹھ دس سال کے واقعات بتانے رہ گئے ہیں۔ اس عرصہ میں اس نے زیادہ تر مزدوری کی اور ڈاکٹر اور مصنف کی حیثیت سے اس عرصہ میں وہ برابر پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ اس کے لئے زندگی میں کوئی دلچسپی باقی نہیں رہ گئی تھی کبھی کبھار تھوڑے عرصے کے لئے وہ ڈاکٹر اور مصنف کی حیثیت سے کام کرتا اور پھر گوشہ گمنامی میں جا بیٹھتا۔ اسی دور میں اس کا عارضہ قلب جس کی اس نے خود ہی ایک عرصہ قبل تشخیص کی تھی سنگین صورت اختیار کر چکا تھا۔ وہ انقلاب روس کے بدترین دور میں واپس ماسکو آگیا لیکن یہاں وہ اتنا نحیف و نزار اور خستہ حالت میں پہنچا کہ فاریسٹ کی فوج سے فرار ہونے کے بعد یوریاتن پہنچنے پر بھی اس کی حالت اتنی خراب نہیں تھی۔ ماسکو کے سفر کے دوران اس نے روٹی کھانے کے لئے اپنے تھوڑے بہت قیمتی کپڑے بیچ دیئے تھے اور ان کی بجائے اب وہ پھٹے پرانے اور خستہ کپڑے پہنے ہوئے پھر رہا تھا۔ اس نے اپنا دوسرا سمور کا کوٹ۔ اور سوٹ ٹھکانے لگا دیا اور ماسکو کے بازاروں میں بھیڑ کی کھال کی ٹوپی۔ پٹی کے کوٹ پتلون اور سپاہیوں جیسا بغیر بٹنوں والا گھسا گھسایا اوور کوٹ پہنے پھر رہا تھا۔ شہر کے بازاروں۔ سڑکوں اور اسٹیشن پر سرخ فوج کے جو ہزاروں سپاہی پھر رہے تھے ان میں ژواگو اپنے اس لباس کی خصوصیت کی بنا پر سب سے الگ اور فوراً پہچانا جا سکتا تھا۔

لیکن وہ اکیلا ماسکو نہیں آیا تھا۔ وہ جہاں کہیں جاتا اس کے ساتھ ایک خوبصورت کسان

لڑکا بھی تھا اور اس نے بھی فوجیوں کی پرانی پھٹی ہوئی وردی پہن رکھی تھی۔ دونوں انہی چیتھڑوں میں اپنے بچے کھچے دوستوں سے ملنے گئے۔ وہ ان مکانوں کے ڈرائنگ روم میں بھی گئے جہاں یوریک نے اپنا بچپن گزارا تھا جہاں کے لوگوں کو وہ اب تک یاد تھا اور ان لوگوں نے یوری کا اس کے دوست سمیت خیر مقدم کیا لیکن اچھی طرح یہ تحقیقات کرنے کے بعد کہ وہ غسل کر چکے ہیں۔ کیونکہ ابھی تک ٹائفس پھیلا ہوا تھا اور انہی لوگوں نے اسے بتایا کہ یوریک کے خاندان کو کن حالات میں ماسکو چھوڑ کر جانا پڑا۔ یوری اور یہ لڑکا دونوں ہی بہت شرمیلے تھے لہٰذا دونوں ہر جگہ ساتھ جاتے تاکہ کہیں الگ الگ جانے پر لوگ ان کو زیادہ سوالات اور باز پرس نہ کریں۔ عام طور پر جب کبھی یہ دونوں دبلے پتلے اور لمبے آدمی یوریک کے کسی دوست کے ہاں پارٹی میں جاتے تو ایک کونے میں دبک کر بیٹھ جاتے۔ اور وہاں بیٹھے بیٹھے دونوں پوری شام خاموشی کے ساتھ گزار دیتے۔ لباس کے چیتھڑے لٹکے ہوئے اور دیہاتی لڑکے کے ساتھ طویل قامت اور اچھے ڈیل ڈول کا ڈاکٹر بھی ایسا دیہاتی معلوم ہوتا تھا جو "تلاش حق" میں گھر سے نکل کھڑا ہوا ہو اور اس کا ساتھی لڑکا اس کا تابعدار مرید یا مریض۔ لیکن اس کا یہ ساتھی تھا کون؟

(۴)

یوریک نے اپنے سفر کا آخری حصہ ٹرین میں طے کیا مگر اس سے پہلے اس نے زیادہ تر مسافت پیدل ہی طے کی تھی۔ راستے میں جو دیہات پڑے وہ یورال اور سائبیریا کے دیہات سے کچھ زیادہ مختلف نہیں تھے۔ جبکہ ہنگامی فوج وہاں سے واپس چلی گئی تھی فرق یہ تھا کہ اس وقت سردی کا موسم تھا اور اب یہاں موسم گرما کے آخر میں جبکہ خزاں کا خشک موسم آرہا تھا حالات ذرا بہتر تھے۔ آدھے گاؤں بالکل خالی پڑے تھے۔ دشمن کے حملے کے بعد لوگ ہرے بھرے کھیت چھوڑ کر فصلیں کاٹے بغیر وہاں سے جان بچا کر بھاگ گئے تھے۔ یہ تھا اثر جنگ کا ـــ خانہ جنگی کا۔ آخر ستمبر میں تین دن تک وہ ایک دریا کے ڈھلواں کنارے کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ دریا اس کے دائیں جانب تھا اور بائیں جانب دور سڑک کے پار افق تک پھیلے ہوئے کھیت تھے جن کی فصلیں کاٹی نہیں گئی تھیں کہیں کہیں جنگل بھی دکھائی دیتا جس میں زیادہ تر بڑ اور زرد پتیوں کے درخت ہوتے۔ جنگل کے یہ ٹکڑے دریا کے کنارے تنگ رقبہ میں شروع ہو کر سڑک کے پار کی طرف پھیلتے ہوئے ذرا کم گنجان ہوتے چلے جاتے۔ لوگ جن کھیتوں کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے وہاں اناج ہر طرف پھیلا ہوا پڑا تھا۔ جو خود ہی پودوں میں سے جھڑنے لگا تھا۔ یوری کو جب کھانے کے لئے کچھ اور نہ ملتا تو وہ انہیں سے مٹھی بھر اناج اٹھا لیتا اور

اگر ابلنے کا کوئی انتظام نہ ہوتا تو وہ اس کچے اناج کو ہی منہ میں ٹھونس لیتا اور دانتوں سے چکی کا کام لے کر اپنا پیٹ بھر لیتا۔ لیکن اس کچے اناج اور چارہ کو ہضم کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا تاہم وہ بمشکل تمام اسے ہضم کر ہی لیتا تھا۔

اس نے اپنی زندگی میں پہلے کبھی گھٹیا قسم کے گیہوں کا اس قدر منحوس گہرا زنگ آلود اور بھدا رنگ نہیں دیکھا تھا جو میلے سنہری رنگ سے ملتا جلتا تھا۔ عام طور سے اگر اسکی فصل کو وقت پر کاٹ لیا جائے تو اس وقت اس کا رنگ خاصا ہلکا ہوتا ہے شعلے کے رنگ کے یہ کھیت جو آگ کے بغیر ہی دھک رہے تھے۔ یہ کھیت جو زبان حال سے اپنی داستانِ غم بیان کر رہے تھے۔ ان کے کنارے پر خنک و خاموش آسمان جھکا ہوا تھا جس کا چہرہ پہلے ہی سراسیمہ تھا۔ اور جس پر سیاہ داغوں والے سفید برف آلود بادلوں کی مسلسل نقل و حرکت کے سائے رقص کر رہے تھے۔ ہر چیز آہستہ مگر مسلسل اور نپی تُلی حرکت میں تھی۔ دریا بہہ رہا تھا۔ سڑک اس سے ملنے جا رہی تھی اور سڑک پر یوری اس سمت میں جا رہا تھا جس طرف بادل جا رہے تھے۔ گیہوں کے کھیت بھی بے جان نہیں تھے۔ ان کھیتوں میں بھی کبھی کبھار ہلچل سی ہوتی۔ کوئی ایسی بات ہوتی جس سے یہ کھیت ایک سرے سے دوسرے سرے تک لہلہا اٹھتے۔ اور یوری کو یہ منظر دیکھ کر تسلی ہونے لگتی۔

اس سے پہلے چوہوں کی وبا کبھی اتنے وسیع پیمانہ پر نہیں پھیلی تھی۔ چوہوں کی پیداوار ناقابلِ یقین حد تک پہنچ گئی تھی۔ اس سے پہلے کبھی چوہوں کی اتنی کثرت دیکھنے میں نہیں آئی تھی جب کبھی اندھیری رات میں یوری کو مجبوراً کہیں کھلے میں ہی سونا پڑتا تو یہ چوہے یوری کے چہرے پر پھرتے۔ اس کی جیبوں اس کی پتلون غرضیکہ پورے جسم پر گھومتے پھرتے۔ دن کے وقت چوہے آزادانہ سڑک پر دوڑ کے مقابلے کرتے ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں۔ لوگوں کے پاؤں تلے آ کر کچلے جاتے۔

لمبے بالوں والے دیہاتی دوغلے کتّے کافی فاصلہ پر رہ کر اس کا تعاقب کر رہے تھے۔ اور اسے اس طرح دیکھ رہے تھے جیسے اس پر جھپٹ پڑنے کے لئے مناسب موقعے کے انتظار میں ہوں۔ تاکہ اسے پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر سکیں۔ یہ کتے مُردار گوشت کھانے کے عادی تھے اور چوہوں کو بھی کچھ ایسا ناپسند نہیں کرتے تھے۔ یہ کتّے یوری کو بغور دیکھتے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے جیسے کسی چیز کے منتظر ہوں۔ نہ جانے کیا بات تھی کتے کبھی بھی گھنے جنگل میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ جونہی جنگل

آمادہ دُم دبا کر بھاگ جاتے۔ ان دنوں گھنے جنگل اور کھیت ایک دوسرے کا بالکل اُلٹ بنے ہوئے تھے۔ کھیت اجاڑ پڑے تھے۔ جیسے انسان کی غیر موجودگی ان کے لئے بد دعا ثابت ہوئی ہو۔ اس کے برعکس جنگل انسان سے نجات حاصل کر کے خوب پھل پھول رہے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انھیں انسانی جنگل سے آزادی مل گئی ہو۔ عام طور سے بیروں کو پکنے کا بھی موقع نہیں دیا جاتا کیونکہ لوگ اور خاص طور سے دیہات کے بچے بیروں کی پوری ٹہنیاں توڑ کر لے جاتے تھے۔ لیکن اب موسم خزاں میں بھی درختوں کے چھدرے پتوں کے درمیان بیروں کے گچھے کے گچھے لٹک رہے تھے جو بالکل پکے ہوئے اور ٹہنیوں سے گرنے ہی والے تھے۔ یوری نے راہ چلتے جب جی میں آیا بیر توڑ کر اپنی جیبوں میں بھر لئے اور چھلکے کے تھیلے میں بھی جتنے بیر آئے بھر دیئے۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ کھیتوں کو شدید بخار میں مبتلا دیکھ رہا ہے اور جنگل آرام کر رہے ہیں جیسے خود جنگل میں رہتا ہو اور کھیتوں میں شیطان

(۳)

اپنے سفر کے اس مرحلہ پر یوری ایک اُجاڑ اور جلے ہوئے گاؤں میں پہنچا۔ دریا کے سامنے سڑک کی جانب تمام مکانات ایک قطار میں بنے ہوئے تھے۔ دریا کے ڈھلواں کنارے اور مکانوں کی اس قطار کے درمیان کا حصہ خالی پڑا تھا۔ ایک طرف جلے ہوئے مکانوں کا سیاہ ڈھانچہ کھڑا تھا مگر یہ بھی خالی تھے۔ دوسرے مکان ملبے اور جلے ہوئے سامان کا ڈھیر اور راکھ بنے ہوئے تھے صرف کہیں کہیں کسی مکان کی چمنی دکھائی دے رہی تھی۔ دریا کے سامنے ٹیلوں میں جگہ جگہ گڑھے پڑے ہوئے تھے جہاں سے گاؤں کے لوگ پتھر نکال کر چکیوں کے پاٹ بنا کر اور انھیں بیچ کر تھوڑی بہت روزی کما لیتے تھے۔ مکانوں کی قطار کے آخری گھر کے سامنے تین بڑے بڑے پتھر رکھے تھے جن کو کاٹ کر ابھی ان کی صحیح شکل و صورت نہیں دی گئی تھی۔ دوسروں کی طرح یہ مکان بھی خالی پڑا تھا۔ یوری اندر گیا۔ شام کا وقت تھا۔ اس کے اندر جاتے ہی ایسا معلوم ہوا جیسے ہوا کا ایک جھکڑ بھی اس کے ساتھ ہی اندر پہنچا۔ فرش پر پڑے ہوئے تنکے اڑنے لگے۔ دیوار پر جو کاغذ اکھڑا ہوا لٹک رہا تھا وہ کھڑکھڑانے لگا اور سارے مکان سے کھڑبڑ کی آوازیں آنے لگیں۔ عام دیہات کی طرح یہاں بھی چوہوں کا زور تھا جنھوں نے یوری کے پہنچتے ہی ہر طرف بھاگنا شروع کر دیا اور اچھا خاصا ادھم مچا دیا۔ وہ باہر آ گیا۔ سورج گاؤں کے ایک کنارے پر ڈوبتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی سنہری روشنی سامنے چٹانوں اور جھاڑیوں پر پڑ رہی تھی

اور ان کے سامنے ندی کے بہتے ہوئے پانی پر۔ تیوری سڑک پار کر کے چکی کے ایک پاٹ پر بیٹھ گیا جو وہاں گھاس پر رکھا ہوا تھا۔ اچانک ندی کے کنارے کی طرف سے ایک کھڑے بالوں والا سر ابھرتا ہوا دکھائی دیا اس کے بعد شانے اور پھر بازو۔ کوئی آدمی پانی کی بالٹی ہاتھ میں لئے چٹان کے راستے پر چڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ تیوری کو دیکھتے ہی وہ رک گیا۔ ابھی اس کا دھڑ تک کا حصہ دکھائی دے رہا تھا۔

"کیا تم پانی پیو گے۔ اور ہاں اگر تم نے مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کی تو میں بھی تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

"شکریہ۔ ہاں پانی پیوؤں گا میں۔ لیکن ذرا ادھر تو آؤ۔ ڈرو نہیں۔ میں تمھیں کیوں کچھ کہنے لگا؟"

پانی لانے والا ایک نوعمر لڑکا تھا۔ بیس سال سے بھی کم عمر کا۔ ننگے سر، بال بکھرے ہوئے اور کپڑے پھٹے ہوئے۔ زبانی اطمینان کر لینے کے بعد بھی وہ تیوری کو ٹکٹکی باندھ کر شک و شبہ کی نظر سے دیکھتا رہا۔ نہ جانے کیا وجہ تھی کہ وہ برابر جوش میں آ رہا تھا۔ آخر کار اس نے پانی کی بالٹی رکھ دی اور تیوری کی طرف بھاگا مگر کچھ بڑبڑاتا ہوا آدھے راستے میں آ کر رک گیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"نہیں نہیں۔ یہ نہیں۔ میں خواب دیکھ رہا ہوں۔ معاف کرنا کامریڈ۔ میں ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے میں تمھیں جانتا ہوں۔ ہاں۔ ہاں۔ واقعی۔ کیا تم وہ ڈاکٹر نہیں ہو؟"

"اور تم کون ہو؟"

"ارے۔ کیا تم مجھ سے واقف نہیں ہو؟"

"نہیں۔"

"ماسکو سے آتے ہوئے ہم ایک ہی گاڑی میں تھے۔ ایک ہی ڈبے میں۔ مجھے زبردستی مزدوری کے لئے بھرتی کر لیا گیا تھا۔ یاد ہے نا؟"

یہ لڑکا واسیا بریکن تھا۔ وہ تیوری کے سامنے زمین پر لیٹ گیا۔ اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ یہ جلے ہوئے مکانوں کے ڈھانچے اس لڑکے واسیا کے گاؤں ورتینکی کے تھے۔ اس کی ماں مر چکی تھی۔ گاؤں کی تباہی کے وقت واسیا پتھر نکالنے کے گڑھوں کی ایک غار میں چھپا ہوا تھا لیکن اس کی ماں یہ سمجھی کہ حملہ آور اسے پکڑ کر شہر لے گئے ہیں۔ لہٰذا اس

نے دل برداشتہ ہو کر دریائے پیلیگا میں کود کر خودکشی کر لی تھی۔ یہ دریا وہی تھا جس کے کنارے چٹانوں پر بیٹھے ہوئے اس وقت وہ باتیں کر رہے تھے اس کی بہنیں عالیہ اور آریہ غالباً کسی دوسرے ضلع کے یتیم خانہ میں تھیں لیکن اسے یقینی طور پر ان کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ وہ یوری کے ساتھ ماسکو چلا گیا اور راستے میں اس نے بہت سے خوفناک واقعات اسے سنائے۔

(۴)

"دیکھو، کھیتوں میں گذشتہ موسم سرما کی کتنی بڑی ضائع ہو رہی ہے۔ ہم نے ابھی اس کی بوائی ختم ہی کی تھی کہ یہاں گڑبڑ شروع ہو گئی۔ یہ سب کچھ چچی پولیا کے جانے کے بعد ہوا۔ چچی پولیا یاد ہے نا تمھیں؟"

"نہیں۔ میں اس عورت سے کبھی واقف نہیں تھا۔ کون ہے یہ؟"

"کیا کہا۔ تم اس سے کبھی واقف نہیں تھے۔ ارے وہ تو ہمارے ساتھ ٹرین میں تھی۔ گوری چٹی تگڑی تازی۔ نگاہوں میں نگاہیں ڈال کر باتیں کیا کرتی تھی۔"

"ارے وہی نا۔ جو مستقل بالوں کی مینڈھیاں گندھی ہوئی رکھتی تھی؟"

"ہاں۔ ہاں۔ وہی۔ جس کے بالوں کی مینڈھیاں گندھی ہوئی تھیں۔"

"یاد ہے۔ ہاں ہاں۔ مجھے یاد ہے۔ لیکن ذرا ٹھہرو۔ میرا خیال ہے اس کے بعد سائبیریا کے کسی گاؤں میں میری اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ ایک بازار میں۔"

"نہیں تو؟ کیا واقعی؟ تمھارا مطلب ہے تمھاری ملاقات چچی پولیا سے ہوئی تھی؟"

"ارے کیا بات ہے؟ تم اس طرح میرے ہاتھوں کو پکڑ کر کیوں جھنجھوڑ رہے ہو؟ کہیں میرے ہاتھ ہی بازو سے نہ نکال دینا۔ ارے یہ لڑکیوں کی طرح شرما کیوں رہے ہو؟"

"مجھے جلدی سے بتاؤ۔ فوراً بتاؤ۔ وہ کیسی ہے؟"

"جب میں ملا تھا اس وقت وہ بالکل ٹھیک تھی۔ اس نے تمھاری اور تمھارے لوگوں کی مجھ سے باتیں کی تھیں۔ شاید اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ تمھارے ہاں ٹھہری تھی۔ میرا خیال ہے غالباً یہی کہا تھا۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ وہ ہمارے ہاں ہی رہتی تھی۔ میری ماں اسے بہن سے بھی

زیادہ عزیز رکھتی تھی۔ وہ بہت خاموش محنتی اور سلائی کی ماہر تھی۔ جب تک وہ ہمارے ہاں رہی گھر میں کسی چیز کی کمی نہیں تھی۔ لیکن لوگوں نے باتیں بنا بنا کر ورتینیکی میں اس کا رہنا دوبھر کر دیا۔ گاؤں میں ردتن خارلام نامی ایک آدمی تھا۔ وہ چچی پوکیا کے پیچھے پڑ گیا۔ بہت بدمعاش اور شریر تھا وہ اور چچی پوکیا اس سے بات تک کرنے کو تیار نہیں تھی۔ اس لئے یہ شخص مجھ سے بھی بہت جلتا تھا۔ لہٰذا اس نے چچی پوکیا اور میرے بارے میں افواہیں پھیلانا شروع کر دیں۔ یہ تھی وہ بات جس سے ساری گڑبڑ شروع ہوئی۔ آخر کار پوکیا چلی گئی کیونکہ وہ اس قسم کی باتیں برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ بس بچھڑ گیا تھا۔ ایک کے بعد دوسری مصیبت ہم پر نازل ہونے لگی۔ یہاں سے قریب ہی قتل کی ایک واردات ہوئی۔ بوتنیکو کے قریب جنگل کے ایک گھر میں ایک بیوہ ماری گئی۔ جنگل کے کنارے وہ ایک فارم پر تن تنہا رہتی تھی۔ وہ الاسٹک کے فیتے والے مردانہ بوٹ پہن کر ادھر ادھر آیا جایا کرتی تھی۔ اس نے ایک خوفناک کتا پال رکھا تھا جس کی زنجیر اتنی بڑی تھی کہ وہ بندھے بندھے ہی سارے مکان کا چکر لگا سکتا تھا۔ اس کتے کو وہ گورلان کہتی تھی۔ یہ بیوہ گھر اور کھیتوں میں سارا کام بغیر کسی کی مدد کے خود ہی کرتی۔ ہاں تو پچھلے سال سردی اچانک وقت سے پہلے ہی شروع ہو گئی۔ اور برف بھی قبل از وقت پڑنے لگی۔ بڑھیا نے ابھی اپنے آلوؤں کو ذخیرہ کا گڑھا بنا کر نہیں دبایا تھا۔ وہ ورتینیکی آئی اور کہا کہ اس کام میں اس کی مدد کی جائے اس نے کہا: "اس کام کے عوض یا تو وہ نقدی دیگی یا آلوؤں کا حصہ۔"

"میں نے کہا کہ یہ کام میں کروں گا۔ لیکن جب میں فارم پر پہنچا تو خارلام کو وہاں پہلے سے ہی موجود پایا۔ وہ مجھ سے پہلے وہاں پہنچ کر کام شروع کر چکا تھا اور بڑھیا نے اس کی مجھے خبر تک پہنچانے کی پرواہ نہیں کی۔ خیر اب میں اس بات پر اس سے جھگڑنا تو چاہتا نہ تھا لہٰذا ہم دونوں نے مل کر کام کیا۔ موسم بے حد خراب تھا۔ ہر طرف بارش۔ برف۔ کیچڑ اور پگھلتی ہوئی برف کا پانی بہہ رہا تھا۔ ہم نے بہت گہری کھدائی کی۔ اور دھوئیں میں آلوؤں کو سکھانے کے لئے بے تحاشا آگ جلائی۔ کام ختم ہونے کے بعد اس نے بحسن و خوبی ہم دونوں کا حساب چکتا کیا اور خارلام وہاں سے چلتا کیا اس کے ساتھ ہی اس نے آنکھ سے مجھے اشارہ کیا کہ میں یا تو وہاں ابھی اور ٹھہروں یا بعد میں پھر لوٹ کر آؤں۔ چنانچہ میں پھر اس کے پاس پہنچا تو اس نے مجھ سے کہا۔ میں اپنا فاضل ذخیرہ حکومت کے حوالہ کرنا نہیں چاہتی جیسا کہ قانوناً مجھے کرنا چاہئے۔ تم بہت اچھے لڑکے ہو۔ مجھے امید ہے تم

غداری نہیں کروگے۔ دیکھو میں تم سے کوئی بات نہیں چھپا رہی۔ میں فاضل آلوؤں کو دبانے کے لئے خود گڑھا کھودوں گی لیکن تم ذرا باہر خیال رکھنا۔ مجھے یہ کام بہت پہلے کر لینا چاہیئے تھا مگر اب بہت دیر ہوگئی۔ سردی کا موسم آن پہنچا۔ اب میں اکیلی یہ کام نہیں کر سکتی۔ اگر کھدائی کے کام میں تم میری مدد کرو تو تمھیں اس پر پچھتانا نہیں پڑے گا:

"تو جناب میں نے ایک بہترین گڑھا کھودا۔ جو نیچے بہت چوڑا اور اوپر سے بہت تنگ تھا بالکل جگ کی طرح۔ ہم نے پھر آگ جلائی اور دھوئیں سے اس گڑھے کو گرم اور خشک کیا۔ یہ کام ہم نے اس وقت کیا جب کہ زبردست طوفان آیا ہوا تھا۔ اسکے بعد ہم نے اس گڑھے کی تہ میں آلو چھپا دیئے اور اوپر مٹی ڈال دی۔ یہ سارا کام بے حد صفائی کے ساتھ کیا گیا۔ میں نے کسی سے اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ اور تو اور اپنی ماں اور بہنوں تک سے کچھ نہیں کہا۔ اللہ میری توبہ۔ اس کے کوئی ایک ہی مہینہ بعد اس فارم کو لوٹ لیا گیا۔ سب کوئی سے آنے والوں کا کہنا تھا کہ دروازہ کھلا پڑا تھا۔ اور لٹیرے سارا مال لے کر چمپت ہو چکے تھے۔ بیوہ کا نشان تک نہیں ملا۔ گورلان بھی اپنی زنجیر تڑا کر کہیں بھاگ گیا تھا۔ اس کے چند روز بعد سال نو سے ذرا قبل پھر برف پگھلنے لگی۔ عید بپتسمہ سے ذرا پہلے بارش ہوئی اور اونچی جگہوں پر جو برف تھی وہ اس میں بہہ گئی۔ زمین صاف دکھائی دینے لگی۔ کتا گورلان کھیتوں پر واپس آیا اور اس نے وہ جگہ دریافت کر لی جہاں آلوؤں کا ذخیرہ چھپایا گیا تھا۔ اس نے اس جگہ سے مٹی اکھاڑنی شروع کر دی اور اتنی گہرائی تک مٹی کھود دی کہ آخر کار ایک سوراخ سے بڑھیا کا پاؤں دکھائی دینے لگا۔ اس نے وہی الاسٹک کے فیتہ والے جوتے پہن رکھے تھے۔ اوہ کتنا بھیانک تھا یہ منظر۔ ورتینیکی میں ہر شخص کو اس بڑھیا کے اس حشر پر سخت افسوس ہوا۔ خارلام پر کسی کو شبہ تک نہیں تھا۔ کوئی اس کا خیال بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اسمیں ایسی حرکت کرنے کی ہمت ہی نہیں تھی۔ اگر کرتا تو وہاں سے کبھی کا بھاگ گیا ہوتا۔ گاؤں میں بڑے کاشتکار اس حادثہ پر بہت خوش تھے۔ انھوں نے سوچا کہ انھیں گڑبڑ پھیلانے کا اچھا موقع مل رہا ہے۔ وہ کہتے: "دیکھا ان شہر والوں نے تمھارے ساتھ کیا سلوک کیا۔ انھوں نے دانستہ یہ حرکت کی ہے۔ تمھیں ڈرانے اور مرعوب کرنے کے لئے تاکہ تم اپنا اناج اور آلوؤں کا ذخیرہ ان سے کبھی چھپانے کی جرأت نہ کر سکو۔ اور تم سمجھتے ہو کہ جنگلوں سے آکر لٹیروں نے اس بڑھیا کو مار ڈالا۔ گدھے ہو گدھے۔ تم سب کے سب

تم تو ان شہر والوں کے اشاروں پر ناچ رہے ہو۔ بیوقوفو! ان کے عزائم بے حد خطرناک ہیں۔ وہ تم سے تمھارا سب کچھ چھین کر تمھیں بھوکا ماریں گے۔ اگر جاننا چاہتے ہو کہ تمھارے بھلے کی کیا بات ہے تو ہماری سُنو ہم تمھیں عقل کی بات بتائیں گے۔ تم نے جو کچھ اپنے خون پسینے سے پیدا کیا ہے۔ کمایا ہے۔ جب وہ تم سے اس کو چھیننے کے لئے آئیں تو انھیں صاف بتا دو کہ اناج کا تو ذکر ہی کیا ہمارے پاس تو گیہوں کا بھوسا تک نہیں ہے یہ لوگ گڑبڑ کریں تو اپنی دو دھاری درانتیاں استعمال کرو۔ پھر دیہاتیوں کی مخالفت کرنے والوں کی خیر نہیں ہوگی۔ لیجئے صاحب یہ باتیں سن کر گاؤں کے بڑے بوڑھوں نے جلسے شروع کر دیئے۔ اور دراصل خارلام تو اسی موقع کی تلاش میں تھا۔ وہ اپنی رپورٹ لے کر فوراً شہر پہنچا اس نے حکّام سے کہا کہ گاؤں کی فضا خانہ جنگی کے لئے ہموار ہو چکی ہے۔ بس صرف ذرا ایک غریب کسانوں کی کمیٹی کی ضرورت ہے۔ مجھے اشارہ کر دو اور میں ان لوگوں کو فوراً ایک دوسرے سے لڑا دوں۔ اس کے بعد وہ غائب ہو گیا اور پھر ہمارے علاقہ میں اسے کسی نے نہیں دیکھا۔"

واسیا نے یہ طویل رام کہانی سناتے ہوئے مزید کہا: "اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ خود بخود ہوا۔ کسی نے مخبری نہیں کی کسی کا کوئی قصور نہیں۔ شہر سے سرخ فوج کو بھیجا گیا اور انھوں نے ایک عدالت قائم کر دی۔ سب سے پہلے وہ میرے پیچھے پڑے کیونکہ خارلام نے انھیں میرے خلاف اکسایا۔ اس نے کہا تھا کہ میں جبری مزدوری سے بھاگا تھا۔ میں مفرور تھا۔ میں نے بڑھیا کو قتل کیا تھا اور یہ کہ گاؤں والوں کو میں نے ہی بغاوت پر ابھارا تھا۔ انھوں نے مجھے حوالات میں بند کر دیا لیکن خوش قسمتی سے میں فرش کا ایک تختہ اکھاڑ کر وہاں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ میں پتھر کی کان کی ایک غار میں جا کر چھپ گیا میرے سامنے سارے گاؤں کو آگ لگا دی گئی۔ میں نے پھر کبھی اس گاؤں کو نہیں دیکھا۔ اور میری ماں نے ایک برفانی گڑھے میں گر کر خودکشی کر لی مگر مجھے اس کی خبر تک نہیں ہوئی۔ یہ سب خود بخود ہوا۔ گاؤں والوں نے خود ہی سرخ فوج کے سپاہیوں کو گھر بلا کر شراب پلائی اور وہ سب بری طرح مدہوش ہو گئے رات کو اتفاق سے اس مکان کو آگ لگ گئی جو پھیل کر دوسرے مکانوں تک پہنچ گئی۔ گاؤں والوں نے جب آگ لگی دیکھی تو وہ اپنے گھر بار چھوڑ کر بھاگ گئے۔ لیکن شہر والے ——— ذرا یہ خیال ہے کہ انھیں کسی نے آگ نہیں لگائی تھی۔ ظاہر ہے جل کر مر گئے۔ ہمارے گاؤں والوں سے کسی نے نہیں کہا تھا کہ وہ اپنے گھروں سے بھاگ جائیں یا اپنے جلتے ہوئے مکانوں سے دور ہی رہیں۔ مگر انھیں

ڈر تھا کہ کہیں کچھ اور نہ ہو جائے۔ چھوٹے زمینداروں نے یہ افواہ پھیلا دی کہ ہر دسویں آدمی کو گولی مار دی جائے گی جب میں غار سے باہر آیا تو سب جا چکے تھے۔ مجھے تو ایک بھی متنفس دکھائی نہیں دیا۔ نہ جانے کہاں مارے مارے پھر رہے تھے۔

(۵)

ڈاکٹر اور واسیا ۱۹۲۲ء کے موسم بہار میں ماسکو پہنچے جبکہ روسی انقلاب کا بدترین اور انتہائی غیر یقینی دور شروع ہوا تھا۔ موسم بہت اچھا اور خاصا گرم تھا۔ سورج کی شعاعیں "نجات دہندہ کے چرچ" کے سنہری گنبد سے ٹکراتی ہوئیں نیچے چوک پر بکھری ہوئی تھیں جہاں راستہ چلنے کی پٹریوں پر پتھروں کے درمیان دراڑوں میں گھاس اُگی ہوئی تھی۔ نجی کاروبار سے پابندی اٹھالی گئی تھی۔ اور بعض تنگ حدود میں تجارت کی بھی اجازت تھی۔ اس بے حیثیت مارکیٹ میں چھتریوں اور ہڈیوں کے سوداگر اپنی ہمت و حیثیت کے مطابق معمولی سودے کیا کرتے تھے۔ اور ان لوگوں کی کم مائیگی اور بے بضاعتی کے باعث اس کاروبار میں بھی سٹہ اور دوسری برائیاں شروع ہو گئیں۔ ان سودوں سے کوئی نئی دولت اور اثاثہ جمع نہیں ہوا اور ان لوگوں نے شہر کا گھناؤنا پن ختم کرنے کے لیے بھی کوئی کام نہیں کیا۔ البتہ درجنوں بار پہلے فروخت ہونے والی اشیاء کو پھر خرید کر فروخت کر کے جن سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ خوب معاملت نمٹی گئی۔

کئی اچھی خاصی نجی لائبریریوں کے مالکوں نے اپنی کتابوں کو الماریوں سے نکال کر ایک جگہ جمع کر لیا۔ اور ٹاؤن سوویت کو اپنی اس خواہش سے مطلع کر دیا کہ وہ امداد باہمی کے اصول پر کتب فروشی کی دوکان کھولنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے جگہ کیلئے درخواست دی اور انھیں کوئی جوتوں کی دکان یا پھولوں کی دکان مل گئی جو کہ انقلاب کے ابتدائی ایام سے خالی اور بند پڑی تھی۔ چنانچہ یہاں بیٹھ کر ان لوگوں نے کتابوں کے اپنے الٹے سیدھے سارے مجموعے بیچ ڈالے۔ اس سے پہلے جب اس سے بھی زیادہ بدحالی کا دور آیا تھا تو پروفیسروں کی بیویاں سفید بند تیار کر کے قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے خفیہ طور پر انھیں فروخت کیا کرتی تھیں۔ اب سائیکل کی مرمت کی دکان پر یا کسی دوسری دکان پر جو سرکاری قبضہ میں ہونے کے باعث برسوں کی خالی پڑی تھی یہ عورتیں کھلم کھلا بند بیچ رہی تھیں۔ یہ عورتیں بھی بدل گئی تھیں۔ اب انھوں نے انقلاب کو تسلیم کر کے اس کے خلاف گالی گلوچ کا سلسلہ بند کر دیا تھا۔

ماسکو پہنچ کر یوری نے واسیا سے کہا: "تمھیں یہاں کچھ نہ کچھ کام ضرور کرنا پڑے گا۔"

"میں چاہتا ہوں کہ تعلیم حاصل کروں۔"

"یہ تو ظاہر ہی ہے۔"

"ایک کام میں اور کرنا چاہتا ہوں۔ میں اپنے حافظہ اور تصور سے کام لے کر اپنی ماں کی تصویر بنانا چاہتا ہوں۔"

"یہ ارادہ بھی اچھا ہے۔ لیکن اس کام کیلئے تمھیں تصویریں بنانے کا فن سیکھنا پڑے گا۔ کیا تم نے پہلے کبھی کوشش کی ہے؟"

"میں جب اپنے چچا کی شاگردی میں تھا تو آنکھ بچا کر کوئلے سے تصویریں بنایا کرتا تھا۔"

"ہوں! ٹھیک ہے۔ دیکھو۔ ہم کوشش کرتے ہیں۔"

اس کے بعد واسیا نے تصویر کشی میں کچھ زیادہ قابلیت یا مہارت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ تاہم اسے انڈسٹریل ڈیزائن کے اسکول میں داخلہ لینے کا بہت شوق تھا۔ یوری آندرے ویچ نے اپنے دوستوں کی مدد سے واسیا کو اسٹروگانوف انسٹی ٹیوٹ میں داخل کرا دیا جہاں اس نے پہلے تو عام مضامین کا کورس لیا اور پھر چھپائی۔ جلدسازی اور کتابوں کے ڈیزائن تیار کرنے کی تربیت حاصل کی۔ اب ڈاکٹر اور واسیا مل کر کام کرنے لگے۔ ڈاکٹر مختلف موضوعات پر پمفلٹ اور کتابچے لکھتا اور واسیا انھیں ترتیب دیکر انسٹی ٹیوٹ میں اپنی ٹریننگ کے طور پر ان کے چھوٹے چھوٹے ایڈیشن چھاپ دیتا۔ پھر یہ کتابچے پرانی کتابوں کی دکانوں پر تقسیم کئے جاتے۔ یہ دکانیں ان کے بعض دوستوں نے حال ہی میں کھولی تھیں۔ ان رسالوں میں یوری آندرے ویچ کے فلسفہ۔ طب پر اس کے نظریات۔ صحت و بیماری کے متعلق اس کے خیالات۔ نظریہ ارتقا پر اس کی نکتہ چینی۔ نظریہ انفرادیت کے متعلق اس کی منطق اس حیثیت سے کہ وہ جسم نامی کی حیاتیاتی بنیاد ہو۔ اور مذہب و تاریخ پر اس کے اظہار خیال (جو کہ اس کے چچا اور سیما کے خیالات سے بہت ملتے جلتے تھے) کے علاوہ اس کی نظمیں، مختصر کہانیاں اور پگاشیف کے دیہی علاقہ کے اسکیچ بھی تھے جہاں وہ حال ہی میں ہو کر آیا تھا۔

یہ رسالے یا کتابچے آسان مکالماتی انداز میں لکھے گئے تھے مگر نام پیدا کرنے یا مقبولیت حاصل کرنے کا ذریعہ ہرگز نہیں بن سکتے تھے کیونکہ ان میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا تھا وہ بہت متنازعہ اور مفروضہ تھے۔ اور ان کو ابھی تک آزمایا نہیں گیا تھا۔ حالانکہ یہ خیالات بہت قوی اور حقیقی

تھے۔ علمی جواہر پاروں کے قدر دان ان کتابچوں کو بڑے شوق سے خرید کر لے جاتے۔ اس دور میں ہر چیز ایک خصوصیت بن کر رہ گئی تھی۔ انہیں نثر کو نظم میں تبدیل کرنا اور ترجمے بھی شامل تھے۔ ہر ممکن مضمون کی بھتیوریاں لکھی گئیں۔ دنا ئیں، مائیں ہر طرف نئے سے نئے انسٹی ٹیوٹ قائم ہوئیں۔ ہر قسم کے ایوانِ تفکر اور فنکاروں کے ادارے نظر آنے لگے۔ یوری آندرے وچ اس قسم کے علمی ثقافتی اداروں میں سے تقریباً نصف کا طبی مشیر بن گیا۔

ایک عرصہ تک وہ اسیا اور اس کے تعلقات دوستانہ تھے اور وہ ایک ہی جگہ رہے۔ اس عرصہ میں وہ ایک ٹوٹے پھوٹے مکان سے دوسرے خستہ حال مکان میں اپنی سکونت منتقل کرتے رہے۔ ان میں سے ہر جگہ کسی نہ کسی وجہ سے بے حد تکلیف دہ اور ناقابل رہائش ثابت ہوئی۔ ماسکو پہنچتے ہی ژواگو سوتیسو ذویک میں اپنا قدیمی مکان دیکھنے گیا۔ اسے بتایا گیا کہ اس کا خاندان ماسکو واپس آکر اس مکان میں نہیں ٹھہرا۔ ان کی جلاوطنی کے بعد وہ کمرے جوان کے نام سے رجسٹرڈ تھے۔ نئے کرایہ داروں کو دے دیئے گئے لیکن ژواگو کے خاندان کا سامان کہیں دکھائی نہیں دیا۔ یوری آندرے وچ کا ایک پرانا ہمسایہ خود اس کو دیکھ کر کنی کترا گیا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ ژواگو کا واقف ہونا بھی خطرہ مول لینے سے کم نہیں ہے۔

مارکل بھی اس مکان میں نہیں تھا۔ وہ اس نئے دور میں ترقی کر گیا تھا اور فلورٹاؤن کا منیجر بنا ہوا تھا۔ اسے منیجر کا فلیٹ رہنے کو دیا گیا مگر اس نے پرانے چوکیدار کے مکان کو ہی ترجیح دی جس کا فرش مٹی کوٹ کر بنایا گیا تھا۔ اس مکان میں ہر وقت پانی آتا اور ایک بہت بڑا روسی طرز کا چولھا بنا ہوا تھا۔ موسم سرما میں اس عمارت کے تمام پائپ اور حرارت پہنچانے کے آلات پھٹ جاتے مگر چوکیدار کا مکان ہمیشہ گرم اور خشک رہتا۔ یہاں کبھی پانی منجمد نہیں ہوتا تھا۔ تھوڑے ہی دنوں بعد یوری اور واسیا کی دوستی تقریباً ختم ہو گئی۔ واسیا نے شہر آکر حیرت انگیز ترقی کی تھی۔ اب وہ ورسینکی کے اُجڈ۔ ننگے پاؤں اور منتشر بالوں والے دیہاتی لڑکے کی طرح سوچا نہ کبھی بات کرتا۔ انقلاب کے حقائق۔ انقلاب کی سچائیوں کے ثبوت اس کے سامنے تھے۔ اور وہ ان سے بہت متاثر ہوا۔ اس کے برعکس ڈاکٹر کی زبان اس کا کلام۔ اس کے ابہام۔ اور اس کے تصورات اب واسیا کو باطل اور موت کی صدا معلوم ہونے لگے۔ جب اپنی کمزوریوں کا احساس ہوا اور جو اس احساس کے باعث کسی بات کا واضح جواب دینے سے قاصر ہو۔

ڈاکٹر حکومت کے متعدد محکموں کے دفاتر جاتا رہا۔ وہ اپنے خاندان کی سیاسی بحالی۔ اور ان کے لئے روس واپس آنے کی اجازت حاصل کرنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے خود اپنے لئے غیر ملکی پاسپورٹ اور پیرس سے اپنے خاندان کو واپس لانے کی اجازت کے لئے بھی درخواست دے رکھی تھی۔ واسیا کو یہ دیکھ کر بہت حیرت ہوئی کہ ڈاکٹر کی یہ کوششیں کتنی نیم دلانہ تھیں۔ یوری ہر موقع پر جلدی سے یہ فیصلہ کر لیتا کہ اس کی کوششوں کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔ مزید کوشش کرنے کے خلاف وہ انتہائی وثوق اطمینان اور فیصلہ کن انداز سے بات کرتا۔ اب واسیا بات بات پر مین میخ نکالنے لگا۔ اور گو سچی باتوں پر نکتہ چینی سے یوری کبھی ناراض نہیں ہوتا تھا تاہم واسیا کے ساتھ اس کے تعلقات بتدریج خراب ہوتے گئے اور آخر کار ان کی دوستی ختم ہو گئی اور وہ ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ وہ دونوں جس کمرہ میں رہتے تھے۔ ڈاکٹر نے وہ واسیا کے حوالے کیا اور خود فلور ٹاؤن چلا گیا جہاں مارکل کا راج تھا جس نے ڈاکٹر کو اس مکان کا ایک عقبی کونا رہنے کو دے دیا جہاں کسی زمانہ میں سوین تتسکی رہا کرتے تھے۔ اس میں ایک لاوارث غسلخانہ۔ ایک کمرہ جس میں صرف ایک کھڑکی تھی۔ ٹوٹا پھوٹا خستہ حال باورچی خانہ اور ایک عقبی دروازہ تھا۔ یہاں منتقل ہونے کے بعد ڈاکٹر نے طبابت کو خیر باد، اپنے وجود کو نظر انداز اور دوستوں سے میل ملاقات کو ترک کر کے زبردست عسرت و تنگدستی کی زندگی گذارنی شروع کر دی۔

(۶)

موسم سرما کے ایک ابر آلود اتوار کے دن ہر مکان کی چھت سے دھواں اور کھڑکیوں سے سیاہ بھاپ نکل رہی تھی اور یہ اس سرکاری حکم کی خلاف ورزی کا نتیجہ تھا کہ چولھوں کا دھواں پائپ کے ذریعہ کھڑکیوں کے راستے نہ نکالا جائے۔ شہری زندگی کی سہولتیں اور آسائشیں ابھی تک بحال نہیں ہوئی تھیں۔ فلور ٹاؤن کے مکانوں میں رہنے والے کرایہ دار نہائے دھوئے بغیر دن گذار رہے تھے۔ کوئی پھوڑے پھنسیوں میں مبتلا رہتا تو کوئی سردی اور نزلہ زکام میں۔ ہر اتوار کے معمولات کے مطابق مارکل اور اس کے تمام اہل خانہ آج گھر پر موجود تھے۔ اور اس وقت بڑی ڈنر ٹیبل پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ کسی زمانے میں اسی میز پر روٹی کے راشن کے دور میں بلڈنگ کے تمام کرایہ داروں کے کوپنوں کو کاٹ۔ چھانٹ۔ گن کر ان کی درجہ بندی کر کے ہر درجہ کے مطابق کاغذ میں لپیٹ کر بنڈل بنائے جاتے۔ اور پھر انہیں علی الصبح بیکری پہنچایا جاتا اور بعد میں جب بیکری سے روٹی آ جاتی تو پھر اسی میز پر روٹی کاٹی جاتی

اس کے سلائس بنائے جاتے۔ اسے توڑا جاتا اور راشن کے مطابق تول کر تقسیم کیا جاتا۔ مگر اب یہ ایک بھولی ہوئی داستان بن چکی تھی۔ اناج کے راشننگ کی جگہ دوسرے ہر قسم کے کنٹرول نے لے لی تھی اور مارکل کا خاندان خوب چٹر چپڑ کرتے ہوئے چاچا کر اور چٹخارے کے ساتھ دوپہر کا کھانا پیٹ بھر کر کھا رہا تھا۔ کمرہ میں آدھی جگہ تو بڑے روسی چولہے نے روک رکھی تھی جو کمرہ میں زمین کے ساتھ ساتھ پھیلا ہوا تھا۔ یہ چولھا کمرہ کے عین بیچوں بیچ تھا جس کے اوپر مارکل کے خاندان کے بستر لگے ہوئے تھے اور لحافوں کے کنارے ادھر ادھر لٹک رہے تھے۔

کمرہ میں داخل ہوتے ہی ایک طرف پانی کا نل دیوار میں لگا ہوا تھا اور اس کے نیچے حوضی بنی ہوئی تھی یہ نل عام نلوں کی طرح صرف دکھاوے کا نل نہیں تھا بلکہ اسمیں باقاعدگی کے ساتھ پانی آتا تھا۔ کمرہ میں دو طرف بنچ رکھے ہوئے تھے اور ان کے نیچے گھر والوں کے ٹرنک اور گٹھڑیوں میں بندھا ہوا دوسرا سامان رکھا تھا۔ بائیں ہاتھ کو میز رکھی تھی اور اس پر ایک تختہ ریک کا کام دے رہا تھا۔ مارکل کا یہ کمرہ بہت گرم رہتا تھا۔ چولھا خوب زور سے جلتا جس کے سامنے اس وقت مارکل کی بیوی اگا تھا کھڑی تھی اس نے کہنیوں تک آستینیں چڑھا رکھی تھیں اور چولھے پہ کھانے کے برتن ہلانے جلانے کے لئے وہ دو لمبے چمٹوں سے کام لے رہی تھی۔ کبھی وہ ان برتنوں کو ایکدوسرے کے قریب لاتی اور کبھی ذرا فاصلہ سے رکھ دیتی چولھے کی گرمی کی وجہ سے اس کے سرخ چہرہ سے پسینہ بہنے لگا۔ اس نے چمٹے سے برتنوں کے پیچھے سے ایک لوہے کی پلیٹ اٹھائی جس پہ گوشت کا ایک ٹکڑا رکھا تھا اور اسے الٹ کر اس نے دوبارہ اسکو چولھے میں رکھدیا تاکہ وہ دوسری طرف سے بھی خوب گہرا بھورا ہو جائے۔ اتنے میں یوتی آندرے وچ دو بالٹیاں اٹھائے وہاں آیا اور آتے ہی کہنے لگا "بھوک خوب لگی ہے"

"تکلف مت کرو۔ آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاؤ"

"بہت بہت شکریہ۔ میں کھانا کھا چکا"

"تم جسے کھانا کہتے ہو اس کا ہمیں بخوبی علم ہے۔ آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ کر کچھ گرما گرم کیوں نہیں کھاتے؟ اس طرح ناک مارنے کی ضرورت نہیں۔ بہت اچھا کھانا ہے۔ بھُنے ہوئے آلو۔ گوشت اور روٹی ہے"

"نہیں نہیں۔ شکریہ۔ واقعی میں کھا چکا۔ مجھے بار بار دروازے کھولنے پر افسوس ہے۔ ٹھنڈی ہوا اندر آجاتی ہے نا! میں زیادہ سے زیادہ پانی بھرنا چاہتا ہوں۔ میں نے غسلخانہ صاف

کردیا۔ اب میں اس میں اور ٹب میں پانی بھر رہا ہوں۔ میں ابھی پانچ چھ مرتبہ اور اندر آؤں گا۔ بس اس کے بعد تکلیف نہیں دوں گا۔ میں تم لوگوں کو بہت تکلیف دے رہا ہوں۔ اس کا مجھے بیحد افسوس ہے۔ پھر دیر تک آپ کو زحمت نہیں اٹھانا پڑے گی۔ میں تکلیف کے لئے معافی چاہتا ہوں مگر کیا کروں اور کہیں پانی ملتا ہی نہیں۔"

"کوئی بات نہیں۔ پانی بھر لو۔ اگر شربت مانگتے تو شاید ہم نہ دے سکتے۔ لیکن پانی کی کوئی کمی نہیں یہاں جتنا جی میں آئے لے جاؤ۔ ہم تم سے اسکے دام بھی نہیں لیں گے۔"

اس پر سب نے ایک زوردار قہقہہ بلند کیا۔ جب لیوری تیسری یا چوتھی مرتبہ پانی کی بالٹی بھرنے آیا تو بات کا انداز بدل چکا تھا۔

"میرے داماد بار بار مجھ سے پوچھ چکے ہیں کہ تم کون ہو۔ میں نے انھیں بتا دیا لیکن انھیں، اب تک یقین نہیں آیا۔ ارے تم پانی بھرتے رہو۔ میری باتوں کی پرواہ مت کرو۔ بس ذرا یہ دھیان رکھو کہ پانی فرش پر نہ گرے۔ بھدے آدمی۔ اگر یہ جم گیا تو بس پھر یہ برف کبھی نہ ٹوٹے گی۔ اور ہاں ذرا دروازہ بھی ٹھیک سے بند کرتے رہو۔ احمق۔ ہوا اندر آرہی ہے۔ ہاں تو بات ہو رہی تھی کہ میں نے انھیں بتا دیا کہ تم کون ہو مگر وہ ماننے ہی نہیں۔ تم نے اتنا پڑھا لکھا لیکن یہ سب کدھر گیا؟ تمھاری پڑھائی پر اتنی دولت خرچ ہوئی۔ اس کا کیا بنا؟ ذرا بتاؤ تو سہی۔"

جب لیوری کوئی پانچویں یا چھٹی مرتبہ اندر آیا تو مارکل نے غصہ میں آکر کہا

"بس ایک اور۔ اور اسکے بعد ختم کرو یہ سلسلہ۔ عقلمند آدمی۔ ہر بات کی حد ہوا کرتی ہے۔ اگر ہماری بیٹی میرینا تمھارا خیال نہ کرتی تو میں کبھی کا دروازہ مقفل کر چکا ہوتا۔ تمھیں ہماری میرینا تو یاد ہے نا؟ وہ رہی میز کے سرے پر۔ جس کا رنگ زیادہ سفید نہیں ہے۔ دیکھو کیسی سرخ ہو رہی ہے۔ ہمیشہ مجھ سے یہی کہتی رہتی ہے۔ "ڈیڈی! اسکے احساسات کو ٹھیس نہ لگاؤ" جیسے کوئی تمھارے جذبات کو صدمہ پہنچانا چاہتا ہے۔ میرینا سنٹرل پوسٹ آفس میں ٹیلیگرافسٹ ہے۔ غیر ملکی زبانیں جانتی ہے تمھارے بارے میں کہتی ہے: "یہ بہت بدقسمت انسان ہے"۔ اسے تمھاری حالت دیکھ کر کتنا رنج ہوتا ہے۔ وہ تمھارے لئے ہر زبانی دینے کو تیار ہے۔ اگر تم آج غریب ہو تو اس میں میرا کیا قصور؟ تمھیں ایسے نازک ترین دور میں اپنا گھر بار چھوڑ کر سائبیریا نہیں جانا چاہیئے تھا۔ غلطی تمھاری

اپنی ہے۔ اب ذرا ہماری طرف دیکھو۔ ہم نے قحط اور سفید روسیوں کی ناکہ بندی کا سارا زمانہ یہیں بیٹھ کر گذار دیا۔ ہمارے قدموں میں ذرا بھی لغزش نہیں آئی۔ نتیجہ میں ہم یہاں ہر طرح سے محفوظ اور ٹھیک ٹھاک ہیں۔ اب تم پر جو گذرے اسے تم خود اپنے آپ کو ہی کوسنے دو۔ اگر تم نے تونیا کا ٹھیک سے خیال رکھا ہوتا تو وہ بیچاری آج دوسرے ملکوں میں جلاوطنی کے دن نہ گذارتی۔ بہرحال تم جانو تمھارا کام۔ مجھے کیا پڑی ہے۔ ہاں ذرا معاف کرنا۔ بس تو صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم جو اتنا پانی بھر رہے ہو اس کا کیا کروگے؟ اسکیٹنگ کے لئے برف کا فرش بنانے کی مزدوری کر رہے ہو کیا؟ نہیں تو۔ پھر کیا کر رہے ہو؟ یہ جو بے تحاشا پانی بھرا جا رہا ہے اس کا کیا مطلب؟ میں تم پر غصے بھی نہیں ہو سکتا۔ تم پہلے ہی اتنی بھیگی بلی بنے ہوئے ہو۔"

اس پر پھر سارے گھر والے ہنس پڑے۔ صرف میرینا نہیں ہنسی۔ وہ غصے میں بھری ہوئی اپنے سارے گھر والوں پر بُری طرح برس پڑی۔ یوری اس کی آواز سن کر متحیر سا ہو گیا۔ گو وہ یہ پتہ نہیں چلا سکا کہ آخر اسکی آواز میں ایسی کیا بات تھی جس سے وہ اتنا متاثر ہوا ہے۔ اس نے مارکل کو جواب دیا۔

"مارکل۔ گھر کی بہت صفائی کرنا ہے۔ مجھے مکان کے فرش دھونے ہیں اور اپنے کچھ کپڑے بھی۔"

مارکل کا سارا خاندان یہ جواب سن کر حیران رہ گیا۔

"تمھارے لئے تو ایسی باتیں کرنا بھی شرم کا مقام ہے۔ چہ جائیکہ تم ایسے کام کرو۔ اب تم کہو گے کہ تم چینی لانڈری کھول رہے ہو۔"

مارکل کی بیوی اگا تھا نے کہا۔ "میں اپنی بیٹی کو بھیج دیتی ہوں۔ اگر ضرورت ہو تو وہ تمھارے کپڑے دھو دے گی۔ فرش صاف کر دیگی۔ اور اگر کپڑوں کے ٹھیک ٹھاک کا کوئی کام ہوا تو وہ بھی کر دیگی۔ میری بچی اس سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بڑا خاندانی آدمی ہے یہ۔ اس سے تو کسی مکھی تک کو نقصان نہیں پہنچ سکتا۔"

"واہ۔ اگا تھا۔ کیا سوجھی ہے تمھیں بھی۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا کہ تمھاری بیٹی جا کر میرے گھر کا فرش صاف کرے۔ آخر اسے میری خاطر اپنے ہاتھ گندے کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ میں خود یہ کام کر لوں گا۔"

—— میرینا فوراً بیچ میں بول اٹھی۔ "تم اپنے ہاتھ خراب کر سکتے ہو میں نہیں کر سکتی۔ یہی بات

ہے نا؟ یوری آندریے وچ ایسی الٹی باتیں نہ کہو۔ میرا خیال ہے اگر میں تم سے ملنے آؤں تو تم مجھے اپنے گھر سے باہر تو نہیں نکال دو گے؟

میرینا کو ذرا سی تربیت دیکر بہترین مغنیہ بنایا جا سکتا تھا۔ اس کی آواز بہت دلکش۔ بلند اور کھنک دار تھی۔ اسکی آواز زیادہ بلند تو نہ تھی مگر عام بات چیت کے لیے جس آواز کی ضرورت ہوتی ہے اس سے کچھ زیادہ ہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ آواز میرینا کی اپنی نہیں ہے بلکہ اس سے جدا گانہ کوئی چیز ہے۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ آواز اس کے عقب سے یا کسی دوسرے کمرہ سے آرہی ہے۔ اس کی آواز اس کی محافظ تھی اس کا نگہبان فرشتہ تھی۔ ایسی آواز والی عورت کو کوئی شخص نقصان پہنچانا یا مصیبت میں ڈالنا نہیں چاہے گا۔ چنانچہ اتوار کے دنوں میں یہ پانی بھرنے کا ہی سلسلہ تھا جس کے باعث یوری اور میرینا کے درمیان دوستی کی ابتدا ہوئی۔ وہ اکثر آتی اور اسکے گھریلو کاموں میں اس کا ہاتھ بٹاتی اور پھر ایکدن تو وہ اسی کے ہاں رہ گئی۔ پلٹ کر اپنے گھر نہیں گئی۔ اسطرح وہ یوری کی تیسری بیوی بن گئی حالانکہ اس نے پہلی بیوی سے طلاق نہیں لی تھی اور اپنی اس شادی کا بھی اندراج نہیں کرایا۔ ان کے بچے پیدا ہوئے مارکل اور اگاتھا اپنی بیٹی کا فخریہ ذکر کرتے کہ وہ ایک ڈاکٹر کی بیوی ہے۔ اس کے باپ کو یہ مستقل شکایت تھی کہ چرچ یا شادی کے دفتر میں کہیں بھی انھوں نے باقاعدہ شادی کی رسم ادا نہیں کی تھی۔ لیکن اس کی بیوی اگاتھا کہتی: "تمھارا دماغ چل گیا ہے کیا؟ تونیا ابھی زندہ ہے۔ اسکی زندگی میں یوری کی دوسری شادی کیسے ہو سکتی ہے۔ یہ جرم ہوگا"۔ اس کے جواب میں مارکل بیوی سے کہتا۔ "دماغ تمھارا چل گیا ہے۔ تونیا کا اس شادی سے کیا تعلق؟ اسکے زندہ اور مردہ ہونے میں کوئی فرق نہیں۔ اب تونیا کو کوئی قانون روس واپس نہیں لا سکتا"۔

یوری بعض اوقات مذاق میں کہتا کہ ان کا یہ رومان پانی کی صرف ۲۰ بالٹیوں میں چلا ہے بالکل اسی طرح جس طرح کوئی ناول بیس باب کا ہو۔ یوری گھر میں جو گند پھیلاتا اور جس طرح گھر کے سامان کو منتشر کرتا اسپر اسکی بیوی میرینا اسے معاف کر دیتی۔ وہ اس کے عجیب و غریب موڈ اور اس کی الٹی سیدھی حرکتوں کو بھی نظر انداز کر دیتی تھی۔ یہ ایسے آدمی کی حرکتیں تھیں جو اپنے کو جان بوجھ کر خود تباہ کر رہا تھا۔ میرینا اپنے شوہر کی بد مزاجی۔ شکایات۔ اور اس کے رکھے پن کو بھی خندہ پیشانی سے برداشت کرتی رہی۔ یوری سے اسکی عقیدت اور اس کا لگاؤ تمام حدود سے

تجاوز کر گیا۔ بعض اوقات یوری کی حماقتوں کے باعث انھیں شدید ترین غربت کا سامنا کرنا پڑتا۔ اور ایسے وقت میں صرف اس لئے کہ یوری تنہائی محسوس نہ کرے میرینا پوسٹ آفس میں اپنا کام چھوڑ دیتی یہ اور بات تھی کہ اس کا دفتر میں کام اتنا پسند کیا جاتا تھا کہ اسکی مجبوری غیر حاضری کے بعد اسے دو بارہ ملازم رکھ لیا جاتا۔ یوری کے حکم پر اور اسکی خوشنودی کی خاطر وہ اسکے ساتھ باہر جاتی اور گھر گھر ایک سے ایک الٹا کام کرتی۔ کئی گھروں میں جا کر انھوں نے کرایہ داروں کی لکڑیاں چیرنے کا کام کیا۔ ان میں سے بعض چور بازاری کے وہ ماہر تھے جنھوں نے انقلاب روس کے اس بدترین دور کے آغاز میں خوب دولت سمیٹی تھی۔ یا پھر جن لوگوں کے ہاں جا کر انھوں نے لکڑیاں کاٹیں ان میں کچھ آرٹسٹ تھے یا اسکالر جو حکومت سے بہت قریب تھے۔ ان کے گھر بہت آرام دہ تھے۔ ایکدن یوری اور میرینا فیلٹ بوٹ پہنے بہت احتیاط کے ساتھ چلتے ہوئے تاکہ برادہ سے قالین خراب نہ ہو۔ ایک کرایہ دار کے کام کے کمرے میں لکڑی پہنچا رہے تھے اور یہ کرایہ دار اتنا مغرور تھا کہ نہ جانے وہ کیا پڑھنے میں مصروف تھا کہ اس نے انکی طرف ایک نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ انھیں تمام حکم دینے اور ان سے سارا معاملہ طے کرنے والی اس کرایہ دار کی بیوی تھی۔

" یہ سور اتنے غور سے کیا پڑھ رہا ہے؟" یوری نے دل ہی دل میں سوچا — یہ اسکالر کتاب کے حاشیہ پر زور شور سے کچھ لکھ رہا تھا۔ لکڑیوں کا ایک گٹھا اٹھا کر اسکے قریب سے گذرتے ہوئے یوری نے کرایہ دار کے شانہ پر سے جھانک کر دیکھا تو میز پر اس کا اپنا لکھا ہوا ایک کتابچہ رکھا تھا جو اس نے ماسکو آتے ہی لکھا تھا اور واشیلی نے چھاپا تھا۔

(۷)

یوری اور میرینا اب سپیرمینی دونوکا اسٹریٹ پر رہتے تھے اور قریب ہی بروونی اسٹریٹ پر گورڈون کا مکان تھا۔ یوری اور میرینا کی دو بیٹیاں تھیں۔ کاپکا اور کلازکا۔ پہلی کی عمر چھ سال اور دوسری کی چھ ماہ تھی۔

۱۹۲۹ء کے موسم گرما کا ابتدائی حصہ بے حد گرم تھا۔ ایکدوسرے کے قریب چند گلیوں کے فاصلہ پر رہنے والے لوگ ایک دوسرے سے ملنے ٹوپی پہنے بغیر اور محض آستینوں والی قمیص میں چلے جاتے۔ گورڈن کے کمرہ کی ساخت بھی عجیب و غریب تھی کیونکہ کسی زمانہ میں وہاں ایک فیشن ایبل درزی

رہتا تھا۔ یہ دکان دو منزلوں میں پھیلی ہوئی تھی جنھیں ایک چکردار زینے سے ملایا گیا تھا۔ اور دونوں منزلوں کی دو دو بڑی بڑی کھڑکیاں سڑک پر کھلتی تھیں۔ دونوں کھڑکیوں میں بہت بڑے بڑے شیشے لگے ہوئے تھے اور ان پر سنہری الفاظ میں درزی کا نام اور پیشہ لکھا ہوا تھا۔ اب اس مکان کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ بالائی اور زیریں منزلوں کے درمیان جو جگہ تھی وہاں تختے لگا کر ایک اور رہائشی کمرہ بنایا گیا تھا۔ جس کی کھڑکی عجیب غریب تھی۔ فرش سے شروع ہو کر کوئی تین فٹ بلند جس کا ایک حصہ درزی کی دکان کے نیچے کھچے الفاظ کی اوٹ میں آکر ڈھکا ہوا تھا۔ ان الفاظ کے درمیان جو جگہ خالی تھی انہیں سے اگر کوئی باہر سے کمرہ میں دیکھتا تو وہاں سے کمرہ میں چلنے والے کا جسم صرف گھٹنوں تک دکھائی دیتا۔ یہ تھا گورڈن کا کمرہ۔ اس وقت اس کمرہ میں گورڈن کے ساتھ ندا گو۔ ددروف۔ میریا اور اس کے نیچے موجود تھے جو بڑوں کے برعکس شیشے میں سے پورے کے پورے دکھائی دے رہے تھے۔ جلد ہی میریا اپنی ننھی بیٹیوں کو لے کر وہاں سے چلی گئی اور اب تینوں مرد وہاں رہ گئے۔ وہ تینوں موسم گرما میں بڑے اطمینان سے بالکل اس انداز سے باتیں کر رہے تھے جیسے وہ لوگ کر سکتے ہیں جو برسوں سے قریبی دوست ہوں اور اسکول میں بھی ایک ساتھ پڑھ چکے ہوں۔ جن لوگوں کے پاس اپنے اطمینان کے لئے الفاظ کا کافی ذخیرہ ہوتا ہے۔ وہ بہت قدرتی اور مربوط طریقہ سے باتیں کر سکتے ہیں اور یہاں صرف یوری ہی اس قابل تھا۔ دوسرے دونوں اپنے خیالات کے اظہار پر قادر نہیں تھے۔ انھیں قدرت نے برجستہ تقریر کی صلاحیت نہیں بخشی تھی۔ الفاظ کے ذخیرہ کی کمی کو پورا کرنے کے لئے وہ سگریٹ کے کش پر کش لگاتے۔ شکلیں بناتے اور ایک ہی بات کو بار بار دہراتے۔ (دیکھو صاحب۔ یہ بات بے ایمانی کی ہے۔ بے ایمانی کی۔ ہاں ہاں یہ بے ایمانی ہی تو ہے") وہ اس بات سے بے خبر تھے کہ اس قسم کی ڈرامائی زیادتی کچھ اچھا اثر ڈالنے کی بجائے اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ ذہنی طور پر بالکل قلاش اور مفلس ہیں۔

گورڈن اور ددروف دونوں بڑے مہذب اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں سے تعلقات رکھتے تھے ان کا وقت اچھی کتابیں پڑھنے میں اور اچھے مفکروں اور شاعروں سے بات چیت میں اور اچھے گانے سننے میں گذرتا تھا۔ یہ چیزیں کل بھی اتنی ہی اچھی تھیں جتنی کہ آج۔ (بلکہ ہمیشہ ہی اچھی ہوتی ہیں) انھیں خبر نہیں تھی کہ کسی چیز کا سطحی ذوق ہونا بڑی بدقسمتی کی بات ہے اور یہ کہ سطحی ذوق سے تو بہتر ہے کہ سرے سے ذوق موجود ہی نہ ہو۔ ددروف اور گورڈن غالباً یہ محسوس نہیں کر سکے

کہ وہ جو زواگو کو برا بھلا کہہ رہے ہیں وہ دراصل دوستی کے جذبے میں اسے راہِ راست پر لانے کی نیت سے نہیں تھا بلکہ اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ آزادی کے ساتھ سوچ کر بات چیت صحیح طریقے سے نہیں کر سکتے تھے۔ جھٹکے کے بعد خود بخود دور تک لڑھک جانے والے پھسلیے کی طرح وہ بات کو وہاں تک پہنچا دیتے جہاں وہ خود اسے پہنچانا نہیں چاہتے تھے۔ بات چیت کو قابو میں نہ رکھنے کا نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ ذرا سی دیر میں کہیں نہ کہیں ٹھوکر کھاتے۔ اور انھیں زک اٹھانی پڑتی۔ اس طرح وہ بارہا وعظ کرتے کرتے پٹری سے اُتر جاتے۔

زواگو پران کے لاشعوری مقاصد۔ ان کی مصنوعی جذبات پسندی۔ اور ان کے الجھے ہوئے استدلال بالکل واضح تھے۔ مگر وہ مجبور تھا۔ وہ ان سے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ ۔" دوستو! تم کتنے سطحی قسم کے لوگ ہو۔ تم اور تمھارا سارا حلقۂ احباب۔ وہ لوگ جن کے نام تم بطور سند پیش کرتے ہو۔ وہ بھڑک اور وہ آرٹ جس کی تم اتنی تعریفیں کرتے ہو سب سطحی ہے۔ تمہارے حق میں صرف ایک ہی بات کہی جا سکتی ہے اور وہ یہ کہ تم میرے دوست ہو۔ میرے ساتھی ہو۔" لیکن کوئی ایسی بات کیسے کہہ سکتا تھا؟ لہٰذا وہ صبر کے ساتھ بیٹھا ہوا ان کی باتیں سنتا رہا۔

دودروف حال ہی میں اپنی پہلی جلاوطنی کاٹ کر واپس آیا تھا۔ اسکے شہری حقوق بحال ہو گئے تھے اور اسے یونیورسٹی میں دوبارہ اپنا کام باقاعدہ شروع کرنے کی اجازت مل گئی تھی اب وہ دوستوں کو اپنے ایامِ جلاوطنی کی داستان سُنا رہا تھا۔ وہ بہت ایمانداری سے باتیں کر رہا تھا جن میں بزدلی کا شائبہ تک نہیں تھا۔ اسنے کہا کہ استغاثہ کے دلائل۔ قید میں اور اسکے بعد اس سے جو سلوک کیا گیا۔ اور خاص طور پر جج سے اسکی نجی بات چیت نے اس کا دماغ ٹھکانے لگا دیا۔ سیاسی طور پر اسے نیا سبق دیا۔ اسکی آنکھیں کھول دیں۔ اسے اب ایسی چیزیں دکھائی دینے لگیں جو پہلے نظر نہیں آتی تھیں۔ اور ذاتی طور پر اسے زیادہ پختہ اور تجربہ کار بنا دیا۔ گورڈن کو یہ باتیں بہت اچھی لگیں کیونکہ یہ بہت اچھی ہوئی تھیں وہ ہمدردی سے اپنا سر ہلا رہا تھا اور دودروف جو بھی کہتا اسے صحیح مان لیتا۔ اسے احساسات کے اظہار کی فرسودگی سب سے زیادہ متاثر کر رہی تھی۔ دودروف جو لگی بندھی اور رٹی ہوئی باتیں کر رہا تھا وہ انھیں سچے انسانی جذبات کی ترجمانی سمجھ رہا تھا۔

دراصل دودروف جو اونچی ہانک رہا تھا وہ اس دور کی ایک عام خصوصیت تھی۔ لیکن یوری اندر سے جس بات پر ناراض تھا وہ ان لوگوں کی فوراً ایک دوسرے سے اتفاق کرنے اور ظاہر داری و ریاکاری

کی عادت تھی۔ وہ سوچتا تھا کہ جو لوگ آزاد نہیں ہیں وہ ہمیشہ اپنی اس غلامی کو ایک بلند نظریہ بنا کر پیش کرنے لگتے ہیں۔ قرونِ وسطیٰ میں بھی ایسا ہی ہوا اور پھر جیسوئیٹ فرقے نے بھی اس انسانی خاصے سے فائدہ اٹھایا۔ زواگو روس کے اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ کا سیاسی تصوف برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ حالانکہ وہ اس چیز کو اپنی سب سے بڑی کامیابی سمجھتے تھے اور ان دنوں اس کامیابی کو وہ اس دور کا روحانی ارتقا کے نام سے پکارتے۔ مگر زواگو خاموش رہتا تاکہ اسکی کھری بات سے اسکے دوستوں کی دل شکنی نہ ہو۔

اسے دودروف کی سرگذشت میں سب سے زیادہ دلچسپ ماسکو کے پادری تیخون[1] کے ایک معتقد بونیفانی اورلیتسوف کا تذکرہ لگا۔ جو اس کے ساتھ کوٹھڑی میں قید تھا۔ اورلیتسوف کی ایک چھ سال کی بیٹی تھی کرسٹینا۔ اسکے شفیق باپ کی گرفتاری اور بعد کا حشر اس لڑکی کے لئے ناقابل برداشت تھا اس کے باپ کیلئے "رجعت پسند پادری" اور "حق رائے دہی سے محروم" قسم کے الفاظ استعمال ہوتے جنھیں سن کر لڑکی محسوس کرتی کہ اسکی شدید توہین کی جا رہی ہے۔ دودروف کا کہنا تھا کہ اس بچی نے اپنے بچپن کے جوش اور دھن میں عہد کر لیا تھا کہ وہ اپنے خاندان کے نام سے اس بدنامی کو دھو کر رہے گی۔ اس کمسنی میں ہی اس پختہ عزم۔ ارادے اور جوش کے باعث وہ کمیونسٹ نظریات کی بہترین علمبردار بن گئی ہے۔

"مجھے جانا چاہیئے۔" یوری آندرے ویچ نے کہا۔ میشا مجھ سے ناراض نہ ہونا۔ یہاں بہت گرمی ہے۔ میرا دم گھٹ رہا ہے۔ مجھے تازہ ہوا چاہیئے۔"

"لیکن کھڑکی کھلی ہے۔ وہ دیکھو نیچے فرش کی طرف۔۔۔۔ اوہ معاف کرنا ہم بہت زیادہ سیگریٹ پیتے رہے ہیں۔

ہم برابر یہ بھول رہے ہیں کہ ہمیں یہاں تمھارے ساتھ بیٹھ کر سیگریٹ نوشی نہیں کرنی چاہیئے۔ اسمیں میرا قصور نہیں ہے کہ یہاں اتنا زیادہ حبس ہو گیا ہے بلکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ کھڑکی نہایت احمقانہ طریقے پر بنائی گئی ہے۔ تمھیں میرے لئے کسی دوسرے کمرے کا انتظام کرنا چاہیئے۔"

---

[1] تیخون روس کے آرتھوڈکس چرچ کا رہنما جسے چرچ کی املاک پر قبضہ کرنے والے کمیونسٹوں کا مقابلہ کرنے کے جرم میں سزائے موت دی گئی تھی۔ تیخون کے معتقد پادری اس چرچ کیخلاف تھے جسے حکومت کی تھوڑی بہت حمایت حاصل تھی

"اب مجھے چلنا چاہیئے۔ بیٹا۔ ہم کافی باتیں کر چکے۔ میرے لئے تم دونوں کی ہمدردی کا شکریہ میں ظاہرداری سے نہیں کہہ رہا ہوں۔ تم خوب جانتے ہو۔ یہ ایک بیماری ہے۔ دل کی بیماری۔ قلب کے پٹھوں کے سرے ناکارہ اور کمزور ہو جاتے ہیں اور ایک نہ ایک روز پھٹ جاتے ہیں۔ ابھی میری عمر چالیس سال کی بھی نہیں ہوئی۔ تم جانتے ہو اور یہ بھی نہیں کہ میں عادی شرابی ہوں یا میں نے بدکرداری میں صحت کو تباہ کیا ہو۔"

"کیا حماقت ہے؟ ہم ابھی تمھارا نوحہ نہیں پڑھ رہے ہیں۔ تم ہم سے بھی زیادہ زندہ رہوگے۔"

"گزشتہ چند سال سے قلب کے جریانِ خون کی بیماری پھیل رہی ہے۔ یہ ہمیشہ مہلک نہیں ہوتی بعض لوگ اس پر قابو پا لیتے ہیں۔ یہ ایک خاص اور جدید بیماری ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسکی وجہ کچھ اخلاقی قسم کی ہے۔ ہم میں سے اکثریت کو برابر ایک دورنگی زندگی بسر کرنی پڑتی ہے۔ اگر تم روزانہ اس کیخلاف باتیں کرو جو تم دراصل محسوس کرتے ہو۔ اگر تم اسکے سامنے جھک جاؤ جسے تم ناپسند کرتے ہو اور اس پر خوش ہو جس سے تمھیں سوائے مصیبت کے اور کچھ حاصل نہیں ہو سکتا تو ان چیزوں کا اثر تمھاری صحت پر پڑنا لازمی ہے۔ ہمارا اعصابی نظام محض ایک من گھڑت چیز نہیں ہے۔ یہ ہمارے جسمانی نظام کا ایک جزو ہے اور ہماری روح خلاء میں اور ہمارے اندر موجود ہے جس طرح ہمارے منہ میں دانت ہوتے ہیں۔ اس کی ہمیشہ بریت کے ساتھ بے حرمتی نہیں کی جا سکتی۔ مجھے تمھاری باتیں سن کر تکلیف ہوتی تھی۔ انوکینی جب تم ہمیں بتاتے تھے کہ جیل میں تم نے کس طرح دوبارہ تعلیم اور پختگی حاصل کی۔ یہ ایسا ہی تھا جیسے کسی گھوڑے کو یہ کہتے ہوئے سنا جائے کہ اس نے کس طرح دوڑنا سیکھا۔"

"مجھے دودوروف کی حمایت کرنی پڑیگی" گورڈن نے کہا "تم سیدھے سادھے انسانی الفاظ کے عادی نہیں رہے ہو۔ اب تم ان کا مطلب نہیں سمجھ سکتے۔"

"یہ بات بھی ٹھیک ہو سکتی ہے۔ بیٹا۔ لیکن پھر بھی اب تمھیں چاہیئے کہ مجھے جانے دو۔ میں سانس بھی مشکل سے لے سکتا ہوں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ میں مبالغہ سے کام نہیں لے رہا ہوں۔"

"ایک منٹ ٹھیرو۔ تم محض بہانے تلاش کر رہے ہو۔ ہم تمھیں اس وقت تک نہیں جانے دیں گے جب تک تم ہمیں دیانت داری کے ساتھ صاف جواب نہیں دیدوگے۔ کیا تم اس سے اتفاق کرتے ہو یا نہیں کہ اب وقت آگیا ہے کہ تم اپنے طریقے بدل دو اور اپنی اصلاح کر لو؟ تم اس

بارے میں کیا کرو گے؟ اوّل تو تمھیں تونیا اور میرینا کے بارے میں اپنی پوزیشن کی وضاحت کرنی چاہئے۔ یہ لوگ بھی انسان ہیں۔ عورتیں جو محسوس کر سکتی ہیں اور تکلیف اٹھا سکتی ہیں محض غیر جسمانی تصورات نہیں ہیں۔ جو صرف تمھارے ذہن میں موجود ہوں۔ اور دوسرے یہ ایک انتہائی شرمناک بات ہے کہ تم جیسا آدمی اس طرح تباہ ہو جائے۔ تمھیں جاگنا ہوگا اور اپنی اس کاہلی کو ختم کرنا ہوگا۔ اپنے آپ کو سنبھالنا ہوگا اور تمام چیزوں پر اس ہٹ دھرمی کے بغیر غور کرنا ہوگا جس کی اجازت نہیں دیجا سکتی۔ ہاں، ہاں، اس ناقابل معافی خود پسندی کے بغیر جو تم ہر شخص کے لئے استعمال کرتے ہو۔ تمھیں پھر سے اپنا کام شروع کر دینا چاہیے۔ اپنی پریکٹیس شروع کر دینی چاہیئے:

"اچھا ٹھیک ہے۔ میں تمھیں اپنا جواب دوں گا۔ ابھی حال ہی میں میں بھی خود کبھی اسی قسم کی باتیں سوچ رہا ہوں۔ اس لئے میں واقعی تم سے یہ وعدہ کر سکتا ہوں کہ کچھ نہ کچھ تبدیلی ضرور ہوگی۔ میں سمجھتا ہوں کہ تمام حالات ٹھیک ہو جائینگے اور بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گے۔ تم دیکھ لوگے۔ میں واقعی ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ تبدیلی شروع ہو چکی ہے۔ میرے اندر زندہ رہنے کا جذبہ شدت سے موجود ہے اور زندہ رہنے کا مطلب ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی آگے بڑھنے کی کوشش کرے کاملیت حاصل کرنے کی، اور اسے حاصل کر کے رہے۔

مجھے خوشی ہے بیٹا کہ تم میرینا کی بھی اسی طرح حمایت کر رہے ہو جس طرح تم نے ہمیشہ تونیا کی حمایت کی تھی۔ لیکن پھر بھی ان دونوں میں سے کسی سے میری لڑائی نہیں ہے۔ میں ان سے جنگ نہیں کر رہا ہوں۔ کسی سے بھی نہیں۔ تم شروع میں مجھے اس لئے ملامت کیا کرتے تھے کیونکہ میرینا نے مجھے "تم" کہہ کر مخاطب کیا تھا اور مجھے پوری آمد سے میں نے "تو" کہہ کر بلایا تھا جبکہ میں نے اسے "تو" اور "میرینا" کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ جیسے اس سے خود مجھے تکلیف نہ ہوتی ہو! لیکن تم جانتے ہو کہ اس غیر قدرتی طرز عمل کی بڑی وجوہات کافی عرصہ پہلے ختم ہو گئیں۔ اور اب ہم ایک دوسرے کے ساتھ برابری کا برتاؤ کرتے ہیں۔

اب میں تمھیں ایک اور اچھی خبر سنا سکتا ہوں۔ مجھے اب پھر پیرس سے خطوط ملے ہیں۔ بچے بڑے ہو رہے ہیں اور انھوں نے اپنی عمروں کے بہت سے فرانسیسی دوست بنا لئے ہیں۔ ساشا پرائمری اسکول کی تعلیم ختم کرنے والا ہے اور ماشا اب اسمیں داخل ہو رہی ہے۔ تم جانتے ہو، میں نے اسے دیکھا ہی نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ تمام باتوں کے باوجود اگرچہ وہ لوگ فرانسیسی شہری بن گئے ہیں۔ پھر بھی وہ جلد ہی واپس آجائیں گے اور تمام معاملات کسی نہ کسی طرح سدھر جائینگے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تونیا اور

ے خُسر کو میرینا اور ہمارے بچوں کے متعلق علم ہے۔ میں نے انھیں اپنے خطوط میں نہیں بتایا لیکن انھیں
بینا دوسروں سے معلوم ہو گیا ہوگا۔ قدرتی طور پر۔ الگزینڈر روڈنج ایک باپ کی حیثیت سے
ض اور غصہ میں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری خط وکتابت پانچ سال تک بند رہی۔ تم جانتے ہو ناما کو
نے کے بعد میں ان لوگوں سے خط وکتابت کیا کرتا تھا اور پھر اچانک ان لوگوں نے خط لکھنے بند کر دیئے
ب حال ہی میں ان سب نے، پھر خط لکھنے شروع کر دیئے ہیں، بچوں نے بھی۔ وہ انتہائی محبت
میز خطوط لکھتے ہیں۔ کسی وجہ سے ان لوگوں کا غصہ دھیما پڑ گیا ہے۔ غالباً تونیا کو کوئی اور شخص
ل گیا ہے۔ میں دل سے چاہتا ہوں کہ ایسا ہی ہوا ہو۔ میں کہہ نہیں سکتا۔ میں بھی وقتاً فوقتاً خط لکھتا
ہوں ... لیکن میں واقعی اب زیادہ دیر نہیں ٹھیر سکتا۔ مجھے اب جانا چاہیئے ورنہ مجھے دورہ پڑ جائے
گا۔ خدا حافظ"

اگلی صبح میرینا بھاگتی ہوئی گورڈن کے پاس آئی۔ وہ بہت پریشان تھی۔ کوئی ایسا شخص نہیں تھا جس کے پاس وہ بچوں کو چھوڑ سکتی، اس لئے وہ چھوٹے بچے کو کمبل میں لپیٹے ہوئے گود میں اٹھائے ہوئے تھی اور دوسرے ہاتھ سے وہ کاپکا کو انگلی سے پکڑے ہوئے تھی جو اس کے پیچھے گھسٹتی ہوئی چل رہی تھی۔

"میشا۔ کیا یورا یہاں ہے؟" اس نے گھبراہٹ کے عالم میں پوچھا۔

"کیا وہ رات گھر نہیں پہنچا؟"

"نہیں"

"تو پھر وہ ضرور رات کو انوکینتی کے گھر پر رہا ہوگا۔"

"میں وہیں سے آ رہی ہوں۔ انوکینتی یونیورسٹی میں ہے لیکن پڑوسی یورا کو جانتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ وہ وہاں نہیں آیا۔"

"تو پھر وہ کہاں ہو سکتا ہے؟"

میرینا نے کلاڈکا کو صوفہ پر بٹھا دیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

(۸)

دو روز تک گورڈن اور دودروف میرینا کو تنہا چھوڑنے کی ہمت نہیں کر سکے اور دونوں باری باری اس کی دیکھ بھال اور ڈاکٹر کی تلاش کرتے رہے۔ وہ ایسی تمام جگہوں پر گئے جہاں اس کے جانے کا

امکان ہوسکتا تھا۔ فلورٹاؤن سیو تسیو ورزوگ۔ ان تمام علمی و ادبی اداروں اور اگیڈیمیوں میں جہاں وہ کبھی ملازم رہ چکا تھا۔ انھوں نے اس کے ان تمام دوستوں سے پوچھا جن کا انھوں نے اسے ذکر کرتے سُنا تھا اور جن کے پتے وہ معلوم کرسکے۔ لیکن انھیں کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ انھوں نے اسکی گمشدگی کی اطلاع پولیس کو نہیں دی۔ اگرچہ اس کا نام رجسٹر میں درج تھا اور جس کا کوئی ریکارڈ بھی پولس کے پاس موجود نہیں تھا لیکن پھر بھی بہتر تھا کہ حکام کی توجہ ایک ایسے شخص کی طرف مبذول نہ کرائی جائے۔ جو اس زمانہ کے معیار کے مطابق مثالی زندگی ہرگز بسر نہیں کر رہا تھا۔ انھوں نے فیصلہ کیا کہ حکام کو اس وقت تک اسکے متعلق اطلاع نہ دی جائے جب تک تمام دوسرے ذرائع ختم نہ ہو جائیں۔

تیسرے روز ان تینوں گورڈون۔ نزردف اور میربنیا کے نام مختلف اوقات میں یوری آندرئیوچ کے خطوط آئے۔ اس نے اس بات پر بہت معذرت کی تھی کہ اس کی وجہ سے ان لوگوں کو فکر اور پریشانی ہوئی اور ان سے درخواست کی تھی کہ وہ اس کے بارے میں فکرمند نہ ہوں۔ اس نے تمام مقدس چیزوں کا واسطہ دلا کر ان سے التجا کی تھی کہ وہ اسکی تلاش چھوڑ دیں اور یہ بھی کہا تھا کہ یہ تلاش بالکل فضول ہوگی۔ اس نے انھیں بتایا تھا کہ وہ اپنی زندگی تیزی سے اور مکمل طور پر دوبارہ شروع کرنے کے لئے کچھ عرصہ تنہا رہنا اور اپنے معاملات پر توجہ دینی چاہتا ہے جیسے ہی وہ کسی کام پر جم جائے گا اور اسے اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ وہ پھر اپنی پرانی روش اختیار نہیں کرے گا اس وقت وہ اپنی چھپنے کی جگہ سے نکل کر میربنیا اور بچوں کے پاس واپس آجائے گا۔ اس نے گورڈون کو لکھا تھا کہ وہ اسے میربنیا کے لئے منی آرڈر سے روپیہ بھیج رہا ہے اور اس سے کہا تھا کہ وہ بچوں کے لئے ایک نرس رکھ دے تاکہ میربنیا دوبارہ کام پر جاسکے۔ اس نے بتایا تھا کہ وہ یہ رقم میربنیا کے پتہ پر اس ڈر سے نہیں بھیج رہا تھا کہ کوئی شخص رسید نہ دیکھ لے اور اس طرح چوری کا خطرہ نہ پیدا ہو جائے۔

رقم جلد ہی وصول ہوگئی اور وہ یوری اور اسکے دوستوں کے معیار سے بہت زیادہ تھی۔ نرس ملازم رکھ لی گئی اور میربنیا دوبارہ ڈاکخانہ میں کام پر جانے لگی۔ وہ ابھی تک بہت زیادہ پریشان تھی لیکن چونکہ وہ یوری آندرئیوچ کی انوکھی عادتوں سے واقف تھی اس لئے اس نے بہر صورت اپنے آپ کو اسکی یہ تازہ ترین انپج برداشت کرنے کے لئے تیار کرلیا۔ وہ تینوں اسے ڈھونڈتے رہے لیکن رفتہ رفتہ اسی نتیجہ پر پہنچے کہ اسے تلاش کرنا واقعی اتنا ہی فضول تھا جیسا کہ خود اس نے لکھا تھا۔ انھیں اس کا کوئی پتہ نہیں لگ سکا۔

(۹)

لیکن اس تمام عرصہ میں وہ ان کے قریب ہی رہ رہا تھا۔ ان کی نظروں کے سامنے اور اسے تلاش کرنے کے لئے انھیں اپنی سڑک چھوڑ کر جانے کی بھی ضرورت نہیں تھی جس روز وہ غائب ہوا تھا اس دن وہ گورڈن سے رخصت ہو کر مغرب سے کچھ دیر پہلے برونائیا اسٹریٹ گیا۔ وہ سیدھا گھر کی طرف مڑا لیکن پھر نو ڈہی سو گز سے بھی کم فاصلہ طے کرنے پر اسکی ملاقات اپنے سوتیلے بھائی ایوگراف سے ہو گئی جو سڑک پر چلتا ہوا اسی کی طرف آ رہا تھا۔ اس نے تین سال سے نہ تو اسے دیکھا تھا اور نہ اسکی کوئی خبر ہی ملی تھی۔ پتہ یہ چلا کہ ایوگراف حال ہی میں ماسکو آیا تھا۔ ہمیشہ کی طرح وہ بالکل غیر متوقع طور پر وہاں پہنچا اور اس نے تمام سوالات مسکرا کر یا مذاق میں ٹال دیئے۔ دوسری طرف، اس نے یوری آندرے ویچ سے جو چند سوالات کئے تھے ان سے اسے اسکی پریشانیوں کا فوراً اندازہ ہو گیا اور وہیں سڑک ختم ہونے سے پہلے ہی اس تنگ، پیچدار اور بھری پری سڑک پر چلتے ہوئے اس نے ایک عملی منصوبہ اسے بچانے کے لئے تیار کر لیا۔ اسی کی تجویز تھی کہ یوری آندرے ویچ کچھ عرصہ کیلئے غائب ہو جائے اور چھپا رہے۔

اس نے کیمر گراسٹریٹ پر آرٹس تھیٹر کے قریب اس کے لئے ایک کمرہ لے لیا۔ اسے رقم دی اور ایک ہسپتال میں اسے اچھی جگہ دلانے کی کوشش کی جہاں اس کے لئے اپنا ریسرچ کا کام جاری رکھنے کے بھی اچھے مواقع تھے اور اپنی سرپرستی سے اسکی مدد کی۔ آخر میں اس نے اس سے وعدہ کیا کہ پیرس میں اس کے گھر والوں کی مشکوک پوزیشن بھی صاف کر دی جائے گی۔ یا تو یوری آندرے ویچ ان کے پاس چلا جائے گا۔ یا وہ لوگ اس کے پاس آ جائیں گے۔ ایوگراف نے وعدہ کیا کہ وہ ان تمام باتوں کا انتظام خود کرے گا ہمیشہ کی طرح اس کے بھائی کی مدد سے یوری آندرے ویچ کا دل بڑھ گیا۔ جیسا کہ ہمیشہ پہلے بھی ہوا تھا۔ یہ پہیلی حل نہیں ہو سکی کہ اسکے بھائی کی پوزیشن اور اختیارات کیا تھے۔ یوری آندرے ویچ نے یہ بھید جاننے کی کوشش بھی نہیں کی۔

(۱۰)

اس کا کمرہ جنوب کے رُخ پر واقع تھا اور تھیٹر سے بالکل ملا ہوا تھا۔ سامنے کی چھتیں وہاں کو دکھائی دیتی تھیں۔ چھتوں سے پرے گرمی کے موسم کا سورج ادکھوتنی اسٹریٹ کے اوپر چمکتا اور نیچے سڑک پر سایہ تھا۔ یوری آندرے ویچ کے لئے وہ کمرہ محض کام کرنے کی جگہ اور مطالعہ کی جگہ نہیں بلکہ اس کو بھی

بڑھ کر تھا۔ اس وقت جبکہ اکی پڑھنے کی سرگرمیاں تیز تھیں۔ جبکہ اسکی میز پر رکھا ہوا کاپیوں کا ڈھیر اس کے منصوبوں اور خیالات کو جذب کرنے کے لئے ناکافی تھا اور اس کے بچے کھچے خیالات ہیولوں کی طرح ہوا میں تیرتے تھے۔ جیسے ادھوری تصویریں مصور کے نگارخانہ میں دیوار کے رخ رکھی رہتی ہیں۔ اس کا رہائشی کمرہ اسکے لئے ایک ایسا کمرہ بن گیا جہاں روح کو غذا حاصل ہوتی ہو۔ ایک ایسی الماری جس میں پاگل پن کے خواب بھرے ہوئے ہوں۔ ایک ایسا خزانہ جو الہامات سے لبریز ہو۔

خوش قسمتی سے ہسپتال والوں کے ساتھ ایوگراف کے مذاکرات طول پکڑ گئے۔ اور یوری اندرے وچ کی نئی ملازمت کا کام غیر معینہ مدت تک ملتوی ہو گیا۔ اس التوا کی وجہ سے اسے لکھنے کے لئے وقت مل گیا۔ اس نے اپنی ان ابتدائی نظموں کو لکھنے کی کوشش کی جن کے کچھ حصے اسے یاد رہ گئے تھے یا جو ایوگراف نے کسی نہ کسی طرح اسے فراہم کر دی تھیں (یہ مسودے تھے، جن میں سے کچھ اس کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے تھے اور کچھ دوسرے لوگوں کے ہاتھ کی نقلیں تھیں) لیکن ان مسودات کی بے ترتیبی کی وجہ سے اسے اس سے کہیں زیادہ محنت کرنی پڑی جس کا وہ فطرتاً عادی تھا۔ اس نے جلد ہی یہ کام چھوڑ دیا اور دوسرے کام کی طرف متوجہ ہو گیا۔

اس نے ایک مضمون کا مسودہ تیار کرنا شروع کر دیا جو ان اشارات کی طرح تھا جو اس نے اس وقت جمع کئے تھے جب وہ پہلی مرتبہ واری کینو گیا تھا، یا پھر وہ کسی ایسی نظم کا جو اسے یاد آجاتی تھی ابتدائی درمیانی یا آخری حصہ جو بھی یاد آتا لکھ لیتا تھا۔ بعض مواقع ایسے بھی آتے تھے جب کہ وہ اپنے خیالات کی رفتار کا ساتھ نہیں دے سکتا تھا، انتہائی مختصر نویسی کے باوجود بھی نہیں۔

وہ جلدی میں تھا۔ جب کبھی اس کے خیالات بھٹکنے لگتے تھے تو وہ انھیں مجتمع کرنے کے لئے اپنی کاپیوں کے حاشیوں پر تصویریں بنانے لگتا۔ یہ تصویریں ہمیشہ جنگلات کی یا شہروں کے چوراہوں کی ہوا کرتی تھیں جن میں ایسے بورڈ ہوتے تھے جن پر "موریوا اینڈ وچینکن بیج ڈالنے کی مشینیں۔ غلہ نکالنے کی مشینیں" لکھا ہوتا تھا۔

مضامین اور نظمیں بھی سب اسی موضوع پر۔ یعنی شہر کے موضوع پر ہوتی تھیں۔

(۱)

یہ یادداشتیں بعد میں اس کے کاغذات میں پائی گئیں۔

"جب میں ۱۹۲۲ء میں ماسکو واپس آیا تو میں نے اسے آدھا اُجاڑ اور تباہ پایا۔ انقلاب کے بعد پہلے چند سال کی آزمائشوں سے اس کا یہ نقشہ ہوگیا تھا اور آج تک یہی نقشہ ہے۔ اس کی آبادی گھٹ گئی ہے کوئی نئے مکانات نہیں بن رہے اور پرانے مکانات بغیر مرمت کے پڑے ہیں۔ لیکن ان حالات میں بھی یہ ابھی تک ایک بڑا اور جدید شہر ہے اور نئے اور حقیقی طور پر جدید آرٹ کی تخلیق کا واحد ذریعہ شہری ہوتے ہیں۔ چیزوں اور خیالات کا اشارت نگاروں (بلاک۔ ورہارن۔ ڈیہمن) کی تصانیف میں بظاہر بے محل اور بے اصولی طور پر گڈمڈ ہو جانا ان کے اسٹائل کا تلوّن نہیں ہے۔ یہ تاثرات کا ایک نیا ڈھنگ ہے جو براہِ راست زندگی سے حاصل کئے گئے ہیں۔ جس طرح وہ اپنے تصورات کو یکے بعد دیگرے تیزی سے اپنی نظموں کے اشعار میں بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک معروف شہر کے اندر سڑک بھی تیزی سے ہمارے سامنے سے گذرتی تھی اپنے تمام تر مجمعوں اور گاڑیوں کے ساتھ جیسا کہ گذشتہ صدی کے آخر میں تھا یا اپنی موٹروں اور زمین دوز رستوں کے ساتھ جیسا کہ موجودہ صدی کے شروع میں ہے۔ ان حالات میں مرغزاروں جیسی سادگی موجود نہیں ہوتی۔ جب اس کی کوشش کیجاتی ہے تو یہ نیا پن ایک ادبی فراڈ بن جاتا ہے جس کا ماثر دیہاتوں سے نہیں بلکہ قدیم علمی خزانوں سے لیا جاتا ہے۔ ہمارے دور کی زندہ زبان جو اپنی روح سے قدرتی طور پر مطابقت رکھتی ہے دیہاتوں کی زبان ہوتی ہے۔

میں ایک مشہور اور بارونق شہر ماسکو میں رہتا ہوں۔ جو سورج کی روشنی اور تارکول سے بنی ہوئی سڑکوں کی گرمی سے چکاچوندی پیدا کرتا ہے جہاں سورج کی روشنی کا عکس عمارتوں کی اونچی کھڑکیوں سے زمین پر پڑتا ہے۔ جہاں آسمان پر چھائے ہوئے بادلوں اور سڑکوں کا ہنگامہ ہر وقت جاری رہتا ہے ماسکو نظروں کے سامنے گھوم رہا ہے اور میرا سر چکرا رہا ہے۔ وہ مجھ سے کہہ رہا ہے کہ میں اس کی شان میں قصیدے لکھوں جنھیں پڑھ کر دوسرے لوگوں کے سر بھی چکرانے لگیں۔ اسی لئے ماسکو نے ایک فن کار کی حیثیت سے میری پرورش کی ہے اور مجھے ایک فن کار بنا دیا ہے۔ "ہماری چہار دیواری کے باہر سڑکوں پر رات دن کے مسلسل ہنگامہ کو دورِ جدید کی روح سے جدا نہیں کیا جاسکتا جس طرح کسی ڈرامہ کے ابتدائی نغمے اسٹیج کے پردوں سے جدا نہیں ہوسکتے۔" جو اس وقت تک پوشیدہ اور تاریک ہوتا ہے۔ یہ شہر جو ہمارے دروازوں اور کھڑکیوں کے باہر برابر حرکت اور شور کر رہا ہے ہم میں سے ہر ایک کی زندگی سے تعارف کرتا ہے میں اس شہر کے بارے میں کچھ اسی ڈھنگ سے لکھنا چاہتا ہوں۔"

زدا گو کا جو کلام محفوظ رہ سکا ہے اسمیں ایسی کوئی نظمیں نہیں ہیں۔ یا کیا اکی نظم "ہیملیٹ" کا شمار اسی قسم کی نظموں میں کیا جا سکتا ہے؟

(۱۲)

اگست کے آخر میں ایک روز صبح کو یوری آندرے وچ نے گزنتی اسٹریٹ کے موڑ پر ٹرالی پکڑی جو نکتیا اسٹریٹ سے ہوتی ہوئی کدرنشکائیہ کے آخری اسٹاپ تک جاتی تھی۔ وہ پہلی مرتبہ بوٹکن ہسپتال میں اپنی ملازمت پر جا رہا تھا۔ یہ ہسپتال اس زمانہ میں سولدا تنکوف ہسپتال کہلاتا تھا۔ وہ اپنی ملازمت کے سلسلہ میں دو ایک مرتبہ پہلے بھی وہاں جا چکا تھا۔ لیکن یہ ٹرالی بہت تکلیف دہ ثابت ہوئی اس کا موٹر خراب تھا جو بار بار بگڑ جاتا تھا۔ یا تو اس کے سامنے کوئی گاڑی آجاتی تھی جس کے پہیئے پٹڑیوں میں پھنس جانے سے راستہ رک جاتا تھا۔ یا پھر چھت کے اوپر یا فرش کے نیچے تاروں کا نظام بگڑ جانے سے کرنٹ ختم ہو جاتا تھا۔ ڈرائیور سامنے سے اتر کر ٹرالی کا چکر لگاتا ہوا پیچھے کی طرف جاتا اور نیچے سے اسکی مشینوں کو ٹھونکنا پیٹنا شروع کر دیتا۔

اس منحوس ٹرالی نے سڑک پر سارا ٹریفک روک دیا۔ تمام سڑک پر وہ ٹرالیاں جمع ہو گئیں جو پہلے ہی رک گئی تھیں اور بعد میں اور ٹرالیاں بھی آکر کھڑی ہوتی جا رہی تھیں۔ ٹرالیوں کا یہ سلسلہ گھوڑسواری کے اسکول بلکہ اس سے بھی آگے تک چلا گیا تھا۔ پچھلی ٹرالیوں کے مسافر اتر اتر کر اگلی ٹرالی میں آگئے۔ اس امید میں کہ وہ جلد پہنچ سکیں گے اور اسی ٹرالی میں بیٹھ گئے جو اس تمام مصیبت کی جڑ تھی۔ موسم قدرے گرم تھا۔ ٹرالی میں کافی بھیڑ تھی۔ نیچے سڑک پر مجمع ایک سے دوسری ٹرالی میں منتقل ہو رہا تھا اور ادھر آسمان پر گہرے بادل جمع ہو رہے تھے طوفان آنے والا تھا۔ یوری آندرے وچ بائیں طرف کی اگلی نشست پر کھڑکی کے قریب بیٹھا تھا۔ اسے نکیتا اسٹریٹ کا بایاں حصہ دکھائی دے رہا تھا۔ جدھر کنزرویٹری واقع تھی۔ کسی ایسے شخص کی طرح جس کا دماغ کسی اور طرف لگا ہوا ہو وہ اس طرف سے لوگوں کو پیدل اور گاڑیوں میں آتے جاتے دیکھ رہا تھا کوئی بھی اس کی نظروں سے نہیں بچتا تھا۔

ایک بوڑھی سفید بالوں والی عورت جسنے ہلکی تنکوں والی ٹوپی اور ایک پرانے فیشن کا چست لباس پہن رکھا تھا فٹ پاتھ پر جا رہی تھی۔ وہ ہانپ رہی تھی اور ایک بھاری سے پیکیٹ سے جو وہ اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے تھی ہوا کر رہی تھی۔ وہ گرمی سے بوکھلائی ہوئی تھی اور پسینہ بہہ رہا تھا جسے وہ برابر

ایک بھورے سے بیل دار رومال سے پونچھتی جا رہی تھی۔ اس کا راستہ بھی ٹرالی کے راستہ کے متوازی تھا بوڑھی آندرے وٹچ کی نگاہوں سے وہ کئی بار اوجھل ہو چکی تھی ایسا جب ہوتا تھا جب ٹرالی مرمت کے لئے رُکنے کے بعد دوبارہ روانہ ہوتی اور اس سے آگے نکل جاتی۔ جب پھر ایک مرتبہ ٹرالی بجر گر کر رک گئی تو وہ بوڑھی آندرے وٹچ کو پھر نظر آنے لگی۔ بوڑھے نے اسکول میں حساب کے ان سوالات کے بارے میں سوچا جن میں پوچھا جاتا ہے کہ مختلف اوقات میں اور مختلف رفتار سے چلنے والی ٹرینیں کتنی دیر میں اور کس ترتیب سے اپنی منزلوں پر پہنچتی ہیں۔ اس نے ان سوالات کو حل کرنے کا عام قاعدہ یاد کیا لیکن وہ اسے یاد نہیں آسکا اور نہ اسکول کی اُن یادوں سے ہٹ کر دوسری زیادہ پیچیدہ یادوں اور قیاس آرائیوں میں کھو گیا۔ اس نے ایسے کئی لوگوں کا تصور کرنا چاہا جن کی زندگیاں ایک دوسرے سے متوازی اور قریب ہوتی ہیں لیکن جن کی رفتار مختلف ہوتی ہے اور اس نے سوچا کہ کن حالات میں ان میں سے کچھ لوگ آگے جانے والوں کو پکڑ لیں گے اور دوسروں کے بعد بھی زندہ رہ سکیں گے۔ اس کے دماغ میں کوئی ایسی تھیوری آئی جو نظریۂ اضافیت سے تعلق رکھتی تھی لیکن اس کا ذہن اُلجھ گیا اور اس نے اس کے بارے میں سوچنا بند کر دیا۔

بجلی چمکی اور بادلوں کی گرج سنائی دی۔ منحوس ٹرالی نویں مرتبہ رُک گئی اور کرد لگا اور چڑھائی کے درمیان پہاڑی ڈھلوان پر کھڑی ہو گئی۔ اس بوڑھی عورت کا چہرہ کھڑکی کے چھجّے میں سے پھر دکھائی دیا اور آگے بڑھ گیا۔ بارش کی پہلی بوندیں سڑک پر فٹ پاتھ پر اور اس عورت پر پڑیں۔ ہوا سائیں سائیں کرتی ہوئی درختوں میں سے گزر رہی تھی۔ پتے زور زور سے ہل رہے تھے، اس عورت کی ٹوپی اڑنے لگی اور ہوا اس کے لباس میں بھی بھر گئی جس سے وہ غبارہ کی طرح پھول گیا۔ پھر ہوا اچانک رُک گئی۔ ڈاکٹر کو متلی سی ہونے لگی۔ اپنی کمزوری پر قابو پاتے ہوئے وہ اپنی نشست پر سے اٹھا اور کھڑکی کھولنے کی کوشش کرنے لگا لیکن وہ اسے کھول نہیں سکا۔

لوگوں نے چیخ چیخ کر اسے بتایا کہ کھڑکی کیلوں سے جڑی ہوئی ہے لیکن ڈاکٹر متلی پر قابو پانے کی کوشش اور گھبراہٹ کے عالم میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ لوگ اسی کو مخاطب کر رہے ہیں اور نہ ان کے الفاظ کا مطلب اس کی سمجھ میں آسکا۔ اس نے کھڑکی کھولنے کی کوشش جاری رکھی اور اس کے تسموں کو پھر تین مرتبہ نیچے اوپر زور زور سے کھینچا اور پھر اپنی طرف کو زور لگایا۔ اچانک اس نے شدید درد محسوس

گیا۔ اتنا شدید درد اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ اسکے اندر کوئی چیز ٹوٹ گئی ہے اور اس نے کوئی ناقابل تلافی اور مہلک کام کیا ہے۔ یہ آخری وقت ہے۔ اسی وقت ٹرالی روانہ ہو گئی لیکن پریسیا پر تھوڑی دور چلنے کے بعد پھر رک گئی۔

انتہائی قوت ارادی سے کام لے کر ڈاکٹر ٹرالی کی درمیانی راہداری میں سے مجمع کو دھکیلتا، جھکڑاتا اور لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھا۔ لوگوں نے اس کا راستہ روک رکھا تھا اور اسے دھکے دے رہے تھے۔ وہ ٹرالی کے عقبی حصہ میں پہنچ گیا۔ تازہ ہوا سے اس کی کچھ جان میں جان آئی اور اس نے سوچا کہ شاید ابھی سب کچھ نہیں گیا۔ اور یہ کہ وہ اب بہتر ہے۔

وہ ٹرالی کے عقبی حصہ میں مجمع کے درمیان سے ہو کر نکلنے لگا جس پر لوگوں نے اسے اور زیادہ دھکیلا اور برا بھلا کہا۔ ان لوگوں کے بکنے چیخنے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے وہ ان کے درمیان سے نکل گیا۔ کھڑی ہوئی ٹرالی میں سے نیچے سڑک پر اترا، ایک آدھ قدم بڑھایا اور تیسرا قدم بڑھاتے ہی پتھریلے فٹ پاتھ پر ڈھیر ہو گیا اور پھر نہیں اٹھ سکا۔

مجمع میں ایک شور مچ گیا۔ لوگ آپس میں باتیں کرنے لگے۔ بحث کرنے لگے۔ مشورے دینے لگے بہت سے آدمی ٹرالی سے اتر کر اس کے گرد جمع ہو گئے۔ انھیں فوراً ہی معلوم ہو گیا کہ وہ سانس نہیں لے رہا۔ اس کے قلب کی حرکت بند ہو چکی ہے۔ جو لوگ لاش کے چاروں طرف کھڑے تھے ان میں کئی اور افراد آکر شامل ہو گئے ان میں سے اکثر کو اس بات پر اطمینان اور بعض کو افسوس تھا کہ مردہ شخص ٹرالی سے کچل کر نہیں مرا۔ اور یہ کہ اس کی موت کا ٹرالی سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ مجمع اور بڑھ گیا۔ وہی بوڑھی عورت بھی چلتی ہوئی آئی۔ جسے تو یہ تھوڑی دیر پہلے فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے دیکھ چکا تھا۔ ایک منٹ رکی لاش کو دیکھا۔ لوگوں کی باتیں سنیں اور آگے بڑھ گئی۔ وہ ایک غیر ملکی خاتون تھی لیکن وہ اتنا سمجھ گئی کہ کچھ آدمیوں کی رائے تھی کہ لاش کو ٹرالی پر رکھ کر ہسپتال لے جایا جائے۔ اور کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ پولیس کو بلایا جائے۔ وہ یہ معلوم کرنے کے لئے نہیں رکی کہ آخر میں کیا فیصلہ ہوا۔

یہ عورت سوئٹزرلینڈ کی رہنے والی مادموزیل فلیوری تھی اور میلیوزیو سے آئی تھی۔ فلیوری اب بہت ہی زیادہ بوڑھی ہو چکی تھی۔ وہ بارہ سال سے ماسکو میں حکام کو درخواستیں دیتی رہی تھی کہ اسے اسکے ملک جانے کی اجازت دی جائے اور ابھی حال ہی میں اسکی درخواست منظور ہوئی تھی۔ وہ اپنا ویزا لینے

کے لئے ماسکو آئی تھی۔ اور اس وقت ویزا لینے کے لئے اپنے ملک کے سفارتخانہ کو جارہی تھی۔ اس نے اپنے کاغذات ایک بنڈل میں بنا کر فیتے سے باندھ رکھے تھے اور راستہ چلتے ہوئے اُن سے ہوا کرتی جارہی تھی۔ وہ اسی طرح چلتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ اس نے دسویں مرتبہ ٹرالی کو پیچھے چھوڑ دیا اور اسے یہ احساس بھی نہیں ہو سکا کہ اس نے زواگو کو پیچھے چھوڑ دیا تھا اور اس کے مرنے کے بعد بھی زندہ تھی۔

(۱۳)

راہداری کے کھلے دروازے سے کمرے کا ایک حصہ نظر آرہا تھا جہاں کونے میں ایک میز رکھی ہوئی تھی میز پر تابوت رکھا ہوا تھا جو ایک ترشی ہوئی کشتی کے مانند تھا اور اس کا پتلا نچلا حصہ دروازے کے رُخ پر تھا۔ یہ وہ حصہ تھا جس میں مُردے کی ٹانگیں تھیں۔ یہ وہی میز تھی جس پر بیٹھ کر یوری آندرے ئیچ لکھنے پڑھنے کا کام کیا کرتا تھا۔ کمرے میں اور کوئی میز نہیں تھی۔ اس کے مسودات میز کی ایک دراز میں رکھ دیئے گئے اور میز پر تابوت رکھ دیا گیا۔ اس کے سر کے نیچے کئی تکیے لگا دیئے گئے۔ اور اس کا دھڑ تابوت میں اس طرح رکھا تھا جیسے کسی پہاڑی ڈھلوان پر رکھا ہوا ہے۔

اس کے چاروں طرف پھول ہی پھول تھے۔ سفید بکائن کی جھاڑیاں رکھی ہوئی تھیں جو اس موسم میں مشکل ہی سے ملتی ہیں۔ اور بھی مختلف قسم کے پھول گملوں اور ٹوکریوں میں رکھے ہوئے تھے۔ پھولوں کے ڈھیر کی وجہ سے کھڑکیوں سے آنے والی روشنی چھپ گئی اور سورج کی ننھی ننھی شعاعیں پھولوں کے ڈھیر میں سے چھن چھن کر لاش کے مومی چہرے اور ہاتھوں پر اور تابوت پر پڑ رہی تھیں۔ میز پر پتیوں اور ٹہنیوں کے سائے پڑ رہے تھے جیسے وہ ابھی ابھی ہلتے بند ہوئے ہیں۔

مُردے کو جلانے کا طریقہ اس وقت تک عام ہو چکا تھا۔ بچوں کو پنشن ملنے اور ان کی تعلیم کا بندوبست ہونے اور ڈاک خانہ میں میرینا کی ملازمت قائم رکھنے کے خیال سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ گرجا میں مذہبی رسومات ادا نہ کی جائیں بلکہ صرف شہری طریقہ پر لاش کو جلایا جائے۔ متعلقہ حکام کو اطلاع کر دی گئی اور ان کے نمائندے وہاں پہنچنے والے تھے۔

وقفہ میں کمرہ خالی معلوم ہوتا تھا۔ اس جگہ کی طرح جو ایک کرایہ دار کے جانے کے بعد اور دوسرے کرایہ دار کے آنے سے قبل کے درمیانی وقفہ میں خالی ہوتی ہے۔ یہ سکوت صرف تعزیت کرنے والوں کے چلنے پھرنے سے ٹوٹتا تھا جو مُردے سے رخصت ہونے کے لئے پنجوں کے بل چلتے ہوئے اندر داخل

ہوتے تھے۔ ان لوگوں کی تعداد زیادہ نہیں تھی لیکن پھر بھی توقع سے کہیں زیادہ تھی۔ ایک تقریباً غیر معروف شخص کی موت کی خبر حیرت انگیز طریقہ پر بہت تیزی سے پھیل گئی۔ آنے والوں میں بہت سے لوگ ایسے تھے جو اس کی زندگی میں مختلف اوقات میں اس کے واقف رہ چکے تھے۔ اگرچہ وہ بعد میں ان سے دور چلا گیا اور انھیں بھول گیا تھا۔ اسکی شاعری اور سائنسی کام کی وجہ سے ایسے نامعلوم دوست بھی بہت زیادہ تعداد میں آئے جو اس سے کبھی نہیں ملے تھے لیکن جنھیں اس میں ہمیشہ سے دلچسپی تھی اور جو اب پہلی اور آخری مرتبہ اس سے ملنے کے لئے آئے تھے۔ ان اوقات میں جبکہ خاموشی کسی تقریب کے بغیر پریشان کن بن جاتی صرف پھول ہی رسوم اور دعاؤں کی کمی پوری کر رہے تھے۔ وہ صرف کھِل ہی نہیں رہے تھے اور بھینی بھینی خوشبو ہی نہیں دے رہے تھے۔ دراصل خاک میں ملنے کی جلدی میں وہ اس طرح خوشبو دے رہے تھے جیسا کہ گرجاؤں میں عبادت کے وقت ہوتا ہے۔ انھوں نے ہر چیز کو ہلکا کر رکھا تھا جیسے وہ مُردوں کے حساب کتاب کا کام انجام دے رہے ہوں۔

نباتات کی دُنیا کے بارے میں آسانی سے یہ خیال کیا جا سکتا ہے وہ موت کی دنیا سے سب سے زیادہ نزدیک ہوتی ہے۔ غالباً تخلیق کے راز اور زندگی کی پہیلیاں جو ہمیں اس قدر حیران کرتی ہیں زمین سے آنے والے سبزے میں موجود ہوتی ہیں۔ درختوں میں اور پھولوں میں جو قبرستانوں میں اُگتے ہیں۔ میری میگڈالین نے یسوع مسیح کو قبر سے اٹھتے وقت نہیں پہچانا۔ اس نے خیال کیا کہ یسوع مسیح کوئی مالی تھے۔"

(۱۴)

جب یوری آندرے وچ کی لاش کیمرگراسٹریٹ کے فلیٹ میں لے جائی گئی (اس کا یہی آخری پتہ رجسٹر میں درج تھا) تو اسکے دوست جنھیں اسکی موت کی اطلاع دیدی گئی تھی اور جو اس سے بہت زیادہ متاثر تھے کھلے ہوئے دروازے سے داخل ہوئے اور میرینا کو بھی ساتھ لائے۔ جو صدمہ اور رنج سے نیم پاگل ہو رہی تھی وہ فرش پر گر پڑی اور اپنا سر ہال کمرے میں رکھے ہوئے لکڑی کے بڑے صندوق پر مارنے لگی۔ تابوت کے آنے تک (جس کا پہلے ہی آرڈر دیا جا چکا تھا) لاش اس کے اندر رکھدی گئی تھی اور رہائشی کمرہ کو ٹھیک کر دیا گیا تھا۔ اس کے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے، کبھی وہ بڑبڑانے لگتی تھی، کبھی چیخ چیخ کر رو دیتی تھی۔ الفاظ اس کے حلق میں پھنسنے لگتے تھے اور پھر وہ زور زور سے بین شروع کر دیتی تھی۔ وہ کسان عورتوں کی طرح بہت زیادہ بین کر رہی تھی اور ایسا کرتے ہوئے اسے اجنبیوں کی موجودگی تک کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ لاش سے چمٹ گئی اور جب اسے کمرے میں

لیجا کر نہلانے اور تابوت میں رکھنے کا وقت آیا تو اسے مشکل ہی سے لاش سے جدا کیا جا سکا۔ یہ ایک روز قبل ہوا تھا۔ آج اس کے صدمہ کی شدت میں کمی ہو گئی تھی اور اسے تکان کی وجہ سے چپ لگ گئی تھی۔ وہ خاموش بھی تھی اگرچہ اب بھی اسے خود اپنی حالت اور ماحول کا پورا احساس نہیں تھا۔

اس نے گزشتہ دن، باقی وقت اور ساری رات یہیں گزاری تھی اور کمرہ چھوڑ کر نہیں گئی تھی۔ بچے کو دودھ پلانے کے لئے یہیں لایا گیا تھا اورکاپکا اور اسکی نوجوان نرس یہیں آتی تھیں اور چلی گئی تھیں۔

اس کے دوست گورڈن اور ڈروف بھی اس کے ساتھ تھے اور صدمہ کی وجہ سے انھیں بھی چپ لگ گئی تھی۔ اس کا باپ مارکل بنچ پر اس کے قریب بیٹھ جاتا تھا اور روتا تھا اور زور زور سے اپنے رومال سے ناک صاف کرتا تھا۔ اس کی ماں اور بہن روتی ہوئی آئیں اور چلی گئیں۔

لیکن مجمع میں دو افراد۔ ایک مرد اور ایک عورت ایسے بھی تھے۔ جو سب سے نمایاں تھے۔ انھوں نے دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں مرحوم سے زیادہ قریبی تعلق کا دعویٰ نہیں کیا۔ انھوں نے رنج و غم کے اظہار میں میرینا، اس کی لڑکیوں یا اس کے دوستوں کا مقابلہ نہیں کیا۔ لیکن اگرچہ انھوں نے خود کوئی دعویٰ نہیں کیا لیکن یہ مسلّمہ بات تھی کہ انھیں مردہ شخص پر خصوصی حقوق حاصل تھے اور کسی شخص نے ان کے اس اختیار کو چیلنج نہیں کیا جو انھوں نے ظاہر کئے بغیر حاصل کر لیا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے بظاہر جنازہ کی تیاری کا انتظام خود سنبھال لیا تھا اور انھوں نے شروع ہی سے، انتہائی صبر کے ساتھ ہر کام کیا تھا جیسے کہ اس سے انھیں اطمینان حاصل ہوتا ہو۔ ان کا سکون و اطمینان قابل تعریف تھا اور اس سے ایک حیرت انگیز تاثر پیدا ہوتا تھا۔ جیسے وہ نہ صرف جنازے بلکہ موت کے بھی ذمہ دار ہوں۔ اس اعتبار سے نہیں کہ وہی براہ راست یا بالواسطہ اس کا سبب بنے ہوں بلکہ ایسے لوگوں کی طرح جنھوں نے موت واقع ہو جانے کے بعد اپنی منظوری دیدی ہو۔ اسے قبول کر لیا ہو اور اسے زندگی کی کہانی کا سب سے اہم واقعہ نہ سمجھتے ہوں۔ تعزیت کرنے والوں میں سے بہت کم لوگ انھیں جانتے تھے کچھ لوگوں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ کون تھے لیکن زیادہ تر لوگوں کو کوئی اندازہ نہیں تھا۔

لیکن پھر بھی جب کبھی یہ آدمی جس کی چھوٹی چھوٹی کرغیزی آنکھوں سے نہ صرف تجسس جھلکتا تھا بلکہ وہ دوسروں میں بھی تجسس پیدا کرتی تھیں۔ اس حسین عورت کے ساتھ کمرے میں داخل ہوتا تھا تو وہ سب کے سب جن میں میرینا بھی شامل تھی، یکدم بغیر کسی اعتراض کے دیوار سے لگے ہوئے اسٹولوں اور کرسیوں

پر جہاں بھی وہ بیٹھے ہوتے تھے اپنی اپنی جگہوں سے اُٹھ کر باہر چلے جاتے تھے جیسے کہ وہ باہمی مشورے سے ایسا کرتے ہوں۔ اور باہر راہداری یا ہال میں جمع ہو جاتے تھے۔ اس طرح وہ ان دونوں کو نیم وا دروازے کے پیچھے تنہا چھوڑ دیتے تھے دو ماہروں کی طرح جو خاموشی سے اور کسی مداخلت کے بغیر جانے کی تیاری کے سلسلہ میں کوئی انتہائی اہم کام کرنا چاہتے ہوں۔

اب بھی ایسا ہی ہوا۔ وہ دونوں تنہا رہ گئے تھے۔ دونوں دیوار کے قریب دو کرسیوں پر بیٹھ گئے اور فوراً باتیں کرنے لگے۔

"تم نے کیا معلوم کیا۔ ایوگراف آندرے وِچ؟"

"لاش آج رات پھونکی جائیگی۔ ابھی آدھ گھنٹہ میں میڈیکل ورکرز یونین کے لوگ آئیں گے اور لاش کو اپنے کلب لے جائیں گے۔ شہری تدفین کی تقریب چار بجے ہوگی۔ اس کا ایک کاغذ بھی ٹھیک نہیں تھا۔ اس کی ورک بُک پرانی ہو چکی تھی، اس کا ایک پُرانا یونین کا کارڈ تھا جسے اُس نے نئے کارڈ سے تبدیل نہیں کرایا اور اس کے واجبات کئی سال سے ادا نہیں کئے گئے۔ یہ سب کچھ ٹھیک ٹھاک کرنا تھا۔ یہی وجہ تھی جو مجھے اتنی دیر لگی۔ قبل اس کے کہ وہ اسے لے جائیں۔ اور وہ جلدی ہی لے جائیں گے۔ ہمیں تیار ہو جانا چاہیئے جیسا کہ تم نے کہا تھا میں تمھیں یہاں پر تنہا چھوڑ دوں گا۔ معاف کرنا، شاید ٹیلیفون ہے۔ میں ابھی ایک منٹ میں آتا ہوں۔"

ایوگراف باہر راہداری میں چلا گیا جہاں ڈاکٹر کے ساتھی۔ اس کے اسکول کے دوست، ہسپتال کے عملے کے جونیئر ممبر اور ناشرین جمع تھے۔ میرینا کے دونوں ہاتھ اس کے بچوں کے گرد لپٹے ہوئے تھے اور اس نے انھیں اپنے کوٹ میں چھپا رکھا تھا جو اس نے اپنے کندھوں پر ڈال لیا تھا۔ (اس روز سردی تھی) اور وہ لکڑی کی بنچ کے سرے پر اندر کمرے میں جانے کیلئے انتظار میں بیٹھی تھی۔ اس شخص کی طرح جو جیل میں کسی قیدی سے ملنے جاتا ہے اور پہرے دار کی اجازت ملنے تک باہر انتظار کرتا ہے۔ راہداری اور ہال میں ضرورت سے زیادہ مجمع تھا۔ صدر دروازہ کھلا ہوا تھا اور بہت سے لوگ باہر کھڑے تھے یا سگریٹ پیتے ہوئے ٹہل رہے تھے۔ دوسرے لوگ نچلی منزل کو جانے والے زینہ کی سیڑھیوں پر کھڑے باتیں کر رہے تھے اور وہ زینہ پر جتنے زیادہ نیچے یا سڑک سے جتنے زیادہ قریب تھے اسی قدر زور زور سے باتیں کرتے تھے۔

دبے ہوئے شور میں سننے کی کوشش اور ریسیور پر ہاتھ رکھ کر دبی ہوئی آواز میں بات کرتے ہوئے

ایوگراف نے ٹیلیفون پر جنازے کے انتظامات اور ڈاکٹر کی موت کے واقعے کے بارے میں سوالات کے جواب دیئے۔ پھر وہ اندر کمرے میں چلا گیا اور وہ دونوں پھر باتیں کرنے لگے۔

"لاریسا فیودوروونا! مہربانی کر کے لاش کو ٹھکانے لگانے کے بعد غائب نہ ہو جانا۔ میں نہیں جانتا کہ تم کہاں ٹھیری ہوئی ہو مجھے بتائے بغیر نہ جانا۔ مجھے تم سے ایک درخواست کرنی ہے میں چاہتا ہوں کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے۔ کل یا پرسوں۔ اپنے بھائی کے کاغذات چھانٹنے شروع کر دوں۔ مجھے تمھاری مدد کی ضرورت ہوگی۔ تم اس کے بارے میں بہت زیادہ جانتی ہو۔ غالباً سب سے زیادہ۔ تم نے کہا تھا کہ تم ارکسک سے دو روز قبل ہی آئی ہو اور زیادہ عرصہ کے لئے نہیں اور یہ کہ تم یہاں کسی اور وجہ سے آئی تھیں۔ تمھیں یہ معلوم نہیں تھا کہ گذشتہ مہینوں میں میرا بھائی یہاں رہا کرتا تھا یا یہ کہ وہ کہاں تھا۔ تم نے جو کچھ کہا وہ سب میری سمجھ میں نہیں آیا اور میں تم سے اس کی وضاحت کرنے کو بھی نہیں کہہ رہا ہوں۔ لیکن مہربانی کر کے اپنا پتہ مجھے دیئے بغیر مت چلی جانا۔ بہتر تو یہ ہوگا کہ اگر ہم یہ چند روز جو ان کاغذات کو چھانٹنے میں لگیں گے اسی کمرے میں گذاریں یا کم از کم اس کے نزدیک ہی اس مکان کے دوسرے دو کمروں میں۔ اس کا بندوبست ہو سکتا ہے۔ میں منیجر کو جانتا ہوں۔"

"تم کہتے ہو کہ تم میری بات نہیں سمجھے۔ اس میں سمجھنے کی کیا بات ہے؟ میں ماسکو پہنچی۔ اسٹیشن پر اپنا سامان چھوڑا۔ اور ماسکو کی چند پرانی سڑکوں پر ٹہلنے نکل گئی۔ شہر کے آدھے حصہ کو میں نہیں پہچان سکی کیونکہ میں اتنا زیادہ عرصہ باہر رہی ہوں۔ خیر میں ٹہلتی رہی، ٹہلتی رہی۔ کزنسکی موسٹ اور کزنسکی پریوبوک پر اور اچانک میں نے ایک انتہائی مانوس جگہ دیکھی۔ کیمرگراسٹریٹ۔ یہی وہ جگہ تھی جہاں میرا شوہر انتیپوف۔ جسے گولی مار دی گئی ہے۔ ایک طالب علم کی حیثیت سے رہا کرتا تھا۔ اس مکان میں اور اسی کمرے میں جہاں تم اور میں اس وقت بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے سوچا اندر جا کر دیکھوں۔ ہو سکتا ہے پرانے کرایہ دار ابھی تک یہاں موجود ہوں میں ان سے ملوں گی۔ سمجھ گئے؟ مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ سب کچھ بدل چکا ہے۔ یہاں تک کہ کوئی شخص ان کے ناموں تک سے واقف نہیں ہے۔ مجھے یہ بات بعد تک معلوم نہیں ہوئی۔ اس کے اگلے روز اور آج۔ رفتہ رفتہ لوگوں سے دریافت کرنے پر۔ لیکن تم تو موجود ہی تھے۔ پھر آخر میں تمھیں یہ کیوں بتا رہی ہوں۔ میں حیرت زدہ رہ گئی۔ کھلا ہوا دروازہ ہر طرف لوگ بھرے ہوئے۔ کمرے میں ایک تابوت۔ ایک مردہ آدمی۔ یہ کون ہے؟ میں اندر آئی میں

اوپر چڑھ گئی اور دیکھا۔ میں نے سوچا کہ شاید میرا ذہن ماؤف ہو گیا ہے۔ لیکن تم یہاں موجود تھے تم نے مجھے دیکھ لیا تھا۔ دیکھا تھا نا؟ پھر میں تم سے کیوں کہہ رہی ہوں۔؟

"ایک منٹ ٹھیرو۔ لاریا فیودرو ونا مجھے کچھ کہنا ہے۔ میں پہلے ہی تمھیں بتا چکا ہوں کہ نہ تو میرے بھائی کو اور نہ مجھے کبھی یہ شبہ ہوا کہ اس کمرے کے متعلق کوئی غیر معمولی بات ہو گئی تھی۔۔۔ مثال کے طور پر یہ کہ کسی زمانہ میں اینتی پوف یہاں رہتا تھا۔ لیکن اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات وہ ہے جو تم نے ابھی بتائی۔ میں تمھیں ابھی بتاتا ہوں۔ اینتی پوف استریلینکوف کے متعلق خانہ جنگی کے ابتدائی دور میں۔ میں کافی سُنا کرتا تھا۔ تقریباً ہر روز اور دو یا تین مرتبہ میں اس سے ملا بھی تھا۔ لیکن مجھے کبھی یہ خیال بھی نہیں ہوا کہ خاندانی تعلق کی بنا پر اس کا نام میرے لئے اتنا اہم بن جائے گا۔ لیکن معاف کرنا۔ ہو سکتا ہے کہ میں نے تمھاری بات غلط سُنی ہو۔ میں سمجھا کہ تم نے کہا تھا۔ تمھاری زبان ضرور بہک گئی ہوگی۔ کہ اسے گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا تھا۔ تمھیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ اس نے خود اپنے آپ گولی ماری تھی۔؟

"ہاں، میں نے یہ روایت بھی سُنی ہے۔ لیکن میں اس پر یقین نہیں کرتی۔ پاول پاولووچ ایسا آدمی نہیں تھا جو خودکشی کر لیتا"

"لیکن یہ بالکل صحیح ہے۔ اینتی پوف نے اپنے آپ اس مکان میں گولی ماری تھی جہاں میرے بھائی نے بتایا تھا کہ تم ولاڈی واسٹک جانے سے قبل رہا کرتی تھیں۔ یہ واقعہ تمھارے جانے کے فوراً بعد ہی پیش آیا۔ اسکی لاش میرے بھائی کو ملی تھی۔ اس نے اسے دفن کیا تھا۔ تمھیں یہ سب کچھ کیوں نہیں بتایا گیا؟

"مجھے تو بالکل مختلف بات بتائی گئی تھی۔۔۔ اچھا۔ تو یہ بات واقعی صحیح ہے کہ اس نے خود گولی ماری تھی؟ لوگوں نے یہی کہا تھا لیکن میں نے اس پر یقین نہیں کیا۔ اور اسی مکان میں؟ یہ بات ممکن نہیں معلوم ہوتی۔ یہ تفصیل میرے لئے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ میرے خیال میں تم نہیں جانتے کہ آیا کبھی اسکی اور ژواگو کی ملاقات بھی ہوئی تھی یا نہیں۔ آیا وہ ایک دوسرے کو جانتے بھی تھے یا نہیں؟"

"یوری نے جو کچھ مجھے بتایا تھا۔ اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونوں کی طویل گفتگو ہوئی تھی۔"

"کیا یہ ممکن ہے؟ خیر خدا کا شکر ہے، خدا کا شکر ہے یہ بہتر ہی ہوا۔" اینتی پوف نے اپنے سینہ پر

صلیب کا نشان بنایا۔ کسقدر غیر معمولی اتفاق —— جیسے یہ پہلے ہی سے مقدر ہو چکا ہو! کیا تم مجھے پھر یہ ذکر چھیڑنے دو گے اور بعد میں اسکے متعلق یہ دریافت کرتے رہو گے؟ اسکی تمام تفصیل مجھے بے حد عزیز ہے لیکن اس کا یہ وقت نہیں۔ تمھارا کیا خیال ہے؟ میں ابھی ایسا نہیں کر سکتی میں بہت پریشان ہوں، میں کچھ دیر خاموش رہوں گی۔ میں آرام کروں گی اور اپنے خیالات مجتمع کرونگی۔ تمھارا کیا خیال ہے؟

"ضرور، ضرور!"

"کیا تمھارا واقعی خیال نہیں ہے؟"

"ہاں، ہاں قدرتی طور پر۔"

"ارے، ہاں۔ میں تو بھول ہی گئی تھی۔ تم نے مجھ سے کہا تھا کہ لاش جلائے جانے کے بعد میں چلی نہ جاؤں۔ اچھا ٹھیک ہے۔ میں وعدہ کرتی ہوں۔ میں غائب نہیں ہوں گی۔ میں یہیں واپس آؤں گی اور جہاں بھی تم مجھ سے ٹھیرنے کو کہو گے وہیں اس وقت تک ٹھیرونگی جب تک ضرورت ہوگی۔ ہم تو پرچکا کے کاغذات دیکھیں گے۔ میں تمھاری مدد کروں گی۔ یہ صحیح ہے۔ ہو سکتا ہے کہ میں کچھ کام آسکوں۔ اس سے مجھے بہت آرام ملے گا۔ میں اسکی تحریر سے بہت اچھی طرح واقف ہوں۔ اس کے ہر نوک پلک سے وہ میرے دل پر نقش ہے۔ میرے خون میں حل ہو چکی ہے۔ اور پھر تم جانتے ہو، میں بھی تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ مجھے بھی تمھاری مدد کی ضرورت ہوگی کیا میں نے یہ نہیں سُنا تھا کہ تم ایک وکیل ہو؟ یا بہر حال، تم تمام موجودہ طریقوں اور قاعدوں سے واقف ہو۔ اور ایک بات اور ہے۔ مجھے یہ معلوم کرنا ہے کہ کچھ معلومات حاصل کرنے کے لئے حکومت کے کیسنے محکمہ کو درخواست دینی چاہیئے۔ بہت کم لوگ ایسی باتیں بتا سکتے ہیں۔ تمھارا کیا خیال ہے؟ مجھے ایک نہایت خطرناک معاملہ میں تمھارے مشورے کی ضرورت ہوگی۔ ایسا معاملہ جو واقعی بہت خطرناک ہے۔ یہ ایک بچے کے متعلق ہے۔ لیکن ہم اس کے متعلق بعد میں بات کرینگے۔ جب ہم لاش کو ٹھکانے لگا کر واپس آئیں گے۔ اپنی تمام عمر مجھے لوگوں کی تلاش کرنی پڑی ہے۔ مجھے بتاؤ۔ فرض کرو کسی مفروضہ معاملہ میں کسی بچہ کا پتہ لگانا ضروری ہو۔ ایک ایسے بچہ کا جسے اجنبیوں کو دیدیا گیا ہو۔ تاکہ وہ اسکی پرورش کر سکیں۔ تو کیا کوئی ایسا مرکزی ادارہ ہے جہاں سے ملک بھر کے تمام بچوں کے مرکزوں کے بارے میں معلومات حاصل کی جا سکیں؟ اور کیا تمام لاوارث اور آوارہ بچوں کا کوئی ریکارڈ رہتا ہے۔ کیا کبھی ایسا کیا گیا ہے یا کرنے کی کوشش کی گئی ہے؟ نہیں میرا بی

کر کے ابھی مجھے مت بتاؤ۔ ہم اس کے متعلق بعد میں بات کریں گے۔ میں بہت زیادہ سہمی ہوئی ہوں۔ زندگی کس قدر خوفناک ہے۔ تمھارا کیا خیال ہے؟ بعد کی بات مجھے معلوم نہیں۔ جب میری لڑکی یہاں میرے پاس آجائیگی لیکن فی الحال میں اسمیں کوئی برائی نہیں سمجھتی کہ میں اس فلیٹ میں رہوں۔ کاتیا اپنے اندر موسیقی اور اداکاری کی بہت زیادہ صلاحیتیں رکھتی ہے۔ وہ لوگوں کی بہترین نقل اتار سکتی ہے اور وہ ان تمام مناظر کی ایکٹنگ کرتی ہے جو وہ خود تیار کرتی ہے اور آپیرا کی مکمل موسیقی گا سکتی ہے۔ وہ اعلیٰ صلاحیتوں کی لڑکی ہے۔ تمھارا کیا خیال ہے؟ میں چاہتی ہوں کہ وہ ڈرامہ اسکول یا کنزرویٹری کی جونیئر کلاسوں میں داخلہ لے لے۔ جہاں بھی ہو سکے۔ اور مجھے وظیفے کے لئے بھی درخواست دینی چاہیئے۔ دراصل اس وقت میرے آنے کی یہی وجہ ہے۔ تاکہ اس کا انتظام کر سکوں۔ جب میں اس کا بندوبست کر دوں گی تو واپس چلی جاؤں گی۔ حالات بہت زیادہ پیچیدہ ہیں۔ کیا تمھارا یہ خیال نہیں ہے کہ کسی چیز کی وضاحت نہیں کیجا سکتی لیکن ہم اسکے متعلق بعد میں بات کریں گے۔ اب میں ذرا دیر خاموش رہوں گی اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کروں گی۔ میں خاموش رہ کر اپنے خیالات مجتمع کرنے کی اور اپنی پریشانیوں کو بھولنے کی کوشش کروں گی۔ اسکے علاوہ ہم نے یوری کے دوستوں کو کافی دیر سے کمرے سے باہر کھڑا رکھا ہے۔ دوم تب مجھے ایسا خیال ہوا جیسے کوئی کھٹکا کر رہا ہو۔ اور باہر کچھ ہو رہا ہے۔ غالباً میت کا انتظام کرنے والے آگئے ہیں۔ میں کچھ دیر یہیں خاموش بیٹھوں گی لیکن بہتر ہوگا کہ تم دروازہ کھول دو اور ان لوگوں کو اندر آنے دو۔ اب وقت ہو گیا ہے، ہے نا؟ ٹھہرو۔ ٹھہرو یہاں تابوت کے پاس ایک اسٹول ہونا چاہیئے۔ ورنہ لوگ یوری تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ میں پنجوں کے بل کھڑے ہو کر اسے دیکھنے کی کوشش کی لیکن یہ بہت مشکل کام ہے اور میرے تیمار کیلیو دنا اور بچوں کو اس کی ضرورت ہوگی۔ اسکے علاوہ ہمارے مذہب میں بھی کہا گیا ہے۔" اور تم مجھے آخری بوسہ دو گے: اوہ۔ میں اسے برداشت نہیں کر سکتی۔ یہ سب کتنا وحشتناک ہے۔ تمھارا کیا خیال ہے؟

"میں ان لوگوں کو اندر بلائے لیتا ہوں۔ لیکن اس سے پہلے ایک بات کرنی چاہتا ہوں۔ تم نے بہت سی باتیں ابھی کہیں اور ایسے سوالات اٹھائے ہیں جو تمھارے لئے تکلیف دہ ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ تم سے کیا کہوں۔ لیکن میں تمھیں ایک بات بتانی چاہتا ہوں۔ تم ہر معاملہ میں میری امداد پر بھروسہ کر سکتی ہو۔ میں نہایت خوشی سے اور دل سے تمھیں اپنی امداد کی پیش کش کرتا ہوں۔ اور یاد رکھو، تمھیں ہرگز کسی حالت میں بھی مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ مصیبت کے وقت ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم امید قائم رکھیں اور اپنا فرض

انجام دیں۔ اگر ہم کچھ نہ کریں اور مایوس ہو کر بیٹھ جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم اپنے فرض کی ادائگی میں کوتاہی کر رہے ہیں۔ اب میں تعزیت کے لئے آنے والوں کو اندر بلاتا ہوں۔ تم اسٹول کے بارے میں ٹھیک کہتی ہو۔ میں اسٹول لاتا ہوں۔"

لیکن انیتی پوواب کچھ نہیں سن رہی تھی۔ اس نے اسے دروازہ کھولتے یا لوگوں کو راہداری میں سے اندر آتے نہیں سُنا اور نہ اس نے وہ ہدایات سُنیں جو اس نے میت کا انتظام کرنے والوں اور تعزیت کے لئے آنے والے خاص خاص لوگوں کو دی تھیں۔ اس نے نہ تو لوگوں کو چلتے پھرتے سُنا اور نہ میریا کی سسکیاں اسے سنائی دیں۔ اس نے نہ تو مردوں کی کھانسی سنی اور نہ عورتوں کی چیخیں۔ نہ ختم ہونے والی اور اکتا دینے والی آوازوں اور شور سے اس کا سر چکرانے لگا۔ اس نے اس بات کی پوری کوشش کی کہ وہ بیہوش نہ ہو جائے اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا اور سر میں درد ہو رہا تھا۔ اس نے اپنا سر جھکا لیا اور یادوں اور خیالات میں گم ہو گئی۔ وہ ان میں کھو گئی، غرق ہو گئی جیسے وہ وقتی طور پر، چند گھنٹوں کے لئے ایک ایسے مستقبل میں پہنچ گئی ہو جسے دیکھنے کے لئے شاید وہ زندہ بھی نہ رہ سکے۔ ایسا مستقبل جس نے اسے وقت سے پہلے بوڑھا بنا دیا تھا۔ ایسا مستقبل جس میں وہ ایک بوڑھی عورت معلوم ہوتی تھی۔ اپنے ان خیالات میں اسکی پریشانی انتہا کو پہنچ گئی تھی۔

"کوئی باقی نہیں رہا۔ ایک مر گیا۔ دوسرے نے خودکشی کر لی۔ اور زندہ صرف وہی رہ گیا ہے۔ جسے مر جانا چاہیئے تھا جسے میں نے ہلاک کرنے کی کوشش کی اور ناکام رہی۔ وہ اجنبی جس کی کوئی بات مجھ سے مشترک نہیں ہے۔ وہ ناکارہ شخص جس نے میری زندگی کو میرے علم کے بغیر گناہوں کا مجموعہ بنا دیا اور وہ جنگلی جانور ایشیا کے پراسرار علاقوں میں گھوم رہا ہے جن سے عام لوگ واقف نہیں ہیں۔ جو لوگ مجھے عزیز تھے اور جن کی مجھے ضرورت تھی ان میں سے ایک بھی باقی نہیں بچا۔ آہ۔ کرسمس کا زمانہ تھا اور میں اس بے ہودگی کے خاکے کو گولی مار دینے کے لئے روانہ ہوئی تھی جب ابھی کمرے میں، جہاں اس وقت صرف ایک موم بتی جل رہی تھی پاشا سے میری باتیں ہوئی تھیں جو اس وقت ایک کم عمر لڑکا ہی تھا اور تو اب اسکی لاش سے سب لوگ اس وقت رخصت ہو رہے ہیں اس وقت تک میری زندگی میں داخل نہیں ہوا تھا۔"

اس نے اپنے ذہن پر زور دیکر یاد کرنے کی کوشش کی کہ اس کرسمس کے موقعہ پر پاشا سے

اس کی کیا بات چیت ہوئی تھی لیکن اسے سوائے اسکے اور کچھ یاد نہیں آسکا کہ کھڑکی کی چوکھٹ پر موم بتی جل رہی تھی اور اس کا پگھلا ہوا موم شیشہ پر جم رہا تھا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ پوری نے جس کی لاش میز پر رکھی ہوئی تھی۔ ادھر سے گاڑی میں گذرتے ہوئے موم بتی دیکھی تھی اور یہ کہ جب اس نے سڑک پر سے اسکی روشنی دیکھی تھی اسی وقت سے (میز پر ایک موم بتی جل رہی تھی، ایک موم بتی جل رہی تھی ـــ) اس کی زندگی نے یہ ناگزیر راستہ اختیار کر لیا تھا؟

اسکے خیالات منتشر ہو گئے۔ اس نے سوچا "لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ اسکی آخری رسوم گرجا میں نہیں ہو رہی ہیں۔ تدفین کی مذہبی رسوم کتنی شاندار ہوتی ہیں، کچھ لوگ مرتے وقت اسکے اتنے مستحق بھی نہیں ہوتے لیکن پوری کے معاملہ میں ان رسوم کی ادائگی نہایت موزوں اور مناسب ہوتی وہ ان سب چیزوں کا مستحق تھا کہ اسکی "قبر پر گریہ و زاری کو عبادت الٰہی کا درجہ دیا جائے۔"

اب اس نے فخر و اطمینان محسوس کیا جیسا کہ پوری کا خیال آنے پر وہ ہمیشہ محسوس کرتی تھی اور اپنی زندگی کے ان مختصر وقفوں میں بھی جو اس نے اسکے ساتھ گذارے تھے۔ اس وقت بھی وہ آزادی اور بے تعلقی کی اسی فضا میں مسحور تھی جو وہ ہمیشہ پیدا کر دیا کرتا تھا۔ وہ بے قراری کے ساتھ اپنی کرسی پر سے اٹھی اسے نہ جانے کیا ہو رہا تھا، اسے وہ خود بھی نہیں سمجھ سکتی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ وہ صرف چند لمحات کے لئے پوری کی مدد سے ان صدموں سے آزاد ہو جائے جنھوں نے اسے گھیر رکھا تھا اور پھر ایک مرتبہ آزادی کی مسرت محسوس کرنے لگے۔ وہ سمجھتی تھی کہ یہی مسرت اس سے رخصت ہونے کی مسرت ہوگی اور وہ اس وقت حاصل ہوگی جب کہ وہ اس موقعہ پر دل بھر کر اس سے لپٹ کر بغیر کسی مداخلت کے رو سکے گی۔ اس نے گھبرا کر اپنے چاروں طرف مجمع پر نظر ڈالی۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا اور آنکھوں میں اس طرح آنسو بھرے ہوئے تھے جیسے کسی معالج چشم نے کاشک کے قطرے ان میں ٹپکا دیئے ہوں، اور تمام لوگ اٹھ کر چلنے پھرنے لگے۔ اور کمرے سے باہر جانے لگے آخرکار وہ نیم وا دروازے کے پیچھے کمرے میں بالکل تنہا رہ گئی۔ وہ اس میز تک گئی جس پر تابوت رکھا ہوا تھا۔ جلدی سے اپنے سینہ پر صلیب کا نشان بنایا۔ اسٹول پر کھڑی ہوئی جو ایوگراف لے کر آیا تھا۔ لاش پر صلیب کے تین نشان بنائے اور اپنے ہونٹ لاش کی سرد پیشانی اور ہاتھوں پر رکھ دیئے۔ اس نے اپنے اس خیال کو اپنے ذہن سے نکال دیا کہ سرد پیشانی کس قدر چھوٹی تھی جیسے کسی کاٹھی کے اندر دبا ہوا

ہاتھ ہوتا ہے اس نے اس پر بالکل غور نہیں کیا۔ ایک لمحہ تک وہ بالکل ساکت اور خاموش کھڑی رہی وہ نہ تو کچھ سوچ رہی تھی اور نہ رو رہی تھی۔ وہ تابوت اور پھولوں اور لاش پر جھکی ہوئی تھی اور اپنے تمام تر وجود اپنے سر، سینے، دل اور بازوؤں سے جو اس کے دل کی طرح بڑے تھے انھیں ڈھانکے ہوئے تھی۔

(۱۵)

سسکیوں کو روکنے کی کوشش نے اسکے وجود کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ جب تک ممکن ہو سکا وہ اپنے آنسو روکنے کی کوشش کرتی رہی لیکن کبھی کبھی آنسوؤں کو روکنا اسکی طاقت سے باہر ہوجاتا اور آنسوؤں کا ریلا بُری طرح بہنے لگتا جو اس کے رخساروں اور لباس، ہاتھوں اور تابوت پہ بہنے لگتے تھے جس سے وہ لپٹی ہوئی تھی۔

وہ نہ تو کچھ بولی اور نہ کچھ سوچا۔ اس کا ذہن خیالات، تصورات اور حقائق کی آماجگاہ بنا ہوا تھا جس طرح آسمان پہ بادل چھائے رہتے ہیں جیسا کہ پہلے بھی اکثر راتوں کے وقت ان دونوں کی بات چیت کے دوران ہو چکا تھا۔ ان دنوں میں انہی چیزوں سے انھیں مسرت اور آزادی حاصل ہوئی تھی۔ ایک والہانہ باہمی مفاہمت، جذباتی، پُرخلوص اور فوری۔ وہ اس وقت بھی ایک ایسے ہی جذبے سے معمور تھی، موت کے بارے میں تاریک اور دھندلی سی واقفیت موت کے لئے تیاری ایک ایسی تیاری جس نے اپنی موجودگی کی مایوسی کا تمام احساس ختم کر دیا تھا۔ یہ ایسا ہی تھا جیسے اس نے کئی زندگیاں گذاری ہوں اور لاتعداد مرتبہ پوری کی کھوچکی ہو اور اس سلسلے میں سے اتنے زیادہ دلی تجربات ہوئے ہوں کہ اس وقت اس تابوت کے پاس رہ کر وہ جو کچھ سوچ رہی تھی اور کر رہی تھی وہ قطعی صحیح اور برمحل ہو۔

اوہ۔ یہ کیسی محبت تھی۔ قطعی آزاد، بے مثل۔ جو روئے زمین کی ہر شے سے مختلف تھی۔ ان کے خیالات دوسرے لوگوں کے گیتوں کی مانند تھے۔

وہ ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ حالات نے انھیں محبت کرنے پہ مجبور نہیں کیا تھا۔ ان کی اس محبت میں جذبات کے شعلوں کی بھڑک نہیں تھی۔ جیسا کہ محبت کے بارے میں غلط طریقے پہ باور کیا جاتا ہے۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے کیونکہ ان کے چاروں طرف ہر چیز یہی چاہتی تھی۔ درخت اور بادل سروں کے اوپر آسمان اور پیروں کے نیچے زمین۔ شاید ان کے چاروں طرف کا ماحول۔ وہ اجنبی لوگ جو انھیں سڑکوں پہ ملتے تھے وہ وسیع میدان جو وہ چہل قدمی کرتے وقت

دیکھتے تھے وہ کمرے جن میں وہ رہتے تھے یا ملا کرتے تھے خود ان دونوں سے بھی زیادہ ان کی محبت سے مسرت حاصل کرتے تھے۔

آہ۔ یہی تو وہ چیز تھی جس نے انھیں متحد کر دیا تھا اور ایک دوسرے سے اس قدر نزدیک پہنچا دیا تھا! اپنی بے پناہ اور بے پایاں مسرت کے لمحات میں بھی وہ کبھی ہرگز اس زندہ جاوید مسرت کے جذبہ سے ناواقف نہیں رہے تھے جو کائنات کی تخلیق میں پوشیدہ تھا۔ یہ جذبہ کہ وہ خود اس کل کا ایک جزو اور کائنات کے حسن کا ایک عنصر تھے۔

کل کے ساتھ یہ ہم آہنگی ان کے لئے زندگی کے سانس کی طرح اہم تھی۔ اور پوری کائنات کے مقابلہ میں انسان کی برتری انسان کی پرستش اور نازبرداری کو انھوں نے کبھی پسند نہیں کیا تھا۔ ایک سماجی نظام جس کی بنیاد ایک ایسی غلط تمہید پر رکھی گئی ہو اور اسکا سیاسی پہلو انھیں بالکل اناڑیوں جیسا معلوم ہوتا تھا اور وہ اسے فضول سمجھتے تھے۔

(۱۶)

اور اب اس نے اس سے رخصت چاہی اور اسے روزمرّہ کی زبان میں براہ راست مخاطب کیا۔ اسکی باتیں اگرچہ جاندار اور غیر رسمی تھیں، لیکن اس دنیا سے الگ تھلگ معلوم ہوتی تھیں۔ قدیم المیہ کے کورسوں اور کرداروں کی بول چال کی طرح۔ شعر و موسیقی کی زبان کی مانند یا اظہار خیال کے کسی اور رسمی طریقہ کی مانند اسکی منطق معقولیت پر نہیں بلکہ جذبات پر مبنی تھی۔ وہ بغیر کسی کوشش کے بے تکان بولے جا رہی تھی اور اسکی گفتگو کا طنزیہ لہجہ اسکے صدمہ کی وجہ سے پیدا ہوا تھا۔ اسکے سادہ اور غیر سنجیدہ الفاظ آنسوؤں میں ڈوبے ہوئے تھے۔

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہی آنسوؤں نے اس کے الفاظ کو محبت آمیز اور تیز سرگوشی میں تبدیل کر دیا تھا جیسے گرمیوں کے موسم میں جب کہ تیز ہوا چل رہی ہو بارش سے درختوں کے پتے ریشمی کپڑے کی مانند سرسرانے لگتے ہیں۔

"یورا چکا! آخر کار ہم دونوں بچھڑ گئے اور خدا کو یہی منظور تھا کہ ہم دوبارہ ایسے دردناک حالات میں ایک دوسرے سے ملیں۔ کیا تم ایسی بدقسمتی کا اندازہ کر سکتے ہو! میں نہیں کر سکتی۔ میں نہیں کر سکتی۔ او خدا! میں اپنے آنسو ضبط نہیں کر سکتی۔ ذرا سوچو تو! یہ سب کچھ پھر ہمارے اپنے قاعدے کے

مطابق ہو رہا ہے۔ ہمارے حالات کے مطابق۔ تمھارا اس طرح چلا جانا۔ میرا خاتمہ۔ پھر کوئی بڑی اور ناقابلِ تلافی بات۔ زندگی کا معمہ۔ موت کا راز۔ ذہانت کا سحر۔ غیر آرائشی حُسن کا سحر۔ ہاں ہاں۔ یہی سب کچھ ہمارا تھا۔ لیکن عملی زندگی کی چھوٹی موٹی پریشانیاں۔ مسئلے کی از سرِ نو تشکیل جیسی چیزیں۔ یہ چیزیں نہیں تمھارا شکریہ۔ یہ ہمارے لئے نہیں ہیں۔

"الوداع، میرے عظیم ساتھی۔ میرے عزیز۔ رخصت۔ میری قابلِ فخر ہستی الوداع۔ میرے تیز رفتار اور عمیق دھارے، میں تجھے دن بھر تیز آواز کے ساتھ بہتے دیکھ کر کتنا خوش ہوتی تھی۔ میں اپنے آپ کو تیری سرد لہروں کے سپرد کرنے میں کس قدر مسرت محسوس کرتی تھی۔

"یاد کرو۔ اس دن کو۔ وہاں برف پر ہم نے کس طرح ایک دوسرے کو خدا حافظ کہا تھا؟ تم نے مجھے کیا دھوکا دیا؟ کیا میں کبھی تمھارے بغیر جا سکتی تھی؟ اوہ۔ میں جانتی ہوں۔ میں جانتی ہوں، تم نے اپنے اوپر جبر کر کے یہ حرکت کی تھی۔ تم نے سوچا تھا کہ اسی میں میری بہتری ہے۔ اور اس کے بعد ہر چیز تباہ ہو گئی او خدا۔ میں نے وہاں کتنی تکلیفیں اٹھائیں۔ مجھے کن حالات سے گذرنا پڑا! لیکن تم تو اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔ اوہ۔ میں نے کیا کر دیا۔ تیرا۔ میں نے کیا کر دیا؟ میں اتنی بڑی مجرم ہوں کہ تم اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن اس میں میرا کوئی قصور نہیں تھا۔ میں تین مہینے تک ہسپتال میں رہی۔ پورے ایک مہینے میں بیہوش رہی۔ اور اس وقت سے میری زندگی کرب و اذیت کے سوا اور کچھ نہیں۔ تیرا میری روح کو کوئی سکون حاصل نہیں ہے۔ درد اور ندامت سے میرے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے جا رہے ہیں۔ لیکن میں تمھیں سب سے اہم بات تو بتا ہی نہیں رہی۔ میں کہہ بھی نہیں سکتی۔ مجھ میں اتنی طاقت نہیں ہے۔ جب بھی میں اپنی زندگی کے اس حصہ کی طرف آتی ہوں تو خوف و دہشت کی وجہ سے میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور تم جانتے ہو۔ مجھے یہ یقین بھی نہیں ہے کہ میرے ہوش و حواس ابھی صحیح ہیں یا نہیں۔ لیکن تم دیکھتے ہو۔ میں نے تو شراب تک پینی شروع نہیں کی ہے جیسا کہ عام لوگ کرتے ہیں۔ میں اس سے بچ رہی ہوں کیونکہ ایک شرابی عورت۔ بس پھر تو انتہا ہو جائے گی۔ یہ ناممکن ہے۔ تمھارا بھی یہی خیال ہے نا؟"

وہ بولتی رہی اور کرب و اذیت کے عالم میں سسکیاں بھرتی رہی۔ اچانک اس نے حیرت کے ساتھ اوپر نظر اٹھائی اور اپنے چاروں طرف دیکھا۔ لوگ کمرے کے اندر آ گئے تھے اور اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے تھے۔ وہ اسٹول سے نیچے اتری اور لڑکھڑاتی ہوئی اپنے ہاتھوں سے اپنی آنکھوں کو ملتی ہوئی جیسے وہ

اپنے آخری آنسو خشک کرتی ہوئی تابوت کے پاس سے ہٹ گئی۔

لوگ تابوت کے قریب آئے اور اسے تین کندھوں پر اٹھا لیا۔ جنازہ کا جلوس روانہ ہو گیا۔

(۱۷)

لاریسا فیودوروونا کئی روز تک کیمرگر اسٹریٹ میں پھیری۔ ژواگو کے کاغذات کو چھانٹنے کا کام اس کی مدد سے شروع ہوا لیکن اس کے بغیر ختم ہوا۔ اس نے ایوگراف آندرے ویچ سے بھی بات چیت کی اور اسے ایک اہم بات بتائی۔

ایک روز لاریسا فیودوروونا باہر گئی۔ اور پھر واپس نہیں پلٹی۔ اسے یقیناً اس وقت سڑک پر گرفتار کر لیا گیا ہوگا۔ وہ کوئی نشان چھوڑے بغیر غائب ہو گئی اور غالباً کسی جگہ اس کی موت واقع ہو گئی۔ اور لوگ اسے بھی اس فہرست کے گمنام افراد کی طرح بھول گئے جو بعد میں کہیں گم ہو گئی۔ شمالی علاقہ کے ان لاتعداد مشترکہ یا عورتوں کے نظر بندی کے کیمپوں میں سے کسی ایک کیمپ میں!

سولھواں باب

# حرفِ آخر

گورڈن۔ جسے حال ہی میں ترقی دے کر لفٹننٹ بنا دیا گیا تھا اور میجر ووڈروف اپنے یونٹ کو واپس جا رہے تھے۔ گورڈن ماسکو میں کسی سرکاری کام کے سلسلے میں گیا تھا اور ووڈروف تین دن کی رخصت پر تھا یہ ۱۹۴۲ء کے موسم گرما کا ذکر ہے جبکہ روسی فوج نے کرسک کے محاذ پر جرمنوں کا گھیرا توڑ دیا اور اوریل کو آزاد کرا لیا تھا۔ ان دونوں کی ملاقات راستے میں ہوئی تھی اور انھوں نے شرلی میں رات گذاری۔ یہ ایک چھوٹا سا قصبہ تھا جو اگرچہ مکمل طور پر تو نہیں لیکن بڑی حد تک تباہ ہو چکا تھا اور اس ریگستانی علاقے میں دشمن پسپائی کے بعد اسے نیم تباہ شدہ حالت میں چھوڑ گیا تھا یہاں اب آبادی کا نام نشان نہ تھا۔ ٹوٹے ہوئے پتھروں اور اینٹوں کے ڈھیر میں ان دونوں کو ایک ایسا کھلیان مل گیا جو تباہی سے بچ گیا تھا۔ یہ لوگ رات بسر کرنے کے لئے یہاں ٹھہر گئے۔ سحر سے پہلے تین بجے رات کو ووڈروف سو گیا لیکن گورڈن کی بے چینی اور کلبلاہٹ کے باعث وہ پھر اٹھ بیٹھا۔ نرم گھاس میں اس نے ٹٹولنا شروع کیا اور اس پر اس طرح لوٹنے لگا جیسے پاگل ہو۔ اسکے بعد اس نے کپڑوں کا ایک بنڈل بنایا اور عجیب انداز سے گھاس کے ڈھیر پر چڑھ کر دروازے کی جانب روانہ ہو گیا۔

"تم کہاں جا رہے ہو؟ ابھی بہت سویرا ہے۔"

میں دریا پر جا رہا ہوں۔ مجھے کپڑے دھونے ہیں۔

"کیا پاگل ہو۔ ہم آج شام تک تو یونٹ میں پہنچ جائینگے۔ لانڈری والی لڑکی تانیا تم کو بدلنے

کے لئے کپڑے دے دیگی۔ آخر جلدی کیا ہے!

"میں اس وقت تک انتظار نہیں کرنا چاہتا۔ میرے کپڑے پسینے سے شرابور اور سخت گندے ہیں۔ میں کپڑے پانی میں کھنگالوں گا اور انھیں اچھی طرح نچوڑ دوں گا۔ اس گرمی میں کپڑے جلدی سوکھ جائیں گے۔ اس کے بعد نہا کر میں کپڑے بدل لوں گا۔

"یہ تو بہت بُرا معلوم ہوتا ہے۔ آخر تم تو افسر ہو۔"

"ہاں ابھی بہت سویرا ہے۔ سب لوگ سو رہے ہیں۔ میں جھاڑی یا کسی اور چیز کی آڑ میں آ جاؤں گا۔ کوئی مجھے نہیں دیکھ سکے گا۔ تم باتیں ختم کر دو اور سو رہو۔ ورنہ تمھاری نیند بالکل اُڑ جائے گی۔"

"اس طرح تو میں اب نہیں سو سکتا۔ میں بھی تمھارے ساتھ چلتا ہوں۔"

"وہ دونوں دریا پر گئے۔ سفید پتھروں کی ٹوٹی ہوئی عمارتوں کے پاس سے ہوتے ہوئے یہ لوگ گزرے۔ اگرچہ ابھی سورج نکلا ہی تھا لیکن پتھر گرم ہو چکے تھے۔ لوگ زمین پر پڑے سو رہے تھے کسی زمانے میں یہاں سڑکیں تھیں۔ اب ان پر لوگ دھوپ میں سو رہے تھے۔ پسینہ ان کے جسم سے بہہ رہا تھا۔ ان کے چہرے سرخ تھے اور یہ لوگ خراٹے لے رہے تھے۔ یہ زیادہ تر مقامی افراد تھے جن کے گھر بار تباہ ہو چکے تھے۔ بوڑھے مرد۔ عورتیں اور بچے نظر آ رہے تھے اور ان کے ساتھ سرخ فوج کے جوان بھی سو رہے تھے۔ یہ یونٹ سے بچھڑ کر یہاں رہ گئے تھے اور اب دوبارہ اپنے یونٹ سے جا ملنے کی کوشش کر رہے تھے۔ گورڈن اور دوورنٹ ان کے قریب سے آہستگی سے گزرے تاکہ یہ لوگ جاگ نہ جائیں۔

اپنی آواز بند رکھو ورنہ تم سارے شہر کو جگا دوگے اور مجھے نہانا، دھونا ترک کرنا پڑے گا لہٰذا دونوں نے گذشتہ شب کی باتیں سرگوشی کے انداز میں دوبارہ شروع کر دیں۔

(۲)

"یہ کونسا دریا ہے؟"

"مجھے تو معلوم نہیں۔ غالباً اس کا نام زدشا ہے۔"

"نہیں یہ زدشا نہیں ہے۔"

تو پھر مجھے اس کا نام معلوم نہیں،

تمھیں معلوم ہے نا کہ یہ سب کچھ زوشا پر ہوا تھا ۔۔ میرا مطلب ہے کرسٹینا سے'

نہیں مگر دریا پر کانی نیچے جا کر یہ واقعہ ہوا تھا ۔ کہا جاتا ہے کہ گرجا نے اب اس کو معاف کر دیا ہے ۔ اخبارات میں اس واقعہ کی جو خبریں آئی تھیں ان کے علاوہ اس کی اور کوئی تفصیل تمھیں معلوم ہے ؟"

"نہیں تو ۔ پرانے پتھر کی ایک عمارت میں جسے اسٹیبلز کہا جاتا تھا ۔ یہ واقعہ ہوا ۔ یہ ایک بہت بڑی عمارت تھی جس کی دیواریں بڑی چوڑی تھیں ۔ اسے اصطبل کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا ۔ اب یہ نام تاریخی حیثیت حاصل کر چکا ہے ۔ جرمنوں نے اسے قلعے کے طور پر استعمال کیا ۔ یہ عمارت پہاڑی پر تھی اور یہاں سے پورے ضلع پر گولہ باری ہوتی رہی جس کی وجہ سے ہماری فوجیں آگے نہ بڑھ سکیں اس عمارت کو تباہ کرنا پڑا ۔ کرسٹینا نے نہایت جرأت اور ہمت کا مظاہرہ کیا اور جرمن محاذ میں گھس کر اس نے اس عمارت کو اڑا دیا ۔ اسے زندہ گرفتار کر کے پھانسی دے دی گئی ۔"

"اسے کرسٹینا اور یتیو دوا کیوں کہا جاتا ہے ۔ دو دردونا کے نام سے کیوں نہیں پکارا جاتا ؟"

ہماری صرف منگنی ہوئی تھی تمھیں معلوم ہے نا ۔ ہم نے ۱۹۴۲ء کے موسم گرما میں فیصلہ کیا تھا کہ جنگ کے خاتمہ پر شادی کریں گے ۔ اس کے بعد میں باقی فوج کی طرح ادھر ادھر گھومتا رہا ۔ میرے یونٹ کا بار بار تبادلہ ہوا اور اس دوران میں کرسٹینا سے نہ مل سکا ۔ میں اس سے دوبارہ نہ ملا ۔ البتہ دوسرے لوگوں کی طرح میں نے بھی اسکی بہادری کی داستانیں سُنیں ۔۔ اخبارات سے اور نجی خبروں سے ۔ یہیں کہیں اسکی یادگار تعمیر کی جانے والی ہے ۔ میں نے سُنا ہے زواگو ۔۔۔ جنرل زونداگو ۔ یوری کے بھائی ۔۔ اس ضلع میں اس کے متعلق تفصیلات حاصل کر رہے ہیں ۔"

"مجھے سخت افسوس ہے ۔۔ مجھے تم سے اس کے متعلق بات نہیں کرنی چاہیئے تھی ۔ میں نے تم کو تو پریشان کر دیا ۔"

نہیں ۔ یہ بات نہیں ہے ۔ لیکن میں تم کو روکنا نہیں چاہتا ۔ تم کپڑے اتار کر پانی میں جاؤ ، کپڑے وغیرہ دھو لو ۔ میں تو کنارے پر لیٹ کر گھاس کے تنکے منہ میں لونگا اور سوچوں گا ۔ میں تھوڑی دیر سو بھی جاؤں گا ۔"

کچھ عرصے بعد انھوں نے پھر بات چیت شروع کر دی ۔

"تم نے کپڑے دھونا کہاں سیکھا ہے؟"

"ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ ہم بدقسمت تھے۔ ہمیں بدترین قسم کے کیمپوں میں رکھا گیا۔ ان کیمپوں میں بہت ہی کم لوگ زندہ بچ سکے۔ جب ہم کیمپ میں لیجائے جارہے تھے تو ٹرین سے اتر کر ہم نے خود کو برفانی علاقے میں پایا۔ دور ایک جنگل تھا۔ پہرہ دار رائفلیں لئے کھڑے تھے جن کی نالیں ہماری طرف تھیں اور ان کے ساتھ کتے تھے۔ اسی وقت دوسرے قیدی بھی لائے گئے۔ اسکے بعد ہمیں پھیلا کر ایک دائرے کی شکل میں اسطرح کھڑا کیا گیا کہ ہم ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکیں۔ پھر ہم سے جھک جانے کو کہا گیا۔ اور حکم دیا گیا کہ ہم سامنے کی طرف دیکھتے رہیں ورنہ گولی ماردی جائے گی۔ حاضری شروع ہوئی اور یہ سلسلہ کئی گھنٹے تک جاری رہا۔ نہایت تحقیر آمیز سلسلہ۔ اس عرصے میں ہم دو زانو رہے۔ پھر ہم اٹھے اور ہمارے گروپ کے باقی سب کو روانہ کردیا گیا۔ ہم سے کہا گیا: "تم لوگوں کو یہاں رہنا ہے۔ یہ تمہارا کیمپ ہے۔ یہ برفانی کھلا ہوا میدان جسکے درمیان ایک چوکی ہے جسپر بورڈ لگا ہوا تھا گلاگ ۹۲ وائی این ۹۰ ـــ کیمپوں کے چیف ڈائرکٹر کا دفتر۔" وہاں صرف یہی ایک عمارت تھی۔"

"ہماری حالت اتنی خراب نہیں تھی۔ ہم خوش قسمت تھے۔ میں اپنی قید کی دوسری میعاد پوری کررہا تھا جو پہلی کے بعد شروع ہوئی تھی۔ اسکے بعد مجھے ایک دوسرے قانون کے تحت سیاسی جرائم کے سلسلے میں سزا دی گئی تھی۔ اس لئے اسمرتبہ حالات مختلف تھے۔ وہاں سے باہر نکلکر مجھے بحال کردیا گیا اور میں پہلے کی طرح لیکچر دینے کے لئے دورے کرتا رہا۔ اسکے بعد میں عام قاعدے کیمطابق فوج میں طلب کیا گیا اور تمھاری طرح مجھے قیدیوں کی بٹالین میں نہیں لگایا گیا۔ بلکہ میجر کا باقاعدہ عہدہ دیا گیا۔"

"ہاں تو وہاں سوائے اس چوکی اور نوٹس بورڈ ـــ گلاگ ۹۲ وائی این ۹۰ ـــ کے سوا کچھ نہ تھا ہمیں کہر بہ ہاتھوں سے پودے توڑنے کا حکم ملا۔ اور اپنی جھونپڑی بنانے کے لئے لکڑیاں لانے کا حکم دیا گیا۔ آخر کار تم یقین کرو یا نہ کرو ہم نے اپنا کیمپ خود بنایا۔ ہم نے خود اپنا قید خانہ۔ سزا کی کوٹھری۔ پہرہ دار کی چوکی۔ خود اپنے ہاتھوں سے بنائی۔ اسکے بعد ہم نے لکڑیاں کاٹنے کا کام شروع کیا۔ ہم نے درخت گرائے۔ ہم خود لکڑی کھینچ کر لاتے تھے۔ آٹھ آدمی ایک برف کی گاڑی کو کھینچتے تھے۔ اور لکڑی ڈھوتے ہوئے گردن تک برف میں دھنس جاتے تھے۔ عرصہ تک ہم کو یہ پتہ نہیں چل سکا کہ جنگ ہورہی ہے انھوں نے خبریں ہم سے چھپائے رکھیں۔ اسکے بعد اچانک ہمیں یہ پیشکش کی گئی کہ اگر ہم محاذ کے

لئے اپنی خدمات پیش کریں گے تو ہمیں قیدیوں کی بٹالین میں رکھا جائے گا اور اگر جنگ میں زندہ بچ رہے تو آزاد کر دیا جائے گا۔ اسکے بعد ہم نے ایک کے بعد دوسرے حملے کا مقابلہ کیا، میلوں تک پھیلے ہوئے کانٹے دار تاروں کا مقابلہ کیا جنہیں کرنٹ دوڑایا گیا تھا۔ سرنگوں، گولیوں اور توپوں کا مقابلہ کیا۔ ہمارے دستے کو موت کا دستہ کہا جاتا تھا۔ ایک بار تقریباً اس کا بالکل صفایا ہو گیا۔ میں کیوں اور کس طرح بچ گیا مجھے خود نہیں معلوم اس کے باوجود سوچو تو یہ سب مصائب اور تکالیف کیمپ کی سختیوں کے مقابلے میں کچھ نہ تھیں۔ وہاں کے حالات کے سبب نہیں بلکہ بعض دوسرے اسباب کی بناء پر۔"

"ہاں! تم نے بڑے مصائب جھیلے ہیں!"

"تم جانتے ہو۔ یہ غیر معمولی بات ہے۔ یہاں قیدی کی حیثیت سے تمہاری زندگی سے موازنہ مقصود نہیں، لیکن سن ۳۰ء کے تمام واقعات کو دیکھو۔ یونیورسٹی میں میں نے کتنے آرام سے زندگی گزاری کتابوں، روپے پیسے اور آسائش کے ساتھ۔ جنگ میرے لئے تازہ ہوا کا ایک جھونکا۔ نجات کا ایک ذریعہ اور پاکیزگی کا ایک طوفان بن کر آئی:

"میرے خیال میں اجتماعیت غلطی بھی تھی اور ناکامی بھی۔ اور چونکہ اسے لوگوں نے نہیں مانا اسلئے ہر قسم کا دباؤ استعمال کیا گیا تاکہ لوگ سوچنا اور خود فیصلہ کرنا بھول جائیں۔ انکو مجبور کیا گیا کہ وہ ایسی باتوں پر یقین کرنے لگیں جو حقیقت نہیں اور جو کچھ وہ بچشم خود دیکھتے تھے اسپر سے ان کا یقین اٹھ جائے اسی وجہ سے خفیہ پولیس کے چیف یزوف کی سختی اور دہشت پسندی کی مثال نہیں ملتی۔ اسکے لئے ایسا آئین نافذ کیا گیا جس کے نفاذ کا کبھی کوئی ارادہ نہیں رکھا تھا۔ اور انتخابات اس طرح کرلئے گئے کہ لوگوں کو ووٹ دینے کے سلسلے میں آزادی نہیں تھی۔ اور جنگ جب شروع ہوئی تو اسکی دہشت، اس کے حقیقی خطرات، موت کے خدشات جھوٹ کی انسانی قوت کے سامنے کچھ حقیقت نہ رکھتے تھے، جنگ ان حالات میں ایک سکون کی کیفیت پیدا کرتی تھی کیونکہ اس کے باعث مردہ قوانین کا اثر ختم ہو گیا اسے نہ صرف تم جیسے لوگوں نے محسوس کیا بلکہ قیدیوں کے کیمپ میں بلا امتیاز ہر شخص نے یہ بات محسوس کی۔ محاذ پر اور گھروں میں ہر شخص نے گہرا سانس لیا اور خود کو ان بھیانک مصائب سے آزاد کرانے والی جدوجہد میں ایک حقیقی خوشی اور وارفتگی کے ساتھ جھونک دیا۔ جنگ انقلابی ادوار کے سلسلوں کو ملانے کی ایک عجیب کڑی ہے اور انقلاب کے اسباب کا عمل اسپر آکر رک جاتا ہے۔ اب ثانوی اسباب

ہمارے سامنے ہیں۔ ہم ایک پھل کے بیج سے پیدا ہونے والے دوسرے پھل کو دیکھ رہے ہیں۔ ایک نتیجے سے حاصل ہونے والے دوسرے نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ ہمارے سامنے وہ کردار آتے ہیں جو قسمت کی چوٹ کھائے ہوئے ہیں۔ جنھیں زمانے نے بگاڑا نہیں ہے۔ جو بہادر ہیں اور عظیم۔ بے مثل کارنامے انجام دینے کو تیار رہیں۔ یہ حیرت انگیز اور شاندار صلاحیتیں اس نسل کے خلاقی نشوونما کا نتیجہ ہیں۔ میں ان باتوں کو دیکھ کر خوشی سے پھولا نہیں سماتا۔ کرسٹینا کی شہادت اپنی پسپائی اور اپنے زخموں کے باوجود۔ جنگ کی زبردست قیمت خون سے ادا کرنے کے باوجود میں خوش ہوں۔ اور لسٹوولے نے اپنی قربانی دے کر جو مثال قائم کی ہے اسکے باعث اور خود ہماری اپنی زندگیوں کی بدولت میں اس کا صدمہ برداشت کر رہا ہوں۔ میں اس وقت یاد کیا گیا جب تم نہ مظالم سہہ رہے تھے۔ اسکے فوراً بعد کرسٹینا نے تاریخ کے طالب علم کی حیثیت سے یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ میں نے اسکو پڑھایا۔ میں نے اس سے بہت پہلے یہ بھانپ لیا تھا کہ وہ بڑی ہوشیار لڑکی ہے وہ اس وقت بچی تھی اور میں جیل میں اپنی قید کی پہلی میعاد بھگت رہا تھا۔ تمھیں یاد ہے۔ یوری اسوقت زندہ تھا۔ میں نے تم دونوں کو بتایا تھا۔ اسکے بعد وہ میرے شاگردوں میں سے ایک تھی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب طلباء کے لئے اساتذہ پہ تنقید کا رواج شروع ہی ہوا تھا۔ کرسٹینا میری سخت ترین نقاد بن گئی۔ نہ معلوم میں نے اسکو ناراض کرنے کے لئے کیا بات کی تھی؟ وہ اس قدر غیر منصفانہ اور جابرانہ رویہ اختیار کر لیتی کہ بعض اوقات دوسرے طلباء میری حمایت کرتے اور احتجاج کرنے لگتے تھے وہ بڑی خوش مذاق بھی اور میرا مذاق طلباء کے اس اخبار میں اڑایا کرتی تھی جو شائع ہونے کے بعد دیواروں پر چسپاں کیا جاتا تھا۔ وہ مجھے ایسے فرضی نام سے اس میں یاد کرتی تھی کہ ہر شخص سمجھ لیتا تھا کہ اسکی مراد کس سے ہے۔ اور آخر ایک حادثے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ اس کی یہ ناراضگی دراصل میرے لئے اس کی محبت کو چھپائے ہوئے ہے۔ ایسی گہری اور لافانی محبت کو جسے وہ عرصے سے محسوس کر رہی تھی۔ اور میں ہمیشہ ان جذبات کا محبت سے جواب دیتا۔

۱۹۴۱ء میں جنگ کے آغاز سے کچھ عرصہ قبل اور اسکے کچھ عرصہ بعد ہم نے موسم گرما نہایت مزے سے ایک ساتھ گذارا۔ کرسٹینا دوسرے طلباء کے ایک گروپ میں شریک تھی۔ اسمیں عورتیں اور مرد سب شامل تھے اور انکو ماسکو کے ایک قریبی علاقہ میں جہاں میرا یونٹ مقیم تھا فوجی تربیت کے لئے بھیجا گیا تھا۔ ہماری دوستی وہاں شروع ہوئی اور فوجی تربیت کے اس پس منظر میں پروان چڑھتی رہی۔ اس زمانے میں مضافات

کے لئے شہری دفاع کے دستے قائم کئے جا رہے تھے اور کرسٹینا چھاتے سے اُترنے کی تربیت حاصل کر رہی تھی، اس وقت ماسکو میں لوگوں نے مکانوں کی چھتوں سے پہلے جرمن حملہ آوروں کو دیکھ کر انھیں مار بھگایا تھا۔ اس وقت ہماری منگنی ہوئی لیکن ہم ایکدوسرے سے فوراً ہی بچھڑ گئے کیونکہ میرے دستے کو دوسری جگہ بھیج دیا گیا۔ اسکے بعد میں نے اسے پھر کبھی نہیں دیکھا۔ بعد میں جب جنگ کا رُخ ہمارے حق میں ہوا اور جرمنوں نے ہزاروں کی تعداد میں ہتھیار ڈالنے شروع کئے تو میرا تبادلہ ہو گیا۔ میں اس عرصے میں دو بار زخمی ہوا۔ میرا تبادلہ طیارہ شکن توپوں کے دستے سے ساتویں اسٹاف ڈویژن میں کر دیا گیا جہاں مختلف زبانیں جاننے والے لوگوں کی ضرورت تھی۔ اسی طرح میں نے سمندر کی سی گہرائیوں سے تمھارا کھوج نکالا اور تمھارا اپنے یونٹ میں تبادلہ کرا لیا۔"

لانڈری والی لڑکی تانیا۔ کرسٹینا کی دوست تھی۔ یہ دونوں محاذ پر ایک دوسرے سے ملے تھے۔ تانیا کرسٹینا کے متعلق اکثر باتیں کرتی تھی۔ "تم نے یہ بات محسوس کی کہ تانیا کا ہنسنے کا انداز کیسا ہے۔ وہ ہنستی ہے تو اس کا سارا چہرہ ہنستا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ بالکل یوری کی طرح؟ اس وقت تم اسکی چپٹی ناک اور گالوں کی اٹھی ہوئی ہڈیوں کو بھول کر یہ سوچنے لگتے ہو وہ کافی خوبصورت ہے اور اس میں بڑی کشش ہے یوری کی طرح وہ بھی صحیح معنوں میں اور اسکے انداز بھی روسی ہیں۔ ایسی شکلیں جگہ جگہ ملتی ہیں۔

"میں تمھارا مطلب سمجھ گیا۔ نہیں میں نے اس بات پر غور نہیں کیا۔"

یہ کیسا مبہم مگر غیر مہذب نام ہے۔ تانیا ـــ اس کا تعلق کس سے ہے۔ یہ اس کا اصل نام تو ہو نہیں سکتا ـــ آخر یہ نام اسے کس نے دیا؟"

"ارے۔ اس نے ہی تو بتایا تھا۔ وہ نامعلوم والدین کی لاوارث اولاد ہے۔ غالباً اسے پہلے لاولد قرار دیا گیا ہو۔ دیہات میں جہاں وہ پلی بڑھی ہو اور جہاں اب بھی صحیح زبان بولی جاتی ہے اسے یہی نام دیا گیا ہو۔ شہر میں جہاں یہ نام نہ کہا جا سکا اور جہاں ہر بات الٹی سیدھی بیان کی جاتی ہے اسکے نام کو زیادہ شہری رنگ دے دیا گیا۔"

(۳)

اس بات چیت کے کچھ دیر بعد گورڈن اور دو دوسرے کراشینین گاؤں پہنچے جس کو بالکل تباہ کیا جا چکا تھا۔ وہ اپنے یونٹ کا تعاقب [illegible] رہے تھے اور کراشینین [illegible] دل دستے

ملے جو بسل یونٹ سے جا ملنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس وقت سخت گرمی تھی مگر موسم خوشگوار تھا اور ایک مہینے سے یہی حالت تھی۔ نیلے صاف آسمان تلے براشینا کی سیاہ مٹی۔ اوریل اور بیانسگ کے درمیان کا بابرکت زرخیز علاقہ تھوم کے سے بھورے رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ بڑی سڑک سیدھی شہر کے درمیان سے گزر کر شاہراہ سے مل جاتی تھی اس کے ایک طرف مکانات تباہ ہو چکے تھے اور سرنگوں کے پھٹنے سے مٹی کا ڈھیر بن چکے تھے یہ کھنڈرات نارنگیوں کے ان جلے ہوئے اکھڑے ہوئے اور ٹوٹے ہوئے درختوں سے گھرے ہوئے تھے جو اب زمین پر پڑے تھے۔ دوسری جانب بنجر زمین تھی جس پر نہ کھیت اُگائے گئے تھے اور نہ مکان بنے تھے۔ اس لئے آگ اور تباہی نے اس کو محفوظ رکھا تھا کیونکہ اس پر کوئی ایسی چیز ہی نہ تھی جو تباہ ہو سکتی۔ جس طرف پہلے مکانات تھے وہاں بے گھر لوگ اب بھی کھنڈرات کے کونے کھدرے میں سلگتی ہوئی راکھ کو کرید کر بچے کھچے سامان کو تلاش کرتے تھے اور اسے یکجا کر رہے تھے۔ دوسرے لوگ مکانوں کی بجائے خندقیں کھود رہے تھے تاکہ ان میں رہ سکیں اور انہیں ڈھانپنے کے لئے گھاس پھوس کاٹ رہے تھے۔ سڑک کی دوسری طرف بنجر زمین خیموں سے سفید نظر آتی تھی اور لاریاں اور گھوڑا گاڑیاں وہاں کھڑی تھیں۔ یہ گاڑیاں ان امدادی دستوں کی تھیں جو اپنے عملے سے الگ ہو کر ایک دوسرے سے رل مل گئے تھے۔ اور اب اپنا مقام تلاش کر رہے تھے۔ یہاں بھی عام لام بندی کے بعد بننے والی کمپنیوں کے دُبلے پتلے جوان جو سیاہ ٹوپیاں اور اپنے لانبے بھاری کوٹ پہنے ہوئے تھے اپنے میلے چہروں کے ساتھ جو پیچش کی وجہ سے سُتے ہوئے اور طوفان کی کمی سے زرد معلوم ہوتے تھے اپنا سامان رکھ کر آرام کر رہے تھے اور مغرب کی جانب روانگی سے قبل ہی بھوک مٹا رہے تھے، جلے ہوئے اور تباہ شدہ آدھے گاؤں میں اب بھی آگ سلگ رہی تھی اور فاصلے پر دھماکے ہو رہے تھے جہاں دیر سے پھٹنے والی سُرنگیں اب بھی جل رہی تھیں۔ کبھی کبھی اپنی زمینوں کو کھودنے والے افراد پیروں تلے زمین ہلتی محسوس کرتے اور اپنی کمر سیدھی کر کے کدال کے ساتھ سہارا لے کر ستانے لگتے تھے اور اس جانب دیکھنے لگتے جہاں سے دھماکوں کی آواز آ رہی تھی۔

وہاں دھوئیں شعلے اور مٹی کے سیاہ۔ اور سُرخ بادل آسمان کی جانب اُٹھ رہے تھے۔ پہلے دھوئیں کی ایک لکیری اُٹھتی تھی اور پھر ایک فوارہ سا بلند ہوتا۔ پھر زیادہ سست رفتاری سے دھواں پھیل جاتا تھا اور اس کے بعد دھواں اس قدر پھیلنے لگتا گویا پردار پنکھے کی شکل اختیار کرلے آخر دھواں اور مٹی پھیل کر زمین کی جانب آکر دب جاتی تھی اور اس وقت خندقیں کھودنے والے

اپنے کام میں دوبارہ مصروف ہو جاتے۔ کھنڈرات کے بالمقابل بنجر زمین میں ایک بیا کھیت تھا جسکے ارد گرد خار دار جھاڑیوں کی باڑ تھی۔ اور اس پر بڑے پھیلے ہوئے درخت سایہ کئے ہوئے تھے۔ درختوں اور جھاڑیوں کی وجہ سے یہ کھیت باقی دنیا سے اس طرح کٹا ہوا تھا گویا کوئی الگ تھلگ خاموش دھند سے بھرا ہوا صحن ہو یہاں لانڈری والی لڑکی تانیا اپنی رجمنٹ کے کئی دوسرے لوگوں کے ساتھ جنمیں گارڈن اور دو دروف شامل تھے صبح سے اس لاری کی منتظر تھی جو اسے لینے کے لئے بھیجی گئی تھی۔ فوج کے جو کپڑے اس کے سپرد کئے گئے۔ وہ ڈھیر میں لکڑی کے کئی صندوقوں میں اوپر تلے میدان میں رکھے تھے۔ تانیا ذمہ داری کے احساس کے ساتھ ان کی طرف دیکھ رہی تھی اور ایک قدم نہیں ہٹتی تھی اور باقی لوگ اس ڈر سے کہ کہیں لاری انکو لئے بغیر نہ چلی جائے ٹلنے کا نام نہ لیتے تھے۔ وہ بہت دیر سے کوئی پانچ گھنٹے سے انتظار کر رہے تھے۔ چونکہ کوئی کام نہیں تھا اس لئے انھوں نے اس لڑکی کی باتیں ہی سننا منظور کیا جس نے زندگی میں بہت کچھ دیکھا تھا اور جو مسلسل بولے جا رہی تھی۔ اس وقت وہ لوگوں کو میجر جنرل ژیواگو سے اپنی ملاقات کا حال بتا رہی تھی۔

"ہاں میں کل ان سے ملی تھی۔ لوگ مجھے جنرل سے ملوانے لے گئے تھے۔ خود میجر جنرل ژیواگو سے۔ وہ یہاں سے گزر رہے تھے اور کرسٹینا کے متعلق جاننا چاہتے تھے۔ وہ اسکے متعلق سوالات کر رہے تھے۔ وہ ان لوگوں سے ملنا چاہتے تھے جنہوں نے اسے دیکھا تھا۔ چنانچہ لوگوں نے میرا ذکر کیا۔ اور بتایا کہ ہم دونوں دوست تھے۔ جنرل نے مجھے بلوالیا اور لوگ مجھے لے گئے۔ جنرل سے مجھے ذرا بھی خوف معلوم نہیں ہوا۔ انہیں کوئی خصوصیت نہیں ہے وہ دوسرے لوگوں کی طرح ہی ہیں۔ انکی آنکھیں چھوٹی اور بال سیاہ ہیں۔ تو میں نے جنرل کو وہ سب کچھ بتا دیا جو مجھے معلوم تھا۔ انھوں نے میری باتیں سنیں اور پھر کہا۔ شکریہ۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا: "تم کون ہو؟" "تم کہاں سے آئی ہو؟" قدرتی طور پر میں ان کو نہیں بتا سکی تھی۔ میں ایک لاوارث لڑکی تھی۔ تم کو تو معلوم ہے کہ ایسی لڑکیوں کا کیا حال ہوتا ہے۔ ایک یتیم خانے سے دوسرے میں جانا پڑتا ہے اور ہمیشہ ہم لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے رہتے ہیں۔ لیکن جنرل نے میرا پیچھا نہ چھوڑا۔ انھوں نے کہا: "تمھیں مجھے بتانا ہی پڑے گا۔" "شرم مت کرو۔ اسمیں شرم کی کوئی بات نہیں ہے۔" پہلے تو میں نے ایک دو یا تین باتیں بتائیں اور پھر کچھ اور کہا۔ جنرل اپنا سر ہلاتے رہے گویا وہ میری ہمت بڑھا رہے ہوں چنانچہ

مجھے زیادہ ہمت ہوئی - یہ صحیح ہے کہ کہنے کو میرے پاس بہت کچھ ہے - اگر میں تم سے یہ سب کچھ کہنے پر آجاؤں تو تمھیں یقین نہ آئے گا اور تم کہو گے "یہ لڑکی جھوٹ بولتی ہے" - ان کے ساتھ بھی یہی ہوا - جب میں نے اپنی بات ختم کی تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور جھونپڑی میں اِدھر سے اُدھر ٹہلنے لگے - انھوں نے کہا "کتنی حیرت کی بات ہے - یہ تو عجیب بات ہوئی - میری بات سنو - انھوں نے کہا اسوقت میرے پاس وقت نہیں لیکن میں پھر تمھارا پتہ لگاؤں گا - میرا یقین کرو میں تمھیں دوبارہ تلاش کروں گا اور تمھیں بلا بھیجوں گا - مجھے کبھی یہ باتیں سُننے کی توقع نہیں تھی - میں تمکو یہاں نہیں چھوڑوں گا مجھے اس وقت کچھ معاملات طے کرنے ہیں - اور اسکے بعد ممکن ہے میں تمھارا چچا بن جاؤں اور تم ترقی پاکر ایک جنرل کی بھتیجی بن جاؤ - میں تمھیں کالج بھجواؤں گا - تاکہ تم تعلیم حاصل کرسکو - جہاں تم چاہوگی وہاں تمھیں بھجوا دیا جائے گا" - خدا گواہ ہے انھوں نے یہی باتیں کیں - وہ لوگوں کو چھیڑنے میں بڑے ماہر ہیں اور ہنستے ہنستے رہتے ہیں "

عین اس وقت ایک لمبی خالی گاڑی جو پہیوں سے اونچی تھی وہاں آپہنچی ایسی گاڑیاں مغربی روس اور پولینڈ میں گھاس لانے لے جانے کے لئے استعمال ہوتی ہیں اس گاڑی میں دو گھوڑے جُتے ہوئے تھے اور اسے فوج کے مواصلات کے دستے کا ایک سپاہی ہانک رہا تھا - اس نے گاڑی روکی اور کود پڑا - اس نے گھوڑوں کو گاڑی سے کھولنا شروع کر دیا - تانیا اور ایک یا دو فوجیوں کے سوا باقی سب نے گاڑیبان کو گھیر لیا اور اسکی منت سماجت کرنے لگے کہ وہ اگر انھیں ان کی منزل تک پہنچا دے گا - تو وہ اس کا دل خوش کردیں گے اور اس کی محنت کا صلہ دیں گے لیکن ڈرائیور نے انکار کیا اور کہا کہ گاڑی یا گھوڑوں کو وہ صرف فوجی احکام کے مطابق چلا سکتا ہے - وہ گھوڑوں کو لے کر چلا گیا اور اسکے بعد نظر نہیں آیا - تانیا اور فوجی ... جو اس وقت تک زمین پر بیٹھے تھے خالی گاڑی میں جو کھیت ہی میں کھڑی تھی چڑھ گئے - گاڑی کے آنے اور گاڑیبان سے بحث کی وجہ سے بات چیت کا جو سلسلہ منقطع ہوگیا تھا وہ دوبارہ شروع ہوگیا - گورڈن نے پوچھا - تم نے جنرل سے کیا کہا تھا؟ ہم کو بھی تو بتاؤ - اور اسنے اپنی دردناک داستان سبکو سنا ڈالی -

(۴)

ہاں یہ صحیح ہے کہ مجھے بہت کچھ کہنا ہے - لوگ کہتے ہیں کہ میں شریف گھرانے میں پیدا ہوئی

بھی ممکن ہے کہ اجنبیوں نے مجھے یہ بات بتائی ہو یا خود میں نے اسے ذہن میں رکھا ہو لیکن میں نے سنا ہے کہ میری والدہ رئیسہ کا ماروا ایک روسی وزیر کا مرید کاموروف کی بیوی تھیں جو وہاں منگولیا میں چھپے ہوئے تھے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرا اصلی باپ کاموروف نہیں تھا۔ یہ صحیح ہے کہ میں کوئی پڑھی لکھی لڑکی نہیں ہوں اور میں ماں باپ کے بغیر یتیم کی طرح پلی بڑھی ہوں۔ میں جو کچھ کہہ رہی ہوں ممکن ہے تم سب کو مذاق معلوم ہو لیکن جو کچھ معلوم ہے وہی میں بتاتی ہوں۔ تم اپنے آپ کو میری جگہ رکھ کر تو ذرا سوچو۔ چینی حد کے قریب قزاقوں کے ملک کے اس پار۔ سائبیریا کے آخری سرے پر کروشتسی میں یہ سب کچھ ہوا۔ جب ہم یعنی سرخ فوج دشمنوں کے بڑے شہر کی طرف بڑھے تو اسی کاموروف نے میری ماں کو گھر کے تمام سامان سمیت ایک خاص ٹرین میں بٹھا دیا اور حکم دیا کہ میری ماں کو لیجایا جائے۔ میری ماں خوفزدہ تھی کیونکہ کاموروف کے بغیر ایک قدم نہیں اٹھا سکتی تھی۔ کاموروف کو میرے متعلق کوئی علم نہیں تھا اسے میرے وجود کا پتہ تک نہیں تھا۔ میں اس وقت پیدا ہوئی تھی جب میری امّی عرصے تک اس سے الگ رہیں اور وہ اس بات سے بہت ڈرتی تھیں کہ کہیں یہ راز نہ کھل جائے اور کاموروف نہ سن لے۔ کیونکہ وہ بچّوں سے نفرت کرتا تھا اور انھیں دیکھ کر چیختا چلاتا اور اپنے پیر پٹختا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ بچے گھر میں گندگی اور پریشانی کا باعث ہوتے ہیں۔ تو جیسا کہ میں کہہ رہی تھی جب سُرخ فوج شہر تک پہنچنے لگی تو میری ماں نے ناگورینا اسٹیشن سے سگنل چلانے والی عورت مارفہ کو بلوایا۔ یہ جگہ شہر سے تین اسٹیشن دور تھی۔ میں تمھیں بتاتی ہوں یہ کیسے تھا۔ پہلے سرنگ دیا تھا جو پہاڑی پر واقع تھا۔ اسکے بعد سیمن کا درہ تھا۔ اب میری سمجھ میں آیا کہ ماں اس سگنل چلانے والی عورت کو کیوں جانتی تھیں۔ میرے خیال میں سگنل چلانے والی یہ عورت مارفہ شہر میں دودھ اور سبزی بیچنے آیا کرتی تھی۔ ہاں اسی طرح انکی ملاقات ہوئی ہوگی۔

ہاں مجھے کچھ باتیں معلوم بھی نہیں ہیں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ لوگوں نے ماں کو دھوکہ دیا اور اس سے سچی بات نہیں کہی۔ خدا ہی کو علم ہے کہ اسے کیا بات بتائی گئی۔ اسے غالبًا یہ بتایا گیا تھا کہ کچھ دیر کے لئے ایک دو دن کے لئے جب تک گڑبڑ ختم نہ ہو جائے اور حالات بہتر نہ ہو جائیں اسے بھیجا جا رہا ہے لیکن اسے یہ علم نہیں تھا کہ میں ہمیشہ کے لئے اجنبیوں کے پاس چلی جاؤں گی اور اجنبی ہی میری پرورش کریں گے۔ ماں اپنی بچی کو اس طرح تو نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ لیکن تم جانتے ہو بچّے کی کیا حالت ہوتی ہے "جاؤ خالہ سے باتیں کرو۔ وہ تمکو مٹھائی دے گی۔ بڑی اچھی خالہ ہے۔ جاؤ ڈرو نہیں" مجھ سے یہ

کہا گیا لیکن اسکے بعد میری آنکھوں سے آنسو بہتے رہے اور بچپن میں میرا دل دکھ سے بھاری رہتا تھا۔ اچھا ہوگا کہ میں یہ سب کچھ نہ بتاؤں۔ میں چاہتی تھی کہ پھندا گلے میں لگا کر لٹک جاؤں۔ بچپن ہی میں میں پاگل ہوئی جا رہی تھی۔ اس وقت میں بہت چھوٹی تھی۔ غالباً مارفہ خالہ کو میری پرورش کے لئے کافی روپیہ ملتا تھا۔ سگنل کی چوکی کے ساتھ ایک اچھا سا کھیت تھا۔ ایک گائے۔ ایک گھوڑا۔ کچھ مرغیاں۔ سبزیوں کا ایک قطعہ۔ وہاں آپ جتنی زمین چاہتے لے سکتے تھے۔ جس کا کوئی کرایہ نہیں دینا پڑتا تھا۔ اور ریلوے لائین کے ساتھ ایک سرکاری مکان ملا ہوا تھا۔ جب گاڑی میرے گھر کی جانب سے آیا کرتی تھی تو چڑھائی اتنی زیادہ تھی کہ وہ بمشکل پہاڑی پر چڑھ سکتی تھی لیکن ہمارے علاقے، روس کی جانب سے آتے ہوئے گاڑی اتنی تیز رفتاری پکڑ لیتی تھی کہ بریک لگانے پڑتے۔ پہاڑی کے نیچے موسم خزاں میں جنگل چھٹ جاتا تھا اور نزدویا کا اسٹیشن اس طرح نظر آنے لگتا۔ تھا گویا کسی پلیٹ پر رکھا ہو۔

خالہ مارفہ کے شوہر خالوو اسپیکو میں کسانوں کی طرح 'بیپی' کہا کرتی تھی۔ وہ رحم دل اور خوش مزاج آدمی تھا لیکن دوسروں پر بہت زیادہ اعتماد کرتا تھا خصوصاً جبکہ وہ پئے ہوئے ہوتا تھا۔ ہر شخص کو اسکے بارے میں ہر وہ بات معلوم تھی جو معلوم ہو سکتی تھی۔ وہ جس اجنبی سے ملتا تھا اپنے دل کی بات اسے سُنا دیتا تھا۔ لیکن مارفہ کو کبھی میں ماں نہ کہہ سکی۔ ہو سکتا ہے اسکی وجہ یہ ہو کہ میں اپنی ماں کو نہ بھول سکی یا ممکن ہے کوئی اور وجہ ہو لیکن وہ واقعی خوفناک عورت تھی۔ بلاشبہ وہ خوفناک تھی اس لئے میں سگنل چلانے والی عورت کو ما۔ فہ خالہ کہا کرتی تھی۔ اور وقت یونہی گذرتا رہا۔ سال گذرتے گئے نہ معلوم کتنے سال۔ میں دوڑ کر گاڑیوں کو جھنڈے دکھانے کے قابل ہوگئی اور گائے کو گھر لانے گھوڑے کو کھولنے کا بھی مجھکو ملکہ ہو گیا۔ خالہ مارفہ نے مجھے چرخہ کاتنا سکھایا اور میں گھر کا کام بھی کرنے لگی۔ گھر میں جھاڑو دینا، صفائی کرنا بھٹوڑا بہت کھانا پکانا میرے لئے مشکل نہ رہا اور میں یہ سب کام کرنے لگی۔ اور ہاں یہ بتانا تو بھول ہی گئی کہ میں پیتیا کی دیکھ بھال بھی کرتی تھی۔ پیتیا کی ٹانگیں سوکھی ہوئی تھیں اور گو اسکی عمر تین سال تھی لیکن وہ چل نہیں سکتا تھا اس لئے میں اسے اٹھائے پھرتی تھی۔ اگرچہ اتنا عرصہ گذر چکا ہے لیکن جب میں سوچتی ہوں کہ مارفہ خالہ میری مضبوط ٹانگوں سے کتنا جلتی تھی تو مجھے کپکپی ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ کہہ رہی ہو کہ میری ٹانگیں ہی سوکھی ہوئی کیوں نہیں بہتر ہو کہ پیتیا کی بجائے میری ٹانگیں سوکھی ہوئی ہوں اور گویا میری نظر بد سے اسکی ٹانگیں سوکھ گئی ہوں۔ کیا تم یقین

کر سکتے ہو کہ دنیا میں ایسے حاسد اور تنگ نظر لوگ بھی موجود ہیں؟ لیکن میری بات سنو۔ یہ سب تو کچھ نہیں۔ دراصل بعد میں جو کچھ ہوا وہ تو تمھیں حیرت میں ڈال دے گا۔ نئی کرنسی کے زمانے میں ہزار روبل ایک کوپک کے برابر تھے۔ وسیا خالو نے نزودیا میں ایک گائے فروخت کی اور اسکے بدلے نو بوری بھر کر نوٹ مل گئے — اس وقت کی کرنسی کیرنکی کہلاتی تھی — نہیں اس وقت "لیموں" کہا جاتا تھا۔ کیونکہ لاکھوں روبل کی کوئی قدر نہیں تھی اور یہ لیموں کی طرح ارزاں تھے۔ وسیا نے شراب پی لی اور ناگردنیا میں ہر شخص کو بتایا کہ وہ اب کس قدر دولتمند ہو گیا ہے۔

مجھے یاد ہے کہ موسم خزاں میں ایکدن تیز ہوا چل رہی تھی۔ اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ ہمارے مکان کی چھت کو یہ ہوا اکھاڑ پھینکے گی۔ رستہ چلتے ہوئے ایسا لگتا تھا کہ ہوا تم کو اڑالے جائے گی۔ چونکہ ہوا مخالف سمت سے چل رہی تھی۔ اسلئے انجن پہاڑی پر نہیں چڑھ سکتے تھے۔ اچانک ہم نے ایک بوڑھی فقیرنی کو پہاڑ کی چوٹی کی جانب سے آتے دیکھا۔ ہوا اسکے سایہ میں بھری ہوئی تھی اور اس کا رومال پھڑپھڑا رہا تھا۔

وہ چلتی جاتی تھی اور واویلا کرتی جاتی تھی۔ وہ برابر اپنے پیٹ کو پکڑے ہوئے تھی اس نے ہم سے کہا کہ اسے گھر میں لیجایا جائے۔ وہ چلائی: ہائے میں مری۔ میں مری۔ میرے پیٹ میں آگ سی لگی ہوئی ہے۔ میں مرنے والی ہوں خدا کے لئے مجھے اسپتال لے چلو۔ میں تمھیں معاوضہ دونگی۔ یہ سن کر وسیا نے ادالائے نامی گھوڑے کو گاڑی میں جوتا اور بڑھیا کو گاڑی میں ڈال کر اسے دور اسپتال لے گیا۔ کچھ دیر بعد ہم سو رہے۔ مارفہ خالہ اور میں۔ ہم نے اوالائے کو باہر ہنہناتے سنا۔ اور گاڑی آنے کی آواز سنائی دی۔ ہم نے سوچا کہ وسیا بہت جلدی لوٹ آیا۔ لیکن مارفہ خالہ نے روشنی جلائی اور اپنی صدری پہنکر دروازہ کھٹکھٹائے جانے کا انتظار کئے بغیر دروازہ کھولدیا۔ اُسنے دروازہ تو کھول دیا لیکن دروازہ پر ویسیا نہیں تھا۔ اس کی بجائے ایک بدصورت سیاہ رنگ کا اجنبی تھا۔ اس نے کہا: بتاؤ وہ پیسہ کہاں ہے جو تم نے گائے بیچ کر حاصل کیا ہے۔ میں نے بڈھے کو جنگل میں ہلاک کر دیا ہے۔ تم عورت ہو اس لئے تمھیں چھوڑ دوں گا بشرطیکہ تم یہ بتا دو کہ پیسہ کہاں رکھا ہے۔ اگر نہیں بتاؤگی تو تمھیں معلوم ہے کہ کیا ہوگا۔ پھر تم ہی اسکی ذمہ دار ہو گی۔ مجھے کچھ نہ کہنا میں انتظار نہیں کر سکتا۔ میرے پاس انتظار کا وقت نہیں ہے۔ او خدایا۔ ساتھیو۔ ہماری جو حالت تھی اس کا اندازہ تم کر سکتے ہو۔ ذرا

سوچو تو اگر ہماری جگہ تم ہوتے تو کیا حالت ہوتی تمھاری! ہم سب کانپ رہے تھے۔ اور ڈر سے نیم مردہ تھے۔ ہماری زبان سے ایک لفظ نہ نکلتا تھا — اس قدر خوف ہم پر طاری تھا! پہلے وسایا خالو کو ختم کیا گیا۔ اس نے خود بتایا تھا کہ انھیں کلہاڑی سے ہلاک کر دیا گیا۔ اور اب ہم اسکے سامنے تھے اکیلے ایک مکان میں اس لٹیرے کے ساتھ۔ لٹیرا ہمارے مکان میں تھا۔ ہم جانتے تھے کہ وہ لٹیرا ہے۔

میرے خیال میں عارفہ خالہ اسی وقت اپنا دماغی توازن کھو بیٹھی۔ اسے اول تو اپنے شوہر کا غم تھا اور وہ اس غم کا اظہار بھی نہیں کر سکتی تھی۔ وہ اس کے قدموں پر گر پڑی "مجھ پر رحم کھاؤ" اس نے کہا۔ "مجھے مت مارو۔ مجھے کچھ خبر نہیں۔ میں نے تو روپے کا ذکر تک نہیں سنا۔ تم کس روپے کی باتیں کر رہے ہو" لیکن وہ ٹلنے والا نہیں تھا۔ وہ خبیث اتنا بیوقوف نہیں تھا۔ "اچھا" خالہ عارفہ نے اس سے کہا: "روپیہ تہہ خانے میں ہے۔ میں دروازہ کھولے دیتی ہوں۔" وہ اس چالاکی کو سمجھ گیا۔ "نہیں" اس نے کہا۔ "تم خود تہہ خانے میں جاؤ۔ تمھیں رستہ معلوم ہے۔ خود ہی روپیہ لے آؤ۔ مجھے تو روپیہ چاہیئے روپیہ۔ ہاں اتنا خیال رکھنا کہ میرے ساتھ تمھاری چالاکی نہیں چلے گی۔ مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کرنا بیکار ہے"!

تب خالہ عارفہ نے اس سے کہا: "خدا نہ کرے تم ایسا شبہ کیوں کرتے ہو۔ میں تو بخوشی تہہ خانے میں چلی جاتی اور خود روپیہ لے آتی مگر میری ٹانگیں خراب ہیں۔ میں سیڑھی پر نہیں چڑھ سکتی۔ ہاں میں اوپر کی سیڑھی سے تمھیں روشنی دکھا دوں گی۔ گھبراؤ نہیں۔ میں اپنی لڑکی کو تمھارے ساتھ بھیج دوں گی" اس کا مطلب مجھ سے تھا۔ اُف! ساتھیو! جب میں نے یہ سُنا تو مجھ پر کیا گذری۔ اس کا اندازہ آپ کر سکتے ہیں۔ میں نے سمجھا کہ میرا آخری وقت آ گیا۔ اور میری نظروں کے سامنے ہر چیز تاریک معلوم ہونے لگی۔ میری ٹانگیں لڑکھڑانے لگیں اور ایسا معلوم ہوا کہ گویا میں گر پڑوں گی۔ لیکن وہ شیطان وہیں کھڑا رہا اپنی آنکھوں کو سکیڑ کر اُس نے ہم دونوں کی طرف دیکھا۔ اور یوں عیاری سے مسکرایا گویا کہہ رہا ہو۔ "میں تمھارے ہتھکنڈے سمجھتا ہوں۔ تم مجھے بیوقوف نہیں بنا سکتیں۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ میں عارفہ کے لئے بے حقیقت چیز تھی۔ میں اس کی اپنی اولاد نہیں تھی اسلئے اس نے پتیا کو پکڑ کر ایک ہاتھ سے اٹھایا اور دوسرے سے تہہ خانے کا دروازہ کھولا۔ اس نے عارفہ سے کہا: "مجھے روشنی دکھاؤ" — یہ کہکر وہ نیچے چلا گیا اور پتیا کو لئے سیڑھی سے اترتا ہوا تہہ خانے میں غائب ہو گیا۔ میرا خیال ہے کہ اس وقت عارفہ کا دماغ خراب ہو چکا تھا اور وہ کچھ نہ سمجھ سکتی تھی۔ وہ بالکل پاگل ہو چکی تھی۔ ننھے پیتیا کو لے کر جیسے ہی

وہ پیچھے گیا۔ دھڑ سے اس نے دروازہ بند کر کے تالا لگا دیا اور ایک بھاری ٹرنک دروازہ پر رکھنے کے لئے کھینچ کر لانے لگی وہ سر ہلا کر مجھے مدد کے لئے اشارہ کرتی تھی کیونکہ ٹرنک اسکے لئے بہت بھاری تھا۔ وہ ٹرنک کو دروازہ پر رکھ کر اسپر خود بیٹھ گئی۔ پاگل عورت کہیں کی ۔ وہ بہت ہی خوش تھی۔ وہ ٹرنک پر بیٹھی ہی تھی کہ لٹیرے نے چیخنا اور دروازہ پیٹنا شروع کر دیا۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا تھا کیونکہ دروازے کے تختے بہت موٹے تھے لیکن اسکی آواز سے اسکا مطلب ظاہر ہو رہا تھا وہ کہہ رہا تھا: "مجھے باہر نکالو ورنہ میں پتیا کو ہلاک کر دوں گا۔ ہمیں ڈرانے کے لئے وہ وحشی جانور سے زیادہ درشت لہجے میں چیخ رہا تھا۔ وہ چلایا: "تمھارا پتیا اب اس کی سزا بھگتے گا" لیکن مارفہ کچھ بھی نہ سمجھ سکی اور ہنستی رہی اور آنکھیں مچکا کر مجھے اشارے کرتی رہی "اسے دل بھر کر شور مچانے دو۔ میں بھی ٹرنک پر بیٹھی رہوں گی۔ چابی تو میرے پاس ہے" مجھ سے جو ممکن تھا میں نے کیا۔ میں مارفہ کے کانوں میں چیخی کہ وہ تہہ خانہ کھول کر پتیا کو بچالے اور میں نے اسے دھکا دے کر ٹرنک سے ہٹانے کی کوشش کی لیکن میں کامیاب نہ ہو سکی کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ مضبوط تھی اور میری بات نہیں سنتی تھی۔

وہ دروازہ پیٹتا رہا اور وقت گذرتا گیا۔ مارفہ وہیں بیٹھی اپنی آنکھیں مٹکاتی رہی اور اُسنے کچھ نہ سُنا۔ تب کچھ عرصے بعد — اے خدا ! او خدایا میں نے اپنی زندگی میں کیا نہیں دیکھا اور کیا کچھ مجھ پر نہیں بیتی لیکن میں اب اس کا وحشت ناک منظر کبھی نہیں دیکھوں گی۔ جب تک میں زندہ ہوں پتیا کی کمزور ہلکی آواز میرے کانوں میں گونجتی رہے گی — ننھا پتیا تہہ خانے میں چلاتا اور روتا رہا بیچارا معصوم بچہ — اس شیطان نے اس کو دانتوں سے کاٹ کر مار ڈالا۔ اب میں اس پگلی عورت کا کیا کرتی۔ میں نے سوچا میں اس پگلی عورت اور اس قاتل کا کیا کروں وقت گذر رہا تھا۔ میں یہ سوچ ہی رہی تھی کہ میں نے اودالاٹے کو پھر ہنہناتے سُنا۔ وہ زین میں کسا ہوا اس وقت سے باہر کھڑا تھا۔ وہ ہنہنا رہا تھا گویا کہہ رہا ہو: "جلدی بھاگ چلو۔ تانیا کچھ اچھے لوگوں کو ڈھونڈ کر مدد کے لئے لاؤ" میں نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ صبح ہونے والی تھی۔

"اچھا" میں نے سوچا "اودالاٹے میرے دماغ میں یہ بات ڈالنے کا شکریہ۔ ایسا ہی ہوگا۔ ہم چلتے ہیں" میں نے یہ بات سوچی ہی تھی کہ مجھے دوبارہ ایسا معلوم ہوا گویا جنگل سے کوئی آواز آرہی ہو "ٹھیرو۔ تانیا جلدی نہ کرو۔ ہم ایک اور طریقے سے یہ کام کرتے ہیں" اور پھر مجھے جا

ہوا کہ میں جنگل میں اکیلی نہیں تھی۔ ایک انجن نیچے سیٹی بجا رہا تھا جیسے ہمارے صحن میں مرغ بانگ دیتے ہیں۔ میں سیٹی سے انجن کو پہچان گئی، ناگوریلک کے قریب یہ انجن تیار کھڑا رہتا تھا اور مال گاڑیوں کو پہاڑی پر چڑھانے میں مدد دیتا تھا۔ اس وقت مسافروں اور مال کی ملی ہوئی گاڑی جارہی تھی یہ ہر شب اسی وقت جایا کرتی تھی۔ میں نے انجن کو نیچے سے سیٹی دیتے سنا اور میں سب کچھ سمجھ گئی۔ میں نے سیٹی سنی اور میرا دل اچھلنے لگا۔ میں نے سوچا کیا میں بھی پاگل ہو گئی ہوں؟ مارفہ خالہ کی طرح پاگل کہ ہر جانور اور ہر گونگا انجن مجھے روسی زبان میں باتیں کرتا معلوم ہوتا ہے لیکن سوچنا بیکار تھا۔ کیونکہ ٹرین قریب آرہی تھی اور سوچنے کا وقت بالکل نہیں تھا۔ میں نے لالٹین اٹھائی — ابھی زیادہ روشنی نہیں ہوئی تھی۔ اور پاگلوں کی طرح ریلوے لائن کی طرف دوڑی۔ میں درمیان میں کھڑی ہو گئی اور لالٹین کو اوپر نیچے ہلانے لگی۔ اور کیا بتاؤں؟ غرض میں نے ٹرین کو روک لیا۔ ہوا کی تیزی کے باعث ٹرین آہستہ آہستہ جارہی تھی اور شکر ہے کہ اتنی رفتار سے چل رہی تھی جتنی رفتار سے کوئی شخص پیدل چلے۔ میں نے اسے روک لیا اور ڈرائیور نے جب مجھے جانتا تھا انجن کے کیبن سے باہر جھک کر کچھ کہا مگر میں ہوا کے شور کی وجہ سے کچھ نہ سن سکی۔ میں نے چلا کر اس سے کہا کہ سگنل کی چوکی لوٹ لی گئی ہے۔ قتل۔ ڈاکہ۔ گھر میں لٹیرا آگیا ہے۔ ہماری مدد کرو چچا۔ ہمیں فوراً مدد کی ضرورت ہے میں یہ کہہ ہی رہی تھی۔ ہاں ہاں فوجی گاڑی — فوجی جوان لائین پر اتر گئے۔ انھوں نے پوچھا: "کیا معاملہ ہے؟" ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ جنگل میں رات کے وقت ڈھلواں پہاڑی پر گاڑی کیوں رک گئی ہے اور کیوں رکی کھڑی ہے۔ جب انھوں نے سارا واقعہ سنا تو انھوں نے لٹیرے کو تہہ خانے سے نکالا۔ وہ پیپیا سے بھی ہلکی آواز سے کہہ رہا تھا: "ارے بھائیو مجھ پر رحم کرو۔ مجھے مار و مت۔ میں آئندہ ایسی حرکت نہیں کروں گا۔" فوجیوں نے قانون اپنے ہاتھ میں لیا وہ لٹیرے کو کھینچتے ہوئے ریلوے لائین پر لے گئے۔ اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے وہاں لٹا دیا اسکے بعد انھوں نے اسکے اوپر سے ٹرین چلوا دی۔

میں اتنی خوفزدہ تھی کہ اپنے کپڑے تک لینے مکان میں نہیں گئی۔ میں نے فوجیوں سے کہا کہ وہ مجھے بھی ساتھ لے چلیں۔ چنانچہ انھوں نے مجھے بٹھا لیا اور میں چل پڑی۔ اسکے بعد میں اپنے ملک کے آدھے سے زیادہ حصے میں گھوم چکی اور لاوارث بچوں کے ساتھ دوسری جگہوں پر

گئی — مجھے ایسی جگہ نہیں معلوم جہاں میں نہ گئی ہوں۔ یہ مبالغہ نہیں کر رہی ہوں۔ بچپن کی تمام تکالیف کے بعد مجھے کس قدر خوشی کے عوض آزادی میسر آئی! حالانکہ کہنا یہ چاہیے کہ اس میں میری بدقسمتی اور نحوست بھی شامل تھی۔ لیکن یہ سب کچھ بعد میں ہوا۔ اسکے متعلق میں تمھیں پھر کبھی بتاؤں گی ـــــ جس رات کا میں ذکر سنا رہی ہوں۔ اس رات ایک ریلوے افسر ٹرین سے اُترا اور ہمارے مکان میں جا کر اس نے سرکاری املاک اپنی تحویل میں لے لی اور عارفہ خالہ کے متعلق ہدایات دیں کہ اس کے لئے کیا کیا جائے۔ کچھ کا بیان ہے کہ وہ ٹھیک نہ ہو سکی اور پاگل خانے میں ہی مرگئی لیکن دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ وہ ٹھیک ہو کر پاگل خانے سے واپس آگئی تھی۔"

تانیا کی داستان سُن کر گورڈن اور دودورُوف دیر تک خاموشی سے درختوں کے نیچے ٹہلتے رہے۔ اس کے بعد لاری آگئی۔ اور اچانک سڑک سے کھیت میں مڑ گئی۔ کپڑوں کے صندوق اس پہ لادے گئے اور گورڈن نے کہا۔

تم سمجھے یہ کون ہے؟ — تانیا لانڈری والی لڑکی؟

ہاں، ہاں میں سمجھ گیا۔

"ایوگراف اسکی دیکھ بھال کرے گا" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد اس نے کہا "تاریخ میں کئی بار ایسا ہوا ہے۔ جو چیز اعلیٰ اور عمدہ طریقے سے تیار کی جائے وہ بعض اوقات گھٹیا اور بھدی بن کر رہ جاتی ہے۔ اسی طرح یونان نے روم کو جنم دیا اور روسی انقلاب روسی بیداری کا نتیجہ بنا۔ بلوک کی وہ سطر یاد ہے؟

"ہم روس کے بھیانک دور کے سپوت ہیں" یہاں تمھیں مختلف ادوار کا فرق نظر آئے گا۔ جب بلوک نے یہ بات کہی تھی تو اس نے استعارے کے طور پر اسے استعمال کیا تھا۔ سپوت سے اس کی مراد دراصل سپوت نہیں — بلکہ اس کا مطلب روشن خیال طبقے کے ورثاء سے تھا۔ اور جس دہشت کا اس نے ذکر کیا تھا وہ خوفناک نہیں قیامت خیز تھی۔ یہ بات ذرا مختلف ہے۔ اب استعارہ حقیقت بن گیا ہے اور بچے حقیقی بچے بن گئے ہیں۔ خوفناک چیزیں واقعی خوفناک ہو چلی ہیں۔ تم سمجھے کیا فرق ہوا۔

پانچ یا دس سال بعد ماسکو میں موسم گرما کی ایک خاموش شام کو گورڈن اور دودروف پھر ایک
دوسرے سے ملے۔ وہ ایک کھڑکی کے قریب بیٹھے تھے جس کے نیچے یہ وسیع شہر پھیلا ہوا تھا اور دھندلی
دور غائب ہو گیا تھا۔ وہ یوری کی کتاب کے ورق الٹ رہے تھے۔ اسے ایوگراف نے ترتیب دیا تھا۔ اس کی
کو انھوں نے بار بار پڑھا تھا اور یہ انھیں زبانی یاد ہو چکی تھی۔ کتاب پڑھتے ہوئے وہ اپنے تاثرات ایک
دوسرے سے بیان کرتے تھے اور اپنے اپنے تخیلات کو سمجھنے کی کوشش کرتے تھے۔ تاریکی اتنی بڑھ
گئی تھی کہ اب کتاب کے الفاظ انھیں نظر نہیں آ رہے تھے۔ اس لئے انھوں نے روشنی جلائی۔

نیچے ماسکو تھا اور دور دور تک پھیلا ہوا تھا — ماسکو مصنف کا اپنا شہر اور اس پر جو بیتی تھی اس
بہت کچھ واقعات ان کے سامنے آنے لگے۔ اس جگہ کی حیثیت سے نہیں جہاں یہ واقعات گذرے
تھے بلکہ اس کہانی کی ہیروئن کی طرح جس کی کتاب کے اختتام پر وہ آج شام پہنچے تھے۔

اگرچہ جنگ کے بعد جس آزادی اور بیداری کی انھیں توقع تھی وہ فتح کے ساتھ حاصل نہیں ہوئی تھی
لیکن جنگ کے بعد آنے والے سالوں میں آزادی کی اُمید ہوا میں بسی ہوئی معلوم ہوتی تھی اور یہ بات ان
کے لئے تاریخی معنی رکھتی تھی۔

دونوں دوست جواب معمّر ہو چلے تھے کھڑکی کے قریب بیٹھے یہ محسوس کر رہے تھے کہ روح
کی یہ آزادی موجود ہے اور اسی شام نیچے کی سڑکوں میں انھیں مستقبل کی روشنی نظر آ رہی تھی اور وہ خود
اس مستقبل کا حصہ بن چکے تھے اور اب سے اس کا حصہ بنے رہیں گے۔ انھوں نے اس مقدس شہر
اور پوری سرزمین کے لئے اور اس کہانی میں حصہ لینے والے ان افراد کے لئے جو زندہ تھے یا ان کے بچوں کے
لئے پُرامن مسرت محسوس کی اور اس خوشی کی خاموش موسیقی ان کے جسموں میں سرایت کر گئی اور ان
کے ارد گرد کے ماحول پر چھا گئی اور دور دور تک پھیلتی معلوم ہوئی اور یوں محسوس ہوا کہ گویا ان کے
ہاتھ میں جو کتاب تھی وہ بھی ان کے احساسات کو سمجھ سکتی تھی اور ان کے جذبات کی تائید و توثیق
کر رہی تھی۔